سیرت نبوی پر ایک جامع، مدلل اور اب تک کی واقعاتی
سیرت النبی پر دنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورِ اُمّ النُّور
نورِ رحمۃ للعالمین

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

سیرتِ نبوی پر ایک جامع، مُدلّل اور اَب تک کی واقعاتی
سیرتُ النبیؐ پر دُنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورِ اُمّ النور
نورِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جلد دوئم

تالیف:

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

marfat.com
Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	——	نورِاُم النور نورِ رحمة للعالمین (جلد دوم)
موضوع	——	سیرت النبی ﷺ
تالیف	——	ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹیننٹ کرنل (ر)
باراوّل	——	شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ اگست 2007ء
کمپوزنگ	——	ورڈز میکر
تعداد	——	500
ناشر	——	ملک شبیر حسین
مطبع	——	اشتیاق اے مشاق پرنٹرز لاہور
قیمت	——	روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

شبیر برادرز

40 اُردو بازار، لاہور 7246006

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور، 7313885

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاماً علیک یا رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

ترتیب

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپسی

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اس مقام پر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا پھر اپنے کریم مالک اور مہربان مالکہ کے درِیتیم کو اپنی آغوش شفقت میں لیا۔ اس جان دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے موسلا دھار بارش کے قطروں کی طرح ٹپکنے والے آنسو پونچھے۔ ان کے دل دردمند کو تسلی دی۔ اس کی روح حزیں کو دلاسہ دیا۔ جب انہوں نے چھ سالہ معصوم بچے کو اپنی ماں کی مرقد سے جدا کیا ہوگا تو دونوں پر کیا بیتی ہوگی۔ اسے صرف حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہی جانتی ہیں۔

قدرت مقبولان بارگاہ صمدیت کی تربیت پرورش وحفاظت کا خود انتظام فرماتی ہے۔ یہ انتظامات انسان کے طے کئے گئے انتظامات سے انوکھے ہوتے ہیں۔ مادرِ مشفق کا سایہ تو اٹھا لیا لیکن اس کے عوض ایک سیاہ فام حبشن حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی گود عطا فرمادی جس کی لگن، پرخلوص پیار، بے پایاں محبت، بے مثل خلوص اور انتھک خدمت کے جذبات نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دوسری ماں کا درجہ دے دیا۔ رضی اللہ عنہا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دارفانی سے رخصت ہونے کے بعد قادر مطلق اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ایک ایسی آغوش مرحمت فرمائی جہاں بے پایاں محبت، بے مثل خلوص اور انتھک خدمت کے عمیق جذبات کے چشمے ابل رہے تھے جس نے اس معصوم دل کے درد و آلام کو بہت حد تک کم کر دیا۔

اس حبشن کو اس مقام کے لئے تجویز کرکے یہ بتا دیا کہ انسانیت کی عالی قدریں صرف سفید فاموں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ قدرت کی فیاضیاں یہ خصائل حمیدہ ان دلوں اور روحوں کو بھی عطا فرمادیتی ہے جن کی رنگت سیاہ ہے۔ اس لئے انسانیت کو رنگ و روپ کی کسوٹی پر مت پرکھو بلکہ ان کمالات اور خوبیوں سے جانچو جو شرف انسانیت ہیں جن میں عظمت و کرامت کا راز پوشیدہ ہے۔ خصوصاً وہ ہستی جس نے کالے اور گورے کے جھوٹے امتیازات کو ختم کرنا تھا اسے دو ماؤں کی محبت عطا فرمائی۔ اسی لئے جب حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو کسی کو عار دلاتے ہوئے یہ سنا۔

"اے کالی ماں کے بیٹے"

marfat.com
Marfat.com

تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو یارائے ضبط نہ رہا اور قدرے جوش اور غضب سے فرمایا۔

"پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا، کسی سفید رنگ والی ماں کے بیٹے کو کسی سیاہ رنگ والی ماں کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے۔ پس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سفید رنگ والی ماں کا فرزند ہے اور اس کی پرورش کالے رنگ والی ماں نے کی ہے، پس وہ ان دونوں کا بیک وقت بیٹا ہے۔"

(خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 131)

اس شفیق خادمہ نے دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کیا اور یہ مختصر قافلہ جواب صرف دو افراد اور دو اونٹوں پر مشتمل تھا مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان مسافروں نے یہ مسافت کتنے دنوں میں طے کی اور وہ مکہ کب پہنچے، لیکن جب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا مکہ پہنچی ہوں گی اور گھر والوں نے حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو نہ پایا ہوگا تو یقیناً حضرت عبدالمطلب پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہوگا۔

حضرت عبدالمطلب کی شفقت و محبت

حضرت عبدالمطلب تو پہلے ہی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے بڑھاپے کے دن گزار رہے تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پر ملال کے بعد تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی الفت نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی۔ کبھی ان کی انگلی پکڑے حرم کی طرف جا رہے ہیں، کبھی انہیں اپنے کندھوں پر اٹھائے کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ اپنے خوبصورت پیارے پیارے فرزند ارجمند کی درازی عمر کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تندرستی، صحت کامل سے مسرور مہربان و قربان ہو رہے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں تو انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر۔ سوتے ہیں، تو رات کو اپنے پہلو میں سلاتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی جدا کرنا گوارا نہ تھا۔

اب تو بطور خاص حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے دادا کی توجہ اور محبت کا مرکز بن گئے اور ان کی اپنی اولاد ثانوی حیثیت اختیار کر گئی۔ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھتے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے کہیں جاتے تو ان کی بے قراری اور پریشانی کی انتہا نہ رہتی۔

حضرت عبدالمطلب، جب حرم شریف میں حاضری کے لئے جاتے تو سایہ کعبہ میں ان کے لئے مخصوص نشست گاہ بنائی جاتی، کسی بڑے سے بڑے آدمی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے حتی کہ ان کے فرزندان گرامی قدر بھی ازراہ ادب اس نشست گاہ سے دور ہٹ کر بیٹھتے لیکن جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو بلا جھجک اپنے ذی وقار دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھ جاتے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپ کو ایسا کرنے سے روکتے تو حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو فرماتے کہ

"میرے بچے کو مت روکو اس کو آگے آنے دو، بخدا اس کی بڑی شان ہوگی۔"

Marfat.com

ہمیشہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھاتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے' حضور کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 195)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ہونے کا پورا احساس و اعتماد بھی تھا جب کوئی کام نہ ہوتا تو وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیتے یا آپ کو اس میں شریک کر لیتے وہ کام فوراً پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے۔ تلاش میں اپنے بیٹوں کو بھیجا مگر وہ ناکام رہے۔ انہوں نے پھر اپنے سابقہ تجربات کے باعث حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر واپسی میں کچھ دیر ہو گئی۔ اس پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سب کچھ بھول گئے اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی دعائیں مانگنے لگے۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو آپ کی تشویش اور بڑھ گئی۔ طواف کی حالت میں رو رو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے۔

''اے اللہ! میرے شہسوار اور جگر پارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوٹا دے۔ اے رب کریم! انہیں بھیج دے اپنے ناچیز بندے پر احسان کر'' (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 21، الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 81)

وہ مسلسل دعا گریہ زاری اور طواف میں مصروف رہے یہاں تک کہ اطلاع ملی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ تلاش کر کے لے آئے ہیں۔

برکت وسعادت کے انہی مظاہر نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ بنا دیا تھا جب بھی کھانا کھانے لگتے تو کہتے میرے بیٹے کو لاؤ آپ کو لایا جاتا تب کھانا تناول کرتے حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے۔

اپنے عظیم دادا کی بے پایاں شفقتوں اور محبتوں کے گھنے اور خنک سایہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سال بسر ہو گئے۔ عمر مبارک آٹھ سال ہو گئی' تو قدرت خداوندی نے اپنی دور رس حکمتوں کے پیش نظر حضرت عبدالمطلب کو بھی اس دنیا سے اٹھا لیا۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابوطالب کو بلایا اور حضور پُرنور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت اور خدمت ان کے سپرد کی کیونکہ آپ حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ دونوں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب آٹھ سال ہو گئی تو حضرت عبدالمطلب اس دار فانی سے دار بقا کو سدھارے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 1 صفحہ 241)

آپ کی عمر اس وقت ایک سو چالیس سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو دس سال تھی۔ آپ کو

marfat.com
Marfat.com

حجون میں اپنے جد اعلیٰ قصی کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی وحلان جلد 1 صفحہ 87)

آپ کی وفات پر کئی دنوں تک بازار بند رہے اور منڈیوں میں کاروبار معطل رہا۔ آپ کی چھ بیٹیاں تھیں۔ ہر ایک نے اپنے عظیم باپ کی وفات پر مرثیے لکھے' جن میں آپ کے محامد و کمالات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گہرے دلی رنج و غم کا اظہار کیا' جب آپ کا جنازہ اٹھا تو لوگوں نے آپ کے آٹھ سالہ کمسن پوتے کو بھی دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی وحلان جلد 1 صفحہ 88)

قارئین کرام! درج ذیل میں مندرجہ بالا کو دہرانا ہی ہے لیکن اس میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حتمی عمر کے ساتھ ساتھ ایک دو اور مفید معلومات درج ہیں۔ اس لئے اس کو ایک علمی ضرورت کے تحت یہاں بیان کیا گیا ہے، شامل کیا گیا ہے۔

اسی واقعہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں یوں بیان کیا ہے۔

جب حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال ہو گئی۔

اس وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ایک سو دس سال ہو چکی تھی۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہ تھا کسی وقت بھی موت کا بلاوا آ سکتا تھا۔ انہیں سب سے زیادہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔ ان کے لئے قدم قدم پر خطرہ تھا۔ دشمن گھات لگائے بیٹھا تھا کہ اسے موقع ملے اور وہ اپنے مکروہ عزائم پورے کرے۔ اس لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو صحیح معنوں میں ان کی ہمدرد و غمگسار اور دل و جان سے فدا ہو اور ہر حالت میں ان کی حفاظت کر سکے۔

حضرت ابوطالب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے دونوں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کے بطن سے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کو اس مقصد کے لئے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ انہوں نے سوچا ابوطالب ہی اپنے بھائی کی اس نشانی کی پوری جگر سوزی اور جرات و ہمت کے ساتھ حفاظت کر سکتا ہے اور اس تعلق کو نبھا سکتا ہے چنانچہ حضرت ابوطالب کو بلایا اور وصیت کی صورت میں کچھ اشعار ارشاد فرمائے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

''میرے مرنے کے بعد اپنے بھتیجے کو تنہائی کا احساس نہ ہونے دینا۔ اپنی اولاد سے بڑھ کر شفقت دینا ہر آڑے وقت میں ان کے لئے سینہ سپر ہو جانا اور ہر میدان میں ان کی مدد کرنا۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 22)

یہ وصیت کر کے وہ مطمئن ہو گئے جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو آخر ایک سو دس سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ آپ کی وفات واقعہ فیل کے آٹھ سال بعد 578ء میں ہوئی۔ وہ اہل مکہ کے معروف قبرستان واقع حجون میں دفن کئے گئے جو مکہ معظمہ کی بلند سمت میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ آپ کی قبر اپنے دادا قصی کے پہلو میں

Marfat.com

بنائی گئی۔ اب یہ حصہ جنت المعلیٰ کے ایک علیحدہ خطہ میں واقع ہے جہاں حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اجداد کے مزارات ہیں۔

حضرت ابو طالب کی شفقت ومحبت اور خاص توجہ

حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق حضور انور، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کی سعادت حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ مالی ومعاشی دشواریوں کے باوجود آپ نے خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا۔ آپ اپنے بچوں سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ رات کو سوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پہلو میں لٹاتے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو اس وقت تک دستر خوان نہ چنا جاتا جب تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ پورے قبیلے میں مالی لحاظ سے بہت کمزور تھے۔ کثرت اولاد کے باعث تنگدستی نے کچھ زیادہ ہی پریشان کیا ہوا تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف لائے تو سیّدہ حلیمہ کے گھر کی طرح اللہ تبارک تعالیٰ کے اذن وحکمت سے اس کی رحمتوں، برکتوں اور نعمتوں نے اس گھر میں بھی ڈیرے ڈال دیئے، جنہیں حضرت ابو طالب نے پہلے ہی روز محسوس کر لیا اور جان گئے کہ سعادت وبرکت ان کے ہم کاب ہے جہاں جاتے ہیں، خوشیاں اور نعمتیں ساتھ لاتے ہیں۔

جب حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ حلیمہ کے گھر تشریف لے گئے تھے تو وہاں بھی بظاہر سیّدہ حلیمہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو پال رہی تھیں مگر حقیقت میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور ان کے پورے خاندان کو پال رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں اللہ تبارک تعالیٰ نے انواع واقسام کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔

حضرت ابو طالب کے گھر عجائبات کا ظہور

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں بھی اسی شان وکیفیت کا اعادہ ہوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پورے خانوادے کو پالنا شروع کر دیا۔ ابن سعد، ابن عساکر اور حافظ ابو نعیم وغیرہ نے مختلف طرق سے اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

جب حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے گھر والے انفرادی یا اجتماعی صورت میں حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا کھاتے تو ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا تھا اور جب حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مل کر کھاتے تو وہ سب سیر شکم ہو جاتے۔ اس لئے صبح وشام جب بھی کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ انہیں روک دیتے اور کہتے پہلے میرے بیٹے کو آنے دو۔ پس حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور ان کے ساتھ مل کر کھاتے تو کھانا بچ جاتا۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ جلد 1 صفحہ 131)

marfat.com

Marfat.com

کھانے کے دوران حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بچے بعض اوقات استغناء (صبر وانتظار) کا مظاہرہ نہ کر پاتے۔ جو حضرت ابوطالب کو بہت گراں گزرتا۔ انہیں اس سے روکتے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متانت وسنجیدگی کی طرف ان کی توجہ دلاتے اور آپ کی شان استغناء اور شائستگی کا حوالہ دیتے مگر جب بچوں کو اس بات کا احساس نہ ہوا تو انہوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ کھانا دینا شروع کر دیا تاکہ بچوں کی غیر شائستگی کی وجہ سے آپ کی طبیعت مبارک بوجھل نہ ہو اور طبع مبارک پر ان کی عادات گراں نہ گزریں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 2 صفحہ 184)

ویسے بھی حضور انور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کھانے کی طرف زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ صبح اٹھ کر آپ زمزم کے کنویں پر تشریف لے جاتے اور چند گھونٹ پانی نوش فرمالیتے، پھر جب ہم کھانے کے لئے بلاتے تو فرماتے مجھے خواہش نہیں، پیٹ بھرا ہوا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 83)

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بچے جب صبح کو بیدار ہوتے تو ان کی طبیعت عام بچوں کی طرح نیند یا سونے کے اثر سے متاثر ہوتی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے تو صاف ستھرے ہشاش بشاش، چاک و چوبند اور یوں محسوس ہوتا جیسے مبارک آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 120)

یہ غیر معمولی صورتحال کچھ سوچنے پر مجبور کر دینے کے لئے کافی تھی کیونکہ یہ ایک دن کی بات نہیں تھی ہر روز کا مشاہدہ تھا۔ ان ہی مشاہدات اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و برکات نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ بنا دیا تھا وہ ہر وقت حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ رکھتے اور اپنے ساتھ ہی سلانے کی کوشش کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ستر ہونا پسند نہیں فرماتے تھے ایک روز سوتے وقت چچا سے فرمایا:

اے چچا! اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیں تاکہ میں کپڑے اتار کر بدل لوں کیونکہ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ میرے جسم کو دیکھے۔ (محمد رسول اللہ، محمد رضا صفحہ 38)

اکثر ایسا ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چچا کے ساتھ رات کو سوتے مگر جب ان کی آنکھ کھلتی تو وہ محسوس کرتے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر میں نہیں ہیں وہ اِدھر اُدھر ہاتھ مارتے مگر حضور پُرنور کا بالکل پتہ نہ چلتا آخر حالت پریشانی میں اٹھ بیٹھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے چچا میں یہیں ہوں تب انہیں اطمینان ہوتا۔

اس معاشرے کے لئے ذکر الٰہی عجیب بات تھی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے وقت "بسم اللہ الاحد" پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو الحمد للہ کہتے یہ سب باتیں اور منفرد عادتیں حضرت ابوطالب کے لئے

Marfat.com

انوکھی تھیں۔ انہوں نے ایک دن اپنے بھائی عباس سے ان کا تذکرہ کیا تو وہ بھی دنگ رہ گئے۔

(محمد رسول اللہ، محمد رضا، صفحہ 39،38)

قحط اور بارانِ رحمت

کتب سیر میں اسی دور کا ایک مشہور واقعہ، جسے ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وہ ایک بار مکہ آئے۔ قریش مکہ شدید قحط میں مبتلا تھے اور بارش کی بوند تک کو ترس گئے تھے۔ کسی نے کہا ''لات وعزیٰ'' سے التماس کریں کوئی کہتا ''مناۃ'' سے مدد طلب کی جائے۔ اتنے میں ایک پختہ عمر وجیہہ اور خوبرو شخص آیا۔ اس نے لاۃ وعزیٰ کی باتیں سن کر اظہار تعجب کیا اور مشورہ دیا کہ اس فضول بحث وتکرار میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تم ابراہیم واسماعیل کی اولاد کے پاس جاؤ وہ کریم خانوادہ تمہارے درمیان موجود ہے۔ لوگوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور سیدھے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ سب ان سے یوں عرض گزار ہوئے۔

''اے ابوطالب قحط سالی نے وادی مکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ بال بچے جاں بلب ہیں۔
تشریف لائیں اور بارش کے لئے دعا فرمائیں۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 86)

حضرت ابوطالب ان سب کو لے کر روانہ ہوئے، ان کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا، جن کے بارے میں راوی کہتے ہیں، کان شمس ''دجنة تجلت عليه سحابة قتماء'' کہ اسے دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے خورشید جہاں تاب (سورج کائنات کو روشن کرنے والا) ابھی بادلوں کی اوٹ سے باہر نکلا ہو۔ اسے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آسمان پر بادلوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ مبارک ہاتھوں کا اٹھنا تھا کہ بادل جھوم کر آئے اور ایک جگہ اکٹھے ہو گئے پھر چند لمحوں میں موسلا دھار بارش یوں برسی کہ مکہ کی وادی میں جل تھل ہو گیا، سارے ٹیلے اور میدان بارش میں نہا گئے، نتیجتاً کچھ ہی عرصہ بعد سبزا اگ آیا اور درخت سرسبز ہو گئے۔

حضرت ابوطالب نے بعد ازاں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند نعتیہ اشعار کہے جن میں سے یہ دو شعر بہت مشہور ہوئے، ان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

1- ''سفید رنگت والے (خوبصورت) جن کے چہرہ اقدس کا واسطہ دے کر باران رحمت طلب کی جاتی ہے۔
وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بے سہارا بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں۔

1- بنی ہاشم کے ناچار ہلاکت سے بچنے کے لئے ان کے دامن کرم میں پناہ لیتے ہیں۔ انہیں اس بارگاہ بیکس پناہ میں ہر قسم کی نعمت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 158)

marfat.com
Marfat.com

خشک زمین سے میٹھے پانی کا چشمہ

بعض محدثین نے اسی عہد طفلی کا ایک اور محیر العقول واقعہ بیان کیا ہے۔ ابن سعد، خطیب تبریزی، ابن عساکر اور امام ابن جوزی وغیرہ نے اپنی مستند کتب میں یہ روایت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب کہیں جا رہے تھے۔ چلتے چلتے کسی لق ودق صحرا میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو پیاس لگ گئی، دور دور تک آبادی کا نشان نظر نہیں آتا تھا، جہاں سے پانی طلب کیا جا سکتا۔ پیاس کی یہ شدت رفتہ رفتہ تیز ہوتی گئی حتیٰ کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب مجھ سے آگے نہیں چلا جاتا، سخت پیاس سے جان پر بن آئی ہے۔

مہربان چچا کی یہ حالت دیکھ کر حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی گہرائیوں سے دعا نکلی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک سنگلاخ زمین پر اپنی ایڑی مبارک زور سے ماری، زمین سے ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان اب جی بھر کر پی لیں، انہوں نے پانی پیا تو جان میں جان آئی اور سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 1 صفحہ 153، الوفا ابن جوزی جلد 1 صفحہ 131)

اس روایت سے کسی کو تعجب و حیرت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر حضرت ہاجرہ کے لخت جگر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے مکہ کی سنگلاخ زمین سے ایڑھیوں کے رگڑنے پر پانی کا چشمہ ''زم زم'' جاری ہو سکتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، ہادی انس و جاں، فخر کائنات اصل الموجودات نور و مظہر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کی ضرب سے تو ہزاروں زم زم رواں ہو سکتے ہیں۔

ایک قیافہ شناس کا کہنا

اس زمانے میں عرب کے نامور قیافہ شناس گاہے گاہے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے اور جب بھی ان میں سے کوئی وہاں آتا تو لوگ اپنے بچوں کو ان کے پاس لے جاتے اور ان کے مستقبل کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرتے۔ اس قسم کے متعدد واقعات میں سے ایک واقعہ ہدیہ قارئین ہے۔

بنی ازد کا ایک خاندان ''لہب'' ہے جو قیافہ شناسی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس کا ایک ماہر قیافہ شناس، جب کبھی مکہ میں آتا تو لوگ اپنے بچے اس کے پاس لے جاتے تاکہ ان کے مستقبل کے بارے میں اپنے علم قیافہ کی مدد سے انہیں کچھ بتائے۔ ایک دفعہ جب وہ مکہ آیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لے کر اس کے پاس گئے۔ اس نے ایک مرتبہ دیکھا پھر وہ دوسرے بچوں کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ جب فارغ ہوا تو کہنے لگا ابھی میں نے ایک بچہ دیکھا تھا وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس

Marfat.com

لے آؤ۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کی شدید حرص کو دیکھا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا دیا۔ وہ بار بار اصرار کرتا وہ بچہ میرے پاس لاؤ۔ وہ بچہ مجھے دکھاؤ بخدا اس کی شان بڑی بلند ہو گی لیکن حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر چلے گئے اور پھر اس کے اصرار کے باوجود اسے نہیں دکھایا۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 242، السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی وحلان جلد 1 صفحہ 97، الروض الانف جلد 1 صفحہ 204)

رزق حلال کمانا، کھانا، کھلانا

رضائے الٰہی اور سنت انبیاء کرام

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے محنت و مشقت سے رزق حلال کمایا ہے، کھایا ہے اور کھلایا ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی امت کو محنت و مشقت سے رزق حلال کمانے کی عملی مثال دی ہے، تربیت دی ہے، ترغیب دی ہے۔ اس لئے بنی نوع انسان کے لئے رزق حلال کمانا کھانا رضائے الٰہی ہی نہیں ہے بلکہ سنت انبیاء کرام بھی ہے۔ میں اس ضمن میں صرف چند انبیاء کرام کا ذکر کروں گا اور وہ بھی مختصراً صرف اتنا جو اس نکتے کی وضاحت کر دے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر آ جانے کے بعد اپنی بھوک پیاس کو مٹانے کے لئے جو محنت مشقت، جدوجہد کرنی پڑی ہو گی اس کا تو آپ کسی حد تک بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں، تصور کر سکتے ہیں۔ دنیا پہ آ کے بھوک پیاس بجھانے کے لئے سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کی غیبی مدد و رہنمائی کے علاوہ اور کچھ بھی تو مانوس نہ تھا، معلوم نہ تھا اور ستم بالائے ستم کہ جوڑا بھی اکٹھا نہ تھا کہ ایک دوسرے کی مدد و رہنمائی کرتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مدت بھٹیارن کی ملازمت کی اور رزق حلال کمایا، کھایا اور ناداروں کو کھلایا، پھر جب اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہے کو مثل موم نرم کر دیا تو پھر بھی آپ لوہے سے زرہیں، زنجیریں اور روزمرہ کی ضرورت کے آلات بنا کر بیچتے تھے اور رزق حلال کماتے تھے اور حاجت مندوں کو بھی کھلاتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رزق حلال کھانے، کمانے اور اس کے لئے باشوق و خوشی محنت مشقت کرنے کی وضاحت، بلکہ بہت خوبصورتی سے جامع وضاحت سورہ قصص کی آیت 24 سے اور اس کی تھوڑی سی تفسیر سے ہو جاتی ہے۔

سورہ قصص آیت 24 میں حضرت موسیٰ اپنے رب سے یوں عرض گزار ہیں۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ○

ترجمہ: ”(موسیٰ نے) عرض کی اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لئے اتارے محتاج

marfat.com
Marfat.com

ہوں۔'' (قصص:24)

یہ واضح ہو کہ آپ یہ دعا اس وقت کر رہے ہیں جب شہر مصر سے آٹھ دس دن کے سفر اور بھوک پیاس کے بعد مدین پہنچے ہیں۔ دھوپ اور گرمی کی شدت تھی کئی روز سے کھانا نہ کھایا تھا۔ بھوک کا غلبہ تھا۔ آپ ایک کنویں کے نزدیک درخت کے سایہ میں آرام فرما ہیں۔ کئی دنوں کے بھوکے ہیں لیکن پھر بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی، رضا کے لئے دو مجبور عورتوں کی مدد فرماتے ہیں، حاضی مشقت کرتے ہیں اور ان کے جانوروں کو بروقت پانی پلا دیتے ہیں۔ اس کار خیر سے پہلے آپ اپنے رب سے، سارے جہانوں کے رب سے کتنی عاجزی کے ساتھ رزق حلال کے لئے دعا فرماتے ہیں' اپنے رب سے رزق طلب کرتے ہیں۔ وہ ترجمہ آیت کی صورت میں آپ نے پڑھ ہی لیا ہے اور جب تمام تر ادب و آداب شرم حیا کے ساتھ لڑکیوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہیں اور وہ آپ کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں میں نے یہ کار خیر اپنے اللہ کی خوشنودی، رضا کے لئے کیا تھا، میں اس کے بدلے کھانا نہیں کھاؤں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ساری زندگی رزق حلال کھانے کمانے اس کے لئے محنت و مشقت کرنے اور امت کو اسی کی تربیت و ترغیب دینے سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی طرح جاہ و دولت سے دور عبادت الٰہی اور تبلیغ دین میں ہی عمر گزار دی۔ آپ کا گھر بار نہ تھا نہ بستر بوریا یہاں تک کہ کھانے پینے کا ساز و سامان تک نہ تھا۔ رزق حلال کمانا اسے پتوں پر رکھ کر کھالینا اور اوک سے پانی پی لینا آپ کے لئے معیوب نہ تھا بلکہ آپ کا حسین و سادہ معمول تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں بھیجا کہ کتاب الٰہی کی تعلیم بھی دیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں جو پسندیدہ افعال ہیں وہ بندوں کو کر کے بھی دکھا دیں تا کہ وہ سند بن جائے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ان افعال میں عزت ہے اور وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔

چنانچہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے کام کاج کئے' نعلین پاک سیئے، کپڑوں کو پیوند لگائے، جھاڑو دیا تا کہ امتی کو کوئی کام کرتے ہوئے بھی عار محسوس نہ ہو۔ وہ جان لے' تصور کر لے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے اور یہ ان کی سنت ہے پھر یہ باعث ننگ و عار کیسے ہو سکتا ہے؟

محنت کی عظمت

قرآن و حدیث کے واضح ارشادات سے خوب واضح ہے کہ محنت و مزدوری معیوب نہیں اور نہ ہی اس سے منصب نبوت پر کوئی حرف آتا ہے۔

محنت دلیل عظمت اور افتخار کا نشان ہے۔ یہ عادت نو جوانوں کی جانفشانی مہم جوئی، فرض شناسی اور احساس ذمہ داری پر دلالت کرتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا ایک ایسا حصہ ہے جو قابل فخر بھی ہے اور قابل ستائش بھی،

Marfat.com

جس پر اسلام نے بطور خاص زور دیا ہے اور محنت مزدوری کرنے والوں کو حلال کی روزی کھانے والوں کو دنیا بھی پسند کرتی ہے، سراہتی ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ بھی پسند فرماتے ہیں۔

محنت و مزدوری کے دائرے میں چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر بڑے سے بڑا کام آجاتا ہے اور جو شخص جو کام بھی کرتا ہے وہ اپنی جگہ بڑا اہم ہوتا ہے' خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ اور کوئی بھی اس کام کی وجہ سے چھوٹا نہیں ہوتا' اس سنہری اسلامی اصول کی روشنی میں چھوٹے پیشہ ور لوگ، محنت کش، مزدور، مزارع، ملازم سب قابل عزت ٹھہرتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ ان کا وہ کام بھی اہم ہے جس کے ذریعے وہ روزی کماتے اور اہل وعیال کو پالتے ہیں۔

رزق حلال کے لئے تگ و دو اور اہل و عیال کی بہتر پرورش کے لئے محنت و مشقت عبادت ہے۔ ایک مزدور اور محنت کش جتنی محنت کرتا ہے وہ محنت کی اجرت کے علاوہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ سے اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص محنت مزدوری کی وجہ سے تھک کر چور ہو گیا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

(طبرانی)

(۲) حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

''کسی شخص نے کوئی ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس کے ہاتھوں کی محنت سے زیادہ خیر و برکت والا ہو۔''

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 131)

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے اچھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کام کرے اور دھوکہ فریب سے پاک بیع کرے۔''

(سند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 141)

گویا جان مار کر محنت کرنا اور مزدوری کے دوران تھک کر چور ہو جانا کوئی عیب یا باعث شرم بات نہیں کہ انسان منہ چھپاتا پھرے اور احساس کمتری کا شکار ہو جائے بلکہ یہ ایک فخر کی بات ہے جس سے انسان اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ کا مقبول بن جاتا ہے اور اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ گویا اس کی جسمانی خستگی اور ذہنی تھکاوٹ اس کے لئے نوید مغفرت اور پروانہ مقبولیت بن جاتی ہے۔

کسب معاش کا دور

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محنتی خوددار اور جفاکش انسان کی طرح حیات مبارکہ کے آغاز میں ہی اپنے کفیل چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا

marfat.com

Marfat.com

تھا۔ ان کی مالی حالت ویسے بھی زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اس لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجھ بننے کے بجائے ان کی بھرپور مدد فرمائی۔ ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرانے کا شغل اپنایا جس کا آغاز بچپن میں حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے ہو چکا تھا۔

دوسرا ذریعہ جو اس وقت اہل مکہ میں مروج تھا اور بیشتر لوگوں کی معیشت اس سے وابستہ تھی، وہ پیشہ تجارت تھا۔ اہل قریش ہر سال موسم کی مناسبت سے یمن یا شام کی منڈیوں میں اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے جاتے اور وہاں سے اشیائے ضرورت خرید کر لاتے۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز شباب میں ہی اپنے چچا کے ہمراہ تجارتی قافلوں کے ساتھ جانا شروع کر دیا۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ یہاں ہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ذریعہ معاش یعنی گلہ بانی کو مختصراً زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔

گلہ بانی

انہی مقتدر کاموں میں سے ایک کام گلہ بانی بھی ہے جسے آپ نے بچپن سے لے کر جوانی کی عمر تک وقتاً فوقتاً جاری رکھا اور سنت قائم کر دی کہ محنت سے روزی کمانا عزت ہے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر آپ نے بڑی بے تکلفی سے اس کا اعتراف و اظہار بھی فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

> ''ہم مقام مرالظہر ان پر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہم نے پیلو کے پھل چننے شروع کر دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کالے کالے چنو یہ پکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ تجربے کی بات سن کر ہم لوگ دنگ رہ گئے اور پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بکریاں چراتے رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الاجارات، باب الکباث جلد 2 صفحہ 820)

ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضور پُرنور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اللہ تبارک تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ فرمایا، ہاں قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں ہم بھی چرایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 301)

بکریاں چرانا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو اپنے رضاعی بھائیوں کے

Marfat.com

ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے بڑے ہو کر بھی بکریاں چرائیں چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم مقام الظہر ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم وہاں پیلو کے پھل چننے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کے چنو، وہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا، ''ہاں کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔'' (بخاری شریف جلد 3 صفحہ 216)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور مخبر صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کی اجرت پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 22، ابن ماجہ باب الصناعات فی التجارات)

ابو سعید خدری اور نصر بن حزن سے روایت ہے کہ ایک بار اونٹ والے اور بکریوں والے آپس میں فخر کرنے لگے تو حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بکریاں چرانے والے تھے اور داؤد نبی بنا کر بھیجے گئے وہ بھی بکریاں چرانے والے تھے اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں مقام اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔ (مسند احمد جلد 3 صفحہ 525)

انبیاء کرام علیہم السلام کا بکریاں چرانا امت کی گلہ بانی کا دیباچہ اور پیش خیمہ تھا۔ اونٹ اور گائے کے مقابلے میں بکریوں کا چرانا زیادہ دشوار ہے۔ بکریاں کبھی ایک چراگاہ میں جاتی ہیں اور کبھی دوسری میں، ابھی اس طرف دوڑ رہی ہیں اور دوسرے لمحہ دوسری طرف دوڑتی ہوئی نظر آتی ہیں اور چرواہا ہر طرف خیال رکھتا ہے کہ کوئی بھیڑیا یا درندہ تو ان کی تاک میں نہیں اور کوشش کرتا ہے کہ تمام بکریاں ایک جگہ جمع رہیں اور کوئی گلہ سے علیحدہ نہ ہونے پائے تاکہ وہ درندوں سے محفوظ رہیں۔ چرواہا صبح سے شام تک اسی فکر میں ان کے پیچھے سرگرداں اور پریشان رہتا ہے۔

یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔ وہ امت کی اصلاح کی فکر میں دن رات سرگرداں رہتے ہیں۔ امتی تو بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کمال شفقت سے ان کو اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ امت کی بے اعتنائی سے ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر و تحمل فرماتے ہیں اور کسی وقت بھی دعوت و تبلیغ و ارشاد و تعلیم سے اکتاتے اور گھبراتے نہیں اور جس طرح بکریاں درندوں کے خونخوار حملوں سے بے خبر ہوتی ہیں اسی طرح امت کے لوگ نفس و شیطان کے حملوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں نفس و شیطان ان کو اچک نہ لے۔

(فتح الباری جلد 4 صفحہ 557، حاشیہ عیون الاثر جلد 1 صفحہ 112)

marfat.com
Marfat.com

لفظ قراریط سے مراد؟

قراریط کیا چیز ہے؟ اس کے بارے میں محدثین کرام کی دو آرا ہیں۔

(۱) ایک گروہ کا خیال ہے۔ یہ لفظ ''قراط'' کی جمع ہے اور یہ دینار کے بیسویں حصے کو کہتے ہیں۔ اس وضاحت کی روشنی میں حدیث کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ آپ اجرت لے کر بکریاں چرایا کرتے تھے۔

اگر یہ بات درست ہو تو بھی منصب نبوت کے منافی نہیں۔ محنت کر کے اجرت لینا خودداری کی نشانی ہے۔ اس میں شان کو بٹہ لگانے والی کوئی معیوب بات نہیں اسے مقام نبوت کے منافی سمجھنا نادانی ہے۔

قرآن پاک میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں ملازمت اختیار فرمائی تھی اور اجرت یہ ٹھہری تھی کہ وہ کھانا دیں گے' آپ کی شادی اپنی ایک بیٹی سے کر دیں گے۔ اور اس کے عوض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ' دس سال خدمت کرنا ہو گی یعنی کہ بیٹے کی طرح گھر کے کام کاج چلانے ہوں گے۔

سورہ قصص آیات 27، 28 میں ارشاد رب للعالمین یوں ہے:

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ○

ترجمہ: ''شعیب علیہ السلام نے کہا: میں چاہتا ہوں اپنی ایک بیٹی کی شادی آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میری خدمت کریں اگر دس سال پورے کر دیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ (سورہ قصص آیات 27، 28)

حضرت عقبہ بن منذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بذات خود ملازمت اختیار کر لی تھی اس شرط پر کہ مدت گزرنے کے بعد ان کی شادی ہو جائے گی اور کھانا پینا چلتا رہے گا۔'' (سنن ابن ماجہ صفحہ 178)

(۲) دوسرے گروہ کا خیال ہے ''قراریط'' سے دینار کا بیسواں حصہ مراد لینا غلط ہے، کیونکہ عرب کی سرزمین پر اس نام کا کوئی سکہ رائج نہیں تھا البتہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں ایک غیر معروف جگہ کا نام ''قراریط'' ضرور ہے اور یہاں وہی مقام مراد ہے۔ یہ جگہ موضع اجیاد کے قریب ہی تھی چنانچہ حضور پُرنور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قراریط میں، اور کبھی اجیاد میں، بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حدیث پاک میں اجیاد کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔

Marfat.com

ابو اسحاق کہتے ہیں، ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

''موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے اور داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے وہ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ہم مبعوث ہوئے اور ہم بھی مقام اجیاد میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 126)

اس حدیث پاک میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(۱) ایک تو اجیاد کا ذکر ہے جو قراریط کے قریب ہی تھا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں جگہوں پر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ علامہ بدرالدین عینی نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے ان کے ہاں اس موقف کی علمی دلیل یہ ہے۔

حدیث پاک میں لفظ ''علی قراریط'' آیا ہے اور لفظ علی اصل وضع کے اعتبار سے استعلاء کے لئے آتا ہے اور استعلاء کا معنی بصورت حقیقت اسی وقت متعین ہو سکتا ہے جب اس سے جگہ مراد لیں اور اگر اس سے ''سکہ'' مراد لیں تو یہ مجازی معنی بن جاتا ہے اور مجازی معنی اس وقت مراد لیتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو اور یہاں کوئی تعذر نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جلد 12 صفحہ 80)

لیکن شیخ ابوزہرہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔

''بکریوں کے دودھ کا حصہ جو حضور اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے اور جو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کے ساتھ بطور غذا استعمال فرمایا کرتے۔''

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں ابراہیم حربی کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب تھا۔

(۲) دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ہم گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جو شخص اپنے گھر کا کام کاج کرے اور اپنے بزرگوں کا ہاتھ بٹائے وہ کوئی اجرت نہیں لیتا۔

اس لئے یہ اس دور کی بات ہے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرماتے تھے اور آپ نے ان کی مالی کمزوری کے پیش نظر یہ کام اپنے ذمہ لے لیا تھا تاکہ چچا کا معاشی بوجھ ہلکا ہو اس میں عیب یا عار والی کوئی بات نہیں۔

حضور پُرنور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم معصوم بچپن اور بے مثال لڑکپن سے گزر کر اب قابل رشک عہد شباب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی براہ راست نگرانی میں شاہراہ حیات پر آگے بڑھنے والے یہ جوان رعنا، ظاہری حسن اور زیب قامت کے ساتھ ساتھ اجتماعی، قومی اور ملی شعور میں پختگی کے لحاظ سے بھی

marfat.com

Marfat.com

دوسروں کی نسبت ممتاز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف چچا کے ساتھ گھریلو امور کی انجام دہی، محنت و مشقت اور خاندانی ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہو رہے تھے تو دوسری طرف مکہ جیسے بین الاقوامی شہر کے معزز خاندان کے چشم و چراغ کی حیثیت سے بھی پہچانے جانے لگے تھے لیکن اس شہرت و نیک نامی اور عزت و توقیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھرتی ہوئی شخصیت کو کبر و نخوت یا خاندانی تفاخر میں ہرگز مبتلا نہیں ہونے دیا بلکہ آپ قدم قدم پر پیکر رحمت و شفقت بن کر اہل مکہ کے نادار اور بے سہارا لوگوں کے مسائل حل فرماتے رہے اور ان کی ہر طرح سے مدد فرماتے رہے۔

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آغاز شباب میں ہی شہر مکہ کی معزز شخصیت بن گئے تھے۔ اس لئے دفاعی معاملات ہوں یا معاشرتی و خاندانی، اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور عمل سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم رکھتے تھے۔ اس مبارک عہد کے متعلق کتب تاریخ و سیر نے جو واقعات درج کئے ہیں ان میں تین واقعات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱- حرب فجار میں شرکت

۲- حلف الفضول میں شرکت اور

۳- کعبہ معظمہ کی تعمیر نو میں آپ کی حکمت و بصیرت

ان کو زمانہ وقوع کے لحاظ سے موقع پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

ملک شام کا پہلا سفر

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال کے قریب پہنچی تو حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے تجارتی مقاصد کے لئے شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ علامہ ابن خلدون نے عمر کے بارے میں تیرہ سال اور سترہ سال کے دو قول لکھے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 712)

جب آپ روانہ ہونے لگے تو حضور پُرنور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور اصرار کیا کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔

مَسَكَ بِزِمَامِ نَاقَةِ اَبِي طَالِبٍ وَقَالَ يَا عَمِّ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِي لَا اَبَ لِيْ وَلَا اُمَّ

''حضور نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور فرمایا اے میرے چچا! آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرا نہ باپ ہے اور نہ ماں۔''

چنانچہ ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے اور آپ کو اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب یہ قافلہ ''بُصریٰ'' پہنچا تو وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ کے نواح میں شب بسری کے لئے قیام کیا۔ اس خانقاہ میں ایک عیسائی راہب عرصہ دراز سے سکونت پذیر تھا۔ اس کا نام جرجیس تھا

Marfat.com

لیکن وہ راہب بحیریٰ کے نام سے مشہور تھا۔ بحیریٰ سریانی لفظ ہے اس کا معنی عبقری اور نابغہ ہے یعنی از حد دانشمند اور علامۂ روزگار۔ (نظرۃ الجدیدہ فی السیرۃ صفحہ 16)

لفظ بحیریٰ

المنجد میں اس لفظ کی املا یوں ہے ''بحیر'' لیکن اسلامی کتب میں اس کی املا بحیریٰ ہے یعنی یاء مفتوح حاء مجرور یا ساکن آخر میں یاء اس پر الف علامہ ابن کثیر کی سیرت میں اسی طرح لکھا ہے۔ اصفہانی کی دلائل نبوۃ میں اس کی املاء بحیراء ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو جو خصوصی علوم عطا کئے گئے تھے وہ نسلاً بعد نسل چلے آتے تھے اور اس زمانہ میں ان علوم کا امین یہی بحیریٰ راہب تھا۔ قریش کے تجارتی کارواں ہمیشہ اس راستہ سے گزرا کرتے تھے لیکن اس نے کبھی ان کی پروانہیں کی تھی وہ ان سے گفتگو کرنے کا روادار بھی نہ تھا لیکن اس دفعہ جب یہ قافلہ اس کی وادی میں داخل ہوا تو اس نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ پھر اس نے اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ جب یہ قافلہ ایک درخت کے سایہ میں اترا۔ یہ بچہ جب وہاں پہنچا تو درخت کے سایہ میں کوئی جگہ باقی نہ رہی تھی اس لئے مجمع سے باہر ہی وہ بچہ دھوپ میں بیٹھ گیا اور درخت نے فوراً جھک کر اپنا سایہ اس بچہ پر پھیلا دیا۔

بحیریٰ نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا اسے خیال آیا کہ جس نبی صادق و امین کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ نوجوان وہی تو نہیں اسے قریب سے دیکھنا چاہئے تاکہ ان کی نشانیوں کے بارے میں پورا وثوق ہو جائے۔ اس نے اس کے لئے یہی تجویز مناسب سمجھی کہ سارے قافلہ کی ضیافت کی جائے وہ نوجوان بھی آئے گا۔ اسے قریب سے دیکھ کر دل کو مطمئن کرلوں گا۔ چنانچہ خلافِ معمول وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ان قافلہ والوں کے پاس آیا اور کہا کہ آج آپ کے قافلہ کے تمام افراد کو میں دعوت دیتا ہوں کہ آج ما حضر میرے ہاں تناول فرمائیں اس کے اس طرز عمل سے سارا قافلہ سراپا حیرت بنا ہوا تھا۔ آخر ایک شخص سے نہ رہا گیا اور اس نے پوچھ ہی لیا کہ اے بحیریٰ! آپ کے طرز عمل نے ہمیں حیران کر دیا ہے۔ پہلے بھی ہم یہاں سے بارہا گزرے ہیں لیکن آپ نے ہماری طرف کبھی توجہ تک نہ کی۔ اس دفعہ آپ خلاف معمول اپنی خانقاہ سے چل کر ہمارے پاس آئے اور ہمیں کھانے کی دعوت دے کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔ آپ کے طریقہ کار میں اب یہ بین فرق کیوں؟

بحیریٰ نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کہ بے شک آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن آخر کار آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اپنے مہمانوں کی عزت کرنا اور ان کی ضیافت کا شرف حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔ جب مقررہ وقت آیا تو

marfat.com

Marfat.com

قافلے کے سارے افراد بحیریٰ کے ہاں گئے۔ اس نے بڑے اہتمام سے ان کا خیر مقدم کیا لیکن جس جانِ دوعالم کے لئے وہ بڑی بے تابی سے اپنی آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے تھا وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا آپ میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا۔ انہوں نے بتایا کہ تمام لوگ آ گئے ہیں صرف ایک بچہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اسے ہم اپنے خیموں اور اونٹوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ اس نے اصرار کیا کہ اسے بھی ضرور بلاؤ اس قافلے کا کوئی فرد چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد پیچھے نہ رہے چنانچہ آپ کے چچا حارث بن عبدالمطلب گئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لے آئے۔ اس پیکر نور و سعادت کے آنے سے بحیریٰ کے دل بے قرار کو قرار آ گیا اور وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے لئے ٹکٹکی باندھ کر رخ انور کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔

جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا اور خود پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور آزمانے کے لئے کہنے لگا۔

''میں تم سے لات و عزیٰ کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بارے میں، میں آپ سے پوچھوں آپ مجھے اس کا جواب دیں۔''

اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمانے کے لئے لات و عزیٰ کی قسم کھائی تھی۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''مجھ سے لات و عزیٰ کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو بخدا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں۔''

بحیریٰ نے کہا۔

''تو میں اللہ کے واسطہ سے عرض کرتا ہوں کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا جواب آپ مجھے مرحمت فرمائیں۔''

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اب جو تمہارا جی چاہے پوچھو میں اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا۔''

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی نیند و بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد فرماتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو حالات اسے بتاتے اس سے ان صفات کی تصدیق ہوتی جاتی تھی جو نبی آخر الزمان کے بارے میں اس کے پاس تھیں۔ آخر میں اس نے پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا وہاں اس نے خاتم نبوۃ کو بعینہٖ اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر خاتم نبوۃ کو چوم لیا۔ جن قافلہ والوں نے یہ منظر دیکھا وہ کہنے لگے کہ اس راہب کے دل میں محمد معصوم کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

Marfat.com

جب بحیریٰ اس سے فارغ ہوا تو حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا۔
''اس بچے کا آپ سے کیا رشتہ ہے آپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔''
بحیریٰ نے کہا۔
''یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔''
حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''یہ میرا بھتیجا ہے۔''
اس نے پوچھا: ''ان کا باپ کہاں ہے۔''
آپ نے فرمایا کہ ان کا انتقال ہو گیا جب کہ ابھی یہ شکم مادر میں تھے۔
اس نے کہا: ''اب آپ نے سچی بات کہی ہے پھر ان کی ماں کہاں ہے۔''
آپ نے بتایا: ''تھوڑی مدت گزری وہ بھی انتقال کر گئی ہیں۔''

پھر اس نے حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ انہیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی یہ چیز ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور ہمیں اپنے آباؤ اجداد نے یہی بتایا ہے۔ دیکھو! میں نے آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کا فرض ادا کر دیا۔ انہیں جلدی اپنے وطن واپس لے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ بحیریٰ نے صراحتہً انہیں بتا دیا کہ

''یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ رب العالمین کے رسول ہیں، انہیں اللہ تبارک تعالیٰ رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔'' (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 98 تا 100)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ وہیں سے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر واپس مکہ آ گئے لیکن دوسری روایت میں ہے آپ قافلہ کے ساتھ شام گئے جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر مکہ لوٹ گئے۔

فَخَرَجَ بِهٖ عَمُّهٗ سَرِيْعًا حَتّٰى اَقْدَمَهٗ مَكَّةَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ تِجَارَتِهٖ بِالشَّامِ

''آپ کے چچا آپ کو لے کر وہاں سے جلدی نکلے شام پہنچے اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر آپ کو لے کر مکہ واپس آئے۔'' (الروض الانف صفحہ 207)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ میں شریک تھے اور جب راہب نے تاکید کی کہ آپ کو فوراً اپنے وطن واپس بھیج دیا جائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کو اپنے ہمراہ مکہ واپس لے آئے۔ لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سفر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شریک سفر نہ تھے اور نہ اس وقت ان کی عمر اتنی تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نگرانی میں مکہ واپس لے آتے۔ بلکہ ایک دوسرے سفر میں آپ

marfat.com
Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں تجارت کی غرض سے ان کے غلام میسرہ کی معیت میں کیا گیا تھا۔ اس سفر میں بھی ایک راہب سے بصرا کے مقام پر ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ راہب بحیریٰ نہیں تھا بلکہ اس کا نام ''نسطورا'' تھا۔

بعض مؤرخین نے ان دونوں واقعات کو ایک واقعہ تصور کیا ہے اس لئے ان کے بیان کرنے میں کچھ سیرت نگاروں سے یہ معاملہ خلط ملط (گڈمڈ) ہو گیا ہے۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 243 تا 245، السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی وحلان جلد 1 صفحہ 100)

دوسری بار شدید قحط اور بارانِ رحمت

ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ گیا وہاں شدید قحط سالی تھی۔ عرصہ دراز سے بارش کی ایک بوند بھی نہیں ٹپکی تھی۔ ایک شخص نے اہل مکہ کو کہا چلو لات وعزیٰ کے پاس۔ وہاں جا کر فریاد کرو۔ ایک اور بولا، منات کے پاس بھی چلو۔ اس وقت ایک شیخ نمودار ہوا جو بڑا خوش اندام اور خوبرو تھا۔ اس کی رائے بھی بہت صائب تھی اس نے کہا کہ تم مارے مارے بھٹکتے پھر رہے ہو جب کہ تمہارے پاس ابراہیم واسماعیل کے خاندان کی یادگار موجود ہے لوگوں نے کہا، تمہارا مطلب یہ ہے کہ ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں۔ اس بزرگ نے کہا بے شک۔

سب لوگ کھڑے ہو گئے میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا ہم نے جا کر ابوطالب رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھٹکھٹایا آپ باہر نکلے۔ سب لوگ آپ کی طرف دوڑے عرض کی اے ابوطالب! قحط سالی نے وادی کو جلا کر رکھ دیا ہے۔ بال بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ تشریف لائیے اور بارش کے لئے دعا مانگئے۔ حضرت ابوطالب، سب کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ ایک نوخیز جوان بھی تھا (یعنی حضور پُرنور، رحمۃ اللعالمین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم) یوں معلوم ہوتا تھا کہ مہر درخشاں ابھی بادلوں کی اوٹ سے باہر نکلا ہو۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کئی آپ کے ہم عمر بھی تھے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کعبہ کے ساتھ لگا دی۔ اس نوجوان نے سراپا عجز و نیاز بن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ اٹھتے ہی جگہ جگہ سے بادل کی ٹکڑیاں نمودار ہونے لگیں اور چند لمحوں میں بادل اُمڈ کر آ گئے اور بارش برسنے لگی۔ ایسی موسلا دھار بارش برسی کہ ساری وادیاں لبریز ہو گئیں۔ سارے میدان لبالب بھر گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہر طرف سبز گھاس لہلہانے لگی مرجھائے ہوئے درخت سرسبز وشاداب ہو گئے۔

بعثت کے بعد جب کفار نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانی شروع کی تو آپ نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ احسان یاد دلایا اور اس عظیم برکت کا ذکر کر کے انہیں ان اذیت رسانیوں سے باز

Marfat.com

آنے کی تلقین کرنے کے لئے ایک قصیدہ لکھا جس کے دو شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور لطف اٹھائیے۔

''ان کی رنگت سفید ہے ان کے رخ انور کا واسطہ دے کر بارش کی بھیک مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کی پناہ ہیں اور بیواؤں کے عصمت کے محافظ ہیں۔''

''خاندان ہاشم کے مسکین، ہلاک ہونے سے اس کے دامن کرم میں پناہ لیتے ہیں پس وہ لوگ آپ کے پاس ہر قسم کے انعامات اور احسانات سے مالا مال کر دیئے جاتے ہیں۔

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 89)

اتفاقیہ مماثلت

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ اشعار حضرت عبدالمطلب کے ہیں۔ آپ کے زمانے میں بھی اسی طرح شدید قحط پڑا تھا۔ آپ اپنی قوم کے ساتھ جبل ابی قبیس پر دعا مانگنے کے لئے گئے تھے۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمسنی کا عالم تھا۔ آپ نے اپنے اس نور نظر کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ حضور کے واسطہ سے دعا مانگی جو فوراً قبول ہوئی۔ اس واقعہ سے انکار نہیں۔ لیکن یہ اشعار حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں کیونکہ بخاری شریف کی حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

عہد نبوت میں بھی ایک مرتبہ شدید قحط پڑا۔ ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ

''خشک سالی کے باعث ہم بھی ہلاک ہو گئے اور ہمارے مویشی بھی ہلاک ہو گئے۔''

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اس سے پیشتر کہ دست مبارک نیچے آتے بارش شروع ہو گئی اور اس کی بوندیں ریش مبارک کو تر کر کے نیچے ٹپکنے لگیں۔ پورا ہفتہ بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو (یعنی سات دن بعد) پھر اسی اعرابی نے یا کسی دوسرے بدو نے بارش کی کثرت سے ہلاک ہونے کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا اور اسی وقت بادل چھٹ گئے۔ بارش رک گئی۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی ان رحمتوں نعمتوں، فریاد رسی کے شکرانے و خوشی میں اس موقع پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا اگر ابو طالب رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ان کا شعر سنائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی۔''

''کیا حضور کی مراد آپ کے یہ (مذکورہ بالا) اشعار ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔''

marfat.com
Marfat.com

عصمت ربانی

قدرتی حفاظت کا مضبوط حصار

عرب کے جاہلی معاشرے میں یہ برائیاں اس وقت ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ بنی ہوئی تھیں۔ شراب، بدکاری اور عریانی کے علاوہ بت پرستی بھی عام تھیں اور وہ بڑی بے تکلفی اور فخر سے انہیں سینے سے لگائے زندگی گزار رہے تھے اور ان سے اجتناب کرنے والوں کو مطعون کرتے تھے اور انہیں اعلانیہ ہدف تنقید بناتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ انہیں حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے داغ کردار بعض اوقات کھٹکتا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنی صحت وسلامتی کے بارے میں سوچنے لگ جاتے تھے۔ مریض خود تھے اور مسیحا کو بیمار سمجھتے تھے۔

حضور نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے لے کر جوانی تک جاہلی دور کی ان تمام خرافات اور لغویات سے بالکل محفوظ رہے۔ کسی جاہلی رسم میں کبھی حصہ نہ لیا۔ قدرت نے انہیں ہر طرح اپنی حفاظت کے مضبوط حصار میں رکھا اگر رشتہ داروں' دوست' احباب کے مجبور کرنے پر کبھی حالات کے نرغے میں آ بھی گئے تو فوراً غیب سے حفاظت اور بچاؤ کے انتظامات ہو گئے۔

قدرت نے طبیعت مبارکہ میں ہی ان غیر مہذب کاموں کے لئے نفرت پیدا کر دی تھی اور ان کے قرب ہی سے طبع نورانی پریشان ہو جاتی تھی۔ اس لئے خود بھی دوری اختیار فرمائی اور دوسروں کو بھی باز رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بعثت سے قبل) کبھی بت کی پرستش کی؟ فرمایا: نہیں عرض کی: کیا کبھی شراب پی؟ فرمایا: نہیں۔ ہمیں شروع ہی سے یہ احساس رہا ہے کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ کفر ہے۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 89)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک ابتدائی واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

Marfat.com

''کعبہ میں تانبے کا ایک بت نصب تھا جسے ''اساف'' کہتے تھے۔ کعبہ کا طواف کرتے وقت چکر مکمل کرکے لوگ اسے بھی ہاتھ لگاتے تھے ایک دفعہ میں اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کررہے تھے جب چکر مکمل ہوا تو میں نے لوگوں کی طرح اسے بھی چھوا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روکا اور فرمایا اسے مت چھوؤ۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے پھر طواف شروع کردیا میں نے دل میں سوچ لیا کہ چکر پورا کرکے پھر اسے ہاتھ لگاؤں گا تاکہ دیکھوں کیا ہوتا ہے؟ جب میں نے اسے ہاتھ لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ڈانٹا اور فرمایا: کیا میں نے تجھے اس عمل سے روکا نہیں؟ پس اس ذات پاک کی قسم! جس نے حضور پُرنور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت اور قرآن پاک کی دولت عطا کی' پھر میں نے کبھی اس کو نہ چھوا' یہاں تک کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 90)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں بیانات اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ بتوں سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی نفرت تھی یہاں تک کہ آپ نے بحیرا راہب سے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ان کا تذکرہ میرے سامنے مت کرو میں انہیں بالکل پسند نہیں کرتا۔

اسی بات کی تائید و وضاحت کرنے والی ایک روایت حضرت شداد بن اوائل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے آپ فرماتے ہیں حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب سے ہماری نشوونما شروع ہوئی ہے اسی وقت سے بتوں کی نفرت ہمارے دل میں ڈال دی گئی ہے۔'' (کنز العمال)

ایک دفعہ ''چاہ زمزم'' کی مرمت کا مرحلہ تھا لوگ رضا کارانہ طور پر اس مقدس کام میں حصہ لے رہے تھے اور تعمیر کے لئے دور دور سے پتھر لارہے تھے تاجدارِ کائنات حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوعمری کا زمانہ تھا۔ حضرت عباس بھی ساتھ تھے۔ دوسرے لوگوں نے دستور کے مطابق پتھروں کی رگڑ سے بچنے کے لئے تہہ بند اتار کر کندھوں پہ ڈال لئے اور بغیر کسی جھجک اور احساسِ ندامت کے پتھر ڈھونے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی مشورہ دیا جو آپ کو بہت ناگوار گزرا مگر جب انہوں نے شفقت کی بنا پر اصرار کیا تو آپ نے بادل ناخواستہ ان کی بات ماننے کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔

بعد میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے پوچھا بھتیجے! کیا ہوا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میں نے سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو دیکھا اس نے ہدایت کی، باپردہ رہو عریاں ہونے کی اجازت نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے ذہن میں خیال آتے (تہہ بند اتارے جانے کے تصور سے) ہی آپ گر پڑے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھاگ کر آپ کے پاس گئے اور پوچھا کیا ہو گیا، آپ فرمانے لگے ''عریاں ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر مجھے تہہ بند اتارنے سے روک دیا گیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کیفیت کو نہ سمجھ سکے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

''میں یہ بات لوگوں سے چھپایا کرتا تھا۔ مبادا کہ آپ کو مجنون سمجھنا شروع کر دیں۔''

(گویا اس دور میں مستور ہونا، پردہ کرنا اور شرم وحیا سے کام لینا ان کے ہاں دیوانگی کی علامت تھی۔)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

''بوانہ'' عربوں کا محبوب بت خانہ تھا۔ اس بت خانے پر آکر وہ ہر سال عید منایا کرتے تھے۔ لوگ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجبور کرتے کہ قومی میلہ اور اجتماعی عید میں شرکت کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ آپ کی پھوپھیاں سخت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ہمارے خداؤں سے نفرت کرتے ہو یہ اچھی بات نہیں' اگر کسی دیوتا کا غضب نازل ہو گیا تو کیا بنے گا؟ ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا لہٰذا مجبوراً ان کی عید میں شریک ہونا پڑا۔

وہاں جا کر لوگ اپنے کاموں میں لگ گئے اور کسی کو آپ کا خیال ہی نہ رہا۔ لہٰذا آپ وہاں سے غائب ہو گئے جب تمام لوگ اپنی رسوم و روایات سے فارغ ہو گئے تو آپ بھی آ گئے مگر سخت پریشان تھے۔ پھوپھیاں قربان ہو گئیں اور پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا: میں جب بھی کسی بت کے قریب کھڑا ہوتا تھا تو ایک حسین وجمیل لمبا جوان نمودار ہو کر زور سے چیختا اے محمد! پیچھے رہو اس کے قریب نہ جاؤ!

وہ کہنے لگیں تمہاری شان عجیب ہے ہم آئندہ تمہیں اپنے ساتھ نہیں لائیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے کبھی آپ کو عید میلہ میں شرکت پر مجبور نہ کیا۔

یہ دوسرا موقع تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیبی ہستی کو اس روپ (غیبی مددگار' برائیوں سے دور رکھنے والے کے روپ) میں دیکھا۔

بتوں کے پجاریوں نے کعبہ معظمہ کے اندر بھی بت سجائے ہوئے تھے۔ آپ کے چچا زاد بھائی وہاں اکٹھے تھے۔ انہوں نے حضور انور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے پاس بلایا آپ وہاں گئے کچھ دیر تک کعبہ کو دیکھتے رہے پھر واپس مڑے دوسرے نوجوان بھائی اس انداز پر حیران رہ گئے اور پوچھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا: ''مجھے اس بت کے قریب کھڑا ہونے سے منع کر دیا گیا ہے۔''

Marfat.com

منع کرنے والا کون ہے اسے دیکھنے اور اس حقیقت کو سمجھنے سے وہ قاصر تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ ہی رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاہلی تہذیب سے بیزار اور اس کی رسوم و روایات سے سخت متنفر تھے۔ قدرت نے آپ کو اس کے زہر سے بالکل محفوظ رکھا تاکہ آپ ایک مثالی نمونہ اور کامل اسوہ پیش کر کے اس کی اصلاح کر سکیں اور اسے صالح تہذیب میں بدل سکیں اور آپ نے بہت مختصر مدت میں واقعی اسے بدل کر رکھ دیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے جب بھی میں کسی ایسے کام کا ارادہ کرتا جو میری شان کے شایاں نہ ہوتا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کے ارتکاب سے مجھے بچا لیتا۔ چند واقعات زبان رسالت سے سماعت فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک روز میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ ہم سب پتھر اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہے تھے میں نے اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور اس پر پتھر رکھ کر ڈھونے لگا۔ فوراً کسی غیر مرئی ہستی نے مجھے طمانچہ رسید کیا پھر آواز آئی جلدی کرو اپنا تہبند باندھ لو۔ چنانچہ میں نے اپنا تہبند باندھ لیا اور بچوں کے ساتھ پتھر اٹھانے کے شغل میں پھر مصروف ہو گیا حالانکہ سارے بچوں نے اپنی چادریں اتاری ہوئی تھیں۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام مطبوعہ مصر جلد 1 صفحہ 197)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے بچپن میں صرف دو مرتبہ ایسے کام کرنے کا ارادہ کیا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ عموماً کیا کرتے تھے لیکن دونوں مرتبہ میرے رب کریم نے مجھے بچا لیا۔

جب میں اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا تو دوسرے چرواہوں کے ساتھ میں بھی مکہ سے باہر صحرا میں شب بسر کیا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے اپنے ساتھی چرواہے سے کہا آج تم میری بکریوں کا خیال رکھنا میں ذرا مکہ جاتا ہوں اور جہاں قصے کہانیوں کی محفلیں جمتی ہیں ان میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھی نے ہامی بھر لی اور میں مکہ چلا آیا۔ جب میں مکہ کے قریب پہنچا تو مجھے گانے، دفوں کے بجانے اور راز و ساز کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جو گا رہے ہیں اور دف بجا رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ فلاں شخص کی فلاں عورت کے ساتھ شادی ہے اس لئے یہ راگ رنگ کا سماں ہے۔ میں وہاں محفل سے دور ہی سننے کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ مجھے نیند نے آلیا' میری آنکھ لگ گئی' رات بھر سویا رہا۔ جب سورج چڑھا اور اس کی گرم کرنیں میرے جسم کو جلانے لگیں تو میری آنکھیں کھلیں میں اٹھا اور اپنے ساتھی کے پاس لوٹ آیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا بتاؤ رات کیسے گزری۔ مجھ پر جو بیتی تھی وہ میں نے اسے سنا دی۔

ایک مرتبہ پھر میں نے اسی طرح مکہ کی رونقوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کی۔ اس کا (اس بار) بھی

marfat.com
Marfat.com

یہی انجام ہوا۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی وحلان جلد 1 صفحہ 101)

حرب فجار

فجار کہنے کی وجہ

شیخ محمد ابوزہرہ رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''فجار فاجر کا مصدر ہے اور باب مفاعلہ کا مصدر فعال اور مفاعلۃ کے وزن پر آتا ہے جیسے قاتل کا مصدر قتال ومقاتلۃ اور ناقش کا مصدر نقاش ومناقشۃ ہے۔ فجار کا معنی ہے دو فریقوں کا فجور کا ارتکاب کرنا۔''

(خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 199)

اس جنگ کو حرب فجار کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ کے دونوں فریقوں نے ان مہینوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کی جن میں جنگ کرنا عہد جاہلیت میں بھی حرام سمجھا جاتا تھا۔ یہ شریعت ابراہیمی کا ایک حکم تھا جس پر عرب معاشرہ میں اس وقت بھی سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ یہ حرمت والے مہینے یہ تھے۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم۔ یہ تینوں مہینے ایک ساتھ تھے۔

اس کی حکمت یہ تھی کہ جزیرہ عرب کے اطراف واکناف سے لوگ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آئیں تو انہیں راستہ میں مکمل امن وامان میسر ہو۔ کسی اچانک حملہ یا کسی راہزن کا انہیں اندیشہ نہ ہو۔ اور جب یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد اپنے وطن واپس جائیں تب بھی خیروعافیت کے ساتھ واپس جاسکیں۔ چوتھا مہینہ رجب کا مہینہ تھا یہ ان کے نزدیک عمرہ ادا کرنے کے لئے مخصوص تھا۔ اس میں بھی حرم جانے والوں کو ضمانت دی گئی تھی کہ وہ آزادی اور اطمینان سے یہ سفر کرے' اس کی جان ومال سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا۔

اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھا اور مسلمانوں پر بھی حرام قرار دیا کہ وہ ان حرمت والے مہینوں میں جنگ کا آغاز کریں اگر دشمن ان پر حملہ کردے تو اپنے دفاع میں انہیں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔

سورہ توبہ آیت 36 میں خالق ومالک کائنات کا ارشاد ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: ''بیشک مہینوں کی تعداد اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے۔ کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے۔ پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر' اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ

Marfat.com

کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تبارک تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔'' (سورہ توبہ آیت 36)

اس جنگ حرب فجار میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کی خود حفاظت فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جنگ وقتال میں حصہ نہیں لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نہ کوئی شخص مارا گیا اور نہ زخمی ہوا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں شمولیت اس حد تک تھی کہ آپ کے سارے چچا اس میں شریک تھے۔ ان کا دفاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا' وہ آپ بجالائے۔

چنانچہ اس جنگ میں اپنے کردار کے بارے میں حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ اَنْبَلُ عَلٰى اَعْمَامِىْ اس فقرہ کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ عام علماء نے تو اس کا یہ مفہوم بتایا ہے کہ میرے چچا دشمن پر تیر برساتے تھے اور میں ترکش سے تیر نکال نکال کر انہیں دیا کرتا تھا۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے جو شیخ ابوزہرہ نے بیان کیا ہے۔

کہ میں ان تیروں کو روکا کرتا تھا جو میرے چچوں پر چلائے جاتے تھے۔ تو گویا حضور اپنے چچوں کے لئے دشمن کے واروں سے بچانے والی زرہ تھے۔ (خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 151)

حربِ فجار کیوں ہوئیں

عہد جاہلیت میں عرب کے باشندے عقیدہ کی گمراہی، علم سے محرومی کے علاوہ نسلی تفاخر، قبائلی عصبیت، شخصی رعونت اور انا پرستی کی بیماریوں میں بری طرح مبتلا تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر غضب ناک ہو جاتے، آپس میں الجھ پڑتے تلواریں نیام سے باہر نکل آتیں۔ پھر اپنے بھائی بندوں کو اس بے دردی سے تہ تیغ کرتے کہ خون کی ندیاں بہنے لگتیں۔ اس بے مقصد قتل عام پر انہیں ذرا ندامت نہ ہوتی بلکہ ان کارستانیوں پر فخر کرتے اور اتراتے۔ ان بہادروں کی شان میں قصیدے لکھے جاتے جنہوں نے اپنے عزیزوں کو زیادہ بے دردی سے اور کثیر تعداد میں قتل کیا ہوتا۔

یہاں بطور مثال ایک جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ حضور پُرنور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے چچوں کے ساتھ اس میں شرکت فرمائی تھی۔ اس جنگ کی تفصیلات ''العقد الفرید'' میں ہیں۔ اور میں انہیں ضیا النبی سے نقل کر رہا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے زمانہ جاہلیت کی ساری لڑائیوں کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

زمانہ جاہلیت میں متعدد جنگیں ہیں جو حرب فجار کے نام سے مشہور ہیں ہم جس حرب فجار کا ذکر کر رہے ہیں یہ وہ جنگ ہے جو زمانہ بعثت سے بیس پچیس سال قبل اس وقت لڑی گئی جب حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پندرہ بیس سال کے درمیان تھی اس جنگ میں ایک فریق قریش اور بنی کنانہ تھے اور دوسرا فریق بنو ہوازن' اور اس کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے کہ

marfat.com
Marfat.com

حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر

ہر سال جب عکاظ کا میلہ لگتا تھا اس وقت حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر اپنا تجارتی قافلہ وہاں پر بھیجا کرتا۔ اس قافلہ میں مشک وعنبر وغیرہ خوشبودار چیزیں سرفہرست ہوتیں۔ یہ قافلہ اپنے مال کو عکاظ کی منڈی میں فروخت کرتا اور وہاں سے طائف کی چمڑے کی مصنوعات اور دیگر ضرورت کی چرمی چیزیں خرید کر حیرہ لوٹ آتا۔ حیرہ سے عکاظ جاتے ہوئے اس قافلہ کو بہت سے صحرانشین قبائل کے علاقوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ لوگ قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

اس لئے نعمان، جب اپنا تجارتی قافلہ روانہ کرتا تو عرب کے کسی رئیس کی حفاظت اور نگرانی میں اسے روانہ کرتا۔ اس طرح کوئی قبیلہ اور کوئی فرد اس پر دست تعدی دراز نہ کرتا۔ اس دفعہ جب وہ قافلہ تیار ہوا تو نعمان نے اپنے اہل دربار سے پوچھا کہ اس دفعہ ہمارے قافلے کو کون اپنی پناہ میں لے گا۔ براض بن قیس النمری نے کہا کہ بنی کنانہ سے میں اسے اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ نعمان نے کہا مجھے تو ایسا آدمی چاہئے جو نجد اور تہامہ کے جملہ قبائل سے اس قافلہ کو پناہ دے۔

وہاں ہوازن کا ایک رئیس عروۃ الرحال موجود تھا۔ اس نے کہا اے بادشاہ! کیا ایک مردود کتا۔ (کمزور، برا، بے کار آدمی، براض بن قیس النمری) تمہارے قافلہ کو پناہ دے گا میں تیرے قافلے کو عرب کے تمام قبائل سے پناہ دیتا ہوں۔ براض نے کہا اے عروہ! کیا تو بنی کنانہ سے بھی اس قافلہ کو پناہ دیتا ہے۔ عروہ نے کہا میں سب لوگوں سے اسے پناہ دیتا ہوں چنانچہ نعمان نے اس قافلہ کی زمام کار عروہ کے سپرد کر دی وہ اس کو لے کر روانہ ہوا۔

براض بھی اس کے تعاقب میں نکلا۔ عروہ کو کسی سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے علاقے سے گزر رہا تھا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے جب وہ بنی تمیم کی ایک بستی ''اُوارہ'' میں اترا تو اس نے رات کو شراب پی۔ ایک لونڈی آئی اس نے اپنے رقص وسرود، ناچ گانے سے اس کا دل بہلایا۔ پھر وہ اٹھا اور جا کر اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ براض نے جب اسے تنہا دیکھا تو اندر چلا گیا۔ عروہ نے جب اس کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے خطرہ بھانپ لیا۔ لگا اس کی منت سماجت کرنے اور کہا مجھ سے غلطی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دو۔ لیکن براض نے اس کی منت سماجت کی ذرا پروانہ کی اور تلوار کے ایک وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

''وہ کہتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی اس نے یہ لغزش میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ کیوں نہیں کی میں اپنی تیز دھار تلوار کو اس کے سر پر بلند کروں گا۔ یعنی اس کا سر کاٹ دوں گا۔''

عروہ جس کی امان میں نعمان کا یہ قافلہ سفر کر رہا تھا جب وہ مارا گیا تو براض نے قافلہ کو بے یارومددگار سمجھ

Marfat.com

کر ہانک لیا اور خیبر لے گیا۔ براض کے تعاقب میں مساور بن مالک الغطفانی اور اسد بن خثیم غنمی نکلے وہ بھی خیبر پہنچ گئے۔ وہاں سب سے پہلے جس شخص سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی وہ خود براض بن قیس نمری تھا۔ اس نے ان سے پوچھا' آپ کون صاحبان ہیں؟ انہوں نے اپنے اپنے قبیلہ کا نام لیا اور تعارف کرایا۔ براض نے کہا غطفان اور غنمی کا یہاں کیا کام؟ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں خیبر کا باشندہ ہوں۔

انہوں نے کہا براض بن قیس نمری کے بارے میں تمہیں کچھ علم ہے۔ اس نے جواب دیا وہ ہمارے پاس آیا تھا گویا کسی نے اس کو دھکے مار کر اور رسوا کر کے اپنے ہاں سے نکال دیا ہو۔ خستہ وشکستہ حال خیبر میں کسی نے اس کو اپنے ہاں پناہ نہیں دی اور نہ کسی نے اپنے گھر کا دروازہ اس کے لئے کھولا۔

انہوں نے پوچھا کہ وہ کہاں ہوگا؟ اس نے کہا اگر میں تمہیں اس تک پہنچا دوں تو کیا تم میں اس کے مقابلہ کی طاقت ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں اس نے کہا پھر اپنے اونٹوں سے نیچے اترو۔ وہ اترے اور اپنے اونٹوں کو عقالوں سے باندھ دیا۔ براض نے ان سے دریافت کیا کہ تم میں سے زیادہ بہادر، جرأت سے پیش قدمی کرنے والا اور تیز تلوار والا کون ہے؟ غطفانی نے کہا میں۔ براض بن قیس نمری نے کہا میرے ساتھ چلو میں تمہیں اس کے پاس لے چلتا ہوں۔ اور تمہارا یہ دوسرا ساتھی ان دو سواریوں کی حفاظت کرے گا چنانچہ غطفانی چلا۔

براض اس کے آگے آگے تھا وہ اسے خیبر کی آبادی سے باہر ایک کھنڈر میں لے گیا۔ براض نے اسے کہا کہ وہ اس کھنڈر میں رہتا ہے تم انتظار کرو میں جا کر دیکھتا ہوں وہ یہاں ہے یا نہیں۔ وہ وہاں ٹھہر گیا براض اندر داخل ہوا۔ پھر باہر نکلا اور بتایا کہ وہ اس دیوار کے پیچھے جو کمرہ ہے اس میں سو رہا ہے تم جب اندر داخل ہو گے تو وہ کمرہ تمہاری دائیں طرف ہوگا۔ کیا تمہاری تلوار کی دھار تیز ہے۔ اس نے کہا ''ہاں'' براض نے کہا۔ لاؤ میں دیکھوں کہ اس کی دھار تیز ہے یا نہیں اس نے اپنی تلوار اس کو پکڑا دی۔ براض نے اس کو ہوا میں لہرایا پھر ایک وار سے اس کا سر قلم کر دیا اور تلوار کو دروازے کے پیچھے رکھ دیا۔

اس کے بعد وہ غنمی کے پاس آیا جسے اونٹوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا اس نے جب اس شخص کو دیکھا تو پوچھا خیریت تو ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتھی سے زیادہ بزدل کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کو اس کمرہ کے دروازے کے قریب کھڑا چھوڑا جس میں وہ آدمی سو رہا تھا۔ تیرا ساتھی وہاں بے جان مورتی کی طرح کھڑا ہو گیا نہ آگے بڑھتا تھا نہ پیچھے ہٹتا تھا۔ گویا ایک بے جان لاشہ ہے۔ غنمی نے بصد افسوس کہا کاش اگر کوئی شخص ہمارے ان دو اونٹوں کی حفاظت کرتا تو میں خود جاتا۔ براض نے کہا ان کا میں ذمہ دار ہوں اگر کوئی شخص لے گیا تو میں ان کا تاوان ادا کروں گا۔

غنمی اس مکان کی طرف چل دیا۔ براض اس کے پیچھے پیچھے تھا جب وہ اس کھنڈر کے دروازے کے اندر

marfat.com
Marfat.com

چلا گیا تو براض نے وہ تلوار اٹھا لی جسے وہ دروازے کے پیچھے چھوڑ گیا تھا اور اس کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ دونوں مقتولوں کے ہتھیار بھی لے لئے۔ دونوں اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے چلتا بنا۔

براض کے اس قتل و غارت کی خبر قریش کو اس وقت ملی جب وہ عکاظ کی منڈی میں اپنے اپنے خیموں میں امن وسکون کے ساتھ اپنے کاروبار میں مشغول تھے۔ عکاظ ایک جگہ کا نام ہے جو طائف سے تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں ہر سال یکم ذی قعد سے ایک منڈی لگتی تھی۔ لوگ دور دور سے اپنی مصنوعات وغیرہ لے آتے۔ انہیں فروخت کرتے اپنی ضرورت کی چیزیں خرید کر اپنے اپنے علاقے میں واپس چلے جاتے۔ کاروباری سرگرمیوں کے علاوہ یہاں ان دنوں ثقافتی اور ادبی سرگرمیاں بھی عروج پر ہوتیں۔ شعراء قصیدے لکھ کر لاتے اور مجمع عام میں لوگوں کو سناتے اور سامعین سے داد وصول کرتے جو قصیدہ تمام قصائد سے اعلیٰ قرار پاتا اسے سونے کے پانی سے لکھ کر کعبہ کی دیواروں کے ساتھ آویزاں کر دیا جاتا' ایک سال تک وہ وہاں لٹکا رہتا۔ زائرین کعبہ اس قصیدہ کو سال بھر پڑھتے رہتے اور لکھنے والے کو داد دیتے۔

جب یہ خبر اس موقع پر قریش کو پہنچی تو انہوں نے مشورہ کے لئے ایک خصوصی مجلس مشاورت کا اہتمام کیا۔ بنو قیس نے جب یہ سنا کہ براض نے ان کے سردار عروۃ الرحال کو قتل کر دیا ہے تو وہ ابو براء بن مالک کی قیادت میں جنگ کے لئے تیار ہو کر نکلے۔ اتنے میں قریش حدود حرم میں داخل ہو گئے تھے۔ بنو قیس نے بلند آواز سے اعلان کیا اے گروہ قریش! ہم اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ عروہ کا خون رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور تم میں سے ایک بڑے سردار کو اس کے بدلے میں قتل کر کے رہیں گے اور آئندہ سال انہی ایام میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ حرب بن امیہ جو قریش کا سالار تھا اس نے اپنے بیٹے ابوسفیان کو کہا کہ تم انہیں کہو کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال اسی دن اسی مقام پر ہوگا۔

آئندہ سال قریش اپنے تمام حلفاء بنو کنانہ، احابیش اور بنو اسد کے ساتھ پوری طرح مسلح ہو کر بنو ھوازن کا مقابلہ کرنے کے لئے تاریخ مقررہ پر میدان میں نکلے۔

''الاحابیش'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب عقد الفرید لکھتے ہیں۔

سُمُّوا كَذٰلِكَ كَاَنَّهُمْ تَحَالَفُوْا بِاللّٰهِ اَنَّهُمْ يَدٌ عَلٰى غَيْرِهِمْ مَا سَجَا لَيْلٌ وَمَا وَضَحَ نِهَارٌ وَمَا رَسَا حُبَيْش وَهُوَ جَبَلٌ اَسْفَلَ مَكَّة

''ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کی قسم اٹھائی تھی کہ وہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں یک جان رہیں گے جب تک رات تاریک ہو اور دن روشن ہو جب تک حبیش کا پہاڑ اپنی جگہ پر گڑا رہے۔ اس حبیش کی نسبت سے وہ احابیش کہلائے۔ (عقد الفرید جلد 5 صفحہ 256)

عبداللہ بن جدعان نے سو تیر اندازوں کو پوری طرح مسلح کرنے کے اخراجات برداشت کئے تھے۔ بنی

Marfat.com

سلیم اور بنو ھوازن بھی اپنے حلیفوں کے لشکروں سمیت میدان میں آ کر ڈٹ گئے۔ قریش اور اس کے حلیف قبائل کا سپہ سالار حرب بن امیہ تھا۔ اور ان کے میمنہ پر عبداللہ بن جدعان اور میسرہ پر کریز بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ لشکر کی کمان کر رہا تھا۔ ھوازن کا سالار مسعود بن معتب الثقفی تھا۔ دونوں اٹھے اور اپنے مدمقابل پر حملہ آور ہوئے۔

دن کے پہلے حصہ میں بنو کنانہ کا پلڑا بھاری رہا لیکن دن کے آخری حصہ میں ھوازن نے جان کی بازی لگا دی۔ تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ کر ڈٹے رہے یہاں تک کہ کنانہ کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ ان میں سے ایک سو بہادر موت کے گھاٹ اترے۔ قریش میں سے کوئی قابل ذکر شخص اس جنگ میں کام نہیں آیا چنانچہ یہ دن جس کو یوم شمطہ کہا جاتا ہے ھوازن کو کنانہ پر فتح نصیب ہوئی۔ ''شمطہ'' عکاظ کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں یہ جنگ لڑی گئی۔

ایک سال گزرنے کے بعد پھر دونوں قبیلے ''عبلاء'' کے قریب آمنے سامنے ہوئے عبلاء عکاظ کے قریب ایک سفید چٹان کا نام ہے۔ دونوں لشکروں کے سالار وہی لوگ تھے جنہوں نے گزشتہ سال اپنی اپنی فوجوں کی قیادت کی تھی اس دن بھی ھوازن کا پلڑا بھاری رہا۔

تیسرے سال پھر انہی دنوں میں ''شرب'' کے مقام پر جو ایک گاؤں ہے اور مکہ کے قریب ہے وہاں ان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ دونوں لشکروں کے سالار وہی لوگ تھے۔ عبداللہ بن جدعان نے اس مرتبہ سو شتر سوار لڑاکے اس جنگ کے لئے پیش کئے۔ قریش اور کنانہ نے صبر و استقامت اور جرأت و شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ھوازن کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پندرہ بیس سال کی عمر میں شرکت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترکش سے تیر نکال نکال کر اپنے چچاؤں کو دیتے تھے۔

چوتھے سال نخلہ کے قریب حریرہ کے مقام پر دونوں قبیلوں کی مڈبھیڑ ہوئی اور آئندہ سال عکاظ کے میدان میں پھر جمع ہونے کا وعدہ کر کے دونوں قبیلے اپنے اپنے علاقہ میں لوٹ آئے۔

(العقد الفرید جلد 5 صفحہ 258، ورضیا النبی جلد 2 صفحہ 112 تا 117)

ابن ہشام نے واضح طور پر لکھا ہے کہ

آخری روز زبیر بن عبدالمطلب نے جنگی قیادت اپنے ہاتھ میں لی چونکہ یہ قبائلی افتخار کا معاملہ تھا اس لئے قبیلہ کے ہر فرد کو اس میں شامل ہونے کی ہدایت کی۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پہلے دن ہی سے شریک نہیں ہو رہے تھے جسے بزرگ چچا نے محسوس کیا اور حکم دیا کہ انہیں بھی شریک کیا جائے چنانچہ چچاؤں کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شریک تو ہوئے مگر جنگ میں بالکل حصہ نہ لیا۔

marfat.com
Marfat.com

ایک روایت ہے۔

''حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کے لئے شریک ہوئے کیونکہ آپ کے چچاؤں نے مجبور کیا تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں صرف اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا کر دیتا تھا۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 186)

حسب وعدہ جب عکاظ کے میدان میں فریقین کا اجتماع ہوا۔ شمشیر زنوں نے تلواروں کو میانوں سے نکال لیا۔ تیر افگنوں نے اپنی کمانوں کے چلوں پر تیروں کو رکھا اور نیزہ برداروں نے نیزوں کو اپنے ہاتھوں میں تولنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے اور دونوں قبیلے اپنے بہادر نوجوانوں کو لقمہ اجل بنا کر تباہ و برباد ہو جائیں کہ عتبہ بن ربیعہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اور بلند آواز سے فریقین کو مخاطب کیا۔

اے مضر کے فرزندو! یہ تو بتاؤ تم کیوں ایک دوسرے کا خون بہانے اور ایک دوسرے کو موت کی بھینٹ چڑھانے پر تلے ہوئے ہو؟

ھوازن کی طرف سے آواز آئی۔

اے عتبہ! تم ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟

عتبہ نے کہا صلح کی طرف۔

انہوں نے پوچھا اس کی عملی صورت کیا ہے؟

عتبہ نے کہا جتنے تمہارے مقتول ہیں ہم ان کی دیت تمہیں ادا کریں گے۔ اور ان دیتوں کی ادائیگی تک ہم اپنے بچے تمہارے پاس بطور رہن رکھیں گے اور ان جنگوں میں جو ہمارے لوگ قتل ہوئے ہیں ان کا خون ہم تمہیں معاف کر دیتے ہیں۔

انہوں نے پوچھا ہمارے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم ان شرائط کو پورا کرو گے۔

عتبہ نے کہا ''میں خود ضمان ہوں یعنی کہ ضمانت دہندہ ہوں۔

انہوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

اس نے کہا میں عتبہ ہوں ربیعہ کا بیٹا۔

چنانچہ اس بات پر صلح ہو گئی قریش بنی کنانہ نے اپنے چالیس آدمی بطور یرغمال ان کی طرف بھیج دیئے۔ ان چالیس میں حکیم بن حزام جیسی شخصیت بھی تھی۔ جب بنی عامر بن صعصاع نے ان چالیس آدمیوں کو اپنے قبضہ میں پایا جو بطور رہن ان کے پاس بھیجے گئے تھے تو انہوں نے بھی اپنے مقتولوں کی دیتوں کو معاف کر دیا۔ یوں دو قبیلوں میں پانچ سال سے خونریزی کا جو المناک سلسلہ شروع ہوا تھا اختتام پذیر ہوا۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 256، 257)

Marfat.com

حلف الفضول

جزیرہ عرب میں کوئی منظم حکومت نہ تھی نہ وہاں باقاعدہ عدالتیں تھیں تاکہ مظلوم دادرسی کے لئے ان کا دروازہ کھٹکھٹا سکے۔ سارا عرب معاشرہ قبائلی نظام میں جکڑا ہوا تھا۔ اگر کسی قبیلے کا کوئی فرد دوسرے قبیلے کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو مقتول کا قبیلہ صرف اس قاتل سے باز پرس نہ کرتا بلکہ قاتل کے سارے قبیلہ کو اپنے انتقام کا ہدف بناتا لیکن کمزور قبائل کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ طاقتور قبیلہ سے اپنے مقتول کا بدلہ لے سکیں۔

اسی طرح اگر کوئی مسافر کسی شہر میں آجاتا اور اس شہر کا کوئی باشندہ اس پر ظلم اور زیادتی کرتا تو اس کی فریاد سننے والا وہاں کوئی نہ ہوتا۔ مکہ مکرمہ میں قریش کے دس قبائل آباد تھے جو دیگر عربی قبائل کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ اگر کوئی عربی قبیلہ کسی ایک قریشی قبیلہ پر حملہ کرتا تو سارے قریشی قبائل اس قبیلہ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر حملہ آور قبیلہ کا مقابلہ کرتے۔ یہ دریافت کرنے کی کوئی زحمت گوارا نہ کرتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

اس صورتحال سے مکہ کے وہ باشندے جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے دردمند دل عطا فرمایا تھا سخت نالاں تھے۔ انہیں ہرگز یہ پسند نہ تھا کہ کسی بے سہارا مسافر پر مکہ کا کوئی رئیس زیادتی کرے اور وہ بے بس تماشائی بنے رہیں۔ اسی اثناء میں ایک واقعہ پیش آیا کہ زبید (یمن) کا ایک تاجر اپنے سامان تجارت کے ساتھ مکہ آیا۔ یہ قبیلہ بنو زبید کا فرد تھا اور یہ قبیلہ مکہ سے دور یمن کی طرف صحراؤں میں آباد تھا۔ اسی لئے اس کے نام کی جگہ زبیدی لکھا ہے۔ عاص بن وائل جو یہاں کا ایک رئیس تھا۔ اس نے اس تاجر سے سامان خریدا پھر اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔

وہ بے چارا مسافر تھا یہاں اس کی جان تھی نہ پہچان، اس نے عاص بن وائل کے دوست قبائل عبدالدار، مخزوم جمح، سہم عدی بن کعب سے اس کی شکایت کی۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلہ میں اس کی مدد کریں۔ انہوں نے الٹا اسے جھڑک دیا۔ زبیدی نے ان سے مایوس ہو کر ایک اور حیلہ طریقہ اختیار کیا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ جبل ابی قبیس کے اوپر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے فریاد کی۔

> ''اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع مکہ شہر میں ظلماً چھین لیا گیا ہے۔ وہ غریب الدیار ہے اپنے وطن سے دور اپنے مددگاروں سے دور۔''
>
> ''وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔ مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے۔''
>
> ''عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو۔ جو فاجر اور دھوکہ باز ہو اس کے لباس کی تو

marfat.com

Marfat.com

کوئی حرمت نہیں۔''

حرم میں موجود سارے قریشیوں نے یہ فریاد سنی لیکن سب سے پہلے جس کو ایک مسافر اور بے یارومددگار کی فریاد پر لبیک کہنے کا حوصلہ ہوا وہ زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ آپ کو یہ سن کر یارائے ضبط نہ رہا۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا۔

یعنی اب اس فریاد کو نظر انداز کر دینا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

مراد یہ کہ اس واقعہ پر خاموش ہو کر بیٹھ جانا اور درگزر کر جانا ہم برداشت نہیں کریں گے لہٰذا انہوں نے سب سے کہا کہ وہ عبداللہ ابن جدعان کے گھر میں جمع ہوں تا کہ اس ظلم کے انسداد کے لئے کوئی لائحہ عمل وضع کیا جا سکے۔

عبداللہ ابن جدعان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد بھائی تھا اور طبعاً شریف النفس، صلح پسند اور انتہائی فیاض شخص تھا۔ اس لئے اہل مکہ اس کا احترام کرتے تھے چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں زبیر، بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ قبائل جمع ہوئے۔ ابن جدعان نے پرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ ان سب شرکاء نے کھڑے ہو کر اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد کیا۔

''وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے۔ اور ہم اس عہد پر پابند رہیں گے جب تک سمندر، صوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب تک حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔''

اس معاہدہ کو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ عہد قدیم میں بنوجرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدہ کی تحریک کی تھی اور اسے پروان چڑھایا تھا ان تینوں کا نام فضل تھا۔

(۱) فضل بن فضالہ (۲) فضل بن وداعہ (۳) فضیل بن حارث (فضل بن حارث) بعض نے اس کا نام بھی فضل ہی بتایا ہے۔

کیونکہ اس معاہدہ کے بھی وہی مقاصد تھے اس لئے اس کو بھی حلف الفضول کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص بن وائل کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے۔ اب اسے مجال انکار نہ رہی اور اس نے مجبوراً اس کا مال اس کو واپس کر دیا۔ اس موقع پر حضرت زبیر بن عبدالمطلب نے اپنی مسرت کا اظہار یوں کیا ہے۔

''یہ معاہدہ کرنے والوں نے قسم اٹھائی ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔''

Marfat.com

''یہ ایسی بات ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے۔ پردیسی اور فقیر جوان کے ہاں ہوگا ہر قسم کے جور و ستم سے محفوظ ہوگا۔'' (الروض الالف جلد 1 صفحہ 156 دیگر کتب سیرت)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ میں شرکت فرمائی۔ بعثت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شرکت پر اظہار مسرت فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد گرامی ہے۔

''کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا۔ جب معاہدہ حلف الفضول طے پایا۔ اس معاہدہ کے بدلے میں اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اسے قبول کروں گا۔''

یہ معاہدہ مدتوں نافذ العمل رہا۔ جب کسی مظلوم نے اس معاہدہ کا واسطہ دے کر فریاد کی تو لوگ بلاتامل تلواریں بے نیام کئے اس فریادی کی مدد کے لئے دوڑ کر آئے۔

تحقیقات حلف الفضول

رومانیہ کے وزیر خارجہ ''کونستانس جیور جیو'' نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ'' جس کا عربی ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد التونجی نے کیا ہے جو حلب یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ اس میں مصنف مذکور نے حلف الفضول کے بارے میں اپنی تحقیقات کا اضافہ کیا ہے۔ اس سے اس حلف کو ایک منظم اور طاقتور بنانے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی جمیلہ پر روشنی پڑتی ہے اس لئے میں اس کتاب کے حوالے سے چند چیزیں ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

وہ حلف الفضول کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں۔

''یعنی حلف الفضول عبارت ہے۔ اس منظم دستہ سے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔'' (نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ صفحہ 39)

وزیر موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

ایک بدو جنوبی علاقہ سے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی جو بڑی خوبرو تھی۔ مکہ کے ایک دولت مند تاجر (جس کا نام کچھ مؤرخین نے نبیہ بن حجاج لکھا ہے) نے اس بچی کو اغوا کرلیا۔ اس مسکین باپ کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اپنے قبیلہ کے پاس جائے انہیں اپنی داستانِ غم سنائے اور ان سے مدد کی درخواست کرے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلہ میں مردوں کی تعداد بہت کم ہے۔

وہ مکہ کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ اسی پریشانی میں سرگرداں تھا جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں کہا کہ قریشی نے تاجر کے ساتھ جو نازیبا حرکت کی ہے اس پر ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے چنانچہ قریش کے چند نوجوان کعبہ شریف کے پاس جمع ہوئے اور سب نے بایں الفاظ حلف اٹھایا۔

''ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم مظلوم کی مدد کریں گے یہاں تک کہ ظالم سے وہ اپنا حق واپس لے لے اور ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ اس حلف سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہوگا۔ ہم اس بات کی پروا نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔ (نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ صفحہ 40)

جب انہوں نے قسم اٹھائی تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے حجر اسود کو زمزم کے پانی سے دھویا اور اس دھوون کو پی لیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی قسم پر پختہ رہیں گے۔ حلف برداری کی اس تقریب کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نوجوان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بچی کو عزت و آبرو کے ساتھ واپس کر دے۔ تاجر نے کہا کہ ایک رات مجھے مہلت دو میں صبح وہ لڑکی اس کے باپ کو لوٹا دوں گا لیکن ان نوجوانوں نے اس کی اس تجویز کو ٹھکرا دیا اس کو مجبور کیا کہ وہ بچی کو فوراً اس کے باپ کے سپرد کرے۔ اب وہ مجبور ہو گیا اور بادل نخواستہ اسے بچی کو واپس کرنا پڑا۔

کونستانس جیور جیو لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں ایک اور روایت بھی ہے۔

ایک پردیسی تاجر مکہ آیا ابوجہل نے اس سے کچھ سامان خریدا۔ لیکن اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پردیسی تاجر کو نوجوانوں کے اس جتھہ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ وہ فریاد کناں اپنے قبیلہ کے پاس آیا انہیں برانگیختہ کیا کہ وہ اس کی مدد کریں لیکن ایک محدود افراد پر مشتمل قبیلہ قریش کے دس قبائل سے کیونکر ٹکر لے سکتا تھا۔ انہوں نے معذرت کر دی۔ وہ تاجر پھر مکہ لوٹ آیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کی اس حرکت کا علم ہوا تو حضور بنفس نفیس ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سامان کی قیمت تاجر کو ادا کرے چنانچہ بادل نخواستہ اسے قیمت ادا کرنا پڑی۔

اس قسم کے واقعات سے حلف الفضول کو بڑی شہرت حاصل ہوئی اور وہ مظلوم و بے آسرا لوگ جن پر اثر و رسوخ والے لوگ ظلم کیا کرتے تھے اور کسی کو انہیں ٹوکنے کی بھی ہمت نہ تھی اب ان مظلوموں کو ایک سہارا مل گیا۔ جب بھی کسی پر کوئی شخص زیادتی کرتا تو حلف الفضول کے ارکان اور ان کے اس مسلح دستے کے نوجوان اس کی فریاد رسی کے لئے سامنے آجاتے۔

علامہ کونستانس جیور جیو لکھتا ہے۔

Marfat.com

''بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلف الفضول کے منصوبہ کی تجویز بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس جدت سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے کھوئے ہوئے حقوق واپس دلانے میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس تجویز کے ذریعہ سارے قبیلے کو ہدف انتقام بنانے کے نظریہ کا قلع قمع کر دیا۔

(نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ رسول اللہ صفحہ 41)

جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حلف فضول کا آغاز حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک سے ہوا اور اس کے بعد عبداللہ بن جدعان کے گھر چند مشہور قبائل کے سردار جمع ہوئے اور انہوں نے مظلوم کی امداد کرنے کا معاہدہ کیا جو حلف الفضول کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔ لیکن اس میں صحیح قوت اور جان اس وقت پیدا ہوئی جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر قریشی نوجوانوں کا ایک ایسا مسلح جتھہ تیار ہو گیا جو اس معاہدہ کے تحت کیے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر وقت سردھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار رہتے تھے اور مکہ کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرمایہ داروں کی مجال نہ تھی کہ ان کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ اسی لئے اس یورپین مؤرخ نے حلف الفضول کے نظریہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔''

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بعثت سے قبل اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم اور دیگر ناشائستہ حرکات اور اخلاق باختہ سرگرمیوں سے کلیتہً اجتناب فرمایا کرتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور اپنے معاشرہ سے الگ تھلگ راہبانہ قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی صحت مند اور مفید سرگرمیوں میں فعال حصہ لیا کرتے۔ ان کی شادی، غمی میں شریک ہوتے۔ ان کی سیاسی، ثقافتی، معاشی مصروفیتوں میں مؤثر کردار انجام دیتے۔ جب کبھی سلیم الطبع لوگ اپنے معاشرہ کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کے لئے کوئی مثبت قدم اٹھاتے تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی گرمجوشی سے اس میں شرکت فرماتے اور اس منصوبہ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ زندگی اور زندگی کے تقاضوں سے آنکھیں بند رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ کو گوارا ہی نہ تھا۔ تجارتی کاروانوں میں دور دراز کے سفر اختیار کرنا، حلف فضول میں شرکت اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ملک شام کی طرف دوسرا سفر

جزیرہ عرب کا بیشتر حصہ لق و دق صحراؤں اور خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانہ میں یہاں کے باشندے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرا کر گزر اوقات کیا کرتے تھے جہاں کہیں پانی دستیاب ہوتا وہاں چھوٹے چھوٹے نخلستان اور تھوڑی بہت کھیتی باڑی ہو جاتی۔ البتہ اہل مکہ تجارت پیشہ تھے۔ مشرق اور مشرق بعید کے ممالک سے درآمد کی ہوئی اجناس گرم مصالحے اور مصنوعات بادبانی کشتیوں کے ذریعے یمن کی بندرگاہوں تک

marfat.com
Marfat.com

پہنچتیں۔ یہاں مکہ کے قریشی تاجران کوخرید لیتے اور اپنے اونٹوں پر لاد کر بحیرہ روم کی بندرگاہوں اور شام کے شہروں تک لے جاتے۔ وہاں انہیں فروخت کرتے اور یہاں سے مغربی ممالک سے درآمدشدہ اشیاء خرید کر یمن کی بندرگاہوں اور شہروں تک پہنچاتے جولوگ سرمایہ کی کمی کے باعث تجارت کی سکت نہ رکھتے وہ اپنے اونٹوں کے ذریعہ مال برداری کر کے کافی اجرت کما لیتے۔ اس طرح اہل مکہ کو فارغ البالی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر تھے۔ مکہ مکرمہ کے قریشیوں کے تجارتی کارواں موسم گرما میں شام کو جاتے اور موسم سرما میں یمن کا رخ کرتے۔ یہ تجارت کافی وسیع پیمانے پر ہوتی تھی۔

مکہ کے جولوگ اس تجارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور سب سے زیادہ متمول اور مالدار تھے' ان میں سرفہرست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تقریباً پچیس سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت وامانت، کاروباری لین دین میں صداقت اور حسن معاملہ نے پورے مکہ کو گرویدہ کرلیا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''الامین'' اور ''الصادق'' کے معزز القاب سے یاد کرنے لگے تھے۔ پورے معاشرے میں اس حقیقت نے شہرہ حاصل کرلیا تھا کہ ''محمد'' ایک صالح اور باکردار نوجوان ہیں، صداقت وامانت کا پیکر ہیں اور جو معاملہ کرتے ہیں وہ ہر قسم کے عیب ونقص اور کھوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ انہیں کسی نے جھوٹ بولتے نہیں سنا اور نہ کسی سے جھگڑتے دیکھا ہے۔ بالکل کھرے انسان ہیں جن کا کردار ان کی ذات ہی کی طرح بے عیب اور پاک ہے۔

مکہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی ہی دانا، معاملہ فہم، انتظامی صلاحیتوں سے بہرہ ور، پورے عرب میں نامور اور مکہ مکرمہ کی امیر ترین خاتون تھیں۔

آپ ایک کامیاب اور متمول تاجرہ کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کا پیکر جمیل تھیں۔ عفت وپاکدامنی کے باعث اس عہد جاہلیت میں ''طاہرہ'' کے لقب سے ملقب تھیں۔ رحم دلی، غریب پروری اور سخاوت آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔

جب اہل مکہ کا تجارتی قافلہ بیرون ملک جاتا تو آپ کے تجارتی سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھی اس قافلہ کے ہمراہ ہوتے۔ جتنا سامان تجارت سارے اہل قافلہ کا ہوتا' اتنا ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا۔ آپ اپنے نمائندوں کو سامان تجارت دے کر روانہ کرتیں جو آپ کی طرف سے کاروبار کرتے اس کی دو صورتیں تھیں۔ یا وہ ملازم ہوتے ان کی اجرت یا تنخواہ مقرر ہوتی جو انہیں دی جاتی نفع اور نقصان سے انہیں کوئی سروکار نہ ہوتا یا نفع میں ان کا کوئی حصہ، نصف، تہائی یا چوتھائی مقرر کردیا جاتا اگر نفع ہوتا تو وہ اپنا حصہ لے لیتے۔ بصورت نقصان ساری ذمہ داری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر عائد ہوتی۔ اس کو شریعت میں ''عقد مضاربہ'' کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جملہ کاروبار کی خود نگرانی فرماتی تھیں۔ ہر بار اپنا وکیل تجارت مقرر کرتیں جو سامان لے کر چلا جاتا اور تمام کاروباری امور کا ذمہ دار ہوتا۔ واپسی پر اسے مقرر کردہ رقم عطا کر دیتیں اور ملک شام سے آیا ہوا مال یہاں فروخت کر کے دوہرا نفع کما لیتیں۔ اس طرح ان کی آمدن سب سے زیادہ تھی اور شاہانہ انداز سے زندگی گزار رہی تھیں۔ مال و دولت میں کسی کو ان کے ہم پلہ ہونے کا دعویٰ نہ تھا۔ اس لئے سب دل و جان سے ان کا احترام کرتے تھے۔

بیوہ ہو چکی تھیں۔ عمر چالیس سال کے قریب تھی اور ان کی ذات حسن صورت اور حسن سیرت کا حسین سنگم تھی۔ قدرت نے ظاہری اور باطنی رعنائی و زیبائی کے ساتھ شخصی وجاہت بھی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ سیرت و کردار کی پختگی، معاملہ فہمی، دور اندیشی اور حسن تدبر نے اس وجاہت اور دلکشی کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا عرصہ سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت، دیانت اور شرافت کا بے نظیر شہرہ سن رہی تھیں۔ انہیں ایک ایسے ہی امین و ذہین وکیل کی ضرورت تھی جو ان کا سامان تجارت ملک شام لے جائے۔ اس نے اپنے بھتیجے قلیعہ کے ذریعہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مال تجارت شام لے جانے کے لئے تیار ہو جائیں تو اسے دوسروں سے دگنا معاوضہ دوں گی۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فوراً حامی بھر لی اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کیا کہ ضرور تشریف لے جائیں اور اللہ کا فضل تلاش کریں بے شک یہ غیبی امداد ہے۔

تجارتی قافلہ تیار ہو گیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پتہ تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت بابرکت اور عادات و اطوار کے لحاظ سے بے مثل انسان ہیں۔ عرب کے مروجہ خصائل کو پسند نہیں کرتے اور انتہائی پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں۔ اس لئے اس نے اپنے ذوقِ تجسس کی تسکین کے لئے اپنے غلام میسرہ کو بلایا اور ہدایت کی کہ ''وہ بھی قافلہ کے ہمراہ جائے اور ہر صورت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانے اور خدمت کرے''۔

ان کے اس حکم سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے میسرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھنے کے لئے اور خدمت گزاری کے لئے بھیجا تھا۔ 16 ذی الحجہ کو یہ قافلہ روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا صاحبان الوداع کہنے کے لئے آئے اور اہل قافلہ کو تاکید کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طرح خیال رکھیں۔ شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبت بھرے انداز میں قافلہ کی روانگی کا منظر یوں بیان فرماتے ہیں۔

> ''قافلہ مکہ سے روانہ ہوا جس میں وہ ہستی تھی جو اللہ تبارک تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نگاہ لطف وعنایت اس کی نگہبانی فرما رہی تھی۔''

اس دفعہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال بردار اونٹوں کی تعداد دیگر قافلہ والوں کے سارے اونٹوں کی

marfat.com
Marfat.com

تعداد کے برابر تھی۔

چند روز کی کٹھن مسافت طے کرنے کے بعد قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں جا اترا اور ایک خانقاہ کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پہلے سفر شام میں بھی بصریٰ آئے تھے اور اسی صومعہ (خانقاہ) کے قریب قیام کیا تھا۔ اور یہاں ایک راہب سے ملاقات بھی ہوئی۔ لیکن اس راہب کا نام بحیریٰ تھا۔ اور موجودہ راہب جس سے ملاقات ہوئی یہ دوسرا شخص تھا جس کا نام ''نسطورا'' تھا دونوں سفروں میں تیرہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال اور اب پچیس سال تھی۔ ممکن ہے اس اثنا میں پہلا راہب فوت ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ وہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی دوسری خانقاہ میں چلا گیا ہو۔

نسطورا کی ملاقات جب میسرہ سے ہوئی تو اس نے پوچھا یہ شخص کون ہے جو اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہے۔ میسرہ نے بتایا کہ یہ مکہ کے ایک قریشی نوجوان ہیں۔ راہب نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قریب ہو گیا۔ سر مبارک اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا اور کہا۔

> ''میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے۔ پھر جب اس نے مہر نبوت کو دیکھا تو چوم لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی امی ہیں جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔'' (خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 159)

میسرہ نے جب راہب کی یہ بات سنی ہوگی تو حیران رہ گیا ہوگا کیونکہ راستہ میں اس نے یہ ایمان پرور منظر تو بارہا دیکھا تھا کہ جب بھی دھوپ تیز ہو جاتی تھی تو دو فرشتے (بہ شکل پرندے) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیتے تھے۔ اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سائے میں ہی ہوتے۔

(خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 159)

دوران کاروبار شام کے بازار میں ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے بات کر رہے تھے کہ اس نے کہا۔

میں تب یقین کروں گا جب آپ ''لات اور عزیٰ'' کی قسم کھائیں گے۔

آپ نے فرمایا:

''میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی اگر ان کے قریب سے گزروں تو منہ پھیر لیتا ہوں۔''

اس آدمی نے میسرہ کو بتایا۔

''اللہ کی قسم! یہ نبی ہیں ہمارے علماء بتاتے ہیں۔ ان کے اوصاف گزشتہ کتابوں میں لکھے ہوئے

Marfat.com

ہیں''۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 91)

میسرہ نے یہ گواہی بھی ذہن نشین کر لی۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام میں قیام فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سارا سامان تجارت جو مکہ سے ساتھ لائے تھے وہ فروخت کر دیا اور جو قیمت وصول ہوئی اس سے شام کی مصنوعات اور مغربی ممالک سے درآمد شدہ چیزیں خرید فرمالیں۔ پھر اپنے نئے خرید کردہ سامان کو اونٹوں پر لدوایا اور مکہ واپسی کی تیاری شروع کر دی۔

اس اثناء میں کسی گاہک سے کسی چیز کی خرید وفروخت پر اختلاف ہو گیا۔ اس نے کہا آپ لات وعزیٰ کی قسم کھائیے میں آپ کی بات مان لوں گا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان جھوٹے خداؤں کی قسم نہیں کھایا کرتا۔ وہ شخص ایسا متاثر ہوا کہنے لگا ''القول قولك'' اے امین اے صادق، جو تو کہتا ہے وہی سچ ہے، قسم کی ضرورت نہیں۔

اس سفر میں دگنا نفع ہوا جو توقع سے بھی بہت زیادہ تھا۔ یہ محض حضور کی امانت و دیانت اور کاروباری مہارت کا ثمر تھا۔ اور سب سے زیادہ اس برکت کا نتیجہ تھا جو اس ذاتِ ستودہ صفات حمیدہ صفات' قابل صد تعریف اخلاق کے ساتھ وابستہ کر دی گئی تھی۔

نئے خرید کردہ سامان تجارت کو اونٹوں پر لادا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب ''مرالظہران'' کے مقام پر پہنچے تو حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میسرہ کو حکم دیا کہ وہ آگے چلا جائے اور اپنی مالکہ کو کامیاب تجارتی سفر کی خوشخبری سنائے۔

حسب ہدایت میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو قافلے کے پہنچنے سے پہلے ہی خوشخبری دے دی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ واپسی کا منظر دیکھنے کے لئے بالا خانے پر بیٹھ گئیں۔

سب سے پہلے انہیں ایک شہسوار نرالی شان کے ساتھ نظر آیا۔ دھوپ میں اس کا نکھرا ہوا چہرہ آئینے کی طرح چمک رہا تھا اور پر دو بڑے بڑے پرندے پر پھیلائے اس کے ساتھ ساتھ آ رہے تھے۔ واضح طور پر انہوں نے شہسوار پر سایہ کیا ہوا تھا تا کہ وہ دھوپ کی تمازت سے محفوظ رہے۔ منظر اتنا حسین وجمیل باوقار اور شاہانہ تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذہن پر نقش ہو گیا۔

انہوں نے سہیلیوں کو دکھایا یہ ایک حقیقت تھی کوئی واہمہ نہیں تھا۔ سب نے تصدیق کی پرندے واقعی شہسوار پر پرفشاں تھے اور انہیں اپنے سائے کے جلو میں لئے آ رہے تھے۔

یہ ہر قسم کے تصنع سے پاک، قدرتی اعزاز واکرام کا ایک شاندار نشان تھا جو آنے والے کی بے مثل شان اور بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا مظہر تھا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حیرت زدہ اور مبہوت رہ گئیں اور پھر جب سواری نزدیک آئی اور پتہ چلا کہ اس ''شان باکمال'' کے ساتھ آنے والے ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں تو مجسمہ عقیدت بن گئیں۔

میسرہ نے آکر رپورٹ دی اور بتایا کہ ان کے نبی ہونے کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ ان کے سر مبارک پر فرشتوں کو ہمیشہ پرفشاں دیکھا گیا ہے اور وہ پرندوں کی شکل میں پر پھیلا کر ان کے اوپر اڑتے رہتے تھے تاکہ سایہ رہے اور دھوپ وتمازت سے محفوظ رہیں۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ میسرہ نے اس طویل سفر میں حضور انور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت و دیانت، سیرت کی پختگی، کردار کی بلندی، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک، معاملہ فہمی اور کاروباری مہارت کے جو روح پرور مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے ان کا تذکرہ کیا۔ نسطورا راہب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جس طرح فریفتہ ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کے بارے میں جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ سنائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسب ونسب کے لحاظ سے پہلے ہی ارفع واعلیٰ تھے۔ ذاتی خصال حمیدہ کا ذکر جمیل سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دل میں طے کر لیا کہ اگر ان کی رفیقہ حیات بننے کا شرف انہیں نصیب ہو جائے تو ان کی بڑی خوش قسمتی ہو گی۔

Marfat.com

ازدواجی زندگی کا آغاز

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد زواج

اس سے پیشتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دو مرتبہ شادی ہو چکی تھی اور آپ کے دونوں شوہر فوت ہو گئے تھے۔ ان سے آپ کی اولاد بھی تھی۔ اس کے بعد بڑے بڑے امراء اور رؤسا نے کوشش کی کہ وہ انہیں رشتۂ ازدواج میں قبول کریں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کسی کی طرف التفات نہ کیا۔ حضور انور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اور باطنی کمالات کو دیکھ کر انہوں نے ایک زیرک اور دور اندیش خاتون کی طرح فیصلہ کیا کہ وہ حضور سے عقد کریں گی۔

جس شان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا اور جو آنکھوں دیکھے کانوں سنے حقائق میسرہ نے سنائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت دل میں ایک بات ٹھان لی کہ اگر انہوں نے کسی سے نکاح کیا' تو دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔

اور ان ہی روح پرور' خوش کن' غیبی ارشادات کے سبب آپ جلد سے جلد رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے لئے بے قرار ہو گئی تھیں تاکہ یہ دولت نایاب کسی اور کے حصے میں نہ چلی جائے اور کسی کو ان اعجازی شانوں کا پتہ نہ چل جائے جو ان کے علم میں آ گئی ہیں اس لئے انہوں نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔

آپ اسی سلسلہ میں سماوی کتابوں کے ماہر ورقہ بن نوفل کے پاس بھی گئیں۔

''وہ ان کا چچازاد بھائی تھا اور نصرانی ہو چکا تھا اس نے کہا! اے خدیجہ! جو باتیں میسرہ نے بتائی ہیں اگر وہ سچی ہیں تو جان لے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ اس امت کا نبی آنے والا ہے۔ اس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 2 صفحہ 296)

یہاں سے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شوق کو غذا ملی انہیں سو فیصد یقین ہو گیا کہ ختم نبوت کے تخت و تاج کے وارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اب اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ادھر مشیت ایزدی بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رضامند ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے خود ہی پیغام رسانی کی

marfat.com
Marfat.com

تیاریاں شروع کر دیں۔

اس بارے میں ان کی ایک سہیلی نفیسہ بنت منیۃ کہتی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت ہی دانا اور سمجھ دار عورت تھیں۔انہوں نے بڑے بڑے مالداروں کے رشتے ٹھکرا دیئے اور حضور پُر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے لئے فوراً تیار ہو گئیں کیونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا یہ مستقبل کے ایسے عظیم انسان ہیں جن کے پایہ تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔

انہوں نے سب کام چھوڑ دیئے اور ایسی سہیلیاں تیار کیں جو حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر شادی کی بات کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی ترغیب دیں۔

نفیسہ کہتی ہیں۔

''جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم شام سے واپس تشریف لائے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے فوراً آپ کی خدمت میں بھیجا کہ اس سلسلے میں بات کروں۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 131)

دوسری روایت میں ہے۔

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سے کہا فوراً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے میرا ذکر کرو۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 132)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی مرضی دریافت کرنے کے لئے اپنی ایک ہم راز سہیلی نفیسہ بنت منیہ کو کہا کہ وہ کسی طرح حضور کی رائے اس بارے میں معلوم کرے۔ یہ واقعہ نفیسہ کی زبانی سنئے۔نفیسہ نے کہا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عقل مند، بہادر اور شریف النفس خاتون تھیں۔نسب میں اعلیٰ شرافت میں ارفع، مال و ثروت میں سب سے زیادہ، ساری قوم کے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے لئے بے قرار تھے اگر ان کا بس چلتا، سب نے کوشش کی لیکن بے سود۔نفیسہ کہتی ہے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر شام سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مامور کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے دریافت کروں۔

چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سرمایہ نہیں جس سے شادی کا فریضہ ادا کر سکوں۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پروا نہ کریں اس کی میں ذمہ دار ہوں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمال، شرف اور خوشحالی کی طرف دعوت دی جائے تو کیا آپ اسے قبول نہیں فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون؟ میں نے کہا ''خدیجہ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے یہ کیوں کر ممکن ہے۔(یعنی میں کیوں نہ قبول فرماؤں گا)

یہ جواب سن کر میں خوشی خوشی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور جا کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔انہوں نے

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے بات چیت ہوئی جب انہیں یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست کو مسترد نہیں کریں گے تو کہنے لگیں۔ اے میرے چچا زاد! میں اس لئے تم میں رغبت رکھتی ہوں کہ رشتہ میں تم میرے قریبی ہو۔ اپنی قوم میں تمہاری شان بلند ہے۔ امانت، حسن خلق، صدق بات چیت حق پرستی اعلیٰ کلام اور دلکش انداز آپ کی خصوصی صفات ہیں جب انہوں نے ادب واحترام کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کر لیا۔

اس باہمی رضامندی کے باعث حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ اب آپ اپنے چچا جان کے پاس تشریف لے جائیں اور کل سویرے انہیں ہمارے ہاں بھیجیں۔ دوسرے روز حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ (حضرت ابوطالب) میرے چچا نوفل کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لئے میرا رشتہ طلب کریں۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور فرمایا ''ہذا صنع اللہ'' یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اس طرح دولہا اور دلہن کے بزرگوں کی منظوری سے منگنی انجام پذیر ہوئی اور نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوئی۔

جانبین کے متفقہ فیصلہ سے وقت اور دن کا تعین ہو گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ معززین قریش بھی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کا پہلے سے انتقال ہو گیا تھا۔ اس طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل نے بارات کا استقبال کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے اس وقت ایک فصیح و بلیغ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔

''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کی کھیتی سے معد کی نسل سے اور مضر کے اصل سے پیدا فرمایا۔ نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا۔

ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا۔

حمد کے بعد! میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا' اس سے اس کا پلڑا بھاری ہو گا۔ اگر یہ مالدار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ ہے اور بدل جانے والی چیز ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو

marfat.com
Marfat.com

اس نے خدیجہ بنت خویلد کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے اور بخدا مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہوگی اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہوگی۔

(خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 162، دیگر کتب سیرت)

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے جو حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے اور جوابی خطبہ دیا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں ان عزتوں اور انعامات سے نوازا جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اور ہمیں وہ فضیلتیں بخشیں جن کو آپ نے گنا ہے۔ پس ہم سارے عرب کے سردار اور راہبر ہیں۔ اور تم بھی ان صفات سے متصف ہو۔ قبیلہ کا کوئی فرد ان کا انکار نہیں کرتا اور کوئی شخص تمہاری فضیلت کو رد نہیں کرتا۔ ہم اپنا تعلق تم سے استوار کرنے میں بڑا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اے خاندانِ قریش کے سردارو! گواہ رہو۔ میں نے خدیجہ دختر خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کر دیا ہے۔''

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ گویا ہوئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کار خیر میں اے ورقہ' خدیجہ کے چچا بھی شریک ہوں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بولے۔

''اے قبائل قریش! گواہ رہنا میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کر دیا ہے اور اس پر قریش کے سردار گواہ مقرر ہوئے ہیں۔''

زرقانی علی المواہب نے ان لمحات کو یوں محفوظ کیا ہے۔

یہ ازدواجی خطبہ پڑھ کر ورقہ بن نوفل چپ ہو گئے۔ ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اے ورقہ! میں چاہتا ہوں خدیجہ کا چچا بھی آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں شریک ہو جائے۔''

یہ سن کر عمرو بن اسد نے اسی طرح کیا اور کہا کہ

''اے گروہ قریش! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہ کا نکاح کر دیا۔''

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح قبول کیا اور سرداران قریش نے گواہی دی۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 203)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ہادیٔ انس و جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ پہلی شادی مبارک تھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ انجام پذیر ہوئی اور قیامت تک امت کے لئے ان گنت خیرات و برکات کا سرچشمہ بنی۔ اس وقت حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عنفوان شباب تھا۔ عمر مبارک پچیس سال تھی اور سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال اور اس سے پہلے وہ دو بار بیوہ ہو چکی تھیں۔

Marfat.com

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی مبارک سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اتنی خوشی ہوئی کہ تمام غلام آزاد کر دیئے تاکہ یہ شادی ان کے لئے بھی یادگار بن جائے اور وہ ساری زندگی خوش ہوتے اور دعائیں دیتے رہیں، اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ دف بجا بجا کر خوب اظہار مسرت کریں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی دولت سرمدی پا کر اپنی ساری دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دی اور عرض کی:

''میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے مالک ہیں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔'' چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ یہی مال بعثت کے بعد نصرت اسلام کا سبب بنا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم معاشی فکر سے آزاد ہو کر دعوت دین کا فریضہ مکمل اطمینان اور یکسوئی نبھاتے رہے۔

اس طیبہ طاہرہ رفیقہ حیات کی آمد سے حضور انور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک خوش آئند اور مسرت آگیں انقلاب رونما ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھرپور محبت اور شبانہ روز خدمت گزاری نے اس خلا کو بڑے سلیقہ سے پر کرنے کی سعی مشکور کی جو سیّدہ آمنہ کے سایہ عاطفت کے اٹھ جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی محسوس کرتے تھے۔ قبیلہ قریش کی اس معزز، دانشمند اور دور اندیش خاتون کو عبدالمطلب کے جواں سال اور جواں بخت پوتے کے فضائل وشمائل نے ایسا گرویدہ کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنا دل، اپنی جان اور اپنا مال ومتاع سب کچھ ان کے قدموں پر نثار کر دیا تھا اور اس سودے پر وہ صرف خوش ہی نہ تھیں بلکہ نازاں تھیں اور شکر گزار تھیں کہ اس پیکر جمال وکمال نے انہیں اپنی رفاقت، زوجیت وخدمت میں قبول فرمایا ہے۔ آپ اپنے بخت پر، خوش نصیبی پر، حاصل پر کیوں نازاں نہ ہوں کہ آپ کو حاصل کائنات مل گیا۔ آپ کا اس پر نازاں ہونا بجا تھا۔

کعبہ معظّمہ کی تعمیر نو

کعبہ معظمہ زمین کا وہ اشرف اور مقدس ترین ٹکڑا ہے جسے زمین کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن پاک میں سورہ نازعات آیت 30 میں خالق ومالک کائنات کا ارشاد ہے

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا ۝

''اور اللہ پاک نے آسمان پیدا کرنے کے بعد زمین کو بچھایا۔'' (سورہ نازعات آیت 30)

زمین کو بچھانے کا عمل اسی جگہ سے شروع ہوا جہاں کعبہ معظمہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''بیت اللہ شریف زمین سے دو ہزار سال پہلے موجود تھا۔ قیامت کے دن جب زمین کو پھیلایا جائے گا تو اس کی ابتدا بھی اسی خطہ ارض کے نیچے سے ہوگی۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 44، سورہ انشقاق آیت 3)

marfat.com
Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ خطہ زمین ابتدا ہی میں حج و زیارت کے لئے منتخب کر لیا گیا تھا تا کہ تڑپتی ہوئی انسانیت کو ایک ''حرم امن'' ملے اور وہ اسے اپنے قبلے اور اجتماعی مرکز کے طور پر پہچانیں۔ دور دور سے اس کے طواف اور حج کے لئے آئیں اور اس مرکز فیض سے فیوض و برکات پائیں۔

قرآن حکیم سورہ حج آیات 22 اور 27 میں ارشاد فرمایا گیا۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

''(اے ابراہیم) لوگوں میں حج کا اعلان کر دو لوگ پیدل اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر دور دراز مقامات سے آئیں گے۔'' (سورہ حج آیات 22 اور 27)

سورہ بقرہ آیت 125 میں اس کی اجتماعیت اور مرکزیت کا ذکر ہے جس کے لئے ارشاد رب للعالمین یوں ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط

''ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ایک عظیم مرکز اور امن کا گہوارہ بنایا۔''

(سورہ بقرہ آیت 125)

اس شان وعظمت والے گھر کی تعمیر کس انفرادی شان سے ہوئی اس کا ذکر اس حدیث مبارک میں ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: میرے لئے ایک گھر بناؤ! چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے حد بندی کر دی اور آدم علیہ السلام نے مٹی کھودنا شروع کی۔ حضرت حوا علیہا السلام وہ مٹی دوسری جگہ منتقل کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ پانی کی سطح تک پہنچ گئے۔ نیچے سے آواز آئی اے آدم! اب بس کرو اتنی گہرائی کافی ہے۔ جب انہوں نے تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ اب اس کا طواف کرو۔ انہیں بتایا گیا آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ اس کے بعد صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا حج کیا پھر صدیاں بیت گئیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بنیادوں کو اٹھایا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 45، البدایۃ والنہایۃ جلد 2 صفحہ 299)

پھر گردش دوراں کے ساتھ جب یہ عمارت منہدم ہوگئی تو اسے ''عمالقہ'' نے تعمیر کیا جب صدیوں کے وقفہ کے بعد پھر منہدم ہوئی تو اسے ''بنو جرہم'' نے تعمیر کیا۔

ہم خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہاں خانہ کعبہ کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات کا تذکرہ

Marfat.com

مطلوب نہیں ہے۔ جس وقت کی ہم بات کر رہے ہیں اس وقت کعبہ کی کیفیت یہ تھی کہ پتھروں کی ایک چار دیواری تھی جس کی اونچائی انسان کے قد سے کچھ زیادہ تھی۔ پتھر جوڑ جوڑ کر یہ چار دیواری بنائی گئی تھی جنہیں آپس میں جوڑنے کے لئے گارا استعمال کرنے کا تکلف بھی نہیں کیا گیا تھا اور اس چار دیواری پر چھت بھی نہیں تھی۔ اور اس پر بھی وقت رفتہ کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کا عمل جاری رہا۔

اس کے علاوہ بالائی حصہ سے جب سیلاب کا پانی نشیب کی طرف آتا تو ہر بار عمارت کو کافی نقصان پہنچتا اور اب تو عمارت کی صرف کچھ دیواریں باقی رہ گئی تھیں۔ جب قریش نے ازسرنو اس کی تعمیر کا منصوبہ بنایا اس وقت حضور پُرنور تاجدارِ کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً 35 سال تھی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی فوری وجہ یہ تھی کہ کعبہ کے اندر ایک کنواں (گڑھا) تھا۔ زائرین کعبہ شریف کے لئے جو نذرانے اور تحائف پیش کرتے تھے وہ اس کنویں میں ڈال دیئے جاتے تھے۔ وہاں قیمتی اشیاء اور سونے کے زیورات کا ایک گراں بہا خزانہ جمع ہو گیا۔ کعبہ شریف کی مکمل چار دیواری نہ تھی اور نہ چھت تھی اور نہ ہی اس کا کوئی دروازہ تھا۔ ایک رات چند چوروں نے اندر داخل ہو کر کچھ قیمتی اشیاء چوری کر لیں۔ جب ان کی تلاش کی گئی تو وَدِیک نامی ایک شخص کے پاس سے مل گئیں۔ دویک بنو ملیح بن عمرو خزاعی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ مسروقہ اشیاء قبضہ میں لے لی گئیں اسے پکڑ کر قریش کے حوالے کر دیا گیا۔ قریش نے سرقہ کے جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے چور کوئی اور دوسرے لوگ تھے اور وہ ان مسروقہ اشیاء کو ودیک کے پاس رکھ گئے تھے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 209)

ان ہی وجوہات کی بنا پر اکابرین قریش نے سوچا کہ نئی تعمیر پختہ بنیادوں پر ہونی چاہئے تاکہ وہ سیلاب سے متاثر نہ ہو اور اس پر چھت بھی ڈال دی جائے تاکہ جو تحائف وغیرہ آتے ہیں وہ اندر محفوظ رہیں۔

ان اسباب وحالات نے انہیں تعمیر نو کا احساس دلایا مگر مسئلہ یہ تھا کہ پہلی بوسیدہ عمارت کے ڈھانچے کو گرانے کی جرأت کون کرے۔ ہو سکتا ہے قدرت کو یہ مٹی کا حرم ہی پسند ہو اور مرمر کی سلوں کو پذیرائی نصیب نہ ہو۔

تمام سردار سر جوڑ کر بیٹھے ولید بن مغیرہ نے کہا ہماری نیت صحیح ہے ہم شکست و ریخت نہیں، تعمیر چاہتے ہیں۔ اس لئے کوئی آفت نازل نہیں ہو گی۔ یہ امکان تب ہو سکتا ہے جب ہماری نیتوں میں فتور ہو جب ہم اصلاح وتعمیر کے متمنی ہیں تو ہمیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ ان ہی دنوں قدرتی طور پر تعمیر کعبہ کے اسباب بھی مہیا کئے گئے۔

ہوا یوں کہ جب ہر قبیلہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق سامان فراہم کرنے میں مشغول ہو گیا۔ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر پتھر تیار کئے جا رہے تھے تو انہی دنوں اتفاق سے ایک بادبانی کشتی کو سمندر کی تند موجوں نے دھکیل

marfat.com
Marfat.com

کر جدہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ وہ کشتی طوفان کے سبب ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔ بعض نے اس بندرگاہ کا نام شعیبہ بتایا ہے جو بحرِ حجاز کے ساحل پر کشتیوں کی بندرگاہ تھی۔ اس کی قیمتی لکڑی بڑی کارآمد تھی۔ قریش کو معلوم ہوا انہوں نے اس کے تختے خرید لئے۔

شیخ ابراہیم عرجون اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قیصر روم نے حبشہ کے ایک گرجا کی مرمت کے لئے جسے ایرانیوں نے جلا دیا تھا اس کشتی میں تعمیر کا سامان بھیجا تھا۔ اب جب یہ کشتی شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچی تو سمندری طوفان کی تند و تیز لہروں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

''قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کے تختوں کو خرید لیا اور ''باقوم'' کے ساتھ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں بات کی۔ وہ ان کے ساتھ مکہ مکرمہ آیا۔'' (محمد رسول اللہ، ابراہیم مرجون جلد 1 صفحہ 187)

یہ باقوم کون تھا؟

بعض کے نزدیک یہ اس انجینئر کا نام ہے جسے قیصر روم نے سامان تعمیر سے بھری ہوئی اس کشتی کے ہمراہ بھیجا تھا تاکہ وہ اپنی نگرانی میں حبشہ میں اس کنیسہ کی تعمیر کرائے جسے ایرانیوں نے جلا دیا تھا اور ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ وہ ایک قبطی بڑھئی تھا اور مکہ میں اقامت گزیں تھا۔ قریش نے اس کی خدمات حاصل کیں۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر، جلد 1 صفحہ 276)

امام ابن ہشام نے بھی اس قول کو اپنی کتاب سیرت میں نقل کیا ہے۔

وہ لکڑی کا ماہر کاریگر تھا۔ کعبہ مشرفہ کے لئے دروازے، شہتیر، بالے وغیرہ بنانے کا کام اس کے سپرد کیا گیا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 209)

جب قریش نے کعبہ کی اس شکستہ عمارت کو گرا کر نئی عمارت تعمیر کرنے کا عزم مصمم کر لیا تو ان میں سے ایک بزرگ ابو وھب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کے ماموں جو شریف و پاکباز آدمی تھے) نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا۔

''اے گروہ قریش! کان کھول کر سن لو۔ کعبہ کی تعمیر میں اپنی پاک اور حلال کمائی کے سوا کوئی چیز داخل نہ کرنا۔ کسی بدکارہ کی آمدنی، کوئی سود، کسی آدمی پر ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت (حرام کی کمائی) اس فنڈ میں ہرگز شامل نہ کرنا۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 277، دیگر کتب سیرت)

یہ ابو وھب، حضرت عبداللہ کے ماموں تھے۔ اور جو اپنی سخاوت اور شرافت میں اپنی مثال آپ تھے۔

ضرورت کا سارا سامان مہیا ہو گیا تھا دوسرے انتظامات بھی مکمل ہو گئے تھے لیکن قریش کو ابھی کئی رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ کعبہ خدا کا گھر تھا۔ اس کا گرانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ابرہہ کا عبرتناک انجام انہوں نے اپنی

Marfat.com

آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ خوف انہیں بار بار پریشان کر رہا تھا کہ کہیں کعبہ کو گرا کر وہ غضب الٰہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ کعبہ کو نیا تعمیر کرتے کرتے کہیں ان کے گھروں کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی جائے۔

نیز کعبہ کے اندر جو کنواں تھا۔ اس میں سے ایک خوفناک اژدھا کبھی کبھی نکلا کرتا اور کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر دھوپ تاپا کرتا اس کا ڈر بھی انہیں کوئی اقدام کرنے سے روکتا تھا۔ ایک روز اژدھا حسب عادت دیوار پر لیٹا ہوا تھا کہ فضا سے ایک پرندہ جھپٹا اور اس کو اچک کر لے گیا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش کی ایک پریشانی دور ہوگئی۔ اس کو انہوں نے تائید ایزدی سمجھا۔ انہیں تسلی ہوگئی کہ جس کام کا انہوں نے ارادہ کیا ہے وہ منشائے خداوندی کے مطابق ہے۔ دوسری جھجک کو دور کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ آگے بڑھا اور اس نے کہا۔

''میں اس عمارت کے گرانے کی ابتدا کرتا ہوں اس نے کدال لی اور جنوبی دیوار کے چند پتھر گرائے وہ پتھر بھی گرا رہا تھا اور یہ دعا بھی مانگ رہا تھا۔ اے اللہ! ہمیں خوفزدہ نہ کرنا۔ اے اللہ! ہم صرف خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 211)

لوگوں نے کہا اگر رات بخیریت گزر گئی تو ہم سمجھیں گے کہ اس معاملہ میں ہمیں اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا حاصل ہے۔ ورنہ ان گرے ہوئے پتھروں کو اٹھا کر ان کی جگہ پر رکھ دیں گے اور اپنے اس ارادہ کو ترک کر دیں گے۔ چنانچہ رات خیر و عافیت سے گزر گئی۔ سب لوگوں نے مل کر کعبہ کی پہلی خستہ عمارت کو منہدم کر دیا۔ تعمیر کعبہ کے لئے انہوں نے تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا مختلف قبائل کو ایک ایک دیوار کی تعمیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔

مشرقی دیوار، جس میں خانہ کعبہ کا دروازہ شریف نصب ہے۔ اس کی تعمیر بنو عبد مناف اور بنو زہرہ قبیلوں کے سپرد کی گئی۔ جنوبی دیوار حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک بنو مخزوم اور چند دوسرے قریشی قبائل کے حوالے کی گئی۔ مغربی دیوار یعنی پشت کعبہ کی تعمیر بنو جمح، بنو سہم جو عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی کی ذمہ داری قرار پائی۔ شمالی دیوار، جس طرف حطیم ہے اس کو تعمیر کرنے کا کام بنو عبد الدار، بنو اسد، بنو عدی کے سپرد ہوا۔ اس کے بعد سارے قریش بڑے خلوص اور انہماک سے اللہ تبارک تعالیٰ کے اس مقدس گھر کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یاد کو بڑے ذوق وشوق سے تعمیر کر رہے تھے کیونکہ یہی گھر ان کی عزت، معاشی خوشحالی اور سیاسی اقتدار کا عنوان تھا اور یہی ان کی اولین پہچان تھی۔

لیکن انہوں نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ تعمیر کا جو ساز وسامان انہوں نے اکٹھا کیا ہے اس سے وہ ان بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر نہیں کر سکیں گے جن بنیادوں پر حضرت ابراہیم نے اس کو تعمیر کیا تھا اور مزید سامان فراہم کرنے کی ان میں سکت نہیں تھی۔ ان کے لئے اس کے بغیر چارہ نہ تھا کہ وہ اصلی رقبہ میں سے کچھ رقبہ نکال دیں اور جتنے طول وعرض پر چھت ڈالنے کا ان کے پاس سامان ہے اس پر چھت ڈال دیں اور بقیہ رقبہ کی چھوٹی دیوار

marfat.com
Marfat.com

سے حد بندی کر دیں تا کہ طواف کرنے والے کعبہ کے سارے رقبہ کا طواف کر سکیں۔
چنانچہ تعمیر کعبہ کا کام زور وشور سے شروع ہو گیا۔ ہر کارِ خیر میں آگے آگے رہنے والے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق کریم کے گھر کی تعمیر سے کیونکر لاتعلق رہ سکتے تھے۔ حضور انور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم از اول تا آخر بڑے جوش وخلوص سے اس مقدس کام میں شامل رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے شریک کار تھے۔ دونوں مل کر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضرت عباس نے دیکھا کہ مبارک کندھے پر پتھروں کی رگڑ سے خراشیں پڑ رہی ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ حضور اپنی نیچے کی چادر اپنے کندھوں پر رکھ لیں تو پتھر ڈھونے میں دقت نہ ہو گی۔ حضور نے تہبند اتارنے کے لئے ارادہ ہی فرمایا تھا اور ہاتھ بڑھانا ہی چاہتے تھے کہ غشی کی کیفیت طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو پہلے تہبند پر ہاتھ گیا جو بندھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ کہا۔

قارئین کرام! اس موقع پر میں ایک حقیقت کی وضاحت کر دوں کہ عربوں کا عام لباس یا قمیض ہماری قمیض جیسی نہیں ہوتی تھیں۔ وہ قمیض اوپر سے ہماری قمیض جیسی لیکن قدرے کھلی اور لمبائی میں ٹخنوں کے لیول تک کی ہوتی ہے، جس میں اطراف میں چاک نہیں ہوتے، بلکہ وہ ہر طرف سے گولائی میں ٹخنوں تک جاتی ہے۔ اب تک ساڑھے چودہ سو سال گزر گئے ہیں اس دوران تہذیب وتمدن میں بھی بہت تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ لیکن باوجود اس حقیقت کے کہ وہ قمیض ہی بذات خود ہر صورت میں مکمل ستر پوشی رکھتی ہے، کرتی ہے، پھر بھی اس دور میں بھی، آج کل بھی مملکت سعودی عرب کے افراد زیر جامہ پاجامہ، شلوار یا جانگیہ (پاجامہ نما جانگیہ) ضرور پہنتے ہیں۔ فی زمانہ آج کل کی نسل نے ماڈرن انڈر ویئر کا استعمال کرتی ہے۔ الحمد للہ اب تک آپ کو کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا جو ستر پوشی میں مزید احتیاط کی خاطر اس لمبی گول قمیض کے نیچے کچھ اور نہ پہنتا ہو۔
اس زمانہ میں بھی زیر جامہ کوئی اور کپڑا ضرور ہوتا تھا جسے تہبند کہتے تھے۔ وہ ہمارے تہبند کی طرح کا بھی ہوتا تھا۔ پاجامہ شلوار یا لمبے جانگیہ کی طرح کا بھی ہوتا تھا۔

میں عرب ممالک میں گھوما ہوں اور سعودی عرب میں گیارہ سال رہا ہوں۔ اس دوران ان کے مرد وزن سے میرا شب وروز کا واسطہ رہا ہے۔ میں یہ کہنے میں، شوق کے ساتھ فخر بھی محسوس کرتا ہوں کہ وہ گول لمبی قمیض اس قدر ستر پوشی کرتی ہے کہ میں نے اس عرصہ میں انہیں کام کے دوران یا بے خیالی میں اٹھتے بیٹھتے وقت بھی پنڈلیوں کے وسط سے اوپر کسی ایک فرد کو بھی ننگا نہیں دیکھا اور ان کی پنڈلیوں پر بھی نگاہ اس وقت پڑتی تھی جب وہ وضو کے لئے احتیاطاً ارادی یا بے ارادی طور پر قمیض کے نچلے حصہ کو گیلا ہونے سے بچانے کے لئے کچھ اوپر اٹھا لیتے تھے ورنہ عام حالات میں تو ٹخنوں سے ذرا اوپر تک پردہ ہی رہتا ہے۔
اس لئے یہاں، یا اس موقع پر قارئین کرام کو، یا کسی کو بھی یہ وسوسہ نہیں ہونا چاہئے کہ نعوذ باللہ اس وقت یا

Marfat.com

اس سے بھی پہلے ایسے واقعات میں یا کسی اور طرح سے بچپن میں بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر پوشی میں کبھی کوئی خامی آ گئی ہو گی۔ ایسا بالکل نہیں ہے کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کو، خالق و مالک کائنات کو جو بچپن سے ہی اپنے محبوب بندے، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مربی اور مؤدب ہے اس کو یہ کبھی بھی گوارا نہیں ہے کہ اس کا حبیب ایسے لباس میں ہو جس میں کسی صورت بھی کم سے کم عریانی کا امکان تک بھی پایا جاتا ہو۔

سارے قبائل اپنے اپنے مقررہ حصہ کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ کام کی رفتار تسلی بخش تھی۔ محبت و پیار کی فضا میں ہر چیز حسن و خوبی سے سرانجام پا رہی تھی۔ لیکن جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو اچانک اندھی عصبیت کے سوئے ہوئے فتنے انگڑائی لینے لگے۔ دیوار کعبہ میں حجر اسود نصب کرنا بہت بڑا اعزاز تھا۔ ہر قبیلہ کی یہ خواہش تھی کہ یہ اعزاز اسے حاصل ہو۔ دوسرے قبائل اگر خوشی سے اس کے حق میں دستبردار ہونے پر آمادہ نہ ہوں تو وہ بزور شمشیر بھی یہ اعزاز حاصل کر کے رہے گا۔

بنو عبد الدار نے اپنے قبیلہ کے قابل ذکر افراد اور اپنے خلفاء کو مشورے کے لئے جمع کیا۔ انہوں نے اجتماعی طور پر یہی فیصلہ کیا کہ حجر اسود، دیوار کعبہ میں وہی نصب کریں گے۔ اس عہد و پیمان کو مزید پختہ کرنے کے لئے خون کا بھرا ہوا پیالہ محفل میں لایا گیا۔ انہوں نے اور ان کے حلیفوں نے اس خون میں ہاتھ ڈبو کر اس عہد پر ثابت قدم رہنے کی قسمیں اٹھائیں کہ وہ جان دے دیں گے لیکن کسی دوسرے قبیلہ کو یہ اعزاز حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

مسلسل چار پانچ روز تک حالات بڑے کشیدہ رہے۔ ہر لحظہ لڑائی چھڑ جانے کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا کسی وقت بھی کوئی دھماکہ ہو سکتا تھا۔ آخر ایک روز اس نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے سب مسجد حرام میں اکٹھے ہوئے۔ ابوامیہ (قریش کا سردار) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم جو ولید بن مغیرہ سابق الذکر کا بھائی اور عمر میں سب سے بڑا تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔

> ''اے گروہ قریش! جس معاملہ میں تمہارے درمیان اختلاف رونما ہو گیا ہے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اس شخص کو اپنا حکم بنا لو جو کل سب سے پہلے اس مسجد کے دروازہ سے داخل ہو۔ اس بات پر سب متفق ہو گئے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 380، دیگر کتب سیرت)

دوسری صبح سب سے پہلے حرم شریف کے اس دروازہ سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا ہے حضور پُر نور اصل الموجودات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم مسجد میں داخل ہوئے۔ حضور کو دیکھ کر لوگوں کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی۔ ان میں سے جو بزرگ ترین شخص تھا اس نے کہا۔

یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ امین ہیں ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 214)

marfat.com
Marfat.com

جب حضورانورصلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے بڑی حکمت عملی اور دور اندیشی سے کام لیا۔ اپنی چادر مبارک زمین پر بچھادی اور حکم دیا کہ چار منتخب سردار آگے آجائیں جو اپنی قوم کے نمائندے ہوں چنانچہ عتبہ بن ربیعہ، ابوزمعہ ابوحذیفہ بن مغیرہ اور قیس بن عدی آگے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑلو، چادر کے چاروں کونے سرداروں کو پکڑا کر خود اپنے دست مبارک سے حجر اسود اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا سارے مل کر اسے کعبہ کی دیوار تک اٹھا کر لے جاؤ جب وہ لوگ حجر اسود کو دیوار تک لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اٹھا کر اسے دیوار میں نصب کر دیا۔

یہ حسن تدبر کی ایک ایسی مثال اور حکمت و بصیرت اور خداداد اعلیٰ ترین سوچ وصلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں کو انگشت بدنداں کر دیا اور عدل و انصاف پر مبنی اس فیصلہ سے سب خوش ہو گئے اور تسلیم کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی قوم کو نئی زندگی عطا کر دی ہے۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت، ذہانت، بصیرت، تدبر اور معیار عدل کو دیکھ کر لوگ پہلے بھی دیدہ و دل فرش راہ کئے رہتے تھے۔ اہل مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق، گفتار و کلام حسن معاشرت اور صفت دیانت و امانت سے اتنے متاثر تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو الصادق والامین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اس جھگڑے کا حکیمانہ فیصلہ فرما کر تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے دل موہ لئے۔

اس وقت کے شعراء اپنے جذبات کے اظہار سے کیسے باز رہ سکتے تھے چنانچہ سب نے اپنے اپنے معیار کے مطابق خوبصورت الفاظ و اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت، دور اندیشی، تدبر و حکمت و بصیرت کو خوب سراہا۔ ان میں سے ایک قادر الکلام شاعر نے ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔ اس کے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔ اس سے قارئین ان جذبات احترام و عقیدت کا با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں جو اس وقت کے معاشرہ میں لوگوں کے دلوں میں حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (کے لئے) موجزن تھے۔ ہبیرہ بن وھب المخزومی اپنے قصیدہ میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار یوں کرتا ہے۔

اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

1- ''ایک بات کے فیصلہ کرنے میں قبائل میں اختلاف رونما ہو گیا۔ ایسا اختلاف جس نے سعادت کے بعد انہیں نحوست سے دوچار کر دیا۔''

2- ''جب ہم نے دیکھا کہ معاملہ از حد سنگین ہو گیا ہے اور تیز تلوار کے میان سے نکالنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہا۔''

Marfat.com

3- ''ہم اس بات پر راضی ہو گئے کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے حرم میں داخل ہو گا وہی عدل کرے گا۔''

4- ''پس اچانک یہ امین جس کا نام نامی محمد ہے وہ آتا ہوا نظر آیا اس کو دیکھ کر ہم نے کہا ہم راضی ہو گئے اس امین کے ساتھ اس محمد کے ساتھ۔''

5- ''وہ اپنے شمائل کریمہ کے طفیل کل بھی اور آج کے دن بھی تمام قریش سے بہترین ہیں اور آئندہ کل بھی اللہ تبارک تعالیٰ اس پر جو مہربانیاں کرنے والا ہے اس کے بارے میں ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔''

6- ''انہوں نے اس جھگڑے کا ایسا فیصلہ کیا جس کی مثال لوگوں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس کا فیض عالم تھا جس کی ابتدا اور جس کا نتیجہ دونوں دلوں کو خوش کرنے والے تھے۔''

7- ''ہم سب اس کے اس کارنامے اور اس شاندار عمل پر راضی ہو گئے پس اس ھادی اور مہدی کی رائے کتنی عظیم الشان تھی۔''

8- ''ہم پر آپ کا یہ جلیل القدر احسان ہے جو آج بھی اور کل بھی ہمیشہ باقی رہے گا۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 214)

تعمیر کا سلسلہ پھر زور و شور کے ساتھ شروع ہو گیا۔ اس دفعہ انہوں نے دیواریں بہت اونچی بنائیں اور دروازہ بھی بلندی پر رکھا تا کہ اندر آنا اس کے لئے ممکن ہو جسے وہ اجازت دیں۔ چھت بھی ڈال دی۔ مگر وہ حصہ جسے ''حطیم'' کہتے ہیں اسے نہ بنا سکے کیونکہ پوری قوم کے پاس اتنی جائز و حلال کمائی نہیں تھی کہ خانہ کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر پوری طرح تعمیر کر سکتے اور اُس پر چھت بھی ڈال سکتے۔

قریش کے پاس مالِ حلال کی کمی پڑ گئی۔ اس لئے انہوں نے شمال کی طرف سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ کم کر دی۔ یہی ٹکڑا حجر اور حطیم کہلاتا ہے۔ اس دفعہ قریش نے کعبہ کا دروازہ زمین سے خاصا بلند کر دیا تا کہ اس میں وہی شخص داخل ہو سکے جسے وہ اجازت دیں۔ جب دیواریں پندرہ ہاتھ بلند ہو گئیں تو اندر چھ ستون کھڑے کر کے اوپر سے چھت ڈال دی گئی اور کعبہ اپنی تکمیل کے بعد قریب قریب چوکور شکل کا ہو گیا۔

اب خانہ کعبہ کی بلندی پندرہ میٹر ہے۔ حجر اسود والی دیوار اور اس کے سامنے کی دیوار یعنی جنوبی اور شمالی دیواریں دس دس میٹر ہیں۔ حجر اسود مطاف کی زمین سے ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر ہے۔ دروازے والی دیوار اور اس کے سامنے کی دیوار یعنی مشرق اور مغرب کی دیواریں 12,12 میٹر ہیں۔ دروازہ زمین سے دو میٹر بلند ہے۔ دیوار کے گرد نیچے ہر چہار جانب سے ایک بڑھے ہوئے کرسی نما ضلعے کا گھیرا ہے جس کی اوسط اونچائی 25 سینٹی میٹر اور اوسط چوڑائی 30 سینٹی میٹر ہے۔ اسے شاذ روان کہتے ہیں۔ یہ بھی دراصل بیت اللہ کا جزو ہے لیکن قریش نے اسے بھی چھوڑ دیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 192 تا 197، فقہ السیرہ صفحہ 62، 63، صحیح بخاری باب فضل مکہ و بنیانہا جلد 1 صفحہ 215 تاریخ خضری جلد 1 صفحہ 64، 65)

marfat.com
Marfat.com

ضرورت اس چیز کی تھی کہ وہ دخول وخروج کے لئے مشرقی اور مغربی سمت میں دو الگ الگ دروازے تعمیر کرتے مگر انہوں نے اپنی چودھراہٹ اور برتری قائم رکھنے کے لئے ایسا نہ کیا تا کہ اپنے خیال کے مطابق ناپسندیدہ عناصر کو اس سعادت سے محروم رکھ سکیں۔

سعید بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

''میں نے قریش کو دیکھا وہ دور جاہلیت میں پیر اور جمعرات کو بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولتے تھے چنانچہ حاجب اور دربان لوگ دروازے پر بیٹھ جاتے تھے۔ جب کوئی ایسا شخص سیڑھی پر چڑھتا جسے وہ داخل کرنا پسند نہیں کرتے تھے تو اسے دھکا دے کر پرے دھکیل دیتے تھے۔''

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 197)

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی یہ روش اور غرور وتکبر سے لبریز یہ غیر مہذب حرکت پسند نہیں تھی جس کا اظہار آپ نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے فرمایا اور افسوس بھرے لہجے میں فرمایا۔

''تعمیر کے وقت بے شک آپ کی قوم نے کعبہ کی عمارت چھوٹی کر دی تھی اب یہ لوگ شرک وکفر کی فضاؤں سے تازہ تازہ نکل کر آئے ہیں' اگر ان کے بدک جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس میں چھوڑی ہوئی جگہ کو شامل کر دیتا۔ اور مشرقی اور مغربی جانب دو دروازے بنا دیتا جو زمین کے ساتھ لگے ہوتے؟ اے عائشہ! کیا تو جانتی ہے تیری قوم نے کعبہ کا دروازہ اتنا اونچا کیوں بنایا تھا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے عرض کی: حضور مجھے تو علم نہیں۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، یہ انہوں نے اپنی بڑائی جتانے کے لئے بنایا تھا تا کہ جسے چاہیں صرف اسی کو داخل ہونے دیں۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 147)

بہرحال امت مسلمہ کے لئے کعبہ اللہ کی موجودہ شکل بھی عین حکمت خداوندی کا مظہر ہے۔ اگر ''حطیم'' بھی عمارت کی چاردیواری میں شامل ہو جاتا تو صاف ظاہر ہے کہ اسے بھی بالعموم بند ہی رہنا تھا۔ ایسی صورت میں عوام الناس تو کیا خواص بھی کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہونے کی سعادت سے محروم رہتے۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا میرے بندے بلا تفریق کعبۃ اللہ کی نورانی فضاؤں اور فیوض وبرکات سے مستفیض ہوں۔ اس لئے حطیم کو کعبہ کا حصہ ہوتے ہوئے بھی بند نہ ہونے دیا۔ آج طواف کرنے کے بعد ہر امیر، غریب، عورت ومرد بچہ بوڑھا' حسب استطاعت اس حصے میں کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ نوافل پڑھتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کی بند عمارت میں تو شاہان وقت ہی جا سکتے ہیں لیکن الحمد للہ حطیم کعبہ میں ہر کوئی داخل ہو کر دل کی پیاس بجھا لیتا ہے۔

Marfat.com

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مشورہ

قارئین کرام! خانہ کعبہ کے بارے میں، میں نے حیات طیبہ کے بعد کے کچھ واقعات پر مشتمل ان دو صفحوں کو اس لئے شامل کرلیا ہے کہ اولاً خانہ کعبہ کے بارے میں ذکر مختصر کی اچھی تکمیل ہو جائے گی اور ثانیاً یہ کہ مجھے حضرت امام مالک کا فرمان، رائے یا مشورہ بہت پسند آیا ہے اور اس پر یہ خوبی کہ خلیفہ وقت نے اسے خوشدلی سے مان بھی لیا۔ میری طرح شاید آپ کو بھی اس سے دلی خوشی ہو کہ اس میں امت مسلمہ کے لئے دین و دنیا کی بھلائی چھپی ہے۔

یہ عمارت عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ بلکہ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک جوں کی توں قائم رہی۔

64ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قبضہ حرم مکہ پر مکمل ہو گیا۔ یزید نے اپنا لشکر حصین بن نمیر کی قیادت میں آپ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس نے حرم شریف کا محاصرہ کرلیا اور منجنیقوں کے ذریعہ پتھر برسائے اس سنگ باری سے عمارت میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ وہ ظالم اللہ کے گھر پر ابھی پتھر برسا رہا تھا کہ یزید کی موت کی اسے اطلاع ملی اور اسے اپنا محاصرہ اٹھا کر بے نیل مرام لوٹنا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس خستہ عمارت کو گرا کر ان بنیادوں پر کعبہ مقدسہ کی از سر نو تعمیر کی جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ دو دروازے سطح زمین کے برابر رکھے، ایک مشرقی سمت دوسرا مغربی سمت میں، ایک داخل ہونے کے لئے۔ دوسرا باہر نکلنے کے لئے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اقتدار زیادہ عرصہ برقرار نہ رہا۔ حجاج نے مکہ پر حملہ کیا اور آپ کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ حجاج کو مکہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔

اس نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کو کعبہ کی تعمیر کے بارے میں لکھا۔ اس نے از راہ بغض حکم دیا کہ اس عمارت کو گرا دیا جائے جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کرائی ہے اور جن بنیادوں پر پہلے تعمیر کی گئی تھی انہی پر تعمیر کی جائے۔ حجر کے حصہ کو حسب سابق باہر رکھا جائے۔ دو دروازوں کے بجائے ایک دروازہ رکھا جائے۔ دوسرا دروازہ بند کر دیا جائے۔ جب اس کے حکم کے مطابق کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی گئی تو پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اب وہ اظہار ندامت کیا کرتا اور حجاج پر لعنت بھیجتا۔

آخر کار بنی امیہ کا عہد حکومت اختتام پذیر ہوا ان کی جگہ عباسی خلافت کا آغاز ہوا۔ ان کے ایک خلیفہ مہدی نے ارادہ کیا کہ اس عمارت کو گرا دے اور پھر کعبہ کو اپنی اصلی بنیادوں پر تعمیر کرے اس نے اس کے بارے میں امام دارالہجرۃ (امام مسجد نبوی) سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ اس عالم ربانی نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اس کی وجہ بھی بیان فرما دی، فرمایا:

''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، اس طرح کعبہ مقدسہ بادشاہوں کا کھلونا بن جائے گا، یعنی جس کا جی چاہے گا پہلی عمارت کو گرا کر اپنے نام سے نیا کعبہ بنانے لگے گا، اس طرح اس کا تقدس مجروح

marfat.com
Marfat.com

ہو گا۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 282)

خلیفہ مہدی نے امام کی رائے کے سامنے سر جھکا دیا آج تک کعبہ کی وہی عمارت قائم ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ عزت وشرف کے ساتھ اپنے اس مقدس گھر کو ابدالآباد تک سلامت رکھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلہ کلب کی ایک شاخ ''عبدود'' کے خوش خصال فرزند تھے قدرت نے اس نونہال بچے کو جاذب نظر خدوخال سے نوازا تھا۔ بچہ اگر خوبصورت ہو تو وہ ویسے ہی پیارا لگتا ہے اگر اس کی عادات بھی پیاری اور من موہنی ہوں تو سونے پہ سہاگہ ہو جاتا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال کے قریب تھی کہ یہ اپنی ماں کے ہمراہ ماموں سے ملنے گیا۔ وہاں دشمنوں نے حملہ کر کے مال واسباب لوٹ لیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی قیدی بنا لیا۔

آپ کا نام زید بن حارثہ بن شراجیل الکلبی تھا۔ آپ کی والدہ کا نام سعدی تھا جو بنی معن خاندان کی ایک خاتون تھیں اور آپ لوگوں کو لوٹنے والے بنی قین کے افراد تھے' جو آپ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور عکاظ کی منڈی میں اسے جا کر فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے انہوں نے چار سو درہم کے عوض اسے خرید لیا اور اپنی پھوپھی صاحبہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو آپ نے حضرت زید کو بطور تحفہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اسی وقت آزاد کر دیا اور بچوں کی طرح ان کے ساتھ محبت و پیار کا برتاؤ فرماتے رہے۔

حضرت زید کے والد حارثہ اپنے لڑکے کے فراق میں دیوانہ ہو گئے۔ اس کی تلاش میں ملک ملک کی خاک چھان ماری۔ اپنے بیٹے کے فراق میں جو قصیدہ انہوں نے لکھا اسے پڑھ کر آج بھی دل پسیج جاتا ہے اس کے چند شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اپنی اولاد کے لئے والدین کے بے لوث پیار میں کتنی گہرائی' کتنی سچائی' کتنا خلوص ہوتا ہے اور ان سے جدائی میں، دوری میں، ان کی تکالیف و بیماریوں میں وہ کیسے بے چین رہتے ہیں، تڑپتے ہیں درج ذیل اس کا خوبصورت نمونہ ہے۔

اشعار کا ترجمہ

1- ''میں زید کے فراق میں ہر وقت روتا رہتا ہوں مجھے اس کے حال کا کوئی علم نہیں کیا وہ زندہ ہے تا کہ اس کے لوٹ آنے کی امید کی جائے یا موت کی آغوش میں سو چکا ہے۔''

2- ''سورج جب طلوع ہوتا ہے تو وہ اس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اور جب غروب ہونے لگتا ہے تو پھر بھی اس کی یاد ستانے لگتی ہے۔''

Marfat.com

3-''جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی آتش شوق کو بھڑکا دیتی ہیں اس کی جدائی میں میرا غم' اس کے متعلق میرے اندیشوں کا سلسلہ کتنا طویل ہے۔''

4-''میں اپنی اعلیٰ نسل کی سانڈنی کو زمین میں چلاتا رہوں گا اور نہ میں اس کی تلاش میں طواف (سفر) کرنے سے تھکوں گا اور نہ ہی میری اونٹنی۔''

5-''مجھے اپنی زندگی کی قسم۔ میں اس کی طرف سفر جاری رکھوں گا یہاں تک کہ میری موت آ جائے۔ ہر شخص فانی ہے اگرچہ امید اسے دھوکا میں رکھے''۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 266)

اتفاق سے قبیلہ بنی کلب کا ایک قافلہ حج کے لئے مکہ آیا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا اور پہچان لیا اور انہوں نے بھی حضرت زید کو پہچان لیا اور اسے بتایا کہ تیرا باپ تیرے ہجر میں دن رات روتا رہتا ہے اس نے تجھے تلاش کرنے کے لئے سارے ملک کا چپہ چپہ روند ڈالا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ میرے باپ کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا۔

''میرے دل میں اپنی قوم کا شوق موجزن رہتا ہے اگرچہ اپنے وطن سے بہت دور ہوں۔ میں ایسے گھر میں سکونت پذیر ہوں جو مشاعر کے قریب ہے۔ میں اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک شریف خاندان میں زندگی بسر کر رہا ہوں جو لوگ بڑے کریم النفس ہیں اور جو پشتہا پشت سے اپنے علاقہ کے رئیس و سردار ہیں۔''

یہ قافلہ جب اپنے وطن واپس پہنچا انہوں نے حضرت زید کے باپ کو زید کا پیغام پہنچایا۔ حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ آیا۔ حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا اور عرض کی اے عبدالمطلب کے فرزند! اے ہاشم کے نور نظر' اے اپنی قوم کے سردار کے لخت جگر' ہم اپنے بیٹے کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں ہم پر احسان کیجئے ہم فدیہ ادا کرنے کے لئے تیار ہیں آپ اسے آزاد فرما دیجئے۔ حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے من موہنے انداز میں فرمایا کہ اس کے علاوہ تمہاری اور بھی کوئی خواہش ہے انہوں نے عرض کی نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے فدیہ لئے بغیر تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا۔ لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے بجائے میرے پاس رہنے کو پسند کرے پھر تمہیں بھی اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فرما کر صرف ہمارے ساتھ انصاف ہی نہیں کیا بلکہ لطف و احسان کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور اس سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا ہاں یہ میرا باپ ہے اور یہ میرا

marfat.com
Marfat.com

چچا ہے۔ پھر اسے بتایا گیا کہ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے اگر تم چاہو تو تم اپنے باپ کے ساتھ اپنے وطن واپس جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ سکتے ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

''میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ آپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ چلا جاؤں آپ ہی میرے باپ ہیں آپ ہی میرے چچا بھی ہیں۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے باپ کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ زید ایسا فیصلہ کرے گا ان دونوں نے کہا۔

''اے زید! صد حیف تم آزادی کے بجائے غلامی کو اور اپنے ماں باپ کے بجائے ان کو پسند کر رہے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

حضرت زید تو خلق محمدی کے دام کا اسیر تھا کہنے لگا۔ تمہیں کیا معلوم کہ جس ہستی کی غلامی پر میں آزادی کو اور اپنے ماں باپ اور سارے خاندان کو قربان کر رہا ہوں وہ ہستی اس دنیا میں سب سے زیادہ مہربان و شفیق ہے۔ وہ ہستی اتنی دلربا اور کتنی دلکش ہے یہ تم نہیں جانتے اور میں اس کو چھوڑ کر کہیں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(الاصابہ، ابن حجرہ جلد 1 صفحہ 545۔ اسد الغابۃ، ابن اثیر جلد 2 صفحہ 234، 235 ضیاء النبی جلد 2 صفحہ 157 تا 159)

جب حضور پرنور ﷺ نے حضرت زید کی یہ بات سنی اور اس کی یہ محبت وارفتگی دیکھی تو بہت خوش ہوئے زید کو بغل میں دبا لیا اور کعبہ معظمہ کے قریب حطیم کے پاس تشریف لے گئے وہاں سرداران قریش بیٹھے تھے آپ نے وہاں جا کر اعلان کیا۔ ''زید آج سے آزاد ہے وہ میرا بیٹا ہے میں اس کا اور وہ میرا وارث ہوگا'' لطف و کرم ایثار و محبت اور عنایت و توجہ کے یہ حسین اور دلاویز مناظر دیکھ کر باپ اور چچا کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے ان کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ جان گئے کہ زید کو یہاں قبیلے سے بڑھ کر سکون اور سہولت حاصل ہے۔ یہاں سے نہ لے جانا ہی بہتر ہے، وہ جائے گا بھی نہیں اور ہم اسے یہ محبت و شفقت بھی نہیں دے سکیں گے جو اسے اب حاصل ہے اس لئے وہ خوش و خرم واپس چلے گئے۔

اس دن سے حضرت زید رضی اللہ عنہ زید بن محمد کے نام سے مشہور ہو گئے اور پھر یہی نام زبانوں پر چڑھ گیا اللہ تبارک تعالیٰ کی کوئی اور حکمتیں یا یہ کہ چونکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین تھے اور آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن ہی نہیں تھا اس لئے قدرت کو یہ منظور ہوا کہ لوگ اب حضرت زید کو اس نسبت سے نہ پکاریں' تاکہ کسی ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ حضور پرنور ﷺ کا بیٹا ہو اور نبوت سے محروم ہو' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو سرکار دو عالم ﷺ کے رتبہ سے کم تر بات ہے۔ اس واہمہ کو سرے سے ختم کرنے کے لئے پہلے ہی بتا دیا کہ لے پالک، متبنیٰ یعنی منہ بولا بیٹا اصلی اور حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوتا۔ حقیقی بیٹا ہوتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا اس لئے آپ کے حقیقی بیٹوں کو بچپن ہی سے وفات دے دی گئی تاکہ ختم نبوت کا منصب قائم رہے اور کوئی اعتراض ہی پیدا نہ ہو۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم سیّد المرسلین، سرور کائنات ﷺ کا بیٹا کہلانا بہت بڑا اعزاز تھا۔ ظاہر ہے

Marfat.com

جب اس کی ممانعت آئی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دل کی کیفیت بدل گئی ہوگی دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں ممکن ہے کوئی طعنہ دینے والا بھی پیدا ہو جاتا اور حرف گیری کرتا کہ دیکھا اعزاز چھن گیا ہے۔

رب کریم کی رحمت کا کوئی حد و حساب ہی نہیں اس کی شان عطا مختلف زاویوں سے بندے کو اس طرح نوازتی ہے کہ وہ دنگ رہ جاتا ہے اور دل پر چھایا ہوا غم کا غبار لمحوں میں ڈھل جاتا ہے۔

ایک عظیم حکمت کے باعث زید سے یہ حسین و جمیل اور قابل صد عز و افتخار اعزاز نسبت و رتبہ واپس لے لیا لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندے کے دل کو میلا نہ ہونے دیا ساتھ ہی اسے وہ اعزاز بخشا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی کو حاصل نہیں اور بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عظیم اعزاز کا نعم البدل دے دیا۔ وہ یہ کہ قرآن پاک میں کسی صحابی کا اسم گرامی نہیں مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہے جو قیامت تک موجود رہے گا اور ہمیشہ پڑھا جائے گا۔ اس اعزاز سے حضرت زید کے دل پر چھائے ہوئے غم کے بادل چھٹ گئے اور ان کا دل اس عطائے خاص پر پھر کنول کی طرح کھل اٹھا ان کا سر مبارک پھر اونچا ہو گیا۔ کسی کے لئے حرف گیری یا طعنہ زنی کی گنجائش نہ رہی۔

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 179)

خوش بخت حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے وطن واپس جانے پر حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو پسند کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی از راہ بندہ پروری زید کو اپنا متبنیٰ بنا لیا اور جب تک سورہ احزاب کی وہ آیات نازل نہیں ہوئی زید کو زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد ہی کہا جاتا رہا۔

اس ایک واقعہ سے ہی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق عالیہ اور صفات جمیلہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس کو آزاد فرما دیا اور پھر اس کے ساتھ ایسا مشفقانہ برتاؤ کیا کہ جب اسے یہ موقع ملا کہ وہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرے یا اپنے ماں باپ کو تو اس نے بلا جھجک یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بسر کرے گا۔ یہ واقعہ اعلان نبوت سے پہلے کا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اس بات کی صاف غمازی کر رہے تھے کہ یہ ہستی سارے عالم انسانیت کے لئے سراپا رحمت و ہدایت بن کر ظہور پذیر ہونے والی ہے۔ (الاصابہ، ابن حجر جلد 1 صفحہ 545۔ اسد الغابہ، ابن اثیر جلد 2 صفحہ 235)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خود زید کے والد حارثہ انہیں ڈھونڈتے ہوئے مکہ مکرمہ آئے وہاں انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھ لیا اور پہچان لیا پھر یہ واقعہ پیش آیا۔

ایک اور اہم واقعہ

بعثت سے پہلے ایک اور اہم واقعہ ہے جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور قومی حمیت پر روشنی پڑتی ہے اس کا مطالعہ بھی قارئین کرام کے لئے ذات مصطفوی کے کمالات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے

marfat.com
Marfat.com

از بس مفید ہوگا۔

جسٹس سیّد امیر علی نے اپنی سیرت کی کتاب میں یورپ کے ایک مایہ ناز مورخ کی کتاب بنام "کازن ڈی پرسیوال" کی جلد 1 صفحہ 335 کے حوالہ سے یہ واقعہ قلمبند کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

حضور کی بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ میں چند آدمی ایسے تھے جو بتوں کی پرستش سے بیزار تھے اور اپنی قوم کی اخلاقی پستی پر از حد افسردہ رہا کرتے تھے انہوں نے ایک دن اکٹھے ہو کر فیصلہ کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں عقل و خرد کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم پتھر کی ان بے جان مورتیوں کو اپنا خدا بنائیں اور ان کو سجدہ کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم تلاش حق میں مختلف ممالک میں جائیں اور اگر کہیں ہمیں نور حق دستیاب ہو اس سے اپنے دلوں کو بھی منور کریں اور اپنے وطن واپس آکر اپنی قوم کو بھی اس ذلت سے نکالنے کی سعی کریں اس گروہ کو "حنفاء" کہا جاتا تھا۔

ان میں ورقہ بن نوفل۔ عبیداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو کے نام بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک شخص عثمان بن حویرث، قسطنطنیہ پہنچا، قیصر روم کے دربار میں اسے رسائی حاصل ہوئی اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور قیصر کے دربار میں بڑا مقام پیدا کر لیا۔ قیصر نے بھی اپنے انعامات کی اس پر بارش کر دی اور جب قیصر کو یقین ہو گیا کہ عثمان اب ذہنی طور پر بھی اور مذہبی طور پر بھی پوری طرح اس کے زیر اثر آ گیا ہے تو اس نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر اپنی ایک دیرینہ خواہش (مکہ اور اس کے گردونواح کو اپنے زیر اثر لانا) پوری کرنے کا منصوبہ بنایا۔

شہر مکہ کو کعبہ شریف کی وجہ سے سارے جزیرہ عرب میں جو احترام، جو مرکزیت اور جو اہمیت حاصل تھی اس سے سب باخبر تھے۔ روحانی عقیدت کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ کو کاروباری میدان میں بھی بڑی مرکزیت اور بالادستی حاصل تھی۔ مشرق اور مشرق بعید سے جتنا تجارتی سامان بادبانی کشتیوں کے ذریعہ یمن کی بندرگاہوں تک پہنچتا تھا اسے مکہ کے تاجر وہاں سے خرید کر اور اپنے اونٹوں پر لاد کر مصر، شام کے علاوہ بحر روم کی دوسری بندرگاہوں تک پہنچاتے۔ وہاں کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے پھر اسی رقم سے مغربی ممالک اور مصر وغیرہ سے آیا ہوا سامان خریدتے اپنے اونٹوں پر لادتے اور یمن کی بندرگاہوں تک پہنچاتے۔ جس سے مکہ کے تاجر پیشہ لوگوں کی مالی حالت بڑی مستحکم ہو گئی تھی۔

قیصر کو اگرچہ شام فلسطین مصر وغیرہ پر سیاسی غلبہ حاصل تھا اور یمن میں بھی اس کا گورنر حکمران تھا لیکن اس کی یہ آرزو تھی کہ مکہ بھی اس کے زیر نگین ہو جائے تا کہ یہ تجارتی شاہراہ اس کے قبضہ میں آ جائے چنانچہ اس نے عثمان بن حویرث کو بہت سا سونا دے کر مکہ بھیجا کہ وہ سونے کے ان ذخائر کے ذریعہ مکہ کے امراء کے ضمیر خریدے اور ان کو قیصر کی سیاسی بالادستی قبول کرنے پر آمادہ کرے۔ یہ ایک بڑی خطرناک سازش تھی اور اس سازش کو کامیاب

Marfat.com

بنانے کے لئے قیصر روم نے اپنے شاہی خزانوں کے منہ کھول دیئے تھے اور عثمان بن حویرث کو کافی عرصہ تک اپنے پاس رکھا اس کو گوناگوں انعامات سے مالا مال کرتا رہا اس کو ذہنی طور پر تیار کرتا رہا۔

اور جب اسے اس کی وفاداری کا پورا یقین ہو گیا تو اس نے خزانوں سے لدے ہوئے اونٹوں کی ہمراہی میں اسے مکہ بھیجا اس نے بڑی ہوشیاری اور رازداری سے مہم کا آغاز کیا اور لوگوں کے ضمیر خریدنے کے لئے داد و دہش کا بازار گرم کر دیا۔ لیکن جب اس سازش کا علم سرکار دوعالم ﷺ کو ہوا تو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرناک سازش کو تہس نہس کرنے کا عزم مصمم کر کے اپنی قوم کی غیرت کو للکارا۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی اس بروقت اور جرأت مندانہ پیش قدمی سے ساری قوم کی آنکھیں کھل گئیں اس طرح اہل مکہ کو سیاسی آزادی کے افق پر غلامی کی جو کالی گھٹا گھر کر آ گئی تھی وہ چھٹ گئی اور مطلع صاف ہو گیا۔

اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بروقت اقدام نہ کرتے اور اپنی قوم کو اس خطرناک سازش کے ہولناک انجام سے آگاہ نہ فرماتے تو معلوم نہیں مکہ بلکہ سارے جزیرہ عرب کا انجام کیا ہوتا۔

یہ واقعہ بھی اعلان نبوت سے پہلے کا ہے۔

اس قسم کے سارے واقعات اس بات کی ناقابل تردید گواہی دے رہے تھے کہ یہ ہستی ایک عظیم انقلاب کی داعی بن کر ابھرنے والی ہے۔ جو بنی نوع انسان کو صرف ظاہری غلامی کی زنجیروں سے ہی آزاد نہیں کرے گی بلکہ جسمانی روحانی، اخلاقی اور ذہنی جملہ قسم کی غلامیوں سے نجات کا مژدہ جان فزا ثابت ہو گی۔

(کتاب سیرت از جسٹس امیر علی صفحہ 31)

الحُمس

قارئین کرام! الحمس کا اس سے پہلے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کو یہاں دوبارہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اس حقیقت کی ایک دفعہ پھر مختصراً وضاحت کر دوں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ بعثت سے پہلے بھی ہر قسم کی خرافات، بدعات، جاہلی رسومات ولغویات سے ایک دم پاک صاف اور محفوظ تھے اور حضور پر نور ﷺ حقیقی دین ابراہیم کے مطابق رب للعالمین کی عبادت بندگی کرتے تھے۔

قریش مکہ کو بلاشبہ یہ شرف حاصل تھا کہ وہ کعبہ مقدسہ کے خادم اور ہمسائے تھے۔ لیکن اس خداداد شرف نے ان میں غرور ونخوت اس حد تک پیدا کر دی تھی کہ وہ عرب کے دوسرے باشندوں سے اپنے آپ کو بالاتر مخلوق سمجھنے لگے تھے۔ اپنی جھوٹی برتری کو برقرار رکھنے کے لئے انہوں نے دین ابراہیمی میں ایسے قبیح اور شرمناک امور کا اضافہ کر دیا تھا جن کے ذکر سے ہی جبین حیا عرق آلود ہو جاتی ہے۔

اپنی پیدا کردہ مختلف قسم کی بیہودہ پابندیاں خود انہوں نے اپنے اوپر عائد کر رکھی تھیں اسلام نے ان تمام بدعات وخرافات کو یک قلم منسوخ کر دیا۔ ان تمام بدعات کو ''الحمس'' کہا جاتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ نے جس طرح اپنے محبوب بندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عہد جاہلیت کی دیگر آلودگیوں سے محفوظ رکھا تھا ''الحمس'' کی ان بدعات سیئہ سے بھی سرکار دو عالم ﷺ کا دامن پاک صاف اور منزہ رہا۔عثمان بن ابی سلیمان اپنے چچا نافع سے اور نافع اپنے باپ جبیر بن معطم سے روایت کرتے ہیں۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' وحی نازل ہونے سے پہلے (بعثت سے پہلے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر سب لوگوں کے ساتھ عرفات کے میدان میں موجود تھے اور اپنی قوم کے ہمراہ یہاں سے طواف افاضہ کے لئے جانے کا انتظار فرما رہے تھے۔'' (قارئین کرام! یہ خیال رہے کہ قریش حج کے لئے میدانِ عرفان میں جانا اپنی توہین سمجھتے تھے)

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 221)

حضور پر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ابتدا ہی سے تمام مراسم شرک اور بت پرستی اور دیگر برائیوں سے محفوظ و مامون رہے، حضور انور رسول اللہ ﷺ اس حال میں عالم شباب کو پہنچے کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور نگرانی فرماتے تھے اور جاہلیت کی تمام برائیوں سے آپ کو پاک رکھتے تھے، کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ ارادہ فرما چکے تھے کہ آپ ﷺ کو نبوت و رسالت اور عزو شرف سے سرفراز فرمائیں۔یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مروت کے اعتبار سے سب سے افضل، خلق کے اعتبار سے زیادہ اچھے، حسب کے لحاظ سے زیادہ کریم، پڑوس کے لحاظ سے زیادہ بہتر، حلم کے اعتبار سے سب سے عمدہ، گفتگو کے اعتبار سے سب سے سچے، امانت کے لحاظ سے زیادہ امین اور فحش گوئی اور بری عادات سے بہت دور' غرض ہر معاملے میں سب پر فوقیت لے گئے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام اچھی باتیں جمع کر دیں تو قوم نے آپ کو امین کہنا شروع کر دیا۔

(سیرت ابن کثیر جلد 1 صفحہ 249، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 207)

ایک دفعہ قریش نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا لا کر رکھا جو بتوں کے نام کا تھا۔آپ ﷺ نے کھانے سے انکار کر دیا۔اس مجلس میں زید بن عمرو بن نفیل بھی تھے۔انہوں نے بھی کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور اور بتوں کے چڑھاوے نہیں کھاتا۔صرف وہی چیز کھاتا ہوں جس پر صرف اللہ کا نام لیا جائے۔(بخاری جلد 2 صفحہ 217، فتح الباری جلد 7 صفحہ 179، 180)

نبوت سے پہلے حضور انور ﷺ نے بت پرستی کی برائی شروع کی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا ان کو اس سے منع فرماتے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کو پوجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔پھر پوچھا گیا کہ آپ ﷺ نے شراب پی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں ہمیشہ ان سے چیزوں کو کفر سمجھتا تھا۔اگرچہ مجھے کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا۔

(خصائص کبریٰ جلد 1 صفحہ 209، 210)

Marfat.com

راہِ نبوت پر پیش قدمی

آثار بعثت کا ظہور

بلاشبہ اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت بے پایاں ہے۔ وہ ہر وقت ہر لمحہ ہر کچھ کرنے پر قادر ہے۔ لمحہ بھر میں جو چاہے وہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے لیکن عطائے نبوت میں اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی شان ربوبیت کا ظہور آہستہ آہستہ ہو۔ حیات طیبہ کے چالیس سال پورے ہونے والے ہیں، جسمانی نشو و نما معراج کمال کو پہنچ چکی ہے۔ ذہنی قوتوں پر شباب کا عالم ہے اخلاق کی بلندی، کردار کی پختگی اور سیرت کی پاکیزگی اپنوں اور بیگانوں کو اپنا گرویدہ بنا رہی ہے۔ جس معاشرہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی یہ منزلیں طے کی ہیں وہ دور بڑا پر آشوب ہے۔ سیاہ کاری، اخلاق باختگی، ذہنی آوارگی، اور کفر و شرک کی گندگی، ظلمت ضلالت، تعفن، بدبو سے ماحول پر ہے۔

اس ناگفتہ بہ اور شرمناک ماحول میں پروان چڑھنے والا یہ جوان رعنا، شبنم کی طرح پاکیزہ، گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ و شاداب اور چودھویں کے چاند کی طرح تابناک اور ضیا بار ہے۔ اب وہ مبارک گھڑی قریب آ پہنچی ہے جب اسے وہ امانت عظمیٰ تفویض کی جائے گی جس کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے قدرت الٰہی کی نوازشوں، کرم نوازیوں اور رحمتوں نے اس در یتیم کو اتنے اہتمام سے اپنے آغوش لطف و کرم میں لیا اور اتنے پیار ادب و احترام سے ایک عظیم ترین مقصد کی تکمیل کے لئے اس کی تربیت فرمائی۔

اس ساعت مسعود و مبارک کی آمد سے پہلے اس کے بابرکت آثار نمایاں ہونے لگے۔

خلوت پسندی کا غلبہ

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جوں جوں چالیس سال کی طرف بڑھ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں بڑی تبدیلی آتی جا رہی تھی، جسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی بڑی شدت سے محسوس کیا اور دل ہی دل میں خوش بھی ہوئیں کیونکہ ان کا من پسند، آئیڈیل محبوب بڑی شدت سے نبوت کی طرف رواں دواں تھا اور انہوں نے اسی خیال سے شادی کی تھی کہ اس عظیم ہستی سے وابستگی عزت و شوکت کی معراج ہے، اس لئے وہ عرصہ

marfat.com

Marfat.com

سے اس وقت باسعادت، ساعت معراج عزت وشوکت کی منتظر تھیں۔ دس بارہ سال کی ازدواجی رفاقت کے بعد جب انہیں اس کے نمایاں آثار نظر آنا شروع ہوئے تو وہ خود بھی اس معاملہ میں مدومعاون بن گئیں اور ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرنے لگیں تاکہ آپ ﷺ کی یکسوئی' ذہنی رجحان اور قلبی میلان میں کوئی فرق نہ آئے اور وہ جدھر جا رہے ہیں تیزی سے ادھر بڑھتے ہی رہیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کی طبیعت مبارک یہ چاہنے لگی کہ شہری ہنگاموں، معاشرتی دھندوں اور دنیاوی بکھیڑوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر کسی پرسکون جگہ، کسی کونے میں جا بیٹھیں۔ ایک مناسب سا پرسکون گوشئہ تنہائی ہو' جہاں کوئی مخل ہونے والا نہ ہو۔ جہاں ذکر و یادِ محبوب کے سوا کسی اور بات کا تصور تک خلل انداز نہ ہو اور جہاں فلاح انسانیت کے لئے سوچا جا سکے، دعائیں کی جا سکیں۔ اس کے لئے آپ ﷺ ''کوہ حرا'' پر تشریف لے گئے جب ''غارحرا'' کے دہانے پر پہنچے تو رک گئے دل نے کہا یہی منزل مقصود ہے یہیں سے اس حسن ازل تک رسائی نصیب ہوگی یہی وہ راحت کدہ ہے جہاں جلوؤں کی بارات اترے گی اور قلب و نظر کو قرار و تسکین کی دولت میسر آئے گی۔ آرزوئے دید اور حصول مقصد کی امید میں آپ اس میں داخل ہو گئے۔ واقعی وہ راحت گاہ تھی کیوں نہ ہوتی؟ حسن ازل نے اپنے جلوؤں کے لئے انہی خوش قسمت پتھروں کا انتخاب کر لیا تھا۔ اس لئے طبعی طور پر آپ ﷺ کے قلب و نگاہ نے بھی اسی خلوت گاہ کو جلوہ گاہ محبوب بنا لینے کے لئے قبول کر لیا۔ اور پھر آپ ﷺ اس میں آنے جانے لگے۔

رویائے صادقہ' سچے خواب

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا جو خواب حضور ﷺ رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہوبہو صبح کے اجالے کی مانند صاف اور واضح سامنے آجاتی۔ پھر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہو گئی۔ خلوت گزینی کے لیے حضور انور ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے' وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ چند راتیں عبادت الٰہی میں بسر فرماتے پھر اپنے اہل خانہ کی طرف واپس تشریف لے آتے۔ کچھ عرصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزار کر پھر خورونوش کا سامان لے کر غار حرا میں واپس آتے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حق آ گیا۔

ہوبہو صبح کے اجالے کی مانند، سے مراد ہے اتنی واضح جتنا صبح کا اجالا۔

یعنی رات کو نیند کی حالت میں حضور ﷺ جو خواب دیکھتے دوسرے روز اس کی تعبیر یوں واضح صورت میں سامنے آجاتی جیسے صبح کا اجالا۔ اور اس خواب کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہتا سچے خواب دکھانے میں حکمت یہ ہے کہ منصب نبوت پر جب کسی ہستی کو فائز کیا جاتا ہے تو ان حقائق کو اس پر آشکارا کیا جاتا ہے جن کا

Marfat.com

تعلق عالم غیب سے ہوتا ہے۔ اس سے پیشتر کہ عالم غیب کا دروازہ یکبارگی کھلے اور عالم غیب کے محیر العقول عجائبات آشکارا ہو کر نگاہوں کو خیرہ اور عقل کو دنگ کرنے کا سبب بنیں' انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تبارک تعالیٰ اس سے پہلے سچے خواب دکھاتا ہے تا کہ عالم غیب کے حقائق سے کچھ انس اور مناسبت پیدا ہو جائے اور جب اس کا دروازہ کھلے تو وہ حیران و سراسیمہ ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ان کا مشاہدہ کر کے اللہ تبارک تعالیٰ سے ان کا تعلق اور پھر اس پر ان کا توکل مزید پختہ اور مضبوط ہو جائے۔ تبلیغ حق کا جو جہاد انبیاء کرام کو درپیش ہوتا ہے اس میں یہی قوت ان کے کام آتی ہے۔

غیبی امور کے انکشاف کا اعلیٰ ترین ذریعہ وحی نبوت اور ادنیٰ ترین ذریعہ رویائے صادقہ ہیں۔ چنانچہ جب نبوت کا زمانہ قریب آیا تو آپ ﷺ کو رویائے صادقہ یعنی سچے اور صحیح خواب دکھائی دینے لگے۔ علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ اوّل انبیاء کرام علیہم السلام کو خواب دکھائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ سچے خوابوں سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو حالت بیداری میں ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے رویائے صالحہ کو نبوت کا چھبیسواں حصہ بتایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں چالیسواں حصہ کہا گیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ ان میں جھوٹ کا امکان نہیں ہوتا۔

البتہ صالحین کے خواب میں صدق غالب رہتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے وہی خواب میں بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔ (فتح الباری جلد 1 صفحہ 11 اور جلد 12 صفحہ 450۔ زرقانی جلد 1 صفحہ 218)

عالم نور سے ربط و تعلق کے اس اعزاز سے وہی سرفراز ہو سکتا ہے جو اپنی ذات میں نور کو جذب کر لے اور بشری عوارض سے بالاتر ہو کر نور کی کائنات میں داخل ہو جائے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیازی شان ہے اس کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ان کے ظاہر لوگوں کے ساتھ اور باطن فرشتوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ (الشفاء)

عالم نور ہی سے رابطہ قائم کرنے کے لئے یہ روحانی اور نورانی حضرات خلوت میں جاتے ہیں اور نور جذب کر کے مرکز نور کی طرف پرواز کرتے ہیں۔

چونکہ یہ ایک تدریجی اور دیر طلب عمل ہے اس لئے ملائکہ کا نزول یکدم نہیں ہوتا بلکہ پہلے ان کے قوائے فکر و شعور اور ظاہر و باطن کو اس ربط و ضبط کے لئے باقاعدہ تیار کیا جاتا ہے۔ غیبی آوازیں آنا' روشنی دکھائی دینا' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اسی طرح خواب بھی اسی ارتقائی عمل کا ایک حصہ ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

''انبیاء کرام کو جو کچھ بھی عطا کیا جائے وہ سب سے پہلے خواب میں عطا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ کلی

marfat.com
Marfat.com

طور پر مطمئن اور مانوس ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد وحی نازل ہوتی ہے۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 93)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باقاعدہ نزول وحی سے پہلے خواب آنا شروع ہو گئے تھے آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا یعنی جو کچھ رات کو خواب میں دکھائی دیتا وہ دن کے اجالے میں بیداری کی حالت میں اسی طرح وقوع پذیر ہو جاتا۔''

وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی آپ نیند میں جو کچھ دیکھتے تھے وہ طلوع صبح' سپیدہ سحر کی طرح ظاہر ہو جاتا تھا۔ (دلائل النبوۃ، ابی نعیم صفحہ 168)

ان خوابوں کا فائدہ یہ ہے کہ فرشتوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ اور شوق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ نبی اجنبی مخلوق کو سامنے دیکھ کر حیرت اور گھبراہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ طبیعت میں فرحت و تسکین اور ٹھنڈک پاتا ہے۔

اس کی ایک مثال یہ واقعہ ہے اور راوی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا جیسے مکہ میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر کوئی آیا اور اس نے چھت کی کڑیاں ایک ایک کر کے اکھاڑنا شروع کر دیں یہاں تک کہ جب تمام چھت اکھاڑ لی تو اس میں چاندی کی سیڑھی داخل کی پھر دو آدمی نیچے اترے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نیند میں کسی کو پکارنا چاہا مگر آواز نہ نکلی۔ ایک آدمی سر کے پاس اور دوسرا ہمارے پہلو کے قریب بیٹھ گیا اور پہلو میں ہاتھ داخل کر کے جیسے دو پسلیاں نکال لیں پھر دل نکالا اور ہتھیلی پر رکھ کر کہا صالح انسان کا کتنا پاکیزہ دل ہے اس کے ہاتھ کی ٹھنڈک ہم نے باقاعدہ محسوس کی پھر اس نے دل دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا اور پسلیاں بھی جوڑ دیں پھر وہ دونوں اوپر چڑھ گئے اور سیڑھی بھی اٹھالی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 94)

پھر یہ خواب دن کے اجالے میں وقوع پذیر ہوا جبرئیل و میکائل واقعتاً تشریف لائے اور شق صدر کر کے قلب اطہر نکالا دھویا اور جو علوم و اسرار بھرنا تھے وہ اس میں بھرے پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

اسی روایت میں ہے کہ

حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے باہر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو بتایا پہلے پیٹ مبارک کو چاک کیا گیا پھر دھو کر پاک کر کے پہلے کی طرح کر دیا گیا۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 94)

جب سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ دل جو پہلے ہی معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کے نور سے منور تھا اس میں اپنے معبود برحق بلکہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی کی یاد میں کھو جانے کا جذبہ، کارگاہ حیات کی مصروفیتوں سے نکال کر اس گوشہ تنہائی میں گوشہ نشین ہونے پر مجبور کرنے لگا۔ جہاں یاد محبوب کے سوا کسی اور بات کا تصور تک خلل انداز نہ ہو۔ چنانچہ محبت الٰہی کا یہ طوفان حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی کی مصروفیتوں سے نکال کر ایک غار میں لے آیا جس کا نام غار حرا ہے۔

Marfat.com

یہ غار حرا، جس پہاڑ کی چوٹی پر ہے اس کا نام ''جبل النور'' ہے۔ یہ غار چار گز لمبی دو گز چوڑی ہے اس کی وسعت اتنی ہے کہ ایک آدمی اس میں لیٹ سکتا ہے۔ جبل النور اوراس کے اردگرد جتنے پہاڑ ہیں خشک اور بے آب وگیاہ ہیں راستہ اتنا کٹھن اور دشوار گزار ہے کہ صحت منداور طاقتور آدمی بھی وہاں بڑی مشکل سے پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے یہ پہاڑ حرم مکہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اگر چہ دوسرے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی اس قسم کے گوشہ تنہائی کو تلاش کیا جا سکتا تھا۔ لیکن سرورِ دوعالم ہادی انس و جاں، رہبر کائنات ﷺ نے اپنی گوشہ نشینی کے لئے غار حرا کواس لئے پسند فرمایا کہ یہاں بیٹھ کر بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہوسکتی تھی۔

(ارشاد الساری جلد 1 صفحہ 62)

اس وقت تو جبل النور مکہ مکرمہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا لیکن اب یہ شہر کافی وسیع ہو گیا ہے اور اس کی حدود جبل نور کو چھونے لگی ہیں۔ آپ ﷺ کے غار حرا میں قیام کا عرصہ یا مدت متعین نہ تھی اس کے بارے میں علامہ احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے یوں وضاحت کی ہے۔

''یعنی قیام کی مدت کو مبہم رکھا کیونکہ یہ مدت متعین نہ تھی کبھی تین رات کبھی پانچ کبھی سات راتیں کبھی رمضان کا پورا مہینہ یہاں قیام فرمایا کرتے۔'' (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 163)

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ صرف رمضان شریف کا پورا مہینہ یہاں گزارتے تھے۔ لیکن احادیث صحیحہ کے مطالعہ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر چہ حضور ﷺ رمضان المبارک کا پورا مہینہ یہاں گزارتے تھے لیکن اس کے علاوہ بھی بکثرت یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

درج ذیل روایت کے الفاظ بھی اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔

''کہ حضور ﷺ چند روز کے لئے خورونوش کا سامان لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے جب یہ راشن ختم ہو جاتا تو پھر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے چند روز قیام فرماتے خورونوش کا سامان لے کر پھر اس غار میں اپنے رب کو یاد کرنے کے لئے فروکش ہو جاتے۔ اسی حالت میں وحی کا آغاز ہوا۔''

حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ اس غار میں آکر کیا کرتے تھے؟

اس کا جواب ایک لفظ وَيَتَحَنَّثُ میں مذکور ہے۔ یہ باب تفعل کا فعل مضارع ہے اس باب کا اہم خاصہ یہ ہے کہ مصدری معنی سے تجنب پر دلالت کرتا ہے یعنی مصدری معنی کی نفی کرتا ہے جیسے تاثم اس کا ماخذ اور مصدر اثم ہے جس کا معنی گناہ کرنا لیکن جب اس مصدر سے باب تفعل بنا کر تأثم کہا جاتا ہے تو اس وقت اس کا معنی ہوتا ہے گناہ سے اجتناب کرنا اس طرح تہجد کا مصدر ہجود ہے جس کا معنی سونا ہے لیکن جب اس کا باب تفعل بنا کر تہجد کہا جاتا ہے تو اس کا معنی جاگنا ہوتا ہے۔ جس میں سونے کی نفی کی جاتی ہے۔ اسی طرح تحنث کا ماخذ حنث ہے جس کا معنی گناہ کا ارتکاب کرنا اور تحنث کا معنی ہوگا' گناہوں سے اجتناب کرنا یعنی اپنا

marfat.com
Marfat.com

وقت یادِالٰہی میں صرف کرنا۔ (عمدۃ القاری، علامہ عینی جلد 1 صفحہ 55)

علامہ عینی نے اس کا ایک دوسرا معنی بھی نقل کیا ہے۔

''ابوالمعالی کہتے ہیں کہ تحنث کا معنی تعبد ہے یعنی عبادت کرنا'' علامہ عینی نے ایک اور قول بھی اس سلسلہ میں نقل کیا ہے۔

یعنی ابن الاعرابی اور شیبانی کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ یَتَحَنَّثُ نہیں ہے بلکہ یَتَحَنَّفُ ہے۔ املاء کی غلطی سے ایسا لکھا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے یکسوئی سے اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ (عمدۃ القاری، علامہ عینی جلد 1 صفحہ 49)

قارئین کرام! میں مصنف کتاب ہذا لفظ یَتَحَنَّثُ اور مندرجہ بالا سوال کہ حضور انور ﷺ اس غار میں آ کر کیا کرتے تھے؟ کے بارے میں مزید گزارش گزار ہوں کہ

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ غار حرا میں دکھی انسانیت کو، معاشرہ کو شرک اور گناہ آلود زندگی سے بچانے کے لئے سوچ و بچار کرتے تھے' دعائیں فرماتے تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے بجائے سب کے لئے پُرسکون، خوشحال، مسرورکن اور خدائے واحد کی عبادت سے مزین زندگی کے لئے سوچتے تھے، خواہش کرتے تھے، سوچ و بچار کرتے تھے اور انسانیت کی فلاح کے لئے دعائیں فرماتے تھے اور یہی کچھ (خواہش، تفکر، سوچ و بچار اور دعائیں) آپ ﷺ کی عبادت کا بڑا حصہ تھیں۔ اور سورہ ضحیٰ کی آیت 7 میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ اے میرے محبوب میں نے تمہیں اپنی محبت' فلاح انسانیت کی سوچ و فکر میں خود رفتہ پایا۔

یہ سلسلہ جاری رہا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

''فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر نزول وحی سے پہلے سلام بھیجا کرتا تھا۔ اسی طرح حضور انور نبی کریم ﷺ جب مکہ سے باہر وادیوں اور جنگل میں تشریف لے جاتے تو پتھر اور درخت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ۔ کہہ کر سلام عرض کرتے۔'' (صحیح مسلم۔ ترمذی)

ان تمام امور سے مقصد یہ تھا کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کو نئے ماحول سے انسیت ہو' آنے والی ذمہ داریوں سے کچھ نہ کچھ آگاہ ہو جائیں' ان کو اٹھانے اور نبھانے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

حصول وحی، بعثت کے لئے خدائی تیاری

آپ ﷺ کے شب و روز اسی غور و خوض و عبادات و بندگی الٰہی میں گزرنے لگے اور حضور پرنور ﷺ اکثر غار حرا آنے جانے لگے۔

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چند روز کا خورونوش کا سامان تیار کر دیتیں۔ آپ ﷺ اسی مقدس غار میں آ کر معتکف ہو جاتے اور کئی کئی روز تک واپس نہ جاتے۔ محبوب کی لافانی ذات اس کی شان خلاقی اس کی صفات اور مخلوقات کے تنوع میں تفکر اور عبادت و مناجات میں ہر وقت مگن و مصروف رہنا وظیفۂ حیات بن گیا۔ شب و روز

Marfat.com

اسی کی یاد و ذکر میں منہمک رہنے لگے خالق و مالک کائنات' اللہ تبارک تعالیٰ کی یاد کی لذت نے' ہر یاد فکر اور لذت سے بے نیاز کر دیا۔ اس غور و فکر' یادِ الٰہی میں وہ کیف و سرور تھا جسے الفاظ میں نہیں ڈھالا جا سکتا صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

سلسلہ بڑھتا رہا، انوار الٰہی بڑھتے رہے' دن بیتتے رہے آخر یہ خلوت نشینی رنگ لائی' جس مقصد کے لئے دنیا سے الگ تھلگ ہو کر یہاں گوشہ نشیں ہوئے تھے اس کی طرف قدم تیزی سے بڑھنے لگے' حضور پُر نور ﷺ آپ نے محسوس کیا جیسے غار میں دور کوئی چراغ روشن ہو گیا ہے اور اس کی روشنی ماحول کو منور کر رہی ہے۔ آہستہ آہستہ آپ اس روشنی سے مانوس ہو گئے پھر وہ روشنی بڑھنے اور قریب آنے لگی اور پھر وہ معمول کا ایک حصہ بن گئی۔

رنگ، روشنی اور آواز

اس کے بعد بات کچھ اور آگے بڑھی۔ جب بھی آپ تنہا ہوتے تو بڑی میٹھی اور دلکش آواز سنائی دیتی جیسے کوئی پاس بیٹھا ہو اور پیار سے پکار رہا ہو یا محمد! یا محمد! اس ندا میں محبت وعقیدت اور پیار کی چاشنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی مگر پکارنے والا نظر نہ آتا اور پھر یہ نئی بات بھی معمول کا حصہ بن گئی۔ آپ ﷺ نے گھر آ کر اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا:

اے خدیجہ! مجھے روشنی نظر آتی ہے اور غیبی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 95)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آقا ﷺ! یہ اچھی علامت ہے آپ میں جو حمیدہ خصائل موجود ہیں اور انسانیت کا جو درد پایا جاتا ہے اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہ اندیشے تو ان لوگوں کو ہوتے ہیں جن کی زندگی بے مقصد، بے فائدہ اور بے کار ہو۔ آپ تو معاشرے کے ماتھے کا جھومر اور قوم کا افتخار ہیں۔ غرباء کے ہمدرد اور مساکین کے خیر خواہ ہیں یتیموں اور بیوائیوں کا ماویٰ و ملجا (آخری زمینی سہارا' دنیا پہ آخری سہارا) ہیں۔ آپ ﷺ کو کوئی خطرہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ نے چاہا تو ہر طرح خیر ہی خیر ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک قریبی رشتہ دار ورقہ بن نوفل تھے جو اس دور جاہلیت میں حق کے سچے طلبگار اور کسی صادق رہنما کے متلاشی تھے اور اسی تلاش و جستجو میں زندگی کی تمام بہاریں دیکھ چکے تھے اور اب گور کنارے بیٹھے تھے۔

اس وقت حق و صداقت تک رسائی کے لئے دو ہی کتابیں تھیں چنانچہ وہ تورات و انجیل کے مطالعہ ہی میں غرق رہتے تھے اس کے نتیجے میں انہیں پتہ چل چکا تھا اب دنیا کی رہنمائی کے لئے صرف نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری باقی ہے اور وہ مبعوث ہونے ہی والے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چونکہ ورقہ بن نوفل کی قابلیت و دانائی اور معلومات کی وسعت سے آگاہ تھیں اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ یہ بات ان کے کانوں سے بھی نکال دی جائے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو بے

marfat.com
Marfat.com

اختیار پکار اٹھے یہ تو نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کی ابتدائی علامات ہیں، انہوں نے کہا:

اے محمد! اب اگر وہ آواز سنائی دے تو آپ وہیں بیٹھے رہیں اور توجہ سے اس کی بات سنیں حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 1 صفحہ 195)

حضرت عمرو بن شرجیل رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

پس جب حضور ﷺ خلوت میں گئے تو آواز آئی اے محمد! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اسی کے بندے اور رسول ہیں۔ (ﷺ) (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 157)

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے گھر آ کر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو وہ خوشی سے جھوم گئیں انہیں اپنی خواہش پوری ہوتی نظر آنے لگی وہ اسی خوشی میں پھر حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچ گئیں اور ساری بات بتادی۔۔

ورقہ بن نوفل بھی بہت خوش ہوئے ان کی معلومات کے مطابق نبی آخر الزماں ﷺ کی تمام علامتیں حضور انور ﷺ میں موجود تھیں انہوں نے قبل از وقت ہی بتا دیا۔

''آپ کو بشارت ہو! آپ کو دوہری بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ عظیم المرتبت ہستی ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے جن کی آمد کی خوش خبری دی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو فرشتہ آیا کرتا تھا وہی آپ کے پاس بھی آنے والا ہے اور یہ کہ آپ بے شک نبی ہیں۔''

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 95۔ دلائل النبوۃ للبیہقی صفحہ 127۔ دلائل النبوۃ ابی نعیم صفحہ 170)

جو روشنی دور سے نظر آتی تھی اب وہ بالکل قریب آ گئی اور پھر اس میں سے ایک حسین صورت ابھرنے لگی جیسے روشنی اور رعنائی پیکر میں ڈھل گئی ہو اور حسن و نور کو ایک مجسمے کی صورت دے دی گئی ہو اس پیکر نور کی ہر ادا دلکش اور مسکراہٹ عقیدت و محبت سے لبریز تھی اس نے جھلک دکھائی اور پھر غائب ہو گیا۔

حضور ﷺ نے گھر آ کر نئی صورت حال اور انکشاف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا وہ اپنے خوابوں کی تعبیر کو قریب پا کر پھر کھل اٹھیں۔ انہیں سو فیصد یقین تھا روشنی میں نمودار ہونے والا پیکر نور اللہ کے فرشتے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی نورانی عادات اور نادر خصائل سے آگاہ تھیں ان کے نظریۂ یقین و خیالات کے مطابق کسی شریر قوت کے آپ ﷺ کے نزدیک آنے کی گنجائش ہی نہیں تھی کسی جن بھوت پریت شیطان میں کہاں طاقت تھی کہ اس سرچشمہ حق و صداقت اور منبع خیر و برکت کے قریب بھی بھٹک سکے اور وہ اسی یقین کے سہارے ایک صاحب علم سے بھی اس کی تصدیق کرانے کے لئے پھر ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچ گئیں اور نئے تجربات سے آگاہ کیا۔

حضرت ورقہ بن نوفل نے کہا:

خدا کی قسم! وہ سچے ہیں اور یہ ان کی نبوت کی ابتدائی علامات ہیں خدا کی قسم! ان کے پاس ''ناموس اکبر''

Marfat.com

اختیار پکار اٹھے یہ تو نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کی ابتدائی علامات ہیں، انہوں نے کہا:

اے محمد! اب اگر وہ آواز سنائی دے تو آپ وہیں بیٹھے رہیں اور توجہ سے اس کی بات سنیں حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 1 صفحہ 195)

حضرت عمرو بن شرجیل رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

پس جب حضور ﷺ خلوت میں گئے تو آواز آئی اے محمد! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اسی کے بندے اور رسول ہیں۔ (ﷺ) (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 157)

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے گھر آ کر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو وہ خوشی سے جھوم گئیں انہیں اپنی خواہش پوری ہوتی نظر آنے لگی وہ اسی خوشی میں پھر حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچ گئیں اور ساری بات بتادی۔۔

ورقہ بن نوفل بھی بہت خوش ہوئے ان کی معلومات کے مطابق نبی آخر الزماں ﷺ کی تمام علامتیں حضور انور ﷺ میں موجود تھیں انہوں نے قبل از وقت ہی بتا دیا۔

''آپ کو بشارت ہو! آپ کو دوہری بشارت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ عظیم المرتبت ہستی ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے جن کی آمد کی خوش خبری دی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو فرشتہ آیا کرتا تھا وہی آپ کے پاس بھی آنے والا ہے اور یہ کہ آپ بے شک نبی ہیں۔''

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 95۔ دلائل النبوۃ للبیہقی صفحہ 127۔ دلائل النبوۃ ابی نعیم صفحہ 170)

جو روشنی دور سے نظر آتی تھی اب وہ بالکل قریب آ گئی اور پھر اس میں سے ایک حسین صورت ابھرنے لگی جیسے روشنی اور رعنائی پیکر میں ڈھل گئی ہو اور حسن و نور کو ایک مجسمے کی صورت دے دی گئی ہو اس پیکر نور کی ہر ادا دلکش اور مسکراہٹ عقیدت و محبت سے لبریز تھی اس نے جھلک دکھائی اور پھر غائب ہو گیا۔

حضور ﷺ نے گھر آ کر نئی صورت حال اور انکشاف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا وہ اپنے خوابوں کی تعبیر کو قریب پا کر پھر کھل اٹھیں۔ انہیں سو فیصد یقین تھا روشنی میں نمودار ہونے والا پیکر نور اللہ کے فرشتے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی نورانی عادات اور نادر خصائل سے آگاہ تھیں ان کے نظریۂ یقین و خیالات کے مطابق کسی شریر قوت کے آپ ﷺ کے نزدیک آنے کی گنجائش ہی نہیں تھی کسی جن بھوت پریت شیطان میں کہاں طاقت تھی کہ اس سرچشمہ حق و صداقت اور منبع خیر و برکت کے قریب بھی بھٹک سکے اور وہ اسی یقین کے سہارے ایک صاحب علم سے بھی اس کی تصدیق کرانے کے لئے پھر ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچ گئیں اور نئے تجربات سے آگاہ کیا۔

حضرت ورقہ بن نوفل نے کہا:

خدا کی قسم! وہ سچے ہیں اور یہ ان کی نبوت کی ابتدائی علامات ہیں خدا کی قسم! ان کے پاس ''ناموس اکبر''

Marfat.com

(جبریل امین) فرشتہ آتا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 97)

مطلب یہ تھا کسی غلط اور شریر قوت کا یہاں امکان نہیں ہے انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: پھر بھی اگر آپ اس کے فرشتہ ہونے کا امتحان لینا چاہتی ہیں تو اس کا طریقہ میں بتائے دیتا ہوں۔

جس جگہ انہوں نے اس پیکر نور کو دیکھا ہے آپ بھی وہیں چلی جائیں پس جب وہ پیکر نور ان کو دکھائی دے تو اپنے سر سے دوپٹہ اتار دیں اگر وہ آنے والا پیکر نور اللہ کی طرف سے ہے تو غائب ہو جائے گا اور دکھائی نہیں دے گا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 152)

یہ نسخہ کیمیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل کو لگا کہ پاک اور ناپاک قوت کو پہنچاننے کا یہ ایک موثر ذریعہ تھا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''آقا صلی اللہ علیہ وسلم گزارش ہے کہ جب آپ کے پاس وہ پیکر نور آئے تو کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بتا سکتا ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اب وہ جب بھی آئے تو مجھے بتائیں۔ چنانچہ کسی موقع پر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے' اتنے میں جبرئیل امین نمودار ہوئے آپ نے فرمایا: اے خدیجہ! وہ پیکر نور آ گیا ہے۔ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا اب وہ نظر آ رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ میری دائیں جانب آ کر بیٹھ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دائیں جانب جا کر بیٹھ گئے انہوں نے پوچھا: کیا اب بھی دکھائی دے رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں انہوں نے عرض کی اب آپ میری گود میں آ کر بیٹھ جائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پوچھا: کیا اب بھی آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر مبارک سے دوپٹہ اتار کر پرے ڈال دیا' سر ننگا ہو گیا تو پوچھا: کیا اب بھی وہ دکھائی دے رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں وہ چلا گیا۔ عرض کی: میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ ثابت قدم رہیں اور مبارک و بشارت قبول فرمائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور گواہی دی کہ جو کچھ آپ کے پاس آیا ہے وہ حق ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 152)

جب ظہور نبوت کا وقت بہت قریب آ گیا تو اس میں ایک چیز کا اضافہ ہو گیا۔

جب بھی حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی پتھر یا درخت کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ کو سلام عرض کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' آپ سن لیتے اور دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے مگر درختوں اور اردگرد پھیلے ہوئے پتھروں کے سوا کوئی نظر نہ آتا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 157)

نور کے ہالے میں جو پیکر نظر آنے لگا تھا اب اس نے ہمکلام ہونا شروع کر دیا۔ یہ ایک نیا نشاط انگیز اور قرار بخش تجربہ تھا اس نے ذوق وشوق اور کیف وسرور کو فزوں تر کر دیا طبیعت چاہنے لگی کہ اب وہ پیش نظر اور ہمکلام ہی رہے یعنی میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے۔

marfat.com
Marfat.com

وہ پیکرِ نور عرض کرتا۔

''اے پیارے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔''

حضور ﷺ اس سے پوری طرح مانوس ہو گئے اور اس سے اجنبیت کا احساس ختم ہو گیا جب وہ سامنے آتا تو اسے دیکھتے ہی رہتے اور دید مظہر قدرت رب للعالمین میں محو ہونے کے باعث وقت کا بھی پتہ نہ چلتا۔

وہ عظیم باسعادت گھڑی آ گئی

آپ ﷺ چالیس سال کے ہو گئے تو ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب آپ ﷺ غار حرا میں حسب معمول تشریف فرما تھے وہ عظیم باسعادت گھڑی آ گئی کہ جب جبریل امین بشکل آدمی اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و حکمت سے آپ حضور پر نور ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے اور آپ سے کہا پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس کے زور سے بھینچنے سے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور تیسری بار کہا پڑھیے۔ میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار پہلے کی طرح خوب بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا

سورہ علق کی آیات 1 تا 5 تلاوت فرمائی گئیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○

ترجمہ: ''آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' (سورہ علق آیات 1 تا 5)

(یہ روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں

حدیث پاک کے اس حصہ میں چند امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اقراُ صیغہ امر ہے۔ جو وجوب اور حکم کے لئے آتا ہے۔ لیکن یہاں یہ تلقین کے لئے ہے تکلیف کے لئے نہیں۔ بارگاہ نبوت کے ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔ (فیض الباری انور شاہ جلد 1 صفحہ 24)

لفظ ''غط'' کا معنی ہے کسی چیز کو پانی میں ڈبو دینا۔ یا کسی چیز کو زور سے نچوڑنا تا کہ اس میں پانی کا قطرہ بھی نہ رہے۔ یہاں مراد ہے سینے سے لگا کر بھینچنا۔

Marfat.com

علماء کے نزدیک اس سے مقصد تنبیہ کرنا ہے۔لیکن صوفیاء کرام کے نزدیک اس سے مقصود دل میں القاء کرنا بشریت سے ملکیت کی طرف قریب کرنا۔استاد وتلمیذ (شاگرد) میں مناسبت پیدا کرنا ہے۔

(فیض الباری، انور شاہ، جلد 1 صفحہ 24)

جب تک جبرئیل امین نے صرف اقراء کہا تو جواب ملا مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھنے والا نہیں ہوں) جب چوتھی بار انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کا نام ساتھ ملا کر کہا اِقْرَاْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ''اے حضور پُرنور نبی کریم روٗف و رحیم! اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھیے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے' وہی آپ کے سینہ کو علم و معرفت کے انوار سے منور کرنے والا ہے' وہی آپ کے اُمی ہونے کے باوجود آپ کی زبان اقدس پر کلمات حکمت کو جاری کرنے والا ہے اس کے نام سے پڑھیے تو پھر حضور انور ﷺ نے پڑھنے سے انکار نہیں کیا بلکہ فوراً آیات طیبات کی تلاوت شروع کر دی۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الانف میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور شیخ محمد ابراہیم العرجون نے بڑے پیارے انداز میں یہی بات کہی ہے۔

''خلاصہ کلام یہ ہے! اے حبیب! آپ بطور معجزہ اس کی قرأت کریں اگرچہ آپ علم سیکھ کر پڑھنے والے نہیں۔ آپ اپنے اس رب کے نام سے مدد طلب کرتے ہوئے قرأت کریں جس نے آپ کی تربیت فرما کر آپ کو سارے عالم کے لئے استاد تیار کیا ہے۔''

(محمد رسول اللہ، ابراہیم العرجون جلد 1 صفحہ 243)

اب ہم اس روایت کا وہ حصہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں جس میں نزول وحی کے بعد حضور ﷺ کی گھر واپسی اور اپنی رفیقہ حیات اُم المومنین حضرت خدیجہ عنہا سے اپنے بارے میں اندیشوں کا تذکرہ اور اس کے جواب میں اُمّ المومنین کی تسلی آمیز اور اطمینان بخش گفتگو ہے۔

''پس ان آیات کو سن کر اور دل میں محفوظ کر کے رسول اللہ ﷺ واپس گھر تشریف لائے حضور انور ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ' مجھے چادر اوڑھاؤ۔ پس انہوں نے حضور پُرنور ﷺ پر چادر ڈال دی' یہاں تک کہ وہ ہراس دور ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا ہے۔ آپ نے عرض کی ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تبارک تعالیٰ کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو مفلس' نادار' ہو اس کو اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی مدد کرتے ہیں اور دستگیری فرماتے ہیں۔

اور جس شخص میں یہ خوبیاں ہوں اللہ تبارک تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو بے آبرو اور ذلیل نہیں کرتا

marfat.com
Marfat.com

بلکہ اس کی عزت و آبرو کا خود نگہبان ہوتا ہے۔"

حدیث پاک کے اس حصہ میں دو باتیں ایسی ہیں جو قارئین کرام کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ نزول وحی کے بعد خوف و ہراس کی یہ کیفیت کیوں رو پذیر ہوئی؟

دوسری غور طلب بات حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا تسلی آمیز جواب ہے۔

دل مبارک کا دھڑکنا

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح ہر امتی پر لازم ہے کہ وہ اپنے نبی کی نبوت پر ایمان لائے اسی طرح ہر نبی پر بھی ضروری ہے کہ وہ بھی اپنی نبوت پر ایمان لے آئے۔ اگر نبی کو اپنی نبوت پر یقین محکم نہ ہوگا تو وہ دوسروں کو کیونکر اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے سکے گا۔

اس بارے میں سورہ بقرہ کی آیت مبارک 285 میں ارشاد حاکم الحاکمین یوں ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝

"رسول بھی ایمان لایا (اس پر) جو اس کے ربّ کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا اور مومن بھی ایمان لے آئے۔" (سورہ بقرہ آیت 285)

امتیوں کو تو یہ ایمان اپنے نبی کی دعوت، اس کے دلائل سن کر، نیز اس کے پیش کیے ہوئے معجزات دیکھ کر حاصل ہوتا ہے لیکن نبی کے دل میں اپنی نبوت کا عرفان منجانب اللہ پیدا ہو جاتا ہے وہ کسی دلیل اور معجزہ کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے اپنے اہل و عیال سمیت اپنے وطن مصر واپس جا رہے تھے جب وادی سینا میں پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ سخت سردی تھی، آپ نے دور سے آگ جلتی دیکھی وہاں گئے تاکہ آگ لے آئیں خود بھی تاپیں اور ان کے اہل و عیال بھی اس سے حرارت حاصل کریں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس موقع پر طورہ طہٰ آیات 11 تا 13 میں فرماتے ہیں۔

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ۝ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ۝

ترجمہ: "پس جب آپ وہاں پہنچے تو ندا کی گئی اے موسیٰ! بلاشبہ میں تمہارا پروردگار ہوں پس تو اتار دے اپنے جوتے۔ بے شک تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے اور میں نے پسند کر لیا ہے تجھے (رسالت کے لئے) سو خوب کان لگا کر سن جو وحی کیا جاتا ہے۔"

(سورہ طہٰ آیات 11 تا 13)

Marfat.com

اس آواز کے سننے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنے نبی ہونے کے بارے میں یقینی علم پیدا ہو گیا جس میں شک وشبہ کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ یقینی علم جو دلائل و براہین کے بغیر دل میں پیدا ہو جائے اسے ''علم ضروری'' اور ''بدیہی'' کہتے ہیں۔

اچانک یہ آواز سننے سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنی نبوت کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا تو حضور پرنور ﷺ کی وہ ذات اقدس جس کو نزول وحی سے پہلے کئی علامات اشارات اور نشانات دکھانے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا' انہیں اپنی رسالت کے بارے میں کیونکر کوئی شبہ ہو سکتا تھا۔ مکہ سے باہر جاتے ہیں وادیوں سے گزرتے ہیں تو دائیں بائیں شجر وحجر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہہ کر اپنی نیازمندی کا نذرانہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ہر رات جو خواب دیکھتے ہیں صبح کی روشنی کی طرح دوسرے دن اس کی تعبیر ہو بہو سامنے آجاتی ہے۔ ایسی ذات پر جب ایسا مقدس کلام نازل ہوا ہو گا تو روح کو جو تازگی اور قلب کو جو مسرت ہوئی ہو گی اس کا صحیح اندازہ حضور پُرنور ﷺ کے بغیر اور کون لگا سکتا ہے۔

پھر یہ خوف ہراس کیسا؟ پھر یہ سراسیمگی اور حیرانی کیسی؟

اس کے بارے میں علماء کرام نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں اور داد تحقیق دی ہے۔

لیکن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اتنا ہی غور فرمایئے کہ وہ فرقان حمید جس کی جلالت شان کا یہ عالم ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ سورہ حشر کی آیت 21 میں یوں فرماتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

ترجمہ: ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے' تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا، دبا ہوا' پاش پاش ریزہ ریزہ ہوتا' اللہ کے خوف و ہیبت سے۔''

پہاڑ اس کی ہیبت سے ریزہ ریزہ ہونے لگتے ہیں' تو جب اس کا نزول اس حساس قلب پر ہوا ہو گا جس کو اس کلام کی جلالت شان اور زہرہ گداز ذمہ داریوں کا سب سے زیادہ احساس تھا تو کیا وہ قلب لطیف لرزلرز نہ گیا ہو گا؟ یہ تو حال ہے ان تیاریوں کے بعد جو شق صدر سے فرمائی گئیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا و مدد ہمہ وقت موجود ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ ان حالات میں خوف وہراس۔ بے چینی واضطراب کا پیدا ہونا باعث حیرت نہیں۔ اس کا ہونا تو لازمی تھا بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو باعث صد حیرت وتعجب ہوتا۔

اور میرے نزدیک (اس کتاب کا مصنف) خوف وہراس، بے چینی واضطراب کی یہی صحیح ترین دلیل یا توجیہ ہے۔ ایسا ہونا کسی حکمت کے تحت رضائے الٰہی سے ہونا ضروری تھا کیونکہ جیسا کہ میں پہلے گزارش کر چکا ہوں اس

marfat.com

Marfat.com

سے پہلے حضور پرنور ﷺ کو شق صدر فرمایا گیا کہ نزول قرآن و وحی کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے اور اس کے باوجود اللہ تبارک تعالیٰ کی تائید و نصرت، مدد و رضا تو ہمہ وقت آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھیں اور ہیں۔

درج ذیل توجیہات میں بھی آپ کو یہی مفہوم ملے گا انہیں غور سے پڑھیے اور دل جمی سے سمجھیے۔

اس کی ایک اور خوبصورت، قابل فہم توجیہ حاضر خدمت ہے۔

اہل دل کو حضور ﷺ کے ساتھ اتنی قلبی و روحانی وابستگی ہے کہ وہ بعض اوقات یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ دل کا دھڑکنا، آپ کی عظمت و شان اور مقام قرب و حضور کے منافی ہے۔ وہ جب یہ پڑھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا قلب اطہر دھڑکنے لگا تو خود ان کا اپنا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی طرف اتنی سی نسبت بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ ان کے جذبات محبت و وارفتگی ہیں جس میں خیر ہی خیر ہے اور عشق و محبت کا جذبہ کارفرما ہے مگر حقیقت سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے تاکہ انہیں تسلی ہو اور وہ دھڑکنے کی اس نسبت کو منافی نبوت و عظمت تصور نہ کریں۔

بات یہ ہے کہ ہمارا جہان ''عالم ناسوت'' یعنی ایک مادی جہان ہے، جو عالم لاہوت کے مقابلے میں ہے، عالم لاہوت ایک جہان نور ہے، جس میں ملاء اعلیٰ کے فرشتے، انبیاء کرام اور دیگر نوری وجود رہتے ہیں جو طہارت و پاکیزگی کے پیکر اور نور و نکہت کے خوگر ہیں، قدرت کریم نے انہیں ظاہری باطنی پاکیزگی عطا کی ہے اور اپنا مقرب بنایا ہے۔

اس عالم نور کی مخلوق کے کچھ اپنے خصائص اور وہاں کے ماحول کے کچھ اپنے ضابطے اور آداب ہیں، عالم مادی کے باسی کے لئے ان سے تعلق ان کی دید اور ان سے استفادہ ممکن نہیں، یہاں تک وہ بھی ان ہی کے رنگ میں رنگا جائے اور نور و سرور کی پُر کیف فضاؤں سے مانوس ہو جائے۔ اگر اچانک کسی کے سامنے وہ جہان نور منکشف ہو جائے یا اس کی مخلوق کو وہ اصلی روپ میں دیکھ لے تو عام انسان کا اپنے حواس میں رہنا ممکن ہی نہیں، اور انبیاء کرام جیسے اہل نور کے قوائے فکر و شعور اور ذہن و دماغ پر بھی اس کا اثر ہونا لازمی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو اس جہان نور سے علیحدہ ہوئے، چالیس سال بیت چکے تھے، اس عالم ناسوت اور اس کی مخلوق کے ساتھ وابستگی اور تعلقات نے یہاں کا رہائشی بنا دیا تھا، آپ ﷺ بشریت کے تمام تقاضے پورے فرماتے تھے، جب اچانک اس جہان نور سے رابطہ قائم ہوا، اور وہاں کی عظیم الشان مخلوق نے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ظہور فرمایا، اور آپ کو جو ذمہ داری سونپی گئی اس کا تصور فرمایا اور جہلاء کی مخالفت اور عدم قبول حق کا خیال آیا تو دل دھڑکنے لگا۔ یہ بشری تقاضے کے عین مطابق تھا اور حضور پرنور ﷺ اس دنیا میں بشری روپ میں ہی جلوہ گر تھے، انسان تھے اور ایسے مواقع پر انسان کے دل کا دھڑکنا کسی تعجب کا باعث نہیں، اس لئے اگر آپ کا دل مبارک ان حالات میں دھڑکنے لگا تو یہ کوئی مقام و مرتبہ سے فروتر بات نہیں تھی۔ محبوب کے ساتھ رابطہ قائم ہو جائے بلکہ اس کی یاد ہی آ جائے تو دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ یہ دھڑکن لگن کی علامت ہے۔

Marfat.com

علماء محققین نے بھی بڑی خوبصورتی سے یہی بات کہی ہے اور یہی انداز اپنایا ہے بلکہ علامہ محمد صادق العرجون نے تو ''قد خَشِيتُ عَلَيَّ'' پر ایک اور خوبصورت زاویہ سے نگاہ ڈالی ہے۔

علماء محققین نے اس حدیث کے ان کلمات لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِي کی متعدد توجیہات پیش کی ہیں جو انشاء اللہ آپ کو بھی پسند آئیں گی۔

علامہ بدرالدین عینی نے اسے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

''حضور ﷺ کو اس بات پر اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس امر عظیم کی ذمہ داریوں کو آپ پوری طرح سے سرانجام نہ دے سکیں اور وحی کے اس بارگراں کے متحمل نہ ہو سکیں۔''

(عمدۃ القاری، علامہ عینی جلد 1 صفحہ 68)

علامہ ابن حجر نے بھی اسی توجیہ کو بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

''مبادا میں نبوت کے اس بارگراں کو اٹھا نہ سکوں۔'' (فتح الباری جلد 1 صفحہ 20)

علامہ محمد الصادق عرجون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف ''محمد رسول اللہ'' میں بحوالہ امام قسطلانی ''قَدْ خَشِيتُ عَلَيَّ'' کے جملہ کی ایک اور توجیہ پیش کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

قَدْ خَشِيتُ یہ واحد متکلم کا صیغہ نہیں بلکہ واحد مونث مخاطب کا صیغہ ہے اور یہاں حرف استفہام مقدر ہے اَقَدْ خَشِيتِ عَلَيَّ

لکھتے ہیں کہ رحمت کائنات ﷺ شرف نبوت سے مشرف ہونے کے بعد گھر تشریف لائے اپنی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرمائی۔ کیونکہ حضور انور نبی کریم ﷺ مقررہ وقت سے کافی دیر بعد تشریف لائے تھے اس تاخیر سے آپ بے چین ہو گئیں حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ تشریف لائے تو عرض کی اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اے ابوالقاسم (حضور ﷺ کی کنیت) حضور ﷺ اتنی دیر کہاں تشریف فرما رہے۔ میں تو تاخیر کے باعث بے چین ہو گئی تھی حضور ﷺ کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے لیکن جب وہ ناکام واپس آئے تو میری بے قراری میں مزید اضافہ ہو گیا، سرور کائنات نے اپنی رفیقہ حیات کو تسلی دینے کے لئے فرمایا ذرا میری طرف دیکھو۔ مَالِيَ؟ مجھے تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی میں تو بخیر و عافیت تمہارے سامنے موجود ہوں پھر اَقَدْ خَشِيتِ عَلَيَّ کیا تمہیں میرے بارے میں خوف و اندیشہ لاحق ہو گیا تھا؟ انہوں نے عرض کی كَلَّا؟ ہرگز مجھے کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہوا تھا چونکہ آپ ان صفات کمال سے متصف ہیں جو ہستی ایسے اوصاف حمیدہ سے متصف ہو اللہ تبارک تعالیٰ خود اس کا نگہبان ہوتا ہے وہ اسے رسوا نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں حرا کی خلوتوں میں جبرئیل کی آمد اور قرأت آیات قرآنی کے بارے میں بالتفصیل مطلع فرمایا۔

(محمد رسول اللہ، ابراہیم عرجون جلد 1 صفحہ 370، 371)

marfat.com
Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ تسلی آمیز کلمات ایک آئینہ حق نما ہیں جس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے نقوش جمیلہ پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان الفاظ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فرزانگی، حقیقت شناسی اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بے پایاں عقیدت کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔ بیویاں اپنے شوہروں سے بہت کم متاثر ہوتی ہیں دوسرے لوگ بڑے لوگوں کے صرف کمالات اور ان کی خوبیوں سے آگاہ ہوتے ہیں لیکن بیویاں ان کی ان کمزوریوں اور خامیوں پر بھی مطلع ہوتی ہیں جن پر ان کے بغیر اور کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و خلوت پر کامل آگاہی رکھنے والی خاتون، اپنے آقا کے ان محامد و کمالات کا نہایت بلیغ اور دلنشین انداز میں اظہار کر کے اپنی اس وارفتگی اور دلبستگی کا والہانہ اظہار کر رہی ہیں جس کی مثال تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک چچا زاد بھائی تھے جن کا نام ورقہ بن نوفل بن اسد عبدالعزیٰ تھا۔ یہ ان چند لوگوں میں سے تھے جو بت پرستی سے دل برداشتہ ہو کر تلاش حق میں گردونواح کے ممالک میں چلے گئے تھے وہاں جا کر ورقہ نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ آپ عبرانی زبان لکھنا جانتے تھے اور توریت و انجیل کے عالم تھے۔ آپ نے انجیل کو عبرانی رسم الخط میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ آپ کی عمر کافی زیادہ ہو گئی تھی بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی گویا نہ ہونے کے برابر تھی۔ حضرت خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ کے پاس آئیں (آپ احتراماً برائے ملاقات تشریف لائے) اور انہیں کہا۔

اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔

ورقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا فرمائیے! آپ کو کیا نظر آیا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجرا ان سے بیان کیا۔

یہ سب کچھ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا یہ وہی ناموس (جبرئیل) ہے جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں لوگوں نے اس سے دشمنی کی۔ اگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دن دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ کی پرزور مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہے۔ جلد ہی انتقال فرما گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور منصب نبوت پر فائز ہونے کے بارے میں یہ وہ جامع، مستند اور صحیح ترین روایت ہے جو صحیح بخاری سے نقل کر کے قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الخصائص الکبریٰ میں لکھتے ہیں

Marfat.com

چونکہ حضرت ورقہ بن نوفل نے سرکار دو عالم ﷺ کو پہچان کر ایمان لانے اور امداد کرنے کا اظہار کر دیا تھا اس لئے یہ خوش قسمت اور نیک بخت انسان ناجی (نجات پانے والے) اور جنتی ہے۔ حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ہم نے ورقہ بن نوفل کو ریشمی لباس میں دیکھا ہے کیونکہ وہ ہم پر ایمان لے آئے تھے اور تصدیق کر دی تھی۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 95)

امام شہاب الدین احمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواہب اللدنیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جسے امام یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے الانوار المحمدیہ میں یوں لکھا ہے۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حسین ترین صورت میں نمودار ہوئے آپ سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں انہوں نے آ کر کہا: اے محمد! اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ انہیں لا الٰہ الا اللہ کا نظریہ قبول کرنے کی دعوت دیں۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا' پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا وہاں سے انہوں نے وضو کیا مقصود یہ تھا کہ سرکار دو عالم حضور انور ﷺ دیکھ لیں وضو کا طریقہ کیا ہے چنانچہ اس نے سرکار سے عرض کی: آپ بھی اسی طرح وضو کریں۔ پھر جبریل امین نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور سرکار دو عالم حضور پُر نور ﷺ سے کہا آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے آپ ﷺ کو وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ (الانوار المحمدیہ من المواہب صفحہ 41)

حضور ﷺ جب گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو منصب رسالت عطا کئے جانے کی خوشخبری سنائی اور بتایا کہ آپ کو تخت و تاج نبوت کا تاجدار بنا دیا گیا ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خوشی سے بے خود ہو گئیں۔

پھر نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کو بھی حکم دیا کہ وضو کریں اور نماز پڑھائی جس طرح حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پڑھائی اور سکھائی تھی۔ (الانوار المحمدیہ من المواہب صفحہ 41)

marfat.com
Marfat.com

وحی

اب وحی، نبی، نبوت اور رسالت کی اصطلاحات کی مختصراً تعریف وتشریح ہو جائے تو قارئین کرام کے لئے بہت زیادہ مفید ہوگا۔ کیونکہ سیرت نبوی کو سمجھنے کے لئے ان کلمات کی ماہیت پر آگاہی ضروری ہے جب تک ان کلمات کا صحیح مفہوم ذہن نشین نہ ہوتو جگہ جگہ پر الجھنیں انسان کے ذہن کو پراگندہ کرنے کے لئے موجود ہوتی ہیں۔

وحی کے مراتب

حیات مبارکہ کی تفصیلات شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ وحی کا معنی، اس کے نزول کی صورتیں اور کیفیات کو سمجھ لیا جائے کیونکہ یہی رسالت کا مصدر اوراس کی بنیادی خصوصیت ہے۔

وحی کا معنی

وحی کا معنی اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا یا پہنچانا، دل میں ڈالنا اور دوسروں سے چھپا کر بات کہنا نیز جو کچھ بھی کسی دوسرے کے خیال میں ڈالا جائے وحی کہلاتا ہے۔

لیکن وہ وحی جو اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اس کی تشریح صاحب المنار نے یوں کی ہے۔

وہ وحی جو اللہ تبارک تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کی طرف کرتا ہے اس سے مراد وہ علم ضروری اور بدیہی (ظاہر۔ جس میں دلیل کی حاجت نہ ہو) ہے جو منجانب اللہ تبارک تعالیٰ انبیاء کرام کے دلوں میں پیدا کر دیا جاتا ہے اور جسے دوسرے لوگوں سے مخفی رکھا جاتا ہے۔ اور اس وحی کے القا سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ انبیاء کرام کی ارواح میں ایسی استعداد (صلاحیت، قوت، قابلیت) پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے وہ اس وحی کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں چاہے وہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا بغیر کسی واسطہ کے۔ (المنار، جلد 6 صفحہ 68)

وحی قرآن کی صورت میں متلو اور جلی ہو یا حدیث کی صورت میں غیر متلو اور خفی ہو، ذہنوں میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ وہ کن کن صورتوں اور کن کن شکلوں میں حضور ﷺ پر نازل ہوتی رہی، اس سوال کے جواب پر غور کریں تو وحی کی نوعیت سے قطع نظر آٹھ صورتیں بیان کی جاسکتی ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق نزول وحی کے عمومی

Marfat.com

حال سے ہے اور باقی تین خصوصی حال سے متعلق ہیں، جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بیان کیا ہے۔

نزول وحی کی عمومی صورتیں

1- سچے خواب

پہلی صورت یا حالت جس میں حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا' اس کا تعلق ان رویائے صادقہ سے ہے جو خواب یا نیند کی حالت میں آپ کو پیش آتے تھے۔ ایسا اعلان نبوت سے قبل کے ابتدائی ایام میں ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرما رہے ہوتے تو سوتے میں سچے خواب دکھائی دیتے' جن کی تعبیر آپ بیداری کی حالت میں دیکھ لیتے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث کے الفاظ ہیں' آپ فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز جس چیز سے ہوا وہ سچی خوابیں تھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں رات کو جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر دن کو صبح کے اجالے کی طرح سامنے آجاتی۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 2 باب بدأ الوحی)

انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے کہا۔

اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تو بتا، تیری کیا رائے ہے۔ (سورہ صفت آیت 102)

اس خواب کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وحی الٰہی سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یہی حال دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

انبیائے کرام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو)

2- دل میں ڈالنا

وحی کی دوسری صورت القاء فی القلب کی ہے یعنی فرشتہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور میں جاگتے میں کوئی بات القاء کر دیتا۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

وحی کی دوسری قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کلام القاء کیا جانا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ روح القدس میرے دل پر کلام القاء کرتا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن جلد 1 صفحہ 44)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی کہ کوئی نفس مر نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کر لے

marfat.com
Marfat.com

اس لئے اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور طلب رزق میں بہتر طریق اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اسے اللہ کی معصیت (نافرمانی' رضا کے خلاف) کے ذریعے تلاش کرو کیونکہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ (زاد المعاد، ابن قیم جلد 1 صفحہ 79)

وحی کی اس صورت کے دوران آپ ﷺ آلات جسمانیہ کو بالکل معطل فرما کر صرف قوائے روحانی اور حواس قلبی سے کام لیتے تھے۔ اس وقت آپ دل کی آنکھوں سے فرشتے کو دیکھتے اور دل کے کانوں سے اس کی آواز سنتے تھے۔

3- گھنٹی کی مثل آواز

وحی کی تیسری صورت گھنٹی کی مثل آواز کی ہوتی تھی۔ حضور انور ﷺ آرام فرما ہوئے تو یکا یک گھنٹی کی آواز سے آپ کے کان مبارک آشنا ہو جاتے اور خدا کا کلام گھنٹی کی آواز کی صورت میں آپ کے قلب مبارک میں جاگزیں ہو جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

کبھی کبھی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 2، باب بدا الوحی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نزول وحی کی کیفیت جب ختم ہو جاتی تو سخت سردی کے دنوں میں بھی آپ کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا۔

(صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ)

اگر سواری کی حالت میں وحی آ جاتی تو سواری کا اونٹ بیٹھ جاتا اور گردن زمین کے ساتھ لگا دیتا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 118)

کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور نبی کریم ﷺ پر اس حال میں وحی آئی کہ میرا زانو آپ کے زانوئے مبارک کے نیچے تھا مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرا زانو ٹوٹ جائے گا۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر، باب لا یستوی القاعدون حدیث 4316)

وحی کی صورتوں میں اختلاف اقتضائے وحی کے مطابق ہوتا تھا مثلاً اگر وحی وعدہ خیر اور بشارت میں نازل ہوتی تو فرشتہ آدمی کی صورت میں آتا، اور اگر وحی وعید شر اور کسی امر سے ڈرانے کے بارے میں نازل ہوتی تو صلصلۃ الجرس (گھنٹی کے بجنے کی آواز) کی مثل ہوتی۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 234)

Marfat.com

4-فرشتے کا آدمی کی شکل میں آنا

وحی کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں یوں بیٹھے ہوتے جیسے چاند ستاروں کے جھرمٹ میں ہوتا ہے تو جبرئیل امین بشری لباس میں کسی غلام کا روپ دھار کر آپ کے قدموں میں آبیٹھتے اور محبوب کا کلام آقائے کائنات ﷺ تک پہنچا دیتے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور پرنور ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی تو وہ گھنٹی کی آواز کی صورت میں آتی ہے اور بسا اوقات فرشتہ میرے سامنے آدمی کی شکل میں آتا ہے وہ مجھ سے کلام (وحی) کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں یاد کرلیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، باب بدأ الوحی)

احادیث مبارکہ میں ہے کہ اکثر و بیشتر حضرت جبرئیل پیغام خداوندی بصورت وحی لے کر حضور ﷺ کے ایک جانثار صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔

حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو جبرئیل علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔

(الاستیعاب، ابن عبد البر القرطبی علامہ عبد البر القرطبی جلد 1 صفحہ 168)

5- اللہ تبارک تعالیٰ کا بلا واسطہ (پردے کے پیچھے سے) وحی فرمانا

وحی کی ایک صورت اللہ تبارک تعالیٰ کے فرشتے کے واسطے کے بغیر بھی آپ ﷺ سے براہ راست گفتگو فرمانا ہے۔جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تھی۔سورہ نساء آیت 164 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا ۝

اور اللہ تبارک تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔(سورہ نساء آیت 164)

وحی کی یہ صورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے نص قرآنی سے قطعی طور پر ثابت ہے۔لیکن نبی اکرم ﷺ کے لئے اس کا ثبوت (قرآن کی بجائے) معراج کی حدیث میں ہے۔(زاد المعاد، ابن قیم جلد 1 صفحہ 80)

نزول وحی کی خصوصی صورتیں

وحی الٰہی کی مذکورہ پانچ عمومی صورتوں کے علاوہ تین خصوصی صورتیں بھی تھیں جو پیغام خداوندی کی ترسیل کے لئے حضور انور ﷺ کی ذات ستودہ (عالی) صفات سے مختص تھیں۔ یہ صورتیں درج ذیل ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

1-فرشتے کا اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہونا

وحی الٰہی کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ فرشتے (جبرئیل) کو اس کی اصلی اور پیدائشی صورت میں دیکھتے تھے۔ اور اسی حالت میں وہ اللہ تبارک تعالیٰ کی حسب مشیت آپ کی طرف وحی کرتا تھا۔ یہ صورت آپ کے ساتھ دو مرتبہ پیش آئی۔ جس کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ النجم میں فرمایا ہے۔

(زاد المعاد جلد 1 صفحہ 80)

حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصلی اور پیدائشی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمانہ بعثت میں فترت وحی کے بعد اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرہ کے پاس۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ نے جبرئیل امین کو اس کی اصلی صورت میں دو ہی بار دیکھا ہے۔ ایک بار اس وقت جب کہ آپ ﷺ نے خود ان سے ان کے اصلی شکل وصورت میں ظاہر ہونے کے لئے کہا اور انہوں نے دکھایا تو آسمان کے کنارے ان سے بھر گئے اور دوسری بار شب معراج میں سدرہ کے پاس۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 230)

بعض علماء کرام کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت حقیقی ہے اور دوسری مثالی ہے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی حقیقی صورت کو نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا دیکھنا ثابت نہیں ہے۔ یعنی یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت ہے جبکہ مثالی صورت کو دیگر انبیائے کرام نے، بلکہ بعض صحابہ عظام رضی اللہ عنہم نے بھی دیکھا ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 234)

2-شب معراج کی وحی

وحی الٰہی کی ایک صورت وہ وحی ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے معراج کی رات آپ ﷺ پر نماز کی فرضیت وغیرہ کے سلسلے میں فرمائی۔ جب کہ آپ آسمانوں کے اوپر تھے۔ (زاد المعاد جلد 1 صفحہ 18)

3-اللہ تبارک تعالیٰ کی بلا واسطہ و بلا حجاب وحی

وحی الٰہی کی ایک صورت اللہ تبارک تعالیٰ کا بلا واسطہ و بلا حجاب وحی فرمانا ہے۔ حضور انور سرورِ دو عالم ﷺ کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور بلا واسطہ کلام فرمایا چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا۔

''میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس (کے وصول فیض) کی ٹھنڈک اپنی

Marfat.com

دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی' پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور ہیں''۔

(سنن دارمی، کتاب الرویا، باب فی رویۃ الرب تعالیٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 161)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

کہ حضور انور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 307)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلاشبہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے (شب معراج میں) اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 232)

شب معراج میں حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ قرب کے اس مقام پر پہنچے کہ وہاں تک جبرئیل امین کو تو کیا' کسی مخلوق کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی وہاں اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ حجاب نہ تھا۔ سورہ نجم کی آیت مبارک 10 میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد پاک ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○

پھر اس نے اپنے بندہ خاص کو وحی کی جو کی۔ (سورہ نجم آیت 10)

نبی

مولانا بدر عالم، ''ترجمان السنّت'' میں حافظ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ

نبی کا لفظ نباء سے بنا ہے یا نکلا ہے اور لغت میں انباء گو ہر چیز کے لئے استعمال ہو سکتا ہے لیکن اس کا عام استعمال اب صرف غیب کی خبروں کے زمرے میں ہونے لگا ہے۔

اس لحاظ سے نبی اللہ یعنی جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے نبی بنایا ہو اور اس کو غیب کی خبریں دی ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ (ترجمان السنّت جلد 4 صفحہ 441)

رسول

علامہ ابن منظور، ''لسان العرب'' میں لفظ رسول کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول کا معنی لغت میں

marfat.com
Marfat.com

یہ ہے کہ جس نے اس کو بھیجا ہے اس کی اخبار (غیب کی خبروں) کی پیروی کرے۔

اور اردو انسائیکلو پیڈیا یعنی کہ دائرۃ المعارف اردو میں لفظ رسول کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

جو اپنے بھیجنے والے کے احوال و واقعات کی مطابقت کرے۔ عام استعمال میں یہ لفظ قاصد، ایلچی یا پیغام لانے والے کے لئے بولا جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں رسول سے مراد اللہ کا وہ برگزیدہ بندہ ہے جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے بنی نوع انسان تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ (دائرہ المعارف اردو جلد 10 صفحہ 251، 252)

نبوت

نبوت اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیا اور آخرت کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ نبی کیونکہ ایسی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے اس لئے یہ (نبی) فاعل اور مفعول دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(المفردات، لفظ نبی۔ ضیاء القرآن جلد 4 صفحہ 9، 10)

نزولِ وحی کا آغاز

جس طرح پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وحی کا آغاز سچی خوابوں کے دکھائے جانے سے ہوا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بیہقی سے مروی ہے کہ رؤیا صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی اور اس کی ابتداء ربیع الاول شریف میں ہوئی جب کہ تاجدارِ کائنات سرورِ دوعالم ﷺ کی عمر مبارک پوری چالیس سال ہوگئی۔ بیداری کی وحی کا آغاز ماہ رمضان المبارک میں ہوا۔ (فتح الباری، جلد 1 صفحہ 22)

لیکن اس بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ کون سا مہینہ ہے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو شرف نبوت سے سرفراز فرمایا اور نزول وحی کا آغاز ہوا۔

ایک گروہ کی رائے ہے کہ ماہ ربیع الاول میں یہ شرف بخشا گیا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ماہ رمضان میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ماہ رجب میں۔ لیکن نصوص قرآنی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ نزول قرآن کی ابتداء رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوئی۔

سورہ بقرہ کی آیت مبارک 185 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

''رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (بقرہ آیت 185)

سورہ قدر کی پہلی آیت مبارک میں ارشاد رب للعالمین یوں ہے۔

''بے شک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔'' (سورہ قدر آیت 1)

Marfat.com

اور یہ امر مسلم ہے کہ لیلۃ القدر ماہ رمضان کی ایک رات ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ نزول وحی کا آغاز کس تاریخ کو ہوا۔ بعض نے سات۔ بعض نے سترہ بعض نے اٹھارہ رمضان المبارک کی تاریخیں مقرر کی ہیں لیکن اگر ہم اس تاریخ کے تعین کے لئے آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر اعتماد کریں تو یہ الجھن بآسانی حل ہو جاتی ہے۔

نص قرآنی سے ثابت ہے کہ نزول قرآن کا آغاز ماہ رمضان میں ہوا۔ یہ بھی آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ جس رات میں اس کا نزول ہوا اس رات کا نام لیلۃ القدر ہے۔ اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور ﷺ نے پہلے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو مزید کرم فرمایا اور امت کی سہولت کے پیش نظر اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ترغیب دی۔

ان آیات اور روایات کے مطالعہ سے ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ نزول قرآن کا آغاز ماہِ رمضان کی اکیسویں۔ تیئسویں۔ پچیسویں۔ ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوا۔ ان پانچ راتوں میں سے وہ کون سی مخصوص رات ہے جس کو یہ لافانی خدائی شرف واعزاز نصیب ہوا تو اس بارے میں بھی زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ایک اور حدیث پاک ہمیں اس الجھن سے نکالنے کے لئے کافی ہے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ ہر سوموار کو عام طور پر روزہ رکھا کرتے تھے، حضرت ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سوموار کے دن اکثر روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کہ اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مبعوث ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔''

(صحیح مسلم)

اب ان پانچ راتوں میں سے یہ دیکھنا ہے کہ سوموار کی رات کون سی تھی۔ اگر یہ معلوم ہو جائے تو پھر یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ تقویم علمی کے حساب سے اس آخری عشرہ میں سوموار کی دو راتیں بنتی ہیں ایک اکیسویں اور ایک اٹھائیسویں۔ طاق رات کیونکہ اکیسویں ہے اس لئے ان دلائل کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مناسب ہے کہ اکیس رمضان المبارک کی بابرکت رات میں نزول قرآن کا آغاز ہوا۔ یعنی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے سرِاقدس پر ختم نبوت کا تاج سجا کر اور رحمۃ للعالمینی کی خلعت فاخرہ پہنا کر اکیس (21) رمضان المبارک کی رات کو خفتہ بخت انسانیت کی تقدیر کو جگانے کے لئے مبعوث فرمایا۔

فَترتِ وحی

فَترتِ وحی سے مراد وہ زمانہ، وقت، مہینے یا دن ہیں جو پہلی وحی اور دوسری وحی کے درمیان گزرا ہے اور اس دور کو فترتِ وحی کا دور کہتے ہیں۔ اس کو آپ دورِ فترتِ وحی یا وحی کی بندش کا زمانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

یہ بات وضاحت سے لکھی جا چکی ہے کہ جب حضور انور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے چالیس سال پورے ہو گئے تو ماہ ربیع الاول میں آثار نبوت کا ظہور سچے خوابوں کی صورت میں شروع ہو گیا۔ چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر رمضان المبارک کے مہینہ میں جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غار حرا کی خلوتوں میں گوشہ نشین تھے، عبادت و ذکر الٰہی اور کائنات میں ہر طرف بکھری ہوئی نشانیوں یعنی آیات ربانی میں غور و تدبر میں شب و روز منہمک تھے، اس ماہ کی ایک بابرکت رات کی ایک سعید ترین ساعت میں نزول وحی کا آغاز ہوا اور جبرئیل امین نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ربّ قدوس ربّ العالمین کا پہلا روح پرور پیغام پہنچایا۔ اور وہ پیغام سورہ علق کی ابتدائی آیات مبارک 1 تا 5 پر مشتمل ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ (سورہ علق آیات 1 تا 5)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے کریم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

پہلی وحی کے نزول کے بعد، کچھ عرصہ کے لئے نزول وحی کا سلسلہ موقوف کر دیا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمتیں تو بے شمار ہیں لیکن ہمیں جو حکمت معلوم دیتی ہے وہ یہ کہ اس سے دو فوائد حاصل ہوں،

1 - اچانک فرشتے کے ظہور اور وحی کے ثقل سے نیز مستقبل کی ذمہ داری اور فرائض نبوت کی انجام دہی کے احساس سے جو رعب سا طاری ہو گیا ہے وہ زائل ہو جائے۔

2 - اور اس کی جگہ شوق اور انتظار لے لے، کیونکہ وحی، قول ثقیل ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ پر لذت، خوش کن، راحت بخش، سرور انگیز کیفیت، پاکیزہ سرور و کیف و مستی سے پر، انتہائی دلکش، پرکشش اور شدت سے اپنی طرف راغب و مائل کرنے والی بھی ہے اور جس میں ایک مستقل کیفیت سرور اور "مقام حضور" بھی ہے، جو انتہائی قرب کا ترجمان ہے، اس لئے طبعی طور پر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ رابطہ اور تعلق ضرور قائم ہو جائے چنانچہ یہی ہوا، وہ جو اضطراب یا رعب کی کیفیت تھی وہ تو بہت جلد زائل ہو گئی اور اس کی جگہ یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ پیغام بر پھر آئے اور اس کا پیغام پہنچائے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمت سے اس عمل تسلسل وحی میں جان بوجھ کر تاخیر کی گئی یہاں تک کہ انتظار کے شوق کی جگہ اضطراب نے لے لی، اور یہ اضطراب شدت اختیار کر گیا۔

یہ تاخیر، یہ دوری، یہ بے اعتنائی، یہ وقفہ وحی، بے مقصد نہ تھا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ شوق دید کو فزوں سے فزوں تر کرے، طلب و تڑپ اور بڑھے اور شوق دید انتہائی حدوں کو چھو لے اور پھر اسے سامنے پا کر خائف ہونے کی بجائے خوش ہوں اور اس کے ظہور کو غنیمت و نعمت سمجھیں۔ اور اس سے لازوال سرور و شادمانی ہی

Marfat.com

حاصل کریں۔

کان مبارک الہام، آواز غیب، پیغام الٰہی اور دیگر غیب کی لذتوں سے آشنا ہو چکے ہیں۔ روح اس پیغام کی لطافتوں کا مزا چکھ چکی ہے۔ دل بے قرار کو ان پیارے پیارے جملوں میں سکون و اطمینان کا ایک گراں بہا خزانہ مل گیا ہے۔ غار حرا کا خلوت نشین اس لطف عظیم و کریم کے لئے سراپا انتظار ہے وہ لمحہ اب کب آتا ہے جب محبوب حقیقی کی دل نواز صدا فردوس گوش بنے گی۔ روح کو قرار اور دل کو چین نصیب ہوگا۔ کئی راتیں گزر گئی ہیں کئی دن بیت گئے ہیں لیکن وہ سعادت آگیں گھڑی دوبارہ نہیں آئی۔ معلوم نہیں وہ قاصد فرخندہ فر، قاصد خیر و سکون ازل کب آئے گا۔ اور اس دوران دل مضطرب کا کیا حال ہوگا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ بے قراری اور بے چینی گوارا نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد (چالیس روز کے وقفہ کے بعد) نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کا ذکر امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یوں کیا ہے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جب فترۃ وحی کی حدیث بیان کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دریں اثناء میں (حراء سے واپسی پر وادی میں) چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ میں نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھا کر دیکھا تو اچانک مجھے وہ فرشتہ نظر آیا جو حراء میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اسے اس حالت میں دیکھ کر میں مرعوب سا ہو گیا پھر میں گھر لوٹ آیا میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو جب میں چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ مدثر کی 1 تا 5 آیات مجھ پر نازل فرمائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○

ترجمہ: ''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیئے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے پروردگار ہی کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے لباس کو پاک رکھئے اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہیے۔'' (سورہ مدثر آیات 1 تا 5)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق فزوں تر ہو گیا۔ آپ قبول وحی کے لئے دل و جان سے تیار ہو گئے پھر جونہی وحی نازل ہوئی تو آپ میدان عمل میں اتر آئے۔ حق نے باطل کے ساتھ زبردست تصادم کا تاریخی سلسلہ شروع کر دیا اور پھر وحی بھی لگاتار نازل ہونے لگی۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں ''حمی الوطیس'' ''یعنی وحی کا تنور گرم ہو گیا'' یعنی کہ وحی الٰہی کے نزول میں سرگرمی اور تیزی پیدا ہوگئی اور بندش کا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

وحی کتنا عرصہ بند رہی (فترت وحی کی مدت)

اب ہم دوسرے سوال پر غور کرتے ہیں کہ فترۃ الوحی کا سلسلہ کتنے عرصہ تک جاری رہا۔ اس کے بارے

marfat.com
Marfat.com

میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

امام احمد نے اپنی تاریخ میں شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے۔

''کہ فترۃ الوحی کی مدت تین سال تھی۔''

امام سہیلی نے اڑھائی تک سال کی مدت بتائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ یہ مدت چالیس روز تھی۔

تفسیر ابن جوزی میں پندرہ دن اور مقاتل نے یہ مدت تین دن بتائی ہے۔

امام محمد بن یوسف الصالحی یہ اقوال لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

بارگاہ الٰہی میں جو مقام پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اس کے پیش نظر یہ آخری قول (تین دن) زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس قول کے جو سہیلی نے کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

''بعض لوگوں نے شعبی کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے فترۃ کی مدت اڑھائی سال قرار دی ہے لیکن شعبی کی روایت مرسل ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت کے معارض ہے جس کو ابن سعد نے آپ سے نقل کیا ہے۔

شعبی کی اس روایت کے برعکس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی روایت میں فترۃ وحی کی مدت صرف چالیس روز بتائی ہے جیسے ابن سعد نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور یہ روایت کیونکہ مرفوع ہے اس لئے شعبی کی روایت سے اقویٰ اور ارجح ہے''۔ (فتح الباری، کتاب تعبیر جلد ۱ صفحہ 313)

یہ تحقیق کہ قرآن کریم کی کون سی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ اور ان کے بعد کون سی آیات مبارک نازل فرمائی گئیں، بھی ہمیں مدت فترت وحی کو سمجھنے میں رہنمائی کرے گی۔

مشہور روایت تو یہ ہے کہ سورہ علق کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہونے والی آیتیں ہیں۔ چند روایات میں یہ مذکور ہے کہ سورہ مدثر کی ابتدائی آیات کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اور بعض روایات میں سورہ والضحیٰ کو سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت کہا گیا ہے۔

ان مختلف روایات کی تطبیق (میں مطابقت، موافقت) یوں کی گئی ہے کہ حقیقی اولیت کا شرف تو سورہ علق کی پہلی پانچ آیات مبارک کو حاصل ہے اور فترۃ وحی کے اختتام پر سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئیں وہ سورہ المدثر کی پہلی پانچ آیات مبارک ہیں۔ کیونکہ صحیحین (صحاح ستہ) کی روایت اسی کی تائید کرتی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

''سورہ مدثر کو اوّل اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ فترۃ وحی کے بعد سب سے پہلے اس کا نزول ہوا۔

Marfat.com

ورنہ مطلقاً اولیت کا شرف سورہ علق کی پہلی پانچ آیات مبارک کو حاصل ہے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 412)

پھر کچھ عرصہ بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بیمار ہو گئے۔ علالت کی وجہ سے رات کا قیام بھی نہ ہو سکا جس پر ایک مشرک (کافر) عورت نے بڑی بے حیائی کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ جو صحیح بخاری میں بایں الفاظ مروی ہے۔

''جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور دو یا تین راتیں قیام نہ فرما سکے۔ پس ایک مشرک عورت آئی اور کہنے لگی یا محمد (ﷺ) میں خیال کرتی ہوں کہ (نعوذ باللہ) تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ اور دو تین رات سے تیرے قریب نہیں آیا (اس دلخراش اور نازیبا جملہ سے سرکار دو عالم ﷺ کے قلب نازک کو جو تکلیف ہوئی ہو گی اس کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں) اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دلجوئی کے لئے یہ سورہ مبارکہ (والضحیٰ) نازل فرمائی۔'' (صحیح بخاری، کتاب تفسیر سورہ ضحیٰ)

ان تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وحی کا آغاز سورہ علق کی پہلی پانچ آیات مبارک (آیات 1 تا 5) سے ہوا۔

کچھ عرصہ (چالیس روز، کم سے کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ چالیس روز) کے لئے نزول وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ جب از سر نو وحی کا نزول شروع ہوا تو پہلے سورہ مدثر کی پہلی پانچ آیات مبارک نازل ہوئیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کا مزاج مبارک، بابرکت ناساز ہو گیا جس کی وجہ سے قیام لیل کا عمل موقوف ہو گیا۔ اس چند دن کے قلیل دورانیہ میں کفار نے طعن و تشنیع کے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد سب سے پہلے سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جس میں بڑے پیارے انداز میں رب کائنات نے اپنے محبوب کو دلاسے دیئے اور دلجوئیاں فرمائیں اور اپنے محبوب کے لئے ایک ایسے مستقبل کی وعید فرمائی جو روز بہ روز ترقی پذیر خوشیوں، کامیابیوں، کامرانیوں اور مختلف النوع اعزازات سے اس قدر مالا مال ہے کہ آپ ﷺ اپنے رب کریم کے بے کراں فضل وکرم سے راضی ہو جائیں گے یعنی اللہ تبارک تعالیٰ وہ کریں گے جو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رضا ہو۔

وحی کی بندش کے بارے میں ''رحیق المختوم'' کتاب سیرت میں صفحہ 101 اور 102 پر یوں درج ہے۔

رہی یہ بات کہ وحی کتنے دنوں تک بند رہی تو اس سلسلے میں ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ بندش چند دنوں کے لئے تھی اور سارے پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد یہی بات راجح بلکہ یقینی معلوم ہوتی ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ وحی کی بندش تین سال یا ڈھائی سال تک رہی تو یہ قطعاً صحیح نہیں۔

رحیق المختوم صفحہ 102 پر یوں درج ہے۔

marfat.com

Marfat.com

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی بندش وحی کا واقعہ سنا۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے۔

''میں چلا جارہا تھا کہ مجھے اچانک آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وحی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ پھر میں نے اپنے اہل خانہ کے پاس آکر کہا۔ مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے مجھے چادر اوڑھا دی۔ اس کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ مدثر کی پہلی پانچ آیات مبارک نازل فرمائی۔ پھر نزول وحی میں گرمی آگئی اور وہ پیاپے نازل ہونے لگی۔'' (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب والرجز فاہجر جلد 2 صفحہ 733)

اس روایت کے بعض طرق کے آغاز میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے حرا میں اعتکاف کیا اور جب اپنا اعتکاف پورا کر چکا تو نیچے اترا۔ پھر جب میں بطن وادی سے گزر رہا تھا تو مجھے پکارا گیا......الخ۔''

اہل سیر، اہل سیرت کی تمام روایات کے مجموعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے تین سال حرا میں رمضان کا اعتکاف کیا تھا اور نزول وحی والا رمضان تیسرا یعنی آخری رمضان تھا اور آپ ﷺ کا دستور تھا کہ آپ ﷺ رمضان کا اعتکاف مکمل کر کے پہلی شوال کو سویرے ہی مکہ آجاتے تھے۔ مذکورہ بالا روایت کے ساتھ اس بات کو جوڑنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سورہ مدثر کی پہلی پانچ آیات مبارک والی وحی، پہلی وحی کے دس دن بعد یکم شوال کو نازل ہوئی تھی۔ یعنی بندش وحی کی کل مدت دس دن تھی۔ واللہ اعلم۔

قارئین کرام!

پہلی وحی مبارک اور دوسری وحی مبارک کے درمیان جو دن گزرے یعنی کہ فترت الوحی یا وحی کی بندش کے دن وقت یا زمانہ پوری چھان بین کے بعد جو مصدقہ ہے وہ کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا دورانیہ ہے۔

فترت الوحی (بندش وحی کا دورانیہ) کے بارے میں آپ ایک دفعہ اور پڑھ لیں اور اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ بندش وحی کا دورانیہ کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا ہے۔ کیونکہ اب میں ایک روایت کے بارے میں آپ کو اپنے خیالات گوش گزار کروں گا اور ان خیالات ورائے کو سمجھنے میں ''بندش وحی کا دورانیہ'' مدد دے گا یا آپ میری بات کی صداقت کو آسانی سے جان جائیں گے، مان جائیں گے۔

سیرت طیبہ کی اکثر کتابوں میں اس روایت کا ذکر ہے بس کچھ الفاظ کا ردوبدل ہے لیکن مجموعی مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ وہ روایت بھی بعد میں نقل ہوگی لیکن پہلے سیرت کی ایک دو کتابوں سے اس روایت کو بیان کرنے کے ایک دو نمونے جو اس حدیث کی بنا پر لکھے گئے پیش خدمت ہیں۔ یہ نمونے پیش کرنے کا بھی میرا

Marfat.com

مقصد یہی ہے کہ آپ میرے نقطہ نظر کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور میرے ہم خیال ہو جائیں کہ اسی میں انسان ہونے کی، انسانیت کی عظمتیں ہیں۔

1- سیرت الرسول، طاہر القادری جلد 3 صفحہ 221 'پر مذکورہ ذیل روایت کی بنا پر یوں بیان درج ہے:

''شوق فراواں کے باعث صورت حال یہ ہوگئی کہ آپ نے فیصلہ کرلیا کہ اگر ''پیغام یار'' نہ آیا تو آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی سے کود جائیں گے اور واقعی آپ ﷺ اس ارادے سے پہاڑ پر چڑھ گئے مگر اچانک وہ پیکرِ نور نمودار ہو گیا۔''

2- الرحیق المختوم، صفی الرحمان صفحہ 101 'پر مذکورہ ذیل روایت کی بنا پر یوں بیان درج ہے:

''وحی بند ہوگئی جس سے رسول اللہ ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں۔ لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کو لڑھکا لیں تو حضرت جبرئیل نمودار ہوتے۔''

مذکورہ روایت عربی زبان میں امام بخاری نے ''کتاب تعبیر'' میں جن الفاظ میں بیان کی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

''کچھ عرصہ کے لئے نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا جس سے حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ از حد غمگین ہوئے کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس لئے گئے کہ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے پھینک دیں جب بھی اس خیال سے حضور ﷺ پہاڑی کی کسی چوٹی پر پہنچتے 'تو جبرئیل سامنے نظر آنے لگتے اور یہ کہتے (یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَقًّا) اے محمد! آپ بلاشبہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضور انور ﷺ کے دل کو قرار آتا اور جبرئیل کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور حضور پُرنور ﷺ واپس چلے آتے۔ پھر جب کچھ وقت گزر جاتا اور وحی کا سلسلہ منقطع رہتا تو حضور ﷺ پھر بے چین اور مضطرب ہو کر پہاڑ کی کسی چوٹی کا رخ کرتے تا کہ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں 'جبرئیل پھر نمودار ہو کر وہی تسلی آمیز جملہ دہراتے۔''

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے سبب کسی نے لکھا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے لڑھک جائیں

کسی نے لکھا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے کود جائیں۔

کسی نے لکھا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں۔

اور اس سے پہلے آپ ﷺ کی کیفیت کو از حد غمگین، اس قدر غمگین، مایوسی کا عالم، بے یقینی کی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔ ایک محترم عالم نے شوق فراواں اور چوٹی سے کود جانے کو اکٹھا کر دیا ہے جبکہ یہ دونوں متضاد ہیں۔

قارئین کرام یہاں میرا مقصد تنقید کرنا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ لفظ' الفاظ' معنی' مفہوم کیسے بدل جاتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں اور کیوں بدل جاتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اس روایت کے یہ تکلیف دہ' غیر معیاری' گرے ہوئے الفاظ اصل روایت یا ابتدائی روایت میں موجود ہوں۔

بہت ممکن ہے کہ یہ الفاظ اصل سے نقل کرتے وقت نادانستہ یا دانستہ در آئے ہوں (اس میں آگئے ہوں)۔ یہ سرمایہ حیات طیبہ تو سب سے پہلے عربی زبان میں ہی مدوّن کیا گیا تھا' لکھا گیا تھا' جمع و ترتیب دیا گیا تھا۔

پہلے اس کام کو محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور پھر اُس کے کوئی پچاس ساٹھ سال بعد علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کام کو مزید بہتر طریقے سے لکھا اور ترتیب دیا۔

پھر وقت رفتہ کے ساتھ نہ جانے کس کس نے اس علمی خزانے سے حسب ضرورت نقل کیا۔ نقل کرتے وقت غلطیاں بھی رہ جاتی ہیں' ہو جاتی ہیں اور اکثر لوگ مشکل کو آسان فہم بنانے کے لئے کچھ الفاظ کا ردّ و بدل بھی کر جاتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین اسلام جزیرہ عرب کی حدوں سے باہر نکل کر چاروں اطراف پھیل گیا۔ کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں مملکت اسلامیہ کا حصہ بن گئیں۔ دین متین کے پھیل جانے کے ساتھ ساتھ اس سیرت طیبہ اور تاریخ اسلام کے علمی سرمایہ کا ترجمہ فارسی' انگریزی' عبرانی' لاطینی' ہندی' اُردو وغیرہم زبانوں میں ہوا۔ اتنے مراحل سے گزرنے میں کچھ الفاظ کا بدل جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن کسی مثبت خیال' نیک بات کا منفی خیال اور بری بات سے بدل جانا تو بہت بڑی بات ہے' بہت بری بات ہے اور مسلمانوں کے ایمان و وحدت کو کمزور کرنے والی بات ہے جو کسی صورت قابل قبول نہیں ہے۔

علماء کرام' مترجم مہربانوں کی ذراسی لاپرواہی' غفلت سے لفظ' الفاظ معنی و مفہوم کیسے بدل جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت میں قرآن حکیم کی دو آیات میں لفظ ''مکر'' اور ''قوم'' کے غیر محتاط ترجمے کی مثال دے کر کروں گا۔ ان لفظوں کے یہ غیر محتاط' غیر معیاری ترجمے میں نے خود پڑھے ہیں' آپ نے بھی شاید پڑھے ہوں۔ ان مترجمین کے میں یہاں نام ظاہر نہیں کروں گا کیونکہ ایسا کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اس بارے میں پہلی مثال لفظ ''مکر'' کی ہے۔ اور یہ لفظ سورہ انفال کی آیت مبارک 30 میں آیا ہے۔

سورہ انفال کی آیت مبارک 30 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

صحیح معیاری ترجمہ: ''اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔''

Marfat.com

اسی آیت مبارک کا غلط اور غیر معیاری ترجمہ جو میں نے پڑھا ہے۔

''اللہ سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے''۔

''اللہ کا مکر سب سے بہتر ہے۔''

نعوذ باللہ یہ کتنا غلط اور مغالطے میں ڈالنے والا گھٹیا ترجمہ ہے۔ اُردو زبان میں لفظ مکر انسانی فطرت کے برے پہلو کو' مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے مناسب اور آسان ترجمے کے لئے اللہ کی خفیہ تدبیر' اللہ کی تدبیر' اللہ کی کرنی' اللہ کی چال' اللہ کی خفیہ چال وغیرہم کتنے ہی الفاظ موجود ہیں لیکن مترجم نے نہ جانے کیوں انہیں پسند نہیں کیا اور ایک غیر معیاری اور ابہام پیدا کرنے والے لفظ کا انتخاب کرلیا۔

اب اگر کوئی اس اُردو کے ترجمہ سے ہی کسی اور زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کرے گا تو وہ نہ جانے اس لفظ ''مکر'' کے کتنے غیر معیاری' گھٹیا' اور مکروہ قسم کے الفاظ اللہ تبارک تعالیٰ کی شان میں کہہ ڈالے گا' لکھ ڈالے گا۔

اس سے متعلق دوسری مثال لفظ ''قوم'' کی ہے اور یہ لفظ سورہ حجرات کی آیت مبارک 11 میں آیا ہے۔

سورہ حجرات کی آیت مبارک 11 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

صحیح اور معیاری ترجمہ

''نہ مرد' مردوں پر ہنسیں' عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں''۔

اسی آیت مبارک کا غیر معیاری اور ابہام پیدا کرنے والا ترجمہ

''اور نہ قوم' قوموں پر ہنسیں' عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔''

قرآن حکیم کی اسی آیت میں لفظ ''قوم'' کے مطابق لفظ ''نساء'' یعنی کہ ''عورتیں'' کا آیا ہے۔ لفظ نساء کا لفظ ''قوم'' کے ساتھ بیان میں آجانے سے ایک معمولی سمجھ بوجھ کا مالک بھی لفظ قوم کا اُردو میں ترجمہ ''مرد'' کرے گا جو کہ قابل فہم اور صحیح ترجمہ ہے۔

نہ جانے ترجمہ کرنے والے مہربان نے لفظ ''مرد'' کو ترجمہ کے لئے کیوں پسند نہیں کیا اور عربی زبان کے لفظ قوم کو ہی اُردو میں بطور اس کے ترجمہ لکھ دیا۔ پہلی مثال کے لفظ ''مکر'' کی طرح اُردو ترجمہ میں عربی کے لفظ قوم کو قوم ہی لکھ دینا سراسر زیادتی ہے جو کہ ایک غیر معیاری اور ابہام پیدا کرنے والا ترجمہ ہے۔

اب اگر کوئی اس اُردو کے ترجمہ سے ہی کسی اور زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کرے گا تو وہ نہ جانے کیا کیا

marfat.com
Marfat.com

گل کھلائے گا۔ اگر وہ انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہا ہے تو یقینی طور پر اب وہ اس لفظ قوم کا ترجمہ نیشن Nation 'قبیلہ Tribe یا گروہ Group کرے گا۔

آپ نے مندرجہ بالا مثالوں سے دیکھ لیا' جان لیا کہ

غیر محتاط' غیر ذمہ دار' لاپرواہ مترجمین حضرات بھی کس کس انداز سے قرآن حکیم کے ترجمے میں اور سیرت طیبہ میں غیر معیاری' گھٹیا اور گرے ہوئے الفاظ لے آنے کے' در آنے کے' شامل کر دینے کے' لکھ دینے کا سبب بن جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا روایت کے یہ الفاظ و خیال پیغمبر اوّل و آخر واعظم' ہادی انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' اصل الموجودات' حاصل کائنات' فخر اولادِ آدم' انسان کامل' رحمت للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک' صفات مبارک تعلیم مبارک' اسوۂ حسنہ مبارک کے پاک' منزہ' معطر و مطہر معیار سے اتنے زیادہ گرے ہوئے ہیں کہ انہیں برداشت نہیں کیا جاسکتا' اور یہ کسی صورت بھی قبول نہیں کئے جاسکتے۔

یعنی کہ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں ایسے گھٹیا الفاظ' فقرے' خیال و خیالات کو پڑھ کر خاموش بیٹھ جاؤں گا۔ ہرگز نہیں' میں پورے دلائل کے ساتھ روایت کے ان الفاظ' فقرے و خیال کا ردّ لکھوں گا' انہیں رد کروں گا اور میرے دلائل قرآن و سنت پر مبنی ہوں گے اس لئے وہ قارئین کرام کو میرا ہم خیال بنا دیں گے اور پھر وہ بھی ایسی غلط باتوں کا سدِّ باب کریں گے۔

قارئین کرام! اس روایت کی اصلیت کیا ہے؟ اس کی حقیقت و صداقت کیا ہے؟ اس کے بارے میں کچھ بعد میں قدرے تفصیل سے بات چیت ہوگی لیکن پہلے اس روایت کے چند الفاظ، خیال و انداز کے بارے میں جو یہ مذکور ہے کہ

''فترۃ الوحی کے عرصہ میں حضور انور نبی کریم ﷺ نے مایوسی کی حالت میں پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو نیچے گرا دینے کا کئی بار قصد کیا۔ ہر بار جبریل امین نے ظاہر ہو کر حضور ﷺ کو اطمینان دلایا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

یہ الفاظ مایوس ہونا، بے حد غمگین ہونا، بہت مضطرب یا پریشان ہونا اور یہ خیال و انداز کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا دیں، گرا دیں، نیچے پھینک دیں کسی بھی نبی کے شایان شان نہیں ہیں کجا یہ کہ ایسے الفاظ، خیال، و انداز اصل الموجودات، محبوب خاص پیغمبر اوّل و اعظم و آخر، پیغمبر بحر و بر پیغمبر کائنات خاتم النبیین سیّد المرسلین ﷺ کی ذات پاک سے منسوب کئے جائیں۔

مانا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو بشری تقاضوں کے ساتھ ساتھ فلاح کائنات کے

Marfat.com

کارنامے انجام دینے کے لئے مبعوث فرمایا تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے یا دیگر انبیاء کرام کے بشری تقاضے اوران کی تکمیل بھی ہمارے ہی معیار کی تھی، ہمارے ہی انداز کی تھی اور خاص طور پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم خاتم النبیین ﷺ کو ہر صفت و بات انداز و خیال میں شرف خاص حاصل تھا اور حاصل ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے تاجدار کائنات حاصل کائنات، اصل الموجودات، فخر کائنات ﷺ کی جسمانی دماغی روحانی اور دیگر صلاحیتیں خیال و انداز ایسے بنائے ہونگے جیسا کہ ہم عام لوگ خیال کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جس خدا نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین سیدالمرسلین بشر کامل بنایا ہے اس نے اسے ہر کچھ بھی افضل ترین، اشرف ترین اور کامل ترین دیا ہے۔

سورہ وضحیٰ میں کافروں، مشرکین کی گری ہوئی سوچ کا جواب ہی ہے اور اگر ہم بھی ان ہی کی طرح کی سوچ رکھتے ہیں تو یہ جواب ہمارے لئے بھی ہے۔

میں درج ذیل میں سورہ وضحیٰ کی پہلی پانچ آیات مبارک کا ترجمہ لفظی کے بجائے تفسیری انداز سے لکھوں گا تاکہ قاری کو اس اہم نکتہ کی سمجھ آجائے کہ آپ ﷺ اصل الموجودات ہیں (جس سے کائنات بنی ہے، جس کے سبب کائنات بنی ہے) اور اللہ تبارک تعالیٰ کی تمام تر کرم نوازیاں، مہربانیاں، دستگیری و رہنمائی لحہ لحہ قدم قدم پر آپ ﷺ کو حاصل تھیں، حاصل ہیں، حاصل رہیں گی۔

سورہ والضحیٰ کی آیات 1 تا 5

وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۝ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ۝ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۝

ترجمہ: ''چمکتے سورج جیسی روشن، عیاں صفات کامل اور خوبصورت سیاہ گیسوئے عنبریں کے حامل میرے محبوب مجھے تمہاری ان خوبیوں' خاصیتوں کی قسم تم میرے افضل ترین بندے اور وہ رسول ہو جس کے ساتھ میں ہر وقت بطور نگہبان، محافظ، رہنما ہر جگہ موجود ہوں۔ جس کے خیالات، سوچ انداز، طریق کار، تبلیغ دین اور دنیاوی کام کاج و افکار سب کچھ ہی میری رضا کے مطابق ہیں اور میری خاص عطا ہیں۔

مشرکین و کافروں کی تو سوچ ہی غلط ہے۔ آپ ان کے برے خیالات و سوچ کی پرواہ نہ کریں۔ یہ سب باطل ہیں اور آپ کا سب کچھ حق ہے۔ میرا تحفظ، کرم نوازیاں، نوازشات، مہربانیاں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ میرے محبوب ہر آنے والا دن آپ کا ہے۔ ہر آنے والا دن گزرے دن سے بہتر ہوگا۔ میں تمہاری پر خلوص و خالص بندگی، عبادت، عبدیت اور افضل ترین کامیاب کاوش تبلیغ دین سے اس قدر خوش ہوں' راضی ہوں کہ اب میں تمہیں ہر وہ کچھ دوں گا جو مانگو گے' جس کی خواہش کرو گے۔ اور میں تمہیں اپنی عنایات،

marfat.com

Marfat.com

نوازشات، کرم نوازیوں سے خوش کردوں گا، راضی کردوں گا''۔

قارئین کرام! اب اس میں لگی لپٹی یا غیر واضح بات تو نہیں رہ گئی ہے۔ جس انسان کامل کی، پیغمبر اول و آخر و اعظم ﷺ کی خود اللہ تبارک تعالیٰ رضا چاہتا ہو اس کے بارے میں ایسے الفاظ، خیال سوچ و انداز اپنانا مناسب نہیں ہے۔ یہ الفاظ یہ سوچ، یہ خیال نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے شایان شان نہیں ہیں۔ ہمیں انہیں قبول نہیں کرنا چاہئے انہیں اپنانا نہیں چاہئے۔

دین میں زبردستی نہیں ہے (سورہ بقرہ آیت 256) اس لئے میں یہ بھی گزارش کر رہا ہوں کہ اگر یہ الفاظ، سوچ، انداز و خیال کسی کو پسند ہیں، معیاری لگتے ہیں تو وہ بے شک ان کو شوق سے اپنائے۔ یہ تو میں اپنے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ یہ الفاظ، سوچ انداز و خیال جو اس روایت میں موجود ہیں' یہ پیارے رسول ﷺ کی شان سے مطابقت نہیں کھاتے، شایان شان نہیں ہیں۔

میں اس بارے میں کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ آپ نے مندرجہ بالا میں دیکھ ہی لیا ہے کہ اچھے اچھے عالموں سے نادانستہ الفاظ کا کیسا استعمال یا غیر معیاری استعمال و ترجمہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے دینی اثاثوں کی اصل زبان تو عربی ہے اس کے بعد فارسی زبان ہے۔ ان زبانوں کے ترجے اور مختلف زبانوں میں ہوئے۔ ہر زبان میں الفاظ و بلاغت کی اتنی وسعت تو نہیں ہے کہ عربی زبان کے سارے الفاظوں کی اسی مفہوم میں ترجمانی کر سکے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی راوی کا معیار بلاغت (اپنی بات بیان کرنے کا معیار) ہی کم تھا کہ وہ اپنے مفہوم کو مناسب یا اچھے الفاظ میں بیان نہ کر سکا۔

لیکن اس میں زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ دین اسلام اور امت مسلمہ کا برا چاہنے والوں نے یہ مذموم حرکت نہ کر دی ہو۔ مستشرقین اور ان کے طریقہ ہائے واردات کے بارے میں پہلے ہی مفصل لکھا جا چکا ہے۔
ان کے تو دین اسلام میں ابہام شک و شبہات پیدا کرنے اور امت مسلمہ میں تفرقہ پیدا کرنے کے سینکڑوں طریقے ہیں۔ اور وہ یہ کارروائی بھی ایسے رنگ و روپ، انداز و صفائی سے کرتے ہیں کہ ہم سادہ لوح مسلمان ان کو ایک نگاہ میں نہیں پکڑ سکتے۔ ہم ان کے یہ داؤ پیچ نہیں سمجھ سکتے اور آپس میں تفرقہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ان کے اس طریقہ واردات کا ذکر میں باب مستشرقین میں کر چکا ہوں۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر مختصراً بیان دوبارہ حاضر خدمت ہے۔

دین اسلام اور امت مسلمہ کا برا چاہنے والے بہت آسانی کے ساتھ یہ (درج ذیل) کر سکتے ہیں، یہ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ وہ ایک مخیر مسلمان کا روپ دھار کر ہم میں شامل ہو بلکہ خدمات دین اسلام میں

Marfat.com

زبانی و کلامی بھی پیش پیش ہو۔ ہماری ہی کسی درسگاہ سے مزید دینی تعلیم حاصل کرے اور پھر تعلیم دے۔ اور دین اسلام اور امت مسلمہ کی بھلائی کے لئے مستند کتابوں سے، ان کتابوں کو جن سے ہم حوالہ جات دیتے ہیں اور جن سے ہم عالم اسلام میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ کتابیں مقابلتاً ناپید ہیں (ملی لحاظ سے عملی طور پر بھی ایسی کتابیں ناپید یا نایاب ہی ہوتی ہیں کیونکہ زبان فہم قیمت وضرورت کے لحاظ سے وہ عوام کی دسترس میں نہیں ہوتیں۔ وہ بڑی بڑی لائبریریوں اور دینی درسگاہوں میں ہوتی ہیں) ایسی کسی ایک کتاب کا نسخہ حاصل کیا۔ فرض کریں کہ وہ سات سوصفحوں کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں ہر ستر اسی صفحوں کے بعد بہت ہی اہم موضوع یا حساس معاملہ کے متعلق ایک صفحہ میں صرف ایک دو اچھے الفاظ کو غیر معیاری الفاظ، غیر معیاری سوچ وخیال سے بدل دیں۔ یعنی پوری سات سوصفحوں کی کتاب میں صرف آٹھ دس صفحوں کے چند الفاظ میں اپنے مقصد کی تبدیلی کردی، غیر معیاری الفاظ لے آئے۔

اس کی کتابت یا کمپیوٹر سے کمپوزنگ کرا کے چھاپ دیں۔ اب بناوٹی مخیّر مسلمان اپنے خیراتی ادارے کی طرف سے اسے مارکیٹ میں لے آئے اور اسے بانٹ دے یا نمایاں کم قیمت پر اسے مارکیٹ کے ذریعے فروخت کردے۔ اس مستشرق نے تو اتنا کام کر کے اپنا مشن پورا کرلیا کیونکہ جب تک یا جب کبھی اس کتاب کی کوئی غلطی پکڑی جائے گی یا جب تک باریک بینوں کے پاس وہ کتاب پہنچے گی اس وقت تک وہ ملک وملت میں پھیل چکی ہوگی۔

اب آپ لاکھ چاہیں، لاکھ جتن کریں نہ وہ جلدیں جہاں جہاں پہنچ چکی ہیں وہاں سے واپس لی جاسکتی ہیں اور نہ آپ ہر کسی کو اس کے زہریلے الفاظ کے تغیر وتبدل سے آگاہ کرسکتے ہیں۔ تقسیم شدہ، بکی ہوئی کتابیں اسلام کے خیر خواہ پرخلوص کارندے تو کیا ایک اچھی اسلام پسند حکومت بھی واپس نہیں لے سکتی۔ پھر وہ تحریف شدہ کتابیں دین وملت میں تفرقہ کا باعث بنتی ہیں اور دین وملت اسلامیہ کا برا چاہنے والوں کی چال کامیاب ہوتی ہے۔

دین اسلام اور امت مسلمہ کو مستشرقین کی اس طرح کی تخریب کاریوں سے بچانے کے لئے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث پاک ہے موجود ہے۔ اگر ہم اس کے مطابق عمل کریں تو یقینی طور پر ہم دین میں ابہام، شکوک و شبہات اور ملت اسلامیہ کے تفرقہ سے بہت حد تک بچ سکتے ہیں جو کہ ہمارا نصب العین ہونا چاہئے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، سیّد المرسلین خاتم النبیین ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

''کہ ایک زمانہ آئے گا تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ تم ان کو قرآن کریم اور اُسوۂ حسنہ یعنی سنت پاک پر پرکھنا۔ اگر وہ ان کے موافق ہوں تو انہیں قبول کرلو ورنہ باصورت دیگر میں ان سے بری الذمہ ہوں۔''

marfat.com
Marfat.com

اس مکمل حدیث پاک کا حوالہ جات کے ساتھ ذکر ''آپ ﷺ نے کبھی بددعا نہیں کی'' کے باب میں گزر چکا ہے۔ اس کا حوالہ کرنل محمد انور مدنی کی کتاب ''نکاح خوانِ رسول'' کا آخری صفحہ ہے۔ اس حدیث کے پہلے حصے کا حوالہ مسلم جلد 1 صفحہ 29 اور مشکوٰۃ صفحہ 27 ہے اور اس حدیث کی تکمیل و مدد سورہ نساء کی آیت مبارکہ 59 سے کی گئی ہے۔ قارئین کرام میں سے جو اس کی مزید تفصیل جاننا چاہے وہ اسے باب ''آپ ﷺ نے کبھی بددعا نہیں کی'' میں پڑھ لے۔

کوئی بھی حدیث، کوئی بھی آپ ﷺ سے منسوب واقعہ، لفظ، الفاظ، بات، گفت و شنید خیال، انداز، طریقہ یا کوئی عملی اظہار جو نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو اور وہ قرآن و سنت (اسوہ حسنہ) سے متصادم ہو یعنی کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو تو اس کے بارے میں ہادی کائنات، رہبر انس و جاں، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کا واضح فرمان پاک ہے کہ اسے میری ذات سے منسوب نہ کیا جائے۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

بالفاظ دیگر ہم سب مسلمانوں کو، امت مسلمہ کو، آپ کو اور مجھے حضور پرنور ﷺ نے یہ حق بطریق حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ سے منسوب جو بھی لفظ، الفاظ، بات خیال، مفہوم، اندازِ گفتگو، اندازِ بیان شایان شان نہ لگے، جس میں جہالت کی بو ہو، جو نور سے عاری اور ظلمت و ضلالت کے قریب ہوں جو اخلاقی و معیاری نہ ہو، جس سے شان نبی کریم ارفع و عظیم میں کمی یا کجی آتی ہو یا چوٹ پڑتی ہو تو اسے فوراً رد کر دو کیونکہ وہ بہتان ہے، زیادتی ہے، ظلم ہے۔

یہ ایسی روایت ہے جسے پڑھنے کے دوران ہی دل بوجھل ہو جاتا ہے اور پڑھ لینے کے بعد آدمی یہ سوچتا ہے خواہش کرتا ہے کہ کاش میں نے اسے پڑھا ہی نہ ہوتا۔

اس روایت کے مطالعہ سے عام قاری کے دل میں طرح طرح کے شبہات انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ کیا نبی کریم ﷺ کو اپنی نبوت کے بارے میں یقین راسخ نہ تھا؟ کیا حضور پرنور ﷺ کسی شک و شبہہ میں مبتلا تھے؟ جس کے باعث حضور ﷺ بار بار اپنی زندگی کا چراغ گل کرنے کا ارادہ کر کے پہاڑ کی کسی چوٹی پر پہنچتے اور حضرت جبرئیل کو نمودار ہو کر روکنا پڑتا' اور ''آپ اللہ کے رسول برحق ہیں'' کہہ کر شک و شبہہ سے نجات دلانا پڑتی۔

کوئی بھی امتی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کا اپنے نبی کی نبوت پر یقین راسخ نہ ہو۔ اسی طرح نبی پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی نبوت پر محکم ایمان لے آئے۔ (بمطابق فرمان سورہ بقرہ آیت 285) اس لئے ہم تاجدارِ کائنات حضور پرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں یہ کیونکر تصور کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ ایسا کرتے تھے' یا مایوس ہو جاتے' تھے۔ کیا نبی کا ظرف اتنا چھوٹا اور حوصلہ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ معمولی معمولی بات پر مایوس ہو جائے؟ اور مایوس بھی اتنا کہ زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دینے لگے۔

Marfat.com

قارئین کرام! نبی کا ظرف بہت بہت ہی بڑا ہوتا ہے اور ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین سید المرسلین پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کا ظرف تو اتنا بڑا ہے کہ تمام انس و جاں اور یہ کائنات اس میں سمائے ہوئے ہیں اور ہم اور آپ اس کی وسعت کا تصور بھی کرنا چاہیں تو اپنے تصور میں نہ لا سکیں۔ اللہ کے نبی کو اپنی ذات کے غم دکھ درد نہیں ہوتے اور ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کائنات کی خوبی و بھلائی اور تمام انس و جاں کی فلاح دارین کا ہی دکھ تھا (ماشاء اللہ یوم بعثت سے قیامت تک کے سب انس و جان آپ ﷺ ہی کی امت ہیں)

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں سب سے زیادہ دکھ بھرا دن طائف والا تھا اور اس کے بعد دکھوں بھرا دن غزوۂ اُحد کا دن تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم ﷺ کا ظرف دیکھئے کہ اس دن بھی غزوہ کے اختتام پر فرماتے ہیں ''وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جو اپنے نبی کا یہ حال کرتی ہے۔'' آپ ﷺ نے اپنے کسی روحانی جسمانی تکلیف، زخم، درد کا ذکر نہیں کیا' اگر اپنے غم و دکھ کا اظہار فرمایا تو اپنی نافرمان امت کے لئے کہ اے باری تعالیٰ میری اس نافرمان امت کو بھی فلاح دارین کی توفیق دے۔

اس روایت میں بے مقصد جان دینے کا خیال پیش کیا گیا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بھی، میں بھی اور کوئی بھی بے مقصد جان دینے کو تیار نہیں ہوتا کجا یہ کہ ایسی بات، خیال، حاصل کائنات، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم محبوب خدا نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے بارے میں پیش کیا جائے۔

ہاں با مقصد جان قربان کرنے کے لئے سیّد کونین، رحمت للعالمین، ہادی کائنات، رہبر انس و جاں ﷺ نے باآواز بلند اس دور میں ہی فرما دیا تھا جب ہر طرف سے ہر وقت جان عزیز پر خطرات منڈلا رہے تھے۔

غیر ضروری طوالت سے بچنے کی خاطر میں اس وقت صرف اتنا حوالہ دوں گا یا بیان کروں گا کہ یہ اس دور کی بات ہے' واقعہ ہے جب تبلیغ و دعوت اسلام کھلے عام ہونے لگی تھی۔ اور مشرکین و کفار مکہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے آئے کہ محمد (ﷺ) ہمارے بتوں' خداؤں کو برا بھلا نہ کہے اور نئے دین کی تبلیغ سے باز آ جائے ورنہ باصورت دیگر ہم تم دونوں (ابو طالب رضی اللہ عنہ اور بھتیجا محمد ﷺ) کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے۔

جب آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس بارے میں سمجھایا تو انسان کامل، فخر کائنات پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے فرمایا۔

> ''اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے گا یا میں اس کے لئے جان دے دوں گا۔ اس وقت تک میں اس کام کو

marfat.com
Marfat.com

چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 1 صفحہ 474)

قارئین کرام! مجھے ایک نقطہ عوام الناس کو سمجھانے کی خاطر یہاں ایک ایسی مثال دینی ہے، بات کرنی ہے جو بہت حد تک عوام الناس میں مشترک ہو، ان کے معیار کی ہو اور جس کو وہ آسانی سے سمجھ سکیں نعوذ باللہ! اس بات کی' اس مثال کی آپ ﷺ کے واقعہ سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اس کے لئے میں اللہ تبارک تعالیٰ سے اور ایسے سب قارئین کرام سے معافی مانگتا ہوں جنہیں یہ بات، مثال مناسب نہ لگے۔ میں تو کم پڑھے لکھوں کے لئے یعنی کہ عوام الناس کے لئے لکھتا ہوں۔ سچ بات یہ ہے اس سے زیادہ مشترک زود فہم اور اچھی مثال مجھے سمجھ نہیں آئی یا مجھے نہیں ملی اس لئے بہت معذرت اور معافیوں کے ساتھ یہی پیش خدمت ہے۔ لیجئے وہ بات' تمثیل' مثال کس کچھ اس طرح سے ہے۔

آپ کا تعلق سوسائٹی کے نچلے طبقہ سے ہے اور آپ کی شکل وصورت' رنگ وصحت اور قد وغیرہ بھی واجبی سے ہیں اور آپ کی مالی حالت بھی کافی کمزور ہے۔ پچھلے کئی سالوں سے آپ اور آپ کے والدین آپ کی شادی کے لئے کوششیں کر رہے ہیں لیکن اس سلسلہ میں آپ کے ان قریبی رشتہ داروں نے بھی حوصلہ افزائی نہیں کی جو معاشی' مالی' طبقاتی اور ہر لحاظ سے آپ ہی کے برابر کے تھے بلکہ کچھ ان میں سے مالی معاشرتی لحاظ سے آپ سے کمتر بھی تھے۔ انہوں نے بھی رشتہ نہیں دیا۔

آپ کو اپنے ہی علاقہ میں ایک لڑکی شکل وصورت وسیرت کی بہت اچھی لگتی تھی۔ ان کے گھر آپ کا اپنے روزگار کے سلسلہ میں آنا جانا بھی تھا لیکن نہ تو وہ لڑکی اپنوں میں سے تھی اور اس کا تعلق بھی سوسائٹی کے خوشحال و تعلیم یافتہ طبقہ سے تھا۔ اس نمایاں مالی معاشرتی تعلیمی وطبقاتی فرق کے سبب آپ نے اپنی اس پسند کا ذکر' کبھی بھی کسی سے نہیں کیا اور اتنے نمایاں فرق کے سبب نہ ہی آپ ایسا کرنے کی ہمت کر سکتے تھے کیونکہ ظاہر نتیجہ انکار و بے عزتی ہی تھا۔

پھر اللہ تبارک تعالیٰ جو مسبب حقیقی ہے یعنی کہ مسبب الاسباب ہے اس نے آپ پر کرم خاص کیا اور وہ خوبصورت خوب سیرت لڑکی جسے آپ من ہی من میں بہت زیادہ پسند کرتے تھے اس لڑکی کے والدین نے بارضا ورغبت اس لڑکی کی آپ سے منگنی کر دی اور تھوڑے ہی دنوں میں آپ کے ساتھ اس کی شادی کر دینے کی خوشخبری بھی آپ کو' آپ کے والدین کو دے دی۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی اس کرم نوازی پر' عنایت پر' نوازش پر یقینی طور پر آپ بے انتہا خوش ہوں گے' شاداں و فرحاں ہوں گے اور اپنی اس خوش قسمتی پر ناز بھی کریں گے۔ یعنی کہ آپ اس پر بے انتہا خوش' شاداں' فرحاں و نازاں ہیں۔

اب آپ سے میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ آپ اپنی اس خوشی کا اظہار کس طرح سے کریں گے؟

Marfat.com

یہی ناں کہ پہلے تو آپ اللہ تبارک تعالیٰ کے شکر گزار ہوں گے۔ اپنے سسرال کے افراد کا خلوص دل سے، شوق سے احترام کریں گے۔ ان سے خوشی خوشی ملنا جلنا ہوگا اور اچھی گفتگو کریں گے۔ اور اپنے دوستوں کے ساتھ تو آپ خوشی میں بھنگڑا بھی ڈال لیں گے۔ خوشی میں جھومیں گے ناچیں گے اور کچھ مہذب ہلہ غلہ کر لیں گے۔ اکیلے بھی اپنی لگن میں مگن خوش وخرم چہل قدمی کریں گے، گھومیں گے اور گنگنائیں گے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنی خوش قسمتی پر سوچیں گے، تصور جانِ جاں میں گم ہو جائیں گے۔ اس خوشی کے عالم میں کبھی کبھی اپنے آپ سے باتیں کریں گے اور کبھی کبھی تو بے اختیار تنہائی میں بھی باآواز بلند اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ ان حالات میں، خوشی کے اس موقع پر یقیناً آپ یہ تو نہیں کریں گے کہ آپ اپنے سسرال سے ناراض ہو جائیں یا انہیں نقصان پہنچائیں یا خود اپنے آپ کو کسی طرح سے موت کے حوالے کر دیں۔ آپ بتایئے کہ کیا یہ میں نے سچ نہیں کہا ہے؟

اس سب کچھ کو پڑھ لینے اور بین السطور کو سمجھ لینے کے بعد اگر آپ میرے ہم خیال ہیں تو یقین کر لیں "یہ فقرے جو بدأ الوحی کی روایت کے ساتھ باہر سے چسپاں کر دیئے گئے ہیں وہ باطل ہیں، کھوٹے ہیں اور مردود ہیں۔ انہیں آپ رد کر دیں۔ مبعوث ہونا یا وحی کا نازل ہونا یا جبریل امین کا حاضر خدمت ہونا آپ ﷺ کی طلب تو نہ تھی، مقصود تو نہ تھا آپ ﷺ تو اپنے طور پر حق کی تلاش میں تھے اور کائنات میں ایک خدائے واحد کی عبادت اور حق کا بول بالا دیکھنا چاہتے تھے۔

اس دوران آپ ﷺ کی نیک خواہشات، خوبصورت و پسندیدہ صفات و عادات حمیدہ کی بنا پر اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے لئے چن لیا۔

غیر مارائی مخلوقات سے رابطہ، ایک اور ہی دنیا کے عجیب وغریب دلکش نظارے، سرور کن رنگ و ماحول، دیگر مخلوقات الٰہی کا ادراک یہ سب کچھ آپ ﷺ کا مطلوب تو نہ تھے۔ یہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کی آپ ﷺ کی صفات حمیدہ، تلاش حق کے لئے نیک خواہشات' طلب حق اور عادات جمیلہ کے سبب خاص نوازش تھی، کرم نوازی تھی۔

یہ تو ایک عام آدمی کے معیار سے بھی تک نہیں لگتی، بات صحیح نہیں لگتی کہ اس پر کوئی مہربانی کرے' عنایت کرے' نوازش کرے اور وہ الٹا شکر گزار ہونے کے بجائے خودکشی کرے موت کو ترجیح دے۔

اپنے رب سے بہتر رابطے کے لئے ہر کسی کو گوشہ تنہائی چاہیے۔ ایسی جگہ جہاں کوئی اور اس رابطہ میں مخل نہ ہو۔ پہاڑی علاقوں کے رہنے والوں کا سیر و تفریح کی خاطر بھی پہاڑ پر چڑھ جانا معمول ہے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ مخصوص دنوں میں باقاعدگی سے غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں مصروف عبادت رہتے تھے، اعتکاف فرماتے تھے۔ یعنی کہ غار حرا کے پہاڑ جبل نور پر چڑھنا آپ ﷺ

marfat.com
Marfat.com

کا معمول تھا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کی زندگی مبارک بھی صبر و شکر، خوش خلقی، غرباپروری، خدمت خلق، صداقت و امانت سے عبارت ہے۔ بعثت کے بعد آپ ﷺ کی تمام خوبیاں دوچند ہی ہوئی ہوں گی' یقینی طور پر ان میں اضافہ ہی ہوا ہوگا۔ پھر ایسی بات کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ تو کائنات کے رہبر ہیں، ہادی انس و جاں ہیں۔ بھلا رہبر ایسی بات کرے گا جو اللہ تبارک تعالیٰ کو ناپسند ہو۔

اب اس روایت کے بارے میں

اس روایت کے بارے میں سیر حاصل بحث تو فضیلۃ الشیخ محمد الصادق ابراہیم عرجون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں کی ہے جو تقریباً سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے اس بحث کا حق ادا کر دیا ہے یہاں اس کو من و عن نقل کرنے کی تو گنجائش نہیں البتہ ان کی بحث کا خلاصہ، لب لباب پیش خدمت ہے۔ امید ہے اس کے مطالعہ سے قارئین کے شبہات کا مکمل طور پر ازالہ ہو جائے گا۔

بحث کا آغاز وہ اپنے اس پر جلال فیصلہ کن جملہ سے کرتے ہیں۔

ترجمہ: ''یعنی یہ فقرے جو بدء الوحی کی حدیث کے ساتھ باہر چسپاں کر دیئے گئے باطل ہیں۔ کھوٹے اور مردود ہیں اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔''

پہلی وجہ: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جو علوم حدیث کے ماہر اور سنت نبویہ مطہرہ کے ائمہ کے سردار ہیں انہوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس بلاغ کی نسبت معمر کی طرف ہو یا زہری کی طرف یہ مرفوع نہیں ہے۔ درمیان میں دو یا تین واسطوں کا ذکر تک نہیں۔ معلوم نہیں یہ کس قسم کے لوگ تھے۔ یہ تسلیم کہ معمر اور زہری خود ثقہ ہیں۔ ان کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں سے انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے ان کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔ تاکہ ہم تحقیق کر کے ان کے بارے میں فیصلہ کر سکیں کہ یہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر ثقہ راوی ہمیشہ ثقہ راوی ہی سے روایت کرتا ہے۔ کبھی غیر ثقہ راویوں سے بھی ثقہ راوی روایت کرتے ہیں اس احتمال نے روایت کو پایہ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے۔ اس لئے یہ حدیث ضعیف ہوگی۔ وہ مزید لکھتے ہیں۔

''کبھی ثقہ غیر ثقہ سے روایت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی نظر میں ثقہ ہوتا ہے لیکن دوسرے علماء کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ اور اس کی روایت قابل قبول نہیں۔'' (محمد رسول اللہ ابراہیم عرجون، جلد 1 صفحہ 386، 387)

یہ روایت زیادہ سے زیادہ امام زہری کی مرسلات میں سے ہوگی اور ان کی مرسلات کے بارے میں علماء جرح و تعدیل نے طویل گفتگو کی ہے ان کی مرسلات پر تنقید کرنے والوں میں یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش

Marfat.com

ہیں اور یہ یحییٰ بن سعید علماء ناقدین کے امام ہیں۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام زہری کی قوت حافظہ بے نظیر تھی۔اس کے باوجود وہ معصوم نہ تھے۔

شیخ عرجون فرماتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے اس بلاغ کو قابل اعتبار تسلیم کر بھی لیا جائے تو حدیث کی صحت کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ سند کی صحت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا متن بھی صحیح ہو اور متن کے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین کے اصولوں میں سے کسی اصول کے ساتھ ٹکراتا نہ ہو۔

چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ''یعنی کہ سند کے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ متن کا صحیح ہونا بھی شرط ہے۔یعنی ضروری ہے کہ وہ حدیث ایسے راویوں سے مروی ہو جو ثقہ اور ضابطہ ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ متن بھی صحیح ہو۔یعنی ایمان کے وہ اصول جو ائمہ دین کے نزدیک متفق علیہ ہیں ان اصولوں میں سے کسی اصول کے ساتھ یہ متن ٹکرا نہ رہا ہو۔اور ان قوی دلائل کے مخالف نہ ہو۔''

(محمد رسول اللہ، ابراہیم عرجون جلد 1 صفحہ 386، 387)

جب علماء حدیث کے نزدیک صحت حدیث کے لئے یہ تسلیم شدہ اصول ہے تو پھر یہ روایت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ یہ اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔کیونکہ اس سے عصمت انبیا کا عقیدہ مجروح ہو جاتا ہے اور یہ عقیدہ دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار حالت یاس میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس ارادہ سے جانا کہ اپنے آپ کو گرا کر زندگی کا خاتمہ کر دیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت پر ایمان راسخ نہیں تھا۔حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی اجلی چادر پر اس سے زیادہ سیاہ داغ اور کیا لگایا جا سکتا ہے۔

دوسری وجہ: اس روایت کے ضعیف ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے۔کہ فترۃ وحی کے بارے میں جو روایت مرفوعاً حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اس میں ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔یہ حدیث ہم امام بخاری کے حوالہ سے اس بحث کی ابتدا میں نقل کر آئے ہیں آپ اس پر دوبارہ ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو اس قسم کا کوئی اشارہ وہاں بھی نہیں ملے گا۔

مرفوع حدیث، مرسل حدیث سے یقیناً راجح ہوتی ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی امام زہری کے واسطہ سے مروی ہے ہمارے سامنے امام زہری کی دو روایتیں ہیں ایک مرفوع متصل اور دوسری مرسل اور مقطوع۔اب آپ فیصلہ کریں کہ ان میں سے آپ کس کو ترجیح دیں گے یقیناً مرفوع متصل کو ہی آپ ترجیح دیں گے اور اس میں اس واقعہ کے بارے میں اشارۃً بھی کہیں ذکر نہیں۔

فترۃ وحی کے زمانے سے مراد یہ ہے کہ اس عرصہ میں وحی کا نزول نہیں ہوا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ بارگاہ

marfat.com
Marfat.com

رسالت میں جبرئیل امین کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ پہلی وحی کے نزول کے وقت جو رعب اور ہیبت طاری ہو گئی تھی اس کا اثر زائل ہو جائے نیز دوبارہ وحی کے نزول کے لئے ذوق شوق اپنے عروج پر پہنچے۔

اگرچہ شیخ عرجون نے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور ان کی ہر دلیل بڑی بصیرت افروز اور ایمان پرور ہے لیکن میں ان ہی دلائل کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں امید ہے قارئین کرام پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی ہو گی کہ وہ روایت جس میں پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا دینے کے ارادے کا ذکر ہے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے' وہ اس لئے قابل ذکر نہیں۔

رسالت کا آغاز

نبوت کا اظہار تو سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول سے ہو گیا۔ لیکن رسالت کا آغاز اس وقت ہوا جب سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں (1 تا 5) نازل ہوئیں۔ ارشاد فرمایا گیا۔

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

ترجمہ: اے چادر لپیٹنے والے! اٹھئے اور لوگوں کو ڈرایئے۔

اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

اور اپنے لباس کو پاک رکھئے۔

اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہئے۔

کسی پر احسان نہ کیجئے زیادہ لینے کے لئے۔

اور اپنے رب کی رضا کے لئے صبر کیجئے۔

یہ وہ آیات طیبات ہیں جن سے رسالت محمدی کا آغاز ہوا۔

اپنے رب کریم کا یہ حکم ملتے ہی حضور انور نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ نے کمر ہمت باندھ لی۔ حق کا علم بلند کرنے کے لئے، ظلمت کدہ عالم کو نور توحید سے منور کرنے کے لئے' باطل کو ہر میدان میں شکست فاش دینے کے لئے در یتیم حضور پُر نور ﷺ نے عزم مصمم کر لیا۔ بادیہ ضلالت میں صدیوں سے بھٹکنے والے قافلہ انسانیت کو منزل مراد تک پہنچانے کے لئے جو قدم اٹھا' وہ ہمیشہ آگے ہی بڑھتا گیا۔ مخالفت کا کوئی طوفان اس کی برق رفتاری کو متاثر نہ کر سکا۔ عداوت وحسد کے کتنے ہی آتش کدے بھڑکائے گئے لیکن اس بشیر و نذیر رسول ﷺ کے مبارک قدموں کی برکت سے وہ گلستانوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ تند و تیز آندھیاں اس کے روشن کیے ہوئے چراغوں کو بجھا نہ سکیں۔ اس کے جاں نثاروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن ان کی حوصلہ مندیوں میں ذرا فرق نہ آیا۔

Marfat.com

نماز- پہلا حکم الٰہی

پہلی وحی الٰہی کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسی روز حضور ﷺ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اقراء کا درس دے چکے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کہا کہ اس پہاڑ (غار حرا) سے اتریئے۔ آپ ﷺ اتر آئے تو جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، اس سے جبرئیل علیہ السلام نے وضو کیا اور حضور ﷺ انہیں وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو وضو کرنے کے لئے کہا، جب آپ ﷺ وضو سے فارغ ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور آپ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا، آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دو رکعت کعبۃ اللہ کی جانب منہ کر کے ادا کیں۔

پھر جبرئیل علیہ السلام واپس آسمانوں پر چلے گئے اور حضور ﷺ گھر کو روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ جس حجر، شجر پر سے بھی گزرتے تھے، وہ آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا، پھر آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں سارے واقعے کی خبر دی، پھر آپ ﷺ انہیں لے کر ایک چشمے پر آئے اور وضو کیا تا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کو دیکھ کر وضو کا طریقہ سیکھ لیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے جب وضو کر لیا تو آپ ﷺ نے انہیں اسی طرح نماز پڑھائی جیسے جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو پڑھائی تھی، نماز سے فارغ ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یہ وہ پہلی نماز تھی جو کرۂ ارض پر حضور ﷺ کی نبوت (بعثت) کے بعد ادا کی گئی۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 234، 235۔ السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 426۔ السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 168، 169)

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے سامنے خوبصورت ترین شکل اور بہترین خوشبو کے ساتھ ظاہر ہوئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام جنوں اور انسانوں کے لئے اللہ کے رسول ہیں، سو آپ ﷺ انہیں لا الٰہ الا اللہ کی طرف بلائیے، پھر انہوں نے اپنا پیر زمین پر مارا اور اس سے چشمہ ابل پڑا۔ (السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 424)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے پہلی نماز پیر کے روز (جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ) دن کے شروع میں ادا کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پیر ہی کے روز دن کے آخر میں ادا کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگلے روز یعنی منگل کو ادا کی۔ (عیون الاثر، ابن سید الناس جلد 1 صفحہ 179)

پہلے حکم الٰہی کے بارے میں مزید ''سبل الہدیٰ والرشاد، از امام محمد بن یوسف صالحی شامی سے پڑھیے۔ یہ کچھ اور معلوماتی ہے اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

نزول وحی کے بعد سب سے پہلا حکم الٰہی نماز ادا کرنے کے بارے میں تھا۔ حضرت جبرئیل، حضور

marfat.com
Marfat.com

پرنور ﷺ کو ہمراہ لے کر ایک وادی میں سے گزرے۔ جبرئیل نے اپنا پر مارا، وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ حضور انور ﷺ کی موجودگی میں جبرئیل نے وضو کیا۔ پھر حضور پرنور سرکار دو عالم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا۔ پھر جبرئیل نے حضور ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی یہ نماز دو رکعتوں پر مشتمل تھی۔ اس کی ادائیگی کے دو وقت تھے طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔ پانچ وقت کی نماز تو ''اسراء'' یعنی معراج کی رات فرض ہوئی۔ ان کے اوقات کی تعلیم کے لئے جبرئیل امین دو روز برابر حاضر ہوتے رہے اور حضور ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اوقات کی تعلیم دیتے رہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن یوسف صالحی لکھتے ہیں۔

''سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت حربی اور یحییٰ بن سلام نے کہا کہ شب معراج سے قبل دو نمازیں فرض تھیں، ایک غروب آفتاب سے پہلے اور ایک طلوع آفتاب سے پہلے۔ ابن جوزی نے مقاتل بن سلیمان سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں پر دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں شام کو فرض کی تھیں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 400)

وضو کی آیت تو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ لیکن وضو کی فرضیت کا حکم پہلی نماز کی فرضیت کے ساتھ دیا گیا حضور نبی کریم ﷺ نے بغیر وضو کے کوئی نماز ادا نہیں کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو آیت تیمم فرمایا کرتی تھیں کیونکہ تیمم کا حکم پہلی بار اس آیت میں نازل ہوا۔

Marfat.com

ابتدائے دعوتِ اسلام

قارئین کرام

تحریک دین اسلام تو بنیادی طور پر شروع سے ہی عالمی تحریک تھی۔ کیونکہ اس مبارک تحریک کے بالکل شروع کے چند دنوں میں، خیال رہے کہ ہفتوں مہینوں میں نہیں بلکہ شروع کے چند دنوں میں اس تحریک میں شامل ہونے والے، اس پر لبیک کہنے والے (حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ) کا تعلق ملک حبشہ سے تھا اور پھر اس کے کچھ ہفتوں بعد اس میں شامل ہونے والے، لبیک کہنے والے (حضرت صہیب رضی اللہ عنہ) کا تعلق ملک روم سے تھا۔ یہ دین سارے جہانوں کے لئے تھا اور ہے لیکن قدرت الٰہی کے قوانین و ضابطہ کے تحت ہر دینی یا غیر دینی تحریک نے فرد واحد سے شروع ہونا ہوتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تحریک تقویت حاصل کرتی ہے، زور پکڑتی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اس تحریک میں مختلف مثبت و منفی عوامل کی وجہ سے مزید تغیر و تبدل آتا ہے۔

سیرت نگاروں نے سیرت طیبہ کو آسانی اور اچھی طرح سے سمجھانے کی خاطر، اسے مختلف ادوار (دور کی جمع) یا مراحل میں بیان کیا ہے۔ میں ان ادوار میں کچھ ردوبدل کروں گا اور کیونکہ پہلے دور کے علاوہ باقی اور دور وقت کے ساتھ محدود نہیں ہیں یعنی کہ باقی سب دور ایک دوسرے سے ملے ہیں، ایک دوسرے میں مدغم ہیں یا ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس لئے میں اس کتاب سیرت طیبہ میں پہلے دور کے علاوہ کسی اور دور یا مرحلہ کا بطور خاص بشکل موضوع یا ہیڈنگ بنا کر بیان نہیں کروں گا۔

ایسا کرنے کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ میری خواہش اور کوشش ہے کہ میں حیات طیبہ کے زیادہ سے زیادہ واقعات و حالات کو ان کے زمانہ وقوع کے لحاظ سے بیان کر سکوں۔ یہ کام تو بہت مشکل ہے۔ موجودہ وسائل کی چھان بین کرنا بہت طویل اور کٹھن کام ہے لیکن اس بارے میں، میں نے پیشگی آپ سب کی خواہشات تمنائیں دعائیں اپنے ساتھ لے لی ہیں انشاء اللہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

ہم حضور پرنور، پیغمبر اول و آخر و اعظم، رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی مبارک کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جو ایک دوسرے سے مکمل طور پر نمایاں اور ممتاز ہیں وہ دو حصے یہ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

1-مکی زندگی جس کی مدت تقریباً 13 سال ہے۔
2-مدنی زندگی جس کی مدت 10 سال ہے۔

مکی زندگی کو پھر چار مراحل یا دوروں (ادوار) میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جس کا صرف پہلا دور یا مرحلہ مکی حیات طیبہ کے ساتھ مخصوص ہے اور باقی تین مراحل یا ادوار مکی اور مدنی حیات طیبہ میں تقریبا یکساں ہیں۔

مکی زندگی کے مراحل یا ادوار

پہلا دور

یہ دور خفیہ دعوت اسلام وتبلیغ کا دور بھی کہلاتا ہے۔اس کا عرصہ تقریباً تین سال ہے اور یہ پہلی وحی مبارک کے نزول سے شروع ہوا اور خالق و مالک کائنات کے اس حکم وہدایت ''اور اے محبوب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔''

(سورہ شعراء آیت 214) پر ختم ہوگیا۔

دوسرا دور

اس کو آپ اعلانیہ دعوت وتبلیغ اسلام کا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ شروع تو مذکورہ بالا آیت مبارک کے نزول کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔اس آیت مبارک کے جلد بعد ہی اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ حکم وہدایت ''تو اعلانیہ کہہ دیجئے جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجئے۔'' (سورہ حجر آیت 94) فرمادیا جس کے تحت احتیاط سے لیکن کھلم کھلا دعوت دین اسلام اور تبلیغ دین متین ہونے لگی۔

تیسرا دور

شہر وگردونواح مکہ کے باہر دعوت اسلام کی مقبولیت اور پھیلنے کا دور۔اس دور کی مدت دسویں سال نبوت کے اواخر سے ہجرت مدینہ تک کا ہے۔

چوتھا دور

اسے آپ عالمی دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے ہی دین اسلام اس وقت کے آزاد ملک عرب سے باہر نکلا اور دنیا کے مختلف ممالک واطراف میں پھیلنا شروع ہوا یہ عالمی دور اسی وقت شروع ہوگیا۔ دراصل یہ مرحلہ یا دور اسی دن شروع ہوگیا تھا جب دین اسلام کے چند پیروکار بحالت مجبوری (اپنے دین و جان کی حفاظت کے لئے) ایک دوسرے ملک حبشہ میں پہنچ گئے تھے۔

Marfat.com

مدنی زندگی کے مراحل یا ادوار

پہلا دور

ہجرت کے وقت مدینہ کے مخصوص حالات، مسلمانوں کا بھائی چارا، یہود کے ساتھ معاہدے اور مسلح کشاکش جس میں سرایا اور غزوات شامل ہیں۔

دوسرا دور

صلح حدیبیہ، جس کے بعد مسلمان ایک بڑی قوت، طاقت، قوم، بن کر ابھرے اور پھر قوت میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اقوام عالم کے بادشاہوں اور امراء کے نام اطاعت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔

تیسرا دور

فتح مکہ اور غزوہ حنین میں کامیابی کے ساتھ ہی ایک دم دین اسلام ایک وسیع وعریض ملک کا مذہب و دین بن گیا جن کی تعداد فوراً لاکھوں میں جا پہنچی اور مسلمان پورے عرب میں ایک منظم، موثر اور فعال طاقت بن گئے۔

میں نے مندرجہ بالا مختصراً پہلے ہی اس خیال سے لکھ دیا ہے کہ قاری کو بعد میں الجھن نہ ہو، تشنہ لبی نہ رہے ورنہ ابھی تو مکی زندگی کے پہلے دور کے بارے میں لکھنا ہے۔

پہلا دور یا مرحلہ

خفیہ دعوت وتبلیغ کا دور

جیسا کہ میں اس سے پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں یہ دور پہلی وحی مبارک کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

اس دور کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں دعوت وتبلیغ خفیہ رکھی گئی۔ مجمع عام میں پہنچ کر علانیہ کسی کو نہ کہا گیا کہ وہ ہمارا ''ہم سفر'' بنے اور بتوں کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد فضاؤں میں آ جائے اس خفیہ اور رازدارانہ کارروائی میں ایک خاص حکمت تھی۔ جو قائد تحریک ﷺ کے تدبر و دور اندیشی اور ماہرانہ قیادت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی تحریک کو یکدم نہیں بلکہ آہستہ آہستہ افرادی قوت حاصل ہوتی ہے اور ابتدائی سفر میں ایک فرد کا ضیاع بھی تحریکی نقطہ نظر سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے عاقبت اندیش کامیاب اور

marfat.com
Marfat.com

جہاندیدہ قائد اتنی سی قوت بھی ضائع ہونے نہیں دیتا اور اسے آنے والے وقت کے لئے سنبھال کر رکھتا ہے۔

اس مرحلے میں فتنہ پرداز اور شرپسند لوگ کھل کر سامنے آجاتے ہیں اور جن کے مفادات پر زد پڑے وہ بھی معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ چاہتے ہیں اس قوت کو ابھرنے سے پہلے ہی کچل دیں اور اس پودے کو تناور درخت بننے سے پہلے ہی اکھاڑ دیں۔ اس لئے وہ جذبہ رحم سے عاری ہو کر میدان میں آتے ہیں اور ہر ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ تحریک کے جاں نثاروں پر بطور خاص ان کی نظر ہوتی ہے تاکہ دہشت گردی اور ہر ممکنہ طریقہ سے انہیں ہراساں کر کے تحریک سے علیحدہ اور بددل کرنے کی کوشش کریں۔ بصورت دیگر راستہ سے ہٹا دیں۔

یہ ابتلاء و آزمائش کا دور ہوتا ہے دم خم رکھنے والے جواں ہمت اور مضبوط عزم و ایمان والے جیالے ہی اس میدان میں ثابت قدم رہتے ہیں اور محبت کے امتحان میں سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔ اس لئے دانا قائد وقت سے پہلے اظہار اور تصادم سے کلیتاً اجتناب کرتا ہے، اور ساری توجہ افراد میں اضافہ اور ان کی تربیت پر مرکوز رکھتا ہے۔ وہ انہیں بامقصد تعلیم و تربیت باقاعدگی سے دیتا ہے، قوت کو جمع کرتا ہے، منظم کرتا ہے اسے آنے والے وقت کے لئے محفوظ رکھتا ہے اور اپنے مقصد کی صداقت پر یقین محکم پیدا کرتا ہے اور اسے لحہ بہ لحہ آگے بڑھاتا ہے۔

حقائق مابعد سے آگاہ کر کے ان کے حوصلے بڑھاتا رہتا ہے تا آنکہ ایک ایسا وقت آجاتا ہے جب اس کی قوت ایک سیل تند و تیز کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور افراد اتنے تربیت یافتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں دھونس دھاندلی لالچ اور ترغیب سے منحرف کرنا ممکن نہیں رہتا۔ تب سالار کارواں میدان میں آتا ہے اور اپنی تربیت اور فیض صحبت کے اعجاز دلربا کا مظاہرہ کرتا ہے۔ دشمن اس کے ساتھیوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ بے رحمی سے انہیں دماغی جسمانی اذیت پہنچاتے ہیں ناقابل برداشت اذیتیں دیتے ہیں جنہیں مظلوم اہل حق صبر و استقامت سے برداشت کرتے ہیں مگر زبان سے ''اف'' تک نہیں کرتے۔ اس وقت ظالم لوگ دل میں ان کے کردار کو سراہتے حیران ہوتے اور منہ میں انگلیاں دباتے ہیں کہ یہ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں، جو کسی سختی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے جان دینا گوارا کر لیتے ہیں مگر اپنے موقف سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہی کردار صدیقی اور بلالی کردار ہوتا ہے۔

تین سال تک دعوت و تبلیغ کا یہ خفیہ طریقہ اور زیر زمین تربیت کا یہ پوشیدہ عمل یونہی جاری رہا، پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور نور نبی کریم ﷺ نے کسی ٹکراؤ کو پسند نہ فرمایا اور اعلانیہ تبلیغ سے احتراز کیا تاکہ کسی فرعون سے براہ راست تصادم نہ ہو اور وہ غرباء و مساکین کے درپے آزار نہ ہو جائے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے دعوت و تبلیغ کا عمل خفیہ رکھنے میں یہ حکمت بھی کارفرما تھی کہ اہل حق افرادی قوت حاصل کر لیں اور ایمان کی مٹھاس و فرحت اور مشن کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس جائے اور وہ دین و ایمان کے لئے ایثار و قربانی اور فدائیت

Marfat.com

کے اس درجہ کمال تک پہنچ جائیں کہ ہر قسم کا نقصان برداشت کرسکیں۔ جانیں دے دیں اور کسی صورت اپنے محبوب آقا و داعیٔ حق کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کریں۔

پھر ان حضرات کی کوششوں سے ایک مختصر سا کاروانِ حق تیار ہو گیا جس نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی زیرِ نگرانی روحانی تربیت اور صدق و صفا کی منزلیں طے کرنا شروع کر دیں اور جادہ نور پر گامزن ہو گئے۔

پھر اکا دکا مسافر انفرادی کوششوں کے ساتھ شریک قافلہ ہوتے رہے اور یہ چپکے چپکے بڑھتا پھیلتا اور جوش و جذبہ حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ اس رواں دواں قافلہ نے کچھ رونق حاصل کر لی اور اہل کاروان کچھ سکون اور خوشی محسوس کرنے لگے کہ اب ماشاء اللہ ان کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی ہے۔

غارِ حرا کی پرنور و پرسکون ملکوتی فضاؤں میں حکم ربانی پا لینے اور نبوت کی ذمہ داریوں سے سرفراز ہونے کے بعد اب پیش نظر ایک ہی مقصد تھا کہ حکم خداوندی کی تعمیل اور دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز کہاں سے اور کیسے کیا جائے؟ سردست جاہلی ماحول و فضاؤں کے پروردہ لوگوں میں یہ معاملہ، یہ نیک کام فوری طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ مادہ پرست لکیر کے فقیر اور شراب و شباب کے رسیا بت پرست لوگ اپنے ناقص ذہنوں کے ساتھ اس حقیقت کبریٰ کا ادراک ہی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی چندھیائی ہوئی آنکھیں اس شمع فروزاں کے سامنے کھل ہی نہیں سکتی تھیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فیصلہ فرما لیا کہ سب سے پہلے یہ صحیفہ صداقت ان حقیقت پسندوں کے سامنے کھولا جائے جو موجودہ ماحول سے متنفر، حق پرست، حق کے متلاشی، محرم راز اور شب و روز کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ہیں۔ جن میں خدا خوفی ہے، اچھائی بھلائی کے طلبگار ہیں اور جن کے سامنے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا کردار و سیرت عیاں ہے اور زندگی کا کوئی گوشہ ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اس پیغام سے آگاہ کیا۔ وہ تو جیسے پہلے ہی سے منتظر بیٹھی تھیں، اشارہ پاتے ہی خاتون اوّل کی حیثیت سے اسلام کے دامن میں آ گئیں۔

مردوں میں سب سے پہلے یہ پیغام حق قبول کرنے کی سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ کسی قسم کے تردد اور ہچکچاہٹ کے بغیر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر، آپ نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور اسلام کے دائرے میں آ گئے۔

بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت و عزت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

پھر ان حضرات کی کوششوں سے ایک مختصر سا کاروانِ حق تیار ہو گیا جس نے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی زیرِ نگرانی روحانی تربیت اور صدق و صفا کی منزلیں طے کرنا شروع کر دیں اور جادہ نور پر گامزن ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

پھر اکا دکا مسافر انفرادی کوششوں کے ساتھ شریک قافلہ ہوتے رہے اور یہ چپکے چپکے بڑھتا پھیلتا اور جوش وجذبہ حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ اس رواں دواں قافلہ نے کچھ رونق حاصل کر لی اور اہل کارواں کچھ سکون اور خوشی محسوس کرنے لگے کہ الحمد للہ اب ان کی تعداد خاصی ہوگئی ہے۔

اس دور کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں دعوت وتبلیغ خفیہ رکھی گئی۔ مجمع عام میں پہنچ کر علانیہ کسی کو نہ کہا گیا کہ وہ ہمارا ''ہم سفر'' بنے اور بتوں کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد فضاؤں میں آ جائے اس خفیہ اور راز دارانہ کاروائی میں ایک خاص حکمت تھی جو قائد تحریک ﷺ کے تدبر دور اندیشی اور ماہرانہ قیادت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کسی بھی تحریک کو یکدم نہیں بلکہ آہستہ آہستہ افرادی قوت حاصل ہوتی ہے اور ابتدائی سفر میں ایک فرد کا ضیاع بھی تحریکی نقطہ نظر سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے اس لئے عاقبت اندیش کامیاب اور جہاندیدہ قائد اتنی سی قوت بھی ضائع ہونے نہیں دیتا اور اسے آنے والے وقت کے لئے سنبھال کر رکھتا ہے۔

اس مرحلے میں (بڑے لوگ) متعصب، اڑیل فتنہ پرداز اور شرپسند لوگ کھل کر سامنے آ جاتے ہیں اور جن کے مفادات پر زد پڑے وہ بھی معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ چاہتے ہیں اس قوت کو ابھرنے سے پہلے ہی کچل دیں اور اس پودے کو تناور درخت بننے سے پہلے ہی اکھاڑ دیں۔ اس لئے وہ جذبہ رحم سے عاری ہو کر میدان میں آتے ہیں اور ہر ظلم وستم روا رکھتے ہیں۔ تحریک کے جان نثاروں پر بطور خاص ان کی نظر ہوتی ہے تاکہ دہشت گردی اور ہر ممکنہ طریقہ سے انہیں ہراساں کر کے تحریک سے علیحدہ اور بددل کرنے کی کوشش کریں بصورت دیگر راستہ سے ہٹا دیں۔

یہ ابتلاء وآزمائش کا دور ہوتا ہے دم خم رکھنے والے جواں ہمت اور مضبوط عزم وایمان والے جیالے ہی اس میدان میں ثابت قدم رہتے ہیں اور لگن، عقیدت محبت کے امتحان میں سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔ اس لئے دانا قائد وقت سے پہلے معاملہ کی بے جا تشہیر واظہار اور بے وقت کے تصادم سے کلیتاً اجتناب کرتا ہے اور ساری توجہ افراد میں اضافہ اور ان کی تربیت پر مرکوز رکھتا ہے حقائق مابعد سے آگاہ کر کے ان کے حوصلے بڑھاتا رہتا ہے اور پھر وقت رفتہ کے ساتھ ایک ایسی منظم، باشعور تربیت یافتہ افرادی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کو نہ تو آسانی سے دبایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی ظلم وزیادتی دھونس دھاندلی اور ترغیب سے اس راہ اختیار کردہ سے روکا جاسکتا ہے، منحرف کیا جاسکتا ہے۔

تب سالار کارواں میدان میں آتا ہے اور اپنی تربیت اور فیض صحبت کے اعجاز دلربا کا مظاہرہ کرتا ہے۔ دشمن اس کے ساتھیوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ بے رحمی سے انہیں ہر طرح کا نقصان پہنچاتے ہیں ناقابل برداشت اذیتیں دیتے ہیں جنہیں مظلوم اہل حق صبر واستقامت سے برداشت کرتے ہیں مگر زبان سے ''اف'' تک نہیں کرتے اس وقت ظالم لوگ دل میں ان کے کردار کو سراہتے حیران ہوتے اور منہ میں انگلیاں دباتے ہیں کہ یہ کس

Marfat.com

مٹی کے بنے ہوئے ہیں، جو کسی سختی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے جان دینا گوارا کر لیتے ہیں مگر اپنے موقف سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کے اس جذبہ وایثار سے متاثر ہو کر کبھی کبھی کچھ لوگ ان کی صفوں میں آ ملتے ہیں۔

تقریباً تین سال تک دعوت وتبلیغ کا یہ خفیہ طریقہ اور زیر زمین کا یہ پوشیدہ عمل یونہی جاری رہا، حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے کسی ٹکراؤ کو پسند نہ فرمایا اور علانیہ تبلیغ سے احتراز کیا تاکہ کسی فرعون وقت سے براہ راست تصادم نہ ہو اور وہ غرباء ومساکین کے درپے آزار نہ ہو جائے، دعوت وتبلیغ کا عمل خفیہ رکھنے میں یہ حکمت بھی کارفرما تھی کہ اہل حق افرادی قوت حاصل کر لیں اور ایمان کی بشاشت اور مشن کی محبت دلوں میں رچ بس جائے اور وہ دین وایمان کے لئے ایثار وقربانی اور فدائیت کے اس درجہ کمال تک پہنچ جائیں کہ ہر نوع کا نقصان برداشت کر سکیں جانیں دے دیں لیکن راہ حق، دین حق اور حضور انور نبی کریم ﷺ کا ساتھ، اطاعت واتباع چھوڑنا گوارا نہ کریں۔

چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت مختصر عرصہ میں ایسے جانباز اور سرفروش تیار ہو گئے جو عشق ومحبت کے اس معیار پر پورے اترتے تھے۔

اس فہرست میں نمایاں نام خود داعی انقلاب اور قائد تحریک رہبر اعظم پیغمبر انقلاب سیّد المجاہدین حضور حبیب کبریا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا آتا ہے جنہیں ظالموں نے روح فرسا اذیتیں دیں، بے ادبی اور بدتمیزی کی انتہائی حدوں کو چھو لیا۔ اپنے وطن میں رہنا دوبھر کر دیا، بلکہ قتل کے درپے ہو گئے اور اپنے طور پر اس منصوبے کے تمام انتظامات بھی مکمل کر لئے۔

دوسرا نام صاحب صدق وصفا حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اثر ورسوخ اور قوت ودولت کے باوجود راہ ایمان وانقلاب میں بے حد وحساب مشکلات اور شدائد ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمنوں کے مظالم کا بطور خاص ہدف بنے اور ان کے قہر وغضب کے شکنجے میں آئے مگر کوئی اذیت اور تکلیف ان کے پائے ثبات واستقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی اور آپ اپنے انقلابی موقف پر سختی سے ڈٹے رہے۔

چونکہ آپ مکہ کے نامور تاجر اور بیرون ملک آنے جانے والے بارسوخ انسان تھے اس لئے آپ کی کوششوں اور مخلص مشوروں سے کچھ اور لوگ بھی اسلام لے آئے جو معاشرے میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور قابل ذکر شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان میں سرفہرست حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہے۔ پھر آپ ہی کی تبلیغ سے حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر فرزندان قوم بھی حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ، حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت سعید بن زید اور آپ کی اہلیہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں سب نے مصطفوی قافلہ تحریک دین اسلام میں شمولیت اختیار کر لی۔

حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد خواتین میں سے جو عورتیں اس دور میں مسلمان ہوئیں ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ (حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی) حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سرفہرست ہیں۔

بگڑے ہوئے اور بھٹکے ہوئے معاشرے کے پیدا کردہ ان نامساعد حالات میں ایمان لانا اور پرانی قدروں کا ''جوا'' گلے سے اتار پھینکنا کوئی کھیل تماشا اور آسان کام نہ تھا بلکہ اپنی جان پر کھیلنے کے مترادف تھا۔ اس لئے ایسے ماحول سے ٹوٹ کر آنے والوں کو قدرت نے ایک خصوصی اعزاز بخشا اور عظمت و بزرگی کا ایسا تمغہ عطا کیا جس کے سامنے دنیاوی تمغے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔ قرآن پاک نے انہیں ''سابقین واولین'' قرار دیا اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے انہیں منفرد وممتاز قرار دے دیا۔

ان ممتاز اور ''افضل واول'' سعادت مندوں میں سے کچھ کا قدرے تفصیل سے تعارف پیش کیا جاتا ہے تاکہ ''وہ دور انقلاب'' اپنے پورے خدوخال کے ساتھ قارئین کرام کے سامنے آجائے اور راہ انقلاب کے ساتھیوں کو جوش و جذبہ ملے اور ان کا عزم توانا اور حوصلہ جوان ہو۔

سابقون الاوّلون کی وضاحت

اعلانِ نبوت کے بعد جو لوگ سب سے پہلے ایمان لائے وہ بارگاہ خداوندی میں مقرب ہیں۔ قرآنِ کریم اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بشارت دی ہے۔ تاہم اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

سعید بن مسیب قتادہ اور ابن سیرین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ سابقون الاوّلون سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر نماز پڑھی یعنی جو لوگ تحویل قبلہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ اس میں شامل ہیں۔

عطاء ابن ابی رباح کا قول ہے کہ اس سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ اس میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو حدیبیہ کی بیعتِ رضوان میں شریک تھے' ایک اور قول یہ بھی ہے کہ سابقون الاوّلون میں وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو ہجرت سے قبل مسلمان ہو گئے تھے۔ (روح المعانی جلد 11 صفحہ 7۔ تفسیر مظہری جلد 4 صفحہ 285)

Marfat.com

سابقون الاوّلون

حضرت ام المؤمنین، سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اور قابل صد احترام بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت قدر کرتے تھے' وجہ یہ تھی کہ یہ شروع ہی سے انقلاب کی راہوں کی ساتھی اور تحریک کے راستے میں پیش آنے والی تمام مشکلات میں قدم سے قدم ملا کر چلنے والی خاتون تھیں۔ یہی نہیں کہ دشمنوں کے لگائے ہوئے چرکے بڑی خندہ پیشانی اور صبر و استقامت سے سہتی اور ہر دکھ درد بڑے استقلال سے برداشت کرتی رہیں بلکہ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اخلاقی اور مالی مدد فراہم کی۔ حوصلہ شکن حالات میں ڈھارس بندھائی۔

دلائل کے ساتھ روشن مستقبل دکھایا کہ آپ خوبصورت اوصاف، پسندیدہ خصائل، قابل تعریف اور مہذب عادت و اطوار کے مالک ہیں اس لئے راہ انقلاب میں ناکامی سے دوچار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کامیاب اور روشن مستقبل خود بھاگا ہوا آئے گا اور آپ کے مبارک قدموں پر نثار ہو جائے گا۔ یہ ابتلاء و آزمائش کے لمحات عارضی ہیں جب انقلاب کے قدم مضبوط ہوئے اور لوگوں نے اس کی ضرورت و اہمیت محسوس کی تو از خود ان کا رجحان اس طرف ہو جائے گا اور وہ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگیں گے اور ذوق و شوق کے ساتھ اس کاروانِ انقلاب اور قافلہ شوق و مستی میں شریک ہو جائیں گے۔

مشن اور تحریک کے لئے ان ہی عظیم، ناقابل فراموش اور ٹھوس خدمات کی وجہ سے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں افضل ترین خاتون قرار دیا اور بتایا ''وہ دنیا جہان کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔''

حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتراف خدمات کے طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اتنا زیادہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی ذات پر رشک آنے لگا آخر ایک مرتبہ انہوں نے عرض کر ہی دی کہ: آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایک بوڑھی خاتون کو اتنا کیوں یاد کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سرکار کو ان سے' بہتر جوان بیوی عطا فرما دی ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تمہارا خیال غلط ہے۔ خدیجہ سے

marfat.com
Marfat.com

بہتر اللہ پاک نے مجھے کوئی بیوی عطا نہیں فرمائی۔ خدیجہ خدیجہ ہی تھی۔ قوم نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انحراف کیا تو وہ صدق دل سے ایمان لائی۔ اپنی تمام دولت اثر رسوخ و قابلیت دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ نامساعد حالات میں وہ جرأت و ہمت اور تدبر کے ساتھ مضبوط دیوار بن کر کھڑی ہو گئی اور میری ذات پر کیا جانے والا ہر وار اپنی ذات پر سہا، بت پرستوں کے حوصلوں کو پست کیا اور انہیں کوئی بڑی کارروائی کرنے کی جرأت نہ ہونے دی بھلا اس جیسا کون ہو سکتا ہے؟۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ۲۴۳۷)

تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ

اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کوئی مرد اور کوئی عورت آپ سے پہلے اسلام نہیں لایا۔'' (الکامل ابن اثیر جلد 2 صفحہ 37)

علامہ ابن ہشام اپنی السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایمان لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور رسالت کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھائی۔ آپ سب سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے محبوب نبی کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ جب مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلخ کلامی کرتے یا جھٹلاتے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ ہوتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا ایسی گفتگو کرتیں کہ غم واندوہ کے بادل چھٹ جاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدمی پر ابھارتیں۔ اس غم کو ہلکا کرتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتیں۔ اس طرح لوگوں کی مخالفتوں کے باعث دل کو جو ملال اور رنج پہنچتا اس کا ازالہ کر دیتیں اللہ تبارک تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ 259)

ایمان لانے میں سب سے سبقت لے جانے اور ہر مرحلہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرتے رہنے کا صلہ بارگاہ الٰہی سے حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یہ ملا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حضور پُر نور سرور انبیاء سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آ کر عرض کی۔

''یا رسول اللہ! اپنے رب کی طرف سے اور میری طرف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام پہنچایئے اور انہیں خوشخبری دیجئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں موتیوں کا بنا ہوا ایک محل مخصوص کیا ہے جس میں کوئی شور نہیں ہوگا اور نہ کوئی کوفت۔ حضرت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا نے جواب دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہی سلام ہے ساری سلامتیاں اسی سے ہیں۔ جبرئیل پر سلام ہو۔ اور یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو نیز اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔''

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 175)

اس جواب میں بارگاہ صمدیت کے آداب کا جس طرح خیال رکھا گیا ہے اس سے جہاں آپ کی عقلمندی اور دانشمندی کا پتہ چلتا ہے وہاں اس طرح آپ کی ایمانی قوت اور یقین کی نور افشانیاں بھی نمایاں ہو رہی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی محلے میں رہتے تھے اور تقریباً ہم عمر بھی تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ طبع و مزاج میں بڑی ہم آہنگی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شروع ہی سے بت پرست قوم کے جاہلانہ اطوار کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شراب سے انہیں نفرت تھی۔ طبیعت پر نفاست و متانت کا غلبہ تھا۔ انہوں نے قتل و غارت اور لوٹ مار میں کبھی حصہ نہ لیا۔ تجارت کے ذریعے حلال کمائی کو ترجیح دی اور دیانت و امانت کے بل بوتے پر کاروبار کو اتنا پھیلایا کہ آپ کا شمار مکہ کے امراء میں ہونے لگا۔ آپ پورے عرب میں بڑے اثر و رسوخ کے مالک اور باعزت باشعور انسان تھے اور سب انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(البدایہ والنھایہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 29)

ان سلجھے ہوئے خصائل نے انہیں حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب کر دیا تھا یہ بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی یکتائی اور کردار و سیرت کی انفرادیت سے بہت متاثر تھے ان کے ہر عمل میں دلکشی، پاکیزگی اور ندرت ہوتی تھی۔ یہ محسوس کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑی ہی غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں زمانے کی جہالت کے باعث وہ اس کی صحیح توجیہہ کرنے سے قاصر تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ حقیقت واضح ہونے لگی اور سربستہ راز کھلنے لگے۔ انہیں پتہ چل گیا کہ ان کے مہربان دوست مستقبل کے بہت بڑے انسان ہیں اتنے بڑے کہ موجودہ حالات میں وہ اس بڑائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بعثت سے پہلے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت، نشست و برخاست، ہر اہم بات پر صلاح مشورہ ہر روز کا معمول تھا۔ کئی تجارتی سفر جو بیرون ملک پیش آئے ان میں بھی ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سفر رہے طبیعتوں میں کمال یکسانیت کے باعث باہمی انس و محبت بھی درجہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ اس بے تکلف میل جول کے باعث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور پُرنور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و محامد کے عینی شاہد تھے اور دل سے گرویدہ تھے۔ اس عرصہ میں آپ نے کئی خواب دیکھے جنہوں نے آپ کے قلب و ذہن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت کا گہوارہ بنا دیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الانف کے حوالے سے ایک خواب کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ چاند مکہ میں اترا ہے اور تمام گھروں میں اس کی روشنی پھیل گئی ہے اور اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں گرا ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ چاند کے بکھرے ہوئے ٹکڑے یکجا ہو گئے اور وہ مکمل چاند ان کی گود میں آ گیا۔ اہل کتاب کے کسی عالم سے آپ نے اس خواب کی تعبیر پوچھی اس نے بتایا کہ وہ نبی آخرالزمان جس کی آمد کے ہم منتظر ہیں اور جس کے ظہور کی گھڑی بالکل قریب آ گئی ہے وہ ظاہر ہو گا۔ اور آپ اس کی اطاعت و پیروی کریں گے اور اس کی اطاعت کی برکت سے آپ سارے جہان میں سعید ترین شخص ہوں گے۔ ایسے خوابوں نے اور ہر روز نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے مشاہدہ نے انہیں اس آواز والہام غیب کے لئے سراپا گوش بنا دیا جس کا سارے عالم کو انتظار تھا اور علماء کتاب جس کی آمد کا برملا اعلان کرتے رہتے تھے۔

مختلف سفروں کے دوران میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی علامت دیکھی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اور درخشاں مستقبل کی پیشین گوئی کر رہی تھیں، گویا رحمت خداوندی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چن لیا تھا۔ اور ذہنی طور پر ان کو یوں تیار کر لیا تھا کہ ادھر نور نبوت چمکے ادھر یہ اس کے اجالے کو عام کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں پیش کر دیں ادھر دعوت حق کا اعلان ہو ادھر لبیک اللھم لبیک کی صدائیں اس کے استقبال کے لئے ان کی دل کی گہرائیوں سے بلند ہونے لگیں۔ چنانچہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو ایمان لانے کی دعوت دی تو بلا ادنیٰ تامل انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

حضور پرنور، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔

''میں نے جس کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' تو اس کا پاؤں پھسلا اور وہ تشویش میں مبتلا ہوا اور غور و فکر کرنے لگا سوائے ابوبکر کے۔ اس نے نہ تردد کیا اور نہ جھجکا۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 406)

حقیقت یہ ہے کہ ورقہ اور دیگر علماء اور راہبوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑی پیش گوئیاں کی تھیں جن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ آپ کو یقین تھا کہ اس ہستی کو اللہ تبارک تعالیٰ نبی بنا کر مبعوث فرمانے والا ہے اور اس گھڑی کے لئے آپ شدت سے منتظر رہا کرتے تھے کہ حضور اپنی نبوت کا اعلان کریں اور یہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ایمان لانے کا شرف حاصل کریں چنانچہ ایک روز، آپ حکیم بن حزام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حکیم کی لونڈی اس کے پاس آئی اور بتایا کہ آپ کی پھوپھی خدیجہ آج یہ خیال کر رہی ہیں کہ ان کے خاوند نبی مرسل ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام تھے۔

Marfat.com

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموشی سے کھسک گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اور آپ سے خبر دریافت کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی آمد کا واقعہ انہیں بتایا اور آگاہ کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''آپ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے سچ فرمایا ہے اور آپ سچوں میں سے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ہیں''

علامہ زرقانی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

شرح مواہب اللدنیہ میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

''کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف با سلام ہوئے کیونکہ آپ کو یہ توقع تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کا اعلان فرمانے والے ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ نے ورقہ بن نوفل سے بہت کچھ سنا تھا۔ ایک روز حکیم بن حزام کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ ان کی لونڈی آئی اور حکیم کو بتایا کہ ان کی پھوپھی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آج کہہ رہی تھیں کہ ان کے خاوند موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چپکے سے وہاں سے کھسک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔'' (محمد رسول اللہ، محمد صادق العرجون جلد 1 صفحہ 522)

اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو توصیف اور مدح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ مضمون کے اعتبار سے بالکل ایک جیسی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے متعلق یہ حدیث، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر پاک میں گزر چکی ہے اس لئے یہاں اسے دوہرایا نہیں جائے گا۔ ہاں اسی سے ملتے جلتے الفاظ و انداز حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائے جب ایک موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ تلخ کلامی ہوگئی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا یہ سچا ہے۔ اس نے اپنی ذات اور مال سے میری دلجوئی کی۔ کیا تم میرے لئے میرے اس دوست کو چھوڑو گے یا نہیں۔

ان احادیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ (محمد رسول اللہ، محمد صادق العرجون جلد 1 صفحہ 523)

آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام بدل کر عبداللہ رکھا۔ ابوبکر آپ کی کنیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

''خصائل حمیدہ میں جدت طراز ہونے کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوبکر رکھی گئی۔''

marfat.com
Marfat.com

آپ کا لقب عتیق تھا' کیونکہ آپ بڑے خوبرو اور خوش شکل تھے اس لئے آپ کو عتیق کے لقب سے ملقب کیا گیا اور بعض کے نزدیک یہ لقب سرورِ دوعالم ﷺ نے آپ کو دیا کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کو خوشخبری دی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو آتش جہنم سے آزاد کر دیا۔

اب رہا یہ سوال کہ سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف کس کو حاصل ہوا۔

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اس امر پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ ساری امت اسلامیہ میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے بعد اولیت کا شرف حضرت علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا یا صدیق اکبر کو اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں علماء ربانیین نے ان مختلف روایات میں یوں تطبیق کی ہے۔ کہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا اور بالغ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ انہوں نے اسلام قبول بھی کیا اور اس کا اعلان بھی کیا۔ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

لیکن ابن جوزی صفوۃ الصفوۃ میں شعبی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار کی روایت کرتے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے عربی اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"جب تم اپنے قابل اعتماد بھائی کے حزن و ملال کو یاد کرنا چاہو تو اپنے بھائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یاد کرو ان تکالیف کے باعث جو انہوں نے برداشت کیں۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کے بعد وہ ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور سب سے افضل تھے انہوں نے جو ذمہ داری اٹھائی اس کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔ حضور ﷺ کے بعد آنے والے دوسرے آپ تھے آپ کا مشہد قابل تعریف تھا اور ان لوگوں میں سب سے پہلے تھے جو رسولوں پر ایمان لائے"۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 406)

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ مدحیہ اشعار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھے۔ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں سنا اور ان کی تردید نہیں کی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا۔ آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے میں اولیت کا شرف حاصل ہوا۔

ابن کثیر اپنی السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں کہ

آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے' بچوں میں یہ اعزاز پانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا ہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر، جلد 1 صفحہ 437)

Marfat.com

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں۔

ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپ ہیں یہ بڑی عزت کی بات ہے پھر مہاجرین وانصار نے آپ کے ہوتے ہوئے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کیسے کر لی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

''اس قسم کا دعویٰ حقیقت سے انحراف کے مترادف ہے اصل بات یہ ہے کہ چار باتوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مکمل سبقت حاصل ہے۔''

وہ سب سے پہلے اسلام لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی غار ثور کی خلوتوں میں ساتھ رہے جبکہ وہاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور کوئی نہ تھا اور چوتھی بات یہ کہ مکہ مکرمہ میں علانیہ نماز پڑھتے رہے جبکہ میں شعب ابی طالب رضی اللہ عنہ میں محصور تھا۔ (حاشیہ زینی دحلان، السیرۃ الحلبیہ، جلد 1 صفحہ 173)

جب آپ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ یہ اس دور کے حوالے سے اتنی بڑی رقم ہے جسے خزانہ کہا جا سکتا ہے مگر آپ نے دین وایمان کے فروغ کے لئے یہ خزانہ بے دریغ اسلام کی راہ میں لٹا دیا۔

چونکہ کاروباری حلقوں میں جانے پہچانے امیر کبیر اور بااثر آدمی تھے اس لئے اپنے قریبی حلقے تک آپ نے مصطفوی مشن کی بات پہچانا شروع کر دی اور انہیں بتایا کہ ہم لوگ تاریکیوں کے مسافر ہیں اور بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے موجودہ معاشرے کی حرکتیں اور خصلتیں حیوانوں اور درندوں سے مختلف نہیں۔ یہاں جنگل کا قانون نافذ ہے' کسی کی عزت وآبرو محفوظ نہیں' کوئی ضابطہ اخلاق نہیں بے لگام زندگی کے جاہلانہ اطوار پوری انسانیت کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔

انسانی شرف ومقام حاصل کرنے کے لئے ہمیں یہاں ایک صالح انقلاب کی ضرورت ہے جو موجودہ معاشی معاشرتی اور اخلاقی قدروں کو بدل ڈالے اور انسان کو ضلالت' ومذلت سے نکال کر عظمت سے آشنا کرے اس مقصد کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما دیا ہے وہ اپنی تمام تر خوبیوں اور جلوؤں کے ساتھ منظر عام پر آ گئے ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس آفتاب کرم سے ہدایت کی کرنیں لے کر اپنے دلوں کے شب کدوں کو اجالوں میں بدلیں اور انسان بنیں۔ یاد رکھو! اگر ہم نے یہ زریں اور حسین موقعہ کھو دیا تو ہماری طرف سے کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گونا گوں صفات حمیدہ سے متصف فرمایا تھا۔ نسبی لحاظ سے آپ کا خاندان قوم قریش میں بامعزز شمار ہوتا تھا۔ آپ بڑے کامیاب تاجر تھے کاروبار میں راست بازی، لین دین میں دیانتداری آپ کا طرہ امتیاز تھا، غریبوں کی امداد، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی آپ کا معمول تھا زمانہ جہالت کی

marfat.com
Marfat.com

آلودگیوں سے آپ کا دامن پاک تھا آپ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

وَفِی السِّیْرَۃِ الْحَلْبِیَۃِ اَنَّ اَبَابَکْرٍ لَمْ یَسْجُدْ لِصَنَمٍ قَطُّ

''سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔''

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 179)

اخلاق باختگی کے اس دور میں مے خواری، قمار بازی سے آپ ہمیشہ دور رہے۔ دولت مند ہونے کے باوجود غرور اور تکبر کی انہیں ہوا تک نہ لگی تھی۔ بات کے سچے، وعدہ کے پکے، بڑے خوش خلق، بلند کردار عالی ظرف، تحمل و بردباری کے پیکر' الغرض ان صفات جمیلہ کے باعث تمام اہل مکہ دل سے ان کا احترام کرتے تھے معاشرہ کے ہر طبقہ میں ان کی عزت کی جاتی۔

آپ کے پاس آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہر شخص سے آپ عزت سے پیش آتے اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی دلجوئی کرتے۔ ان خداداد خوبیوں کے باعث آپ کے احباب کا ایک وسیع حلقہ معرض وجود میں آگیا تھا جو مکہ کے چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھا ان لوگوں کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔ ہر اہم کام میں مشورہ کے لئے وہ لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کی صائب رائے سے مستفید ہوتے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے جب آپ کو شرف ایمان سے مشرف فرمایا اور دل نور ہدایت سے منور ہو گیا تو آپ کی طبع فیاض نے گوارا نہ کیا کہ لوگ اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔ آپ نے اپنے دوستوں کے حلقہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا' جن پر آپ کو اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ کی کوشش بار آور ہونے لگیں اور بڑی بڑی عظیم شخصیتیں دین اسلام کو قبول کر کے امت مسلمہ میں شامل ہونے لگیں وہ سعادتمند روحیں جو حضرت صدیق اکبر کی مساعی جمیلہ سے مشرف باسلام ہوئیں ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- ☆ حضرت عثمان بن عفان
- ☆ حضرت زبیر بن العوام
- ☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عرف
- ☆ حضرت سعد بن ابی وقاص
- ☆ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین

آپ کی کوششیں جاری تھیں اور وقت کے لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت منظم، مدلل و موثر طریقہ سے بڑے پیمانے پر جاری تھیں کہ اس کے (مندرجہ بالا افراد کا اسلام لانے کے) دوسرے روز ہی خوش نصیبوں کا ایک اور گروہ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان حضرات نے بھی رہبر کائنات ہادیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک و ہدایت بخش پر ہاتھ رکھ کر بیعت اسلام کی

Marfat.com

☆ حضرت ابوعبیدہ بن جراح

☆ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد

☆ حضرت ارقم بن ابی ارقم

☆ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم اجمعین (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 439)

آپ کی موثر گفتگو اور ترغیب نے جن خوش نصیبوں کو اسلام کے دائرے میں آنے کا موقعہ فراہم کیا ان میں ایسی شخصیات بھی ہیں جن کی صلاحیتوں نے اسلام کی قابل قدر اور نمایاں خدمات انجام دیں اور تاریخ کے صفحات پر گہرے نقوش ثبت کئے جن کا نام سن کر آج بھی مسلمانوں کی آنکھیں عقیدت و محبت سے جھک جاتی ہیں اور دل ان کی عظمتوں کو سلام کہتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوائے نبوت فرمایا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی مگر قدرت نے ذہن رسا اور فہم ثاقب و ہدایت طلب عطا فرمایا تھا۔ اس کم عمری میں بھی بات کی گہرائی اور معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے' اس لئے آپ کو حق و صداقت کی روشنی پہچاننے اور منزل مقصود تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ قدرت نے بھی کچھ ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ یہ راہ آسان ہوگئی اور آپ کو منبع ہدایت پر پہلے ہی پہنچا دیا۔ ہوا یوں کہ ان ہی دنوں سرزمین عرب کو قحط نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، معاشی حوالے سے وہاں کے حالات اتنے دگرگوں اور ابتر تھے کہ ذرا سی خشک سالی ان کے ہوش اڑا دیتی تھی اور وہ سب کچھ فراموش کر کے روٹی کی فکر میں لگ جاتے تھے اس وقت ان کے سامنے ایک ہی مسئلہ ہوتا تھا کہ پیٹ کی آگ کیسے بجھائی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب رضی اللہ عنہ کے گھریلو حالات کا علم تھا وہ عیال دار آدمی تھے مگر آمدن کے ذرائع محدود تھے اس لئے خشک سالی کے دنوں میں عسرت اور تنگی سے گزر بسر ہوتی تھی۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رہے انہوں نے بھی آسودگی کا منہ دیکھ لیا تھا مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گھر الگ بسا لیا تھا اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں پھر پہلے جیسے حالات پیدا ہو گئے تھے۔

قریش میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوشحال اور کھاتے پیتے آدمی تھے اپنے بھائی حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وہ اکثر و بیشتر مالی امداد کرتے رہتے تھے مگر جب تک معقول ذرائع آمدن نہ ہوں کسی کی محدود امداد کب تک فائدہ دے سکتی ہے؟ اس لئے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے شب و روز وہی تھے۔ ان ہی معاشی حالات کے پیش نظر ایک دن حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا:

آپ جانتے ہیں اس وقت ملک میں قحط پڑا ہوا ہے اور خشک سالی کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں آپ کے

marfat.com
Marfat.com

بھائی ابوطالب رضی اللہ عنہ صورت حال سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ ہم دونوں مل کر ان کا بوجھ ہلکا کریں اور ان کا ایک ایک بیٹا لے لیں تاکہ چچا ابوطالب رضی اللہ عنہ پر قدرے معاشی بوجھ کم ہو اور وہ سکھ کا سانس لیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ ہمدردانہ تجویز بہت پسند آئی چنانچہ دونوں حضرات ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اپنی تجویز سے آگاہ کیا وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا: عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دیں باقی دو بچوں کو بے شک لے جائیں۔

اس وقت ان کے چار بچے تھے سب سے چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے' ان سے دس سال بڑے حضرت جعفر تھے' ان سے بڑے حضرت عقیل تھے یہ تینوں حضرات بعد میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے لیکن چوتھا بیٹا طالب اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہا۔

وہ سب ایک دوسرے سے دس دس سال چھوٹے تھے اور ترتیب یہ تھی۔ طالب، عقیل، جعفر اور علی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو سب سے کمسن تھے حضور انور رحمت دوعالم نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کفالت میں لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت علی کو اعلان نبوت سے پہلے ہی آغوش نبوت میں پہنچا دیا۔ تاکہ یہ قطرہ، صدف احمدی میں پرورش پا کر درِ شہوار بنے اپنے علمی اور روحانی انوار مبینہ سے تاقیامت اکناف عالم کو منور اور روشن کرتا رہے۔

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام علی رکھا۔ اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنی زبان مبارک اس مولود مسعود کو چوسنے کے لئے اس کے منہ میں ڈالی جسے یہ بچہ چوستا رہا یہاں تک کہ سو گیا۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 182)

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

ایک روز آپ کاشانہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے مجھے رسول مبعوث کیا ہے۔ پس میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو۔ اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرو۔'' (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 182)

حضرت علی نے جواب دیا یہ عجیب بات ہے اس کے بارے میں، میں نے آج تک نہیں سنا۔ جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کرلوں میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اگر تم اسلام نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو افشا نہ کرنا۔

Marfat.com

ایک رات یوں ہی گزر گئی۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے دل کو نور ایمان سے روشن کر دیا تو وہ صبح سویرے حضور پُر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ سوموار کا دن تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مع ام المومنین رضی اللہ عنہا نماز پڑھتے دیکھا۔ منگل کے روز آپ مشرف باسلام ہوئے اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ ایک روایت میں آپ کی عمر دس سال بیان کی گئی ہے اگرچہ آپ بالغ نہیں ہوئے تھے لیکن سن تمیز کو پہنچ چکے تھے۔ ابتداء میں آپ نے ایمان کو اپنے والد کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔

جب بھی نماز ادا کرنا ہوتی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مہربان و مربی اور شفیق آقا اور بے مثال و کامل رہنما حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ہمراہ، بیرونی پہاڑیوں پر تشریف لے جاتے اور وہاں چھپ کر نماز ادا فرماتے، عرصہ تک یہی معمول جاری رہا۔ ایک روز اتفاق سے ادھر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ آ گئے۔ یہ قیام و رکوع اور جلسہ و سجدہ اور عبادت کا انداز دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی ایسی عبادت اور پر کشش حرکات سے وہ واقف نہ تھے، کھڑے دیکھتے رہے۔ جب دونوں حضرات فارغ ہوئے تو پوچھا:

اے بھتیجے! یہ کون سا دین ہے؟ جس پر میں تجھے کاربند دیکھ رہا ہوں؟

حضور ﷺ نے جواب دیا:

''اے محترم چچا! یہ اللہ کا دین ہے۔ اس کے فرشتوں کا دین ہے اس کے رسولوں کا دین ہے۔ اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے اور اے محترم چچا! آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور ہدایت کی دعوت دوں اور آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ میری اس دعوت کو قبول کریں۔ اور اس سلسلہ میں میری مدد کریں۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میرے بھتیجے! میں (سر دست) اپنے آباء کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن بخدا کوئی شخص تیرے قریب نہیں آ سکتا کہ تمہیں تکلیف پہنچائے جب تک میں زندہ ہوں۔''

۔(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 265)

انہوں نے اپنے فرزند حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھ ہی لیا تھا۔ پوچھا اے بیٹے علی یہ کیسا دین ہے جو تو نے اختیار کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔

''اے میرے باپ! میں اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور جو دین لے کر یہ آئے ہیں اس کی میں نے تصدیق کی ہے اور آپ کی معیت میں اللہ کے لئے نماز پڑھی ہے اور آپ کی پیروی کی ہے۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی! انہوں نے تمہیں خیر کی طرف بلایا ہے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 265)

marfat.com
Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

آپ کے بارے میں تفصیل اس سے پہلے باب (اوراق) میں گزر چکی ہے اور آپ کے ایمان لانے کے بارے میں وضاحت سے یہ بیان سیرت کی مختلف کتابوں میں درج ہے کہ

آپ سابقوں الاوّلون میں سے ہیں اور آزاد شدہ غلاموں میں سے سب سے پہلے آپ ایمان لائے اور غلاموں میں حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے میں اولیت کا شرف حاصل ہوا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 2 صفحہ 406)

قارئین کرام

اب مختصر، تھوڑا تھوڑا چند سابقوں الاوّلون کے بارے میں

ان کے بارے میں لکھے جانا' ان کا حق ہے، ہمارا احترام کرنا ہے اور امت مسلمہ کے لئے باعث سعادت ہے۔ ان پر لکھے گئے کو بھی پورے احترام، دلچسپی اور توجہ سے پڑھیں کہ ان کے اس آئینے میں آپ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھیں گے۔ وہ جن تکالیف، اذیتوں، پریشانیوں، مصائب ومشکلات ودشواریوں سے گزرے وہ سب ان کے دین اسلام اختیار کرنے کے سبب تھیں۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان سب کے حالات سے باخبر رہنے والے، ان کے دکھ درد کو شدت سے محسوس کرنے والے، ان کا مداوا کرنے والے، تسلی وتشفی دینے والے، دلجوئی کرنے والے، صبر واستقامت بڑھانے والے، حوصلہ اور سہارا دینے والے کامل مسیحا تھے' یوں ان کے دکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دکھ درد تھے۔ یعنی کہ ان کے شب و روز بھی ایک طرح سے پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی شب وروز تھے اور اس کتاب کا مقصد واقعاتی سیرت طیبہ کو واقعاتی انداز میں، حتی الامکان ایک تسلسل سے، ممکن حد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز ہی بیان کرنا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے توفیق دی تو زیادہ سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نمایاں ایمان افروز حالات وواقعات ایک تسلسل (یعنی زمانہ وقوع کے لحاظ سے) بیان کرنے ہیں ہمیں ان سب کی بہت بہت عزت، احترام وقدر کرنی ہے کیونکہ یہ تمام شمعیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے روشن ہیں اور ہر سو اسی کی ضیاپاشی کر رہی ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

آپ خلفاء راشدین میں سے خلیفہ ثالث تھے۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ آپ امیر المومنین بنے اور آپ کے زمانہ خلافت میں مندرجہ ذیل ممالک فتح ہوئے۔

قبرص - اصطخر - خوز - فارس کا آخری حصہ - طبرستان - دارابجرد - کرمان - بجستان - سابور وغیرہ

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد ا صفحہ ۱۸۷)

Marfat.com

حضور انور نبی کریم ﷺ نے اپنی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے آپ کو نکاح کر کے دیں' اسی لئے ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی خوشحالی کے لئے آپ نے بڑی فیاضی سے اپنی دولت لٹائی۔ آپ بڑے کامیاب تاجر تھے۔ آپ کا چہرہ بڑا خوبصورت' جلد ریشم کی طرح نرم' گھنی داڑھی' گندم گوں رنگ تھا۔ آپ کو ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ' بروز جمعہ باغیوں نے شہید کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ آپ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی۔ آپ ان دس خوش نصیبوں میں سے تھے جن کو حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی تھی اور جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

(محمد رسول اللہ' محمد رضا' صفحہ ۷۷)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں' میرے رفیق جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہیں''۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ہر صحابی کو کوئی نہ کوئی اعزاز' امتیاز حاصل ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین ہونے کے علاوہ بیعت رضوان کا ہیرو ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

بیعت رضوان کا ہیرو

ذی قعد سن ۶ ہجری

مکہ معظمہ سے ۱۳ کلومیٹر باہر حدیبیہ کے مقام پر ایک نیم خشک چشمے کے کنارے ببول کے درخت کے نیچے رحمت اللعالمین خاتم النبیین ﷺ کو اپنے حلقہ میں لئے چودہ سو احرام پوش جاں نثاران رسول ﷺ جمع ہیں۔ ان کی سواری کے جانوروں کے علاوہ دور دور تک قربانی کے اونٹ دکھائی دیتے ہیں جن کی گردنوں میں علامت کے طور پر قلادے پڑے ہوئے ہیں۔ چودہ سو قدوسیوں کے اس مجمع میں ایک گھمبیر سا جوش وخروش ہے۔ چہرے تمتمائے ہوئے ہیں' زبانیں خاموش ہیں' آنکھیں اپنے ہادی وآقا ﷺ کے روئے اقدس پر جمی ہوئی ہیں اور سارا مجمع ہمہ تن گوش ہے کہ دیکھیں حضور پرنور ﷺ کیا حکم دیتے ہیں۔

مجمع کی حالت تیغ وکفن باندھے ہوئے مرنے مارنے والوں کی سی ہے۔ قریش مکہ نے حضور پُرنور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ کی غرض سے مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنے کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں۔ بیت اللہ کے حج وعمرہ کا یکساں حق تمام قبائل عرب کو حاصل ہے۔ اس پر قریش کی اجارہ داری نہیں کہ جس کو چاہیں حج وعمرہ کرنے دیں اور جس پر چاہیں بیت اللہ کے دروازے بند کر دیں۔

حضور انور ﷺ کی سفارتی کوششیں ابھی بار آور نہیں ہوئی۔ قریش اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں چونکہ آپ ﷺ کی نیت جنگ وجدال کی نہیں بلکہ پرامن طریقے سے عمرہ کر کے مدینہ واپس چلے جانے کی ہے اس

marfat.com
Marfat.com

لئے میانوں میں بند تلواروں کے سوا کوئی دوسرا اسلحہ ساتھ نہیں اور پر امن عزائم کا مزید ثبوت یہ ہے کہ قریش کے حملہ آور دستوں کو گرفتار کرنے کے بعد غیر مشروط طور پر رہا کر دیا ہے اور مصالحت کی ایک اور کوشش کے طور پر اپنے معتمد علیہ، مخلص اور جان نثار صحابی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف سفیر بنا کر بھیجا ہے۔

وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی ہیں، حقیقی پھوپی کے نواسے بھی ہیں اور قریش کے طاقتور اور صاحب اثر قبیلے بنی امیہ کے ایک معزز فرد بھی۔ بہت سنجیدہ مزاج، حلیم الطبع اور وجیہہ انسان ہیں لیکن کئی دن گزر چکے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ واپس نہیں آئے۔ لشکر اسلامی میں افواہ گشت کرنے لگی ہے کہ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے شہید کر دیا ہے۔ اس سے ایک عام اضطراب اور اشتعال کی کیفیت سب پر طاری ہے۔ بڑا نازک موقع ہے۔ مسلمان اپنے مرکز سے اندازاً 450 کلومیٹر دور ہیں۔ جنگی تیاری بھی کر کے نہیں آئے، کوئی جنگی ساز و سامان ساتھ نہیں جبکہ دشمن کو ہر قسم کے وسائل حاصل ہیں۔

آخر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی باوقار آواز بلند ہوتی ہے۔

''اللہ کے مومن بندو! ہم صرف پر امن طریقے سے عمرہ کرنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ ہم نے قریش کو ہر ممکن طریقے سے اپنے پر امن مقاصد کا یقین دلانے کی کوشش کی اور چاہا کہ وہ ہم سے معاہدہ کر لیں۔ آخری چارۂ کار کے طور پر ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ کئی دن ہو گئے نہ تو وہ خود واپس آئے نہ ان کی طرف سے کوئی خبر آئی۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے میں عثمان کے قصاص کے لئے اس وقت تک لڑوں گا جب تک میری گردن الگ نہ ہو جائے اور اللہ تبارک تعالیٰ اپنا فیصلہ پورا نہ کر دے۔ تم میں سے کون ہے جو میرے ہاتھ پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کرتا ہے؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کے لئے اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے بے اختیار کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ، اس کے اپنے ہاتھ سے بہتر ہے۔ چودہ سو قدوسیوں کے مجمع کا جوش و خروش اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ سب آگے بڑھ بڑھ کر اپنا ہاتھ دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ مجمع میں ایک بھی فرد ایسا نہ رہا جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے لئے لڑنے اور جان تک دے دینے کا مقدس عہد نہ کیا ہو۔

تاریخ میں یہ بیعت، بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب قریش کے جاسوسوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عزم بالجزم کی اطلاع انہیں پہنچائی تو ان کی عقل ٹھکانے آئی۔ انہوں نے نہ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا بلکہ انہیں عمرہ کر لینے کی پیشکش بھی کی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب

Marfat.com

تک رسول اللہ ﷺ عمرہ نہیں کرتے میں بھی نہیں کروں گا۔ پھر آپ حضور انور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے اور قریش کے حالات وخیالات سے آگاہ کیا۔

مدینہ واپسی کے سفر کے اثناء میں ضجنان کے مقام پر سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اس صلح کو رسول ﷺ اوراصحاب رسول ﷺ کے لئے ''فتح مبین'' قرار دیا اور ان چودہ سومسلمانوں سے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔

سورہ فتح آیت ۱۰ میں ارشاد رب العالمین ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

''اے نبیؐ! جولوگ تم سے بیعت کررہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کررہے تھے۔ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا''۔(سورہ فتح آیت ۱۰)

سورہ فتح آیت ۱۸ میں خالق ومالک کائنات کا ارشاد یوں ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ (سورہ فتح آیت ۱۸)

''اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سامالِ غنیمت عطا کیا جسے وہ (عنقریب) حاصل کریں گے۔اللہ زبردست اور حکیم ہے''۔

سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ''ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا'' فرما کر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ''اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے''۔

یہ سب کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر ہوا اور ان کی طرف سے خود رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر بیعت کی جو عثمان رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کے انتہائی اعتماد پر شاہد ہے۔ یہ عز وشرف یہ خصوصیت اور یہ امتیاز کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک دوسرے تمام لوگوں کے ہاتھوں اور جانوں سے عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کتنا افضل اور ان کی جان کتنی اہم عزیز اور گرامی تھی! اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ اعزاز بنی امیہ کے سب سے پہلے مسلمان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دیا تھا کہ ان کے قصاص کی خاطر بیعت کرنے والوں کو اپنی خوشنودی اور بخشش ورحمت کا ابدی سٹرفکیٹ عطا فرمائے۔ یہی بیعت رضوان فتح مکہ کی بنیاد بن گئی۔

marfat.com
Marfat.com

صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کی اشاعت، ترقی اور عروج کی راہیں کھل گئیں۔ رسول اللہ ﷺ اور جان نثاران رسول ﷺ کی سیرت و اخلاق نے ہزاروں دلوں کو بے تیغ و تفنگ فتح کر لیا۔ ان فتوحات و برکات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت مکہ اور آپ کے انتقام کے لئے لی گئی بیعت رضوان کو بڑا دخل ہے۔ بیعت رضوان کے فوراً بعد خیبر فتح ہوا اور بالآخر دو سال بعد خود مکہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

نسب اور خاندان

حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی! قریش کا مشہور قبیلہ بنو امیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پردادا امیہ سے منسوب ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر حضور پُرنور رسول اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اروی بنت کریز حضور پرنور ﷺ کی پھوپھی ام حکیم بیضا بنت عبد المطلب کی صاحب زادی تھیں۔ آپ حضور انور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی کے نواسے تھے۔ بنی امیہ کے خاندان کو زمانہ جاہلیت سے عز و شرف اور اقتدار حاصل تھا۔ قریش کے تمام خاندانوں میں بنی ہاشم کے سوا ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ قریش کا قومی جھنڈا عقاب، اسی خاندان کی تحویل میں رہتا تھا۔

بعثت نبوی کے وقت آپ کے والد عفان فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی والدہ اروی نے عقبہ بن ابی معیط سے دوسرا نکاح کیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ماں جائی بہن تھیں۔ رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ہجرت کے بعد ہجرت کرنے والی آپ سب سے پہلی مسلمان خاتون ہیں جو اپنے والدین اور حقیقی بہن بھائیوں کو چھوڑ کر تن تنہا مدینہ پہنچیں۔ سورہ ممتحنہ کی آیت ۱۰ آپ ہی کی ہجرت کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ ولید رضی اللہ عنہ بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں جائے بھائی تھے جو فتح مکہ کے موقع پر دوسرے بنی امیہ اور اہل مکہ کے ساتھ مسلمان ہوئے اور خلافت عثمانی کے دوران میں کوفہ کے گورنر رہے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ہجرت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں۔ مسلمان ہوئیں اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بیعت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

پیدائش

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اصحاب الفیل کے واقعہ کے چھ سال بعد (۵۷۶ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ حضور انور ﷺ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔

اسلام سے پہلے کی زندگی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات اور آپ کے والد کے حالات زندگی پر گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

Marfat.com

بعثت نبوی سے پہلے آپ کے والد فوت ہو چکے تھے۔ چچا حکم بن العاص خاندان کے سربراہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ کے ان چند افراد میں سے تھے جو ظہور اسلام سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ ایک سلیم الفطرت، صالح، پرہیزگار، خوش خلق، منکسر المزاج، نرم خو، متین، باحیا، دیانتدار اور خوش معاملہ نوجوان کی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں تھے۔

مکی معاشرہ میں رائج برائیوں سے اپنے دامن کو کبھی آلودہ نہیں ہونے دیا۔ جاہلیت میں بھی شراب، زنا، جوا، قتل و غارتگری، جھوٹ، بددیانتی، بدعہدی وغیرہ سے بچے رہے۔ جوان ہو کر تجارت شروع کی جو زیادہ تر غلے کی تھی۔ اس سلسلے میں روم و ایران کے دور دراز سفر کئے۔ اپنی کاروباری سوجھ بوجھ، دیانت و امانت اور عمدہ اصول و اخلاق کی بنا پر تجارت میں بڑی ترقی کی اور قریش کے ملک التجار کہلائے۔ لوگوں میں مقبول اور معزز ٹھہرے۔ مکہ کے روسا میں شمار ہوئے، فطری نیک طبعی اور تجارت پیشہ کی مشترکہ خصوصیات کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ آپ کے قبول اسلام میں اس ہم مشربی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو بڑا دخل تھا۔

قبولِ اسلام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ کا شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کے طبقہ اولیٰ میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اس وقت اسلام لائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی دارارقم کو اپنا تبلیغی مرکز نہیں بنایا تھا۔ آپ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ایک ہی دن مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ سے ایک دن بعد اسلام لائے۔ قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔

حضرت عثمان کے والد عفان فوت ہو چکے تھے۔ آپ کا چچا حکم بن العاص خاندان کا سربراہ تھا۔ اسلام لانے کی پاداش میں اس نے آپ کو درخت کے ساتھ رسیوں سے جکڑ کر ڈنڈوں سے بری طرح پیٹا۔ سخت ایذا پہنچائی اور اسلام ترک کرنے پر زور دیا۔ لیکن آپ نے کہا کہ "بے شک جان سے مار ڈالو! اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ میں کسی صورت میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا"۔ تھک ہار کر چچا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ بنی امیہ میں سے آپ پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے۔ تمام کافر اعزہ و اقارب نے بے رخی اختیار کر لی لیکن آپ نے ذرا پروانہ کی اور صبر و استقلال سے ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔ ساتھ ہی اپنا تجارتی کاروبار بھی جاری رکھا۔

جمع و اشاعت قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سب سے اہم اور نمایاں دینی کارنامہ قرآن حکیم کو اختلاف قرات سے محفوظ کر

marfat.com

Marfat.com

کے ملت اسلامیہ کو ایک قرات پر جمع کرنا ہے۔ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ کے بعد قرآن حکیم کو ایک مصحف کی صورت میں مدون اور محفوظ کیا جا چکا تھا۔ عہد فاروقی و عثمانی میں جب دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور مختلف عرب قبائل وہاں پھیل گئے۔ نیز مفتوحہ قوموں نے اسلام قبول کیا جن کی زبان عربی نہ تھی تو قرات میں اختلاف پیدا ہونے لگا۔

مختلف علاقوں اور قبیلوں کے عربوں میں بھی تلفظ اور لہجہ کا اختلاف تھا۔ نو مسلم عجمیوں میں اور بھی پیدا ہوا۔ مشہور بزرگ صحابی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ جہاد کے سلسلے میں ۳۰ ھ میں آرمینیہ میں تھے۔ وہاں انہوں نے دو مسلمانوں کو قرآن حکیم کی قرات کے بارے میں باہم اختلاف و نزاع کرتے دیکھا۔ ہر ایک دوسرے کی قرات کو غلط اور اپنی قرات کو صحیح بتاتا تھا۔

ایک معروف حدیث کے مطابق قرآن حکیم سبعہ احرف یعنی سات طریقوں، قراتوں، تلفظوں میں نازل ہوا ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں عرب میں سات اہم قبائل قریش ہذیل، ثقیف، ہوازن، کنانہ تمیم، یمن (معہ اہل مدینہ) کی زبان فصیح اور مستند سمجھی جاتی تھی لیکن بعض تلفظات میں مقامی اختلافات تھے۔ قریش مکہ کی زبان فصیح ترین تسلیم کی جاتی تھی۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں مختلف قبائل کے تلفظات اور لہجہ کے اختلاف کو روا رکھا تھا۔ لیکن عہد عثمانی میں غیر عرب اقوام کے داخل اسلام ہو کر قرآن پڑھنے سے قرات کے تلفظ اور لہجہ میں مزید فرق پیدا ہونے لگا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اختلاف قرات کو خطرہ کی گھنٹی سمجھا اور انہیں خوف پیدا ہوا کہ کہیں مختلف علاقوں اور ملکوں میں قرآن کے متن ہی میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ انہوں نی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی کہ اختلاف قرات کا جلد سے جلد سد باب کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو ایک قرات پر جمع اور متحد کیا جائے، ورنہ عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی کلام اللہ میں اختلاف پیدا کر دیں گے اور یہ اختلاف دین میں رخنہ اور مسلمانوں میں افتراق و پھوٹ کا باعث بن جائے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا اور عہد صدیقی کا مدون شدہ مصحف منگوا کر اس کی نقلیں تیار کرنے کے لئے حضرت زید بن ثابت انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث مخزومی رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک بورڈ قائم کر دیا اور ہدایت کر دی کہ اگر "تمہیں کسی کلمہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اس متفقہ و مصدقہ مصحف کی متعدد نقلیں اسی نبوی رسم الخط میں تیار کی گئیں جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے قرآنی نسخوں کو عہد نبوی میں لکھا تھا اور جس کے مطابق مصحف صدیقی لکھا گیا۔

تیار شدہ نسخے، اہم اسلامی مراکز بصرہ، کوفہ، شام، یمن، مصر اور بحرین روانہ کئے گئے۔ ایک نسخہ مدینہ میں رکھا گیا اور ایک نسخہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا کیونکہ انہیں حافظ قرآن ہونے کے باوجود ناظرہ

Marfat.com

تلاوت سے شغف تھا۔ شہادت کے وقت آپ اسی نسخہ سے تلاوت کر رہے تھے اور اسی پر آپ کے مقدس خون کے چھینٹے گرے۔ یہ نسخہ آج کل سوویت یونین کے شہر تاشقند (اور بعض کے بقول ماسکو) میں موجود ہے۔ اسلامی عہد میں تاشقند اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہ چکا ہے۔

مصحف عثمان کے تین اور نسخے (۱) حجرہ نبوی (مدینہ منورہ) (۲) خزانہ آثار نبویہ استنبول اور (۳) کتب خانہ مصریہ میں موجود ہیں۔

کلام اللہ کے جو ذاتی طور پر مرتب کردہ نسخے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس موجود تھے وہ تلف کروا دیئے گئے۔ اس طرح جمیع امت مسلمہ کا اتفاق ایک قرآن، ایک قرات پر ہو گیا جو گزشتہ چودہ سو سال سے بعینہٖ اسی طرح غیر متبدل اور غیر محرف چلا آتا ہے اور زمانہ حال میں کمپیوٹر کی مدد سے بھی بعض محققین نے اس کا محفوظ اور غیر محرف ہونا ثابت کر دیا ہے اور وہ جو خود قرآن نازل کرنے والے خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا کہ ''ہم نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (سورہ حجر آیت ۹) چودہ صدیوں کے بعد بھی حرف بحرف صحیح ہے۔ ہر قسم کے حذف واضافہ سے پاک ہے۔ اس کی ترتیب وتدوین بھی وہی ہے جو جبریل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کے مطابق سکھائی تھی۔ اس کی ترتیب وتدوین اور رسم الخط دونوں توفیقی ہیں۔

زمانہ حال میں دو مصری فاضل استاذ عبدالرزاق نوفل اور ڈاکٹر راشد خلیفہ نے الگ الگ طور پر قرآن کے اعداد وشماریات وغیرہ کے متعلق ایک نئے انداز سے تحقیق کی ہے خاص کر موخر الذکر نے کمپیوٹر کی مدد سے قرآن کے اندرونی دروبست کے متعلق حیرت انگیز انکشافات کئے ہیں جن سے اس بات کی ناقابل تردید شہادت ملتی ہے کہ اگر قرآنی حروف، الفاظ، آیات، سورتوں میں کوئی کمی بیشی کی گئی ہوتی تو اس کے حروف والفاظ وآیات سورہ کا باہمی اندرونی نظام بگڑ گیا ہوتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عام طور پر جامع القرآن کہا جاتا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ جمع قرآن کا کام تو عہد صدیقی (خلافتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہی میں سرانجام پا چکا تھا اور ان کے مدونہ ومرتبہ (تیار شدہ) مصحف کو ''امام'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کی نشر واشاعت کا کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ ایک عظیم خدمت تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی سرانجام دی اور انہیں بنیادی تفرقہ اور اختلاف فی القرآن سے بچالیا۔ ان کے احسان سے دنیائے اسلام کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے احتیاطاً جو ذاتی طور پر مرتب کردہ نسخے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس موجود تھے وہ تلف کرا دیئے۔ اس ذاتی نسخے تلف کرا دینے کے معاملہ پر کچھ ناسمجھ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں بنائیں۔ اس بارے میں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام صحیح تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے ایک قول درج ذیل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

علامہ ابن جریر طبری اپنی تاریخ طبری (جلد م پنجم) میں لکھتے ہیں کہ سوید بن غفلہ جو اپنے قول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے کان، آنکھ، دل اور زبان سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ مختار ثقفی کے خروج کے زمانے میں کوفہ آئے اور وہاں کے ہمدانیوں (شیعان علی رضی اللہ عنہ) سے دوران گفتگو انہوں نے اور باتوں کے ساتھ یہ بھی کہا کہ

''میں ہرگز تم سے کوئی ایسی بات بیان نہ کروں گا جسے خود میرے کانوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ سنا ہو یا جسے میرے دل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن کر یاد نہ رکھا ہو۔ میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو صحائف کا پھاڑنے والا مت کہو۔ خدا کی قسم انہوں نے جو کچھ کیا، ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے کیا۔ اگر یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا''۔

ایک تاریخ دان ولیم میور نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا حوالہ دیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ ''جس حفاظت سے قران حکیم ہم تک پہنچا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں''۔

اس تاریخی قرآن حکیم کا عکس جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ترکی کے شہر استنبول کے ''توپ کاپی عجائب گھر'' میں محفوظ ہے۔

شہادت کے وقت حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے جو آپ کے خون سے رنگین ہوگئی۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے۔ ایک خوشحال گھرانے کے معزز فرد، جوان رعنا اور حسن و جمال کا چلتا پھرتا مجسمہ تھے۔

رنگ سفید، سرخی مائل چہرہ حسین اور جسم چھریرا تھا، زلفیں سیاہ اور دراز، پلکیں لمبی لمبی، آنکھیں موٹی موٹی، ناک اونچی، انگلیاں بھاری بھاری اور ہتھیلیاں بھری بھری تھیں۔ (محمد رسول اللہ، محمد رضا صفحہ 97)

گویا مجموعی لحاظ سے وہ انسانی وجاہت اور مردانہ بانکپن کا ایک جیتا جاگتا نمونہ اور دلنشین شاہکار تھے۔ دیکھنے والے اس تیس سالہ نوجوان کو دیکھ کر ایک مرتبہ تو انگشت بدنداں رہ جاتے اور دل میں ان کے شباب و جمال اور دلکش خدوخال کو سراہے بغیر نہ رہتے۔

تجارت کی غرض سے یمن کی طرف ان کا جانا آنا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں ''عسکلان حمیری'' کے پاس

Marfat.com

قیام پذیر تھے۔ عسکلان حمیری ایک عالم و دانا بزرگ اپنے قبیلے کے سردار اور پڑھے لکھے انسان تھے۔ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اس لئے آؤ بھگت کرتے کہ وہ مکہ مکرمہ کے باسی تھے۔ وہ کعبۃ اللہ، آب زمزم اور شہر مکہ کے بارے میں ان سے تفصیلات پوچھتے اور بے انتہا خوش ہوتے، انہیں ان مقامات کے ساتھ روحانی وابستگی اور جذباتی لگاؤ تھا۔ ان کے تذکرہ سنتے سنتے ان پر رقت طاری ہو جاتی اور وہ انجانے سے کیف و سرور میں ڈوب جاتے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں نہ آتا۔

آخر ایک دفعہ انہوں نے اس سربستہ راز سے پردہ اٹھا ہی دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب انہیں میری آمد کا علم ہوا تو تکلیف کے باوجود اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو بلا لیا تاکہ سب اس راز سے آگاہ ہو جائیں اور مجھے کہا:

اے عبدالرحمٰن! کیا میں تجھے ایک ایسی بشارت نہ دوں جو تیرے لئے نفع مند تجارت سے بہتر ہو؟ میں نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں منتظر ہوں۔ انہوں نے بتایا: اے عبدالرحمٰن! تو سفر میں ہے لیکن تیرے شہر میں اسی مہینے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی مبعوث فرمائے ہیں اور انہیں کتاب ہدایت دے دی ہے۔ وہ بتوں کی پرستش و قربت سے روکتے اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اقدار خیر کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی ان پر عمل کرتے ہیں۔ برائی کو باطل قرار دیتے ہیں اور خود بھی اس سے رُکتے ہیں اے عبدالرحمٰن تمہارا خاندان اسی نبی کا ننھیال ہے۔ فوراً واپس پہنچو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ خیر و فلاح اسی میں ہے اور میرے یہ اشعار ان کی نذر کر دو۔

حضرت عسکلان الحمیری کے اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ آپ نے اپنے اشعار میں ایمان لانے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوب خلوص و عقیدت و احترام کا اظہار کیا ہے۔

1- میں اللہ تبارک تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جو شب و روز کا خالق اور بزرگیوں کا مالک ہے۔

2- کہ آپ قریش کے ایک سربرآوردہ فرد ہیں اے حضرت عبداللہ کے فرزند ارجمند جن کے بدلے اونٹ ذبح کئے گئے تھے۔

3- آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ ایمان و یقین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور حقانیت و کامرانی کا راستہ دکھاتے ہیں۔

4- میں اللہ تبارک تعالیٰ، رب موسیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بے شک آپ سرزمین مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

5- اے مخلوق کو فلاح و کامرانی کی طرف بلانے والے رسول! بارگاہ خداوندی میں آپ میری بھی شفاعت فرمائیں۔

یہ حالات سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دل میں بے قراری سی پیدا ہوگئی۔ انہوں نے تیزی کے

marfat.com
Marfat.com

ساتھ اپنا مال فروخت کیا اور اپنے وطن کی راہ لی۔ اس وقت ان کا جی چاہ رہا تھا کہ پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر مکہ مکرمہ پہنچ جائیں اور مبعوث ہونے والے نبی کی زیارت کریں' جس نبی کے اجنبی سرزمینوں پر بھی چرچے ہیں اور اہل بصیرت' آنکھ والے انہیں دور بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو گھر بھی نہ گئے شوق کے ہاتھوں کشاں کشاں اپنے یار غار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور بے تابی سے پوچھا ابوبکر! یہ کیسا انقلاب ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: عبدالرحمٰن! قدرت نے ہماری سرزمین پر کرم کیا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں یہاں کی فضا پر ابر رحمت بھیجا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں اور باطل سے منہ پھیر کر حق وصداقت اور توحید ورسالت کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دیر نہ کرو ورنہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ سعادت اور ابدی فلاح تمہاری منتظر ہے۔ میرے ساتھ چلو اور ایمان لے آؤ۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے کاشانہ عالیہ میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا شوق اور بھی بڑھ گیا' دو آتشہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت نے اسے فزوں تر کر دیا۔ جب بارگاہ مصطفوی میں پہنچے تو تاجدار کونین صلی اللہ علیہ وسلم دور ہی سے دیکھ کر مسکرائے جیسے جانتے ہوں کہ عبدالرحمٰن کن مراحل سے گزر کر آ رہا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عقیدت و نیازمندی سے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امانت تیرے سپرد کی گئی ہے اور جو پیغام تجھے دیا گیا ہے وہ پہنچا دو! حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ''عسکان حمیری'' کی ساری داستان سنا دی اور اس کا پیغام پہنچا دیا۔ مہربان آقا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک قبیلہ حمیر کا یہ آدمی خاص مومنین میں سے ہے۔ پھر فرمایا کئی ایسے لوگ ہیں جو مومن ہیں لیکن انہوں نے ہمیں نہیں دیکھا اور کئی ایسے لوگ ہیں جو ہمارے تصدیق کرنے والے ہیں مگر وہ ہمارے دربار میں حاضر نہیں ہوئے یہی لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

آپ ان دس خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ آپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ چھ رکنی شوریٰ کمیٹی کے ایک رکن بھی تھے۔ آپ نے بھی پہلے حبشہ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ حضور کی معیت میں تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ احد کی جنگ میں انہیں اکیس زخم آئے اور اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ کامیاب تاجر' بڑے دولتمند اور بڑے سخی تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح روپیہ بہایا کرتے تھے۔ سفید سرخ رنگ' خوبرو' سیاہ چشم' لمبی پلکیں' اونچی بینی' ہتھیلی پر گوشت' انگلیاں بھاری تھیں۔ آخر عمر تک بال کالے تھے۔ بہتر سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (محمد رسول اللہ' محمد رضا صفحہ ۷۸)

پیغمبر اول و اعظم آخر و اعظم' رسول بحر و بر' ہادی انس و جاں' سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو تمام جہانوں

Marfat.com

میں سب سے نرالی اور اونچی شانیں ہیں، رفعتیں ہیں، عظمتیں ہیں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی بہت شانین ہیں جو سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہیں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اہل زمین میں بھی امین ہیں اور اہل آسمان میں بھی''۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

سن ۶ ہجری کا پرآشوب اور تشویشناک زمانہ تھا۔ مدینہ دشمنوں میں اس طرح گھرا ہوا تھا جیسے بتیس دانتوں میں اکیلی زبان۔ مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی سازشوں اور متوقع حملوں کی خبریں متواتر آ رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے دفعیہ کے لئے سرایا بھیجتے تھے۔ اگرچہ اس سے پہلے دومتہ الجندل کا عرب حکمران جو مذہباً عیسائی تھا اور غسانیوں کا حلیف، حضور نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خچر اور ایک بیش قیمت ریشمی جبہ بھیج چکا تھا جو اطاعت وصلح جوئی کا اظہار تھا لیکن اب پھر دومتہ الجندل سے تشویشناک خبریں آ رہی تھیں کہ وہاں مدینہ پر حملہ کی نیت سے لشکر جمع ہو رہا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ کے پیشگی سدباب کے لئے کئی دن سے سوچ رہے تھے۔ شعبان کی ایک صاف اور چمکیلی صبح کو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو بلا بھیجا۔ پیغام ملتے ہی ایک چھریرے جسم کے طویل قامت، دراز ریش، دراز کاکل، سرخ وسفید خوبصورت چہرے اور ستواں ناک والے صاحب جن کے پاؤں میں قدرے لنگ تھا۔ بڑے ادب واحترام سے حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گئے تو فرمایا: ''ابومحمد! مجھے دومتہ الجندل کی طرف سے تشویش ناک خبریں مل رہی ہیں۔ وہاں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع ہو رہا ہے۔ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ادھر روانہ ہو جاؤ۔ سات سو مجاہد تمہارے ساتھ جائیں گے۔ دومتہ الجندل پہنچ کر وہاں کے سردار اور اس کے قبیلہ کلب کو پہلے اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام لے آئیں تو قبیلہ کے سردار کی لڑکی سے نکاح کر لینا لیکن اگر لڑائی کی نوبت آئے تو دیکھنا کسی کو دھوکا نہ دینا۔ خیانت اور بدعہدی نہ کرنا۔ بچوں، عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ خدا کے باغیوں سے دنیا کو پاک کر دینا''۔

اگلی صبح کو وہ صحابی ہتھیار لگائے، عمامہ باندھے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔ ایک نظر ان کے عمامہ پر ڈالی۔ پھر انہیں اپنے قریب بلایا۔ ان کا عمامہ اتار کر اپنا سیاہ عمامہ اپنے ہی دست مبارک سے ان کے سر پر باندھا اور دونوں شانوں کے درمیان تھوڑا سا شملہ چھوڑ دیا اور فرمایا کہ ''ابومحمد! عمامہ یوں باندھا کرو کیونکہ یہ احسن اور اعرف ہے''۔ ابومحمد رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا۔

ابومحمد نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ مقدس اور بابرکت عمامہ

marfat.com
Marfat.com

بعد میں بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا اور اسے وقتاً فوقتاً اہم مواقع پر پہنتے رہے۔ اپنا سیاہ عمامہ ابو محمد کو پہنانے کے بعد حضور پرنور ﷺ نے سالار لشکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک پر مغز اور پر تاثیر خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! بلاؤں کے نازل ہونے سے پہلے پانچ باتوں کا خیال رکھو۔ کسی ملک میں جب کم تولنے کا رواج ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ قحط نازل کرتا ہے اور پھلوں میں کمی آ جاتی ہے۔ اور جب کسی قوم میں بدعہدی رواج پذیر ہو جاتی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ اور جب زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی تو بارش موقوف ہو جاتی ہے' اگر بے زبان جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی نہ برسے۔ اور جب کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے تو طاعون پھیلتا ہے۔ اور جب قرآنی احکام پر عمل چھوڑ دیا جاتا ہے تو ان میں اختلاف بڑھ جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں''۔ (سیرت عبدالرحمٰن بن عوف از سید فضل ابن احمد)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کی کنیت بھی ابو محمد تھی۔ لیکن یہ ابو محمد جو حضور پُرنور ﷺ کی عنایت خاص کے مستحق ٹھہرے' کون خوش نصیب تھے؟ یہ تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ جن کے بارے میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''وہ اہل زمین میں بھی امین ہیں اور اہل آسمان میں بھی''۔ نیز دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ عبدالرحمٰن کو عزو وقار عطا فرما''۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص میرے بعد تم لوگوں (امہات المومنین) کی خبر گیری کرے گا۔ وہ سچا اور پاک نفس ہوگا'' اور ابن عوف کے حق میں دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! عبدالرحمٰن کو چشمہ سلسبیل سے سیراب کر''۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد یہی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے خبر گیر رہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سات سو صحابہ کرام کا سالار بن کر دومۃ الجندل گئے۔ وہاں پہنچ کر حسب ارشاد نبوی تین دن تک اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ تیسرے دن دومۃ الجندل کا حکمران اصبغ بن عمرو کلبی عیسائیت ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی لڑکی تماضر سے نکاح کر لیا اور اسے اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔

خاندان وولادت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ قریش کے قبیلہ بنوزہرہ میں سے تھے۔ فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ خود حضور پرنور رحمت اللعالمین ﷺ کی والدۂ ماجدہ بھی اسی قبیلے سے تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام شفا تھا۔ والدہ کی طرف سے ان کا نسب پانچویں پشت میں اور

Marfat.com

باپ کی طرف سے چھٹی پشت میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ان کی والدہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر دایہ کی خدمات انجام دی تھیں اور سب سے پہلے انہی نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا جو ایک بہت بڑا شرف اور امتیاز ہے۔ وہ بھی مسلمان ہوئیں اور مدینہ ہجرت کی۔ قبیلہ بنو زہرہ اگرچہ قریش کی طرف سے جنگ بدر میں شریک ہوا لیکن ان کی تلواریں مسلمانوں کے خون سے آلودہ نہ ہوئیں۔ اسلام لانے سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نام عبدالکعبہ یا عبد عمرو تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا۔ کنیت ابو محمد تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف عام الفیل (مکہ پر ابرہہ کے حملہ کا سال) کے دس سال بعد ۵۸۱ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے۔

ذریعہ معاش

تجارت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا خاندانی پیشہ چلا آتا تھا۔ وہ مکہ میں بھی تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر بھی انہوں نے روز اول سے تجارت شروع کر دی اور اس میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرتے تھے۔ ملاوٹ' بے جا منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی سے بچتے تھے۔ ان کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ ملتا ہوا نفع واپس نہ کیا جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جس تجارت کا منشا زیادہ نفع کمانا ہو وہ تجارت نہیں کوئی اور شے ہے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رہتا تھا کہ سچا تاجر صدیقوں کا ہم نشین ہوگا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی تجارت میں اس قدر برکت دی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں پتھر کو بھی ہاتھ لگاؤں تو سونا ہو جاتا ہے۔ ان کا شمار چند دولت مندترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ بہت کمایا' بہت خرچ کیا۔ قارونیت کی راہ پر نہیں چلے۔ ان کو اس پر یقین تھا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دولت کبھی کم نہیں ہوتی۔

عمر کے آخری حصے میں زراعت بھی بڑے پیمانے پر شروع کر دی تھی۔ مقام جرف کی اراضی میں بیس اونٹوں سے آب پاشی اور کاشتکاری کرتے تھے۔ دوسرے بدری صحابہ کی طرح وہ بھی وظیفہ پانے والوں میں سے تھے۔ مال غنیمت میں سے بھی حصہ ملتا تھا لیکن وہ اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اسی طرح اب بھی زندگی کے آخری دنوں تک فراخدلی سے راہ خدا میں خرچ کرتے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔

خدمت فی سبیل اللہ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تجارت [illegible] دولت کمائی اور راہ خدا میں دل کھول کر بے

marfat.com
Marfat.com

اندازہ خرچ کی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بے حد شوق تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اشارۂ ابرو کے منتظر رہتے تھے کہ کہیں خرچ کرنے کا حکم دیں تو مال و اسباب پیش کریں۔ عام مسلمانوں کی حاجت روائی کے لئے بھی آپ کے دروازے کھلے رہتے تھے۔ وہ آیت ''قل العفو'' کے رمز آشنا تھے۔

ان کے صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) کے بہت سے واقعات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

ایک دفعہ ان کا بہت بڑا تجارتی قافلہ مال و اسباب سے لدا ہوا مدینہ پہنچا جس میں اور چیزوں کے علاوہ سات سو اونٹوں پر صرف گندم' آٹا اور دوسری اشیائے خوردنی لدھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سارے کا سارا غلہ اور دوسرا تجارتی سامان' اونٹوں اور ان کے پالانوں سمیت اللہ کی راہ میں مسلمان حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے فرمانے پر اپنا نصف مال پیش کر دیا۔ پھر دو دفعہ ایسا ہوا کہ چالیس چالیس ہزار طلائی دینار دیئے۔ مسلمانوں کی جہاد کی تیاریوں کے لئے پانچ سو گھوڑے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ دیئے۔

ایک دفعہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ''اے ابو محمد! تم مالدار اور صاحب ثروت ہو لیکن جنت میں تم کھسکتے کھسکتے جاؤ گے۔ اس لئے اللہ کو قرض دو کہ وہ تمہارے پاؤں کھول دے''۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ کو کیا قرض دوں؟ فرمایا ''جس پر تمہاری شام گزری ہو اس سے شروع کرو۔'' پھر پوچھا کیا سب کا سب یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا ''ہاں'' چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹانے کا ارادہ کر کے حضور انور ﷺ کے پاس سے چلے۔ لیکن آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ جبریل امین نے آ کر کہا ہے کہ ابن عوف کو مہمان نوازی' مساکین کو کھانا کھلانے اور سائلین کی حاجت روائی کا حکم دیجئے اور وہ اپنے قرابت داروں سے شروع کریں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے مال کی زکوٰۃ ہو گئی''۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

عہد نبوی کے بعد ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پانچ سو اونٹ غلہ اور دیگر بہترین مال تجارت سے لدے ہوئے آئے۔ آپ نے وہ سب کے سب راہ خدا میں صدقہ کر دیئے۔

ایک دفعہ ایک قطعۂ زمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں بیچا اور ساری کی ساری رقم راہ خدا میں تقسیم کر دی۔ اس فیاضی اور سخاوت کے باوجود اکثر متفکر رہتے کہ کہیں یہ کثرت مال آخرت میں نقصان کا باعث نہ ہو۔

ملی امور میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے' اس کے علاوہ اپنے قبیلہ بنو زہرہ کے غربا و مساکین کی اعانت بالخصوص اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور بالعموم مدینہ کے سب ہی حاجت مندوں کی کفالت کرتے تھے۔ مدینہ کی

Marfat.com

تقریباً ایک تہائی آبادی کو صلہ رحمی کے طور پر مال و دولت دیتے تھے۔ ایک تہائی کے قرضے اپنے پاس سے ادا کرتے تھے اور کچھ لوگوں کو ان کی ضرورت کے لئے قرض حسنہ دیتے تھے لیکن کیا مجال کہ کبھی اظہار و نمائش کی کوشش کی ہو۔ علامہ نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ ''آپ خدا کی راہ میں بہت خرچ کرنے والے تھے'' اسی طرح القول المختار کا مصنف بھی اعتراف کرتا ہے کہ ''آپ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والے تھے''۔

ترکہ اور وصیت

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ جتنا خرچ کرتے تھے اللہ اس سے کہیں زیادہ دیتا تھا۔ وفات کے وقت ساڑھے چھبیس لاکھ دینار چھوڑے۔ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے، تین ہزار بکریاں اور اراضی اس کے علاوہ تھیں۔ سونے کی اتنی بڑی مقدار تھی کہ اسے کلہاڑیوں سے کاٹنا پڑا۔ چار بیویوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں اسی ہزار درہم آئے۔ بقیہ ترکہ میں حسب ذیل خصوصی وصیت کی۔

۱- ایک سو بدری صحابہ جو بقید حیات تھے، ان میں سے ہر ایک کو چار چار سو دینار دیئے جائیں یعنی کل چالیس ہزار دینار

۲- پچاس ہزار دینار غربا و مساکین میں تقسیم کیے جائیں۔

۳- ایک ہزار اونٹ فی سبیل اللہ دیئے جائیں۔

۴- ایک باغ مالیتی چار لاکھ درہم امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے چھوڑا

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی حفاظت اور خبر گیری

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ میرے بعد جو شخص تمہاری حفاظت اور خبر گیری کرے گا وہ نہایت صادق اور نیکوکار ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ خدمت حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لی۔ وہ حج و عمرہ کے سفر میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ جاتے۔ سواری، پردہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتے۔ جہاں امہات المومنین کا پڑاؤ ہوتا خود اس کی حفاظت کرتے اور کسی کو قریب نہ آنے دیتے۔ وقتاً فوقتاً ہدیئے اور تحائف بھیجتے رہتے۔ مختلف مواقع پر بڑی بڑی رقوم بھی پیش کیں۔ ایک دفعہ ایک جائیداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی۔ ایک دوسرے موقع پر چار لاکھ درہم بھیجے۔ وفات کے وقت بھی اپنے ترکہ میں سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ رقم امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے آپس میں بانٹ لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ ''اللہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جنت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے''۔

marfat.com
Marfat.com

سیرت واخلاق وعلم وفضل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ علم وفضل، تفقہ فی الدین اور اصابت رائے میں ممتاز تھے۔ وہ ان چند صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک ہی میں فتویٰ دینے کی اجازت دے رکھی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ خدمت ان کے ذمہ رہی اور انہوں نے متعدد مواقع پر گہری دینی بصیرت کا اظہار کیا۔ بعض اہم مواقع پر اپنے علم حدیث کی بنا پر خلیفہ وقت کو فیصلہ کرنے میں مدد دی۔ مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا سوال اٹھایا گیا تو انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، لہٰذا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں وراثت نہیں۔

عہد فاروقی میں جب ایران فتح ہوا تو سوال پیدا ہوا کہ آتش پرست ایرانیوں کو کس زمرے میں رکھا جائے۔ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ بتا کر مسئلہ حل کر دیا کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کی طرح آتش پرستوں کو بھی ذمی قرار دیا تھا۔ طاعونِ عمواس (عمواس فلسطین کا وہ شہر جہاں سے طاعون کی وبا شروع ہوئی) کے موقع پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر وہاں پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے نہ نکلو"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک سنجیدہ اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں دینی اور دنیاوی معاملات میں بصیرت اور دور اندیشی سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ تدبر اور دیانت وامانت میں سربرآوردہ تھے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اہل زمین میں بھی امین ہیں اور اہل آسمان میں بھی"۔ نیز یہ کہ سچے، مخلص پاک نفس اور صابر ہیں۔ مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خبر گیری کرے گا وہ صادق اور نیکوکار ہو گا اور یہ حضرت ابن عوف ہی تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ "اے اللہ! عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو وقار عطا فرما"، اور یہ بھی کہ "اے اللہ! عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جنت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب فرما"۔ اپنے فہم وفراست، تدبر، اصابت، رائے دور اندیشی، معاملہ فہمی اور انصاف پسندی میں اسلام لانے سے پہلے بھی ممتاز تھے۔ قبول اسلام کے بعد اپنی تمام توانائیاں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف کریں۔

حلیہ

ایسی خوبصورت صفات وعادات کے حامل صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دوبارہ بیان کر دینے میں مجھے خوبی ہی نظر آتی ہے اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اب قدرے تفصیل سے بیان ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ خوبصورت وجیہہ اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ چھریرا جسم، دراز قامت اور رنگ سرخ وسفید تھا۔ چودھویں کے چاند جیسا سفید اور روشن چہرہ۔ سینہ کسی قدر آگے کو نکلا ہوا تھا۔ ستواں ناک،

Marfat.com

آنکھیں بڑی بڑی اور پلکیں گھنی تھیں۔ جلد ملائم تھی۔ ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں تغیر نہیں ہوا تھا اس لئے خضاب نہیں لگاتے تھے۔ ریش دراز تھی۔ سر کے بال کانوں سے نیچے تک گھنگرالی کاکلوں کی صورت میں لٹکتے تھے۔ کلائیاں مضبوط، ہتھیلیاں پر گوشت اور انگلیاں موٹی تھیں۔ غزوۂ احد میں سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ پاؤں کے زخم کے باعث لنگڑا کر چلتے تھے۔

وفات

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عمر پر مورخین کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے پچھتر سال اس دنیائے فانی میں گزارے۔ محمد ابن سعد نے طبقات میں نیز صاحب اکمال نے ان کا سال وفات 32 ہجری دیا ہے جبکہ ابن اثیر نے 35 ہجری لکھا ہے۔ بعض کی رائے میں ان کا سال وفات 31 ہجری ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے۔ اس لئے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ترپن سال تھی۔ ان کی عمر پچھتر سال جبھی ہوتی ہے کہ وہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بائیس سال زندہ رہے ہوں۔ لہٰذا 32 ہجری ہی صحیح سال وفات معلوم ہوتا ہے۔

انہیں کفن بھی کیا خوب اور متبرک ملا۔ ایک خاتون اپنے ہاتھ سے ایک چادر بن کر بطور خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر لائیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر تہمد کے طور پر باندھی اور بڑی تعریف کی۔ ہدیہ لانے والی کی دلجوئی کا یہ ایک حسین انداز بھی تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وہ چادر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے مانگ لی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک باندھے رکھنے کے بعد وہ چادر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما دی۔ انہوں نے یہ چادر سنبھال کر اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھی۔

ان کی علالت کے دوران ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے طور پر کہلا بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بھائیوں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں، مگر انہوں نے از راہ ادب انکار کیا اور شکریہ کے ساتھ کہلا بھیجا کہ آپ کا گھر تنگ ہو جائے گا جو مجھے گوارا نہیں۔

خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (جنت البقیع میں سب سے پہلے دفن ہونے والے مسلمان) کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ سلطان ابن سعود کی حکومت سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مزارات پر ایک ہی قبہ ہوا کرتا تھا۔ اب صرف وہاں کے معلم مٹی ہوئی قبروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

وفات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا کہ جنازہ میرے گھر کے سامنے سے لے جایا جائے۔ چنانچہ آپ کی خواہش کے احترام میں ایسا ہی کیا گیا اور آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شامل تھے اور کہتے جاتے تھے۔ واجبلاہ یعنی

marfat.com

Marfat.com

افسوس کہ پہاڑ جیسا عظیم انسان چل بسا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ام المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اللہ ورسول ﷺ کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹنے کو اسی طرح پسند ناپسند کیا جیسے کوئی شخص آگ میں چھلانگ لگانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (مؤرخین)

ابوسفیان کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ قریش کا کوئی فرد اس کی حکم عدولی یا کسی اہم معاملے میں اس کی مخالفت کی جرات کرسکتا ہے کیونکہ وہ مکہ مکرمہ کا ایسا سردار تھا جس کی باشندگان مکہ عزت اور اطاعت کیا کرتے تھے لیکن اس کی بیٹی اُمِ حبیبہ رملۃ نے اپنے باپ کے خداؤں کا انکار کرکے اس کی اپنے بارے میں خوش فہمی کو خاک میں ملا دیا۔

یہ اور ان کا خاوند عبداللہ بن جحش اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آئے اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رسالت کا صدق دل سے اعتراف کرلیا' ابوسفیان نے اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے آبائی دین کی طرف لوٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ اس مشن میں کامیاب نہ ہوسکا' کیونکہ جو ایمان حضرت رملۃ رضی اللہ عنہا کے دل میں اتر چکا تھا اس کی جڑیں اتنی گہری ہو چکی تھیں کہ ابوسفیان کی طرف سے بپا کیا گیا ظلم و بربریت کا طوفان بھی اسے اکھاڑ نہ سکا اور نہ ہی اس کا غیض و غضب ان کے پایۂ استقلال میں کوئی لرزش پیدا کرسکا۔

حضرت رملۃ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کی وجہ سے ابوسفیان پر غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اپنی بیٹی کو رسول اقدس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے باز رکھنے اور اپنی مرضی کے تابع بنانے سے عاجز آجانے کے بعد ہر دم اسی سوچ و بیچار میں پڑا رہتا کہ اب میں قریش کے سامنے کس منہ سے جاؤں' وہ میرے متعلق کیا خیال کرتے ہوں گے کہ میرے جیتے جی بیٹی نے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر دیا ہے۔

جب قریش کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنی بیٹی رملۃ اور داماد پر ناراض ہے تو انہوں نے ان دونوں کا عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کردیں' یہاں تک کہ ان دونوں کا مکہ مکرمہ میں زندگی گزارنا مشکل ہوگیا۔

جب حضور انور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو حضرت رملۃ بنت ابی سفیان اور ان کا خاوند عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما ان مہاجرین میں سرفہرست تھے جو دین و ایمان کی حفاظت کے لئے نجاشی کی پناہ گاہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

لیکن ابوسفیان بن حرب اور دیگر زعمائے قریش کو یہ بات بڑی شاق گزری کہ مسلمان ان کے ہاتھوں سے نکل کر سرزمین حبشہ میں چین و آرام کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ قریش نے نجاشی کے پاس اپنے قاصد بھیجے تاکہ وہ اسے مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کریں اور اس سے پرزور یہ مطالبہ کریں کہ پہلی فرصت میں انہیں ہمارے

Marfat.com

حوالے کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتائیں کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم کے متعلق ایسے عقائد ونظریات رکھتے ہیں کہ کوئی غیرت مند انسان سن نہیں سکتا۔

نجاشی نے ان قاصدوں کی باتیں سننے کے بعد مہاجرین کے زعماء کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے دین کی حقیقت اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے متعلق نظریات معلوم کیے اور ان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قرآن حکیم میں سے چند آیات سنائیں جب مسلمانوں نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآنی آیات کی تلاوت سنائی تو نجاشی بے بسی کے عالم میں زاروقطار رونے لگا۔ اتنا رویا کہ آنسوؤں سے اس کی داڑھی بھیگ گئی۔

اور ان سے کہنے لگا:

یہ آیات جو آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئیں اور وہ پیغام الٰہی جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر نازل کیا گیا بالکل اس نور کی طرح یکساں ہے جو ایک منبع سے پھوٹ رہا ہو پھر اس نے اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کا برملا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی اس نے ہر اس شخص کی حمایت وحفاظت کا اعلان کر دیا جو پناہ لینے کی خاطر ہجرت کر کے اس کے ملک میں آ جائے لیکن ایوان حکومت کے دیگر زعماء بدستور عیسائیت کے پیروکار رہے۔

حبشہ پہنچ جانے کے بعد حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آیا کہ اب دکھوں کے دن بیت چکے، دشوار گزار اور تکلیف دہ راستوں سے گزر کر امن وسکون کی وادی میں پہنچ چکی ہوں، لیکن تقدیر میں جو فیصلے ہو چکے تھے ان کا انہیں کوئی علم نہ تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایسا سخت امتحان لیا جائے جس سے عقلمندوں کی عقل ودانش اور ہوشمندوں کی فہم وفراست دنگ رہ جائے اور پھر اس کٹھن ابتلاء سے کامیاب وکامران نکل کر عزوشرف کی چوٹی پر جلوہ افروز ہو سکے۔

ایک رات حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے بستر پر لیٹی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا خاوند ایک گہرے سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں بہت بری طرح غوطے کھا رہا ہے اور رات بھی تاریک اور ڈراؤنی ہے۔ وہ یکدم اپنی نیند سے گھبرا کر اٹھی، اس خواب سے بہت مضطرب اور بے چین ہوئی لیکن اس نے اپنا یہ خواب نہ خاوند کو بتانا پسند کیا اور نہ ہی کسی اور کو۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ خواب حقیقت کا روپ اختیار کر گیا۔ اور اس کا خاوند عبداللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی بن گیا۔ پھر اس نے شراب نوشی کے لئے میخانوں کے چکر لگانے شروع کر دیتے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ طبیعت مے نوشی سے سیراب ہی نہ ہوئی، اس نے شراب کے نشے میں ہر وقت دھت رہنا شروع کر دیا، اس نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا کہ

marfat.com
Marfat.com

چاہے وہ طلاق حاصل کرے یا چاہے وہ عیسائیت قبول کرے۔

اب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تذبذب میں مبتلا ہو گئیں اور تین صورتیں فوری طور پر ان کے سامنے آئیں۔

یا تو وہ اپنے خاوند کی بات مان کر عیسائیت قبول کرے اور اس طرح اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور بایں صورت (اور اس طرح) دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کو اپنا مقدر بنا لے (العیاذ باللہ) یہ راستہ وہ کسی صورت بھی اختیار نہیں کر سکتیں خواہ اس کے جسم کا گوشت لوہے کی کنگیوں سے نوچ ڈالا جائے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اپنے باپ ابوسفیان کے گھر مکہ معظمہ واپس لوٹ جائے' جو ابھی تک کفر و شرک کا قلعہ اور مرکز بنا ہوا ہے اور اس گھر میں مقہور و مغلوب ہو کر قیدی بن کر زندگی کے دن پورے کرے۔

اور تیسری صورت یہ تھی کہ سرزمین حبشہ میں تنہا زندگی بسر کرے' نہ ان کا وہاں کوئی خاندان تھا نہ وطن اور نہ ہی مددگار......

انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا میں ہوئے سرزمین حبشہ میں اس وقت تک قیام کو ترجیح دی جب تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کشائش پیدا نہ کر دے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ ان کا خاوند عبداللہ بن جحش عیسائیت قبول کرنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد فوت ہو گیا۔ ابھی عدت پوری نہ ہوئی تھی کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دن پھر گئے۔ تنگی' فراوانی میں تبدیل ہو گئی اور خوشحالی اپنے سنہری پر پھلائے ہوئے' ان کے گھر پر سایہ فگن ہو گئی۔ ایک روز چاشت کے وقت کسی نے دروازے پہ دستک دی۔ دروازہ کھولا تو سامنے شاہ حبشہ کی خادمہ ابرہہ کو کھڑا پایا۔ اس نے بڑے ادب و احترام سے جھک کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی!

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا: بادشاہ سلامت آپ کو سلام کہتے ہیں۔

اور انہوں نے آپ کے نام یہ پیغام بھی بھیجا ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ سلامت کو ایک خط بھی لکھا ہے' جس میں ان کو عقد نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر کیا ہے۔ آپ بھی جسے چاہیں اپنا وکیل بنا لیں۔

یہ خبر سن کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور بے پناہ مسرت و شادمانی سے جھومتے ہوئے اس خادمہ کی بلائیں لینے لگی اور وارفتگی کے عالم میں اسے دعا دینے لگی کہ خدا تجھے خوش رکھے' خدا تجھے خیر و برکت سے نوازے اور اسی خوشی میں سونے کے کنگن' چاندی کی پازیب' سونے کی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر خادمہ کو بطور تحفہ دے دیں۔

آج حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مسرت و شادمانی کے اس موقع پر اگر دنیا کے خزانوں کی مالک ہوتی تو وہ بھی اس خادمہ کو بطور تحفہ عنایت کر دیتی۔

Marfat.com

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں اپنی جانب سے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو وکیل مقرر کرتی ہوں' کیونکہ وہی رشتہ میں میرے قریبی ہیں۔

شاہ حبشہ نجاشی کے سبزہ زار اور سایہ دار درختوں کے جھرمٹ میں واقع عالیشان محل کے ایک خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ وسیع حال میں شادی کی تقریب منعقد ہوئی۔ حبشہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پروقار تقریب میں شریک ہوئے۔ ان میں سے جعفر بن ابی طالب' خالد بن سعید بن عاص اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں۔

جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے' محفل جم گئی تو نجاشی نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں امن دینے والے' کمی کو پورا کرنے والے اللہ پاک کی تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے اور رسول ہیں اور خداوند قدوس وہ بابرکت ذات ہے جس نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ بن مریم کو بشارت دی۔

حمد و ثنا کے بعد'

حاضرین محترم! رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے پیغام ملا ہے کہ میں حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی ان سے شادی کر دوں اور میں نے یہ مطالبہ مانتے ہوئے اور حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں۔

پھر یہ دینار حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں' اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اسی سے بخشش کا طلبگار ہوں اور اسی کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کا خواہاں ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس (اللہ تبارک تعالیٰ) کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں حق و صداقت پر مبنی ضابطہ حیات دے کر بھیجا گیا تاکہ اسے تمام نظامہائے زندگی پر غالب کر دے اگرچہ کافر اس کو ناپسند ہی کریں۔

حمد و ثنا کے بعد

حاضرین محترم! میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے' اپنی مؤکلہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں۔

اللہ اس کار خیر میں برکت عطا فرمائے' ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس خوش بختی پر مبارکباد ہو۔

marfat.com
Marfat.com

پھر مہر میں دیئے گئے دینار اٹھائے اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرنے کے لئے روانہ ہونے لگے۔

باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

نجاشی نے ان سے کہا: تشریف رکھئے' انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت ہے جب وہ شادی کرتے ہیں تو وہ کھانا کھلایا کرتے ہیں۔ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ تمام کو کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔

تمام حاضرین نے کھانا کھایا اور پھر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب مہر کی خطیر رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے اس میں سے پچاس دینار شاہ حبشہ کی اس خادمہ کو بھیج دیئے۔ جس نے مجھے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی اور ساتھ ہی یہ پیغام بھیجا کہ میں اسی دن یہ مال تجھے دینا چاہتی تھی جب تم نے مجھے نکاح کی خوشخبری دی تھی لیکن اس وقت میرے پاس مال نہیں تھا' فرماتی ہیں:

کہ تھوڑی ہی دیر بعد ابرہہ میرے پاس آئی' سونے کے یہ دینار اور وہ تمام زیورات مجھے واپس لوٹا دیئے جو میں نے اسے بطور تحفہ دیئے تھے اور کہنے لگی: شاہ حبشہ نے مجھے منع کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس نہ رکھوں میں یہ تمام زیورات بصد شکریہ واپس کرتی ہوں۔ اور ہاں انہوں نے اپنی تمام بیویوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے پاس موجود قیمتی عطریات آپ کی خدمت میں پیش کریں۔

دوسرے روز وہ میرے پاس زعفران' عود اور عنبر کے دلربا عطریات لے کر آئی اور کہنے لگی۔

مجھے آپ سے ایک کام ہے۔

میں نے پوچھا وہ کیا؟

بڑی رازداری کے ساتھ کہا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے' دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع ہو چکی ہوں۔ میرا حضور پرنور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنا اور آپ کو یہ بھی بتا دینا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہوں۔

خدارا میری بات بھولنا نہیں۔

پھر اس نے میرا سامان ترتیب دیا اور سفر کی تیاری میں میرا ہاتھ بٹایا۔

میں جب دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچی۔ تقریب نکاح کا واقعہ آپ کو سنایا۔ ابرہہ کا ایمان افروز کردار بیان کرتے ہوئے اس کا سلام عرض کیا۔ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرہہ کے ایمان لانے کی باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

الاصابۃ جلد ۴/صفحہ ۴۴۱' -الاستیعاب جلد ۴/صفحہ ۳۰۳' -اسد الغابۃ جلد ۵/۴۵۷' - صفۃ الصفوۃ جلد ۲/۲۲-المعارف لابن قتیبہ صفحہ ۱۳۶_۳۴۴۰-سیر اعلام النبلاء-مراۃ الجنان - السیرۃ النبویہ لابن ہشام-تاریخ الطبری - طبقات ابن سعد-تہذیب التہذیب - حیاۃ الصحابۃ- اعلام النساء جلد ۱/صفحہ ۴۶۴

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مزاج بچپن سے ہی سپاہیانہ تھا اس لئے انہوں نے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق ہی پیشہ اختیار کیا تھا۔ اسلحہ سازی کا ایک کارخانہ بنایا تھا۔ جس میں مروجہ اسلحہ ڈھالا جاتا تھا۔ آپ کے کارخانہ کے ساختہ تیر تلواریں اور تبر بڑے مشہور تھے جس میں معیار کو بطور خاص ملحوظ رکھا جاتا تھا۔

اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا ساتواں نمبر ہے۔

اس وقت تک چھ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

جب میں نے اسلام قبول کیا اس وقت میری عمر انیس سال تھی۔

نام کی مناسبت سے بڑے ہی سعید فطرت اور پاک نہاد تھے۔ غالباً صفائے باطن اور طبعی پاکیزگی اور شرافت وسعادت ہی کے باعث انہوں نے ایک خواب دیکھا جس نے زندگی میں انقلاب برپا کر دیا' فکر وخیال اور سوچ کے دھارے بدل کر رکھ دیئے اور انہیں ایک نئی انوکھی اور پہلے سے بالکل مختلف زندگی اختیار کرنے کی طرف مائل کر دیا۔ خواب کا ابتدائی حصہ بڑا بھیانک اور ڈراؤنا تھا مگر دوسرا حصہ معنی خیز تھا جس نے انہیں بہت متاثر کیا۔

آپ نے دیکھا اندھیروں کی گھنگھور گھٹا ہر طرف چھا گئی ہے اور اس نے ہر چیز کو نگل لیا ہے۔ ساری کائنات اسی گہرے اندھیرے میں ڈوب گئی اچانک دور افق پر روشنی دکھائی دی جیسے چاند ابھر رہا ہو۔ انہوں نے تاریکی سے جان چھڑانے کے لئے چاند کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ بالکل روشنی کے قریب پہنچ گئے وہاں جا کر پتہ چلا کچھ لوگ ان سے بھی پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں' جب غور سے دیکھا تو پہچان لیا' تمام چہرے شناسا تھے ان میں حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نمایاں تھے۔ آپ لوگ یہاں کب پہنچے؟ انہوں نے حیرت سے پوچھا بس ابھی پہنچے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ جب بیدار ہوئے تو بے قرار تھے بیٹھنا مشکل ہو گیا وہ اس کی تعبیر اور تہہ تک پہنچنے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

انہوں نے کہا اے سعد! تعبیر واضح ہے ہم لوگ (قومِ انسانیت) اوہام واباطیل کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ قدرت نے از راہ لطف وکرم ہمیں اسلام کا چشمہ نور عطا کیا ہے۔ نور الانوار شاہد ومبشر اور سراج منیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ اب بھی اگر ہم اندھیروں میں پھنسے رہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔ آگے بڑھو اور ایمان لے آؤ اجالوں میں آ جاؤ گے اور دنیا وعقبیٰ کی فلاح حاصل کر لو گے۔

marfat.com

Marfat.com

مسلمان اس وقت پہاڑوں اور گھاٹیوں میں جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ''شعب اجیاد'' میں موجود ہیں۔ یہ ایک گھاٹی کا نام تھا وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں لے گئے جونہی رخ پُرنور پر نظر پڑی حضرت سعد کی دنیا ہی بدل گئی ادب سے جھک گئے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۱۲۲ محمد رسول اللہ محمد رضا صفحہ ۹۷)

آپ نے انیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس چھ رکنی کمیٹی کے ممبر بھی تھے جو تقرر خلیفہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کی تھی۔ آپ اسلام کے پہلے تیرانداز ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلائے اور دشمن کا خون بہایا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کا لقب ''فارس الاسلام'' ہے' یعنی اسلام کا شہسوار۔ تمام معرکوں میں شرکت کی۔ احد کی جنگ میں مردانگی اور شجاعت کے جوہر دکھائے' آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ اس لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے جس نے شہنشاہ ایران کو شکست دی اور مدائن جو کسریٰ کا پایہ تخت تھا اس پر اسلام کا پرچم لہرا۔

۵۵ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپ کا رنگ گندمی' قد درمیانہ' سر بڑا تھا۔ آپ کے ایمان لانے کا واقعہ (پہلے' اوپر بیان کردہ) بڑا حیرت انگیز ہے۔ آپ کی ماں کو جب پتہ چلا کہ آپ اسلام لے آئے ہیں تو وہ آگ بگولہ ہوگئی۔ اس کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ اس کے جگر کا ٹکڑا' اس کی آنکھوں کا نور اس کے معبودوں لات و ہبل کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ چنانچہ اس نے تہیہ کرلیا کہ جب تک سعد اس نئے دین کو چھوڑ کر اپنے آبائی مذہب کی طرف نہیں لوٹے گا نہ وہ کھائے گی نہ پیئے گی اور نہ سایہ میں بیٹھے گی۔ اور اسی طرح بھوکی پیاسی عرب کی چلچلاتی دھوپ میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی گی۔ اسے یہ یقین تھا کہ اس کا بیٹا سعد اس کی اس تکلیف کو ہرگز برداشت نہیں کر سکے گا اور فوراً اس کی مرضی کے مطابق اس نئے مذہب کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

''چنانچہ ایک دن اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ جب صبح اٹھی تو ضعف و نقاہت کے آثار اس کے چہرہ سے عیاں تھے۔ دوسرے روز پھر اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ کمزوری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی ماں کی یہ ضد دیکھی تو میں نے کہا اے ماں! بخدا تم جانتی ہو کہ اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلتی جائیں تو پھر بھی میں دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑوں گا۔ اب تمہاری مرضی کھانا کھاؤ یا نہ کھاؤ۔ پانی پیو یا نہ پیو۔ جب اس نے میرا یہ پختہ عزم دیکھا تو اس نے خود بخود کھانا شروع کر دیا''۔ (السیرۃ النبویہ' احمد بن زینی دحلان جلد ا' صفحہ ۱۸۸)

اس اعزاز کو حاصل کرنے والے آپ پہلے صحابی ہیں جس کے بارے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیر چلا! میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ اے زور آور نوجوان تیر چلا۔

Marfat.com

شوال ۳ ہجری

غزوۂ احد کا کڑا اور سخت دن ہے۔ کفر و اسلام کا دوسرا معرکہ شدید گرم ہے۔ اللہ کے سات سو صاحب عزم و ایمان بندے لڑائی کے پہلے دور میں اپنے سے چار گنا سے بھی زیادہ تین ہزار مشرکین مکہ کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن دشمنوں میں بھگدڑ مچتے دیکھ کر عقبی درے پر تعینات تیر اندازوں کی اکثریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی فرمان کو فراموش کر کے اپنی ڈیوٹی کے مقام کو چھوڑ کر مالِ غنیمت پانے کے لئے میدان جنگ میں چلے جاتے ہیں۔ درہ کو خالی پا کر شکست خوردہ دشمن کا گھوڑا سوار دستہ یک لخت پلٹ کر ادھر سے مسلمانوں کے عقب پر حملہ کر دیتا ہے۔

مسلمانوں پر سراسیمگی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اس ناگہانی حملے سے ان کی قوت بکھر جاتی ہے اور متعدد شہید و زخمی ہو جاتے ہیں۔ پھر دشمنوں کی طرف سے جھوٹا نعرہ بلند ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس سے مسلمانوں کی رہی سہی ہمتیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں اور ان کی اکثریت مایوسی کے عالم میں ادھر ادھر منتشر ہو جاتی ہے۔ کئی جری اور قوی صحابی ہتھیار چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اب لڑنے کا کیا فائدہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ رہے۔ تاہم اس صورتحال میں بھی کوئی درجن بھر نفوس قدسیہ نے اپنے لہو کے چراغوں سے روشنی کر رکھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور آٹھ دس دوسرے صحابہ جن میں ایک جانباز صحابیہ اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں شمع رسالت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہیں اور کفار کے ایک بڑے ہجوم کے مقابلے میں انتہائی بے جگری، سرفروشی اور صبر و استقامت سے لڑ رہے ہیں۔

حضرت زید بن سکن رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی انصاری نوجوان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بے دریغ بے مثال لڑائی لڑ کر حق بیعت ادا کر چکے ہیں۔ پروانوں کے اس مختصر ہجوم میں ایک گٹھے ہوئے جسم اور قوی پنجہ والا، قدرے چھوٹے قد کا اکتیس بتیس سال کا شعلہ جوالہ قسم کا جوان بھی ہے جو لگاتار انتھک انداز سے دشمنوں پر تیر پر تیر چلائے جا رہا ہے۔ وہ اپنی ذاتی حفاظت سے قطعاً بے نیاز معلوم ہوتا ہے۔ اسے خیال ہے تو اپنے ہادی، اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ہے۔

اس کا ہر تیر اپنے نشانے پر بیٹھتا ہے۔ کسی دشمن کو زخمی اور لہولہان اور کسی کو جہنم رسید کرتا ہے۔ اسکی تیر اندازی اور جذبہ جاں نثاری نقطہ عروج پر ہیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے ہیں (ارم فداک ابی و امی) تیر چلائے جا میرے ماں باپ تجھ پر قربان!'' اور کبھی فرماتے ہیں (ارم ایہا الغلام الحرور ''اے زور آور نوجوان تیر چلا'') جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جملے اس نوجوان کے لئے زندگی کا سب سے بڑا شرف اور اعزاز ہیں بلکہ اس کی آئندہ نسلوں کے لئے بھی۔

marfat.com
Marfat.com

طلحہ بن طلحہ ایک دیو قامت کافر حضورِ پُرنور ختمی مرتبت ﷺ پر حملہ کی نیت سے آگے بڑھتا ہے لیکن حضورانور ﷺ کا فدا کار تیر انداز تاک کر ایک تیر چلاتا ہے جو اس دشمن خدا و رسول ﷺ کے حلق میں جا کر پیوست ہو جاتا ہے۔ زبان کتے کی طرح باہر نکل آتی ہے اور وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کے اس جانباز غازی کی وہ دعا پوری ہو جاتی ہے جو اس نے آغاز جنگ سے پہلے مانگی تھی کہ ''اے اللہ میرا مقابلہ بڑے بہادر اور تیز وتند دشمن سے ہو اور تو مجھے اتنی طاقت عطا فرما کہ میں اسے تیرے دین کی خاطر قتل کر دوں''۔

جب تیر انداز کا اپنا ترکش خالی ہو جاتا ہے تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور رحمت اللعالمین ﷺ اپنے ترکش کے تیر اپنے ہاتھوں سے نکال نکال کر اسے دیتے جاتے ہیں اور وہ چلاتا جاتا ہے۔ اکثر تیر نشانے پر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح اس انتھک نوجوان نے کوئی ہزاروں تیر چلائے اور دشمنوں کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔ بالآخر حضورانور نبی کریم ﷺ کا ترکش بھی خالی ہو جاتا ہے اور ایک دشمن آگے بڑھ کر بڑی شدت سے حملہ آور ہوتا ہے۔ صرف بغیر پھل کا ایک تیر (تکا) باقی ہے وہ جوانمرد اسی کو چلے پر چڑھا کر تاک کر دشمن کی پیشانی پر مارتا ہے۔ دشمن گر کر برہنہ ہو جاتا ہے۔ حضورانور نبی کریم ﷺ اپنے فدائی کی تیر اندازی اور دشمن کی بدحواسی پر مسکرانے لگتے ہیں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگتے ہیں۔

یہ فدا کار نوجوان دشمنوں کے ہاتھوں زخم بھی کھاتا ہے لیکن ترکش خالی ہو جانے کے بعد بھی اپنے ہادی ﷺ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر رہتا ہے۔ حضورانور نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ اس کے حق میں دعا فرماتے ہیں۔ ''الٰہی! اس کے تیر کو نشانہ پر بٹھا اور اس کی دعا کو قبول فرما''۔ آخر رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے نرغے کو توڑ کر احد کی گھاٹی پر پہنچ جاتے ہیں اور دشمن خدا و رسول مکہ کو لوٹ جاتے ہیں۔

ایک اور موقع پر رجل صالح

مدینہ میں دن رات افواہیں اڑتی ہیں کہ رومی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حملہ کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دن رات چاق و چوبند اور ہتھیار بند رہتے ہیں۔ سخت خطرہ ہے کہ کہیں بے خبری میں حضورانور نبی کریم ﷺ پر رات کو حملہ نہ کر دیا جائے۔ یہودی بھی رومیوں کی سازش میں شامل ہیں۔ ایک ایسی ہی تاریک اور بھیانک رات میں حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بستر پر استراحت کے لئے لیٹتے ہیں تو فرماتے ہیں ''کاش آج کوئی رجل صالح اور مضبوط طاقتور بندہ حفاظتی پہرے کے لئے ہوتا''۔ اتنے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ اور اسلحہ کی جھنکار سنائی دیتی ہے۔ حضور پرنور ﷺ پوچھتے ہیں کون ہے؟ جواب آتا ہے ''یارسول اللہ ﷺ میں ہوں آپ ﷺ کا خادم سعد بن مالک (ابی وقاص)۔ میں نے سوچا اندھیری رات ہے مبادا کوئی خطرہ پیش آئے اس لئے پہرہ دینے کو حاضر ہوا ہوں''۔ سرور کائنات ﷺ یہ سن کر خوش ہوتے ہیں اور دعا دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ اسد الغابہ)

Marfat.com

یہ فدا ہونے والا نوجوان یہ صاحب عزم و استقامت یہ تیر انداز جس نے احد کے قیامت خیز ہنگامہ میں سرفروشی اور جانبازی کا حق ادا کر دیا اور جس رجل صالح نے راتوں کو بھی اسلحہ بند ہو کر حضور انور ﷺ کی حفاظت کے لئے رضا کارانہ پہرہ دیا وہ کون تھا؟

یہ رجل صالح وہ بزرگ ہیں جنہیں تاریخ ان کے باپ ابو وقاص (مالک) کی کنیت کی نسبت سے سعد بن ابی وقاص یا سعد رضی اللہ عنہ بن مالک کے نام سے یاد کرتی ہے اور جنہیں کئی شرف اور امتیاز حاصل ہیں۔ انہوں نے اسلام کی خاطر پہلی خونریزی کی' راہ خدا میں پہلا تیر چلایا۔ راتوں کو حضور پرنور ﷺ کی حفاظت کے لئے ہتھیار بند ہو کر پہرہ دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ''رجل صالح'' (نیک مرد) کہا۔ یہی وہ واحد صحابی ہیں جن کی نماز جنازہ میں حضور انور ﷺ کی ازواج مطہرات نے بھی شرکت کی اور حضور انور ﷺ اپنی زندگی میں ان سے خوش رہے اور جنت کی بشارت دی۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد بھی اسلام کے لئے ان کی جاں نثارانہ خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ انہوں نے عہد فاروقی میں دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین سلطنت ایران کو ختم کر کے وہاں اسلام کا بول بالا کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے ''فداک ابی وامی'' کے الفاظ نہیں سنے۔ احد کے دن آپ ﷺ نے ان کے لئے فدا کرنے میں اپنے والدین جمع کر دیئے۔ یہ درست ہے کہ احد کے دن یہ خصوصی شرف صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوا اگرچہ دوسری روایات میں ہے کہ ایک ایسے ہی نازک موقع پر یہ الفاظ حضور انور ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے لئے بھی استعمال کئے لیکن اس میں اولیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے۔ بہرحال یہ دونوں بزرگ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ناموران اسلام میں شمار ہوتے ہیں۔

نام ونسب

اسلام کے اس پہلے تیر انداز کا نام سعد رضی اللہ عنہ اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ باپ کا اصل نام مالک تھا اور کنیت ابو وقاص۔ وہ ظہور اسلام سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ تاریخ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کبھی سعد رضی اللہ عنہ بن مالک اور کبھی سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھا۔ حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی والدہ ماجدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد کی چچازاد بہن تھیں۔ اس رشتے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے ماموں زاد بھائی ہوئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ حمنہ بنو امیہ سے تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہالہ بنت وہیب کا نکاح حضور انور نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے ہوا تھا۔ وہ حضور حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی والدہ تھیں۔ اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حقیقی پھپھی زاد بھائی تھے یوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قریش کے تین معزز خاندانوں

marfat.com

Marfat.com

بنی زہرہ، بنی ہاشم اور بنی امیہ سے قرابت تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں کلاب بن مرہ پر حضور پُر نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

پیدائش

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سال پیدائش اور عمر کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ ہجرت نبوی سے تقریباً تیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے اور مکہ کے خوشحال گھرانوں کے بچوں کی طرح ان کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ لکھنا پڑھنا سیکھا' مروجہ فنون جنگ بالخصوص تیز اندازی میں مہارت حاصل کی اور غالباً عام اہل مکہ کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔

وفات

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے 55 ہجری میں وفات پائی۔ سترہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے۔ تیرہ سال بحالت اسلام مکہ میں اہل مکہ کے مظالم سہتے رہے۔ تیس سال کی عمر میں ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد پچپن سال زندہ رہے اور اسلام کے لئے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً پچاسی سال تھی۔ جب آپ کی وفات کی خبر عقیق سے مدینہ پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ جو امہات المومنین رضی اللہ عنہن بقید حیات تھیں۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ جنازہ مسجد نبوی میں پڑھا جائے تا کہ وہ بھی شریک ہوسکیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بے شمار دوسرے افراد کے علاوہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے بھی عشرہ مبشرہ کے آخری بزرگ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جنگ بدر میں جو جبہ پہن کر آپ نے جہاد کیا تھا وہ گزشتہ نصف صدی سے بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا تھا۔ وفات کے وقت وہ پرانا جبہ نکلوایا اور فرمایا کہ مجھے اسی کا کفن دینا۔ میں نے یہ اسی دن کے لئے محفوظ رکھا تھا' جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ وفات کے وقت اڑھائی لاکھ درہم بطور ترکہ چھوڑے۔

حلیہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق وہ پست قامت' فربہ اندام اور قوی پنجہ تھے۔ سر بڑا اور انگلیاں موٹی تھیں۔ بال گھنے تھے۔ آخری عمر میں سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی مشرف با سلام ہوئے۔ نوفل بن عدویہ جو اسد قریش کے لقب سے مشہور تھا اسے جب اس بات کا علم ہوا تو وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اس نے دونوں کو یعنی حضرت صدیق اور طلحہ کو ایک رسی میں جکڑا اور کس کر باندھ دیا۔ وہ دونوں کراہتے رہے لیکن ابن

Marfat.com

عدویہ کی قوت اور دبدبہ کے ڈر سے ان کے قبیلہ بنو تیم کے کسی فرد کو ہمت نہ ہوئی کہ انہیں آ کر چھڑا دے۔ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''اے اللہ عدویہ کے بیٹے کے شر سے بچا''۔ حضرت طلحہ کے ایمان لانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ طلحہ بصریٰ کی منڈی میں تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے کہ بقول حضرت طلحہ بن عبید اللہ شان رب العالمین اور میری خوش نصیبی کہ راہب بصریٰ نے اپنے شوق و خود وارفتگی میں مجھ سے ملاقات و بات چیت کی۔

جب انسان کو کسی چیز سے دلچسپی ہو تو وہ گھوم پھر کر اسی کی بات کرتا ہے اور اس کے ذہن پر ہر وقت اسی کی دھن سوار رہتی ہے معلوم ہوتا ہے راہب بصریٰ کی بھی اس وقت یہی کیفیت تھی وہ سرزمین عرب سے آنے والے ہر شخص کو دلچسپی اور عقیدت سے دیکھتا تھا اور اس سے نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا اور اگر اس کے پاس معلومات نہ ہوتیں تو خود مہیا کرتا تھا۔

تجارت کی غرض سے عرب باشندے ملک شام آتے جاتے رہتے تھے۔ راستے میں ان کا قیام ''بصریٰ'' اسی جگہ ہوتا تھا جہاں راہب کا گرجا تھا۔ ان دنوں وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گئے ہوئے تھے مگر انہیں اپنے ملک سے نکلے کافی عرصہ ہو گیا تھا اس لئے انہیں علم نہیں تھا کہ ان کے پیچھے حضور انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرما دیا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راہب نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا:

کیا احمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت فرما دیا ہے؟

طلحہ نے حیرت سے پوچھا: کون احمد ﷺ؟

راہب نے بتایا:

عبدالمطلب کے پوتے وہ آخری نبی ہیں اور یہی ان کے ظہور و بعثت کا مہینہ ہے۔ وہ نبی آخر الزماں حرم مکہ میں ظہور فرمائیں گے اور ہجرت کر کے ایک ایسی سرزمین کی طرف جائیں گی جہاں نخلستان اور میدان ہیں جن میں کالے جلے ہوئے پتھر ہیں اور کلر اور شور ہے۔ (الوفا با حوال المصطفیٰ صفحہ ۶ ڈ محمد رسول اللہ محمد رضا صفحہ ۷۹)

بات حیران کن تھی اس نے دل میں گھر کر لیا اب خواہش یہ تھی کہ پر لگا کر مکہ پہنچ جائیں۔

حیرت و اشتیاق اور اضطراب کی کیفیت لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ان کا پہلا سوال ہی یہ تھا۔

کیا میرے بعد کوئی نئی اور حیرت انگیز بات وقوع میں آئی ہے۔

ہاں، امین و صادق محمد بن عبد اللہ ﷺ نے دعوائے نبوت کر دیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی پیروی کر لی ہے۔ (الوفا با حوال المصطفیٰ صفحہ ۶ ڈ محمد رسول اللہ محمد رضا صفحہ ۷۹)

marfat.com
Marfat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قرار نہ آیا' فوراً اپنے دیرینہ اور باوفا دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سوالیہ نشان بن گئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب کچھ سمجھ گئے کہ پردیسی مسافر ہے باہر سے آیا ہے اور میرے جذبات واحساسات جاننے کا خواہشمند ہے۔

فرمایا: اے طلحہ!

وہ سچے نبی ہیں۔حق وصداقت اور خیر وفلاح کی طرف داعی ہیں۔حق کی پہچان اور اتباع میں دیر نہ کرو اور ابھی میرے ساتھ چلو روشنی تمہاری منتظر ہے باطن کے دیوار و در روشن کر لو۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک فرمانبردار بچے کی طرح ان کے ساتھ ہو لئے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور راہب شام کا سارا قصہ بیان کر دیا۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ' صفحہ ۵۶۔محمد رسول اللہ' محمد رضا صفحہ ۷۹)

آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور اس مذکورہ چھ رکنی کمیٹی کے رکن تھے۔ نبی کریم رؤف ورحیم' پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طلحہ الخیر اور طلحہ الجود کے لقب سے ملقب فرمایا مہاجرین اولین سے ہیں بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت فرمائی آپ کی عمر چونسٹھ سال تھی۔

''آپ کا مزار شریف بصرہ میں ہے لوگ تبرک حاصل کرنے کے لئے وہاں حاضری دیتے ہیں'' (محمد رسول اللہ' محمد رضا صفحہ ۷۹)

میں (اس کتاب کا مصنف) اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور پھر لکھ رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی' صحابیہ کو کوئی نہ کوئی شرف' اعزاز' امتیاز حاصل ہے اور یہ ان پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت' کے سبب' اللہ تبارک تعالیٰ کا کرم خاص ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شب وروز پیغمبر اوّل وآخر واعظم ہادیٔ انس وجاں' رہبر کائنات رسول بحر وبر' اصل الموجودات' حاصل کائنات' فخر اولاد آدم' تاجدار دوجہاں' سرور کائنات' سید المرسلین' رحمت للعالمین' خاتم النبیین' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں' کے زیر نگاہ' بہترین اطاعت' فرمانبرداری اور پُرخلوص اتباع میں گزرے ہیں۔ یہ تمام شمعیں نورِ ام النور' نورِ رحمت للعالمین سے روشن ہیں۔ ان کا ذکر ایک طرح سے دراصل حیاتِ طیبہ کا ہی ذکر ہے۔حیاتِ طیبہ' اسوۂ حسنہ ہی ان میں فروزاں ہے اور ان کا اتباع تمام امت کے لئے' روزِ قیامت تک کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

پیغمبر اول وآخر واعظم سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے''۔

احد کا میدان کارزار ہے۔ مسلمان ابتدائی کامیابی کے بعد درے پر تعینات تیراندازوں کی غلطی سے قریش مکہ کے نرغے میں آ چکے ہیں اور ان کی طاقت وقتی طور پر منتشر ہو گئی ہے۔ دشمن نے اپنی تمام کوششوں اور حملوں کا

Marfat.com

ہدف نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات اقدس کو بنالیا ہے۔ تیروں، تلواروں، نیزوں، پتھروں کے حملوں کا رخ انہی کی طرف ہے۔ وہ اسلام کی جڑ بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے پر تلے ہوئے ہیں۔ محمد ﷺ نہیں رہیں گے تو اسلام بھی نہیں رہے گا۔ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی، نہ چراغ جلے گا نہ روشنی ہوگی لیکن وہ نہیں جانتے کہ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تیر اندازوں کے درہ کو چھوڑ دینے کے بعد کفار کی اچانک اور بے پناہ یورش سے مسلمانوں کی اکثریت تتر بتر ہو چکی ہے۔ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے گرد صرف دس بارہ جاں نثار باقی رہ گئے ہیں جو سینکڑوں ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں چومکھی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرنے والے انصار کا دستہ حضرت زید بن سکن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جاں نثاری کا حق ادا کر کے شہید ہو چکا ہے۔ علمبردار اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا کو اونچا رکھنے کی کوشش میں جذب وجنون جہاد کا انتہائی مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنوں کی تلواروں سے یکے بعد دیگرے اپنے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے اور پھر کٹے ہوئے بازوؤں اور دانتوں کی مدد سے جھنڈے کو سنبھالتے ہوئے مرتبہ شہادت حاصل کرلیا ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی کئی دشمنوں کو جہنم رسید کرنے کے بعد خود جنت میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی لاش کا بڑی بیدردی سے مثلہ کیا جا چکا ہے۔ اب حضور پُرنور رحمت اللعالمین ﷺ کے گرد حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذوالفقار چمکتی دکھائی دیتی ہے یا حضرت ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کی وہ تلوار جو آغاز جنگ میں خود حضور انور نبی کریم ﷺ نے انہیں عنایت کی تھی۔ اور یہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخم پر زخم کھا کر لیکن اپنے آقا ومولا ﷺ کو بہرصورت بچا کر اس کا حق ادا کر رہے ہیں کبھی تلوار چلاتے ہیں، کبھی اپنے جسم کو ڈھال بنالیتے ہیں کہ ہادی برحق پر آنچ نہ آنے پائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی تیر اندازی کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ جب ان کا اپنا ترکش خالی ہو جاتا ہے تو نبی کائنات رسول بحر و بر، ہادی انس و جان ﷺ اپنا ترکش بھی انہیں دے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "اے سعد! تیر چلائے جا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی کمال شجاعت وفداکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ لڑتے لڑتے ان کے ہاتھ میں دو کمانیں اور ایک تلوار ٹوٹ چکی ہے اور تو اور حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا بھی حضور انور نبی کریم ﷺ کے دفاع میں اپنی تلوار کے جوہر دکھا رہی ہیں اور دوہری زرہ پہنے ہوئے ابن قمیہ کے مقابلے میں آجاتی ہیں اسے زخمی کرتی ہیں اور خود بھی زخمی ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت زبیر بن العوام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت علی وغیرہم

marfat.com
Marfat.com

رضوان اللہ علیہم اجمعین سب شمع رسالت ﷺ کے گرد پروانہ وار جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر لڑ رہے ہیں۔ کفار کے حملے شدید سے شدید تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس دوران کفار خاتم النبیین' سید المرسلین ﷺ کے شہید ہو جانے کی جھوٹی افواہ اڑا دیتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے رہے سہے حوصلے بھی ٹوٹنے لگتے ہیں اور کچھ لوگ ہتھیار چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اب لڑنے سے کیا حاصل؟ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرتے ہیں اور بیٹھ رہنے کی وجہ معلوم ہونے پر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اب جینے سے کیا حاصل؟ پھر کفار پر حملہ کر کے مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرتے ہیں۔

اس تمام افراتفری' مایوسی' ہنگامہ آرائی اور یورش اعدا کے دوران میں ایک میانہ قامت' گندم گوں رنگت' خوبرو' بسیار مو' پتلی ناک والا شخص حضور انور رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھا اور دشمنوں کے حملوں کو روکنے کے لئے ڈھال بنا ہوا تھا۔ اسے اپنی جان کی قطعاً کوئی پروانہ تھی۔ اگر فکر اور پرواتھی تو یہی کہ اس کے آقاو مولا ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ کبھی وہ آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ کرتا' کبھی دشمنوں کے حملے کو روکنے کے لئے سرکار دو جہاں ﷺ کے سامنے ڈھال بن جاتا۔ تیروں' تلواروں' نیزوں کے وار اپنے جسم اور ہاتھوں پر لیتا۔

اس کی جارحانہ اور مدافعانہ رفتار میں بجلی کی سی تیزی تھی۔ زخموں سے اس کا جسم چھلنی ہو گیا۔ تلوار کے وار سے دو انگلیاں کٹ گئیں۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کی طرف سے آنے والے ایک تیر کو اپنے ہاتھ پر لیا جو ہتھیلی کو چھیدتا ہوا گیا اور ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔ ایک اور وار سے پاؤں کی رگ نسا کٹ گئی۔ کھاؤں کدھر کی چوٹ' بچاؤں کدھر کی چوٹ کا عالم تھا۔ سر میں یکے بعد دیگرے دو نیزے لگے۔ جسم کا کافی خون بہہ گیا۔ پیشانی میں ایک بڑا اور چوکور زخم لگا لیکن اللہ کا وہ جوانمرد لڑتا رہا اور حضور انور نبی کریم ﷺ کو دشمنوں کے حملوں سے حتی الوسع بچاتا رہا۔

پھر یوں ہوا کہ حضور انور ﷺ نے ایک چٹان پر چڑھنے کا ارادہ کیا مگر دوہری زرہ کے بوجھ کی وجہ سے نہ چڑھ سکے اور پاؤں رپٹنے سے گڑھے میں چلے گئے۔ وہی زخموں اور خون میں نہایا ہوا شخص پھرتی سے گڑھے میں اترا اور اپنی پیٹھ حضور انور نبی کریم ﷺ کے آگے جھکا دی۔ آپ ﷺ اس کی پیٹھ پر چڑھے اور اوپر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دست مبارک پکڑ کر باہر نکالا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کو اپنی پیٹھ پر لادے وہ شخص لے کر چلا اور آپ ﷺ کو لے کر محفوظ جگہ پر پہنچ گیا۔ وہ خود اس وقت ادھ موا اور نیم بے ہوش ہو رہا تھا۔ حضور پرنور ﷺ کی سلامتی کی خبر پا کر بکھرے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی خبر لو۔ اس نے اپنے پر جنت واجب کر لی۔ یہ چلتا پھرتا شہید ہے۔

Marfat.com

شمع رسالت ﷺ کا یہ پروانہ کون تھا؟

تاریخ اسلام میں یہ صحابی رسول ﷺ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے دنیا کی تاریخ میں عقیدت، عزیمت، فدائیت اور شجاعت کی درخشاں مثال قائم کر دی۔ گننے والوں نے ستر سے زائد زخم ان کے جسم پر گنے۔ احد کا دن ان کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں "طلحہ الخیر" کا لقب دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں ہمیشہ "صاحب احد" کہہ کر پکارتے تھے۔ تین ہزار کفار کے مقابلے میں سات سو اللہ والوں کی صفت بندی اور ان میں سے بھی کوئی درجن بھر جاں نثاروں کی اپنے ہادی برحق ﷺ کے گرد جانفروشانہ حصار بندی، حق و باطل کی ایسی جان کاہ آویزش (لڑائی، ٹکر) جذبہ جاں فروشی، اور جاں نثاری کے ایسے مناظر چشم فلک نے پہلے کاہے کو دیکھے ہوں گے۔

ابتدائی حالات۔ نام ونسب

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے ایک چھوٹے قبیلہ بنی تیم سے تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلہ سے تھے۔ ان کا شجرۂ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کے والد عبیداللہ اسلام قبول کرنے سے پہلے وفات پا گئے۔ والدہ صعبہ بنت عبداللہ ایمان لائیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک زندہ رہیں۔ اگرچہ ابتدا میں وہ سخت مخالف رہیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مکہ کے ان چند لوگوں میں سے تھے جو ظہور اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (عقد الفرید)۔ دوسرے شرفائے مکہ کی طرح ان کا پیشہ بھی تجارت تھا اور اوائل جوانی سے شام، یمن، عراق کی طرف تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے۔ فن تقریر و خطابت میں مہارت رکھتے تھے، عرب کے خطباء میں شمار ہوتے تھے۔

غزوات میں شرکت

غزوۂ بدر کے سوا حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سب ہی غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوۂ بدر میں اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو قریش کے قافلے کی خبر لانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ قافلہ راستہ بدل کر اور پہلو بچا کر نکل گیا۔ جب وہ یہ خبر لے کر آئے تو لشکر قریش سے میدان بدر میں جنگ ختم ہو چکی تھی۔ تاہم رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور اس طرح انہیں عملاً اصحاب بدر میں شمار کیا، شامل کیا۔ بدر سے غیر حاضری کی تلافی انہوں نے غزوۂ احد میں شجاعت و جاں نثاری کے عظیم مظاہرے سے کی۔ حضور پُرنور، رسالت مآب ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جسے یہ دیکھنا پسند ہو کہ ایک شخص مر کر بھی زمین پر چلتا پھرتا ہے وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ مطلب یہ کہ طلحہ رضی اللہ عنہ زندہ شہید ہیں۔ ہادی دو جہاں، رہبر کائنات ﷺ نے آپ کو

marfat.com
Marfat.com

طلحہ الخیر، طلحہ الجود اور طلحہ الفیاض کے لقب سے ملقب فرمایا۔

جنگِ جمل اور شہادت

امت مسلمہ کے خیر خواہ اور مخلص حضرات کی کوششوں سے باہمی تصفیہ کی صورت پیدا ہوگئی جس سے سب خیر خواہان ملت کو خوشی ہوئی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل سازشی گروہ اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی فکر پڑ گئی۔ انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق بیک وقت دونوں لشکروں پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے غداری کی۔ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی خیال کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صبح کو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر کیمپ میں آئیں تو جنگ جاری تھی۔ انہوں نے چلا چلا کر اپنے ساتھیوں کو جنگ سے باز رکھنا چاہا مگر جنگ کے شور و ہنگامہ میں کسی نے ان کی بات نہ سنی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر باہر بلایا اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول یاد دلایا۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ میدان جنگ سے اپنا گھوڑا نکال کر لے گئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی میدان چھوڑ جانے کا ارادہ کیا اور میدانِ جنگ سے باہر جانے لگے۔ اس دوران مروان بن حکم نے تاک کر زہریلا تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا اور خون جاری ہو گیا اور ہزار کوشش کے باوجود خون بند نہ ہو سکا۔ مروان نے بھانپ لیا تھا اور وہ ڈر گیا کہ اگر طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی جنگ کو خیر باد کہہ دیا تو میدان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ رہے گا اور پھر مروان اور اس کے ساتھی بنوامیہ کا انجام برا ہوگا اور ان کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ جب خون بند نہ ہو سکا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا "زخم کو چھوڑ دو اور خون بہنے دو۔ یہ تیر خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سستی سے کام لیا۔ آج ہم اس کے تدارک میں اس سے بہتر کوئی شے نہیں پاتے کہ اپنا خون بہا دیں۔ (طبقات ابن سعد)

ایک روایت یہ ہے کہ زخمی حالت میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا غلام انہیں بصرہ شہر کے اندر لے گیا اور دار خرابہ میں اتارا۔ بے ہوشی طاری تھی۔ تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

دوسری روایت جو زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ جنگ ختم ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ نے میدان جنگ کا چکر لگایا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر ان کا گزر ہوا۔ فرمایا ان کو بٹھاؤ۔ لوگوں نے بٹھا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے چہرے سے مٹی صاف کی انہیں اس حالت میں دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے اور متاسفانہ لہجے میں چشم تر ہو کر کہا کہ "اے ابو محمد! مجھے یہ بات بہت شاق گزر رہی ہے کہ میں تمہیں آسمان کے تاروں کے نیچے خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھوں۔ خصوصاً جبکہ تم جہاد فی سبیل اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں نمایاں حصہ لے چکے تھے۔ کاش میں اس واقعہ سے بیس دن پہلے انتقال کر جاتا"۔ یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ روئے اور ان کے رفقاء بھی رو پڑے۔ (عشرہ مبشرہ از قاضی حبیب الرحمٰن)

Marfat.com

مدفن

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے طرفین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر تمام لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کلا کے ساحل پر دفن کئے گئے۔ بہت بعد میں ان کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ "تم لوگ مجھے اس پانی سے بچا کر چین کیوں نہیں دیتے؟ میں غرق ہو گیا ہوں"۔ تین دفعہ یہی بات کہی۔ جب قبر کھود کر نعش نکالی گئی تو وہ پانی کے اثر سے سائی کی طرح سبز ہو چکی تھی اور ڈاڑھی اور چہرے کا جو حصہ زمین کے متصل تھا اسے زمین کھا گئی تھی۔ پھر ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے مکانات میں سے ایک مکان خرید کر اس میں انہیں دفن کر دیا گیا۔

گزشتہ صدی کے مشہور بزرگ حضرت سید غوث علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی تذکرۂ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ کی سیاحت کے دوران میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مزارات کی زیارت کی تھی۔

حلیہ

درمیانہ قد، گندمی رنگ، شگفتہ صورت، بسیار مو، باریک اور خوبصورت ناک، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ پر بڑھاپے کا اثر ظاہر نہ ہوتا تھا۔ چونکہ بال سفید نہ ہوئے تھے اس لئے کسی قسم کا خضاب استعمال نہ کرتے تھے۔ بہت تیز تیز چلتے تھے، زرد رنگ کے کپڑے پہننا پسند کرتے تھے۔

ذریعہ معاش

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ابتدا ہی سے اصل ذریعہ معاش تجارت تھا۔ مدینہ میں بھی غزوات کے دنوں کے سوا تجارت کرتے تھے اور اس میں اللہ نے بہت برکت دی۔ مدینہ میں یہود کی متروکہ اراضی میں سے آپ کو بھی حصہ ملا اور آپ نے زراعت بھی شروع کر دی۔ حجاز میں سب سے پہلے گیہوں کی کاشت آپ ہی نے کی۔ خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی آپ کو ایک قطعہ اراضی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق کی فتح کے بعد وہاں بھی آپ کو زمین ملی۔ غرضیکہ بعض دوسرے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح آپ تاجر بھی تھے اور زمیندار بھی۔ ظاہر ہے کہ مدینہ کے باہر کی زمینیں خود تو کاشت نہ کرتے ہوں گے۔ اپنے کارندوں سے کاشت کرواتے ہوں گے یا بٹائی پر دیتے ہوں گے۔ آپ کی روزانہ آمدنی ایک ہزار دینار تھی۔ اس کے باوجود غذا، لباس وغیرہ بہت سادہ تھے۔ کبھی کبھی قیمتی لباس پہن لیتے تھے۔ آمدنی کا بیشتر حصہ اپنے عزیز و اقارب اور دوسرے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

سیرت و کردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خوف خدا کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے کردار کی دوسری نمایاں

marfat.com
Marfat.com

خصوصیت جود و سخا اور انفاق فی سبیل اللہ تھی' اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تھا۔ ان کے نزدیک اللہ اور رسول ﷺ کی راہ میں جان' مال' اولاد کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ بہت مالدار صحابہ کرام میں سے تھے۔ بڑے کریم النفس' سخی اور فیاض تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلحہ الجواد اور طلحہ الفیاض کا لقب دیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ قبیصہ بن جابر اسدی نے لوگوں سے کہا کہ "کیا میں تم کو بتاؤں کہ میں نے کن لوگوں کی صحبت اٹھائی ہے؟ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ ان سے بڑھ کر فقہ اور وعظ و نصیحت میں میں نے کسی کو نہ پایا۔ پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے بڑھ کر بے مانگے مال کثیر دینے والا کسی کو نہ دیکھا"۔ (تاریخ طبری جلد چہارم' باب ۷)

آپ کی یومیہ آمدنی ایک ہزار درہم تھی لیکن انہوں نے اس آمدنی کو گڑا خزانہ بنا کر اولاد و ازدواج کے لئے بچا بچا کر' جوڑ جوڑ کر نہیں رکھا' نہ اسے اپنے لئے فخر و غرور کا سرمایہ بنایا' مکمل حلال کی کمائی ہوتی تھی۔

جب تک آیا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر لیتے' چین سے نہ بیٹھتے۔ غریبوں' یتیموں' بیواؤں' ضرورت مند رشتہ داروں اور اہل قبیلہ کو بے دریغ دیتے اور ان کی حاجت روائی کرتے۔ بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے' غریب نومسلموں کو بھی بہت دیتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ دستر خوان کھلا تھا۔

ایک دفعہ چار لاکھ درہم گھر میں آئے۔ جب تک انہیں حاجت مند رشتہ داروں اور غربا و مساکین میں تقسیم نہیں کر دیا بے چین' متفکر اور ملول رہے۔ خاندان کے خاندان اور قبیلے کے قبیلے ان کے انفاق (خرچ فی سبیل اللہ) اور فیاضی پر پل رہے تھے۔ کتنے سفید پوش گھرانوں کی آبرو ان کے جود و سخا پر قائم تھی۔ ایک ہاتھ سے دیتے دوسرے کو خبر نہ ہوتی۔ قبیلہ بنی تیم کا کوئی نادار ایسا نہ تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حاجت روائی نہ کی ہو۔

آپ تنگ دستوں کو خادم دیتے' مقروضوں کا قرض ادا کرتے' بیواؤں کے نکاح کراتے اور غلاموں کی گردنیں چھڑاتے تھے۔ صبیحہ تیمی تیس ہزار درہم کا مقروض تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر سے یہ بوجھ اتارا۔ غیرت مند مفلسوں کے' سفید پوشوں کے سوال کرنے سے پہلے ان کی ضرورت پوری کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک قطعہ اراضی فروخت کرنے سے سات لاکھ درہم وصول ہوئے۔ رقم لے کر گھر آئے تو کہا کہ رات کو مال اس کے گھر میں رہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اللہ کے امر عزیز میں سے رات کو کیا اس کے پاس آئے گا۔ (ہوسکتا ہے کہ اسی حالت میں کہ مال گھر میں موجود ہو اور موت آ جائے اور پھر اللہ کے سامنے اس کی جوابدہی کرنی پڑے) چنانچہ رات اس طرح گزاری کہ ان کے قاصد اس مال کو لے کر حاجت مند حضرات کو دینے کے لئے مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرتے رہے اور پچھلی رات ہونے تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔

اپنے گھر میں زر و مال رکھنا پسند نہ تھا۔ تحائف اور ہدایات بھی دیتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہر سال دس ہزار درہم بھیجتے تھے۔ ذی القرد میں ایک چشمہ تھا جو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بھاری قیمت پر خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

دھن اللہ کی راہ میں بانٹنے سے نہیں گھٹتا۔ اللہ کو دیا ہوا قرض حسنہ کئی گنا بڑھ کر واپس ملتا ہے۔ زبردست مصارف اور بے پناہ سخاوت کے باوجود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی دولت بڑھتی ہی رہی۔ وفات پر بیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑے۔ غیر منقولہ جائیداد کی قیمت تین کروڑ درہم سے کم نہ تھی۔ چاروں بیویوں میں سے ایک کو اسی ہزار درہم نقد ملے۔ بیٹوں' بیٹیوں کے حصے الگ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ابو محمد (طلحہ رضی اللہ عنہ) نے سخی' شریف' غریبوں کے خیر خواہ اور نیک بن کے زندگی بسر کی اور فقیر ہو کے شہید ہوئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

وہ برگزیدہ صحابی رسول جس کے بارے میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے' میری امت کے امین ابو عبیدہ ہیں"۔

اور جس کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اگر میں عبیدہ کو پاتا تو انہیں خلیفہ بناتا"

کفر و اسلام کا پہلا معرکہ میدان بدر میں گرم ہے۔ کفار مکہ زبردست جنگی تیاری کر کے اسلام کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے عزم جوشِ کفر اور غیرت و حمیت جاہلیت کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ اس لڑائی میں چشم فلک نے ایک عجیب بلکہ ناقابل یقین منظر پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر باپ (حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) مسلمانوں کی طرف سے شمشیر بدست ہے تو بیٹا (عبدالرحمٰن بن ابو بکر) مشرکین کی حمایت میں تیغ و سناں چلا رہا ہے۔ بھانجا (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) اسلام کے لئے جان فشانی سے لڑ رہا ہے تو دوسری طرف ماموں (عاص بن ہشام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا) لات و ہبل کی سربلندی کا خواہاں اس کے مقابل ہے۔

ایک بھائی (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) دین حق کا علمبردار ہے' حق کی سربلندی کے لئے سرفروشی کر رہا ہے تو اس کے مخالف دوسرا بھائی (عبید بن عمیر) کفر و شرک کا حامی ہے اور باہم زندگی اور موت کی کشمکش میں الجھے ہوئے ہیں۔

اور اسی طرح سے مزید عجیب و غریب کہ بیٹا دین حق کے لئے جذبہ شہادت سے سرشار' خوف جاں سے بے نیاز ہو کر میدان میں اترا ہے اور اس کے مقابلے میں اس کا باپ باطل شرک و کفر کی حفاظت کے لئے خم ٹھونک کر آیا ہے۔ باپ کفر و شرک کی تمام تر غضبناکی کے ساتھ بیٹے پر پے در پے وار کئے جا رہا ہے تاکہ دین آبائی سے منحرف ہونے والے بیٹے کو خاک و خون میں ملا دے۔ لیکن راہیں جدا ہو جانے کے باوجود بیٹے کے

marfat.com

Marfat.com

دل میں باپ کا لحاظ باقی ہے۔ وہ طرح دیئے جا رہا ہے، باپ کے وار بچا رہا ہے لیکن خود کوئی وار نہیں کرتا، کہ شاید اب بھی وقت ہے، باپ کو سمجھ آ جائے اور وہ باز آ جائے۔ کافی دیر تک وار بچاتے رہنے کے بعد جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ باپ اس کی جان لینے پر تلا ہوا ہے اور دشمن کی فوج کے بڑے بڑے سردار اسے بڑھاوا دے رہے ہیں تو اسے اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کی یہ فرزندانہ لیت ولعل (باپ کے ساتھ نرمی) اور صلہ رحمی کی کوشش اسلام کے لئے باعث نقصان نہ بن جائے۔ چنانچہ اس کی تلوار بجلی کی طرح اچانک چمکتی ہے اس پر گرتی ہے اور ایک ہی وار میں باپ کا نامبارک و ناپاک سر کٹ کر دور جا گرتا اور خاک و خون میں لت پت ہو جاتا ہے۔

بیٹا ایک نگاہ غلط انداز سے دیکھ کر پھر جہاد میں مصروف ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کفار و مشرکین اپنی قوم کی ستر لاشیں میدان بدر میں اور اتنے ہی اسیران جنگ مسلمانوں کے قبضے میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

جب پیغمبر اسلام ﷺ بدر سے مدینہ واپس آتے ہیں تو وحیٔ خداوندی نازل ہوتی ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ ان انوکھے مجاہدین کے بارے میں سورہ مجادلہ آیت 22 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: ''تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی (اللہ کے گروہ) کے لوگ ہیں۔ خبردار ہو کہ اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں''۔ (سورۂ مجادلہ، آیت 22)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا روئے اقدس خوشی سے چمک اٹھتا ہے۔ آپ ایک لمبے قد، چھریرے جسم اور چھدری ڈاڑھی والے، ادھیڑ عمر کے سادہ مزاج سنجیدہ طبع شخص کی طرف زیر لب تبسم کے ساتھ دیکھتے ہیں جیسے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اظہار خوشنودی کے سرٹیفکیٹ پر اپنی مہر بھی ثبت فرما دی ہو۔ صحابہ کرام اس شخص کو مبارک باد دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے اظہار خوشنودی سے خوش ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرتا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بدر کے معرکہ حق و باطل

Marfat.com

میں اپنے ہاتھوں اپنے کافر باپ کو جہنم رسید کیا ہے۔

سورہ مجادلہ کی آیت مبارک 22 بہت ہی واضح ہے۔ جذبات واحترام کے لحاظ سے بالترتیب ان کا ذکر فرما دیا ہے۔ کتنے عظیم تھے وہ لوگ' وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے دین اسلام اور حضور انور نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنے باپ' بیٹے' بھائی اور اہل خاندان سے نبرد آزما ہوئے اور کئی کے سر اتار دیئے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا یہ محکم سرٹیفکیٹ حاصل کرنے والے خوش نصیب جاں نثار رسول ﷺ' فدائے اسلام اور امین الامت' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے جو آئندہ چل کر عظیم سپہ سالار اور فاتح شام وفلسطین ہوئے اور تاریخ عالم اسلام کی عظیم ہستیوں میں شمار ہوئے۔

سن ۹ ہجری میں جب نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بات چیت کے بعد اس نے خراج کی ادائیگی پر رضامندی ظاہر کی اور درخواست کی کوئی امین شخص ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے ایک پروانے کی طرف محبت کی نظر مبارک سے دیکھا۔ کشیدہ قامت' نحیف الحبشۃ' روشن چہرہ۔ حضور انور ﷺ نے اہل بحران سے فرمایا یہ ابوعبیدہ بن الجراح ہیں اور اس امت کے امین ہیں۔ یہ تمہارے ساتھ جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ یہ لقب ہمیشہ کے لئے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام کا حصہ بن کر رہ گیا اور وہ عوام و خواص میں امین الامت مشہور ہو گئے۔ اسی لئے اپنے آخری ایام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں انہیں بلا کھٹکے خلیفہ نامزد کر دیتا۔ کیونکہ وہ امت محمدیہ ﷺ کے امین تھے اور ان سے کسی خیانت کا اندیشہ نہ ہو سکتا تھا۔

نام' نسب' پیدائش

عجیب بات ہے کہ دربار رسول ﷺ کا یہ اہم جواہر اعلیٰ اپنے اصل نام سے تاریخ میں مشہور ہوا اور نہ اپنے باپ کے نام سے۔ ان کا اصل نام عامر اور باپ کا نام عبداللہ تھا لیکن ان کی شہرت ان کی کنیت ابوعبیدہ کے نام سے ہوئی اور باپ کے نام کی جگہ دادا جراح کا نام کنیت کے ساتھ لگا۔ اس طرح وہ عامر بن عبداللہ کی بجائے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کہلائے۔

باپ کا نام شاید اس لئے ترک کر دیا کہ وہ حالت کفر میں ان کے اپنے ہاتھ غزوہ بدر میں مارا گیا۔ حضور انور ﷺ نے امین الامت کے لقب سے نوازا۔ ان کا تعلق قبیلہ فہر سے تھا جو قریش کی آخری شاخ تھی۔ فہر پر ان کا سلسلہ نسب حضور اقدس ﷺ سے مل جاتا ہے۔ والد تو اسلام سے محروم رہا اور مسلمان بیٹے کے ہاتھوں حق و باطل کی جنگ میں مارا گیا لیکن والدہ امیمہ بنت غنم ایمان کی دولت سے بہرہ یاب ہوئیں اور صحابیت کا شرف حاصل کیا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے ۳۲ سال پہلے پیدا ہوئے۔ یعنی بعثت کے وقت آپ کی عمر ۱۹ سال تھی۔ مکہ کے عام متوسط گھرانوں کے بچوں کی طرح پرورش اور تربیت ہوئی۔ فنون سپہ گری میں مہارت حاصل کی اور تجارتی کاروبار شروع کیا۔ قبول اسلام سے پہلے ہی شراب نوشی' بت پرستی اور دوسرے اعمال شنیعہ (بد) سے ہمیشہ بچے رہے۔

قبول اسلام

سعید روحوں کو سعید روحوں سے قدرتی انس اور لگاؤ ہوتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اٹھنا بیٹھنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہی کی ترغیب سے تقریباً انتیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ ابھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دارارقم کو مرکز دعوت نہیں بنایا تھا۔ ان کے اور حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قبول اسلام میں ایک آدھ دن کا فرق تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نویں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی آزمائش اور ابتلا کا دور شروع ہو گیا۔ انہوں نے بڑے صبر واستقامت سے ہر قسم کے مشکل حالات مصائب کو برداشت کیا۔

طاعون عمواس اور وفات

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام کی امارت سنبھالے اور قحط کے سلسلے میں امدادی انتظامات کرتے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ ۱۸ ہجری (۶۳۹ء) میں شام اور عراق میں طاعون کی شدید وبا پھیل گئی۔ ابتدا فلسطین کے شہر عمواس سے ہوئی جہاں اسلامی افواج جمع تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً پچیس ہزار مجاہدین اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ جن میں بہت سے بزرگ صحابہ بھی تھے۔ شام وفلسطین میں وبا کا بہت زور تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو وہ بسرعت تمام مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سرغ کے مقام پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صورتحال کا جائزہ لیا اور سرکردہ صحابہ کرام اور جہاندیدہ بزرگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی کہا کہ فی الحال وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ میں کل صبح روانہ ہوں گا۔ سب لوگ میرے ہمراہ چلیں۔

لیکن تقدیر الٰہی پر صابر وشاکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مانے اور جرات اظہار سے کام لیتے ہوئے بیباکانہ کہا کہ "اے عمر رضی اللہ عنہ! تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟" انہوں نے برا مانے بغیر جواب دیا کہ "ہاں! تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی طرف بھاگتا ہوں"۔ مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وہیں ٹھہرے رہے۔ خلیفہ انہیں بڑا عزیز اور محترم جانتے تھے اور انہیں طاعون سے بچانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مدینہ واپس پہنچ کر لکھ بھیجا کہ ضروری صلاح مشورے کے

Marfat.com

لئے فوراً مدینہ چلے آؤ۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طلبی کا اصل مطلب سمجھ گئے اور جواب دیا کہ قسمت کا لکھا پورا ہو کر رہے گا۔ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔ اپنی ماتحت فوج کے ساتھ وابستگی نے انہیں خلیفہ کا حکم ماننے سے بھی باز رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا جواب پڑھ کر رو دیئے۔ پھر لکھا کہ اگر تم نہیں آتے تو کم سے کم اتنا تو کرو کہ افواج کو مرطوب نشیبی مقامات سے دوسرے بہتر مقامات پر منتقل کر دو جہاں وبا کا اثر نہ ہو یا کم ہو۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فوج لے کر جابیہ چلے گئے جو آب و ہوا کے لحاظ سے ایک پر فضا اور صحت افزا مقام تھا لیکن وبا سے ان کی صحت متاثر ہو چکی تھی۔

جابیہ پہنچنے کے بعد ان پر طاعون کا حملہ ہوا اور وہ پیک اجل (موت کے بلاوے) کو لبیک کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئے' اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھاون (58) سال تھی۔ وفات سے پہلے حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور تجہیز و تکفین کی اور ایک خوبصورت اور دلدوز تقریر کی۔

مدفن

اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مطابق حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دمشق میں دفن کئے گئے۔ آپ کے مزار سے ملحق ایک مسجد ہے جو آپ کے نام سے موسوم ہے۔ قاضی حبیب الرحمٰن نے ''عشرہ مبشرہ'' میں ''اسد الغابہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا مدفن عمواس یا رملہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق دمشق اور بیت المقدس کے درمیان ''بیان'' کے مقام پر دفن کئے گئے۔

ایسی مشہور اور اہم شخصیت کے مقام دفن کے بارے میں روایات کا یہ اختلاف تعجب خیز ہے۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ انہوں نے جابیہ میں انتقال فرمایا تو قرین قیاس یہی لگتا ہے کہ انہیں جابیہ میں دفن کیا گیا ہوگا۔ وہاں سے ان کی میت کو طاعون کے گڑھ عمواس میں واپس لے جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ یہ کہ اہل لشکر کسی اپنی صوابدید کی بنا پر جابیہ سے دوسری جگہ لے گئے ہوں۔ اگر جابیہ میں دفن نہیں کیا تو بیسان یا فحل میں سے جو نزدیک ترین مقام ہوگا وہاں دفن کیا گیا ہوگا۔ بہر حال انسائیکلو پیڈیا کی روایت کہ ان کا مدفن دمشق میں ہے اور مزار سے ملحق ایک مسجد بھی ہے' درست ہو سکتی ہے۔

سیرت و اخلاق

شام کے فاتح اور بازنطینیوں کی قوت پر ضرب کاری لگانے والے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی شخصیت تاریخ اسلام کے علاوہ تاریخ عالم میں بھی نمایاں نظر آتی ہے اس میں ایک عجیب شان دلربائی ہے۔ غیروں نے اور اپنوں نے بھی کہیں کہیں اسلام کی ابتدائی تاریخ کے بعض دوسرے بڑے جرنیلوں' فاتحوں اور

marfat.com

Marfat.com

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہم عصروں پر نکتہ چینی کی ہے لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور کردار پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔ ان کا کردار ہر لحاظ سے ایک مثالی مومن کا قابل تعریف کردار ہے۔

محاسن اخلاق کے لحاظ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفوں میں ان کا مرتبہ بہت بلند اور بہت آگے ہے۔ جسے خود حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''امین الامت'' فرمائیں ان کا مقام ایسا ہونا ہی چاہئے۔ دوسری قوموں نے بھی بڑے بڑے جرنیل اور فاتح پیدا کئے۔ ہنی بال' اسکندر یونانی' اٹیلا' چنگیز خان' نپولین وغیرہ کے ناموں اور خونی کارناموں سے دنیا واقف ہے لیکن ان میں کسی میں بھی اخلاقی بلند و دلکشی' عظمت کردار' تقویٰ' پاکبازی' سادگی' حق پرستی' انصاف پروری' رحم دلی' مساوات اور انکساری کا نام ونشاں نہیں ملتا۔ ان کے صحیفہ حیات میں بے مقصد خونریزی سے پرہیز فتوحین سے حسن سلوک' ان کے جان و مال وعزت و آبرو کی حفاظت اور خدا خوفی کا کوئی حرف وباب نہیں پایا جاتا۔

اس کے برعکس حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بلند کردار کا لوہا دشمنوں سے بھی بنوا لیا اور ان کے دل موہ لئے۔ جب جنگی مصلحت کے تحت انہیں حمص اور بعض دوسرے شہر اور علاقے خالی کرنے پڑے تو انہوں نے جو ٹیکس وصول کئے تھے وہاں کے باشندوں کو جوں کے توں واپس کردیئے۔ اس پر وہ لوگ رو رو کر ان کی فتح مندانہ واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔ دنیا میں کسی غیر مسلم جرنیل نے ایسا کردار پیش نہیں کیا بلکہ ایسے نازک مواقع پر مزید لوٹ کھسوٹ ہی کی اور مفتوحین کی عزت و آبرو بھی ان سے محفوظ نہ رہی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں سے سلوک مساویانہ اور برادرانہ تھا۔ محبت اور خلوص ان کا شعار تھا۔ ان کے زیر کمان مجاہدین ان سے آزادی سے بات کرتے تھے اور کبھی کسی نے حکم عدولی نہ کی۔ بازنطینی سفیروں نے انہیں معمولی لباس میں عام مجاہدین کے ساتھ اس طرح فرش خاک (زمین) پر بیٹھا دیکھا کہ انہیں پوچھنا پڑا کہ تمہارا سردار کون ہے؟

ولیم میور لکھتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ موٹے جھوٹے کھردرے اونی لباس میں عوام کے سامنے آئے تو ان کے رفقا اور ماتحتوں نے شرم محسوس کی اور ملامت کے انداز میں کہا کہ آپ شام میں اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم ہیں اور ہم یہاں دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ دشمنوں کو مرعوب اور متاثر کرنے کے لئے آپ یہ لباس بدل کر بہتر اور نفیس لباس زیب تن کیجئے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی وہ حالت تبدیل نہ کروں گا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ انہوں نے سپہ سالاری کے منصب کو ایک فرض سمجھ کر قبول کیا تھا اور اپنے اندر کسی قسم کی فخر والی' شیخی والی تبدیلی نہیں آنے دی۔ نہ اس منصب سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھایا۔ جیسے شروع میں تھے ویسے ہی آخر تک رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض جرنیلوں کے اندوختوں (جمع جوڑی' جائیداد) کی حساب طلبی کی لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ محاسبہ کی زد میں نہیں آئے۔

Marfat.com

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپ حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ بارہ سال یا پندرہ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ آپ کے چچا کو جب آپ کے ایمان لانے کا علم ہوا تو غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اس نے عزم کیا کہ وہ انہیں مجبور کر دے گا کہ وہ نئے دین کو چھوڑ کر پھر اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئیں۔ چنانچہ وہ آپ کو چٹائی میں لپیٹتا اور رسی سے باندھ دیتا پھر نیچے سے دھواں دیتا یہاں تک کہ ان کا دم گھٹنے لگتا' پھر کہتا اس عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو محمد (ﷺ) کا انکار کر دو۔ نوخیز' نوعمر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی گرجدار آواز میں جواب دیتا **لا واللہ لا اعود للکفرا ابدا** ہرگز نہیں بخدا میں کسی قیمت پر کفر کی طرف نہیں لوٹوں گا۔ آپ کی شجاعت وسخاوت کے واقعات تاریخ اسلام کا روشن باب ہیں جن کا ایمان افروز تذکرہ انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔

آپ کا نسب قصی بن کلاب پر حضور انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس چھ رکنی شوریٰ کمیٹی کے آپ بھی ایک رکن تھے جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ پہلے حبشہ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ امت مسلمہ میں سب سے پہلے جہاد کے لئے تلوار کو بے نیام کرنے کا شرف انہیں نصیب ہوا۔ عہد رسالت کے تمام غزوات میں شرکت کی' عہد خلافت راشدہ میں فتح یرموک اور فتح مصر میں حصہ لیا۔ آپ کی عمر سرسٹھ (66) سال تھی۔ (محمد رسول اللہ' محمد رضا صفحہ ۸۷)

پیغمبر اول وآخر واعظم' سید المرسلین ﷺ کے اس صحابی کی بھی شان نرالی ہے۔ آپ کے بارے میں حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔

"ہر پیغمبر کے حواری ہوتے ہیں۔ میرے حواری زبیر بن عوام ہیں"

اور جس کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمانا ہے کہ

"زبیر ارکان دین میں سے ایک رکن ہیں"

سن ۵ ہجری

جنگ احزاب کا پرآشوب اور پرخطر زمانہ ہے۔ مشرکین مکہ نے اپنے حلیف قبائل کی مدد سے دس ہزار مسلح فوج اکٹھی کر کے مدینہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے عرب کی تاریخ میں اتنی بڑی فوج کبھی کسی جنگ کے موقع پر اکٹھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ فوج اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اسلحہ اور رسد کی بھی شدید قلت ہے۔ اندر سے بنی قریظہ کے یہودیوں نے حملہ آوروں سے ساز باز کر کے بدعہدی اور غداری پر کمر باندھی ہے اور ہر دم خطرہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا نہ گھونپ دیں۔

marfat.com
Marfat.com

بنی قریظہ بڑا طاقتور قبیلہ ہے۔ ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس اور قلعہ بند۔ ان کی گڑھی کی طرف جاتے ہوئے اکیلے دوکیلے مسلمان گھبراتے ہیں۔ موسم سخت سرد اور طوفانی ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کے عزائم، تیاریوں اور نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی بستی میں جانا شیر کے کچھار میں جانے کے مترادف ہے۔ صورتحال بڑی نازک، سنگین اور تشویشناک ہے اس لئے حضور پُر نور سرکار دو عالم ﷺ رضا کار طلب کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

''کوئی ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے؟''

جواب میں صرف ایک آواز بلند ہوتی ہے۔

''یا رسول اللہ ﷺ! اس کام کے لئے میں حاضر ہوں'' ایک دراز قامت وجیہ اور قوی نوجوان کھڑا ہو کر کہتا ہے۔

''کوئی ہے جو بنی قریظہ کی خبر لائے؟'' حضور انور نبی کریم ﷺ صحابہ کے مجمع سے دوبارہ پوچھتے ہیں ''یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں'' پھر وہی نوجوان جواب دیتا ہے۔ لیکن سرور کائنات نبی کریم ﷺ پھر تیسری دفعہ اپنا سوال دہراتے ہیں اور خاموش مجمع کے چہروں پر اپنی نظر دوڑاتے ہیں۔ مجمع سے پھر وہی آواز بلند ہوتی ہے کہ ''میرے آقا میں یہ خدمت انجام دوں گا''۔

حضور انور نبی کریم ﷺ صاحب آواز کے حق میں دعا فرماتے ہیں اور اسے اجازت دیتے ہیں وہ صاحب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے ہیں۔ ان کی ٹانگیں تقریباً زمین کو چھو رہی ہوتی ہیں۔ صحابہ کا مجمع انہیں رشک و آفرین کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ آخر وہ بنی قریظہ کے ارادوں، تیاریوں اور تعداد کے متعلق مفصل معلومات حاصل کر کے واپس آتے ہیں اور حضور انور ﷺ کی خدمت میں مفصل رپورٹ پیش کرتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بڑی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس جان جوکھوں کے کام کی انجام دہی پر تاجدار کائنات رحمت للعالمین ﷺ بہت خوش ہوتے ہیں اور خبر لانے والے سے مخاطب ہو کر فداک ابی و امی (میرے ماں باپ تجھ پر قربان) فرماتے ہیں۔ پھر جاں نثاروں کے مجمع سے فرماتے ہیں کہ ''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں۔ میرے حواری زبیر بن العوام ہیں''۔ (صحیح بخاری، روایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ)

تو یہ تھے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حواری رسول ﷺ ان کے علاوہ کوئی دوسرا صحابی یہ امتیاز، یہ شرف یہ خصوصیت حاصل نہ کر سکا۔ جہاں تک نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے فرمان فداک ابی و امی کا تعلق ہے اس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شریک ہیں اور وہ بھی عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں۔

مدتوں بعد جب ایک شخص نے کہا کہ میں حواری رسول ﷺ کا بیٹا ہوں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اگر تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے تو سچ کہتا ہے ورنہ جھوٹا ہے''۔ مطلب یہ کہ صرف زبیر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ہی کو یہ لقب اور اعزاز مرحمت کیا گیا تھا۔ اور پھر تاریخ میں یہ لقب انہی سے مخصوص ہو کر رہ گیا۔

خاندان اور قبول اسلام

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنی اسد سے تھا۔ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور اوائل عمر ہی میں باپ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب آپ کے ماموں تھے۔ ان کے پردادا ویلد اسلام کی خاتون اول ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے اس لئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔

ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی عہد میں مسلمان ہوئیں وہ بڑی بہادر اور باہمت خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے زبیر رضی اللہ عنہ کی پرورش اور تربیت میں بڑی کوشش کی۔ وہ اس خیال سے آپ پر بہت سختی کرتی تھیں کہ جوان ہو کر سخت جان، سخت کوش، نڈر اور بہادر بنیں اور لشکروں کی قیادت کریں۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے بڑے شہ زور، شجاع، حوصلہ منداور پر اعتماد تھے۔

ایک دفعہ بچپن میں اپنے سے کہیں زیادہ عمر کے آدمی سے لڑ پڑے اور اس کا ہاتھ توڑ ڈالا۔ اسے شکایتاً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی بجائے مطمئن انداز میں شکایت کنندہ سے کہا "اے شخص! تو نے زبیر کو کیا سمجھا تھا؟ کیا تو نے اسے پنیر سمجھا یا کھجور؟ یا پر پھیلانے والا شکرا؟ ابتدائی عمر ہی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگی فنون میں مہارت حاصل کر لی تھی جس سے ان میں حد درجے کی دلیری، حوصلہ مندی اور خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔

محمد ابن سعد (مصنف طبقات) کی روایت کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے چار پانچ دن بعد سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ اسلام کے سابقون الاولون میں آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نیز بعض دوسرے نوجوان مسلمانوں کی عمریں بھی قبول اسلام کے وقت کم وبیش اتنی ہی تھیں۔

اس سے ایک حقیقت بڑی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ یہ نوجوان جن کی عمریں بیس سال سے بھی کم تھیں اور انگریزی محاورے کے مطابق (Teenager) تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے قبل نبوت کے دور کو اپنی کم سنی کے ایام سے دیکھتے چلے آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور حسن سیرت سے متاثر تھے۔ اعلان نبوت کے ساتھ ہی وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ایمان لے آئے۔

اگرچہ سرداران قریش طنزاً یہ کہتے رہے کہ یہ کیسا دین ہے جو ہماری قوم کے بے سمجھ چھوکروں نے یا پھر غلاموں نے قبول کیا ہے اور ہم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ دراصل یہ ان کی عصبیت، انا اور اپنے آپ کو بہت عقلمند

marfat.com

Marfat.com

سمجھنے والی خوش فہمی، دنیا پرستی اور بدنصیبی تھی کہ وہ اس نعمت سے محروم رہ گئے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دین حق کی خاطر ہر قسم کے مصائب اور مظالم بڑی ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر ناک اور آنکھوں میں دھواں دیا کرتا تھا مگر اسلام کا نشہ ایسی ترشیوں، تلخیوں سے اترنے والا نہ تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چچا سے کہتے کہ کچھ بھی کرو اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مکہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل اور کمزور تھی۔ کفار دشمنی اور اذیت رسانی پر تل گئے تھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی ربط و اتحاد اور تسلی و تقویت کے لئے مختلف صحابہ کی مزاجی، روحانی کیفیت اور سماجی و معاشی پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے باہمی مواخاۃ قائم کر دی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی مواخاۃ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے قائم کی جنہوں نے آخر تک آپ کا ساتھ نبھایا۔

اپنی طاقت، شہ زوری، شجاعت، جنگی مہارت، غیرت، خودداری اور خود اعتمادی کے باوجود حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح کفار مکہ کے مظالم اور سختیاں صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے کیونکہ مقابلے کے لئے ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے رسول اللہ کو ایذا پہنچائی ہے اور قید کر لیا ہے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ ننگی تلوار لئے مرنے مارنے کا تہیہ کئے کفار کے مجمع میں گھس گئے اور اپنے ہادی و آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچ گئے۔ افواہ غلط نکلی۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ زبیر کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتایا گیا کہ دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی ہے۔ اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کا عزم لے کر نکلا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جذبہ فدائیت پر بہت خوش ہوئے، تعریف کی اور دعا فرمائی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار پہلی تلوار تھی جو اسلام اور داعی اسلام کی حمایت اور حفاظت کے لئے اٹھی۔

جب مشرکین مکہ نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے کی وجہ سے ابولہب کے سوا جملہ بنی ہاشم، کیا مسلم کیا کافر (یعنی کہ باقی سب) کا مقاطعہ کیا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی رضا کارانہ طور پر ان کا ساتھ دیا اور مقاطعہ اور فقر و فاقہ کی تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں اور تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر اسلام سے روگردانی کا خیال کبھی دل میں نہ لائے۔

عمر

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق مختلف روایات ہیں جن میں ان کی عمر ساٹھ سے ستر سال بیان کی گئی ہے۔ محمد ابن سعد نے آپ کے بیٹوں عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عروہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے حوالے سے چونسٹھ برس لکھی ہے جو صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سولہ سال کی عمر میں سن ۸ نبوی میں ایمان لائے۔ مکہ اور مدینہ میں تیس سال حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں گزارے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت

Marfat.com

کے وقت ان کی عمر انتالیس سال تھی۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخر تک مزید پچیس سال زندہ رہے اور جمادی الآخر 36 ہجری میں شہادت پائی اس لئے آپ کی عمر کم وبیش چونسٹھ سال ہی ہوتی ہے۔

حلیہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک وجیہہ اور شاندار شخصیت کے مالک تھے۔ دراز قد' متوازن جسم' گندمی رنگ' چھدری ڈاڑھی' سر کے بال لمبے۔ آخری دم تک صحت بہت اچھی تھی۔ اس میں تغیر نہیں ہوا تھا نہ بڑھاپے کے آثار پائے جاتے تھے۔ تاحیات چاق وچوبند رہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (ایک عظیم باپ کا عظیم بیٹا)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی زیادہ پرخلوص اللہ والے اور دین ابراہیم کے عمدہ پیروکار' بتوں سے سخت بیزار اور موحد باپ کے سپوت تھے۔ ایسے سپوت جن کی استقامت' احترام ومحبت دین اسلام نے عمر بن خطاب کو فاروق اعظم بننے کی راہ دکھائی۔

اب آپ دیکھئے کہ انہوں نے یہ راہ کس طرح دکھائی۔

قارئین کرام! درج ذیل کے کچھ حصہ کو آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلقہ باب میں بھی پڑھیں گے لیکن ایسے ایمان افروز واقعات وحالات کو یہاں بھی پڑھنا یا بار بار پڑھنا خالی از محبت دین ودلچسپی نہیں ہے۔

نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' خطاب کے بیٹے عمر! آج یوں شمشیر بکف کہاں جارہے ہو؟

عمر بن خطاب: (غضبناک آواز میں) آج محمد ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قصہ پاک کروں گا۔ کیونکہ وہ اپنی پھونکوں سے کعبہ کا چراغ گل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے دین سے قریش میں فتنہ وفساد اور تفرقہ وانتشار پھیلا دیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے' باپ کو بیٹے سے' ماں کو بیٹی سے جدا کر دیا ہے اور ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہ ہونے کو ہے۔ وہ نہ رہے گا تو فتنے کی جڑ کٹ جائے گی۔

نعیم رضی اللہ عنہ: پہلے اپنے گھر والوں کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کر چکے ہیں۔

عمر: ہائیں! کیا سچ کہتے ہو؟

نعیم رضی اللہ عنہ: بالکل سچ

عمر: اچھا! تو پہلے گھر والوں ہی کی خبر لیتا ہوں۔ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نمبر آئے گا۔

عمر غصے میں بھرے' دانت کچکچاتے' ہونٹ چباتے' تلوار ہلاتے بڑی تیزی سے چلتے ہوئے اپنا رخ بدل لیتے ہیں۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ ٹلا لیکن متفکر بھی ہیں کہ اب یہ سیل بلا کہاں جائے گا اور کیا غضب ڈھائے گا۔

عمر: ایک دروازے پر پہنچ کر ... سے کچھ پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اندر سے ایک زنانہ آواز' کون ہے؟

عمر: (غضبناک آواز میں) دروازہ کھولو۔ میں ہوں عمر

مکان کے اندر ایک کھلبلی سی مچل جاتی ہے۔ پھر دروازہ ذرا سا کھلتا ہے۔ ایک نورانی صورت نوجوان خاتون نمودار ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اسے دھکا دیتے ہوئے بڑی بے صبری سے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ گھر کے اندر نوجوان خاتون کے علاوہ ایک پروقار' بلند و بالا' قوی الجثہ' گندم گوں نوجوان بھی موجود ہے۔ اس کی عمر تقریباً بیس سال کی ہوگی۔ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر اضطراب اور گھبراہٹ کے آثار پیدا ہوتے ہیں لیکن فوراً ہی پُروقار اور سکون کی کیفیت بحال ہو جاتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ سیدھا اس کی طرف جاتے ہیں اور گریبان سے پکڑ کر دھاڑتے ہیں کہ ''تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے''؟

نوجوان: کچھ نہیں

عمر: سچ بتا' میں نے خود سنا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے۔ تجھ پر بھی بنو ہاشم کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو چل گیا ہے۔ ٹھہر! میں تجھے اس بے دینی کا مزا چکھاتا ہوں۔

پھر اس کے لمبے لمبے بالوں سے پکڑ کر نیچے گرا دیتے ہیں اور گھونسوں اور ٹھوکروں کی بارش کر دیتے ہیں۔ اس اندھی مار کٹائی سے نوجوان کا سر پھٹ جاتا ہے اور وہ اپنے ہی خون میں نہا جاتا ہے۔ وہ صحت مند اور توانا ہے۔ چاہتا تو عمر کی دراز دستی کا جواب دیتا یا کم سے کم اپنا دفاع ہی کرتا مگر وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ ستانے والوں کے خلاف ابھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ وہ صرف زبان سے کہتا ہے کہ

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ و اشھدان محمد رسول اللّٰہ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں)۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوش غضب اور بڑھ جاتا ہے اور ان کی مار پیٹ میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر نوجوان خاتون جو پٹنے والے نوجوان کی بیوی ہے' آگے بڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو بچانے کے لئے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ وہ بھی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بری طرح پٹ جاتی ہے اور اس کا چہرہ لہولہان ہو جاتا ہے۔ تب وہ ایک زخمی شیرنی کی طرح سینہ تان کر کھڑی ہو جاتی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کو چیلنج کرتی ہے۔

''عمر! یہ سچ ہے کہ ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر چکے ہیں۔ اب موت بھی اسلام کو ہمارے دلوں سے نہیں نکال سکتی۔ اب ہم کبھی بت نہیں پوج سکتے' تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر لے''

عمر رضی اللہ عنہ زخمی خاتون کا یہ چیلنج سن کر ششدر رہ جاتے ہیں۔ اس کے زخمی چہرے پر نظر ڈالتے ہی دل پگھلنے لگتا ہے۔ ایک مبہم سی پشیمانی لاحق ہو جاتی ہے کہ شاید چھوٹی بہن اور بہنوئی کو ناحق مارا۔ وہ خاصی نرم آواز میں اپنی بہن سے کہتے ہیں۔

Marfat.com

''اچھا تم لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے، مجھے بھی دکھاؤ، میں بھی اسے پڑھ کر دیکھوں کہ یہ کیا چیز ہے جو لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دیوانہ بنائے دیتی ہے''۔

''مجھے اندیشہ ہے کہ تو کہیں اسے ضائع نہ کر دے''۔ نوجوان خاتون جواب دیتی ہے۔

''نہیں میں صرف اسے پڑھ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیسا کلام ہے''۔ عمر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں۔

''اگر پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے غسل کر کے پاک صاف ہو جا۔ یہ اللہ کا کلام ہے ناپاک ہاتھوں میں نہیں دیا جا سکتا''۔

''یہ کیوں؟ آج سے پہلے میں نے کبھی کوئی ایسا کلام نہیں پڑھا جس کے پڑھنے سے پہلے غسل کرنا پڑا ہو؟''

''یہ قرآن ہے، اللہ کا مقدس کلام، اسے ناپاک نہیں چھو سکتے''۔

عمر پر ذہنی مرعوبیت کے اثرات نمایاں ہیں۔

''تو میں گویا ناپاک ہوں۔ خیر! پانی لاؤ میں غسل کرتا ہوں''۔

بہن پانی لا کر دیتی ہے اور غسل کی ترکیب بتاتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن و قلب کی مرعوبیت کے تاثرات چہرے پر چھا گئے ہیں۔ غسل سے فراغت کے بعد نوجوان خاتون قرآن پاک کے اجزا عمر رضی اللہ عنہ کے آگے لا کر رکھ دیتی ہے۔ یہ سورہ طٰہٰ ہے۔ عمر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کر کے پڑھنے لگتے ہیں اور ایک ایک لفظ کے ساتھ متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں اور دل و دماغ سے کفر کی تاریکی اور زنگ اترتا جاتا ہے۔ چہرے کی رنگت اور دل کی کیفیت بدلتی جاتی ہے۔ کلام اللہ کے الفاظ و بیان کی شوکت و ندرت اور فصاحت و بلاغت انہیں مسحور کر لیتی ہے۔ معانی و مضمون کی رفعت عجوبہ پن، عمدگی اور تاثیر، کفر و شرک کی کثیف و تاریک دنیا سے اٹھا کر انہیں ایک دوسرے ہی عالم میں لے جاتی ہے جو بہت پاکیزہ و لطیف ہے، جب وہ اس سورہ کی آیت پاک 14 پر پہنچے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ٥

ترجمہ: ''میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو میری ہی عبادت کیا کر اور میری یاد و ذکر کے لئے نماز پڑھا کر''۔ (سورۃ طٰہٰ آیت 14)

تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں سبحان اللہ! کیا عمدہ کلام ہے اور مزید کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اور یوں رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پہلے کی مانگی ہوئی دعا اللہ نے ایک خوش نصیب کے حق میں قبول فرمائی۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی کہ اے رب العالمین! عمرو بن

marfat.com
Marfat.com

ہشام اور عمر بن الخطاب میں سے جو تجھے پسند ہو' اسے اسلام میں داخل فرما!

اوّل الذکر تو ابوجہل بن کر رہا اور دوسرے کہ اللہ نے فاروق اعظم بنا دیا' اللہ کی راہ میں پٹنے اور لہولہان ہونے والے یہ نوجوان میاں بیوی کون تھے؟ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن زید تھے اور ان کی بیوی عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا تھیں۔ اللہ نے ان سعید روحوں کی استقامت وعزیمت ایمانی کے ذریعے عمر بن خطاب کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی جو بعد میں اسلام کے دوسرے خلیفہ راشد ہوئے اور دنیا کی کوئی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔

تو یہ تھے ابوالاعور حضرت سعید رضی اللہ عنہ' بن زید بن عمرو بن نفیل۔ موحد ابراہیمی زید بن عمرو کے سابق الایمان موحد ومومن بیٹے جن کے باپ قیامت کے دن تن تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔ حدیث عشرۂ مبشرہ کے راوی بھی یہی سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

خاندان

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے اور قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت بعجہ قبیلہ بنوخزاعہ میں سے تھیں۔ والدہ کا نام بھی فاطمہ' زوجہ اول کا نام بھی فاطمہ۔ دونوں نے اپنے شوہروں کی زندگی میں عمدہ کردار ادا کیا۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ محترمہ تھیں اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ان کی والدہ۔ ان کے علاوہ بھی تاریخ اسلام میں کتنی ہی فاطمائیں ہیں جن کے نام عزت واحترام کی ساتھ زندہ رہیں گے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالاعور تھی۔ ان کے والد زید بن عمرو بن نفیل اپنے زمانے کے دین ابراہیم کے واحد موحد تھے جو نہ بتوں کی پوجا کرتے تھے نہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے نہ بتوں کے نام کی قربانی اور کھانا وغیرہ کھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی بعثت سے پہلے دیکھا تھا۔ انہوں نے دین حق کی تلاش میں شام' عراق اور جزیرہ کا سفر کیا۔ یہودی اور عیسائی عالموں' راہبوں سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن گوہر مقصود کے حصول میں ناکامی ہوئی تو ہاتھ اٹھا کر کہا: "اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں تیرے پیغمبر ابراہیم کے دین پر ہوں"۔

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ "اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے اپنی عبادت کا کونسا طریقہ پسند ہے تو میں اسی طریقہ سے تیری عبادت کرتا"۔ ان کی توحید پرستی کی وجہ سے قریش ان کے دشمن اور درپے آزار ہو گئے اور وہ بھری دنیا میں اپنے آپ کو تنہا پاتے تھے۔ خود ان کے بھائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب ان کو بہت تنگ کرتے تھے۔ اگر زید کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ملتا تو وہ یقیناً اسلام لاتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے کسی نے غلطی سے یا شبہ سے انہیں بلادلخم میں قتل کر ڈالا اور وہ غار حرا کے دامن میں دفن

Marfat.com

کئے گئے جہاں سے اسلام کا سورج طلوع ہونا تھا۔

زید کہا کرتے تھے کہ ''میں اس نبی کا منتظر ہوں جو آل اسماعیل میں سے ہوگا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق انہوں نے عامر بن ربیعہ سے کہا تھا کہ اگر میں نے آل اسماعیل کے ہونے والے نبی کو پالیا تو ان پر ایمان لاؤں گا لیکن اگر بدقسمتی سے مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوئی تو اے عامر! اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور تم انہیں پاؤ تو میرا اسلام عرض کرنا''۔ چنانچہ جب حضور انور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد عامر اسلام لائے تو آپ ﷺ کو زید کا سلام پہنچایا۔ آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے رحمت کی دعا کی نیز فرمایا کہ میں نے زید کو جنت میں دامن کشاں دیکھا ہے۔

بعد میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زید کے انجام کے متعلق سوال کیا۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ زید کی مغفرت کرے اور ان پر رحمت کرے وہ دین ابراہیمی پر مرے اور قیامت کے دن وہ تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں سے کوئی یاد کرنے والا ان کے لئے دعائے مغفرت کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ زید کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ زندہ درگور کی جانیوالی معصوم بچیوں کو بچا کر اپنے تحفظ میں لے لیا کرتے تھے اور ان کی کفالت کرتے تھے۔ اگر بعد میں ان کے والد اپنے پاس رکھنے اور پرورش کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے تو انہیں واپس دے دیتے ورنہ خود ان کی پرورش کرتے اور جوان ہونے پر شادیاں کر دیتے۔ یہ اتنی بڑی سماجی اور اخلاقی خوبی تھی کہ جو قبل اسلام کے سارے عرب میں ناپید تھی۔

قبولِ اسلام

اس معاملہ میں تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ زید بن عمرو بن نفیل کے سپوت تھے۔ جو اپنے وقت کے واحد موحد تھے اور دین ابراہیم کے سچے پیروکار تھے۔ حضرت ابوالاعور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید نبی آخر الزماں ﷺ سے ملنے اور ان پر ایمان لانے کی حسرت لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے مگر سعید الفطرت باپ کے سعید الفطرت بیٹے نے ایمان لانے میں کافی جلدی سے کام لیا اور ابتدائے جوانی ہی میں تقریباً پندرہ سولہ سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہو کر سابقون الاولون میں شامل ہو گئے۔ موحد باپ کی تربیت اور عملی مثال نے انہیں اس کے لئے پہلے ہی سے ذہنی طور پر تیار کر دیا تھا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب مسلمانوں کی تعداد بے حد قلیل تھی، وہ کمزور اور بے یار و مددگار تھے اور علانیہ اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہوئے بھی ہچکچاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابھی دارارقم کو اپنا مرکز دعوت و تبلیغ نہ بنایا تھا۔ بالآخر انہی سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا باعث بن گیا اور یہ وہ عظیم

marfat.com

Marfat.com

الشان واقعہ ہے جو اسلامی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ پھر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہوگئیں۔ مکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہوں نے بھی سختیاں جھیلیں۔

وفات

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے نزدیک وادی عقیق میں جمعہ کے دن دوپہر سے قبل وفات پائی جہاں انہوں نے مستقل رہائش اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی تھی۔ محمد ابن سعد نے ''طبقات'' میں سال وفات 50 ہجری یا 51 ہجری لکھا ہے۔ ابن خلدون، اسد الغابہ اور تذکرۃ الکرام کے مصنفین بھی اس پر متفق ہیں۔ اگرچہ بعض نے سال وفات 55 ہجری بھی لکھا ہے لیکن اجماع 51 '50 ہجری پر ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی یہی سال وفات دیا ہے۔

مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کی تیاری کررہے تھے کہ انہیں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی۔ انہوں نے نماز جمعہ ترک کردی اور عقیق تشریف لے گئے۔ عقیق سے ان کی میت لوگوں کے کندھوں پر مدینہ لائی گئی۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حنوط ملا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لحد میں اتارا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دارالبقیع میں سپردخاک کیا گیا۔

وفات کے وقت سن شریف تقریباً اسی (80) برس تھا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا باپ قبیلہ مخزوم کا ایک قابل رشک سردار تھا اور وہ دنیائے عرب کا ایک بڑا معروف سخی تھا۔ لوگ اسے مسافروں کا زادِ راہ سمجھا کرتے تھے کیونکہ قافلے جب اس کے گھر کی طرف روانہ ہوتے یا اس کی رفاقت میں سفر کرتے تو اپنے ساتھ زادِ راہ لے کر نہ جاتے۔ اس لیے کہ سب کے اخراجات یہ خود برداشت کیا کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کا شمار ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان سے پہلے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند تھا لیکن کنیت ان کے اصلی نام پر غالب آ گئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئی تھیں اور ان کا شمار ان صحابیات میں ہوتا ہے جنہیں اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کے اسلام قبول کرنے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح چہار سو پھیل گئی۔ قریش غصے میں آ کر ان دونوں کو ایسی دردناک سزائیں دینے لگے جس سے مضبوط چٹانیں بھی متزلزل ہو

Marfat.com

جائیں لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ ہوئی' نہ ان کی طبیعت میں کوئی پچھتاوا پیدا ہوا اور نہ ہی یہ کسی تردد کا شکار ہوئے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصائب کی چکی میں بری طرح پسنے لگے تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی ان مہاجرین میں یہ دونوں میاں بیوی بھی تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے خاوند اپنا معزز گھرانہ اور عالیشان گھر چھوڑ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک ان دیکھی منزل کی طرف راونہ ہو گئے۔

باوجودیکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر کو حبشہ کے حکمران نجاشی کی مکمل حمایت حاصل تھی پھر بھی ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ مبارک گھڑی کب آئے گی کہ جب وہ مرکز نزول وحی مکہ معظمہ بچشم خود دیکھیں گے اور منبع ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے۔ یہ تمنا ان کے دل میں سمائی ہوئی تھی۔

سرزمین حبشہ میں مقیم مہاجرین کے پاس اس قسم کی خبریں مسلسل آنے لگیں کہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی قوت میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔ قریش کی جانب سے ایذا رسانی ختم ہو چکی ہے۔ یہ سن کر مہاجرین نے اطمینان کا سانس لیا اور ان میں سے چند ایک نے مکہ معظمہ واپس جانے کا عزم کر لیا اور کشاں کشاں مکہ معظمہ روانہ ہو گئے ان واپس آنے والوں میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کا شوہر بھی تھا۔

لیکن ان واپس آنے والے مسلمانوں کو جلد ہی اس بات کا احساس ہو گیا کہ انہوں نے واپس آنے میں عجلت سے کام لیا ہے جو خبریں ان کے پاس پہنچ رہی تھیں' ان میں بہت زیادہ مبالغہ تھا۔ صحیح صورتحال یہ تھی کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو قریش اور زیادہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے تنہا تنہا مسلمانوں پر مزید ظلم ڈھانا شروع کر دیا جس سے مسلمانوں کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

مشرکین نے مکہ مکرمہ میں آباد مسلمانوں کو ایسی دردناک اذیتیں دیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اس اندوہناک صورتحال کو دیکھ کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو مہاجرین کے پہلے قافلے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر نے شمولیت کا ارادہ کیا لیکن اس دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپ کے شوہر کا مکہ سے ہجرت کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ اس دفعہ انہیں انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ہم یہاں یہ مشکلات کی کہانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آپ کو سناتے ہیں اس لیے کہ جس طرح اپنی آپ بیتی وہ خود عمدہ پیرائے میں بیان کر سکتی ہیں کوئی دوسرا اتنے اچھے اسلوب میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (حضرت عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ) نے مدینہ

marfat.com
Marfat.com

ہجرت کر جانے کا عزم کر لیا تو انہوں نے مجھے ایک اونٹ پر سوار کیا۔ میرا ننھا بیٹا سلمہ میری گود میں تھا۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر سیدھا چلنا شروع کر دیا۔ ابھی ہم مکہ معظمہ کی حدود سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ میری قوم بنو مخزوم کے چند افراد نے ہمیں دیکھ لیا اور انہوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔

انہوں نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

اگر تم نے اپنی مرضی کو ہم پر ترجیح دے ہی لی ہے تو اس عورت کو اپنے ہمراہ کیوں لے جا رہے ہو؟ یہ ہماری بیٹی ہے ہم اسے تیرے ساتھ کسی دوسرے ملک جانے کی قطعاً اجازت نہیں دیں گے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھ کر مجھے ان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ جب میرے سرتاج شوہر کی قوم بنو اسد نے یہ منظر دیکھا کہ مجھے اور میرے بیٹے کو چھین کر لیے جا رہے ہیں تو وہ غضبناک ہو گئے۔

انہوں نے کہا:

خدا کی قسم ہم تمہارے قبیلہ کی اس عورت کے پاس یہ بچہ نہیں رہنے دیں گے۔ تم اسے ہمارے قبیلہ کے مرد سے زبردستی چھین کر لیے جا رہے ہو۔

یہ ہمارا بیٹا ہے اس پر ہمارا ہی حق ہے پھر وہ میرے بیٹے کو مجھ سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ صورتحال میرے لیے ناقابل برداشت تھی۔ ہمارا شیرازہ بکھر گیا۔ شوہر مدینہ روانہ ہو گیا۔ بیٹے کو بنو عبدالاسد اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے میری قوم بنو مخزوم نے زبردستی اپنے پاس رکھ لیا۔ ہمارے درمیان پل بھر میں جدائی ڈال دی گئی۔

میں ان روح فرسا صدمات کو برداشت کرنے کے لئے تنہا رہ گئی میں غم غلط کرنے کے لئے ہر صبح اس مقام پر جاتی جہاں جدائی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ میں وہاں بیٹھ کر دن بھر روتی رہتی اور شام کے وقت گھر واپس آ جاتی۔

تقریباً ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا میں ایک دن وہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ میرا ایک چچازاد بھائی میرے پاس سے گزرا میرا یہ حال دیکھ کر اسے مجھ پر رحم آ گیا اور اسی وقت جا کر میری قوم کے بڑوں سے کہا کہ تم اس مسکین عورت کو کیوں تڑپا رہے ہو؟ کیا تم اس کی حالت نہیں دیکھ رہے کہ یہ اپنے شوہر اور بیٹے کے غم میں کس قدر بے چین ہے۔

آخر اسے ستانے سے تمہیں کیا ملے گا اس بے چاری کو چھوڑ دو اس کی یہ باتیں سن کر ان کے دل نرم ہو گئے۔

انہوں نے مجھ سے کہا:

ہماری طرف سے اجازت ہے اگر تم چاہو تو اپنے خاوند کے پاس جا سکتی ہو۔

میں نے کہا:

Marfat.com

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تو مدینہ چلی جاؤں اور میرا لخت جگر بنو اسد کے پاس ہی رہے؟ تم ہی بتاؤ میرے غم کی آگ کیسے بجھے گی' میری آنکھوں کے آنسو کیسے خشک ہوں گے۔ میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتی کہ خود تو اپنے شوہر کے پاس مدینہ چلی جاؤں اور اپنے ننھے بیٹے کو مکہ ہی میں رہنے دوں اور اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ مجھے اس غم میں مبتلا دیکھ کر کچھ لوگوں کے دل میں نرمی پیدا ہوگئی اور بنو اسد سے اس سلسلہ میں بات کی تو وہ بھی راضی ہوگئے اور انہوں نے میرا بیٹا مجھے واپس دے دیا۔

میں نے سوچا کہ اب مجھے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہئے کہ کہیں کوئی اور رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔ میں نے جلدی جلدی تیاری کی' بیٹا گود میں لیا' اونٹ پر سوار ہوئی اور سوئے مدینہ اکیلی چل پڑی۔

مخلوق خدا میں بیٹے کے علاوہ کوئی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔

جب میں مقام تنعیم (یہ مکہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر دور مدینہ کی راہ پر ایک مقام ہے) پر پہنچی تو وہاں عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) ملے۔

(یہ عثمان بن طلحہ زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ کے دربان تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چابی ان کے سپرد کردی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس سفر ہجرت کے وقت یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے)

-انہوں نے کہا: اے زاد مسافر کی بیٹی کہاں جارہی ہو؟

میں نے کہا: مدینہ منورہ اپنے خاوند کے پاس جارہی ہوں۔

انہوں نے کہا: کیا اس سفر میں تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟

میں نے کہا: بخدا میرے ساتھ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم اب میں تمہیں مدینہ پہنچا کر واپس آؤں گا۔ پھر اس نے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیئے۔

خدا کی قسم میں نے عرب میں اس سے زیادہ نیک دل اور شریف انسان نہیں دیکھا۔ جب یہ ایک منزل طے کرلیتے تو میرے اونٹ کو بٹھا دیتے۔ پھر دور ہٹ جاتے جب میں نیچے اتر جاتی تو وہ اونٹ پر سے ہودج اتار دیتے اور اسے کسی درخت کے ساتھ باندھ دیتے۔ پھر وہ خود کسی دوسرے درخت کے سائے میں جا کر لیٹ جاتے' جب روانگی کا وقت ہوتا تو یہ میرے اونٹ کو تیار کر کے میرے پاس لے آتے۔ جب میں اونٹ پہ سوار ہو جاتی تو وہ اس کی نکیل پکڑ کر چل دیتے۔

وہ ہر روز اسی طرح میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب بنو عمرو بن عوف کی بستی قبا نظر آئی تو انہوں نے مجھے کہا: آپ کا خاوند اس بستی میں رہائش پذیر ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

کی برکت سے اس میں چلے جائیے۔ یہ کہا اور ہمیں وہاں چھوڑ کر مکہ معظمہ واپس لوٹ گئے۔

یہ منتشر گھرانہ بڑی طویل جدائی کے بعد پھر اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکٹھا ہو گیا۔ اپنے خاوند کو دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی اور بیٹے کو صحیح سلامت دیکھ کر سکھ کا سانس لیا اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔

پھر بے شمار واقعات پلک جھپکنے میں گزرنے لگے۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ بڑی واضح کامیابی حاصل کر کے واپس لوٹے۔ غزوہ بدر کے بعد غزوہ احد میں شرکت کی اور اس میں پیش آنے والے مشکل حالات و مصائب کا سامنا کیا۔ اس آزمائش میں بھی توفیق الٰہی سے پورے اترے لیکن اس معرکہ میں انہیں ایک گہرا زخم لگا' علاج کرنے سے بظاہر تو وہ مندمل ہو گیا۔ لیکن اندر سے زخم کچا رہ گیا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہ زخم دوبارہ تازہ ہو گیا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گئے یعنی کہ انہوں نے بستر پکڑ لیا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے علاج کے دوران اپنی بیوی سے کہا:

ام سلمہ میں نے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت صبر کرے۔ اور ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی کہے۔

الٰہی: میں اپنی اس مصیبت میں تیری ذات اقدس سے اجر و ثواب کی تمنا رکھتا ہوں۔ الٰہی: مجھے نعم البدل عطا کر:

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ دعا کرقبول کرتے ہوئے اسے نعم البدل عطا کر دیتے ہیں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کافی عرصہ تک اسی بیماری میں مبتلا رہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت آپ کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے۔ آپ تیمارداری کر کے ابھی واپس گھر کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے آپ کی آنکھیں بند کی۔

اور آپ نے یہ دعا کی:

الٰہی: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور اسے اپنے مقرب بندوں میں اعلیٰ مقام عطا کر اور اس کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور انہیں اس کا نعم البدل عطا کر۔

اے پروردگار عالم! اسے اور ہمیں بخش دے اور اس کی قبر کو فراخ اور منور فرما۔ اس موقع پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہ دعا یاد آئی جو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کی تھی تو اس نے فوراً اپنے رب تعالیٰ سے التجا کی۔

Marfat.com

الٰہی: میں اپنی اس مصیبت میں تیری ذات اقدس سے اجر وثواب کی نیت کرتی ہوں۔ لیکن اس کا دل یہ بات کہنے کے لئے آمادہ نہ ہو رہا تھا کہ وہ یہ کلمات کہے کہ الٰہی! مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما وہ دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ ان کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال چاروناچار انہوں نے دعائیہ کلمات مکمل کر لئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنے والے اس حادثہ فاجعہ پر مسلمانوں میں غم کی لہر دوڑ گئی اور ہمدردی کے طور پر آپ کو بیوۂ عرب کے نام سے یاد کرنے لگے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چھوٹی عمر کی کثیر اولاد کے علاوہ عزیز واقارب میں سے کوئی بھی بڑی عمر کا فرد موجود نہ تھا۔

اس صورتحال کے پیش نظر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نصرت ہمارا دینی فرض ہے اس لیے ایام عدت گزر جانے کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تاکہ انہیں مکمل تحفظ مل سکے لیکن انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی، وہ بھی آپ نے قبول نہ کی۔

پھر چند دن گزر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کش کی تاکہ ناتواں اولاد کو مکمل تحفظ مل سکے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین گزارشات ہیں۔ ایک تو میں انتہائی غصیل عورت ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو میری کوئی بات ناگوار گزرے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں اور میں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے کسی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں اور دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک عمر رسیدہ عورت ہوں اور تیسری بات یہ ہے کہ میں عیالدار ہوں اور چھوٹے چھوٹے میرے بچے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جہاں تک تیرے غصیل ہونے کا تعلق ہے میں اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کروں گا انشاء اللہ تیری یہ عادت کافور ہو جائے گی۔

جہاں تک عمر رسیدہ ہونے کی بات ہے، اب میں بھی تیری طرح عمر رسیدہ ہی ہوں اور جو آپ نے عیالداری کا تذکرہ کیا ہے تو اسی لیے تو میں پیش کش کر رہا ہوں تاکہ ان کی ذمہ داری لے کر آپ کو اس پریشانی سے نجات دوں۔ اس کے بعد آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر انہیں ہر قسم کی پریشانی سے نجات دلانے کا باعث بن گئے ہیں۔ اس طرح اللہ رب العزت نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل عطا کر دیا۔

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد بنو مخزوم قبیلہ کی یہ ہند نامی عورت صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی نہ رہی بلکہ انہیں ام المومنین بننے کا عظیم شرف بھی حاصل ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے مندرجہ بالا مفصل حالات زندگی کے لئے درج حوالہ جات ہیں۔

(الاصابۃ صفحہ ۲۴۰ تا ۲۴۲۔ الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۸۰۔ اسد الغابۃ جلد ۵ صفحہ ۵۸۸، ۵۸۹۔ الاصابۃ صفحہ ۲۴۰ تا ۲۴۲۔ الاستیعاب طبع حیدر آباد جلد ۲، صفحہ ۷۸۰۔ اسد الغابۃ جلد ۵، صفحہ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ تہذیب التہذیب جلد ۱۲، صفحہ ۴۵۵۔ ۴۶۵۔ تقریب التہذیب جلد ۲، صفحہ ۶۲۷۔ صفۃ الصفوۃ جلد ۲، صفحہ ۲۰۔ ۲۱۔ شذرات الذہب جلد ۱، صفحہ ۶۹۔ ۷۰۔ تاریخ الاسلام جلد ۳، صفحہ ۹۷۔ ۹۸۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۸، صفحہ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ الاعلام والمراجع جلد ۹، صفحہ ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے ایمان لانے کا واقعہ ان کی زبانی یوں بیان کیا ہے:

آپ بتاتے ہیں۔ میں اپنی نوعمری کے زمانہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ کے گردونواح میں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز میرے پاس حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا! اے جوان! کیا ہمیں دودھ پلاؤ گے۔ میں نے جواب دیا کہ دودھ تو ہے لیکن میں امین ہوں۔ امانت میں خیانت نہیں کرسکتا اس لئے آپ کو دودھ پلانے سے معذور ہوں۔

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس ایسی پٹھ ہے جس سے کسی نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں چنانچہ میں ایک پٹھ کو پکڑ کر لے آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے رسی سے جکڑا اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کھیری کو پکڑ کر دعا کی وہ اسی وقت دودھ سے لبریز ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوہا۔ پہلے وہ دودھ مجھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر خود نوش فرمایا۔ پھر اس کھیری کو حکم دیا "اقلص" سکڑ جا۔ وہ پہلے کی طرح سکڑ گئی۔

یہ معجزہ دیکھ کر میں نے اسلام قبول کیا اور عرض کی "یارسول اللہ علمنی" مجھے کچھ سکھایئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا "اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے، تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو"۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی برکت سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار طبقہ صحابہ کے جلیل القدر علماء میں ہوتا تھا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بہت احترام کرتے، بارگاہ رسالت میں ہر وقت حاضری کی انہیں اجازت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت مشغول رہتے۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو یہ پردہ تان کر کھڑے ہو جاتے۔ نعلین مبارک پہناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نعلین اتارتے تو وہ انہیں اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری سے نوازا تھا۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۴۴۔ السیرۃ الحلبیہ برہان الدین حلبی جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذوق اور جذبہ تبلیغ اسلام سے سرشار تھے۔ ظاہری ہیئت کے اعتبار سے کمزور اور ناتواں شخص تھے مگر ایمان قوی اور جذبہ جواں تھا۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ "ابھی تک قریش کے

Marfat.com

کانوں تک قرآنی آیات نہیں پہنچیں وہ پہلے ہی کان بند کر لیتے ہیں اور سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ خود بھی بدظن ہیں اور دوسروں کو بھی بدظن کرتے ہیں۔ اگر صورتحال یونہی رہی اور قرآنی فصاحت و بلاغت ان کے کانوں تک نہ پہنچی تو انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ یہ اتنا موثر اور بلیغ کلام ہے۔ اس لئے اتمام حجت ضروری ہے۔ یہ کلام ان تک پہنچنا چاہئے مگر یہ کام خطرے سے خالی نہیں"۔

پھر ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہا "یہ خدمت میں انجام دوں گا" دوستوں نے ان کے جذبے کو سراہا مگر اس پیشکش کو قبول نہ کیا کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہاں کوئی برادری نہیں تھی۔ اس قسم کے بے یارومددگار شخص کو بالکل جان سے مار دینے کے قوی امکانات تھے کیونکہ مزاحمت کا کوئی خوف نہیں تھا۔

مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور بضد رہے کہ اس سعادت کے حصول کا انہیں ضرور موقعہ فراہم کیا جائے اور دین و مشن کی اس اعلیٰ خدمت سے محروم نہ رکھا جائے۔ ساتھی مجبور ہو گئے اور انہیں اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے عزم و حوصلہ کے ساتھ حرم شریف میں پہنچے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو گئے اور سورہ الرحمٰن کی تلاوت شروع کر دی۔ مضمون بڑا معنی خیز عبارت بڑی پرشکوہ، متاثر کن اور آواز بڑی پرسوز تھی۔ وہ ہمہ تن متوجہ ہو گئے اور جملوں کی ساخت اور معانی کی بلندی پر غور کرنے لگے۔ فصاحت و بلاغت سے بے حد متاثر ہوئے۔ ایسا کلام انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا وہ حیران رہ گئے اور بولے: غور سے سنو! یہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟

اچانک ان کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔ انہیں خیال آیا یہ تو وہ کلام پڑھ رہا ہے جس کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ ان پر یہ نازل ہوتا ہے۔ ان کے گمان میں یہ ان کی شدید ترین توہین تھی وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف لپکے۔ ابوجہل نے تھپڑ مار کر ان کا کان لہولہان کر دیا، چوٹیں کھا کر، جسم کو سہلاتے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ "دارارقم" میں آ گئے انہیں زخمی دیکھ کر حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم بھی مغموم ہو گئے، مگر جبریل امین مسکراتے ہوئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "آج ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ابوجہل نے زخمی کیا ہے لیکن وہ دن آنے والے ہے جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا کام تمام کر دیں گے"۔

(محمد رسول اللہ، محمد رضا، صفحہ 104)

پھر اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اس طرح رہے جس طرح کہ سایہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ قیام و سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا، ہر جگہ خدمت کی سعادت نصیب ہوتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو پاس ہی بیٹھے رہتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنا ہوتا تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردے کا اہتمام کرتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو فورا

marfat.com
Marfat.com

نعلین مبارک آپ ﷺ کے قدموں میں لا رکھتے۔

جب گھر تشریف لاتے تو آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے حضور انور ﷺ کے پاؤں مبارک سے جوتے اتارتے۔ آپ ﷺ کے لئے چھڑی اور مسواک ہر دم تیار رکھتے' انہیں حجرۂ مبارک میں بھی آنے کی اجازت تھی۔ یہاں تک کہ آپ (حضرت مسعود بن عبداللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں راز دان رسول ﷺ کے نام سے معروف ہو گئے۔

چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تربیت حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے گھر ہوئی اس لیے آپ ﷺ کی سیرت و کردار کو اپنانے کا وافر موقع ملا۔ انہوں نے آپ ﷺ ہی کا طرز عمل اختیار کیا او رآپ ﷺ کی ہر عادت کو اپنے اندر سمونے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے قریب تر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے درس گاہ نبوت سے تعلیم حاصل کی۔ قران مجید کی تلاوت' قرآن فہمی اور شریعت الٰہیہ کے علم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ بطور دلیل ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

وقوف عرفہ کے دوران ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: امیر المومنین! اس وقت میں کوفہ سے آ رہا ہوں۔ وہاں ایک شخص اپنے حافظے کی بنیاد پر قرآن حکیم لکھوا رہا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت غصے میں آ گئے۔ اتنے غصے میں آپ کو پہلے کبھی نہ دیکھا گیا۔

آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے؟

اس شخص نے عرض کی کہ وہ جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان کا نام سن کر آپ کا غصہ ماند پڑ گیا اور فرمایا: بخدا میرے علم کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس وقت قرآن فہمی میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قرآن فہمی میں خاص مقام درج ذیل سے واضح ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ایک رات حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے امت مسلمہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میں بھی اس گفتگو میں شریک تھا۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اچانک اٹھے اور ایک طرف چل دیئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا اونچی آواز سے نماز پڑھ رہا ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے ہم اسے پہچان نہ سکے۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کی قرات سننا شروع کر دی۔ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

Marfat.com

''جسے یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ قرآن حکیم کو اس لہجہ میں پڑھے جس میں وہ نازل ہوا ہے تو وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات کا انداز اپنائے''۔

نماز کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز سے دعا شروع کی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔

مانگو جو چاہتے ہو دیا جائے گا

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا:

خدا کی قسم میں صبح سویرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دوں گا کہ رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیری دعا پر آمین کہتے رہے ہیں۔ میں صبح سویرے انہیں خوشخبری دینے کے لئے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر خوشخبری سنا چکے ہیں۔

خدا کی قسم میں برملا اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر نیکی کے کام میں مجھ سے سبقت لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قران فہمی میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔ ''اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اسی کے فضل و کرم سے مجھے قرآن حکیم کی ہر آیت کے متعلق علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور اس کا شان نزول کیا ہے۔ جب بھی مجھے پتہ چلتا کہ فلاں شخص قرآن حکیم کے بارے میں مجھ سے زیادہ معلومات رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر معلومات حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

یہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنے متعلق بیان تھا' ہم اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں جس سے ان کے علمی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ رات بہت تاریک تھی۔ دوران سفر ایک قافلہ ملا۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقائے سفر میں سے ایک شخص کو حکم دیا۔ پتہ کرو' یہ قافلہ کہاں سے آ رہا ہے؟ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟

جواب ملا: فج عمیق سے (دور دراز جگہ سے)

دوسرا سوال ہوا۔ کہاں کا ارادہ ہے؟

جواب ملا: بیت عتیق کا (بیت اللہ شریف کا)

اس عمدہ جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس قافلے میں کوئی جید عالم موجود ہے۔ لہٰذا ان سے کچھ مزید سوالات کیے جائیں۔

marfat.com
Marfat.com

سوال کیا کہ قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟
جواب ملا: آیت الکرسی۔
دوسرا سوال کیا: قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے زیادہ محکم ہے؟
جواب سورہ نحل کی آیت نمبر ۹۰
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
ترجمہ: ''بلاشبہ انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (مالی مدد) دینے کا حکم کرتا ہے''
تیسرا سوال کیا: قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے زیادہ جامع ہے؟
جواب ملا:
سورہ زلزال کی آیات ۷ اور ۸
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝
ترجمہ ''جو ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا''۔
چوتھا سوال کیا: قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے؟
جواب ملا:
سورہ نساء کی آیت ۱۲۳
لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۗ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝
ترجمہ: ''(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار''۔
پانچواں سوال کیا: قرآن حکیم کی کون سی آیت سب سے زیادہ امید دلانے والی ہے۔
جواب ملا: سورہ زمر کی آیت ۵۳
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝
''کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا' اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ تو بخشنے والا مہربان ہے''۔
یہ عمدہ اور جامع جوابات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ قافلہ والوں سے دریافت کرو کیا تمہارے

Marfat.com

ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں

جواب ملا: یقیناً موجود ہیں۔

قریب الموت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور دریافت کیا۔ آپ کو کس سے شکایت ہے؟

فرمایا: اپنے گناہوں سے۔

آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا دل کیا چاہتا ہے۔

فرمایا: اپنے رب کی رحمت

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت نے فرمایا: کیا وہ سب مال آپ کے نام نہ لگا دوں جو کئی سال سے آپ نہیں لے رہے

فرمایا: مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مال آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔

فرمایا: کیا آپ کو اندیشہ ہے کہ میری بچیاں فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی۔ میں نے اپنی تمام بچیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کریں۔ میں نے حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

کہ جس نے ہر رات سورۃ واقعہ پڑھی، اسے فقر و فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔

جس نے ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کی، اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا

جب رات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ نزع کے وقت آپ کی زبان ذکر الٰہی سے تر تھی۔ آپ کی زبان پر آیات بینات کا ورد جاری تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی کا مندرجہ بالا بیان کے لئے درج ذیل حوالہ جات ہیں۔

الاصابۃ جلد۴، صفحہ ۱۳۹۔۱۴۰، الاستیعاب۔مطبوعہ حیدرآباد جلد۱، صفحہ ۳۵۹، ۳۶۲۔ اسد الغابۃ جلد۳، صفحہ ۳۵۶، ۲۶۰۔ تذکرۃ الحفاظ جلد۱، صفحہ ۱۲، ۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ جلد۷، صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳۔ طبقات للشعرانی صفحہ ۲۹، ۳۰۔ تاریخ الاسلام للذہبی جلد۲، صفحہ ۱۰۰، ۱۰۴۔ سیر اعلام النبلاء جلد۱، صفحہ ۳۳۱، ۳۵۷۔ صفۃ الصفوۃ جلد۱، صفحہ ۱۵۴، ۱۶۶۔ شذرات الذہب جلد۱، صفحہ ۳۸، ۳۹۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

جس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''اللہ خباب پر رحم کرے اس نے دلی رغبت سے اسلام قبول کیا، خوشی سے ہجرت کی اور بحیثیت مجاہد زندگی

marfat.com

Marfat.com

بسر کی''۔

ام انمار خزاعیہ مکہ معظمہ میں غلاموں کی منڈی میں گئی' وہ چاہتی تھی کہ ایک ایسا غلام خرید لائے جس سے وہ گھریلو خدمت بھی لے اور اسے کوئی کاروبار بھی سکھلا دے جو اس کے لئے مالی طور پر مفید اور نفع بخش ثابت ہو۔ وہ ان غلاموں کو بغور دیکھنے لگی جنہیں بیچنے کے لئے منڈی میں لایا گیا تھا۔ اس کی نگاہ انتخاب ایک ایسے بچے پر پڑی جو صحت مند تھا اور ابھی وہ سن بلوغت کو نہیں پہنچا تھا۔ شرافت کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ اسے یہ ہونہار بچہ پسند آ گیا' قیمت ادا کی کی اسے اپنے ساتھ لے کر گھر کی طرف روانہ ہو گئی' راستے میں ام انمار نے بچے سے پوچھا:

اے لڑکے تیرا نام کیا ہے؟

بتایا: خباب

اس نے پوچھا' تیرے باپ کا نام؟

بتایا: ارت

پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

بتایا: نجد سے

اس نے کہا: پھر تو تم عربی ہو؟

کہا: ہاں میں عربی ہوں اور قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتا ہوں۔

ام انمار نے پوچھا: تم غلاموں کے سوداگروں کے ہاتھ کیسے چڑھ گئے؟

بتایا: ہمارے محلہ میں ایک عرب قبیلے نے لوٹ مار کی۔ ہمارے مویشی ہانک کر لے گئے۔ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ بچوں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ ان بچوں میں میں بھی تھا جو ہاتھوں ہاتھ بکتا ہوا یہاں پہنچا اور اب میں آپ کے قبضے میں ہوں۔

ام انمار نے اس لڑکے کو مکہ کے ایک مشہور کاریگر لوہار کے حوالے کیا تاکہ وہ اسے تلوار بنانا سکھلا دے۔ اس لڑکے نے بڑی ہی جلدی تلوار بنانے میں مہارت حاصل کر لی۔ جب خباب ایک اچھا کاریگر بن گیا تو ام انمار نے اس کے لئے ایک دکان کرایہ پر لے لی اور اسے اس میں کام کاج کے لئے بٹھا دیا تاکہ اس فن سے مالی فوائد حاصل کرے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنے فن میں ماہر ہو گئے۔ لوگ اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی تلواریں بڑے شوق سے خریدنے لگے' اس لیے کہ یہ خوش اخلاق' نرم خو' شیریں گفتار ہونے کے ساتھ ساتھ تلوار بہت مضبوط' نفیس اعلیٰ قسم کی بناتے تھے۔

Marfat.com

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نوعمری کے باوجود بڑے زیرک معاملہ فہم اور دانشور تھے' جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوتے تو اکثر جاہلیت سے معمور عرب معاشرے کی حالت زار پر غوروخوض کیا کرتے جو پاؤں کے تلووں سے لے کر سر کی چوٹی تک شروفساد وشرک میں غرق ہو چکا تھا۔ عرب معاشرے کی جہالت' گمراہی' بدنظمی' لاقانونیت اور بربریت دیکھ کر ان کا دل جاتا' اور وہ اس احساس سے کانپ اٹھتے کہ میں بھی تو اسی معاشرے کا ایک فرد ہوں......

اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اس شب تاریک کی بالآخر سحر بھی ہوگی اور ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ مجھے عمر دراز ملے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے اندھیرے کا انجام اور صبح نور کا دلآویز طلوع دیکھ سکوں۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا' کہ ایک روز انہیں دلربا اور من پسند خبر ملی کہ بنوہاشم کے ایک نوجوان حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ اپنے دین مبارک سے نورانی کلمات کے ذریعے انسانی دلوں کو مسخر کر رہے ہیں۔ حضرت خباب یہ خبر سنتے ہی ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دلپذیر' نصیحت آموز' نورانی کلمات سنتے ہی یوں معلوم ہوا کہ آپ کے دہن مبارک سے موتیوں کی لڑیاں یا مصری کی ڈلیاں گر رہی ہیں' آپ کی باتوں نے ان کے دل پر ایسا اثر کیا کہ فوراً اپنا ہاتھ بڑھایا۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور زبان سے پکار اٹھے کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اس طرح حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے چھٹے نمبر پر مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کو کسی سے چھپایا نہیں۔ یہ خبر ان کی مالکہ ام انمار کو جب ملی تو وہ غصے سے بھڑک اٹھی' اس نے اپنے بھائی سباع بن عبدالعزیٰ کو ہمراہ لیا اور یہ دونوں بنوخزاعہ کے نوجوانوں سے ملے۔ انہیں صورتحال سے آگاہ کیا اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر دی اور ان کے خلاف نوجوانوں کو بھڑکایا۔ پھر یہ سب مل کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں منہمک ہے...... ام انمار کا بھائی سباع بن عبدالعزیٰ آگے بڑھا اور کہا:

اے خباب! ہمیں ایک ایسی خبر ملی ہے کہ ہمارے دل اسے صحیح نہیں مانتے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی خبر؟

سباع نے کہا: یہ خبر مشہور ہو چکی ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو اور تم نے بنوہاشم کے لڑکے کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر بڑے ہی نرم لہجے میں ارشاد فرمایا: میں بے دین نہیں ہوا میں تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لایا ہوں میں نے تمہارے بتوں کو پھینک دیا ہے اور میں نے یہ اقرار کر لیا ہے کہ حضرت

marfat.com
Marfat.com

محمد ﷺ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ کلمات نکلے ہی تھے کہ سب آپ پر ٹوٹ پڑے اور گھونسوں' جوتوں' لوہے کی سلاخوں اور ہتھوڑوں سے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور ام انمار کے مابین پیش آنے والے اس واقعے کی خبر مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی جرات سے ورطہ حیرت میں پڑ گئے کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے یہ کسی سے سنا ہی نہ تھا کہ کسی غریب الوطن مزدور نے حضرت محمد ﷺ کی اتباع اختیار کی ہو اور پھر لوگوں کے سامنے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری وضاحت سے اپنے اسلام لانے کا اقرار کیا ہو' قریش کے بڑے' بوڑھے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے اس جرات مندانہ اقدام پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ انہوں نے دل میں سوچا کیا ایک لوہار سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اعلانیہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو ہدف تنقید بنائے۔

انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ آج خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے جس دلیری وشجاعت کا مظاہرہ کیا ہے آگے چل کر اس میں مزید اضافہ ہو گا۔ قریش کا یہ اندیشہ درست ثابت ہوا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس جرأت مومنانہ نے بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات پر برانگیختہ کیا (ابھارا) کہ وہ بھی اسی طرح اپنے اسلام لانے کا برملا اعلان کریں۔ لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے کلمہ حق کا بانگ دہل اعلان کرنے لگے۔

ایک روز قریشی سردار کعبہ کے نزدیک اکٹھے ہوئے' ان میں ابوسفیان بن حرب ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام کے علاوہ اور بھی سرکردہ سردار موجود تھے۔ وہ اس موضوع پر تبادلہ خیال کرنے لگے کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی دعوت دن بدن پھیلتی جا رہی ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ اس بیماری کو شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اس فرد کو ایسی عبرتناک سزا دے جس نے محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی اتباع اختیار کی ہے جس سے یا تو وہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئے یا پھر وہ مر جائے۔

اس فیصلے کی رو سے سباع بن عبدالعزیٰ اور اس کے قبیلے کے حصے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آئے۔ جب دوپہر کے وقت گرمی نقطہ عروج پر ہوتی تو وہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو مکہ کے قریب چٹیل پتھریلے میدان میں لے جاتے' ان کے کپڑے اتار دیتے لوہے کی درع پہنا دیتے اور پینے کا پانی بند کر دیتے۔ جب پیاس اور تکلیف سے وہ نڈھال ہو جاتے تو یہ قریب آتے اور پوچھتے کہ اب حضرت محمد ﷺ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

Marfat.com

آپ فرماتے:

وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس ہدایت وصداقت کا دین لے کر آئے تا کہ ہمیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لائیں۔ یہ سن کر وہ بپھر جاتے اور بے تحاشہ پٹائی شروع کر دیتے۔ مار مار کر جب تھک جاتے تو وہ پوچھتے لات اور عزیٰ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

آپ فرماتے' یہ دونوں گونگے بہرے بت ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔

یہ سن کر وہ آپے سے باہر ہو جاتے۔ گرم پتھر اٹھا کر لاتے اور آپ کی پیٹھ کے ساتھ لگائے رکھتے۔ پتھروں میں اس قدر تمازت ہوتی کہ ان کی گرمی سے حضرت خباب کے کندھوں سے چربی اور خون بہنے لگتا۔

انمار خزاعیہ سخت گیری اور پتھر دلی میں اپنے بھائی سے رتی برابر کم نہ تھی اس نے ایک روز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی دکان پر کھڑے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے دیکھ لیا تو غصے سے بپھر گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ ہر دوسرے تیسرے روز آتی۔ لوہے کی بھٹی سے گرم سلاخ نکالتی اور اس سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے سر کو داغ دیتی جس سے آپ بے ہوش ہو جاتے اور آپ کی زبان سے ام انمار اور اس کے بھائی کے بارے میں بد دعا نکلتی۔

جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لئے تیار ہو گئے لیکن وہ اس وقت تک مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے جب تک کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ام انمار کے خلاف کی گئی دعا کو قبول نہ فرما لیں۔

چند روز کے بعد ام انمار خزاعیہ کے سر میں ایسا درد اٹھا کہ اس جیسا درد پہلے سننے میں نہ آیا۔ وہ شدت سے اس طرح کراہتی اور آواز نکالتی جس طرح کوئی کتا بھونکتا ہے۔ اس کے بیٹے کامل حکیم کی تلاش میں ہر جگہ پہنچے' حکماء نے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ اس کے سر کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغا جائے' اس کے علاوہ اس کا کوئی اور علاج نہیں ہے۔ اس طرح اس کے سر کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغا جانے لگا۔ جب گرم سلاخ سر کو لگتی تو اس کی تکلیف وتمازت سے سر کے درد کو کچھ دیر کے لئے وہ بھلا دیتی اور گھر والے سمجھتے کہ اس عمل سے اُسے افاقہ ہو رہا ہے اس لئے اس کا یہی علاج جاری رکھا گیا اور اسی بھٹی کی وہی سلاخیں اس کو داغنے کے لئے استعمال ہونے لگیں جن سے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو داغا جاتا تھا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ انصار مدینہ کی ضیافت میں ایسی راحت وآرام کی زندگی بسر کرنے لگے جس سے وہ ایک طویل مدت سے محروم تھے۔ اور حضور پُرنور ﷺ کا قرب ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ کے جھنڈے تلے لڑائی کے جواہر دکھلائے اور اسی طرح غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ میدان احد میں جب انہوں نے ام انمار کے

marfat.com
Marfat.com

بھائی سباع بن عبدالعزیٰ کی لاش دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوئی' سباع کو شیر خدا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے موت نے گھاٹ اتارا تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو طویل عمر عطا کی یہاں تک کہ انہوں نے خلفائے اربعہ (چاروں خلیفوں) کا دور دیکھا اور ہر دور میں انہیں ایک جلیل القدر صحابی کی حیثیت حاصل رہی۔

ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مسند خلافت پر جلوہ افروز تھے' تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا: تمام صحابہ کرام میں آپ یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے حقدار ہیں کہ اس مسند پر بٹھایا جائے۔ پھر آپ نے مشرکین کے ہاتھوں پہنچنے والی تکالیف کی روئداد سنانے کا مطالبہ کیا تو آپ جواب دینے میں ہچکچائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ نے پیٹھ سے چادر سرکا دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جسم پر زخموں کے نشانات دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے اور پوچھا: جسم میں یہ گہرے زخم کیسے آئے؟!

حضرت خباب فرمانے لگے:

مشرکین لوہے کی چادر گرم کرتے' جب وہ انگارہ بن جاتی تو میرے کپڑے اتار کر مجھے پیٹھ کے بل اس پر گھسیٹتے جس سے میرے بدن کا گوشت پیٹھ کی ہڈیوں سے الگ ہو جاتا۔ آگ وہ خون اور پانی بجھاتا جو میرے بدن سے نکلتا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری دور میں بہت مالدار ہو گئے اور اتنے سونے چاندی کے مالک بن گئے جس کا انہیں وہم و گمان ہی نہ تھا۔ لیکن انہوں نے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنے کا ایک ایسا انوکھا طریقہ اختیار کیا جو پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ درہم و دینار گھر میں ایک ایسی جگہ پر رکھ دیتے جس کا ضرورت مندوں' فقراء و مساکین کو بھی پتہ تھا۔ نہ تو اس پر کسی کو نگران مقرر کیا اور نہ ہی تالا لگایا۔ ضرورت مندان کے گھر آتے اور بغیر پوچھے اور اجازت طلب کیے اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے مال لے جاتے۔ اس کے باوجود انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اس مال کے متعلق قیامت کے روز میرا حساب لیا جائے گا اور مبادا مجھے اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

آپ کے قریبی دوست صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ

ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا:

اس گھر میں میرے پاس اسی ہزار درہم ہیں' خدا کی قسم میں نے کبھی ان کو کہیں چھپایا نہیں اور نہ کسی سائل کو میں نے محروم واپس لوٹایا۔ یہ بات کہی اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

Marfat.com

ہم نے پوچھا:

آپ روتے کیوں ہیں؟

فرمایا:

میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بہت سے ساتھی اس دنیا سے اس حالت میں کوچ کر گئے کہ انہیں دنیاوی مال و متاع سے کچھ بھی نہ ملا مجھے یہ مال مل گیا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال کہیں میرے اعمال صالحہ کا بدلہ نہ ہو اور آخرت میں محروم رہ جاؤں......

جب حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے' تو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

اللہ خباب رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

اس نے دلی رغبت سے اسلام قبول کیا' خوش دلی سے ہجرت کی اور مجاہد کے روپ میں زندگی بسر کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیکی کرنے والے کا اجر ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی کے اس مضمون کے حوالہ جات یہ ہیں۔

(الاصابہ ترجمہ صفحہ ۲۲۱۰ - اسد الغابہ جلد ۲' صفحہ ۹۸' ۱۰۰ - الاستیعاب جلد ۱' صفحہ ۴۲۳ - تہذیب التہذیب جلد ۳' صفحہ ۱۳۳)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

جسے دیکھ کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سرکار دو عالم' سید المرسلین' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی میں تین بار یہ فرمایا:

''اے ابو یحییٰ' سودا نفع بخش رہا' سودا بہت ہی مفید رہا''۔

ہم میں سے کون ہے جو حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو نہ جانتا ہو اور ان کی سیرت کے اہم ترین واقعات جاننے میں دلچسپی نہ رکھتا ہو لیکن ہم میں سے اکثر و بیشتر یہ بات نہیں جانتے کہ آپ رومی نہیں تھے بلکہ خالص عربی النسل تھے۔ باپ کی جانب سے نمیری اور ماں کی جانب سے تمیمی تھے یعنی ان کے والد قبیلہ بنو نمیر اور والدہ قبیلہ بنو تمیم سے تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا روم کی طرف انتساب ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جو کہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور تاریخ دان اسے نہایت دلچسپی سے بیان کرتے رہیں گے۔

بعثت نبوی سے دو سال پہلے کی بات ہے بصرہ سے ملحقہ قدیمی شہر ابلہ کا گورنر سنان بن مالک نمیری تھا اس کی تقرری شاہ ایران کے ایماء پر کی گئی تھی' اسے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیار اپنے پانچ سالہ بچے صہیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ خوبصورت' صحت مند اور سرخ سنہری بالوں والا جاذب نظر اور دلکش بچہ تھا۔ ان کی

marfat.com

Marfat.com

آنکھوں سے فطانت‘ ذہانت اور شرافت ٹپکتی تھی۔ ہر وقت خوش وخرم رہتا۔ طبیعت میں خوش دلی وخوش مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی باپ کا دل خوشیوں سے لبریز ہو جاتا اور اس کی تمام‘ پریشانی‘ تھکاوٹ آن واحد میں کافور ہو جاتی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی والدہ نے اپنے خدام اور حفاظتی دستے کے ہمراہ اپنے لخت جگر صہیب رضی اللہ عنہ کو لے کر سیر وسیاحت کی غرض سے عراق کے نہایت خوبصورت مقام ثنی نامی بستی کا رخ کیا۔ وہاں ابھی یہ پہنچی ہی تھیں کہ روم کے لشکر نے اس بستی پر حملہ کر دیا‘ ان کے تمام حفاظتی دستے کو قتل کر دیا‘ سب مال و متاع چھین لیا اور بچوں کو قیدی بنا لیا‘ ان قیدیوں میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو روم لے جا کر غلاموں کی منڈی میں بیچ ڈالا گیا۔ وہ بکتے ہوئے ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف منتقل ہونے لگے‘ ان کی حالت ان ہزاروں غلاموں کی سی تھی جن سے روم کے محلات بھرے پڑے تھے۔

اس طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو رومی معاشرے کے داخلی حالات کو اچھی طرح گہری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کے محلات میں منکرات وفواحش گرم بازاری بچشم خود دیکھی۔ جب آپ نے کمزور وناتواں لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا مشاہدہ کیا تو ان کے دل میں رومی معاشرے کے خلاف شدید نفرت کے جذبات بھڑک اٹھے‘ وہ اپنے دل میں کہا کرتے تھے کہ اس معاشرے کو ہولناک طوفان ہی پاک کر سکتا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ غلام کی حیثیت سے روم میں پرورش پانے لگے اور اسی سرزمین میں پل کر جوان ہوئے۔ آپ عربی زبان قریباً بھول گئے تھے لیکن انہیں یہ احساس بدستور قائم رہا کہ میں عربی النسل ہوں اور صحرائی باشندوں کی اولاد ہوں۔ انہیں اپنی قوم سے جا ملنے کا شوق بدستور قائم رہا اور اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ سرزمین عرب کی زیارت کا شوق بڑھتا رہا۔

ایک دفعہ انہوں نے ایک نصرانی نجومی کو اپنے آقا سے باتیں کرتے ہوئے سنا‘ وہ اسے کہہ رہا تھا عنقریب جزیرہ عرب کے شہر مکہ میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرے گا اور لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف نکال لائے گا۔

ایک روز حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو غلامی کی زنجیر توڑ کر بھاگ نکلنے کا موقع میسر آ گیا۔ آپ نے یہ تو سن ہی لیا تھا کہ نبی آخر الزماں مکہ میں ظاہر ہونے والے ہیں اس لئے آپ نے ام القریٰ‘ مکہ معظمہ‘ جلوہ گاہ نبی منتظر کا رخ کیا اور یہاں پہنچ کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔

زبان کی لکنت اور سنہری بالوں کی وجہ سے باشندگان مکہ آپ کو صہیب رضی اللہ عنہ رومی کے نام سے پکارنے لگے۔

Marfat.com

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے ایک سردار عبداللہ بن جدعان سے مل کر تجارت شروع کر دی جس میں بہت نفع ہونے لگا اور تھوڑے ہی عرصے میں بہت سا مال جمع ہو گیا۔ تجارتی مصروفیات کے باوجود حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نصرانی نجومی کی وہ بات نہ بھولی جو انہوں نے اپنے رومی آقا کی زبان سے سنی تھی کہ ''عنقریب مکہ معظمہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے''۔ یہ اکثر اپنے دل میں سوچا کرتے کہ یہ سنہری موقع مجھے کب نصیب ہوگا۔ مجھے کب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا؟ پھر تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کو اس سوال کا جواب مل گیا۔

ایک روز حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تجارتی سفر سے مکہ واپس تشریف لائے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور آپ لوگوں کو توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ عدل وانصاف اور معروف (اچھے نیک کاموں) کا حکم دیتے ہیں' فواحش ومنکرات سے اجتناب کی (رکنے کی) دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ وہی ہیں جسے لوگ امین وصادق کے نام سے پکارتے ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ہاں! پوچھا: آپ کی رہائش کہاں ہے؟

بتایا گیا صفا کے پاس دارارقم میں!

لیکن ذرا احتیاط سے جانا کہیں قریش تمہیں ادھر جاتے ہوئے دیکھ نہ لیں' دیکھنا اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ تم وہاں گئے ہو تو تمہارا جینا دوبھر کر دیں گے۔ تم یہاں غریب الوطن ہو' تمہارا یہاں کوئی خاندان نہیں' جو مصیبت کے وقت تمہارے کام آ سکے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ باشندگان مکہ سے نظریں چراتے ہوئے تاروں کی روشنی میں (رات کے وقت) دارارقم کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پہلے سے دروازے پر کھڑے ہیں' پہلے تو گھبرائے لیکن چونکہ ان کے ساتھ پہلے سے شناسائی تھی پوچھا: عمار رضی اللہ عنہ کیا ارادے ہیں؟

عمار رضی اللہ عنہ بولے: ''آپ کے کیا ارادے ہیں؟''

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو دارارقم میں داخل ہو کر اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کانوں سے ان کا پیغام سننے کا مشتاق ہوں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بولے میرا بھی یہی ارادہ ہے!

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا واہ! تو پھر آیئے دونوں اللہ کا نام لے کر اندر چلتے ہیں۔

حضرت صہیب بن سنان رومی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ارشادات سنے تو نور ایمان سے دونوں کے سینے منور ہو گئے۔ دونوں نے آپ کے ہاتھ پہ

marfat.com

Marfat.com

بیعت کی اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ دن بھر یہ دونوں سرچشمہ اسلام سے سیراب اور ہادی برحق سے فیضیاب ہوتے رہے۔ دن ختم ہوا' رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ لوگوں کی چھل پہل ختم ہوئی۔ اہالیان مکہ نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوئے تو دونوں رات کی تاریکی میں وہاں سے نکلے' ان کے سینے نور ایمان سے منور ہو چکے تھے اور اس نور ایمان نے ان کے لئے تمام دنیا روشن کر دی تھی۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ' حضرت سمیہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قریش کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم نہایت صبر و تحمل سے برداشت کئے۔ قریش کی طرف سے دیئے جانے والے مظالم بہت شدید تھے۔ آپ نے انہیں نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ جنت کا راستہ مصائب و تکالیف سے اٹا ہوا ہے۔

جب ہادی انس و جاں رہبر کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا پختہ ارادہ کر لیا لیکن جب قریش کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے جاسوس مقرر کر دیئے تاکہ انہیں مکہ کی حدود سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ گئے تو اپنے ساتھ مال تجارت اور سونا چاندی بھی لے جائیں گے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بعد حضرت صہیب رضی اللہ عنہ مسلسل اس موقعے کی تلاش میں رہے کہ کب انہیں ہجرت کی فرصت میسر آئے' کیونکہ نگہبانوں اور جاسوسوں کی آنکھیں ہمیشہ ان کے تعاقب میں رہتی تھیں۔ بالآخر انہیں ایک ترکیب سوجھی' ایک خنک رات میں قضائے حاجت کے بہانے آپ گھر سے نکلے' پھر گھر میں داخل ہوئے۔ یہ عمل آپ نے بار بار دہرایا' جب آپ کی اس اضطراری حالت کو جاسوسوں نے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے' مبارک ہو لات و عزیٰ نے آج اسے پیٹ کی شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر وہ اطمینان سے اپنے بستروں میں جا لیٹے اور گہری نیند سو گئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اس صورتحال کو بھانپ کر وہاں سے چل نکلے اور مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ نگرانی پر متعین لوگ ہڑبڑا کر اٹھے۔ آپ کو وہاں موجود نہ پا کر آپ کے تعاقب میں تیز رو گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ پیچھے سے تعاقب کرنے والے بھی پہنچ گئے۔ جب آپ نے ان کی آہٹ سنی تو ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے۔ ترکش سے تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر کہنے لگے۔

اے قریش تم جانتے ہو! کہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر تیرانداز ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا' خدا کی قسم تم مجھ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں تمہارے اتنے آدمی قتل نہ کر دوں جتنے میرے ترکش میں تیر موجود ہیں۔ تیر ختم ہو گئے تو میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنیں اڑانا شروع کر دوں گا اور یہ معرکہ آرائی اس

Marfat.com

وقت تک جاری رہے گی جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے۔ آپ کی جرات مندانہ بات سن کر قریش میں سے ایک شخص بولا' لات وعزیٰ کی قسم ہم تمہیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ جب تم یہاں آئے تو مفلس وقلاش تھے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں دولت مند ہو گئے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں سے حاصل کردہ وہ مال تم اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔

آپ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا: اگر میں اپنا سارا مال تمہارے سپرد کر دوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟

انہوں نے کہا ہاں! اگر تم اپنا سارا مال ہمارے سپرد کر دو تو پھر ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ میرے گھر کے فلاں کونے میں خزانہ چھپایا ہوا ہے جا کر نکال لو' یہ سن کر وہ سب واپس لوٹ گئے اور آپ کا سارا مال قبضے میں لے لیا' اس طرح آپ اطمینان سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ وفور شوق سے مدینہ منورہ کی جانب تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ مال و دولت کے ضائع ہونے کا آپ کو کوئی غم نہ تھا۔ راستے میں جب تھکاوٹ محسوس ہوتی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق دل میں موجزن ہو جاتا اور توانائیاں لوٹ آتیں اور چاک وچوبند ہو جاتے اور تازہ دم ہو کر سوئے منزل رواں دواں ہوتے۔ جب آپ وادی قبا میں پہنچے تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر عالم خفا وغیوب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ابو یحییٰ سودا نفع بخش رہا۔ سودا بہت ہی مفید رہا۔

آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور عرض کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا! مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی نہیں آیا۔

یقیناً یہ خبر آپ کو جبریل علیہ السلام نے دی ہوگی۔

بلاشبہ یہ سودا نفع بخش رہا۔ وحی الٰہی نے اس کی تصدیق کر دی۔ جبریل علیہ السلام اس پر شاہد ٹھہرے کیونکہ وہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیات لے کر نازل ہوئے تھے۔

ترجمہ: انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے۔ اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔ (سورہ بقرہ آیت 207)

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابۃ مترجم صفحہ ۴۱۰۴ - طبقات ابن سعد جلد ۳' صفحہ ۲۲۶ - اسد الغابۃ جلد ۳' صفحہ ۳۰ - الاستیعاب جلد ۲' صفحہ ۱۷۴ - صفۃ الصفوۃ جلد ۱' صفحہ ۱۶۹ - البدایۃ والنہایۃ جلد ۷' صفحہ ۳۱۸' ۳۱۹ - حیاۃ الصحابۃ - الاعلام ومراجعہ)

marfat.com
Marfat.com

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

وہ منفرد وہ معزز صحابیہ جسے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذات النطاقین'' کا لقب عطا فرمایا۔جس کے بارے میں مورخین کا کہنا ہے کہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سوسال کی عمر پائی' نہ کوئی دانت گرااور نہ داڑھ اور نہ ہی عقل وخرد میں کوئی خلل پیدا ہوا۔(مورخین)

اس صحابیہ رضی اللہ عنہ نے تمام اطراف سے بزرگی' عظمت اور شرف درشرف جمع کرلیا: وہ اس طرح کہ:

اس کا باپ صحابی' اس کا دادا صحابی اس کی بہن صحابیہ' اس کا خاوند صحابی اور اس کا بیٹا صحابی۔

بلاشبہ یہ شرف درشرف ان کے لئے باعث فخر ہے اس کا باپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھا جنہیں زندگی میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل اور وصال کے بعد ان کا خلیفہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اس کا دادا ابوقحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گرامی قدر والد تھا۔

اس کی بہن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھی۔

اس کا خاوند حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔

اور اس کا بیٹا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھا۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ سب اللہ تبارک تعالیٰ کی پسندیدہ ہستیاں تھیں اور یہ ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہیں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ان سے پہلے صرف سترہ مرد اور عورتیں مشرف باسلام ہوئے۔

انہیں ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔وہ اس لیے کہ جس رات حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اباجان ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے لئے زادراہ تیار کیا۔پانی کے لئے ایک مشکیزہ مہیا کیا۔جب انہیں زادراہ اور مشکیزہ کو باندھنے کے لئے کوئی رسی نہ ملی تو انہوں نے ازار بند(کمر کے گرد باندھا جانے والا پٹکا) کے دو حصے کیے' ایک کے ساتھ زادراہ کا تھیلا باندھ دیا اور دوسرے کے ساتھ مشکیزے کا مونہہ کس دیا۔حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا کی اور فرمایا تجھے اللہ تبارک تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں دونطاق عطا فرمائے۔اس سے ان کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جب اس سے شادی کی اس وقت ان کی حالت بہت کمزور تھی۔نہ تو ان کے پاس کوئی خادم تھا اور نہ ہی ایک گھوڑے کے علاوہ کوئی مال تھا۔یہ ان کے لئے بڑی نیک اور خدمت گزار بیوی ثابت ہوئیں۔ان کا بھی خیال رکھتیں اور ان کے گھوڑے کے لئے چارے کا بھی بندوبست کرتیں' یہاں تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیئے اور یہ صحابہ کرام میں بہت زیادہ مالدار بن گئے۔

Marfat.com

جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی فرصت ملی ۔ اس وقت یہ حاملہ تھیں اور وضع حمل کے دن بالکل قریب تھے لیکن یہ کیفیت دشوار گزار اور طویل سفر اختیار کرنے میں رکاوٹ ثابت نہ ہوئی ۔ جب یہ وادی قباء میں پہنچیں تو انہوں نے اپنے بچے عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا ۔

مسلمانوں نے عبداللہ بن زبیر کی ولادت پر بہت خوشی کا اظہار کیا اس لیے کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ہاں یہ پہلا بچہ ہے جس نے جنم لیا ۔ والدہ اس نومولود کو گود میں اٹھا کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ آپ نے اسے اپنی گود میں لیا' اپنے مبارک لعاب دہن کی بچے کو گھٹی دی اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعا کی ۔ اس طرح سب سے پہلے جو اس کے پیٹ میں چیز گئی وہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لعاب دہن تھا ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا میں جو بے شمار خوبیاں بیک وقت جمع ہوگئی تھیں وہ شاذو نادر ہی کسی میں جمع ہوئی ہیں ۔

سخی اتنی تھیں کہ ان کی سخاوت کی مثال دی جاتی تھی ۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ۔ میں نے اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنی امی اسماء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت کو سخاوت کرتے نہیں دیکھا لیکن ان دونوں کی سخاوت کا انداز مختلف تھا ۔ خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو اشیاء جمع کرتی رہتیں اور جب بہت سی اشیاء ہو جاتیں تو پھر انہیں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتیں ۔

لیکن میری امی کے ہاتھ جب بھی کوئی چیز آتی وہ کسی نہ کسی کو فوراً دے دیتیں ۔ کل کے لیے کسی چیز کو اپنے پاس باقی نہ رکھتیں ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی زیرک اور دانشمند خاتون تھیں ۔ تنگ و ترش حالات میں نہایت عقلمندی سے تصرف کیا کرتی تھیں ۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کے لئے نکلے تو اپنے ساتھ اپنا سارا مال لے لیا وہ تقریباً چھ ہزار درہم تھے ۔ اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا ۔ جب ان کے بوڑھے باپ ابوقحافہ کو کوچ کر جانے کا علم ہوا (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ ان کے گھر آئے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا ۔ بخدا میرے بیٹے نے تمہارا مالی نقصان بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح اس نے اپنا جانی نقصان کیا ہے ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فوراً بولیں ۔

نہیں ابا جان وہ تو ہمارے لیے بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں ۔ پھر کنکریاں اس طاقچے میں رکھیں جس میں صدیق اکبر مال رکھا کرتے تھے ۔ اس پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر اپنے نابینا دادا کا ہاتھ پکڑا' اور وہاں لے گئیں اور کہا دادا جان یہ ہاتھ لگائیے (دیکھئے کہ طاقچہ بھرا ہوا اور کتنا وزنی ہے) ابا جان ہمارے لیے کتنا مال چھوڑ کر گئے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے اپنا ہاتھ لگایا اور فرمایا:

خوب اگر اتنا مال چھوڑ گئے تو پھر کوئی پرواہ نہیں۔ اس نے بہت اچھا کیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ دادا جان کو تسلی ہو جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ کہیں دادا جان ترس کھا کر اپنے پاس سے مال مجھے عطا نہ کر دیں میں ان کا مال لینا نہیں چاہتی تھی کیونکہ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور میں کسی بھی غیر مسلم کا مال استعمال کرنا نہیں چاہتی تھی چاہے وہ رشتہ میں دادا ہی کیوں نہ ہوں۔

اگرچہ تاریخ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے بیشتر واقعات کو بھلا دیا لیکن تاریخ ان کی دانشمندی محتاط طبیعت اور ایمانی قوت کو وہ مظاہرہ کبھی نہیں بھلا سکتی جبکہ انہوں نے اپنے بیٹے سے آخری ملاقات کی تھی۔

ہوا یہ کہ یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت خلافت کی گئی۔ حجاز' مصر' عراق' خراسان اور ملک شام کے اکثر و بیشتر علاقے ان کی زیر قیادت آ گئے۔

لیکن بنو امیہ تھوڑے ہی عرصے بعد حجاج بن یوسف کی قیادت میں ایک لشکر جرار لے کر مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں گروہوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اور بیشتر مواقع پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک بہادر شہسوار کی مانند حملہ آور ہوئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے لیکن ان کے ساتھی ایک ایک کر کے ان کے لشکر سے آلگ ہونے لگے بالآخر آپ مجبور ہو کر بیت میں پناہ گزیں ہوئے اور چند ایک ساتھی بھی امن کی تلاش میں کعبہ اللہ میں داخل ہوئے۔ شہادت سے چند ساعتیں پہلے اپنی بوڑھی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔

والدہ محترمہ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کیا۔

ماں نے اپنے لخت جگر کے سلام کا محبت بھرے انداز میں جواب دیا اور پوچھا: بیٹا میری جان صدقے اس نازک گھڑی میں میرے پاس کیسے آنا ہوا۔ حجاج تیرے لشکر پر توپ کے گولے جس انداز سے پھینک رہا ہے اس سے مکے کے در و دیوار لرز رہے ہیں۔

بیٹے نے عرض کیا: اماں جان میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔

پوچھا: بیٹا کس سلسلے میں مشورہ مطلوب ہے۔

عرض کیا:

لوگوں نے مجھے رسوا کیا۔ کچھ لوگ حجاج سے خوفزدہ ہو کر اور کچھ مراعات کے لالچ میں آ کر مجھے چھوڑ گئے' یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی مجھ سے الگ ہو گئے۔ اب میرے ساتھ صرف چند ایک ساتھی رہ گئے ہیں اور وہ بھی ایک دو گھنٹے سے زیادہ میدان میں ٹھہر نہیں سکیں گے۔ اس نازک گھڑی میں بنو امیہ کی جانب سے قاصد میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ پیش کش کی کہ جو کچھ بھی مال و دولت لینا چاہتے ہو لے لو لیکن ہتھیار پھینک دو اور

Marfat.com

عبدالملک بن مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اماں جان آپ کی کیا رائے ہے؟

والدہ نے گرجدار آواز میں کہا:

بیٹے عبداللہ تم اپنے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہو جو جی میں آئے کرو لیکن میری بات غور سے سنو۔ اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو اور لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسی طرح صبر سے کام لو جس طرح تیرے جھنڈے کے نیچے تیرے ساتھیوں نے صبر و تحمل کا پیکر بن کر جام شہادت نوش کیا ہے۔

اگر تم نے دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا تو تم بہت برے انسان ثابت ہو گے اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

بیٹے نے عرض کیا' اماں جان مجھے آج لازماً قتل کر دیا جائے گا۔

والدہ نے ارشاد فرمایا:

حجاج بن یوسف کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تو جام شہادت نوش کر لے ورنہ بنو امیہ کے لونڈے تجھے کھلونا سمجھ کر اپنا دل بہلائیں گے۔

عرض کیا:

اماں جان میں مرنے سے تو نہیں ڈرتا البتہ اگر مجھے خوف ہے تو صرف یہ کہ وہ میری لاش کا حلیہ بگاڑ دیں گے۔

والدہ نے ارشاد فرمایا:

قتل ہو جانے کے بعد بھلا کس چیز کا ڈر باقی رہ جاتا ہے۔ بکری جب ذبح ہو جاتی ہے تو اس کے گوشت کو سلاخوں میں لگا کر آگ پہ رکھا جائے تو اس عمل سے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

ماں کی یہ جرات مندانہ گفتگو سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور فرمایا:

اماں جان تم بہت عظیم ہو' تیری عظمتوں کو میں سلام کرتا ہوں۔ میں اس نازک گھڑی میں یہی جرات مندانہ اور حوصلہ افزا باتیں سننے آیا تھا۔ میں نے جو کچھ سنا مجھے بالکل یہی توقع تھی۔ خدا جانتا ہے میں بزدل نہیں اور نہ ہی میرے قویٰ مضمحل ہوئے ہیں۔ خدا گواہ ہے مجھے دنیا اور اس کی زیب و زینت سے کوئی سروکار نہیں' اماں جان اب میں اسی راہ پہ جا رہا ہوں جو تیری پسندیدہ راہ ہے۔

اماں جان جب میں قتل ہو جاؤں تو غم نہ کرنا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا۔

والدہ نے کہا:

مجھے غم تو اس صورت میں لاحق ہوتا اگر تم راہ باطل میں قتل کئے جاتے۔

عرض کیا:

اماں جان آپ یقین جانیں تیرے بیٹے نے کبھی برائی کا ارادہ نہیں کیا' کبھی بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا'

marfat.com
Marfat.com

کبھی عہد و پیمان میں بے وفائی نہیں کی، کبھی کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی کا قصد نہیں کیا اور تیرے بیٹے کو اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز مطلوب نہیں۔ خدا جانتا ہے میں یہ باتیں خودستائی کے لئے نہیں کر رہا۔ میں یہ باتیں محض اس لیے کر رہا ہوں تا کہ آپ کو میرے متعلق تسلی ہو جائے۔

ماں نے اپنے بیٹے کی باتیں سن کر خوشی سے کہا' سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے تجھے اپنی اور میری پسند کے مطابق بنایا۔

بیٹا میرے ذرا قریب آؤ تا کہ میں تیری خوشبو سونگھ سکوں اور تیرے جسم پر پیار بھرے ہاتھ پھیر سکوں۔
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما' ماں نے اپنے بیٹے کے سر' گردن اور چہرے کو چوما۔ جسم پر پیار بھرے ہاتھ پھیرے تو انہیں جسم پر پہنی ہوئی کوئی سخت چیز محسوس ہوئی۔ پوچھا بیٹے یہ کیا پہن رکھا ہے۔ بتایا: اماں جان یہ ذرع پہن رکھی ہے۔

فرمایا: بیٹا جسے شہادت مطلوب ہوتی ہے وہ یہ ذرع نہیں پہنا کرتے۔

عرض کیا: اماں جان میں نے تو یہ تیری خوشی کی خاطر پہنی ہے۔

فرمایا: بیٹے اسے اتار دو۔ اس کی جگہ لمبا کرتا زیب تن کر لو تا کہ جب تم شہید ہو کر گرو تو برہنہ ہو سکو۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً ذرع اتار دی' ایک لمبا کرتا زیب تن کیا اور لڑائی کے لئے حرم کی طرف چل دیئے اور عرض کی اماں جان میرے لیے دعا کرنا۔

والدہ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی' الٰہی رات کی تنہائیوں میں کی جانے والی میرے بیٹے کی عبادت کو قبول فرما۔

الٰہی مدینہ اور مکہ کی تلملاتی دھوپ میں رکھے جانے والے روزوں کو قبول فرما۔

الٰہی: میرے بیٹے نے اپنے ماں باپ سے جو حسن سلوک کیا۔ اسے شرف قبولیت سے نواز۔

الٰہی میں اپنے لخت جگر کو تیرے سپرد کرتی ہوں اور جو تو نے اس کے متعلق فیصلہ کیا ہے اس پر دل و جان سے راضی ہوں۔

الٰہی مجھے صبر کرنے والوں کا ساتھ عطا فرما۔

اس دن غروب آفتاب سے پہلے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما کر اپنے خدا کو پیارے ہو گئے۔

شہادت سے تقریباً دس روز بعد ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انہوں نے سو سال کی عمر پائی' نہ تو کوئی دانت گرا اور نہ داڑھ اور نہ ہی عقل و خرد میں کوئی خلل پیدا ہوا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی پر مندرجہ بالا لکھے گئے' مضمون کے لئے حوالہ جات

Marfat.com

درج ذیل ہیں۔

(اصابہ مترجم صفحہ ۴۶ - اسد الغابۃ جلد ۵' صفحہ ۳۹۲ - الاستیعاب جلد ۲' صفحہ ۷۰۴ - تہذیب التہذیب جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۷ - صفۃ الصفوۃ جلد ۲' صفحہ ۳۱' ۳۲ - شذرات الذہب جلد ۱' صفحہ ۸۰ - تاریخ الاسلام علامہ ذہبی جلد ۳' صفحہ ۱۳۳' ۱۳۷ - البدایہ والنہایہ جلد ۸' صفحہ ۳۴۶ - اعلام النساء جلد ۱' صفحہ ۳۶ - سیر اعلام النبلاء جلد ۲' صفحہ ۲۰۸ - قلائد الجمان صفحہ ۱۴۹ - النجوم الزاہرۃ جلد ۱' صفحہ ۱۸۹ - المحبر ۲۲' ۵۴' ۱۰۰)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

ایمان قبول کرنے والوں میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا چھبیسواں یا بتیسواں نمبر ہے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۱' صفحہ ۲۳۷)

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بہت زیادہ صفات کے حامل بھائی کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی اور ان کے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی اجازت نہ دیتے' تو وہ فوراً انہیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے دیتے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل موم ہو جاتا اور بڑے بھائی کے احترام میں وہ اجازت عطا فرما دیتے اور عبداللہ کی جو خواہش ہوتی وہ پوری کر دیتے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۱' صفحہ ۲۳۸)

ابتدا میں مسلمان گھاٹیوں پر جا کر نمازیں ادا کرتے تھے تاکہ اہل مکہ کو پتہ نہ چل جائے جیسا کہ پہلے یہ ذکر ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے ساتھ پہاڑی پر نماز ادا فرما رہے تھے کہ اتنے میں اتفاقاً حضرت جعفر کے ساتھ ابو طالب بھی وہاں پہنچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا تو خفا ہونے کی بجائے حضرت جعفر سے کہا۔

علی دائیں طرف ہے تم اپنے بھائی کی بائیں جانب کھڑے ہو جاؤ اور ان کے دست و بازو بن جاؤ ان کی رہنمائی تمہیں فلاح و کامرانی کی طرف لے کر جائے گی۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ وہ ممتاز صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''میں نے جعفر کو جنت میں یوں دیکھا کہ اس کے دونوں بازو اور پاؤں خون میں لت پت تھے''۔

بنو عبد مناف میں پانچ اشخاص ایسے تھے جن کی شکل و صورت حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ ایسی مشابہت تھی کہ کمزور نظر والا اکثر و بیشتر مغالطہ کھا جاتا' بلاشبہ آپ ان پانچ اشخاص کے نام جاننا چاہیں گے جو حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حد درجہ مشابہت رکھتے تھے۔

لیجئے ہم آپ کو ان کا تعارف کرائے دیتے ہیں۔

۱- حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

۲- حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔

marfat.com

Marfat.com

۳- حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم یہ امام شافعی کے جد امجد ہیں۔

۴- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے' ان کی حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت تھی۔

۵- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' یہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

قارئین کرام! میں (اس کتاب کے مصنف) نے کہیں پڑھا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی مشابہت رکھتے تھے اور مشرکین و کفار نے غزوہ احد میں ان کی شہادت کی آڑ میں ہی یہ افواہ پھیلائی تھی کہ نعوذ باللہ ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا۔

اب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زندگی کی چند اہم واقعات اور نمایاں پہلو پیش خدمت ہیں۔ ان کے باپ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اپنی قوم قریش میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود مالی اعتبار سے بہت کمزور اور زیادہ بال بچوں والے تھے۔ قریش ایک مرتبہ قحط سالی کا شکار ہو گئے' کھیتی باڑی تباہ ہو گئی' مویشی ہلاک ہو گئے' نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ ہڈیاں پیس کر کھانے لگے۔ ان دنوں بنو ہاشم میں حضور انور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوشحال تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا چچا جان آپ کا بھائی ابوطالب کثیر العیال ہے۔ اپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ قحط سالی کی بنا پر فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ فقر و افلاس حد سے بڑھ چکا ہے۔ اس نازک صورتحال میں ہمیں ان کی بھرپور مدد کرنی چاہئے۔ آیئے ان کے پاس چلیں۔ ان کی ڈھارس بندھائیں۔ ایک بیٹے کی کفالت میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور ایک کی کفالت کا ذمہ آپ اٹھائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

آپ نے بہت اچھی تجویز دی ہے۔ ایک نیک اور اہم کام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کے بعد دونوں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ دونوں نے بیک زبان کہا۔ ہم آپ کا کچھ بوجھ اپنے کندھوں پہ اٹھانا چاہتے ہیں تاکہ اس خشک سالی و بدحالی کے مشکل دور میں آپ کے لیے کچھ آسانی پیدا ہو سکے۔ تاکہ آپ اس آفت سے بچ سکیں جس نے عام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ بیٹے عقیل کے علاوہ میری اولاد میں سے جسے بھی آپ اپنی کفالت میں لینا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو دین حق اور رشد و ہدایت کا پیامبر بنا کر بھیجا تو حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں آپ پر ایمان لے آئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پرورش پاتے ہوئے جوان ہوئے اور جب اسلام قبول کیا تو ان سے علیحدہ ہو گئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے مرحلے میں ہی مسلمانوں کے نورانی قافلے میں شامل ہو گئے تھے۔ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس وقت مشرف باسلام ہوئے جبکہ ابھی حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و تربیت کے لئے دارِ ارقم میں تشریف فرما نہیں ہوئے تھے۔ یہ ہاشمی جوان اور ان کی جواں سال بیوی اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قریش کی اذیتوں کا نشانہ بنے لیکن دونوں نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کیونکہ دونوں یہ بات جانتے تھے کہ جنت کا راستہ خاردار اور نہایت ہی دشوار گزار ہے۔

جو چیز ان کے دل پہ سب سے زیادہ گراں گزرتی وہ یہ تھی کہ قریش اسلامی تعلیمات پہ عمل پیرا ہونے لذت عبادت سے شادکام ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ تھے۔ قریش نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس تکلیف دہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں بادل نخواستہ اجازت دے دی۔ ان کے ہمراہ بیوی اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بہت گراں گزر رہی تھی کہ ان پاکیزہ نفوس ہستیوں کو آج اپنے وہ گھر چھوڑ جانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے برسرِ عام یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہمارا رب فقط اللہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ قوت حاصل نہ تھی کہ اپنے ان مظلوم صحابہ رضی اللہ عنہ کا بزورِ بازو دفاع کر سکیں اور قریش کی اذیت سے انہیں بچا سکیں۔

مہاجرین مکہ کا یہ پہلا قافلہ حضرت جعفر بن ابن طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حبشہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر حبشہ کے عادل اور نیک دل بادشاہ نجاشی کی پناہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا یہاں پہنچ کر پہلی مرتبہ امن و سکون کا سانس لیا اور عبادت الٰہی کی لذت و حلاوت سے شادکام ہوئے۔ یہاں ان کی عبادت گزاری۔ اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سعادت مندی کے پرامن ماحول کو مکدر (خراب کرنے والا' مخل ہونے والا) کرنے والا کوئی نہ تھا۔

جب قریش کو یہ علم ہوا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت سرزمین حبشہ میں آباد ہو چکی ہے اور انہیں وہاں اپنے دین پر عمل کرنے اور اپنے عقیدے کے مطابق کے زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہے تو قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی بہانے ان مسلمانوں کو واپس بلایا جائے اور یہاں پہنچتے ہی یا تو انہیں قتل کر دیا جائے یا پھر دردناک سزائیں دی جائیں۔ یہ عجیب داستان ہم آپ کو اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سناتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ آپ اس واقعہ کی عینی شاہد ہیں۔

قارئین کرام! مہاجرین حبشہ کو وہاں سے نکلوانے کی کفار و مشرکین مکہ کی کوشش اور اس کا انجام کار ایک ایسی دل آویز حقیقت ہے جو داستان لگتی ہے۔ اس میں نمایاں کردار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا ہی ہے کیونکہ مہاجرین نے انہیں اپنا نمائندہ بنایا تھا' منتخب کیا تھا۔ اور مہاجرین وہاں گئے بھی آپ کی سربراہی میں تھے۔

کیونکہ اس خوبصورت' دل آویز' ایمان افروز واقعہ کو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی کچھ دیر بعد ہجرت حبشہ کے باب میں اور بھی زیادہ تفصیل سے پڑھ سکیں گے اس لئے یہاں صرف چند ایک چیدہ چیدہ متعلقہ اقتباس پیش خدمت ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نجاشی نے ہمیں دربار میں طلب کیا۔ ہم نے اس کے پاس جانے سے پہلے باہمی مشورہ کیا' بعض نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بادشاہ ملاقات کے دوران ہمارے دین کے متعلق ضرور پوچھے گا اگر وہ یہ پوچھے تو ہمیں اپنے ایمان کے مطابق صحیح جواب دینا چاہئے اور دوسرا فیصلہ ہم نے یہ کیا کہ ہماری طرف سے صرف حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بادشاہ سے بات کریں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

جب ہم کامیاب و کامران ہو کر نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو بن عاص ہمیں مرعوب کرنے کے لئے دھمکی کے انداز میں کہنے لگے۔ کل میں نجاشی کے پاس جاؤں گا اور ان مسلمانوں کے متعلق سے ایک ایسی بات بتاؤں گا جس سے اس کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہے گی اور دیکھنا کہ وہ انہیں یہاں سے کس طرح بھگاتا ہے۔:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

دوسرے روز جب ہمیں بلایا گیا تو ہم گھبرا گئے' آپس میں مشورہ کیا کہ اگر نجاشی نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم سے سوال کیا تو کیا جواب دیں گے۔ ہم سب نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس سلسلہ میں وہی کچھ کہیں گے جو اس کے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور اس موقف سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوں گے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے......

اس حق گوئی کی بنا پر ہم پہ جو افتاد بھی پڑتی ہے پڑے' کوئی پرواہ نہیں۔ اس بار بھی ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ نجاشی کے سوالوں کا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہی جواب دیں گے اور ہم خاموشی سے سنیں گے۔

قصہ مختصر

کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی تلاوت اور سچ صاف ستھرے جوابات کا یہ اثر ہوا کہ نجاشی نے جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی مکمل بات سنی تو جوش سے زمین پر ہاتھ مار کر کہنے لگا۔

Marfat.com

خدا کی قسم! بالکل عیسیٰ علیہ السلام وہی کچھ ہیں جو آپ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔

درباری علماء نے جب یہ صورتحال دیکھی تو حیران و ششدر رہ گئے اور پشیمانی کے عالم میں اپنی ناک کھجلانے لگے' نجاشی نے ان کی خفت و پشیمانی کو بھانپ کر کہا۔ سن لو یہ میرا فیصلہ ہے۔ یہ مسلمان بالکل سچے ہیں۔ آج سے میرے یہ قابل قدر مہمان ہے۔

پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا:

آج سے تم ہمارے سرکاری مہان ہو' جو تمہیں گالی دے گا نقصان اٹھائے گا جو تمہیں کوئی گزند پہنچائے گا اسے سخت ترین سزا دی جائے گی۔

خدا کی قسم مجھے تم سونے چاندی کے خزانوں سے بھی زیادہ عزیز ہو' پھر نجاشی قریش کے دونوں نمائندوں کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا:

جاؤ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔

درباریوں سے کہا ان کے تحائف واپس کر دو ہمیں ان تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بڑے ذلیل وخوار اور بے آبرو ہو کر نجاشی کے دربار سے نکلے۔

اور ہمیں ہر طرح کی سہولت میسر آئی۔ نہایت وقار اور عزت سے زندگی بسر ہونے لگی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ سرزمین حبشہ میں بڑی عزت' وقار' اطمینان اور سکون سے دس سال گزارے۔

۷ ہجری کو دونوں نے حبشہ کو خیر باد کہا اور اپنے دیگر مسلمان ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ جب یہ برگزیدہ افراد پر مشتمل قافلہ وہاں پہنچا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے۔ آپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

فرمانے لگے: ''آج معلوم نہیں دونوں میں سے زیادہ مجھے کس چیز کی خوشی ہے' فتح خیبر کی یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی''؟

عام مسلمانوں کی خوشی بھی حضور انور رسول اللہ ﷺ سے کچھ کم نہ تھی۔ مساکین تو خاص طور پر بہت خوش تھے کیونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور ان سے ہمیشہ خندہ پیشانی اور حسن سلوک سے پیش آتے' یہاں تک کہ ان کا لقب ہی ابوالمساکین پڑ گیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم ایسے مساکین کے حق میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ فیاض تھے۔ یہ ہمیں

marfat.com
Marfat.com

اپنے گھر لے جاتے' کھانا کھلاتے۔ اگر سالن ختم ہو جاتا تو گھی کا برتن ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اپنی منشاء کے مطابق گھی استعمال کرتے۔

ابھی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ۷ ہجری کے اوائل میں حضور پُرنور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین شام میں رومیوں کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا۔

اگر اس جنگ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دینا اور اگر وہ شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لینا اور اگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائے تو جسے چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔

جب مسلمان ''موتہ'' نامی بستی میں پہنچے' یہ بستی شام کے بالائی علاقے اردن میں واقع تھی' تو مسلمان کیا دیکھتے ہیں کہ رومی ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے کے لئے وہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور تقریباً ایک لاکھ سرزمین عرب کے لخم' جذام اور قضاعہ قبائل کے عیسائی ان کی مدد کے لئے میدان کارزار میں موجود ہیں۔

ادھر لشکر اسلام صرف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں۔ جنگ شروع ہوئی' زور کا رن پڑا تو لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی مرحلے میں شہید ہو کر گر پڑے۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیزی سے آگے بڑھے اور اپنی برق رفتار گھوڑی کے پاؤں اپنی تلوار سے کاٹ دیئے تاکہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے' جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شمشیر زنی کرتے ہوئے رومی فوج کی صفوں میں جا گھسے۔ انہیں تہہ تیغ کرتے ہوئے یہ شعر گنگنا رہے تھے۔

واہ واہ جنت اور اس کا قرب

صاف ستھرا اور ٹھنڈا مشروب

رومیوں کے لئے عذاب آ چکا ہے

یہ کافر حسب و نسب کے اعتبار سے دور از شرافت ہیں

مجھ پہ فرض ہے کہ جب ان سے ملوں تو ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

آپ دشمنوں کی صفوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے چیرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک شقی القلب دشمن کے وار سے آپ کا ایک دایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ نے لشکر اسلام کا جھنڈا فوراً بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے جھنڈا دونوں بازوؤں میں لے کر اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد دشمن ایک کاری ضرب سے آپ کو گرانے میں کامیاب ہو گیا تو حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا۔ انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ بالآخروہ بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم' عالم خفا و غیوب مخبر صادق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لشکر اسلام کے تینوں جفاکش سپہ سالاروں کے یکے بعد دیگرے شہید ہو جانے کی خبر ملی تو بڑے افسردہ ہوئے۔ آپ فوراً تعزیت کے لئے اپنے چچازاد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ وہاں آپ نے عجیب منظر دیکھا کہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے استقبال کی تیاریاں کر رہی ہے۔ کھانا تیار کیا ہوا ہے' بچوں کو نہلا دھلا کر انہیں اجلے کپڑے پہنا رکھے ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ حزن و ملال کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پہ خوف طاری ہو گیا۔ میں نے اپنے خاوند کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ' میں نے انہیں آواز دی تو وہ دوڑے ہوئے شاداں و فرحاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں آ کر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے انہیں چومنے لگے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو کیوں رہے ہیں' کیا آپ کو جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں سپہ سالار ساتھیوں کے متعلق کوئی خبر ملی ہے؟

فرمایا ہاں: وہ آج شہید کر دیئے گئے ہیں۔ جب ان معصوم بچوں نے دیکھا کہ ان کی ماں زار و قطار رو رہی ہے تو ان کے چہروں سے مسکراہٹ جاتی رہی اور وہ بے حس و حرکت کھڑے ہو گئے۔ حضور انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو پونچھتے ہوئے تشریف لے گئے اور ہمارے لیے یہ دعا کی:

الٰہی: جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مدد فرما۔

الٰہی! جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی نگہبانی فرما۔

پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کے دونوں بازو خون آلود ہیں اور پاؤں بھی خون سے رنگین ہو چکے ہیں۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابۃ جلد ا' صفحہ ۲۳۷ - صفۃ الصفوۃ جلد ا' صفحہ ۲۰۵ - حلیۃ الاولیاء جلد ا' صفحہ ۱۱۴ - طبقات ابن سعد جلد ۴' صفحہ ۲۲ - تہذیب التہذیب جلد ۲' صفحہ ۹۸ - البدایۃ والنہایۃ جلد ۴' صفحہ ۲۴۱ - السیرۃ النبویۃ ابن ہشام جلد ا' صفحہ ۳۵۷ - الکامل لابن اثیر جلد ۲' صفحہ ۳۰ ـ ۹۶)

marfat.com
Marfat.com

انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

قارئین کرام! اب کچھ دیر کے لئے ان ہی جیسے ولولہ انگیز' ایمان افروز' روح پرور' دین اور بانی دین ﷺ کی محبت سے لبریز' پرشوق' پرخلوص' اتباع رسول کریم ﷺ کے ایسے واقعات حالات اور کارنامے جو پہلے بیان کردہ کی طرح آپ کو اپنے اندر جذب کرلیں گے۔ آنکھوں سے محبت' عقیدت و حیرت کے آنسو رواں ہوں گے۔ دنیائے اسلام کے ایسے مقدس و متبرک کردار جو آپ کے دل و دماغ و روح پر انمٹ نقوش چھوڑ جائیں گے۔

امت مسلمہ کو سب صحابہ و صحابیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پناہ محبت و عقیدت ہے۔ ان کی تعریف و توصیف میں جتنا لکھا جائے' کہا جائے کم ہے۔ یہ تو سب آسمان نبوت کے پیارے پیارے دلکش دلکش' روشن روشن' درخشاں ستارے ہیں جو اپنے اپنے مقام میں بہت ہی اہم' دلکش' دل کی دنیا کو منور کر دینے والے اور قابل اتباع ہیں۔

ان سب نے پیغمبر اول و آخر و اعظم سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی صحبت' رہنمائی' ہدایت و اتباع میں دین متین کے پودے کو اپنے خون و پسینے سے سینچا ہے۔ دین اسلام کی مضبوط عمارت کی بنیادوں میں ان سب کا خون پسینہ ہے۔

ہادی دو جہاں پیغمبر بحر و بر' رسول کائنات ﷺ اور دین اسلام سے ان کی پرخلوص محبت' لگن' چاہت' احترام واتباع' ان کی حیات ان کی طرز زندگی سب کچھ ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

یہ سب اس قابل ہیں کہ ان کی صفات' خوبیوں بھری حیات' مکمل حسین و خوبصورت اتباع رسول کریم ﷺ پر کتابیں لکھی جائیں۔ وہ کتنے خوش نصیب ہوں گے جو ان پر مثبت کتابیں لکھیں گے اور لوگوں کو ان کی زندگی کی ایسی دلکش اور خوبصورت جھلک دکھائیں گے کہ وہ ان کا اتباع کرنے کے لئے بے قرار ہو جائیں۔

میں نے اس سے پہلے (جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں) چند چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان لانے' ایمان لانے کی پاداش (نتیجہ' بدلہ) میں انہیں جن مشکلات' تکالیف' پریشانیوں اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑا' ان کے بارے میں بھی تھوڑا تھوڑا لکھا ہے۔ پھر میں نے مناسب جانا کہ میں تو چند چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

Marfat.com

بارے میں لکھ رہا ہوں۔ جہاں ان کے بارے میں اتنا لکھا ہے وہاں اگر میں ان کے مکمل خوبصورت اتباع رسول کریم ﷺ کے مطابق ان کی حیات سیرت و کردار پر بھی کچھ لکھ دوں تو شاید قارئین کرام کے لئے یہ اور بھی دلچسپی وعلم کا باعث بن جائے جن سے بالآخران کی امت مسلمہ کی دنیا و آخرت سدھر جائے' بن جائے۔

میں نے یہ سوچا تھا کہ اس کتاب میں میں حتی الامکان واقعات کو بیان کرتے وقت ان کے زمانہ وقوع کے لحاظ سے لکھوں گا۔ میری اب بھی یہی کوشش ہے لیکن جیسے جیسے میں لکھنے میں آگے بڑھ رہا ہوں مجھے یہ احساس ہوتا جا رہا ہے کہ ہر پہلو میں تو زمانہ وقوع کے مطابق لکھنا بہت مشکل ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ مختلف راویوں نے کئی واقعات کے زمانہ وقوع میں اختلاف کیا ہے اور اس کی چھان بین کرنا بہت صبر آزما اور طویل کام ہے۔

لیکن یہاں ایسا نہ کرنے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ میں شدت سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ چند ایک صحابیات رضی اللہ عنہن کا ذکر خیر بھی بہت ضروری ہے کیونکہ انہوں نے بھی کوئی صعوبتیں کم نہیں اٹھائی ہیں اور انہوں نے بھی دین اسلام اور بانی دین پیغمبر اول و آخر و اعظم سید المرسلین' خاتم النبیین ﷺ کا پرشوق' پرخلوص' خوبصورت اور مثالی اتباع کیا ہے بے پناہ محبت کی ہے۔

یہی حال انصار صحابہ کرام اور صحابیات کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور دین اسلام کی محبت میں' دین کو اختیار کرنے میں' دین اور بانی دین ﷺ کے دفاع میں' حفاظت کرنے میں' پرشوق' پرخلوص' خوبصورت دلکش اور مثالی محبت و اتباع کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ یہ ہر قدم پر محبت فرمانبرداری و اطاعت رسول کریم ﷺ میں اپنے سب بھائیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلے ہیں۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ بے شمار صحابہ کرام اور صحابیات کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے ہیں جن کے حالات و اتباع رسول کریم ﷺ کو پڑھ کر بے اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اتباع رسول کریم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے ولولہ پیدا ہوتا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا' انہیں اپنانے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جو مدینہ سے مکہ حاضر ہوئے اور اپنی قوت ایمانی اور قوت دنیاوی کے بل بوتے پر حضور پرنور ﷺ کو مدینہ لائے۔

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جن سے دوسری بیعت عقبہ کے دوران ہادی دو جہان' مخبر صادق' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سید المرسلین' خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔

''اور جب میں تمہارے پاس آؤں گا تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے جس طرح سے اپنی جان

marfat.com
Marfat.com

اور بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے اور تمہارے لئے جنت ہے"۔

(ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۴۲۔ مسند احمد بن حنبل)

یہی تو وہ پاکباز لوگ جنہوں نے اپنے اس قول و وعدے کو خوب سے خوب تر نبھایا۔

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جنہیں دوسری بیعت عقبہ کے آخری لمحات میں ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کے جواب میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا۔

"یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون اور آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہے۔ میں آپ سے ہوں اور آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس سے آپ صلح کریں گے اس سے میں صلح کروں گا۔ (ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۴۲)

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جن کے نمائندے، علمدار، کمانڈر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے معرکہ بدر سے پہلے آپ ﷺ کے پوچھنے پر یوں عرض کی۔

"ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں کہ آپ ﷺ کی تصدیق کی ہے اور یہ گواہی دی ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ لائے ہیں، حق ہے اور اسی بناء پر ہم نے آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کے عہد و پیمان باندھے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ ﷺ چلئے جن سے تعلقات آپ ﷺ قائم رکھنا چاہتے ہیں، قائم رکھیں اور جن سے تعلقات آپ ﷺ منقطع فرمانا چاہتے ہیں، قطع کر دیں۔ جس سے چاہیں آپ ﷺ صلح فرمائیں اور جسے چاہیں آپ ﷺ دشمن قرار دیں۔ ہمارے جتنے اموال لینا چاہیں، لے لیں اور جو ہمیں دینا چاہیں دے دیں۔ آپ ﷺ ہم سے جو لے لیں گے وہ ہمیں اس مال سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ ﷺ رہنے دیں گے، آپ ﷺ جو حکم فرمائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔

اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر میں داخل ہونے کا حکم دیں تو ہم سب آپ ﷺ کے پیچھے سمندر میں داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم دشمن کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے نہیں ہیں۔ ہم جنگ کے وقت صابر اور مقابلے کی سچے ہیں۔ امید ہے، دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری ایسی جانثاری دکھائے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

آپ اللہ تبارک تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلئے ہم آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں ہوں گے۔ ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا رب، آپ جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جائیں اور آپ ﷺ کا رب، آپ ﷺ جنگ کریں، ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہیں اور ہر حال میں موت تک آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہیں، اطاعت

Marfat.com

گزار اور تابعدار ہیں۔

درحقیقت تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار انہی صفات سے موصوف تھے۔

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جنہیں حضور پرنور، پیغمبر اول و آخر اعظم سید المرسلین، خاتم النبیین عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ کی معرفت اللہ تبارک تعالیٰ نے مواخات اور بھائی چارے کے عمل کو اس طرح اپنانے، آگے بڑھانے کی توفیق دی کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور ملے گی بھی نہیں کیونکہ مثال قائم کرنے والے خود بے مثال نبی آخر الزماں ﷺ کے بے مثال صحابہ کرام تھے۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین جب مدینہ تشریف لائے تو

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ربیعہ انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرادیا۔ حضرت سعد بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا۔

انصار میں، میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ آپ میرا مال دو حصوں میں بانٹ کر آدھا لے لیں اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ دیکھ لیں جو زیادہ پسند آئے مجھے بتادیں۔ میں اسے طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے شادی کرلیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اسے خوب دعائیں دیں اور فرمایا کہ آپ ان میں خوش رہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے۔

(صحیح بخاری باب اخا النبی بین مہاجرین وانصار جلد ا، صفحہ ۵۵۳)

میں نے مندرجہ بالا صرف یہ بتانے سمجھانے کے لئے لکھا ہے کہ یہ لوگ تو بہت پاکباز اور پُرشوق پُرخلوص اطاعت واتباع کرنے والے تھے۔

یہی تو وہ پاکباز لوگ ہیں جن کے اچھے نیک خیالات اور ان پر صدق دلی سے عمل پیرا ہونے کی تصدیق قرآن حکیم نے بھی کی ہے۔

سورہ حشر آیت ۹ میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّئُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

ترجمہ: ''اور جنہوں (انصار مدینہ) نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا وہ دوست رکھتے ہیں۔ انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے (مہاجرین) اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ کہ انہیں شدید محتاجی ہو'' (سورہ حشر آیت ۹)

marfat.com
Marfat.com

سورہ انفال آیت ۷۴ میں ارشاد حاکم الحاکمین یوں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

ترجمہ: ''اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی، وہی خوش نصیب لوگ سچے ایماندار ہیں۔ انہیں کے لئے بخشش ہے اور باعزت روزی''۔ (سورہ انفال آیت ۷۴)

یہی وہ پاکباز لوگ ہیں جنہیں جعرانہ میں غزوہ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت جب محرومی کی غلط فہمی ہوگئی تھی تو حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔

''اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لئے ناراض ہوگئے جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا۔

اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے گھروں کو پلٹو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ چلوں گا۔

اے اللہ رحم فرما انصار پر اور ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر''۔

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۰-۶۲۱۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۹۹، ۵۰۰)

یہی وہ پاکباز لوگ ہیں جن کے بارے میں اس حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے۔

حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تبارک تعالیٰ نے ان لوگوں سے میری مدد فرمائی جو فصاحت و بلاغت میں اور قوت بازو میں سب لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ یعنی قبیلہ کے دونوں بیٹوں اوس اور خزرج کے خاندان سے (طبرانی الکبیر)

قارئین کرام! انصار کے بارے میں مندرجہ بالا میں نے اپنی اس گزارش کی تمہید کے طور پر لکھا ہے کہ اس موقع پر اب چند ایک انصاری صحابیات وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر کرنا بہت اہم ہے۔ آخر تو وہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے سب صحابیات، وصحابہ کرام آسمان نبوت کے درخشاں ستارے، بلکہ چاند ستارے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان چند ایک کا ذکر مبارک زمانہ وقوع کے لحاظ سے کرنا قارئین کرام کیلئے زیادہ سودمند نہ ہوگا کیونکہ اس طرح سے تو یہ بہت اہم، بہت ایمان افروز، روح پرور واقعات کتاب میں جابجا بکھر جائیں گے اور یوں قاری

Marfat.com

کے لئے ان میں دلچسپی کم ہو جائے گی۔ قاری کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور اسے اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے انہیں مختلف ابواب میں ڈھونڈنا پڑے گا اور اس سبب وہ پورے طور پر ان سے سرور و فائیدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس خیالِ خیر و نیک کے تحت انصاری صحابیات و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات، ان کے لازوال کارناموں اور مختصر حالات زندگی کو میں حیات طیبہ کے مدنی دور میں بیان کرنے کے بجائے اسی دور میں بیان کر رہا ہوں تاکہ قارئین کرام ان سے اچھی طرح سرور حاصل کر سکیں اور ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے دارین کو نورِ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن کر لیں، سجالیں، جگمگالیں۔

ان چند چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر خیر کے بعد (حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ذکر مبارک کے بعد) میں دوبارہ اپنی یہ کوشش جاری رکھوں گا کہ جہاں تک ممکن ہو سکا واقعات و حالات کو ان کے زمانہ وقوع کے مطابق لکھ سکوں، گو کہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (ایک اور عظیم صحابی)

جس کو رحمت للعالمین، سید المرسلین، پیغمبر کائنات، رسول بحر و بر، پیغمبر اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اسید! وہ تو فرشتے تھے جو تیری تلاوت سن رہے تھے''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب پہلے پہل، پہلی دفعہ تبلیغی مشن پر یثرب پہنچے تو آپ نے قبیلہ خزرج کے ایک سردار حضرت اسعد بن زرراہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ اس نے اپنے گھر میں سے ایک کمرہ ان کے قیام کے لئے مخصوص کر دیا، جسے وہ تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کرتے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شیریں کلامی، صاف گوئی، خوش اخلاقی اور نورِ ایمانی کی بدولت باشندگان یثرب تیزی سے ان کے گرویدہ ہونے لگے۔

سب سے بڑھ کر جس خوبی نے لوگوں کو متاثر کیا وہ ان کا نہایت سریلی آواز میں قرآن حکیم کی تلاوت کا دلکش انداز تھا، جس سے پتھر ایسے دل نرم ہو جاتے، سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، آپ کی ہر مجلس میں کچھ افراد وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

ایک دن حضرت اسعد بن زرراہ رضی اللہ عنہ اپنے معزز مہمان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تاکہ قبیلہ بنو عبدالاشہل کے چند افراد سے ملاقات کریں اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کریں۔

دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے اور میٹھے پانی کے ایک چشمے کے پاس بیٹھ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور چند غیر مسلم بھی آپ کی باتیں سننے کے لئے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے نہایت پیار سے انداز میں ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنی شروع کی، سب ہی خاموش اور توجہ سے سننے اور آپ کی جادو بیانی سے متاثر ہونے لگے۔

ایک روز اہل یثرب میں ایک شخص نے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ کو اطلاع دی۔ یہ دونوں قبیلہ اوس کے

marfat.com

Marfat.com

سردار تھے کہ ایک مکی نوجوان ان کے گھروں کے قریب سکونت پذیر ہے۔ لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے میں دن رات مصروف ہے اور اسعد بن زرراہ نے اسے اپنے گھر ٹھہرایا ہوا ہے۔ یہ خبر سن کر سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا' تیرا کچھ نہ رہے' فوراً جاؤ' اس مکی نوجوان کی خبر لو' جس نے ہمارے گھروں کا رخ کر رکھا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہمارے کمزور دل لوگوں کو ورغلائے اور ہمارے خداؤں کی توہین کرے۔ اسے روکو اور تنبیہ کر دو کہ آج کے بعد ہمارے علاقے میں قدم نہ رکھے۔ پھر افسردہ ہو کر کہنے لگا۔ اگر یہ میری خالہ کے بیٹے اسعد بن زرراہ کے ہاں مہمان نہ ہوتا تو میں خود اس کی خبر لیتا اور اسے فوراً یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔

سعد بن معاذ کی باتیں سن کر اسید بن حضیر نے نیزا پکڑا اور سیدھا مذکورہ باغ کی طرف چل دیا۔ حضرت اسعد بن زرراہ رضی اللہ عنہ نے جب دور سے اسے باغ کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ وہ دیکھو قبیلے کا سردار اسید بن حضیر آ رہا ہے۔ بہت سے کمالات کی بنا پر اسے قبیلے میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر یہ مسلمان ہو جائے تو اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ ازراہ کرم اس کے سامنے اللہ تبارک تعالیٰ کا پیغام عمدہ اور دلنشین انداز میں پیش کرنا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اسید بن حضیر بڑے طمطراق اور رعب و دبدبہ کے ساتھ مجمعے کے سامنے آ کھڑا ہوا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے گھروں کی طرف رخ کرنے کی جرات کیسے ہوئی؟ ہمارے کمزور دل لوگوں کو پھسلانے اور ورغلانے کے لئے تمہیں کس نے اجازت دی۔ کان کھول کر میری بات سنو' اگر تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو اسی وقت ہماری بستی سے نکل جاؤ۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نور ایمان سے چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ اسید بن حضیر کی طرف دیکھا اور نہایت نرم لہجے اور میٹھے انداز میں ارشاد فرمایا:

میرے بھائی! کیا تمہیں خیر اور بھلائی مطلوب ہے؟"

اس نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا "خیر اور بھلائی کیا ہوتی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

آپ ہمارے پاس چند لمحے بیٹھیں' میری باتیں سنیں۔ اگر آپ کو یہ پسند آئیں تو قبول کر لینا اور اگر پسند نہ آئیں تو ہمارا آپ سے وعدہ رہا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور دوبارہ کبھی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے۔ یہ سن کر اسید بن حضیر نے کہا' بات تو آپ نے دل لگتی کہی ہے۔ ساتھ ہی اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور آرام سے بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دلنشیں انداز میں اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں اور فضائل بیان کرنے اور دلپذیر لہجے میں آیات قرآنی کی تلاوت کرنے لگے۔ جس سے اس کے چہرے سے دھیرے دھیرے سختی دور

Marfat.com

ہونے لگی۔ بالآخر وہ جذب و کیف کے عالم میں پکار اٹھا' آپ کی باتیں کیا خوب ہیں؟ کس قدر دلنشیں اور دلگداز ہیں۔ جس کلام کی آپ تلاوت کرتے ہیں وہ بہت عظیم کلام ہے' پھر اس نے جھکی ہوئی نظروں سے' باادب انداز میں پوچھا: اسلام میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ پہلے غسل کرو' پاکیزہ لباس پہنو اور پھر یہ کلمہ پڑھو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: ''اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔

اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو' یہ سن کر وہ مجلس سے اٹھا۔ قریبی کنوئیں پر گیا۔ غسل کیا' کپڑے دھوئے۔ کلمہ طیبہ پڑھا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور سرزمین عرب کا ایک عظیم سپوت' ماہر شہسوار' دانشور اور قبیلہ اوس کا ہر دلعزیز سردار دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ذاتی کمالات کی بنا پر قبیلے کے افراد اسے کامل کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ یہ بیک وقت سیف و قلم' شہسواری و تیر اندازی' نجابت و شرافت' عقل و دانش اور فن کتابت میں خاص مقام رکھتے تھے۔ بعد میں یہی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا باعث ہے۔ پھر ان دونوں کے ذریعے قبیلہ اوس کے اکثر افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ کو پیغمبر اوّل و آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام ہجرت' جائے پناہ اور دار الحکومت بننے کا شرف حاصل ہوا۔

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے قرآن حکیم کی تلاوت سنی تھی تو ان کے دل میں قرآن حکیم سے والہانہ محبت پیدا ہو گئی تھی۔ آپ قرآن حکیم کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے جیسے کوئی پیاسا گرم ترین دن میں میٹھے اور ٹھنڈے چشمے کی طرف لپکتا ہے۔ بالآخر یہ قرآن حکیم ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اس کے بعد انہیں یا تو غازی مجاہد کے روپ میں اور یا پھر قرآن حکیم کی تلاوت میں منہمک دیکھا گیا۔

آپ کو قدرت کی جانب سے شیریں کلامی' خوش ذوقی اور سریلی آواز کا وافر حصہ ملا تھا۔ جب رات کا سناٹا چھا جاتا۔ لوگ نیند کی آغوش میں لوریاں لینے لگتے تو آپ خوش الحانی سے قرآن حکیم پڑھنا شروع کر دیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تلاوت سننے کے منتظر رہتے۔ خوش نصیب ہے وہ انسان جسے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے تلاوت قرآن سننے کا اتفاق ہوا۔ آپ ہو بہو اسی طرح قرآن حکیم پڑھتے جیسا کہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

انسان تو کجا فرشتے بھی آپ کی تلاوت سن کر لطف اندوز ہوتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن مین لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کا بیٹا یحییٰ صحن کی ایک جانب سویا ہوا تھا اور پاس ہی وہ گھوڑا بندھا ہوا تھا جسے آپ نے جہاد کے لیے تیار کیا تھا۔ رات پرسکون تھی' آسمان صاف شفاف تھا۔ چشم

marfat.com
Marfat.com

فلک پیار بھرے انداز میں پرسکون زمین کو دیکھ رہی تھی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا کہ پرنم فضا کو قرآنی مہک سے معطر کیا جائے۔ انہوں نے دلگداز آواز میں سورہ بقرہ کی ابتدا سے تلاوت شروع کر دی۔ (سورہ بقرہ آیات ۱تا۴)

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''الف' لام' میم یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں' جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں''۔ (سورہ بقرہ آیات ۱تا۴)

جب گھوڑے نے آپ کی دل سوز آواز تلاوت سنی تو تیزی سے ایک چکر لگایا' خطرہ تھا کہ رسی ٹوٹ جائے' یہ منظر دیکھ کر آپ نے تلاوت روک دی۔ گھوڑا ابھی سکون سے کھڑا ہو گیا' آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۵)

ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کر دیا۔ آپ خاموش ہوئے تو گھوڑا ابھی سکون سے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے وقفے وقفے سے تلاوت کی۔ جونہی آپ تلاوت شروع کرتے گھوڑا ابدکنے اور اچھلنے لگتا' جب آپ خاموش ہو جاتے وہ بھی آرام سے کھڑا ہو جاتا۔ آپ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا مستی میں آ کر میرے بیٹے یحییٰ کو روند نہ ڈالے۔

آپ بیٹے کو جگانے کے لئے اس کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر ایک چھتری نما بادل کا ٹکڑا ہے اور اس کے ساتھ چراغ نما روشن قندیلیں لٹک رہی ہیں۔ جن کی ضیاپاشیوں نے چاروں طرف روشنی اور چمک دمک پھیلا رکھی ہے۔ آپ کے دیکھتے ہی یہ بادل کا ٹکڑا اوپر چڑھنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ صبح ہوئی تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور رات کا یہ عجیب وغریب واقعہ بیان کیا۔

آپ ﷺ نے ماجرا سن کر ارشاد فرمایا۔

اسید: یہ تو فرشتے تھے جو تیری تلاوت سن رہے تھے۔ اگر تم اپنی تلاوت کو مسلسل جاری رکھتے تو یہ بالکل

Marfat.com

قریب آ جاتے اور لوگ انہیں بچشم خود دیکھ سکتے۔

جس طرح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو قرآن حکیم کے ساتھ محبت تھی۔ اسی طرح حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ساتھ انہیں والہانہ الفت تھی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتا ہوں تو میرا دل وایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ دل پر نورانی تجلیات کا دورد ہونے لگتا ہے اور بعینہ میرے دل کی یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب میں رسول اقدس ﷺ کے چہرۂ انور کو اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ میری دلی تمنا تھی کہ مجھے موقع ملے تو آپ کے جسم اطہر واقدس کو چوم لوں' ایک دن میری یہ دلی تمنا اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب نبی کریم رؤف ورحیم نے پوری کردی۔ اس طرح کہ ایک روز میں مجلس میں بیٹھا لوگوں کو نصیحت آموز کہانیاں سنا رہا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بنظیر پسندیدگی' میری بغل میں چٹکی لی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس سے مجھے تکلیف ہوئی۔

رحمت للعالمین حضور پُرنور رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اسید اگر تمہیں تکلیف ہوئی ہے تو مجھ سے بدلہ لے لو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے بدن پر تو قمیض ہے لیکن میرے بدن پر قمیض نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے بدلہ دینے کے لئے قمیض اتار دی تو میں آپ ﷺ سے لپٹ گیا اور جسم اطہر واقدس کو چومنے لگا اور ساتھ ہی میں نے اپنی اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب سے میں آپ پر ایمان لایا ہوں' اسی دن سے میری یہ دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو چوموں' اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج میری یہ تمنا پوری ہوئی۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے میں ان کی سبقت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے' غزوۂ احد میں جس انداز سے انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا جوانمردی اور بہادری سے دفاع کیا۔ وہ بلاشبہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جدھر سے آپ کی طرف کوئی تیر آتا' فوراً آگے بڑھتے اور تیر سیدھا ان کے جسم میں پیوست ہو جاتا۔ اس طرح غزوۂ احد میں سات مہلک تیر انہوں نے اپنے بدن پر جھیل کر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت ومحبت کا حق ادا کردیا۔ کوئی تیر بھی آپ تک نہ پہنچنے دیا۔ اپنے قبیلے میں جوان کی قدر ومنزلت تھی نبی کریم رسول اللہ ﷺ اس سے بخوبی واقف تھے۔ اگر یہ اپنے قبیلے کے کسی فرد کی سفارش کرتے تو رسول اللہ ﷺ اسے بخوشی قبول کرلیتے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایک انصاری گھرانے کی مفلوک الحالی کا تذکرہ کیا۔ حقیقتاً یہ گھرانہ تنگ دستی اور بے سروسامان کی حالت میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ مالی تعاون کے مستحق ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اسید تم اس وقت آئے جب ہم سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر چکے ہیں۔ آئندہ جب بھی ہمارے پاس کہیں سے مال آئے تو مجھے یاد دلانا انشاء اللہ ان کی پوری مدد کی جائے گی۔ کچھ ہی عرصہ بعد خیبر سے وافر مقدار میں مال آ گیا۔ آپ نے مستحق مسلمانوں میں اسے تقسیم کیا اور خاص کر اس گھرانے کی دل کھول کر مدد کی جس کی نشاندہی حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس گھرانے کی آسودہ حالی دیکھی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بے ساختہ میری زبان سے نکلا۔ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''اے خاندان انصار تمہیں بھی اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ جب سے میرا آپ لوگوں سے تعارف ہوا ہے' میں نے تمہیں پاکدامن اور بہت زیادہ صبر و تحمل کرنے والا پایا ہے لیکن تم میرے بعد دیکھو گے کہ انصار کی نسبت دیگر لوگوں سے اچھا سلوک برتا جائے گا لیکن تم میری ملاقات تک صبر کرنا' یہ ملاقات انشاء اللہ حوض کوثر پر ہوگی''۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے مسلمانوں میں مال و متاع تقسیم کیا۔ میرے حصے میں ایک چوغہ آیا جو میری نگاہ میں ایک معمولی سا تھا۔ میں ابھی مسجد میں ہی بیٹھا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس نے بہت قیمتی اور عمدہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ یہ لباس امیر المومنین نے اسے بیت المال سے عنایت کیا تھا اور یہ اتنا لمبا تھا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا جا رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر مجھے وہ فرمان رسول اللہ ﷺ یاد آ گیا جب آپ ﷺ نے انصار کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد انصار سے زیادہ دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی اور یہ فرمان نبوی ﷺ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک ساتھی کو بھی سنایا۔ وہ شخص میری بات سنتے ہی اٹھا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو میں نے اس کے سامنے کہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سنتے ہی میرے پاس پہنچے۔ میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے گرجدار آواز میں کہا اسید جلدی نماز پڑھو۔ جب میں نے نماز پوری کر لی تو آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

بھلا میرے متعلق تم نے کیا کہا ہے؟

میں نے حرف بحرف سب کچھ بتا دیا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

اسید! اللہ آپ کو معاف فرمائے' یہ لباس میں نے اس شخص کو دیا تھا جسے انصاری ہونے کے ساتھ ساتھ بیعت عقبہ' غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل ہے' واقعہ دراصل یہ ہے کہ لباس اس قریشی نوجوان نے ان سے خرید لیا' اب بتایئے اس میں میرا کیا قصور ہے؟

تمہارا کیا خیال ہے کہ جس صورتحال کی خبر حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دی تھی وہ میرے دور حکومت میں ظہور پذیر ہوگی۔

یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فوراً بولے۔ امیر المومنین خدا جانتا ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ آپ کے دور حکومت میں ایسا نہیں ہوسکتا۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں ان کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ جب آپ اللہ کو پیارے ہوگئے تو پتہ چلا کہ چار ہزار درہم کے مقروض ہیں۔ آپ کے وارثوں نے سوچا' قرض ادا کرنے کے لئے ان کی زرعی زمین کو بیچ دیا جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے فوراً قرض خواہوں سے رابطہ قائم کیا اور انہیں سالانہ ایک ہزار درہم کا اناج لینے پر راضی کر لیا۔ اس طرح چار سال کے عرصے میں قرض بھی ادا ہو گیا اور زمین بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی اولاد کی ملکیت رہی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا تفصیلی حالات زندگی کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(بخاری۔ مسلم باب فضائل صحابہ- جامع الاصول جلد۹' صفحہ ۳۷۸- طبقات ابن سعد جلد۳' صفحہ ۶۰۳- تہذیب التہذیب جلد۱' صفحہ ۳۴۷- اسد الغابۃ جلد۱' صفحہ ۹۲- حیاۃ الصحابۃ جلد چہارم- الاعلام و مراجعہ)

حضرت اُمِ عمارۃ نسیبۃ بنت کعب رضی اللہ عنہا

وہ عظیم المرتبت' صد عزت وافتخار کی حامل' محترم' خوش نصیب' عالی ہمت اور قابل رشک فرمانبرداری واتباع کرنے والی مجاہدہ صحابیہ اور اس کا خاندان مبارک جس کے لئے پیغمبر اول و آخر و اعظم' اصل الموجودات' انسان کامل' رسول کائنات پیغمبر بحر و بر' سید المرسلین خاتم النبیین' تاجدار کائنات' حبیب اللہ حضور پُر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کے احترام میں فرمایا:

''اے رب للعالمین! اس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنا دے''۔

عبادت گذار' شب زندہ دار' صبر وتحمل اور جرات وشجاعت کی پیکر' جذبہ جہاد سے سرشار' میدان کارزار میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والی مجاہدہ' خاوند کی خدمت گزار' وفادار رفیقہ حیات' اولاد کی شفیق و ہمدرد ماں' قرآن وحدیث کے نورانی علم سے بہرہ ور ایک عالمہ فاضلہ' جس کا بھائی عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں سے

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ جس کے دونوں بیٹے شہید ہوئے۔ انصار کے قبیلہ خزرج کی مشہور و معروف شاخ بنونجار کی معزز خاتون۔ اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا ایمان افروز تذکرہ پیش خدمت ہے۔ پڑھئے اور اپنے دلوں کو ایمان کی لذت سے سرشار کیجئے اور ایمان سے بھر لیجئے۔

مدینہ منورہ سے انصار کے وہ افراد جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دل پذیر دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ حضور پُر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر دوسری مرتبہ بیعت کرنے کے لئے ایک مخصوص گھاٹی پر گئے۔ جہاں حضور پُر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لینے کے لئے تشریف لائے۔ اس خوش نصیب قافلے میں ستر (70) مرد اور دو (2) عورتیں تھیں۔ ایک اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مردوں سے بیعت لے لی گئی تو میرے خاوند غزیۃ بن عمرو نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو خواتین بھی بیعت کے لئے حاضر ہیں۔ ان پر بھی نظر کرم کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے ان کی بیعت بھی انہیں شرائط پر قبول ہے جو آپ تمام احباب سے کی گئی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دیئے۔ عورتوں سے میں مصافحہ نہیں کرتا۔ یہ معاہدہ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بیعت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹیں تو خواتین کی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف ہو گئیں۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی زید بن عاصم مازنی سے ہوئی جس سے دو لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دونوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ دوسری شادی غزیۃ بن عمرو مازنی سے ہوئی جس سے ایک لڑکا تمیم ایک لڑکی خولہ پیدا ہوئے۔ یہ پورا گھرانہ اسلام کی برکات سے بہرہ مند ہوا۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب سیرۃ ''اعلام النبلاء'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بیعت عقبہ ثانیہ، غزوۂ احد، صلح حدیبیہ، غزوۂ حنین، جنگ یمامہ میں شریک ہوئیں۔ غزوۂ احد میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے کے علاوہ تلوار کے وہ جوہر دکھلائے کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ حضور انور رسول پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کہ میں اپنے دائیں بائیں جس طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھتا، اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کو میرا دفاع کرتے ہوئے مسلسل لڑتا ہوا پاتا''۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ احد میں ایک ایسا نازک ترین وقت آیا کہ مجاہدین پسپا ہو کر بکھر گئے۔ میں اپنے خاوند، دونوں بیٹوں عبداللہ اور حبیب کے ہمراہ حضور پُر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے آپ کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ ہم ہر طرف سے حملے کا جواب دینے لگے۔ میرے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے

Marfat.com

میں ڈھال تھی۔ اگر دشمن گھوڑوں پر سوار نہ ہوتے تو ہم ان میں سے کسی کو بھی زندہ بچ کر جانے نہ دیتے۔
ایک گھوڑے پر سوار دشمن نے مجھ پر تلوار کا وار کیا لیکن میں نے اپنی ڈھال پر اس وار کو روک لیا۔ وہ کچھ نہ کر سکا تو اس نے یکدم گھوڑے کی لگام کھینچی اور پیچھے مڑا تو میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کے گھوڑے کی پیٹھ پر تلوار کا ایک زوردار وار کیا جس سے اس کے گھوڑے کی پیٹھ کٹ گئی اور وہ اپنے سوار سمیت زمین پر گر پڑا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے با آواز بلند حضرت عبداللہ بن اُم عمارہ رضی اللہ عنہا سے کہا وہ دیکھو اپنی والدہ کا ہاتھ بٹاؤ۔ وہ جلدی سے میرے پاس آیا' اس نے میری مدد کی اور ہم دونوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔
حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ احد میں شریک ہوا۔ جب دشمن کی طرف سے زوردار حملہ ہوا' مجاہدین بکھر گئے' میں اپنی والدہ کے ہمراہ حضور پرنور نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا۔ آپ ﷺ پر جس طرف سے بھی کوئی وار ہوتا ہم اسے روکتے۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی' میں نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دشمن پر وار کرو۔ میں نے سامنے گھوڑے پر سوار ایک مشرک پر پتھر پھینکا جو سیدھا اس کے گھوڑے کی آنکھ پر لگا۔ جس سے گھوڑا اپنے سوار سمیت قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ میں نے اوپر سے ایک اور بھاری پتھر اسے دے مارا جس سے وہ دیکھتے ہی دیکھتے واصلِ جہنم ہو گیا۔
یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشگوار تاثرات نمایاں ہوئے اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ میری والدہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے کندھے سے خون بہہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی والدہ کے کندھے پر مرہم پٹی کرو اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا: ''تمہارا پورا خاندان بڑا عظیم ہے۔ اللہ تم پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے''۔ اور ساتھ ہی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس خاندان کے لئے یہ دعا کی:
''الٰہی اس خاندان کو جنت میں میرا رفیق بنا دینا''۔

یہ دعا سن کر حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی ان کے جوش و جذبے میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا اور زیادہ زوردار انداز میں دشمن پر جھپٹنے لگے۔
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک مشرک سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ اس نابنجار نے ایک زوردار وار کر کے ان کے بائیں ہاتھ پر ایک گہرا زخم لگا دیا جس سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ حضور انور رسول اللہ ﷺ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا جلدی زخم پر پٹی باندھو۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ بیٹے کا ہاتھ بری طرح زخمی ہو چکا ہے' خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔ اس نے فوراً اپنے بیٹے کے زخم پر پٹی باندھی اور کہا میرے لاڈلے بیٹے گھبراؤ نہیں' اٹھو ہمت کرو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ ماں بیٹے کی جرات و شجاعت کو دیکھ کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا:
''اے اُمِ عمارہ! آپ جیسی جرات بھلا کوئی کہاں سے لائے''۔
حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا ہاتھ میں برہنہ شمشیر لئے رسول کریم رؤف و رحیم کے پاس کھڑی تھی کہ وہی مشرک

marfat.com
Marfat.com

دوبارہ سامنے آیا جس نے اس کے بیٹے کو زخمی کیا تھا۔ حضور انور رسول پُر نور ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا: یہی تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا ہے۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے سنتے ہی اس پر ایک ایسا خطرناک وار کیا جس سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ چند مجاہدین نے اسے دبوچ لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''اُم عمارہ رضی اللہ عنہا آپ نے تو کمال کر دیا''۔

فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ اس وقت مسکرا رہے تھے اور ساتھ ہی آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

''شکر اس اللہ کا جس نے تجھے کامیابی دی۔ دشمن کی جانب سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور تیرا بدلہ تجھے تیری آنکھوں سے دکھلا دیا''۔

(سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)

اللہ پاک کی تمام تعریفیں' اور اللہ پاک ہی بزرگ و برتر ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

''میں نے غزوۂ احد کے دن جب بھی اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اسے (حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا) میرے دفاع میں لڑتے ہوئے پایا''

غزوۂ احد میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر تقریباً بارہ زخم لگے جن میں کندھے کا زخم بہت گہرا تھا۔ جس کا علاج تقریباً ایک سال تک ہوتا رہا۔ ابن قمیہ نامی ایک کافر نے حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جو بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ آپ بے ہوش ہو گئیں' جب ہوش آیا تو سب سے پہلے پوچھا کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے نہ ہی اپنے بیٹوں کے بارے میں پوچھا اور نہ ہی خاوند کے بارے میں۔ جب اسے یہ بتایا گیا کہ آپ ﷺ بالکل محفوظ ہیں تو اس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا غزوۂ حنین اور فتح مکہ کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئیں۔ اس جنگ میں لڑائی کے دوران ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے علاوہ جسم پر گیارہ زخم لگے۔ اس کا بیٹا حبیب بن زید انصاری اسی جنگ میں شہید ہوا۔ اس پر مسیلمہ نے خود وار کیا تھا جس سے وہ جام شہادت نوش کر گئے۔

دوسرا بیٹا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ معرکہ حرۃ میں شہید ہوا۔ یہ جنگ ۶۳ ہجری کو مدینہ منورہ کے مشرقی جانب واقع سیاہ پہاڑوں میں لڑی گئی تھی۔ حرۃ دراصل سیاہ پہاڑی کو کہتے ہیں۔ اس قسم کے پہاڑ زیادہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں واقع ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ عظیم المرتبت مجاہد ہے جس نے مسیلمہ کذاب کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اپنے نیزے سے شہید کرنے والا وحشی بن حرب بھی مسیلمہ

Marfat.com

کذاب کے قتل کرنے میں برابر کا شریک ہے۔

غزوۂ احد سے فارغ ہو کر جب مجاہدین حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اعلان کر دیا کہ غزوۂ احد میں شریک ہونے والے مجاہدین تیار ہو جائیں۔ کل صبح مشرکین کے تعاقب کے لئے مقام حمراء الاسد کی طرف روانہ ہوں گے۔ مجاہدین نے صرف ایک رات مدینہ منورہ میں گزاری' پھر جہاد پر روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی جذبہ جہاد سے سرشار روانگی کے لئے اٹھیں لیکن گہرے زخموں کی وجہ سے بدن میں اتنی نقاہت ہو چکی تھی کہ کوشش کے باوجود چل نہ سکیں۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہی عبداللہ بن کعب مازنی رضی اللہ عنہ سے ان کی ہمشیرہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی صحت کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ زخم دھیرے دھیرے بھر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے اطمینان کا سانس لیا اور اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا غزوۂ بنو قریظہ میں شریک ہوئیں۔ اس معرکے میں چند دیگر خواتین بھی شریک تھیں۔ ان سب کو حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے صلح حدیبیہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ فرماتی ہیں کہ ہم عمرہ ادا کرنے کے لئے حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب حدیبیہ مقام پر ہمیں روک لیا گیا۔ قریش نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان مکہ معظمہ میں داخل ہوں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ ان کی واپسی میں تاخیر ہو گئی۔ خبر یہ اڑا دی گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ نے درخت کے سائے میں بیٹھ کر بیعت لینا شروع کر دی۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ

''اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کا حکم دیا ہے''۔

جس کے پاس کوئی ہتھیار تھا' اس نے تھام لیا۔ چونکہ یہ سفر عمرہ ادا کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا تھا اس لئے بیشتر افراد کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک لاٹھی پکڑ لی اور ایک چھری اپنے کمر بند میں اڑس لی تاکہ اگر کوئی دشمن میرے قریب آیا تو اس کا کام تمام کر سکوں لیکن لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اڑائی گئی خبر غلط نکلی۔ دشمن سے معاہدۂ امن طے پا گیا جو تاریخ میں صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

غزوۂ خیبر میں بیس خواتین شریک ہوئیں جن میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ خیبر فتح ہوا' مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا تو اس میں سے خواتین کو بھی حصہ دیا گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں زیور' عمدہ لباس اور دو دینار آئے۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ حنین میں بھی جرات و شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ فرماتی ہیں کہ بنو

marfat.com

Marfat.com

ہوازن کا ایک شخص اونٹ پر سوار میدان میں جھنڈا لہراتا ہوا داخل ہوا۔ میں نے موقع پاتے ہی اونٹ کی پچھلی جانب زوردار وار کیا جس سے اونٹ لڑکھڑاتا ہوا اپنے سوار سمیت گر پڑا۔ اس کے گرتے ہوئے سوار پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ اٹھ نہ سکا۔

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تاکہ اسے راہ راست پر لایا جاسکے۔ اس بدبخت نے سفارتی آداب کو پامال کرتے ہوئے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا اور ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور اس سے پوچھا:

''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔

پھر اس نے پوچھا:

''کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں''۔

اس نے کہا میں بہرہ ہوں' میں سنتا نہیں۔

مسیلمہ کذاب نے یہ سوال بار بار کیا۔ ہر بار حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا تو اس بدبخت نے ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو جب بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلاسہ دیتے ہوئے اس خاندان کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے لشکر روانہ کیا تو اس میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی اور ان کا بیٹا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھا۔ اس معرکے میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کا ایک بازو کٹ گیا۔ اس کے علاوہ تقریباً گیارہ زخم جسم پر لگے۔ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے والوں میں حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی تھا۔ سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کے کٹے ہوئے ہاتھ کا علاج کرنے کے لئے تیل گرم کیا اور جلتے ہوئے تیل میں زخمی بازو کو داغ جس سے خون رک گیا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بازو کے کٹ جانے کا اتنا غم نہیں تھا جتنی خوشی مسیلمہ کذاب کے واصل جہنم ہونے کی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک روز بہت عمدہ چادریں ان کے پاس لائی گئیں۔ ایک چادر بہت ہی عمدہ اور بڑے سائز کی تھی۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ یہ چادر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا کو دے دی جائے تو آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا۔ یہ چادر اس خاتون

Marfat.com

کو دی جائے گی جو صفیہ رضی اللہ عنہا سے کہیں بہتر ہے۔ میں نے اس خاتون کی تعریف حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ اس کے بعد یہ چادر حضرت اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔

ایک روز حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم میں اکثر و بیشتر مردوں کو ہی تذکرہ ہوتا ہے۔ عورتیں بیچاری محروم ہی رہتی ہیں تو سورہ احزاب کی آیت مبارک 35 نازل ہوئی جس میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد باری یوں ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○

ترجمہ: ''بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صابر مرد اور صابر عورتیں' اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں' صدقہ دینے والے مرد اور صدقات دینے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں' اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے''۔ (سورہ احزاب آیت ۳۵)

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا صحابیات میں اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔ غزوۂ احد میں جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا' ان کے خاوند اور دونوں بیٹوں کی جاں نثاری کا انداز دیکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

''اللہ تم پر رحم کرے اے خاندان''

اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ ہمیں جنت میں آپ کا ساتھ نصیب فرما دے تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔

اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة

ترجمہ: ''الٰہی ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دینا''

حضرت اُمِ عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی پر مندرجہ بالا مضمون کے لئے درج ذیل حوالہ جات ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(مسند امام احمد جلد ۶، صفحہ ۴۳۹ - طبقات ابن سعد جلد ۸، صفحہ ۴۱۰ - الاستبصار صفحہ ۸۲ - تھذیب الکمال صفحہ ۱۷۰۳ - تھذیب التھذیب جلد ۱۲، صفحہ ۴۷۴ - کنز العمال جلد ۱۳، صفحہ ۶۲۵ - البدایۃ والنھایۃ جلد ۳، صفحہ ۱۶۶ - السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲، صفحہ ۱۷۵ - انساب الاشراف جلد ۱، صفحہ ۲۵۰ - الاصابۃ جلد ۴، صفحہ ۴۵۷ - صفۃ الصفوۃ جلد ۲، صفحہ ۶۳ - سیرۃ اعلام النبلاء جلد ۲، صفحہ ۲۷۹ - اعلام النساء جلد ۵، صفحہ ۱۷۳ - الاستیعاب جلد ۴، صفحہ ۴۵۶)

☆☆

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

دنیائے اسلام کی عظیم ترین مجاہدہ، عظیم والدہ، والدین اور اسلام کے ایک عظیم گھرانے کا عظیم سپوت۔ جن کے بارے میں، جن سے حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''اے اہل بیت تمہیں برکت نصیب ہو، اے اہل بیت تم پر رحمت کی برکھا برسے''

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے خوش نصیب گھر میں نشوونما پائی جس کے ہر پہلو، ہر زاویے میں ایمان کی دلآویز مہک پھیلی ہوئی تھی اور جس گھرانے کے ہر فرد کے دل میں اللہ ورسول کے ہر حکم پر قربان ہو جانے کا جذبہ موجزن تھا۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مسلمانوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور یہ ان بہتر (72)، ستر مرد اور دو (2) خوش نصیب خواتین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو بیعت عقبہ کے وقت خدمت اقدس رسول کریم ﷺ میں موجود تھے۔ انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے ہمراہ بیوی بچے بھی تھے۔

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا بنو مازن قبیلے سے تھیں۔ یہ وہ پہلی خوش نصیب اور بہادر خاتون ہیں جس نے دین الٰہی اور حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں سب سے پہلے تلوار اٹھائی۔

ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں رسول اقدس ﷺ کے دفاع کی خاطر اپنا سینہ آگے بڑھایا تاکہ دشمن کی طرف سے جو تیر بھی آئے وہ ان کے سینے میں لگے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو کوئی خراش بھی نہ آئے۔ یہ ایمان پرور منظر دیکھ کر آپ ﷺ نے بے ساختہ ارشاد فرمایا۔

اہل بیت تم پر اللہ تبارک تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں
اہل بیت تم پر اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت کی برکھا برسے

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کے دل میں نور ایمان جلوہ نما ہوا اور یہ حلاوت ایمانی سے لذت آشنا ہوئے۔ یہ اپنے ماں باپ، خالہ اور بھائی کے ہمراہ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ان بہتر (72)، ستر مرد اور دو (2) خواتین تاریخ ساز قدسی نفوس ہستیوں میں شامل ہو سکیں جنہیں بیعت عقبہ کی سعادت عظمیٰ

Marfat.com

نصیب ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی اپنا ننھا سا ہاتھ آگے بڑھایا اور تاروں کی روشنی میں حضور پُر نور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی سعادت حاصل کی۔ اس دن سے رسول خدا ﷺ انہیں اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبوب بن گئے اور اسلام اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے اس لیے کہ یہ اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے اور نہ ہی انہیں غزوۂ احد میں حصہ لینے کا شرف عظیم حاصل ہو سکا اس لیے کہ اس وقت بھی تلوار اٹھانے کے قابل نہ ہوئے تھے لیکن اس کے علاوہ تمام غزوات میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر غزوے میں شجاعت، تجربہ، اعلیٰ شرف اور قربانی کی ناقابل فراموش داستانیں رقم کیں۔

تاجدار کائنات، سرورِ دو عالم، ہادیٔ دو جہاں، رسول برحق، پیغمبر اول و آخر و اعظم سیدالمرسلین خاتم النبیین ﷺ اور دین اسلام کی محبت میں جن لوگوں نے کبھی نہ بھولنے والی، رسول برحق اور دین برحق سے محبت کے معنی سمجھا دینے والی، نہایت ایمان افروز اور ایمان کی آخری حدوں کو دکھانے دینے والی، داستانیں رقم کی ہیں، انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے جو نقوش ثبت کیے ہیں ان میں ایک اسی سے ملتی جلتی، اسی طرح کی داستان حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے رقم کی تھی۔ دونوں میں زمانہ وقوع کے فرق کے علاوہ یہ فرق بھی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کے سوال و جواب کے بعد کفار و مشرکین مکہ نے علاقہ مکہ میں شہید کیا تھا اور حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب نے علاقہ یمامہ میں شہید کیا۔

لیجئے وہ ایمان افروز، خون کے آنسو رلا دینے والی عشق اللہ و رسول سے لبریز داستان درج ذیل ہے۔

سن ۹ ہجری میں دین اسلام کا پھیلنا اپنے جوبن پہ تھا، اسلامی شان و شوکت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جزیرہ نمائے عرب کی ہر طرف سے بے شمار قافلے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی زیارت، آپ ﷺ کی بیعت کرنے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا برسر عام اعلان کرنے کے لئے جوق در جوق مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ ان قافلوں میں ایک وفد بنو حنیفہ کا بھی تھا جو وادی نجد سے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

وفد نے اپنے اونٹ مدینہ طیبہ سے باہر ہی بٹھا دیئے اور سامان کے پاس مسیلمہ بن حبیب حنفی (بنو حنیفہ کا فرد) کو چھوڑ دیا۔ یہ وفد حضور پُر نور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے روبرو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس وفد کی آمد سے بہت خوش ہوئے ان کی عزت افزائی کی اور وفد کے ہر رکن کو قیمتی تحائف سے نوازا اور ان کے اس ساتھی کو بھی تحائف دیئے جسے یہ اپنے سامان کے پاس چھوڑ کر آئے تھے۔

یہ وفد نجد واپس پہنچا ہی تھا کہ مسیلمہ بن حبیب حنفی مرتد ہو گیا اور برسر عام اس نے یہ اعلان کر دیا۔ میں رسول ہوں مجھے اللہ نے بنی حنیفہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو قریش کی طرف

marfat.com
Marfat.com

رسول بنا کر بھیجا۔

یہ اعلان سننے کے بعد قوم اس کے گرد جمع ہونے لگی اور قومی عصبیت کی بنا پر اس کا بھرپور ساتھ دینے لگی۔ قومی عصبیت کا یہ عالم تھا کہ بنوحنیفہ کی ایک شخصیت نے برملا کہا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور مسیلمہ جھوٹا ہے لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص مجھے مضر قبیلے کے سچے شخص سے زیادہ عزیز ہے۔

جب مسیلمہ کی حیثیت مضبوط ہوگئی اور ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو اس نے حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

مسیلمہ رسول خدا سے' محمد رسول خدا کی طرف

السلام علیک

مجھے نبوت ورسالت میں آپ کا شریک کار بنا دیا گیا ہے۔ نصف زمین ہمارے لیے ہے اور نصف قریش کے لئے لیکن قریش ظالم قوم ہے۔

یہ خط دو قاصدوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔ جب یہ قاصد خط لے کر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو آپ نے دو قاصدوں سے پوچھا تم دونوں کی کیا رائے ہے؟

دونوں نے بیک زباں کہا: اس سلسلے میں ہمارا مؤقف وہی ہے جو مسیلمہ کا ہے۔

آپ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی قانون نہ ہوتا' تو آج میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔

پھر آپ نے مسیلمہ کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف

سلامتی ہو اس کے لئے جس نے ہدایت کی پیروی کی' یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام اہل تقویٰ کے لئے ہے۔

اور انہیں دو قاصدوں کے ہاتھوں یہ خط روانہ کر دیا۔

مسیلمہ کذاب کا شر وفساد جب حد سے بڑھ گیا تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اسے ایک ایسا خط ارسال کرنے کا ارادہ کیا جس کے ذریعے اسے گمراہی سے روکیں اور یہ خط لے جانے کے لئے ہماری اس داستان کے ہیرو حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ یہ ان دنوں بھرپور جوانی میں تھے اور جب

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور دین ان کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ حضور انور رسول اللہ ﷺ کا حکم پا کر راستے کے نشیب و فراز سے شاداں و فرحاں گزرتے ہوئے نجد کے بالائی علاقے میں دیار بنو حنیفہ میں پہنچے اور یہ خط مسیلمہ کذاب کے سپرد کیا۔

جونہی مسیلمہ نے یہ خط سنا تو وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا اور غرور و نخوت سے اس کا سینہ تن گیا۔

کینہ و بغض، ظلم و تعدی اور جور و جفا کے آثار اس کے منحوس و مکروہ چہرے سے نمایاں دکھائی دینے لگے اور اس نے غیض و غضب سے بے قابو ہو کر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو پابند سلاسل کرنے کا حکم جاری کر دیا' اور دھاڑتے ہوئے یہ کہا کہ کل دن چڑھے اسے میری عدالت میں پیش کیا جائے۔ دوسرے روز مسیلمہ کذاب نے اپنی محفل جمائی۔ دائیں بائیں سرکش مریدوں کو بٹھایا۔ عوام الناس کو بھی دربار میں داخلے کی اجازت دے دی گئی۔ دربار جب لوگوں سے بھر گیا اور تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی تو اس نے حکم دیا کہ اب حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائے۔ آپ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر وہاں پہنچے۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ لوگوں کے جم غفیر کے درمیان بڑی شان و شوکت کے ساتھ سینہ تان کر اس طرح سیدھے کھڑے ہو گئے جیسے کوئی عمدہ قسم کا سیدھا نیزہ زمین میں گڑا ہوا ہوتا ہے۔

مسیلمہ نے ان کی طرف دیکھا اور کہا

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر غیظ و غضب سے مسیلمہ کی رگیں پھول گئیں اور کہا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نے مذاق کے انداز میں کہا۔ میرے کان تیری بات سننے سے قاصر ہیں۔

یہ سن کر مسیلمہ کذاب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ غصے سے ہونٹ کانپنے لگے اور جلاد سے کہا۔ اس کے جسم کا ایک حصہ کاٹ دو۔

جلاد نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پر تلوار سے زوردار وار کیا اور جسم کا ایک حصہ چشم زدن میں کٹ کر زمین پر پھڑ پھڑانے لگا۔

اس کے بعد مسیلمہ کذاب نے دوبارہ پوچھا۔

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ کے رسول ہیں؟

فرمایا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

آپ نے غصے سے کہا: میں نے تجھے پہلے نہیں بتایا تھا کہ تیری یہ بات سننے سے میرے کان قاصر ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے جسم کا ایک اور حصہ کاٹ دیا جائے۔

تو اس کا حکم سن کر جلاد نے ایک اور وار کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جسم کا ایک اور حصہ کاٹ ڈالا۔ اب یہ دونوں حصے ایک دوسرے کے برابر زمین پر پڑے پھڑ پھڑا رہے ہیں۔

مجمع دم بخود ٹکٹکی لگا کر یہ المناک منظر دیکھ رہا ہے۔ مسیلمہ سوال کر رہا ہے! جلاد تلوار چلا رہا ہے اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ دیوانہ وار کہے جا رہے ہیں۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

جسم کا نصف حصہ گوشت کے ٹکڑوں کی صورت میں زمین پر بکھرا ہوا ہے اور دوسرا نصف جو ابھی زندہ ہے زبان حال سے پروردگار عالم کی واحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔ بالآخر ان کی پاکیزہ روح پرواز کر جاتی ہے اور ان کے پاکیزہ لبوں پہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جن کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی سعادت حاصل کی تھی۔

پیغمبر اول وآخر واعظم ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نام مسلسل ان کی زبان پہ جاری رہا جب تک جسم میں جان رہی۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ان کی والدہ ماجدہ کو ملی تو ارشاد فرمایا:

اسی لیے تو میں نے اپنے بیٹے کو تیار کیا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں میں ثواب کی طالب ہوں۔ بچپن میں میرے بیٹے نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت عقبہ کی اور آج اس کا حق ادا کر دیا اور اگر اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے قدرت دی تو میں مسیلمہ کو عبرتناک انداز میں موت کے گھاٹ اتار دوں گی کہ اس کی بیٹیاں سینہ کوبی پر مجبور ہو جائیں گی۔

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے اس ولولہ انگیز تمنا کے اظہار کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خلیفہ ثانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ مسلمان وفور شوق سے دوڑتے ہوئے مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام میں بنو مازن قبیلہ کی معزز وغیور خاتون حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل ہوئی۔

یمامہ کے مقام پر یہ خطرناک لڑائی لڑی گئی۔ میدان کارزار میں یہ غیور خاتون جرات وشجاعت کا پیکر بنے ہوئے للکار رہی تھی۔

اللہ کا دشمن کہاں ہے؟

مجھے اللہ کے دشمن کا پتہ بتاؤ۔

Marfat.com

جب حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا اس تک پہنچی تو وہ اوندھے مونہہ زمین پر گرا ہوا تھا اور مسلمانوں کی تلواریں اس کا خون پی رہی تھیں۔ دشمن خدا مسیلمہ کذاب کا یہ انجام دیکھ کر اس کا دل بہت خوش ہوا۔

آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ بھلا دل مسرور کیوں نہ ہوتا آنکھیں ٹھنڈی کیوں نہ ہوتیں کہ خالق و مالک کائنات اللہ ذوالجلال والاکرام کی قدرت و رحمت سے جو مسلمان شہید ہوئے وہ جنت میں گئے اور مسیلمہ کذاب جہنم رسید ہوا۔

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی جو مندرجہ بالا مضمون میں بیان کئے گئے ہیں ان کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(اسد الغابۃ جلد ا' صفحہ ۴۴۳ - انساب الاشراف جلد ۴' صفحہ ۳۱۶ - الطبقات الکبریٰ جلد ۴' صفحہ ۳۱۶ - السیرۃ النبویہ لابن ہشام - الاصابۃ جلد ا' صفحہ ۳۰۶ - ہداء الاسلام فی عہد النبوۃ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب مخبر صادق تاجدار کائنات' سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کوئی کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ عبداللہ بن سلام کو دیکھ لے۔''

حصین بن سلام یثرب (مدینہ طیبہ کا پرانا نام) میں ایک معروف یہودی عالم تھے۔ مدینہ کے تمام باشندے دینی اور قومی اختلافات کے باوجود ان کی دلی قدر کیا کرتے تھے۔ (حصین بن سلام)

تقویٰ' نیکی استقامت اور صداقت جیسی اعلیٰ و ارفع خوبیوں سے متصف تھے۔

حصین بڑی خوشگوار' پرامن زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کی زندگی دوسروں کے لئے مفید بھی تھی۔ انہوں نے اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

ایک حصہ عبادت گاہ میں وعظ و نصیحت اور عبادت کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔

دوسرا حصہ اپنے باغ کی دیکھ بھال اور کھجوروں کی پیوند کاری کے لئے مخصوص تھا اور تیسرا حصہ دین میں بہتری' بھلائی کے لئے اور تورات پر غور و تدبر کے لئے مخصوص تھا۔

جب بھی حصین بن سلام تورات کی تلاوت کرتے تو ان آیات پر آکر رک جاتے جن میں نبی آخر الزمان کی خوشخبری دی گئی تھی۔ یہ نبی منتظر کے اوصاف کو غور سے پڑھتے اور یہ دیکھ کر خوشی سے جھوم جاتے کہ وہ ان کے شہر یثرب میں ہجرت کر کے آئیں گے اور پھر یہیں مستقل رہائش اختیار کریں گے۔ جب بھی یہ آیات پڑھتے تو یہ دعا کرتے۔ الٰہی! میری عمر دراز فرما تا کہ میں نبی منتظر کو بچشم خود دیکھ سکوں' آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والوں میں سے ہو سکوں۔

marfat.com

Marfat.com

خالق و مالک کائنات اللہ جل شانہ نے حصین بن سلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا' آپ کی زندگی میں نبی رحمت ﷺ کا ظہور ہوا اور آپ ﷺ سے ملاقات مصاحبت اور آپ پر اتاری گئی شریعت پر ایمان لانا ان کے مقدر میں لکھ دیا گیا۔

جناب حصین بن سلام کے اسلام قبول کرنے کی داستان انہی کی زبانی سماعت فرمائیں کیونکہ وہی اپنی آپ بیتی زیادہ عمدہ انداز میں بیان کر سکتے ہیں۔

حصین بن سلام فرماتے ہیں۔

میں نے حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کے ظہور کے متعلق سنا تو میں نے آپ ﷺ کے نام حسب ونسب' صفات' ظہور پذیر ہونے کی جگہ اور وقت کا بغور جائزہ لیا تو میں نے آپ ﷺ کو بالکل اس کے مطابق پایا جو تورات میں لکھا ہوا تھا میں فوراً آپ ﷺ کی نبوت پر یقین لے آیا اور آپ کی ﷺ دعوت کی صداقت پر دل و جان سے ایمان لے آیا لیکن میں نے اپنی اس کیفیت کو یہودیوں سے چھپائے رکھا اور اس موضوع پر بات کرنے سے اپنی زبان کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک کہ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ مکہ سے سوئے مدینہ ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے اور یثرب میں پہنچ گئے۔

جب آپ ﷺ یثرب پہنچے وادی قباء میں جلوہ افروز ہوئے تو ایک شخص آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع دیتے ہوئے لوگوں میں منادی کرتا ہوا ہمارے پاس آیا۔ میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں اتارنے میں مصروف تھا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی جب میں نے یہ منادی سنی تو درخت پر بیٹھے ہی میں نے بآواز بلند نعرہ مارا۔

اللہ اکبر...... اللہ اکبر

میری پھوپھی نے جب نعرہ سنا تو بولی خدا تجھے غارت کرے۔

بخدا اگر تو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آمد کے متعلق سنتا تو اس سے زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرتا۔ میں نے کہا: پھوپھی جان خدا کی قسم یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بھائی ہیں اور انہی کے دین پر گامزن ہیں اور وہی شریعت دے کر بھیجے گئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ وہ یہ باتیں سن کر خاموش ہو گئی اور پھر بولی کیا یہ وہی نبی ہے جس کے بارے تم ہمیں بتایا کرتے تھے کہ وہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور اپنے رب کے پیغامات کو مکمل طور پر پہنچانے والا ہوگا۔

میں نے کہا' ہاں

وہ کہنے لگی پھر تو ٹھیک ہے

میں اسی وقت حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ آپ کے دروازے پر لوگوں کا

Marfat.com

اژدحام تھا۔ میں لوگوں کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا حتی کہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا سب سے پہلے میں نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ باتیں سنی۔

لوگو! سلام پھیلاؤ

رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم نماز پڑھا کرو'

اس طرح تم جنت میں سلامتی وامن کے ساتھ داخل ہوسکو گے۔

میں آپ کے چہرۂ انور کو بڑے غور سے ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ پرانوار چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر میں اور قریب ہوا اور میں پکار اٹھا کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور مجھ سے دریافت فرمایا:

آپ کا نام کیا ہے؟

میں نے عرض کی حصین بن سلام

آپ نے ارشاد فرمایا:

آج سے آپ کا نام عبداللہ بن سلام ہے۔

میں نے ادب سے نگاہیں جھکا لیں۔

اور عرض کی خدا کی قسم آج کے بعد میں اس کے علاوہ اپنا کوئی دوسرا نام رکھنا پسند نہیں کروں گا۔

پھر میں حضور انور رسول اللہ ﷺ کی محفل سے اٹھا اور سیدھا اپنے گھر پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی' اولاد اور دیگر اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ الحمدللہ سب مسلمان ہو گئے اور میری پھوپھی خالدہ بھی مسلمان ہو گئی اور وہ خاصی عمر رسیدہ تھی۔

پھر میں نے اپنے اہل خانہ سے کہا:

میرے اور اپنے اسلام لانے کو یہودیوں سے اس وقت تک چھپائے رکھو جب تک میں تمہیں ظاہر کرنے کی اجازت نہ دے دوں۔

انہوں نے کہا: بالکل ٹھیک

پھر میں حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور عرض کی:

یا حضور پرنور رسول اللہ ﷺ

یہودی بہت بڑا افتراپرداز اور جھوٹی قوم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

میری رائے ہے کہ پہلے آپ ان کے سرداروں کے سامنے دعوت پیش کریں۔
مجھے اپنے کسی حجرے میں چھپالیں اور ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں کہ میرا ان کے دلوں میں کیا مرتبہ ہے؟ میرے اسلام قبول کرنے کا ابھی انہیں نہ بتائیں اگر پہلے انہیں بتا دیا گیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو یہ مجھ پر بہتان تراشی کی انتہا کر دیں گے۔

حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حجرے میں چھپا دیا۔

پھر یہودی سرداروں کو اپنے پاس بلایا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے لگے اور ایمان کی محبت ان کے دلوں میں ڈالنے لگے اور اپنے بارے میں تورات کے حوالے سے یاددہانی کرانے لگے۔
وہ آپ سے جھگڑنے لگے بحث و مباحثہ کرنے لگے اور اسلام کو باطل مذہب ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

میں حجرے میں بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے مایوس ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: حصین بن سلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

سب نے بیک زبان کہا وہ ہمارے آقا ہیں۔ اس کا باپ بھی ہمارا آقا تھا۔ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔ ان کا باپ بھی بہت بڑا عالم تھا۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لے، تو کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟

انہوں نے کہا: یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اسلام قبول کرے۔ اللہ اسے اپنی پناہ میں رکھے بھلا وہ کیوں اسلام قبول کرے گا۔ یہ کلمات سنتے ہی میں حجرے سے باہر ان کے سامنے آ گیا اور میں نے کہا: یہودیو! اللہ سے ڈرو اور جو دعوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اسے قبول کر لو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کیا تم نے تورات میں ان کا نام اور صفات دیکھی نہیں۔ سن لو میں گواہی دیتا ہوں یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں، ان کی تصدیق کرتا ہوں اور انہیں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں۔
میری یہ باتیں سن کر سب نے بیک زبان کہا:
تو جھوٹ بولتا ہے، خدا کی قسم تو شریر ہے تیرا باپ بھی بہت بڑا شریر اور فریبی تھا۔ تو خود بھی جاہل ہے اور تیرا باپ بھی پرلے درجے کا جاہل تھا، غرضیکہ کوئی عیب نہ چھوڑا جو انہوں نے مجھ میں نہ نکال دیا ہو۔
میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ قوم بڑی افتراء پرداز اور بہتان تراش ہے۔ یہ بڑے بے وفا اور بے حیا لوگ ہیں۔
حضرت عبداللہ بن سلام دین اسلام کی طرف یوں لپکے جیسے پیاسا پانی کے گھاٹ کی طرف لپکتا ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم کی محبت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ان کی زبان پر ہمیشہ آیات قرآنی کا ورد جاری رہتا۔وہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح رہنے لگے۔انہوں نے اپنے آپ کو دین کے حصول کے لئے وقف کر دیا۔یہاں تک حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے بشارت دی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت مشہور ہوئی۔

اس بشارت کی داستان حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔میں ایک روز مسجد نبوی ﷺ میں حلقہ علم وحکمت میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقے میں ایک شیخ تشریف فرما تھے جن کی طرف دل کھنچا جارہا تھا اور طبیعت ان سے مانوس ہو رہی تھی۔وہ لوگوں سے بہت پیارے اور میٹھے انداز میں باتیں کر رہے تھے۔جب وہ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا:

جو کوئی چاہتا ہے کہ کسی جنتی کو دیکھے تو اس شخص کو دیکھ لے۔

میں نے پوچھا یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا یہ عبداللہ بن سلام ہے۔

میں نے اپنے دل سے کہا:

خدا کی قسم میں ضرور اس کے پیچھے جاؤں گا اور پھر میں آپ کے پیچھے لگ گیا۔وہ چلتے رہے قریب تھا کہ مدینہ سے باہر نکل جائیں۔پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

انہوں نے دریافت فرمایا:

فرمایئے' سنایئے کیسے آنا ہوا۔

میں نے عرض کی' جب آپ مسجد سے نکل رہے تھے تو میں نے قوم کو آپ کے متعلق یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ "جسے جنتی دیکھنا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے" یہ سن کر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا آیا تا کہ یہ بات معلوم کر سکوں کہ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ جنتی ہیں۔

آپ نے فرمایا: بیٹے اہل جنت کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔میں نے کہا یہ تو درست ہے لیکن لوگوں نے آپ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے اس کی ضرور کوئی وجہ ہے۔وہ کہنے لگے میں تمہیں اس کا سبب بتاتا ہوں۔

میں نے عرض کی ضرور بتایئے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے!

وہ فرمانے لگے:

حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں' میں ایک رات سویا ہوا تھا۔میرے پاس ایک شخص آیا اس

marfat.com
Marfat.com

نے مجھے کہا کھڑے ہو جاؤ میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میری بائیں جانب ایک راستہ تھا۔ جب میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے کہا:

اس راستے کو چھوڑیئے یہ آپ کے لئے نہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میری دائیں طرف ایک واضح راستہ ہے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ اس راستہ پر چلو۔ میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں ایک بہت وسیع سرسبز و شاداب باغ میں پہنچ گیا۔ اس باغ کے وسط میں لوہے کا ایک ستون تھا جس کی جڑیں زمین میں پیوست تھیں اور آخری سرا آسمان سے باتیں کر رہا تھا' اس کے اوپر ایک سونے کا حلقہ بنا ہوا تھا۔

اس شخص نے مجھے کہا کہ اس پر چڑھئے۔ میں نے کہا میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ ایک خادم میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے اٹھا کر بلند کیا۔ میں نے چڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ستون کی بلندی تک پہنچ گیا۔ میں نے سونے کے حلقے کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیا۔ میں اسی کے ساتھ چمٹا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

جب صبح کو بیدار ہوا تو سیدھا حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور آپ ﷺ کو خواب سنائی۔

آپ ﷺ نے خواب سن کر ارشاد فرمایا: جو تم نے اپنی بائیں طرف راستہ دیکھا تھا وہ اہل نار کا راستہ تھا اور جو تم نے اپنی دائیں طرف راستہ دیکھا وہ اہل جنت کا راستہ تھا اور جو تم نے سرسبز و شاداب باغ دیکھا وہ اسلام ہے اور جو اس کے وسط میں ستون دیکھا وہ دین ہے اور ستون کے اوپر جو سنہری حلقہ ہے وہ "عروہ وثقیٰ" (مضبوط گانٹھ جو کھل نہ سکے) ہے۔ تم مرتے دم تک اسی مضبوط کڑی کے ساتھ منسلک رہو گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی جو مندرجہ بالا میں لکھے گئے ہیں ان کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابہ جلد ۲' صفحہ ۸۰'۸۱- اسد الغابہ جلد ۳' صفحہ ۱۷۶'۱۷۷- الاستیعاب جلد ۱' صفحہ ۳۸۳'۳۸۴- الجرح والتعدیل جلد ۶' صفحہ ۶۲'۶۳- تجرید اسماء الصحابہ جلد ۱' صفحہ ۳۳۸'۳۳۹- صفۃ الصفوۃ جلد ۱' صفحہ ۳۰۱'۳۰۳- تاریخ خلیفہ بن خیاط صفحہ ۸- العبر جلد ۱' صفحہ ۵۱- شذرات الذہب جلد ۱' صفحہ ۵۳- تاریخ الاسلام علامہ ذہبی جلد ۲' صفحہ ۲۳۰'۲۳۱- تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۷' صفحہ ۴۴۳'۴۴۸- تذکرۃ الحفاظ جلد ۱' صفحہ ۲۲'۲۳- السیرۃ النبویۃ ابن ہشام- البدایہ والنہایہ جلد ۳' صفحہ ۲۱۱'۲۱۲- حیاۃ الصحابہ چوتھی جلد)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

قارئین کرام! حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسی طرح کا ذکر اس سے پہلے بھی پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب مخبر صادق سیّد المرسلین خاتم النبیین اصل الموجودات' تاجدار کائنات' ہادیٔ انس و جاں' رسول بحر و بر ﷺ کے بارے میں خوشخبریوں' پیش گوئیوں کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ اب ان ہی کے بارے میں ایک دوسرے انداز سے پیش خدمت ہے۔ آپ کی تلاشِ حق کے لئے بہت ہی طویل محنت' لگن' جدوجہد' اور بالآخر پچاس ساٹھ سال کی انتھک جستجو کے بعد حق کو پا لینے کی روئیداد اس قدر ایمان افروز' روح پرور'

Marfat.com

پر از صبر و تحمل' پر از حکمت اور ولولہ انگیز ہے کہ بانیانِ دین اور دینِ متین سے محبت کرنے والے اسے مختلف رنگ و انداز میں بار بار پڑھنا چاہیں گے اور ہر بار انہیں خوشی و سرور ملے گا۔ ان کے حب اللہ' حب رسول اور حب دین اور ایمان میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا' اور اسی لئے میں اسے دوسری بار بیان کرتے ہوئے بھی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

وہ عظیم صحابی جسے بہت ساری قابل قدر خوبیوں کے سبب حضور پر نور' پیغمبر اول و آخر و اعظم ﷺ نے اسے ایک بہت ہی نرالے اعزاز و شرف سے نوازا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا۔

''سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے''

قارئین کرام! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی رسول ہیں جنہوں نے حق کی تلاش میں عمر عزیز کا ایک طویل حصہ گزارا ہے۔ بلا مبالغہ آپ نے ایک عام آدمی کے جتنی اوسط عمر یعنی کہ کوئی چالیس پچاس سال تو حق کی تلاش میں گزارے ہیں اور اس دوران سفر بھی بہت لمبے لمبے کئے ہیں۔ وسط ایران سے عراق' عراق سے شام' شام کے شمالی علاقوں سے پھر شرقی عراق اور نہ جانے اسی طرح کے کتنے اور چکر لگانے پڑے ہیں۔ اس دوران پانچ چھ مذہبی شخصیتوں' بندگان خدا' پوپ' پادریوں کے ہاں بھی مختلف دور دراز کے علاقوں میں حق کی تلاش میں رہے اور ان کی دل و جان سے اطاعت و خدمت کی ہے۔

جب آخری پادری' نیک بندہ خدا نے یثرب کی طرف رہنمائی فرما دی تو اپنا سارا مال و متاع زندگی دے دیا کہ اسے اس جگہ میں کوئی پہنچا دے۔ لوگوں نے آپ کے ساتھ دھوکا کیا اور آپ کو بیچ ڈالا۔ پھر آپ کو مالکوں کی نوکری کرنی پڑی اور نہ جانے کتنی جان جوکھوں کے بعد آپ کا یثرب پہنچنا ہوا اور یہاں بھی بطور ایک غلام یا خادم کے پہنچے۔

آپ کے ماضی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یثرب پہنچ کر بھی آپ کو پانچ' سات سال تو حق' دین حق کے پالینے سے پہلے خوب غلامی' نوکری خدمت کرنا پڑی ہے۔

لیجئے اب اس نازوں پلے حق کے متلاشی کی نا قابل یقین' لیکن حقیقت پر مبنی ایمان افروز داستان سنیے۔

یہ ایک ایسے عظیم شخص کی داستان ہے جو حقیقی منزل کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہا اور اللہ تبارک تعالیٰ (یعنی کہ حق) کی تلاش میں مسلسل سرگرداں رہا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کہانی ہم آپ کو انہی کی زبانی سناتے ہیں۔ یقیناً جس عمدگی اور خوبصورتی سے وہ اپنی آپ بیتی بیان کر سکتے ہیں کوئی دوسرا تو وہ انداز نہیں اپنا سکتا۔ بلاشبہ اس سلسلہ میں جس طرح ان کے اپنے احساسات' حالت و حالات و انداز بیان صداقت و حقیقت پہ مبنی ہو سکتا ہے کوئی بھی دوسرا یہ حق ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اصفہان کے علاقہ کا ایک فارسی النسل نوجوان تھا۔ جس بستی

marfat.com

Marfat.com

میں ہم رہائش پذیر تھے۔ وہ جَیّ کے نام سے مشہور تھی۔ میرا باپ اس بستی کا سردار تھا اور وہ تمام بستی والوں میں زیادہ مالدار اور رعب و دبدبہ کا مالک تھا۔ پیدائش کے دن سے میرے ساتھ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیار تھا۔ جوں جوں میری عمر بڑھتی گئی اس کی مہر و محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مجھے گھر کی چاردیواری میں اس طرح پابند کر دیا گیا جس طرح دوشیزاؤں کو گھروں میں پابند کر دیا جاتا ہے۔

میں نے ''محبت کے اس قید خانہ میں'' آتش پرستی' مجوسیت کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ اس میں بہت زیادہ محنت کی اور اس میدان میں خاص مقام پیدا کر لیا۔ بالآخر مجھے اس آگ کا نگران بنا دیا گیا جس کی ہم پوجا کیا کرتے تھے۔ اسے لگاتار جلائے رکھنے کی ذمہ داری کلی طور پر مجھ پر تھی۔ میں اسے دن رات ایک لحظہ کے لئے بھی بجھنے نہ دیتا۔

میرا والد بہت بڑا جاگیردار تھا۔ سالانہ وافر مقدار میں غلہ ہمارے گھر آتا۔ روزانہ اس جاگیر کی دیکھ بھال میرے والد کا معمول تھا۔ ایک دن وہ کسی ضروری کام میں مشغول ہو گئے اور مجھے حکم دیا! بیٹا میں آج کھیتوں میں نہیں جا سکوں گا۔ میری جگہ آپ جائیں اور کھیتوں کی نگرانی کریں۔ میں گھر سے تو اپنی جاگیر کی نگرانی کرنے کے لئے نکلا لیکن راستہ میں ایک گرجا کے پاس سے گزرا جس میں عیسائی اپنی عبادت' پوجا پاٹ میں مصروف تھے۔ مجھے ان کا طرز عبادت بہت پسند آیا۔

مجھے ان دنوں عیسائیت یا دیگر ادیان کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ اس لیے کہ میرا والد مجھے گھر سے کسی وقت باہر نکلنے ہی نہ دیتا تھا۔ اس روز جب میں نے گرجا کے اندر سے عیسائیوں کی اجتماعی آوازیں سنیں تو میں بے اختیار اس کے اندر چلا گیا۔ جب میں نے غور سے انہیں دیکھا کہ وہ سب عبادت میں مصروف ہیں تو مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا اور میں ان کے دین کی طرف راغب ہو گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا:

خدا کی قسم! یہ دین تو اس سے کہیں بہتر ہے جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔ بخدا میں غروب آفتاب تک وہیں رہا اور اس دن کھیتی باڑی کی نگرانی کے لئے نہ گیا۔

میں نے عبادت گاہ یا گرجا والوں سے دریافت کیا! اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا شام میں جب رات ہوئی تو میں اپنے گھر واپس لوٹ آیا۔ باپ نے مجھ سے پوچھا! آج دن بھر آپ نے کون سا کام سرانجام دیا؟''

میں نے عرض کی! ''ابا جان آج کھیتوں کی طرف جاتے ہوئے میرا ایک کنیسہ (گرجا گھر) کے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اندر عبادت میں مصروف ہیں۔ مجھے ان کی عبادت کا انداز بہت پسند آیا۔ شام تک میں انہیں کے پاس بیٹھا رہا۔ میرا باپ یہ باتیں سن کر گھبرا گیا اور اس نے اپنا دل پکڑ کر کہا بیٹا اس دین میں

Marfat.com

کوئی خیر و بھلائی نہیں تیرے آباؤ اجداد کا دین اس سے کہیں بہتر ہے۔

میں نے کہا ''ابا جان ہرگز نہیں''

''خدا کی قسم! ان لوگوں کا دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے''! میرا باپ میری جانب سے یہ جواب سن کر بہت پریشان ہوا۔ اسے اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں میں اپنے آبائی دین سے منحرف نہ ہو جاؤں۔ اس نے مجھے گھر میں قید کر دیا اور میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

ایک دن مجھے موقع ملا تو میں نے گرجے میں یہ پیغام بھیجا۔ ''جب کوئی ملک شام کو جانے والا قافلہ آپ کے ہاں سے گزرے تو مجھے ضرور اطلاع دینا''۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ایک قافلہ وہاں پہنچا جو شام جا رہا تھا۔ اہل کینسہ (عبادت گھر، گرجا) نے مجھے اطلاع کر دی۔ میں نے زنجیر توڑنے کے لئے پورے زور سے جھٹکا دیا، زنجیر ٹوٹ کر دور جا گری اور میں چپکے سے باہر نکل آیا اور قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم شام پہنچ گئے۔ وہاں میں نے دریافت کیا:

اس ملک میں سب سے اعلیٰ مذہبی شخصیت کون ہے؟

لوگوں نے مجھے بتایا:

چرچ کا نگران اعلیٰ ''پوپ''!

میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے عیسائیت میں دلچسپی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں آپ کے پاس رہوں، عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کروں اور آپ کی رہنمائی میں عبادت کروں۔

میری گزارش و عرض سن کر اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں نے جی بھر کر اس کی خدمت کی لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ یہ اپنے پیروکاروں کو صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیتا اور جب وہ اپنے مال و متاع لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تاکہ اس کی معرفت صدقہ خیرات کیا جائے تو یہ سب مال خود ہڑپ کر جاتا۔ فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا۔ اس طرح اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر لئے۔

جب میں نے اس کی یہ حرکات دیکھیں تو مجھے وہ شخص بہت برا لگا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد موت نے اسے آ لیا۔ عیسائی پیروکار جب اسے دفن کرنے لگے تو میں نے ان سے کہا:

تمہارا مذہبی سردار کوئی اچھا آدمی نہیں تھا۔ یہ تمہیں تو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور جب اس کے ترغیب دلانے پر تم اپنا مال اس کے پاس جمع کراتے تاکہ یہ اپنے ہاتھ سے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دے تو یہ سب مال خود ہڑپ کر جاتا، اس میں سے ایک پائی بھی کسی مسکین کو نہ دیتا''۔

انہوں نے مجھ سے کہا۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

میں نے کہا! تمہیں اس کا خفیہ خزانہ بتا دیتا ہوں۔

انہوں نے کہا ہاں بتایئے!

میں نے انہیں وہ خفیہ جگہ بتائی جہاں اس نے مال دبا رکھا تھا۔ جب انہوں نے سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے سات مٹکے دیکھے تو انگشت بدنداں رہ گئے۔ انہوں نے وہ مٹکے وہاں سے نکال لیے اور سب نے فیصلہ کیا کہ اسے دفن نہ کیا جائے بلکہ سولی پہ لٹکا کر اس پر پتھر برسائے جائیں اور اس کے ساتھ بالآخر یہی سلوک کیا گیا۔

چند دن گزرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے شخص کو اپنا مذہبی رہنما منتخب کرلیا۔ میں نے اس کی خدمت شروع کردی اور اس سے تعلیم حاصل کرنے لگا۔ میں نے دیکھا یہ شخص تو بہت بڑا زاہد آخرت کا متمنی اور دن رات عبادت میں مصروف رہنے والا ہے۔ اس کے یہ اوصاف دیکھ کر مجھے اس سے بے انتہا عقیدت و محبت ہوگئی۔ میں اس کی خدمت میں بہت عرصہ تک رہا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں بہت افسردہ ہوا۔ روتے ہوئے اس کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت میں اب کہاں جاؤں؟ میرے لئے کیا حکم ہے؟ میں کس سے تعلیم حاصل کروں؟

اس نیک و متقی پادری، پوپ یا بشپ نے کہا کہ یہاں تو کوئی نیک عیسائی خدا کا بندہ مجھے نظر نہیں آتا۔ خدا کے نیک بندے سب بیت گئے ہیں اور باقی طالب دنیا ہی رہ گئے ہیں جنہوں نے مذہب میں ردوبدل کر ڈالا ہے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ البتہ موصل میں ایک دین کا سچا عامل ضرور ہے۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ۔

جب یہ میرا یہ مذہبی رہنما فوت ہوگیا تو میں تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر سیدھا موصل روانہ ہوگیا اور اس شخص سے ملاقات کی جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد عرض کی! مجھے فلاں پادری نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مذہبی تعلیم حاصل کروں۔ انہوں نے آپ کے متعلق مجھے یہ بھی بتایا کہ آپ ان کے مشن (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر) پہ قائم ہیں۔ وہ میری باتوں سے متاثر ہوا اور اپنے پاس رہنے کی اس نے مجھے بخوشی اجازت دے دی۔

میں نے اس پادری کو بھی بہت بہتر پایا۔ یہ بھی پہلے مذہبی رہنما کی طرح زاہد، عابد، متقی اور خدا ترس انسان تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کا آخری وقت بھی آ پہنچا۔ میں نے افسردہ ہو کر کپکپاتے ہونٹوں سے عرض کی۔ حضرت آپ جانتے ہیں کہ میں کس تلاش میں گھر سے نکلا ہوں؟ کیوں میں نے ناز و نعم کی زندگی کو خیرباد کہا ہے؟ کیوں میں نے پھولوں کی سیج چھوڑ کر خاردار وادی میں قدم رکھا ہے؟ حضور اب میرے لئے کیا حکم ہے۔

Marfat.com

میں کدھر جاؤں' کہاں کا رخ کروں' کسے اپنا رہنما بناؤں' کس سے یہ مذہبی تعلیم حاصل کروں؟

اس نے میری معصومانہ حالت کو دیکھ کر کپکپاتے ہونٹوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے ارشاد فرمایا: بیٹا نصیبین نامی بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ' وہ ہمارے مشن (تعلیم عیسیٰ علیہ السلام) پر قائم ہے۔ اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ میں نے تمہیں اس کے پاس بھیجا ہے۔

جب اسے بھی لحد میں اتار دیا گیا تو میں سیدھا اس مذہبی رہنما کے پاس پہنچ گیا جو بستی نصیبین میں رہتا تھا۔ میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنے سابقہ مذہبی رہنما کا سلام پیش کیا اور یہ پیغام بھی دیا کہ انہوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ میں مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا متمنی ہوں اور کامل استاد کی تلاش میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔

اس نے میری باتیں سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور حصول علم کے لئے اپنے پاس رہنے کی اجازت بھی دے دی۔ یہ بھی پہلے دونوں کی طرح بڑا زاہد' عابد' متقی اور خدا ترس انسان تھا لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے بھی اجل نے زیادہ مہلت نہ دی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے افسردگی کے عالم میں ان کے سرہانے بیٹھ کر عرض کی۔ حضرت آپ میری تمنا کو جانتے ہیں۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

اپنے درد کا حال کسے سناؤں' کسے اپنا رہنما بناؤں۔ اب کون میرے زخموں پہ مرہم لگائے گا؟ اس نے میری کیفیت دیکھ کر بڑے ہی مشفقانہ انداز میں کہا۔ بیٹا عموریۃ بستی میں فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ۔ وہ ہمارے مشن پر قائم ہے۔ تجہیز و تدفین سے فارغ ہو کر میں اس سے جا ملا۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد سابقہ مذہبی رہنما کا اسے پیغام دیا تو اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ یہاں مجھے کاروبار کے مواقع بھی میسر آئے۔ کاروبار میں بہت برکت ہوئی جس سے بہت سی گائیں اور بکریاں میرے پاس جمع ہو گئیں۔

لیکن قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ انہیں بھی زیادہ مہلت نہ ملی۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو میں نے حسب معمول عرض کی۔ حضرت اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ اس نے مجھے یہ بات بتائی۔ کہنے لگا خدا کی قسم روئے زمین پہ اب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو ہمارے مشن پر قائم ہو۔ لیکن سرزمین عرب میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو دین ابراہیمی لے کر آئے گا۔ پھر وہ اپنے وطن سے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت کرے گا جہاں سیاہ خشک پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ اس کی چند ایک واضح نشانیاں بھی ہوں گی۔ وہ ہدیہ تو کھا لے گا لیکن صدقہ کی چیز نہیں کھائے گا اور اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اگر آپ وہاں جانے کی شوق و ہمت رکھتے ہو تو میری نصیحت ہے ضرور جائیں اور ان سے ضرور ملیں۔

(دلائل النبوۃ جلد ا' صفحہ ۳۵۸' ۳۶۳۔ السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۱۷۹' ۱۸۰)

marfat.com
Marfat.com

اس مذہبی رہنما کی وفات کے بعد میں بہت عرصہ تک عموریہ بستی میں رہا۔ایک مرتبہ قبیلہ بنوکلب کے عرب تاجر یہاں سے گزرے۔میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں جگہ کے رہنے والے ہیں۔میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ تو میں اس کے عوض یہ سب گائیں اور بکریاں تمہیں دے دوں گا۔

انہوں نے کہا' ہمیں یہ سودا منظور ہے۔

میں نے سارا مال ان کے حوالے کر دیا اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔مجھے مجبوراً اس کی غلامی میں رہنا پڑا۔

کچھ عرصہ بعد اس یہودی کے پاس بنوقریظہ میں سے اس کا چچازاد بھائی اس سے ملنے آیا۔میرے یہودی مالک نے مجھے یثرب کے اس یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔وہ مجھے لے کر یثرب آیا جونہی میں نے اس شہر کو دیکھا میں نے اس کو پہچان لیا اور میں اپنے مالک کا غلام بن کر وہاں حضور انور نبی کریم ﷺ کا انتظار کرنے لگا۔
مجھے معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔اپنی مرضی سے وہاں جا نہیں سکتا تھا۔یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا پیارا رسول ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں تشریف فرما ہوا۔ایک روز میں اپنے مالک کے نخلستان میں کھجور کے درختوں کی خدمت میں معروف تھا کہ میرے مالک کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا اوس اور خزرج کا ستیاناس ہو یہ لوگ اس مسافر کے اردگرد جمع ہیں جو مکہ سے ترک وطن کر کے قبا میں پہنچا ہے اور اس کے بارے میں وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی ہے۔
میں نے جب یہ بات سنی تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اپنے مالک کے اوپر نہ جا گروں اس لئے میں اتر آیا اور میں نے پوچھا کہ تم کیا بات کر رہے تھے۔میرے مالک نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا اور غصہ سے کہا تجھے اس بات سے کیا واسطہ تم اپنا کام کرو۔میں نے کہا میرا اس خبر سے تو کوئی واسطہ نہیں لیکن میں نے ایک بات سنی میں نے چاہا کہ اس بارے میں تصدیق کر لوں۔

پھر ایک شام اپنے فارغ وقت میں جب میرے پاس کھانے کی کوئی چیز (کھجور) تھی میں قبا میں حضورپُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ﷺ نیک شخص ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھی بھی ہیں اور آپ ﷺ مسافر ہیں۔میرے پاس صدقہ کا کچھ طعام ہے میں سمجھتا ہوں آپ لوگ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں' لیجئے اسے تناول فرمایئے۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک تو اس صدقہ کے طعام سے روک لیا اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا

Marfat.com

کھاؤ اور خود نہ کھایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں مجھے بتائی گئی تھیں ان میں سے ایک نشانی پوری ہوگئی کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔

پھر کچھ روز بعد حضور انور نبی کریم ﷺ قبا سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ چند روز بعد میں کوئی چیز لے کر مدینہ منورہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے' اب میں یہ چیز بطور ہدیہ میں لے آیا ہوں یہ صدقہ نہیں ہے۔ اسے قبول فرمایئے اور تناول کیجئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے اسے تناول فرمایا۔ میں نے دل میں کہا دو نشانیاں پوری ہوگئیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور ﷺ کو مدینہ تشریف لائے ہوئے کچھ ماہ ہوگئے' دن گزرتے گئے۔ سلمان ایک غلام کی زندگی بسر کرتے رہے اور اس تجسس میں رہے کہ اس کے راہب نے اس نبی کے بارے میں جو نشانیاں انہیں بتائی تھیں کیا حضور ﷺ کی ذات باصفات میں وہ نشانیاں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں۔

ایک دن میں حضور پُرنور عالم خفا و غیوب نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اپنے ایک نیازمند کے جنازہ کے سلسلہ میں بقیع شریف میں تشریف فرما تھے۔ میں پیچھے مڑا کہ میں پشت مبارک پر ختم نبوت کا مشاہدہ کروں۔ جب حضور انور سرکارِ دو عالم' عالم خفا و غیوب ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے سے گھوم کر آیا ہوں تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پرنور تاجدارِ کائنات عالم خفا و غیوب ﷺ نے اپنی پشت مبارک پر پڑی ہوئی چادر اٹھالی۔ حضور انور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت کو میں نے دیکھ لیا' موجود پایا جس طرح میرے راہب نے مجھے بتایا تھا تو میں جذبات سے بے قابو ہوکر گر پڑا۔ میں وارفتگی میں حضور انور ﷺ کو بوسے دے رہا تھا اور رو رہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ آگے آؤ میں اٹھ کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی ساری داستان پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو اس دن سنا دینے کے بعد نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے سلمان! جس طرح تم نے ہمیں یہ اپنی ساری داستان سنائی ہے اسی طرح اور صحابہ کرام کو بھی سناؤ۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے مطابق میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرام کو بھی مفصل اپنی کہانی سنائی تھی۔

میں غلام تھا اور اپنے آقا کی خدمت گزاری میں دن رات مشغول رہتا تھا۔ اس لئے بدر اور احد کے غزوات میں میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ ایک روز نبی کریم سرکارِ دو عالم رؤف و رحیم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے سلمان! اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت کرو۔ پس میں نے اپنے مالک کے ساتھ اس شرط پر مکاتبت کی کہ میں اسے کھجور کے تین سو پودے لگا کر اور ہرے کر کے دوں گا۔ ان کے علاوہ چالیس اوقیہ چاندی پیش

marfat.com
Marfat.com

کروں گا۔

جب میں نے اس کی اطلاع سرکارِ دو عالم کو دی تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا ''اعینوا اخاکم'' ''اپنے بھائی کی مدد کرو''۔ انہوں نے میری مدد کی۔ کسی نے کھجور کے تیس پودے کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس دیئے یہاں تک کہ تین سو پورے ہو گئے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سلمان جاؤ ان پودوں کے لئے گڑھے کھودو اور جب اس کام سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آؤ۔ میں خود ان پودوں کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔

میں نے جا کر تین سو گڑھے کھودے جس میں میرے دینی بھائیوں نے بھی میرا ہاتھ بٹایا۔ پھر میں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ مجھے ہمراہ لے کر اس جگہ کی طرف گئے۔ ہم وہ پودے اٹھا کر حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے دست مبارک سے ان گڑھوں میں لگاتے جاتے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں سلمان کی جان ہے کہ ان میں سے ایک پودا بھی نہیں مرا سب کے سب ہرے ہو گئے''۔

لیکن ابھی چالیس اوقیہ چاندی کی ادائیگی میرے ذمہ باقی تھی۔ ایک روز مرغی کے انڈے کے برابر سونا کسی کان سے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ حضور انور ﷺ نے دریافت کیا' اس فارسی مکاتب کا کیا بنا؟ میں حاضر ہوا' حضور انور نبی کریم ﷺ نے وہ سونے کا انڈا مجھے دیا اور فرمایا کہ جو بقیہ زرِ مکاتبت تیرے ذمہ ہے وہ اس سے ادا کر دو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ کثیر زرِ مکاتبت ایک بیضہ زر (انڈے کے برابر سونے) سے کیونکر ادا ہو گا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور قاسم خزائن الٰہی (اللہ کے خزانے بانٹنے والے) ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسے لے لو' یہ قلیل نہیں بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ اسی سے سارا زرِ مکاتبت ادا کر دے گا''۔ میں نے لے لیا اپنے مالک کے پاس گیا اور اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں سلمان کی جان ہے اسی مرغی کے انڈے کے برابر سونے سے چالیس اوقیہ وزن کر کے میں نے انہیں ادا کر دیئے اور یوں میں نے اس یہودی کی غلامی سے نجات پائی۔ اب میں آزاد تھا۔ ہر وقت حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں رہتا۔ پہلی جنگ غزوہ خندق تھی جس میں ایک آزاد مومن کی حیثیت سے میں نے شرکت کی اور اس کے بعد کوئی جہاد ایسا نہیں ہوا جس میں میں نے شمولیت نہ کی ہو۔

(السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ا' صفحہ ۲۴۷ تا ۲۵۲- الروض الانف- دیگر کتب سیرت)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی کے اس مضمون میں دیئے گئے حوالہ جات کے علاوہ

Marfat.com

درج ذیل بھی اس کے حوالہ جات ہیں۔

(الاصابہ جلد۳، صفحہ ۱۱۲، ۱۱۴- الاستیعاب جلد۲، صفحہ ۵۵۶، ۵۵۸- الجرح والتعدیل ۲، صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷- اسد الغابۃ جلد۲، صفحہ ۳۲۸، ۳۳۲ - تہذیب التہذیب جلد۱، صفحہ ۳۱۵- تقریب التہذیب جلد۴، صفحہ ۱۳۷، ۱۴۷- الجمع بین رجال الصحیحین جلد۱، صفحہ ۱۹۳- طبقات الشعرانی صفحہ ۳۰، ۳۱- صفۃ الصفوۃ جلد۱، صفحہ ۲۱۰، ۲۲۵- شذرات الذہب جلد۱، صفحہ ۴۴- تاریخ الاسلام للذہبی جلد۲، صفحہ ۱۰۸، ۱۶۳ - سیر اعلام النبلاء جلد۱، صفحہ ۳۶۲، ۴۰۰)

حضرت نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ

بعض گھرانے ایمان کا گہوارہ ہوتے ہیں اور بعض خاندان نفاق کی آماجگاہ بلاشبہ بنو مقرن کا گھرانہ ایمان کا گہوارہ ہے (ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

قبیلہ مزینہ نے اپنی قیام گاہیں مدینہ طیبہ کے قریب ہی اس سڑک پر بنا رکھی تھیں جو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ کی طرف جاتی تھی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ قبیلہ مزینہ کے پاس آنے جانے والوں کی وساطت سے حضور پُر نور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوش آئند، خوشگوار، خوش کُن خبریں پہنچنے لگیں۔

ایک شام قوم کے سردار حضرت نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں اور قبیلے کے بزرگوں کے پاس بیٹھے اور سب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

میری قوم بخدا ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عمدہ اور بہتر خبریں ہی معلوم ہوئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت رحمت، احسان اور عدل و انصاف پر مشتمل ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہم پیچھے رہتے جا رہے ہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں۔

اور ساتھ ہی فرمانے لگے:

میں تو پختہ ارادہ کر چکا ہوں کہ صبح حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ میں سے جو شخص میرے ساتھ جانا چاہے وہ تیار ہو جائے، نعمان کی باتیں اہل مجلس کے دلوں میں اتر گئیں۔

صبح ہوئی تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے دس بھائی اور قبیلہ مزینہ کے چار سو (400) شہ سوار آپ کے ہمراہ مدینہ طیبہ جانے کے لیے تیار ہیں تاکہ حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دین الٰہی کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کر سکیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں، حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بھائیوں کے لیے کچھ تحائف ضرور ساتھ لے جانے چاہئیں۔ لیکن قحط سالی کی بنا پر گھروں میں

marfat.com

Marfat.com

فراوانی نہ رہی تھی۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اور تمام بھائیوں کے گھر چکر لگایا اور جو کچھ بھی ہاتھ لگا اپنے ساتھ لے لیا اور خاندان کے جملہ احباب کو اپنے ساتھ لے کر سوئے مدینہ روانہ ہو گئے۔

حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر تمام تحائف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے، آپ اور آپ کے تمام رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ان کے ایمان لانے سے مدینہ طیبہ کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک مسلمانوں کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ایک گھرانے سے دس حقیقی بھائیوں اور چار سو (400) شہ سواروں نے بیک وقت اسلام قبول کیا ہو۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے انتہا (مسرت) ہوئی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس وفد کے تحائف کو بھی شرف قبولیت بخشا اور قرآنی آیات (سورہ توبہ آیت ۹۹) نازل فرمائیں۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ: ''اور بدویوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں ہاں! وہ ضرور ان کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورہ توبہ آیت 99)

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے حضور پرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ کر تمام غزوات میں پوری بہادری و جوانمردی سے حصہ لیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کی پوری قوم بنو مزینہ نے فتنہ ارتداد کو دبانے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ تاریخ اسلام میں جنہیں ہمیشہ قابل ستائش حیثیت حاصل رہے گی۔

جنگ قادسیہ سے پہلے سپہ سالار لشکر اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کسریٰ کی طرف ایک وفد بھیجا تاکہ وہ اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرے۔ جب یہ وفد

Marfat.com

ایران کے دارالحکومت پہنچا اور شاہ ایران سے ملنے کی اجازت طلب کی تو اسے اجازت دے دی گئی۔
اور ایک ترجمان کو بھی بلا لیا گیا۔

کسریٰ نے ترجمان کو حکم دیا: ان سے پوچھو کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ ہم سے کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ تمہیں کسی لالچ نے گھیر رکھا ہے! یا ہماری بے پروائی کی بنا پر تمہیں یہ جرأت ہوئی۔

یہ بات سن کر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: شاہ ایران کی بات کا جواب میں دوں یا تم میں سے کوئی جواب دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔

سب نے کہا آپ ہی اس سے بات کیجئے۔ پھر سب نے بیک زباں ہو کر کسریٰ سے کہا: یہی ہماری ترجمانی کریں گے ان کی باتیں ذرا غور سے سنو!

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے حمد وصلاۃ کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ نے ہم پر بہت بڑا کرم کیا کہ ہماری طرف اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو ہمیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر قسم کے شر سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور انہوں نے ہم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم ان کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں تو اللہ تبارک تعالیٰ دنیا وآخرت کی بھلائی سے سرفراز فرمائے گا۔

تھوڑے ہی عرصے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ہماری تنگی کو فراخی میں، ہماری ذلت کو عزت میں اور ہماری عداوت کو اخوت میں بدل دیا۔ انہوں نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو اس خیر وبرکت کی طرف دعوت دیں اور اپنے ہمسایوں سے اس کا آغاز کریں۔

ہم تمہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نظریہ حیات ہے جس نے ہر نیکی کے کام کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس کی ترغیب دلائی اور ہر قسم کی برائی کو برا گردانا اور اس سے بچنے کی تلقین کی۔ اور یہ اپنے ماننے والوں کو کفر کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر نورِ ایمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو ہم تمہارے پاس اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے۔ تم اس کے احکام کے مطابق نظام حکومت کو استوار کرنا! ہم تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔

اگر تم نے دین الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پھر ہم تم سے جزیہ وصول کریں گے اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہم پر ہو گی۔ لیکن اگر تم نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا تو ہماری تم سے جنگ ہو گی۔

کسریٰ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر مشتعل ہو گیا۔ اور کہنے لگا: میری نظر میں روئے زمین پر تم سے زیادہ بدبخت پراگندہ حال وگری ہوئی اور کمزور کوئی اور قوم نہ ہو گی۔

ہم تمہارا معاملہ سرحدی حکمرانوں کے سپرد کر دیں گے وہ تمہیں ہمارا مطیع بنائیں گے۔ پھر غصہ ذرا نرم ہوا تو کہنے لگا:

marfat.com
Marfat.com

اگر کسی ضرورت نے تمہیں ہمارے پاس آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہیں اتنا غلہ دیں گے جس سے تمہارے گھروں میں خوشحالی آ جائے گی۔ اس کے علاوہ تمہیں اور تمہارے سرداروں کو عمدہ لباس بھی مہیا کریں گے۔ اور اپنی طرف سے تم پر ایک ایسا حکمران بھی مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا۔

یہ باتیں سن کر وفد کے ایک رکن نے کسریٰ شاہ ایران کو خوب خوب سنائیں جس سے اس کے غصے کی آگ پھر بھڑک اٹھی اور غضبناک انداز میں کہنے لگا: اگر قاصدوں کے تحفظ کا بین الاقوامی معاہدہ نہ ہوتا تو آج میں تمہیں قتل کر دیتا۔

میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ، میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں! اپنے سالار کو جا کر بتا دینا کہ میں تمہاری طرف رستم کو بھیجوں گا۔ وہ تمہارے سردار اور تمہیں ایک ساتھ قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ پھر اس نے مٹی کا ایک تھیلا منگوایا، اور اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ یہ تھیلا ان میں سے اس شخص کے سر پر رکھنا جو زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے، اور تمام لوگوں کے سامنے اسے ہانک کر دارالحکومت سے نکال دو۔

درباریوں نے وفد سے پوچھا: تم میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: میں۔

تو انہوں نے اس پر مٹی کا تھیلا لاد دیا۔ اور وہ اسی حالت میں دارالحکومت مدائن سے نکلے۔ شہر سے باہر آ کر وہ مٹی کا تھیلا انہوں نے اپنی اونٹنی پر لاد دیا اور اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور یہ خوشخبری دی کہ اللہ تبارک تعالیٰ مسلمانوں کے لیے ایران کو فتح کر دے گا اور انہیں سرزمین فارس کا مالک بنا دے گا۔ کچھ عرصے بعد جنگ قادسیہ کا واقعہ پیش آیا اور قادسیہ کی خندق ہزاروں لاشوں سے بھر گئی۔ لیکن یہ لاشیں مسلمانوں کی نہیں تھیں، بلکہ یہ ایرانی لشکر کی تھیں۔

ایرانیوں نے قادسیہ کی شکست سے حوصلہ نہ ہارا بلکہ از سر نو فوج کو جمع کیا اور لشکر کو ترتیب دیا یہاں تک کہ ایک لاکھ پچاس ہزار تجربہ کار جنگجو اکٹھے ہو گئے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس جم غفیر کے متعلق علم ہوا تو اس بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے خود تیار ہوئے، لیکن لشکر اسلام کی بعض اہم شخصیتوں نے آپ کو اس سے روک دیا، اور یہ تجویز پیش کی کہ ایک ایسے سپہ سالار کو یہ مہم سر کرنے کے لیے روانہ کریں جو قابل اعتماد ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے ایسے شخص کی نشاندہی کرو جسے قائد بنا کر اس مہم کو سر کرنے کے لیے روانہ کروں۔

سب نے عرض کی:

امیر المومنین آپ اپنے لشکر کے متعلق خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اللہ کی قسم میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار ایک ایسے شخص کو بناؤں گا کہ جس میں یہ خوبی ہو کہ جب دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ چھڑتی ہے تو وہ تیر سے بھی زیادہ تیز ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے حضرت نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ۔

سب نے کہا:

واقعی وہ اس منصب کے لائق ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف یہ خط لکھا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جانب سے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی طرف۔

بعد از تسلیمات!

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ایرانیوں نے نہاوند شہر میں کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے، جب آپ کو میرا یہ خط ملے، اللہ کا نام لے کر اور اس کی مدد کو شامل حال سمجھتے ہوئے، دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جائیں۔ یاد رکھنا ایک مسلمان میرے نزدیک ایک لاکھ دینار سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔

والسلام

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے دشمن سے مقابلے کے لیے اپنے لشکر کو تیار کیا اور تجربہ کار شہ سوار صورت حال معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ شہ سوار نہاوند شہر کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے اچانک رک گئے۔ شہ سواروں نے انہیں دوڑانے کی کوشش کی لیکن وہ اسی جگہ جمے رہے، ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ شہ سوار گھوڑوں کی پیٹھ سے نیچے اتر آئے، تا کہ صحیح صورت حال معلوم کر سکیں، وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ گھوڑوں کے پاؤں میں کیل پیوست ہو چکے ہیں۔ انہوں نے جب اردگرد کا بغور جائزہ لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے نہاوند کی طرف جانے والے تمام راستوں میں لوہے کے نوکدار کیل بکھیر دیئے ہیں تا کہ شہ سواروں اور پیادہ فوج کا راستہ روکا جا سکے اور وہ نہاوند شہر تک پہنچ نہ سکیں۔

شہ سواروں نے اس صورت حال سے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا اور ان سے رائے طلب کی۔ انہوں نے حکم دیا کہ سب اپنی جگہ کھڑے رہیں۔ جب رات کی تاریکی چھا جائے تو بے تحاشا آگ جلائیں تا کہ دشمن اس روشنی میں تمہیں دیکھ لے۔ جب روشنی چہار سو پھیلی ہوئی ہو تو خوف و ہراس اور ہزیمت و پسپائی کا مظاہرہ کریں۔ اس سے دشمن فوج کے دل میں تمہارے پاس پہنچنے کی شدید دلی خواہش پیدا ہو گی، جس کی تکمیل کے لیے وہ از خود راستوں میں بکھرے ہوئے کانٹے اور کیل چننے پر مجبور ہوں گے۔ اس طرح تمہارے تمام راستے صاف ہو جائیں گے۔ ایرانیوں کے خلاف یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی جب انہوں نے آگ کے الاؤ کی روشنی میں دیکھا کہ مسلمان لشکر پسپا ہو کر بھاگنا چاہتا ہے تو انہوں نے جلدی سے اپنے کارندے بھیج کر تمام راستے صاف کروا

marfat.com

Marfat.com

دیئے۔ جب راستے صاف ہو گئے تو مسلمانوں نے یکدم پیچھے مڑ کر اچانک دشمن پر زوردار حملہ کر دیا۔
حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ساتھ نہاوند شہر کے بالائی جانب پڑاؤ ڈال دیا۔ اور دشمن پر حملہ کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی، آپ نے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
میں تین مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا، جب پہلی مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں تو سب لوگ چوکس ہو جائیں، جب دوسری مرتبہ نعرۂ تکبیر کہوں تو اپنے ہتھیار سنبھال لیں اور جب تیسری مرتبہ نعرۂ تکبیر کہوں تو میرے ساتھ مل کر دشمن پر زوردار حملہ کر دیں۔
حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اللہ اکبر کہا اور شیر کی سی دلیری کے ساتھ دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور آپ کے پیچھے لشکر اسلام سیل رواں کی طرح دشمن کو خس و خاشاک کی طرح بہاتا ہوا مسلسل آگے بڑھنے لگا۔ اور دونوں فوجوں کے درمیان ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ جنگی تاریخ میں کم ہی کسی ایسی لڑائی کی مثال ملتی ہو گی۔ ایرانی فوج گاجر مولی کی طرح کٹنے لگی، لاشوں کے انبار لگ گئے۔ میدان اور پہاڑ جس طرف نگاہ اٹھتی لاشوں کے کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ گزرگاہوں اور راستوں میں خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا، اسی عالم میں سپہ سالار حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پھسلا اور گرتے ہی دم توڑ گیا۔ اور حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بھی گرتے ہی شہید ہو گئے۔ فوراً آپ کے بھائی نے آگے بڑھ کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور آپ کے جسد خاکی پر اپنی چادر ڈال دی تا کہ آپ کی شہادت کی خبر مسلمان فوج کو نہ ہونے پائے۔
جب لشکر اسلام کو ایسی مکمل فتح نصیب ہوئی، جسے فتح مبین کا نام دیا گیا تو فتح یاب لشکر نے اپنے قائد کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟
ان کے بھائی نے ان کے جسد خاکی سے چادر اٹھائی اور فرمایا: یہ ہیں آپ کے امیر۔
بلاشبہ فتح سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو چکی ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں شہادت کا عظیم مرتبہ بھی نصیب فرمایا۔
حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر اس مضمون کے لیے درج ذیل حوالہ جات ہیں۔
الاصابہ مترجم صفحہ 8745۔ ابن الاثیر جلد 2 صفحہ 211 اور جلد 3 صفحہ 7۔ تہذیب التہذیب جلد 10 صفحہ 456۔ فتوح البلدان صفحہ 311۔ شرح الفیۃ العراقی جلد 3 صفحہ 76۔ الاعلام جلد 9 صفحہ 9۔ القادسیۃ صفحہ 66'73۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

میری جانب بھی ہو اک نگاہ کرم ‏ اے حبیب خدا، خاتم الانبیاء

اور حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم نے نہ جانے کتنوں کو کیا سے کیا بنا دیا۔ کہیں مٹی کو سونا بنا دیا اور کہیں ذرے کو آفتاب بنا دیا۔

Marfat.com

لیجئے اب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔

وہ دیکھو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی انتظار کے بعد یثرب کے ٹیلوں پر سے نمودار ہو رہے ہیں۔ ذرا ادھر دیکھو! باشندگانِ مدینہ راستوں، سڑکوں، گھروں کی چھتوں پر حضور انور نبی رحمت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہم سفر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دیدار کا شوق دل میں بسائے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہے ہیں، اور نعرۂ تکبیر سے فضائے مدینہ گونج رہی ہے۔

مدینہ طیبہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے ہاتھوں میں دف پکڑے وفورِ شوق سے یہ ترانہ گا رہی ہیں،

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا

اللہ اللہ کیا عجیب منظر ہے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری لوگوں کے درمیان سے کس باوقار انداز سے گزر رہی ہے۔ مشتاق نگاہیں خوشی کے آنسو بہا رہی ہیں، دلوں میں شوقِ دیدار انگڑائیاں لے رہا ہے، لبوں پہ دل آویز مسکراہٹیں پھیلی ہوئی ہیں۔

لیکن حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بکریاں چرانے جنگل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ مدینہ سے باہر اور دور بکریوں کو اس لیے لے گئے کہ مدینہ منورہ میں بکریوں کے چارے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ اور خطرہ تھا کہیں بکریاں بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس دنیائے فانی میں یہی بکریاں ان کی کل کائنات تھی۔ لیکن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا صرف مدینہ طیبہ میں ہی محدود نہ رہا، تھوڑے ہی عرصے میں مدینے کے قرب و جوار کی وادیوں میں آپ کے تشریف لانے کی خبر پھیل گئی۔ یہ خوش کن خبر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بکریاں چراتے ہوئے جنگل میں ملی۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی ملاقات کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، میں اس وقت دور دراز جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا، جب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خبر ملی تو میں اسی وقت مدینہ منورہ کی جانب چل پڑا۔

جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا: تو عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے

marfat.com
Marfat.com

بیعت لیں گے؟

آپ نے پوچھا تم کون ہو؟

میں نے عرض کی: عقبہ بن عامر جہنی (رضی اللہ عنہ)۔

آپ نے فرمایا: کون سی بیعت کرو گے؟ بیعت اعرابی یا بیعت ہجرت؟

میں نے کہا۔ بیعت ہجرت کروں گا۔

حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مجھ سے اسی طرح بیعت لی جس طرح دیگر مہاجرین سے۔ بیعت کے بعد ایک رات میں نے وہاں قیام کیا اور پھر بکریوں کی دیکھ بھال کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہم بارہ ایسے اشخاص تھے جو نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ہم مدینہ طیبہ سے دور جنگلات میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے، ایک دن بیٹھ کر ہم نے مشورہ کیا کہ ہمیں پیغمبر اوّل و آخر واعظم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری دینی چاہئے اگر ہم نے ایسے نہ کیا تو یہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ ہم دینی تعلیمات سے محروم رہ جائیں گے۔ اور نہ ہی اس وحی الٰہی سے فیضاب ہوسکیں گے جو آپ ﷺ پر نازل ہو رہی ہے۔

ہم نے سوچ بچار کے بعد طے کیا کہ ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر روز ایک ساتھی مدینہ طیبہ جائے اس کی بکریوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ہم پر ہوگی، اور جو کچھ وہ حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ سے دینی مسائل سنے وہ ہمیں آ کر بتائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم یکے بعد دیگرے مدینے جاؤ اور جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کرتا جائے۔ میں انہیں چرانے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بخوشی قبول کرتا ہوں۔ میری اس وقت دلی کیفیت یہ تھی کہ مجھے اپنی بکریوں سے بہت پیار تھا، میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اپنی بکریاں کسی کے سپرد کروں۔

میرے ساتھی یکے بعد دیگرے حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے جانے لگے۔ اور مدینے جانے والا اپنی بکریاں میرے سپرد کر جاتا۔ جب وہ واپس آتا تو جو کچھ بھی اس نے سنا ہوتا وہ مجھے آ کر سنا دیتا۔ میں وہ دینی احکامات پورے غور سے سنتا اور انہیں اپنے دل میں بٹھا لیتا۔

کچھ عرصے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے، کیا میں ان بکریوں کی وجہ سے رکا ہوا ہوں۔ کیا میں اس دنیاوی مال و متاع کو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی محبت پر ترجیح دے رہا ہوں۔ بھلا کب تک یہ بکریاں راہِ راست، حصول علم کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں گی؟ یہ سوچ کر میں نے اپنی بکریاں وہیں چھوڑیں اور مدینہ طیبہ کی طرف چل دیا، تاکہ مسجد نبوی میں قیام کروں اور براہ راست حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ

Marfat.com

سے دینی علم حاصل کروں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بکریوں کو خیر باد کہہ کر جوار رسول رحمت ﷺ میں اپنی بقیہ زندگی گزارنے کا عزم کیا تھا، تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آگے چل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ بہت بڑے عالم، فاضل، قاری، فاتح اور ایک کامیاب گورنر کی حیثیت سے معروف ہوں گے۔

ان کے دل میں یہ خیال تک نہ گزرا تھا، کہ وہ اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوں گے، جسے امام الدنیا عروس البلاد یعنی دمشق کو فتح کرنے کا عظیم شرف حاصل ہوگا۔ اور وہ دمشق کے مشہور دروازے (باب توما) کے نزدیک سرسبز و شاداب باغات میں بنے ہوئے ایک عالی شان گھر میں سکونت پذیر ہوں گے۔ یہ بات ان کے تصور میں ہی نہ تھی، کہ آگے چل کر ان کا شمار ان قائدین میں ہوگا جنہیں سرسبز و شاداب مصر کو فتح کرنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ اور بالآخر بحیثیت شاہ مصر جبل مقطم کی چوٹی پر ایک خوبصورت بنگلے میں رہائش پذیر ہوں گے۔ ان سب رازہائے دروں (نہاں) کا حکم اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح وابستہ رہے، حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تو یہ آپ کے گھوڑے کی لگام تھام لیتے۔

کئی دفعہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم پیغمبر بحر و بر رسول کائنات ﷺ نے انہیں گھوڑے پر اپنے پیچھے بھی بٹھایا۔ یہاں تک کہ یہ حضور انور رسول اللہ ﷺ کے باڈی گارڈ (محافظ) کی حیثیت سے معروف ہوئے۔

دوران سفر بسا اوقات پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اچانک سواری سے نیچے اترے اور انہیں سوار ہونے کا حکم دیا، اور خود پیدل چلنے لگے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک روز میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے گھوڑے کی لگام تھامے ایک ایسے راستے سے گزر رہا تھا، جس کی دونوں جانب گھنے درخت تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عقبہ (رضی اللہ عنہ) کیا تم سوار نہیں ہو گے؟

میرے دل میں آیا کہ نفی میں جواب دوں لیکن فوراً یہ احساس ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو جائے تو میں نے اثبات میں کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ یہ سن کر حضور انور رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے نیچے اتر آئے، اور مجھے سوار ہونے کا حکم دیا۔ میں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

آپ ﷺ پیدل چلنے لگے، میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا۔ تو فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی سوار ہوں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا، کہ میں سوار ہوں اور آپ ﷺ پیدل چل رہے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ کیا میں تجھے دو ایسی سورتیں نہ سکھلاؤں جن کی کوئی مثال نہیں ملتی، میں نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے مجھے **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر سنائیں، پھر نماز پڑھی تو اس میں بھی آپ نے ان ہی دو سورتوں کی تلاوت کی، اور فرمایا کہ ان دونوں سورتوں کو سونے اور بیدار ہوتے پڑھ لیا کرو۔ حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان دو سورتوں کی تلاوت کو معمول بنائے رکھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر مساعی کا محور علم اور جہاد کو بنالیا۔

جہاں تک میدان علم کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یہ حضور پُرنور رسول کریم ﷺ کے تر وتازہ میٹھے اور صاف شفاف علمی چشمے سے سیراب ہوئے جس کی وجہ سے انہیں قاری، محدث، فقیہہ، ماہر علم میراث، ادیب، فصیح البیان مقرر اور شاعر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

قرآن مجید نہایت دلسوز آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ جب رات پر سکون ہو جاتی، دنیا کی چہل پہل تھم جاتی، تو یہ پرسوز آواز میں قرآنی آیات کی تلاوت شروع کر دیتے جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور خشیت الٰہی سے ان کے دل میں لرزہ طاری ہو جاتا۔

ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا، اور فرمایا: عقبہ رضی اللہ عنہ آج قرآن سناؤ۔ عرض کی' امیر المومنین چشم ماروشن دل ماشاد، پھر قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوا کہ زاروقطار رونا شروع کر دیا جس سے آپ کی داڑھی تر بتر ہوگئی۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے پورا قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور یہ قلمی نسخہ ان کے بعد بہت مدت تک مسجد عقبہ بن عامر میں محفوظ رہا۔ لیکن افسوس کہ یہ بھی حوادثات زمانہ کی نذر ہوگیا، اور ہم اس قیمتی ورثہ سے محروم ہو گئے۔

جہاں تک جہاد کا تعلق ہے، آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر' اُحد اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے، آپ ان گنے چنے بہادروں میں سے ایک تھے، جنہوں نے دمشق فتح کرتے وقت، جرأت، شجاعت اور جنگی حکمت عملی کے جوہر دکھلائے۔ اسلامی لشکر کے قائد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کے جنگی کارناموں سے متاثر ہو کر اپنا خصوصی نمائندہ بنا کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف دمشق کی نوید فتح سنانے کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ انہوں نے دن رات مسلسل سفر کرتے ہوئے آٹھ روز میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دمشق فتح کرنے کی خوشخبری سنائی۔

انہیں اس عظیم اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا، جس نے مصر کو فتح کیا تھا۔ اس کارنامے کے صلہ میں امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں تین سال کے لیے مصر کا گورنر بنا

Marfat.com

دیا تھا۔ پھر انہیں بحرابیض کے جزیرہ اودس کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جہاد کے ساتھ والہانہ لگاؤ کی بنا پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام احادیث زبانی یاد کر لی تھیں، جن میں جہاد کا تذکرہ تھا۔ اور جہاد کی روایات بیان کرنے میں آپ کو خصوصی مقام حاصل ہو گیا تھا۔ یہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے، جب کبھی کھیل کا شوق دل میں پیدا ہوتا تو تیراندازی کر کے اپنا دل بہلا لیتے۔

جب حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے، اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور انہیں یہ وصیت کی۔

میرے بیٹو میں تمہیں تین چیزوں سے منع کرتا ہوں، ان سے اجتناب کرنا۔

۱۔ غیر ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کرنا۔

۲۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن لینا لیکن کسی سے قرض نہ لینا۔

۳۔ شعر گوئی میں دلچسپی نہ لینا کیونکہ اس سے تمہارے دل قرآن مجید کی تلاوت سے غافل ہو جائیں گے۔

جب آپ فوت ہو گئے تو انہیں جبل مقطم کی بالائی سطح پر دفن کیا گیا، ان کا چھوڑا ہوا مال دیکھا گیا۔ تو اس میں تقریباً ستر تیر کمان تھے اور ساتھ ہی یہ وصیت نامہ لکھا ہوا ملا، کہ یہ تیر کمان اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے جائیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ اس بلند پایہ عالم فاضل، قاری، محدث، مرد مجاہد، اور غازی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے جنت میں درجات بلند کرے اور اتباع حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 106۔ اسد الغابۃ جلد 3 صفحہ 417۔ الاصابۃ جلد 2 صفحہ 482۔ سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 334۔ جمہرۃ الانساب صفحہ 416۔ المعارف صفحہ 121۔ قلائد الجمان صفحہ 41۔ النجوم الزہرۃ جلد 1 صفحہ 19،21،62،81۔ طبقات علمائے افریقیہ و تونس صفحہ 58،70۔ فتوح مصر و اخبار ہا صفحہ 287۔ تہذیب التہذیب جلد 7 صفحہ 242۔ تذکرۃ الحفاظ جلد 1 صفحہ 42)

حضرت ام سلمہ اسماء بنت یزید بن سکن الانصاریہ رضی اللہ عنہا

''جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا، وہ سب جنتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔'' (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

''حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا نے بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی۔''

صبر و تحمل، ایمان و توکل، تقویٰ و خدا خوفی اور عقل و دانش کی پیکر، ہمت و شجاعت اور فصاحت و بلاغت میں ممتاز مقام پر فائز، انصاری خواتین میں حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا خطیبۃ النساء کے نام سے مشہور و

marfat.com

Marfat.com

معروف تھیں۔ جس نے جنگ یرموک میں لاٹھی کے ساتھ نو رومی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کی گفتگو بڑی نپی تلی ہوتی، سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ کلام میں جادو کا سا اثر ہوتا۔ جملے ایسے جیسے موتیوں کی لڑی، گفتگو کی مٹھاس ایسی جیسے مصری کی ڈلی۔

ایک دفعہ رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آج میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو مرد و زن کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ہم عورتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے اور آپ کی پیروی اختیار کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ہم اپنے گھروں میں پابند اپنے خاندوں کی خدمت گزاری میں محو رہتی ہیں۔ ان کے دل کو بہلانا، اولاد کی پرورش کرنا اور گھر کی دیکھ بھال ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ مرد حضرات جمعہ و جماعت، جنازہ اور جہاد میں شریک ہو کر ہم سے زیادہ فضائل حاصل کر لیتے ہیں۔ جب وہ جہاد کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا اجر و ثواب میں ہم ان کے برابر شریک نہیں؟

اس انداز گفتگو سے متاثر ہو کر حضور پرنور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''کیا تم نے آج سے پہلے دین کے بارے میں اس خاتون سے بہتر سوال کرتے ہوئے کسی کو سنا ہے؟''

سب نے بیک زبان ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ بخدا اس خاتون نے تو کمال کر دیا۔ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

''ان خواتین کو جا کر میرا یہ پیغام سنا دو جن کی نمائندہ بن کر تم یہاں آئی ہو۔ تمہارا اپنے خاوندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ان کی خوشی کو پیش نظر رکھنا، اور ان کے نقش قدم پر چلنا اللہ تبارک تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ وہ ایسی بلند مرتبہ خواتین کو وہی اجر و ثواب دیتا ہے جس کا ذکر اس نے مردوں کے لیے کیا ہے۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ سن کر خوشی سے جھوم اٹھیں اور وفورِ مسرت سے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتی ہوئیں خواتین کو یہ خوشیوں بھرا پیغام سنانے کے لیے چلی گئیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ حضور انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے ہمیں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ''محسنین کی ناشکری سے بچے رہنا۔''

میں اپنی سہیلیوں میں قدرے جرأت مند اور بے باک تھی۔ میں نے جھٹ یہ سوال کر دیا ''یا رسول اللہ ﷺ محسنین کی ناشکری کی ذرا تفصیل بتا دیجئے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''ایک خاتون اپنے ماں باپ کے پاس ہوتی ہے۔ پھر اس کی شادی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ اسے اولاد کی نعمت سے سرفراز کر دیتا ہے۔ کبھی کبھار وہ خاتون ناراض ہو کر اپنے خاوند کو یہ کہتی ہے میں نے تو تیرے گھر میں کبھی سکھ دیکھا ہی نہیں۔ یہ بات کہنا خاوند کی صریحاً ناشکری ہے۔ اس سے ہر مسلم خاتون کو بچ کر رہنا چاہئے۔''

خاوند کا درجہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔''

حضرت عمرو بن قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصاری خواتین میں سب سے پہلے حضرت ام سعد بن معاذ، حضرت کبشہ بنت رافع، حضرت ام سلمۃ اسماء بنت یزید بن سکن اور حضرت حواء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہم نے حضور انور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر اس اعزاز پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں کیونکہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنا کوئی معمولی نوعیت کا مقام نہیں۔ یہ ایسا بلند مرتبہ ہے جو بڑے نصیب والے کو ملتا ہے۔ جسے یہ مقام میسر آ جائے وہ بھلا اس پر ناز کیوں نہ کرے۔ وہ جتنا بھی اس پر فخر کرے اسے اس کا حق پہنچتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شادی کے موقع پر میں نے بناؤ سنگھار کیا۔ جب حضور انور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں دودھ کا گلاس پیش کیا۔ آپ ﷺ نے تھوڑا سا دودھ پینے کے بعد گلاس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے شرمیلے انداز میں سر کو جھکا لیا۔ میں نے تنک کر کہا:

''نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دست مبارک سے دودھ کا گلاس پکڑلو یہ سنہری موقعے روز روز نہیں آتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شرماتے ہوئے لرزتے ہاتھوں سے گلاس پکڑا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اپنی سہیلی کو بھی کچھ دودھ دے دو۔ یہ دیگر خواتین بھی موجود ہیں انہیں بھی دودھ پیش کرو۔ خواتین نے ہنستے ہوئے بیک زبان ہو کر کہا نہ ہمیں دودھ پینے کی آرزو نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دیکھنا بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرنا۔''

حضرت ام سلمہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز نبی کریم رؤف و رحیم، حضور پر نور ﷺ بمع صحابہ کرام کے مغرب کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے گھر کے صحن میں بنی ہوئی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں شوربا اور کچھ چپاتیاں رکھ دیں اور عرض کی یا رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

ﷺ تناول فرمائیں۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی کہ کھانے والے تقریباً چالیس افراد تھے اور کھانا تھوڑا سا شوربا، چمڑے کے صرف ایک پیالے میں تھا۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن ختم نہیں ہوا۔ گھر والوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھانا تناول کیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چمڑے کا وہ پیالہ میں نے صاف کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب کوئی بیمار ہوتا، اس میں پانی ڈال کر اسے پلایا جاتا، مریض شفایاب ہو جاتا اور کبھی ہم برکت کے حصول کے لیے بھی اس پیالے میں پانی پیتے۔

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا نے غزوۂ خندق کے دوران ایک پرات میں کھجور اور گھی کا بنا ہوا مرغوب کھانا حضور پُرنور، نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت آپ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیا۔ اس کے بعد آپ نے غزوۂ خندق میں شریک مجاہدین کو کھانے کی عام دعوت دی سب کھا چکے لیکن کھانا جوں کا توں باقی رہا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے جب کھانے کی دعوت دی وہاں بھی یہی منظر سامنے آیا۔ ایک دفعہ حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو وہاں بھی برکت و رحمت کا ظہور اسی طرح ہوا۔

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور انور رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ کی زندگی میں مجھے طلاق دے دی گئی۔ مجھ سے پہلے مطلقہ عورت کے لیے کوئی عدت مقرر نہ تھی۔ جب مجھے طلاق دی گئی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت 228 نازل کر دی۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ''اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔'' (سورہ بقرہ آیت 228)

حضرت ام سلمہ اسماء رضی اللہ عنہا علم و فضل کے اعتبار سے بڑے ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ خواتین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بعد روایت حدیث میں ان ہی کا نام آتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے اکیاسی (81) احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اسے کوئی پرواہ نہیں۔''

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی صابر و شاکر خاتون تھیں۔ غزوۂ احد میں اس کا باپ یزید بن سکن انصاری رضی اللہ عنہ، اس کا بھائی عامر بن یزید بن سکن رضی اللہ عنہ اس کا شہ سوار چچا زید بن سکن رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر گئے۔ جب اسے ان کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے پوچھا حضور انور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں۔ جب اس نے بذات خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: کہ

''آپ سلامت ہیں تو باقی تمام مشکلات آسان اور معمولی ہیں۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے غزوۂ خندق میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا، جس میں اس قدر برکت ڈال دی گئی کہ وہ نبی اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بن گیا۔ صلح حدیبیہ میں شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔ بیعت رضوان میں شمولیت کا افتخار حاصل کیا۔ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئیں۔ جنگ یرموک میں اپنی لاٹھی سے نو رومی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بڑی لمبی عمر پائی۔ دمشق میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دمشق باب صغیر کے پاس دفن کیا گیا۔ غزوۂ احد میں بنو عبدالاشہل کے لیے لسان رسالت سے جنت کی بشارت ملی۔ ان میں حضرت اسماء کا والد بھی تھا، ان شہداء کے بارے میں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''انہیں جنت میں اکٹھا کر دیا گیا اور ان کی اپنے خاندان کے جملہ افراد کے بارے میں سفارش کو قبول کر لیا گیا''۔ اس اعتبار سے حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بھی جنت کی بشارت پانے والوں میں شمار ہوتی ہیں۔ لمبی عمر پا کر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی اور دمشق میں دفن کیا گیا۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔

حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابہ جلد 4 صفحہ 229۔ مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 260۔ سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 297۔ البدایۃ والنھایۃ جلد 2 صفحہ 13۔ تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 13۔ الاستیعاب جلد 3 صفحہ 612۔ الاستبصار صفحہ 217۔ تاریخ الاسلام ذہبی جلد 2 صفحہ 327۔ العقد الفرید جلد 3 صفحہ 223۔ سنن ابی داؤد جلد 1 صفحہ 358۔ تفسیر قرطبی جلد 18 صفحہ 150۔ تھذیب التھذیب جلد 12 صفحہ 399۔ اعلام النساء جلد 1 صفحہ 68۔ السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 364۔ طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 319۔ حجۃ اللہ علی العالمین للنبھانی جلد 2 صفحہ 211۔ الثقات جلد 2 صفحہ 619۔ الفتح الربانی جلد 21 صفحہ 16۔ حلیۃ الاولیاء جلد 2 صفحہ 76۔ مسند امام احمد جلد 4 صفحہ 357)

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی بہت بہادر، بہت ہمت حوصلہ اور اللہ توکل والے تھے۔ لیکن تنہا بڑے بڑے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے، بڑی پر خطر مہمات کو سر کرنے کے لیے جس طرح حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو پیش کرتے اور تنہا انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد سے اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com
Marfat.com

عطا کردہ حوصلہ، ہمت وتربیت سے انہیں سر بھی کر جاتے یہ انہی کا خاصہ ہے۔

آپ الحمدللہ اتنے جری، اتنے نڈر، اتنے بہادر، جفاکش اور فن لڑائی کے اتنے ماہر اور پھرتیلے تھے کہ بڑے بڑے خطروں میں تنہا کود جاتے اور ان سے کامیاب وکامران نکل آتے۔

ایسی پرخطر، بڑی اور مشکل مہم جس کا ہم تصور بھی نہیں کر پاتے وہ انہیں اللہ توکل اپنے ذمہ لیتے اور انہیں سر کر لیتے۔

اسلام کا ایسا مجاہد جو ہزاروں دشمنوں میں تنہا کود گیا۔ بلا مبالغہ سینکڑوں سے زائد مشرکین کو اکیلے نے موت کے گھاٹ اتارا۔ دشمن بھی اس پر کاری ضرب لگاتے رہے لیکن وہ اسلام کا مجاہد سب کو سہتا رہا۔ اسی (80) کے قریب زخم لگ چکے ہیں۔ سینکڑوں ہزاروں دشمنوں کے نرغہ میں جم کر لڑ رہے ہیں۔ ہزاروں میں اکیلا اور اکیلے نے ہی دروازے کے محافظوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور بالآخر اپنی فوج کے لیے دشمنوں کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس کے بعد بیٹھ نہیں گئے بلکہ ساتھی مجاہدوں کے ساتھ مل کر دشمن کے سروں کو تن سے جدا کرتے رہے۔

کوئی انہیں دیکھے تو بکھرے ہوئے بال، غبار آلود چہرہ، نحیف ولاغر ایسا جسم کہ دیکھنے والا انہیں کوئی حیثیت ہی نہ دے۔ لیکن اس قدر بہادر کہ ایک موقعہ پر انہوں نے تنہا مقابلہ کرتے ہوئے پورے ایک صد مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا وہ مقتولین اس کے علاوہ ہیں جنہیں مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر مختلف معرکوں میں انہوں نے تہہ تیغ کیا۔

آپ بڑے نڈر، جفاکش، فن سپہ گری کے ماہر، بے جگری سے لڑنے والے، مجاہد اور ایک بہادر انسان تھے۔ آپ ہمیشہ بے خوف وخطر میدان کارزار میں کود پڑتے۔ اس لیے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو یہ لکھ بھیجا تھا۔

کہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر اسلام کا سپہ سالار نہ بنانا مبادا کہ کہیں جذبات میں آکر کوئی ایسا جارحانہ اقدام کر بیٹھیں جس سے لشکر اسلام کو کوئی نقصان اٹھانا پڑے۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

اگر میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی بہادری کی داستانیں سنانے لگوں تو بات اتنی طویل ہو جائے گی کہ ان صفحات میں سما نہ سکے۔ اس لیے میں آپ کے سامنے ان کی بہادری کا صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو آپ کو ان کے دوسرے حیرت انگیز واقعات کی خود بخود نشاندہی کر دے گا۔

اس داستان کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ جب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اس دنیائے فانی سے پردہ فرما گئے تو کمزور ایمان والے لوگ دین سے منحرف ہونے شروع ہو گئے۔ جس تیز رفتاری سے انہوں نے دین اسلام قبول

Marfat.com

کیا تھا اسی رفتار سے وہ دین اسلام کو چھوڑنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ، طائف اور چند دیگر علاقوں کے وہی لوگ دائرہ اسلام میں رہے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پختہ ایمان نصیب فرما دیا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس ہولناک فتنے کو دبانے کے لیے انتہائی عظمت اور بہادری کا ثبوت دیا۔ فتنہ انگیزی کرنے والوں کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مہاجرین وانصار کے گیارہ لشکر تیار کئے اور ہر لشکر کے لیے ایک پرچم تیار کیا گیا اور تمام لشکروں کو جزیرہ عرب میں چاروں طرف اسلامی پرچم دے کر روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ مرتدین کو راہ راست پر لائیں اور انہیں حق بات سمجھانے کے لیے ہر حربہ استعمال کریں۔ اگر نرمی کارگر ثابت نہ ہو تو بزور شمشیر اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں بٹھائیں۔

صورت حال یہ تھی کہ جملہ مرتدین میں سے مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ جنگ و جدل کے اعتبار سے انتہائی طاقتور اور تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ مسیلمہ کذاب کی قوم اور اس کے حلیفوں میں سے چالیس ہزار تجربہ کار جنگجو ایک جگہ جمع ہو گئے ان میں سے اکثریت نے مسیلمہ کذاب کی پیروی محض قومی عصبیت کی بنا پر کی۔ ان کی قبائلی عصبیت کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک شخص تو یہ بات کہتا ہوا بھی سنا گیا۔

''میں صمیم دل سے اقرار کرتا ہوں کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا شخص ہمیں مضر قبیلے کے سچے شخص سے زیادہ عزیز ہے۔''

ہوا یہ کہ مسیلمہ کذاب نے مسلمانوں کے اس پہلے لشکر کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جس نے حضرت عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس پر چڑھائی کی تھی، اس لشکر کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسرا لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ لشکر اسلام انصار و مہاجرین کے تجربہ کار مجاہدین پر مشتمل تھا اور ان روشن چہروں میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

علاقہ نجد کے ایک مرکزی مقام یمامہ میں ان دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد مقابلتاً بہت زیادہ تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں مسیلمہ کذاب اور اس کی فوج کا پلہ بھاری ہو گیا' مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسیلمہ کے ساتھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہو گئے۔ خیمے کی رسیاں کاٹ دیں قریب تھا کہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ کو قتل کر دیتے لیکن ان میں سے ایک شخص نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

اس موقع پر مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ اگر مسیلمہ کذاب سے مقابلہ میں وہ شکست کھا گئے تو پھر آج کے بعد اسلام کی سربلندی کے لیے کوئی بھی سر نہ اٹھا سکے گا اور جزیرۂ عرب میں دین اسلام کے لیے حالات مخدوش اور بہت مشکل ہو جائیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اپنے لشکر کو از سر نو منظم کیا مہاجرین وانصار کی الگ الگ گروپ

marfat.com
Marfat.com

بندی کی اور پھر ہر خاندان کا الگ الگ ایک گروپ بنا کر اس کی قیادت انہیں میں سے ایک فرد کے سپرد کر دی۔ تا کہ معرکہ آرائی میں ہر فریق کی کارکردگی معلوم کی جا سکے اور اس کا اندازہ لگایا جا سکے کہ لشکر میں کمزوری کہاں پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد دونوں فوجوں کے درمیان ایسی تباہ کن اور ہولناک لڑائی شروع ہوئی جس کی مثال پہلی جنگوں میں نہیں ملتی۔ مسیلمہ کذاب کی فوج میدان جنگ میں جم کر لڑی اور اسے اس کی بھی پرواہ نہ تھی کہ اس کے فوجیوں کی کثیر تعداد ماری جا رہی ہے۔

مسلمان فوج نے اس مقام پر بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ اگر انہیں یکجا اکٹھا کر دیا جائے تو ایک دلچسپ داستان جہاد مرتب ہو جائے۔

انصار کے علم بردار حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا کہ اپنے بدن کو خوشبو لگا کر کفن پہن لیا اور نصف پنڈلیوں تک ایک گڑھا کھود کر اس میں جم کر کھڑے ہو گئے۔ تا کہ پرچم اسلام کو تادم آخر لہراتے رہیں یہاں تک کہ انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں۔

لوگو! جم کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ غازیو! آگے بڑھو۔ مقابلے میں آنے والے کو پسپا کر دو۔ لوگو! خدا کی قسم میں آج اس بات کے علاوہ کوئی اور بات تم سے نہیں کروں گا یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب شکست کھا جائے، یا میں بذات خود اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو کر اپنی شہادت کو خدا تعالیٰ کے حضور بطور حجت پیش کر دوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ایک جانب حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مہاجرین کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ قوم کو اندیشہ تھا کہ کہیں میدان جنگ میں ان کے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔ بعض مجاہدین نے تو اس بات کا اظہار بھی کر دیا کہ اے سالم رضی اللہ عنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ میدان میں اگر دشمن کی جانب سے کوئی ہم پہ مصیبت نازل ہوئی تو وہ آپ کی طرف سے ہوگی۔

انہوں نے فرمایا: آپ فکر نہ کریں میں انشاء اللہ قطعاً کمزوری نہیں دکھاؤں گا۔ میں اپنی طرف سے انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دوں گا۔ پھر انہوں نے بڑی بہادری سے دشمنوں پر حملہ کیا اور میدان کارزار میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لیکن شجاعت کے یہ تمام واقعات حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ تبارک تعالیٰ کی شجاعت کے سامنے معمولی معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی بڑی خطرناک صورت حال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے نوجوان انصار! قوم کی مدد کے لیے آگے بڑھو۔ تو

Marfat.com

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے یوں سمجھو کہ آج سے تمہارے لیے مدینہ ختم۔

بس اب تمہارے لیے ایک اللہ اور جنت ہے۔ یہ کہہ کر نعرۂ تکبیر کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے تلوار سے گردنیں اڑاتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ ایسے زوردار انداز میں حملہ کیا کہ مسیلمہ اور اس کی فوج کے قدم ڈگمگا گئے اور مجبور ہو کر دشمن کی فوج نے ایک چاردیواری والے باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ بعد میں تاریخ کے اوراق میں ''باغیچہ موت'' کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ اس باغ میں بے پناہ مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

چونکہ دشمن نے ایک چاردیواری والے بڑے باغ میں داخل ہو کر باغ کا دروازہ بند کر لیا تھا اور بظاہر ان سے مقابلے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ اس موقعہ پر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ بڑی تیزی اور احتیاط سے ایک ڈھال پہ بیٹھ گئے اور ساتھیوں نے دس نیزوں کے زور سے بڑے ہی ماہرانہ انداز میں اس ڈھال کو اچھال کر باغ کے اندر پھینک دیا۔ اب آپ ہزاروں دشمنوں میں اکیلے ہیں۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ ان دشمنوں پر بجلی بن کر گرے، جو ہزاروں کی تعداد میں اس باغ میں پناہ لے چکے تھے۔ انہیں بے دریغ قتل کرتے ہوئے مرکزی دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ دروازے پر دس جنگجو بہادر متعین تھے۔ آپ ان سب کو قتل کر کے دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس معرکہ آرائی میں آپ کے جسم پر اسی 80 سے زائد تیروں اور تلواروں کے زخم لگ چکے تھے۔ مسلمانوں نے دروازے سے داخل ہو کر مسیلمہ کذاب کی فوج پر زوردار حملہ کر دیا۔ دیواروں کی اوٹ میں جو دشمن کے جنگجو پناہ لیے بیٹھے تھے ان سب کو قتل کر دیا۔ تقریباً بیس ہزار افراد کو قتل کر کے مسلمان مجاہدین مسیلمہ کذاب تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور بالآخر اسے بھی جہنم واصل کر دیا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر خیمے میں لایا گیا تاکہ وہاں پر ان کا علاج کیا جائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کے علاج معالجہ کی خاطر وہیں ٹھہرے رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمادی اور لشکر اسلام کو ان کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ فتح نصیب ہوئی۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت کا شوق اپنے دل میں بسائے رکھتے۔ ''باغیچہ موت'' میں بھی شہادت نصیب نہ ہوئی وہ یکے بعد دیگرے جنگوں میں شریک ہوتے رہے تاکہ شہادت کا شرف حاصل کرسکیں، جو ان کی سب سے بڑی دلی تمنا تھی۔ یہاں تک کہ بلاد فارس میں جنگ تُستر لڑی گئی۔ فارسی فوج ایک مضبوط ترین قلعہ میں محفوظ ہوگئی۔ مسلمان فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے گرد ایسا گھیرا ڈالا جیسے کہ کنگن کلائی کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ محاصرہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔

فارسی فوج محاصرہ سے تنگ آ گئی تو انہوں نے محاصرہ توڑنے کے لیے ایک ترکیب سوچی وہ یہ کہ لوہے کی

marfat.com
Marfat.com

زنجیروں کو بڑی احتیاط سے قلعے کی دیوار کے اوپر سے نیچے اتار دیا۔ ان زنجیروں کے ساتھ لوہے کی کنڈیاں گرم کر کے لگائی گئی تھیں جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ تا کہ وہ قلعے کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلمان مجاہدین کے جسموں میں پیوست ہو جائیں اور انہیں زندہ یا مردہ حالت میں اوپر اٹھا لیا جائے۔

ان میں سے ایک کنڈی حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہوگئی۔ دشمن تیزی سے انہیں اوپر اٹھانے لگے۔ جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال کو دیکھا تو بڑی تیزی سے قلعے کی دیوار پر چھلانگ لگائی اور اس زنجیر کو قابو کر لیا جو ان کے بھائی کو اٹھائے لے جا رہی تھی۔ کنڈی کو ان کے جسم سے نکالنے کی کوشش میں ان کا ایک ہاتھ بھی جھلس گیا لیکن انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ بالآخر ان کی محنت کارگر ثابت ہوئی' بڑی جفاکشی سے اپنے بھائی کو اس مصیبت سے چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کشمکش میں ان کا ہاتھ بری طرح متاثر ہو چکا تھا۔

اس معرکہ آرائی میں حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے شہادت کی التجا کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا اور آپ دیدار الٰہی کا شوق دل میں لیے جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے لیے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ رضی اللہ عنہ صفحہ 620۔ الاستیعاب جلد 2 صفحہ 137۔ الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 441۔ تاریخ طبری۔ الکامل فی التاریخ۔ سیرت ابن ہشام۔ حیاۃ الصحابۃ۔ قادۃ فتح فارس۔)

حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ

''ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا
جس کی وصیت کو اس کی موت کے بعد من وعن پورا کیا گیا ہو۔''

ثابت بن قیس انصاری خزرج کے ہر دلعزیز سردار تھے۔ اور یثرب کی گنی چنی شخصیتوں میں سے ایک تھے، اس کے ساتھ ساتھ یہ زندہ دل، حاضر جواب، فصیح البیان اور بلند آواز والے تھے، جب بولتے تو سامعین پر سناٹا طاری ہو جاتا، اور دیگر مقررین ان کی موجودگی میں مرعوب ہو جاتے، یہ ان خوش نصیب اشخاص میں سے تھے جنہیں یثرب میں پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

جب انہوں نے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مترنم اور دلدوز آواز سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو دل پہ اثر کر گئی۔ جب قرآنی آیات کی تشریحات سنیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کے لیے ان کے سینے میں انشراح (سینہ کھول دیا) پیدا فرما دیا، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے تلے آ کر ان کی قدر و منزلت اور شان و شوکت کو چار چاند لگ گئے۔

Marfat.com

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے شہ سواروں کو ساتھ لے کر آپ کا عظیم الشان استقبال کیا، آپ ﷺ کو اور آپ کے رفیق سفر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوش آمدید کہا: اور آپ ﷺ کے سامنے نہایت ہی فصیح و بلیغ انداز میں خطاب کیا خطبے کا آغاز حمد و ثناء اور درود و سلام سے کیا اور اختتام ان کلمات پر کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے معاہدہ کرتے ہیں، کہ ہم دل و جان سے آپ کا ساتھ دیں گے، ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے ہم اپنی جانوں اپنی اولاد، اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ یہ انداز اختیار کرنے پر ہمیں کیا ملے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس حسن سلوک پر تمہیں جنت ملے گی...... جنت کا نام سنتے ہی قوم کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور بیک زبان کہنے لگے۔ اس بدلے پر ہم راضی ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ اس دن سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو خطیب کا لقب عطا کر دیا جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا شاعر ہونے کے اعزاز سے نوازا تھا۔

جب عرب وفود آپ کے سامنے اپنی قوم کے خطباء و شعراء کی فصاحت کا تذکرہ کرتے تو آپ خطیبوں کے مقابلے میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور شعراء کے مقابلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پیش فرماتے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پکے مومن، سچے متقی اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اللہ تبارک تعالیٰ کو ناراض کرنے والے کاموں سے اجتناب کرنے والے تھے۔ ایک روز حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے انہیں انتہائی غم واندوہ میں مبتلا دیکھا، خوف خدا سے ان کے کندھے کانپ رہے تھے۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ثابت تجھے کیا ہوا؟!

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ ہے کہ میں تباہ ہو گیا ہوں۔

آپ نے پوچھا وہ کیسے؟

عرض کیا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہماری ایسے کارناموں پہ تعریف کی جائے جو ہم نے سرانجام ہی نہیں دیئے، اور میرا دل اس قسم کی تعریف کو پسند کرتا ہے، اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں تکبر سے منع کیا، اور میں خود پسندی کا خوگر ہوں، حضور پرنور، مخبر صادق عالم خفا و غیوب ﷺ تسلی دینے کے لیے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر مسلسل تھپکی دینے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ثابت، کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ زندگی میں تمہاری تعریف ہو، شہادت کی موت نصیب ہو اور تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور کہنے لگے۔

marfat.com

Marfat.com

کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تیرے ساتھ اسی طرح پیش آئے گا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (سورہ حجرات آیت 2)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو، اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی محفل سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے۔ حالانکہ حضور انور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انہیں انتہا درجے کی محبت تھی۔ غمزدہ ہو کر اپنے گھر میں ہی بیٹھے رہتے۔ صرف فرض نمازوں کے لیے گھر سے نکلتے۔

جب نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کی غیر حاضری کو محسوس کیا تو ارشاد فرمایا: ثابت بن قیس کی خبر کون لائے گا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا، میں یا رسول اللہ ﷺ۔ وہ شخص حالات معلوم کرنے کے لیے جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سر نیچے کیے ہوئے افسردہ و غمگین بیٹھے ہیں۔

اس نے پوچھا اے ثابت کیا حال ہے؟

فرمایا: بہت برا حال ہے۔

اس نے پوچھا کیا ہوا؟

فرمانے لگے: تم جانتے ہو کہ میری آواز بہت اونچی ہے۔ اور اکثر اوقات میری آواز پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے اور قرآن مجید میں جو آیت نازل ہوئی ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہے میں یہاں اپنے آپ کو اس لیے روکے ہوئے ہوں کہ کہیں میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور اہل جہنم میں سے ہو جاؤں۔

یہ سن کر وہ شخص حضور انور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو صورت حال بتائی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے خدشات آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے، یہ باتیں سن کر آپ ﷺ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

اس کے پاس ابھی جاؤ اور اسے کہو کہ تم اہل جہنم میں سے نہیں ہو بلکہ تم جنتی ہو، بلاشبہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بہت بڑی بشارت تھی، اور زندگی میں ملنے والا ایک بڑا اعزاز تھا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے، اور لڑائی کے دوران انتہائی خطرناک محاذ پر شوق شہادت میں بے دریغ لڑے ہر مرتبہ شہادت بہت قریب سے پلٹ گئی۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کی فوج کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ لشکر انصار کے سالار تھے اور ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ لشکر مجاہدین کے سالار تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پورے لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔

شروع کے معرکوں میں مسیلمہ کذاب کی فوجیں مسلمانوں پر غالب رہیں۔ یہاں تک کہ دشمن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہوگئے۔ خیمے کی طنابیں کاٹ ڈالیں اور اسے بری طرح چیر پھاڑ کے رکھ دیا اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو قتل کرنے کا ارادہ بھی کرلیا۔ اس روز مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر حضرت ثابت بن قیس کا دل کبیدہ خاطر ہوا۔ جب مسلمان شکست خوردہ سے ہو کر ایک دوسرے کو عار دلانے لگے تو ان کا دل غم و اندوہ سے لبریز ہوگیا۔ شہری دیہاتیوں کو بزدلی کا طعنہ دینے لگے۔ اور دیہاتی شہریوں کے متعلق کہنے لگے کہ یہ لڑائی کا فن جانتے ہی نہیں۔

اس نازک موقعہ پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم پر زعفران ملا' کفن سر پر باندھا اور سب کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے، مسلمانو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح نہیں لڑا کرتے تھے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ دشمن تم پر حاوی ہو چکا ہے۔

یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تم دشمن کے مقابلے میں پسپا ہو چکے ہو۔

پھر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور یہ دعا کی:

الٰہی میں مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کے شرک والحاد سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ الٰہی میں مسلمانوں کی پسپائی سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

پھر حضرت براء بن مالک انصاری، حضرت زید بن خطاب اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں نے کندھے سے کندھا ملا کر ببر شیر کی مانند ایک زوردار حملہ کیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے، اور مشرکوں کے قدم ڈگمگانے لگے، میدان کارزار میں مسلسل ہر طرف سے دشمن پر کاری ضربیں لگاتے رہے اور دشمن کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ میں بھی بہادری کے جوہر دکھلاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے یہاں

marfat.com
Marfat.com

تک کہ تیروں سے ان کا جسم چھلنی ہوگیا۔ اور اسی میدان میں اس شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے جس کی بشارت حضور پُرنور، عالم خفاوغیوب، مخبر صادق، سرورِ دوعالم، رسولِ معظم ﷺ نے انہیں دی تھی۔ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ اس لیے کہ ان کی جرأت وشجاعت کی بنا پر لڑائی کا پانسہ پلٹا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک بہت عمدہ ذرہ تھی، آپ شہید ہوگئے تو آپ کی شہادت کے بعد ایک مسلمان فوجی وہاں سے گزرا اس نے آپ کی ذرہ اتار کر اپنے پاس رکھ لی۔

دوسری رات ایک مسلمان فوجی نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے کہا میں ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا ہاں،

فرمایا: میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر بھلا نہ دینا۔

کل مجھے جب شہید کر دیا گیا تو میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا جس کا حلیہ یہ ہے۔ وہ میری ذرع اتار کر اپنے خیمے میں لے گیا۔ وہ خیمہ چھاؤنی کے فلاں کونے پر واقع ہے وہاں اس نے میری ذرع کو دیگچے کے نیچے رکھ دیا۔ اور دیگچے کے اوپر کجاوا رکھ دیا۔ تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ کسی شخص کو بھیجے اور وہ میری ذرع اٹھالائے۔ وہ ابھی تک اسی جگہ پڑی ہوئی ہے۔

میں تمہیں ایک دوسری وصیت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر ضائع نہ کر دینا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ جب تم مدینہ منورہ خلیفۃ الرسول، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو تو انہیں یہ کہنا کہ ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) پر اتنا قرض ہے، اور اس کے فلاں اور فلاں دو غلام ہیں، میرا قرض ادا کر دیں اور میرے غلاموں کو آزاد کر دیں۔

اس کے بعد اس شخص کی آنکھ کھل گئی، تو اٹھ کر وہ سیدھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور خواب میں جو کچھ دیکھا انہیں کہہ سنایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ذرع لانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا ذرع اس جگہ اسی حالت میں موجود تھی۔ وہ اٹھا کر لے آیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انہوں نے اس وصیت کو پورا کر دیا۔

ان سے پہلے اور نہ ہی ان کے بعد کوئی ایسا شخص دکھائی دیتا ہے جس نے فوت ہونے کے بعد اس انداز سے وصیت کی ہو اور پھر وہ من وعن پوری کر دی گئی ہو۔

اللہ تبارک تعالیٰ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور ہمیں ان کا اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔
(الاصابہ مترجم جلد صفحہ 904۔ الاستیعاب جلد 1 صفحہ 192۔ تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 12۔ فتح الباری جلد 6 صفحہ 405۔ تاریخ اسلام علامہ ذہبی جلد 1 صفحہ 371۔ حیاۃ الصحابہ چوتھی جلد۔ البیان والتبیین جلد 1 صفحہ 201، 359۔ سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 152۔ جلد 3 صفحہ 318۔ جلد 4 صفحہ 207۔ الصدیق حسین ہیکل صفحہ 160۔ سیر اعلام النبلاء۔ اسد الغابۃ جلد 1 صفحہ 275۔)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

تاریخ دعوت محمدیہ میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کا نام ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔
اگر آپ اسے عبادت گزاروں میں تلاش کریں تو وہ متقی، پرہیزگار، شب زندہ دار اور رات بھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں میں ملیں گے۔ اگر آپ اسے جوانمردوں میں تلاش کریں گے تو اسے بہادر، نڈر، جرأت منداور اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے معرکوں میں بے خطر کود جانے والا دیکھیں گے۔
آپ اسے حکمرانوں میں تلاش کریں گے۔ تو اسے طاقت ور، امانت دار اور مسلمانوں کے مال کا محافظ پائیں گے۔

بے شمار خوبیوں کی بناء پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے اور اس کی قوم کے دیگر دو اشخاص کے متعلق ارشاد فرمایا۔

انصار میں تین اشخاص ایسے ہیں کہ فضل و شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں وہ تمام ایک ہی قبیلے بنو عبدالاشھل کے فرد ہیں۔

سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہم

وادی یثرب کے افق پر جب ہدایت محمدیہ کی پہلی کرن چمکی اس وقت حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ابھرتے ہوئے کڑیل جوان فرشتہ سیرت، پاکیزہ نگاہ اور پاکدامن کڑیل جوان تھے۔ جس کے چہرے پر پاکیزگی و پاکدامنی کی رونق اور تروتازگی دکھائی دیتی تھی۔ اور اس کے کارناموں سے پختہ کار لوگوں کی سنجیدگی کے آثار نمایاں دکھائی دیتے حالانکہ ابھی اس نے عمر کی پچیس بہاریں ہی تو دیکھی تھیں۔
جب مکہ معظمہ سے آنے والے نوجوان مبلغ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ایمان کی مقناطیسی قوت نے دونوں کے دل جوڑ دیئے۔ اچھی عادات اور عمدہ خصائل نے دونوں کے درمیان محبت اور وحدت پیدا کر دی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جب خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو کلام الٰہی کی محبت دل میں گھر کر گئی اور دل اسے اندر جذب کرنے کے لیے کشادہ ہو گیا۔ پھر یہ ہمہ وقت قرآن مجید ہی کے ہو کر رہ گئے۔ دن ہو یا رات سفر ہو یا حضر کھڑے ہوں یا بیٹھے ہر دم قرآنی آیات ہی ان کی زبان پر

marfat.com
Marfat.com

ہوتیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں امام و پیشوا قرآن کے رفیق و دوست کے نام سے مشہور ہوگئے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے ملحق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہجرے میں نماز تہجد ادا کر رہے تھے، تو آپ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو دل آویز و دل سوز آواز میں ایسے ہی قرآن مجید پڑھتے سنا جیسا جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے عباد بن بشر (رضی اللہ عنہ) کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسی کی آواز ہے۔

آپ نے دعا کی: الٰہی اسے بخش دے۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر ہوئے اور غزوہ میں کوئی نہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو ایک حامل قرآن کے لیے لائق و مناسب ہوسکتا ہے۔

بطور مثال ایک کارنامہ پیش خدمت ہے۔

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کے ہمراہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لا رہے تھے، تو رات گزارنے کے لیے ایک پہاڑی کی اوٹ میں پڑاؤ کیا۔ ہوا یہ کہ اس غزوہ میں دشمن کے قیدیوں میں ایک عورت بھی قید ہو کر آئی جس کا خاوند وہاں موجود نہ تھا۔ جب اسے صورت حال کا علم ہوا تو اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں مسلمانوں کے لشکر کا پیچھا کروں گا۔ اور اسے نقصان پہنچائے اور خون بہائے بغیر واپس نہیں لوٹوں گا۔

جب مسلمانوں نے پہاڑ کی اوٹ میں پڑاؤ کیا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین سے پوچھا۔

آج رات پہرہ کون دے گا؟

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم یک دم اٹھے اور بولے ہم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہرہ دیں گے۔

یہ جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے تو حضور پُر نور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بھائی قرار دیا تھا۔

جب پہرہ دینے کے لیے پہاڑ کے درے میں کھڑے ہوئے تو حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

آپ رات کے پہلے حصے میں سونا پسند کریں گے یا آخری حصے میں۔ انہوں نے کہا۔ میں پہلے حصے میں آرام کروں گا اور آخری حصے میں پہرہ دوں گا۔ یہ کہہ کر اس کے نزدیک ہی لیٹ گئے۔

رات تاریک، خنک، پرسکون اور اطمینان بخش تھی۔ رات کی تاریکی میں جھلملاتے ہوئے تارے، لہلہاتے

Marfat.com

ہوئے درخت اور اپنی جگہ ہمہ تن ادب و احترام کی تصویر بنے ہوئے پتھر اپنے رب کی تعریف، پاکیزگی اور عظمت کے زبان حال سے نغمے الاپ رہے تھے۔

اس دلآویز، دلفریب اور دلکش ماحول میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ عبادت اور تلاوت سے اپنے دل کو شاد باغ و شاد کام کیا جائے۔ اسے قرآن مجید کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی اور چیز لطف نہ دیتی اور جب یہ نماز میں تلاوت کرتے تو مزا دو چند ہو جاتا۔ پھر یہ قبلہ رخ کھڑے ہوئے، نماز شروع کر دی، اپنی دل سوز، دل آویز اور شیریں آواز میں سورہ کہف کی تلاوت شروع کر دی۔

جب یہ لشکارے مارتے ہوئے نور الٰہی کے دریا میں تیر رہے تھے اور اس کی نوری کرنوں کی ضیاء پاشیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک بدبخت دشمن جس کی بیوی اس قافلے میں قیدی کی حیثیت سے شامل تھی دبے پاؤں بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ جب دور سے اس نے دیکھا کہ پہاڑی کے درے میں ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ وہ سمجھا یقیناً نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی اس پہاڑی کی اوٹ میں آرام کر رہے ہوں گے۔ اس نے جلدی سے کمان پکڑی' ترکش سے ایک تیر نکالا اور نشانہ باندھ کر چلا دیا۔ وہ سیدھا حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ انہوں نے ہاتھ سے تیر پکڑا اور اپنے جسم سے کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ دشمن نے دوسرا تیر مارا وہ بھی ان کے جسم میں پیوست ہو گیا انہوں نے وہ بھی نکال کر پھینک دیا۔ اس نے تیسرا تیر مارا وہ بھی سیدھا آپ کے جسم میں پیوست ہو گیا اور یہ تیر پہلے دو کی نسبت زیادہ گہرا لگا۔ لیکن انہوں نے اسے بھی کھینچ کر پرے پھینک دیا۔ اب کیا تھا کہ جسم سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ آپ نے نماز و عبادت ختم کی' سلام پھیرا اور پھر دھیرے دھیرے کھسک کر اپنے سوئے ہوئے ساتھی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قریب ہوئے اور اسے جگا دیا۔

کہنے لگے بھائی اٹھو زخموں کے گھاؤ نے تو میرے بدن کا خون نچوڑ لیا ہے۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا ہے۔ کمزوری و نقاہت سے میرا دل ڈوب رہا ہے۔ جب تیر مارنے والے دشمن نے دیکھا کہ درے میں ایک کی بجائے دو آدمی ہیں تو وہ خوف کے مارے بھاگ نکلا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے جسم میں تین جگہ سے خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔ تو وہ گھبرا گئے۔

فرمانے لگے بڑے تعجب کی بات ہے۔ پہلا تیر لگنے پر مجھے جگا دیا ہوتا!

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اپنے من میں ڈوب کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز نماز کی حالت میں سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ اور مجھے اس قدر لطف آ رہا تھا کہ دل نہ چاہا کہ سورہ مکمل پڑھے بغیر سلام پھیر دوں۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ کی قسم اگر مجھے اس ذمے داری کے زیاں ونقصان کا اندیشہ نہ ہوتا جو پیغمبر اول و آخر و اعظم رسول کریم ﷺ نے مجھ پر عائد کی ہے تو میری جان چلی جاتی اور میں یہ نماز اور تلاوت کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیتا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف معرکہ آرائی ہولناک صورت اختیار کر چکی تھی تو انہوں نے مسیلمہ کذاب کے فتنے کو ختم کرنے اور بپھرے ہوئے مرتدین کو پسپا کرنے کے لیے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ جس میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ بڑے نمایاں صف اول کے بہادروں میں دکھائی دیتے تھے۔ لشکر اسلام اور مسیلمہ کذاب کی فوج جب آپس میں ٹکرائی، گھمسان کا رن پڑا۔ دشمن فوج کی پسپائی کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔ لشکر اسلام کو کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔

اس نازک ترین صورت حال میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ انصار مہاجرین پر اور مہاجرین انصار پر تکیہ لگائے ہوئے ایک دوسرے کو ناکامی کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ تو یہ غیظ و غضب سے تلملا اٹھے۔ لیکن اپنے آپ پر ضبط کرتے ہوئے انہوں نے اس ہولناک معرکے میں لشکر اسلام کی کامیابی کے اسباب و ذرائع پر سوچا۔ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اب کامیابی کی ایک ہی صورت ہے کہ مہاجرین اور انصار الگ الگ منصوبہ بندی کریں۔ پھر ایک ساتھ دشمن کی فوج پر دونوں طرف سے حملہ آور ہوں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ کمزوری کس طرف سے واقع ہو رہی اور جم کر مقابلہ کون کر رہا ہے۔

ایک رات جب لڑائی پورے شباب پر تھی۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو نیند آئی اور اس میں خواب دکھائی دی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان کا دروازہ کھلا میں اندر داخل ہوا تو دروازے کو بند کر دیا گیا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو بیان کیا اور ساتھ ہی خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا۔

اے ابوسعید! اللہ کی قسم اس خواب میں مجھے شہادت کا اشارہ دیا گیا ہے۔

جب دن چڑھا لڑائی شروع ہوئی تو حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ایک ٹیلے پر چڑھ کر باآواز بلند پکار پکار کر کہنے لگے۔ اے انصار لوگوں سے الگ ہو جاؤ۔ اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ ڈالو۔ دیکھو تمہاری طرف سے اسلام پہ کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ پورے جوش و جذبہ سے بار بار یہ بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس چار سو افراد جمع ہو گئے۔ جن میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضور انور رسول اللہ ﷺ کا شمشیر بردار حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ان مجاہدین کی قیادت کرتا ہوا' اپنی شمشیر براں سے دشمن کی صفیں چیرتا ہوا' ہلاکت و موت سے بزور سینہ اٹھکیلیاں کرتا ہوا' آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کی فوج کو ''گلستان موت'' میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ دیوانہ وار لڑتے ہوئے باغ کی دیوار کے پاس زخم کھا کر گرے اور شہید ہو گئے۔

دشمن کی تلواروں، تیروں اور نیزوں کے زخموں سے ان کا بدن چھلنی ہو چکا تھا۔ چہرے پر اس قدر زخم تھے

Marfat.com

کہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ پرانے زخم کے ایک نشان کی بنا پر ان کی شناخت ہو سکی۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(تاریخ اسلام ذہبی جلد 1 صفحہ 370۔ تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 90۔ الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 440۔ الجرح و التاریخ صفحہ 282۔ سیر اعلام النبلاء، جلد 1 صفحہ 243۔ حیاۃ الصحابہ جلد 1 صفحہ 716۔)

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

ایسا عظیم صحابی جس نے جنت میں لنگڑاتے ہوئے چل کر داخل ہونے کا عزم کیا

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو زمانہ جاہلیت میں یثرب کا ایک عظیم رہنما مانا جاتا تھا۔ آپ قبیلہ بنو سلمہ کے سردار تھے اور آپ کا شمار اس وقت کے سخی اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں سرداران عرب میں یہ رواج تھا کہ ہر سردار کے لیے ایک خصوصی بت ہوتا تھا۔ جسے وہ بڑے اہتمام سے اپنے گھر میں رکھتا تاکہ صبح و شام اس سے برکت حاصل کرے۔ خوشی کے وقت اس کے نام پر جانور قربان کرے اور مصیبت کے وقت اس سے مدد و پناہ طلب کرے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے بت کا نام مناۃ تھا اور اسے بڑی عمدہ لکڑی سے تیار کروایا گیا تھا۔ گھر میں اس کی بڑی نگہداشت کی جاتی اور انتہائی عقیدت کے ساتھ اسے اعلیٰ قسم کے عطریات لگائے جاتے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی جب ایمان کی کرنیں یکے بعد دیگرے یثرب کے ہر گھر میں ضیاپاشیاں کرنے لگیں۔ سب سے پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی انتھک کوشش اور تبلیغ سے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے حضرت معوذ، حضرت معاذ، حضرت خلاد رضی اللہ عنہم اور ان کے مخلص دوست حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اپنے بیٹوں سے متاثر ہو کر ان کی والدہ ماجدہ ہند بھی مسلمان ہو گئیں لیکن حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ اس کے تمام افراد خانہ مسلمان ہو گئے ہیں۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہند نے سوچا کہ اس وقت اہل یثرب کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ سرداران قوم میں سے ان کے خاوند اور دیگر چند افراد کے علاوہ سبھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ بیوی کے دل میں بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس پایا جاتا تھا کہ کہیں ان کا خاوند حالت کفر ہی میں نہ مر جائے۔

ادھر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان کے بیٹے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر مبلغ اسلام حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی پیروی نہ اختیار کر لیں، جنہوں نے تھوڑی ہی مدت میں بہت سے افراد کو اپنے آبائی دین سے منحرف کر کے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنا دیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے اپنی بیوی سے کہا۔

ہند خبردار! خیال رکھنا کہ کہیں تیرے بیٹے مُصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کے چنگل میں نہ پھنس جائیں پھر یوں کہا! کہ ہمیں اس شخص کے متعلق کچھ سوچنا ہی پڑے گا۔

بیوی نے عرض کیا۔

آپ کا حکم سرآنکھوں پر لیکن کیا آپ اپنے بیٹے معاذ (رضی اللہ عنہ) سے وہ بات سننا پسند کریں گے جو وہ مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتا ہے۔

انہوں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کیا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے دین سے منحرف ہو چکا ہے اور مجھے اس کا علم بھی نہ ہو سکا۔ اس نیک خاتون نے جب اپنے خاوند کے تیور دیکھے تو فوراً بولی نہیں نہیں بیٹا تو صرف معصب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کی کسی ایک مجلس میں شریک ہوا تھا۔ جو اس مجلس میں باتیں ہوئیں وہ اس نے زبانی یاد کرلیں۔

تو اس نے کہا:

اچھا بیٹے کو میرے پاس لاؤ بیٹا جب سامنے آیا تو اسے کہنے لگے مجھے بھی وہ کچھ سناؤ جو تم اس مجلس میں سن کر آئے ہو تو بیٹے نے سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع کردی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔ رحمان و رحیم ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ جو معتوب نہیں ہوئے۔ جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ (قرآن حکیم سورہ فاتحہ) آمین۔

سن کر کہنے لگے یہ تو بہت عمدہ کلام ہے۔

کیا اس کی ہر بات اسی طرح کی ہوتی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

ابا جان اس سے بھی عمدہ، ان کی باتوں سے متاثر ہو کر تو آپ کی پوری قوم ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی ہے۔ کیا آپ بیعت نہیں کریں گے؟

بیٹے کی یہ بات سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے میں تو اتنا بڑا فیصلہ و اقدام اپنے معبود مناۃ سے مشورہ لیے بغیر نہیں کر سکتا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس سلسلہ میں کیا حکم دیتا ہے۔

Marfat.com

بیٹے نے کہا:

ابا جان یہ ممکن ہی نہیں کہ مناۃ آپ سے کوئی بات کرے۔ یہ تو ایک لکڑی کا بنا ہوا بت ہے جس میں نہ سننے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی جواب دینے کی۔

باپ غصے سے بولا:

میں نے تجھے ایک دفعہ کہہ دیا ہے کہ میں ہرگز اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کروں گا جب تک کہ مناۃ سے مشورہ نہ کرلوں۔

پھر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اٹھ کر مناۃ کی طرف گئے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی اپنے معبود مناۃ سے کوئی بات کرنا ہوتی تو اس کے پیچھے اوٹ میں ایک بڑھیا عورت کو کھڑا کر دیتے۔ اس سلسلہ میں ان کا یہ خیال تھا کہ بڑھیا میرے ہر سوال کا وہی جواب دیتی ہے جو مناۃ کی طرف سے ان کے ذہن میں القاء کیا جاتا ہے۔ پھر وہ مناۃ کے سامنے اپنی ایک ٹانگ کے بل سیدھے کھڑے ہوگئے کیونکہ ان کی دوسری ٹانگ لنگڑی تھی۔ پہلے تو انہوں نے مناۃ کی بہت تعریف کی پھر یہ عرض پیش کی۔

اے مناۃ! بلاشبہ تجھے اس بات کا علم ہے کہ یہ مبلغ مُصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) جو مکہ سے ہماری اس وادی میں وارد ہوا ہے یہ آپ کے علاوہ اور کسی کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ یہ یہاں صرف اس لیے آیا ہے کہ ہمیں تیری عبادت سے روک دے۔

مجھے یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ یونہی اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔ حالانکہ میں نے اس کی بہت عمدہ باتیں بھی سنی ہیں۔ آج میں اسی لیے آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں ازراہ کرم میری راہنمائی فرمائیں میں بہت پریشان ہوں۔

لیکن مناۃ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر بڑے افسردہ ہوئے اور کہا:

میرے پیارے مناۃ شاید آپ ناراض ہوگئے ہیں۔

میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے۔ آپ ناراض نہ ہوں میں چند دن تک آپ کے پاس آؤں گا تا کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے یہ جانتے تھے کہ ان کے والد کا اپنے معبود مناۃ کے ساتھ بہت گہرا قلبی تعلق ہے۔ یہ تعلق خاطر بھلا کیوں نہ ہو۔ ایک طویل عرصہ سے مناۃ کی پوجا پاٹ اس کے رگ و ریشے میں رچ بس چکی تھی۔ لیکن انہیں اس حقیقت کا بھی احساس ہوا کہ باپ کے دل میں مناۃ کی قدر و منزلت میں چنداں کمی واقع ہو چکی ہے۔ لیکن ان کی یہ کوشش تھی کہ مناۃ کی محبت ان کے دل سے بالکل نکال دیں تب ہی وہ

marfat.com
Marfat.com

ایمان قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے۔

ایک دفعہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹے اپنے ساتھی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کی تاریکی میں مناۃ کے پاس آئے۔ انہوں نے اسے اٹھایا اور لے جا کر اس کو ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ جس میں بنو سلمہ گندگی پھینکا کرتے تھے۔ یہ کارروائی کرنے کے بعد چپکے سے وہ گھر لوٹ آئے۔

کسی کو بھی اس واقعہ کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ جب صبح کے وقت حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اپنے معبود کو سلام کرنے کے لیے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بت تو وہاں سے غائب ہے کہنے لگے۔

صد افسوس رات ہمارے معبود کو کسی نے غائب کر دیا۔

اہل خانہ میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تو انہوں نے اپنے گھر کے اندر اور باہر ہر جگہ دیکھا غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے تلاش کرتے کرتے اس گڑھے تک جا پہنچے جس میں لوگ گندگی پھینکتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مناۃ سر کے بل اس گڑھے میں پڑا ہوا ہے۔ اسے باہر نکالا دھویا صاف کیا، اسے خوشبو لگائی اور وہاں سے اٹھا کر دوبارہ اپنے گھر لے جا کر اس کی جگہ پر کھڑا کر دیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

خدا کی قسم! اگر مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اسے آج بہت ذلیل و رسوا کرتا۔

جب دوسری رات ہوئی تو بیٹے بت کو چپکے سے اٹھا کر اسی گڑھے میں پھر پھینک آئے جس میں اسے پہلی رات پھینکا تھا۔

باپ نے صبح کے وقت دیکھا کہ اس کا معبود مناۃ پھر غائب ہے تلاش بسیار کے بعد انہیں پھر اسی گڑھے میں منہ کے بل پڑا ہوا ملا وہاں سے اسے باہر نکالا، دھویا، صاف کیا اور اسے اٹھا کر گھر لے آئے اور دوبارہ اس کی جگہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔

تینوں بیٹے روزانہ مناۃ کے ساتھ یہی سلوک کرتے رہے۔

باپ اس صورت حال سے بے حد پریشان ہوا۔ ایک دن اس نے ایسے کیا کہ اپنی تلوار مناۃ کے گلے میں لٹکا دی اور کہنے لگا۔

اے میرے مناۃ! مجھے تو علم نہیں کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کون کر رہا ہے اگر تم میں ہمت ہے تو خود اپنا دفاع کرو یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے یہ کہا! اور خود اپنے بستر پر آ کر لیٹ گئے۔

جب بیٹوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا باپ گہری نیند سو گیا ہے تو وہ دبے پاؤں مناۃ کے پاس آئے اس کی گردن سے تلوار اتاری اور اسے چپکے سے اٹھا کر گھر سے باہر نکل گئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ ایک مرا ہوا کتا بھی باندھ دیا اور بنو سلمہ کے اس کنوئیں میں پھینک آئے جس میں گندا پانی جمع ہوتا تھا۔

Marfat.com

باپ جب نیند سے بیدار ہوا دیکھا کہ مناۃ پھر غائب ہے۔ تلاش کرتے ہوئے وہ کنوئیں تک پہنچا۔ اس میں دیکھا کہ مناۃ مونہہ کے بل اس میں پڑا ہوا ہے اور ایک مردہ کتا اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور تلوار اس سے چھین لی گئی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے دل میں نفرت پیدا ہوگئی اور اس دفعہ اسے وہیں رہنے دیا اور کہنے لگے۔

خدا کی قسم اگر تو حاجت روا ہوتا' کچھ کرنے کے قابل ہوتا تو' تُو اور کتا ایک ساتھ کنوئیں میں نہ پڑے ہوتے' اور پھر

تھوڑی ہی دیر بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لذت ایمانی سے شاد کام ہوئے۔ لیکن انہوں نے شرک کی حالت میں جو دن گزارے تھے۔ اس پر انہیں انتہائی افسوس تھا۔ اب وہ دین اسلام کی طرف پورے اخلاص سے متوجہ ہوئے۔ اپنی جان، مال اور اولاد کو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر دیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد غزوۂ احد وقوع پذیر ہوا۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے تینوں نوجوان بیٹوں کو دیکھا کہ وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اور صبح و شام بہادر شیروں کی مانند آ جا رہے ہیں اور وہ جام شہادت نوش کرنے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر دم بے چین ہیں۔ آپ نے اپنے بیٹوں کے جذبہ جہاد سے متاثر ہو کر خود بھی میدان کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کا عزم کر لیا۔ لیکن بیٹوں نے اپنے باپ کو اس ارادہ سے روکا۔

کیونکہ ایک تو وہ عمر رسیدہ تھے مزید برآں وہ ایک ٹانگ سے معذور بھی تھے۔

بیٹوں نے عرض کی:

ابا جان، اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے آپ معذور ہیں آپ یہ تکلیف نہ اٹھائیں اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا ہے۔

باپ اپنے بیٹوں کی باتیں سن کر رنجیدہ خاطر ہوئے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکوہ کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے مجھے جہاد میں شریک ہونے سے روک رہے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ میں لنگڑا ہوں۔

خدا کی قسم میں تو لنگڑاتا ہوا جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔

حضور پُر نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ شوق دیکھ کر ان کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا: انہیں جہاد میں شریک ہونے دو۔ شاید اللہ تبارک تعالیٰ انہیں شہادت نصیب فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر بیٹوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

marfat.com
Marfat.com

جب جہاد کے لیے میدان کی طرف نکلنے کا وقت آیا تو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس انداز سے الوداع کہا، جیسا کہ اب کبھی واپس گھر نہیں لوٹیں گے۔ پھر قبلہ رخ ہو کر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی۔

الٰہی! مجھے شہادت نصیب کرنا اور مجھے ناکام بنا کر اپنے اہل خانہ کی طرف نہ لوٹانا۔ پھر وہ اپنے بیٹوں کے جلو میں میدان جنگ کی طرف چل پڑے۔ ان کی قوم بنو سلمہ کے بہت سے افراد اس جنگ میں شریک ہوئے۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو مجاہدین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مختلف دستوں میں بٹ گئے۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے اگلے دستہ میں چلے جارہے ہیں۔ اور اپنی ایک ٹانگ کے سہارے چوکڑیاں بھرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنی زبان مبارک سے یہ کہہ رہے ہیں۔ میں جنت کا مشتاق ہوں۔ میں جنت کا متلاشی ہوں۔ اور ان کے پیچھے ان کا بیٹا خلاد رضی اللہ عنہ چلا آرہا تھا۔ یہ بوڑھے مجاہد اور ان کا جوان بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسلسل دفاع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دونوں یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔

جب جنگ ختم ہوئی تو حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی طرف تشریف لے گئے۔ تاکہ ان کی تدفین کا بندوبست کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

شہدآء اسلام کو خون اور زخموں کی حالت میں ہی رہنے دو۔

روز قیامت تبارک تعالیٰ کے حضور میں ان کی شہادت کی گواہی دوں گا۔

پھر ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں زخمی کر دیا جاتا ہے تو اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے زخموں سے زعفرانی رنگ کا خون بہہ رہا ہو گا اور اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہو گی۔

پھر ارشاد فرمایا:

عمرو بن جموح (رضی اللہ عنہ) اور عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کردو، یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محض اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کیا کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی احد کے شہداء سے اللہ تبارک تعالیٰ راضی ہو گیا اور ان کی قبروں کو اپنی رحمت سے منور کر دیا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل اس مضمون کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(الاصابہ مترجم صفحہ 5799۔ صفۃ الصفوۃ جلد 1 صفحہ 265)

Marfat.com

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے بدلے آخرت کا سودا کیا
اللہ تبارک تعالیٰ اور حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز پر مقدم جانا۔۔۔۔۔مؤرخین

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ ان ہزاروں میں ایک جوان رعنا تھے جو سرداران قریش کی دعوت پر مکہ معظمہ کی بالائی جانب مقام تنعیم کی طرف محض اس لیے چل کھڑے ہوئے تا کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں، جنہیں قریش نے دھوکے سے پکڑ لیا تھا۔

اس کے شباب فراواں اور ابھرتی ہوئی جوانی نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ لوگوں کے کندھے پھلانگتا ہوا ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ ایسے سرداران قریش کے برابر کھڑا ہو سکے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور بھی شہسواران عرب موجود تھے جو اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اسے اس طرح یہ موقع ملا کہ قریش کے اس اسیر کو بچشم خود پابجولاں دیکھ سکے۔ اس نے اس منظر کا مشاہدہ کیا کہ عورتیں، بچے اور جوان سب اسے موت کی وادی کی طرف بے دریغ دھکیل رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر کے حضور پرنور، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لیں اور یوں بدر کے مقتولین کی رسوائی کا بدلہ چکائیں۔

جب یہ ہجوم اپنے اس قیدی کو لے کر اس مقام پر پہنچا جو پہلے سے اس کی شہادت کے لیے متعین تھا۔ تو اس مرحلہ پر طویل القامت نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی طرف نظر دوڑائی سرداران قریش اسے کشاں کشاں تختہ دار کی طرف لے جا رہے تھے۔ اس نے عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار اور شور میں ایک پروقار اور پرسکون آواز سنی۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔

اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو مجھے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت دو!

پھر سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کعبہ رخ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دو رکعتیں کیسی تھیں، اتنی حسین، اتنی مکمل کہ کیا کہنے! اس کے بعد اس نے یہ دیکھا کہ قوم کے سرداروں کی طرف منہ کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں۔

بخدا! اگر مجھے اس بدگمانی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ میں نے نماز کو موت کے ڈر سے طوالت دی ہے تو میں نماز میں اور زیادہ وقت صرف کرتا۔ پھر اس نے سرداران قریش کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا زندہ حالت میں مثلہ کر رہے ہیں یعنی یہ لوگ ان کے جسم کا ایک ایک عضو یکے بعد

marfat.com
Marfat.com

دیگرے کاٹ رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری جگہ حضرت محمد ﷺ ہوں اور تم اس تکلیف سے بچ جاؤ؟

ان کا اس حالت میں کہ خون کے دھارے جسم سے پھوٹ رہے تھے جواب یہ تھا۔

خدا کی قسم مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں امن اور چین سے رہوں اور حضرت محمد ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ پھر جناب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ فضا میں ہاتھ ہلا ہلا کر اور با آواز بلند کہہ رہے ہیں۔

اسے مار ڈالو، اسے مار ڈالو، اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ تختہ دار پر اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ سے یہ التجا کر رہے ہیں۔

الٰہی! ان سب ظالموں کو شمار کر لے اور انہیں گمراہی وکفر کے بدلے تباہی کا مزا چکھا اور ان میں سے کسی کو معاف نہ کر۔ یہ کہہ کر انہوں نے زندگی کی آخری سانس لی یہ وہ لمحہ تھا جب ان کا جسم تلوار اور نیزوں کی ضربات سے چور تھا اور اتنے زخم کھا چکا تھا کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

قریش بالآخر مکہ واپس لوٹ آئے اور اس کے بعد پیش آنے والے بڑے بڑے سنگین معرکوں کی بہتات میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے واقعہ شہادت کو یکسر بھلا بیٹھے۔ لیکن اس نوجوان سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پردۂ دل سے ایک لحظہ کے لیے بھی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر محو نہ ہوا۔ چنانچہ یہ جب بھی سوتے خواب میں یہ منظر برابر دکھائی دیتا اور بیدار ہوتے تو چشم خیال میں یوں محسوس ہوتا جیسے کہ تختہ دار کے آگے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پورے اطمینان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کی پردرد آواز جیسے ان کے کانوں میں گونج رہی ہے اور وہ قریش کے خلاف دعا میں مصروف ہیں اور اس خیال سے ان کا کلیجہ دہل جاتا ہے کہ کہیں آسمان کا کڑکا ان کو آنہ لے یا آسمان سے پتھر گر کر ان کو تباہ نہ کر دیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کر کے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو وہ کچھ سکھا دیا جس کا انہیں پہلے قطعی علم نہ تھا۔

انہیں سکھایا کہ حقیقی زندگی عقیدہ اور عقیدے کی راہ میں تادم آخر مسلسل جہاد کرنے کا نام ہے۔ دوسری بات جو اس واقعہ سے انہوں نے سیکھی وہ یہ تھی کہ پختہ ومحکم ایمان ایسے عجیب وغریب کردار کو جنم دے سکتا ہے جو عام حالات میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں انہیں اس حقیقت کا بھی احساس ہوا کہ وہ شخص جس سے اس کی رفقاء اس درجہ محبت رکھتے ہیں کہ اس پر جان نچھاور کر دیں بلاشبہ اللہ کا سچا رسول ﷺ ہے۔ جن کی تائید کے ساماں آسمان کی طرف سے مہیا ہوتے ہیں۔ اس کا یہ سوچنا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ اس نے برسر مجمع یہ اعلان کر دیا کہ میں بت پرستی کی آلائشوں سے پاک ہو کر اور

Marfat.com

بے اختیاروں سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں میں آج سے مسلمان ہوں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے مکہ کی سکونت ترک کر کے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔۔۔ اور صحبت میں رہنے لگے۔ خیبر اور اس کے بعد ہونے والے غزوات میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔

جب پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے جوار رحمت کی طرف کوچ کیا' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے ان کی خدمات کی وجہ سے خوش تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ برہنہ شمشیر بن کر رہے۔ اور ایسی زندگی بسر کی جو مسلمانوں کے لیے کردار کا نادر نمونہ ثابت ہوئی' جنہوں نے دنیا کو بیچ کر آخرت کا سودا کیا اور اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا جوئی کو اپنی خواہشات کے مقابلہ میں راجح اور مقدم جانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں خلیفے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی صداقت اور تقویٰ کو خوب جانتے تھے' لہٰذا ان کی نصیحتوں کو غور سے سنتے اور ان کی ہر بات پر کان دھرتے۔

پھر ایک روز حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خاص طور پر اس وقت تشریف لائے جبکہ وہ مسند خلافت پر فروکش ہوئے ہی تھے۔ آپ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے معاملہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں لوگوں سے کبھی نہ ڈرنا اور یہ کہ تمہارے قول و فعل میں تضاد کبھی نہ ہونا چاہئے اس لیے کہ انسان کی بہترین گفتار وہی ہوتی ہے جس کی تصدیق اس کا کردار کرے۔ اس نے کلام جاری رکھتے ہوئے مزید کہا:

اے عمر رضی اللہ عنہ!

اللہ تبارک تعالیٰ نے جن مسلمانوں کا تمہیں نگران بنایا ہے ان کے معاملات کی طرف خصوصی دھیان دیتے رہنا، ان کے لیے وہی پسند کرنا جو خود تمہیں اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پسند ہو اور ان کے لیے ہر اس چیز کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنا جو خود تمہیں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لیے ناپسند ہو۔ مشکلات کا سامنا کرنے سے نہ گھبرانا اور راہ حق پر مضبوطی سے جمے رہنا اور حق کی راہ میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بھلا کس میں یہ ہمت ہے کہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو سکے۔

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ اس کے اہل ہیں آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی

marfat.com

Marfat.com

فریضہ سونپا ہے۔ آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں آپ سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں۔

اس مرحلہ پر خلیفۃ الرسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو اپنی نصرت و تائید کے لیے دعوت دی اور فرمایا:

اے سعید رضی اللہ عنہ ہم تمہیں علاقہ حِمص کا گورنر مقرر کرتے ہیں۔

انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

''اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ کا واسطہ ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر خفا ہو کر فرمایا:

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خلافت کا بار تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود اس سے الگ تھلگ ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔''

خدا کی قسم میں تمہیں ذمہ داری دیئے بغیر چھوڑنے والا نہیں اس کے بعد آپ نے ان کو صوبہ حِمص کا گورنر مقرر کر دیا اور ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے لیے ہم کچھ معاوضہ مقرر نہ کریں؟

اس پر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا۔

امیر المؤمنین! میں معاوضہ لے کر کیا کروں گا بیت المال سے جو کچھ مجھے ملتا ہے وہ بھی میری ضرورت سے زیادہ ہے۔ یہ کہا اور حِمص کی طرف چل دیئے۔

کچھ عرصہ بعد اہالیانِ حِمص میں سے قابل اعتماد افراد پر مشتمل ایک وفد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے وفد کو حکم دیا۔

تم لوگ مجھے ان افراد کے نام لکھ کر دو جو تم میں مفلس و نادار ہیں تاکہ میں ان کی مالی مدد کر سکوں۔ وفد نے آپ کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اس فہرست میں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام بھی درج ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا:

کون سعید بن عامر رضی اللہ عنہ؟

انہوں نے بتایا: ہمارا گورنر۔

فرمایا آپ کا گورنر مفلس ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں، خدا کی قسم کئی کئی دن ان کے چولہے میں آگ نہیں جلتی۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے اختیار رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی آپ اٹھے اور ہزار دینار لیے اور ان کو ایک تھیلی میں بھر کر فرمایا:

Marfat.com

اس سے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ امیر المؤمنین نے یہ تھیلی تمہارے لیے بھیجی ہے تاکہ اس سے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔

یہ وفد حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھیلی لے کر آیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس میں تو دینار ہیں۔ تھیلی کو اپنے سے دور ہٹا کر عاجزی وانکساری وخوف خدا سے کہنے لگے!

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(سب کچھ اللہ کا مال ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔'') انہوں نے یہ بار بار اس انداز سے کہا کہ گویا کوئی بپتا نازل ہوگئی ہے یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیوی گھبرائی ہوئی اٹھی اور کہنے لگی:

میرے سر کے تاج کیا سانحہ رونما ہو گیا!

کیا امیر المؤمنین وفات پا گئے؟

آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ بات کہیں زیادہ اہم ہے۔

اس نے پوچھا: کیا کسی معرکہ جہاد میں مسلمانوں کو کوئی صدمہ پہنچا؟

آپ نے فرمایا: اس سے بھی بڑی بات۔

اس نے عرض کی: بھلا اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے؟

فرمایا:

میرے ہاں دنیا در آئی تاکہ میری آخرت بگاڑ دے۔ میرے گھر فتنہ ابھر آیا۔

اس نے عرض کی:

کیوں نہ آپ اس فتنہ سے گلو خلاصی کر لیں اسے دیناروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

انہوں نے فرمایا:

کیا تو اس سلسلہ میں تم میری مدد کرو گی؟

عرض کی: جی ہاں کیوں نہیں۔

آپ نے اپنی بیوی کو دیناروں کی آمد کے بارے میں بتا کر' فوری آپ نے دینار متعدد تھیلیوں میں بند کیئے اور غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔

اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیار شام میں تشریف لائے مقصد یہ تھا کہ اس علاقہ کے حالات معلوم کر سکیں۔

ان دنوں حِمص کا نام کویفہ پڑ گیا تھا' جو لفظ کوفہ کی تصغیر ہے۔ یہ اس نام سے اس لیے مشہور ہوا کہ یہاں

marfat.com
Marfat.com

کے لوگ عمال حکومت کے خلاف شکوہ شکایت کرنے میں اہل کوفہ سے بہت حد تک مشابہت رکھتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری حمص میں ہوئی تو یہاں کے لوگ آپ کو سلام عرض کرنے کی خاطر حاضر ہوئے۔

آپ نے دریافت فرمایا:

تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا۔ انہوں نے اس کی شکایت میں زبان کھولی اور ان کے طرز عمل کے بارہ میں چار باتیں کیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے گورنر اور شکایت کرنے والوں کو ایک ساتھ طلب کیا اور اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کی کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ میرے اندازے یقین وگمان کو جھوٹا نہ ہونے دے۔

مجھے اس پر بہت اعتماد تھا، جب یہ لوگ اور ان کا گورنر بوقت صبح میرے پاس آئے تو میں نے دریافت کیا تمہیں اپنے گورنر سے کیا گلہ ہے؟

انہوں نے بتایا:

کہ یہ دن چڑھے تک گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

اس پر میں نے پوچھا سعید رضی اللہ عنہ تم اس سلسلہ میں کیا کہنا چاہتے ہو۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ چند لمحے خاموش رہے پھر کہا:

بخدا میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا ناپسند کرتا تھا لیکن اب اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ میں حقیقت حال صاف صاف بیان کر دوں۔

صورت حال یہ ہے کہ گھر میں میرے پاس کوئی خادم نہیں۔ میں صبح سویرے اٹھتا ہوں اور اہل خانہ کے لیے آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر تک انتظار کرتا ہوں تاکہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے بعد ازاں ان کے لیے روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے لوگوں کی خدمت کے لیے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے ان لوگوں سے پوچھا: کہ تمہیں ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت کسی کی نہیں سنتے۔

میں نے کہا: سعید رضی اللہ عنہ اس اعتراض کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

فرمایا: بخدا میں اس امر کا اظہار بھی ناپسند کرتا ہوں۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ میں نے دن ان کے لیے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں سے مزید پوچھا کہ

Marfat.com

آپ کو ان کے خلاف اور کیا شکایت ہے۔
وہ بولے: مہینہ میں ایک دن غفلت سے کام لیتے ہیں؟
میں نے دریافت کیا: سعید رضی اللہ عنہ یہ کیوں؟
سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین میرے پاس نہ تو کوئی خادم ہے۔ نہ ان کپڑوں کے سوا میرے پاس کپڑوں کا کوئی اور جوڑا ہے جو اس وقت کپڑے میں نے پہن رکھے ہیں۔ مہینے میں ایک مرتبہ دھوتا ہوں پھر منتظر رہتا ہوں کہ یہ خشک ہو جائیں جب یہ خشک ہو جاتے ہیں تو میں انہیں کو پہن کر دن کے آخری حصے میں ان کا سامنا کرتا ہوں۔
خلیفۃ الرسول حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
پھر میں نے دریافت کیا:
کوئی اور شکایت؟
انہوں نے کہا:
مجلس میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھی ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہل مجلس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔
میں نے پوچھا: سعید رضی اللہ عنہ یہ کیا بات ہے؟
حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر بچشم خود دیکھا ہے۔ میں اس وقت مشرک تھا۔ میں نے دیکھا کہ قریش اس کی بوٹیاں کاٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔
کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جواب میں کہتے ہیں:
خدا کی قسم میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میں تو اپنے اہل وعیال میں اطمینان سے رہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں ایک کانٹا بھی چبھنے پائے۔ جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ میں نے اس دن ان کی کیوں مدد نہ کی۔ ڈرتا ہوں کہ شاید اللہ تبارک تعالیٰ میرا یہ جرم معاف نہ کرے۔ اس کے بعد مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔
یہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:
اللہ کا شکر ہے کہ جس نے سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے حسن ظن کو غلط ثابت نہیں کیا۔
اس کے بعد آپ نے ایک ہزار دینار بھیجے تا کہ ان سے اپنی ضروریات پوری کر لیں۔
جب یہ دینار حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دیکھے تو کہہ اٹھی کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں

marfat.com
Marfat.com

آپ کی خدمات سے بے نیازی بخشی۔
ہمارے لیے ضرورت کی اشیاء خرید لیجئے اور گھر کے کام کاج کے لیے ایک خادم رکھ لیجئے اس پر آپ نے بیوی سے فرمایا:
میں تجھے وہ چیز نہ دوں جو اس سے بھی بہتر ہو۔
بیوی نے کہا: بھلا وہ کیا۔
فرمایا:
یہ دینار ہم اسی کو لوٹا دیں جو ہمارے پاس لایا ہے، ہم ان دیناروں سے کہیں زیادہ اُس کے محتاج ہیں۔
بیوی نے کہا وہ کون؟
فرمایا: کیوں نہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو قرض حسنہ دے دیں۔
بیوی نے عرض کی:
آپ نے بجا ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اسی مجلس میں دیناروں کو مختلف تھیلیوں میں رکھا اور اپنے اہل خانہ میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ، فلاں کی بیوی فلاں کے یتیم بچوں اور فلاں خاندان کے مساکین اور فلاں قبیلہ کے محروموں میں تقسیم کر آؤ۔
اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو سند رضا سے نوازا آپ ان لوگوں میں سے تھے جو دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود گھاٹے میں رہیں۔
حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی جو اس مضمون میں لکھ دیئے گئے ہیں ان کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 51۔ ابن عساکر جلد 6 صفحہ 145، 147۔ صفۃ الصفوۃ جلد 1 صفحہ 273۔ حلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 244۔ تاریخ الاسلام جلد 2 صفحہ 35۔ الاصابۃ جلد 3 صفحہ 326۔ نسب قریش صفحہ 399۔)

قارئین کرام!
میں اس سے پہلے بھی یہ گزارش کر چکا ہوں کہ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ حیاتِ طیبہ کے بیان میں زمانہ وقوع کے لحاظ سے ہر ممکن تسلسل رکھوں گا لیکن میں نے گزشتہ باب ''سابقون الاوّلون'' میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ تک) کا بیان اپنے زمانہ وقوع سے پہلے کر دیا ہے۔ ایسا کرنے کی وجوہات اور مجبوریاں میں نے ان کے بیان کرنے سے پہلے گوش گزار کر دی ہیں کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ سب کو میرا چند چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زمانہ وقوع سے پہلے بیان کر دینا بہت پسند آیا ہوگا اور بہت سود مند رہا ہوگا اور اسے دنیا اور آخرت سنوارنے میں مدد ملی

Marfat.com

ہو گی۔

یہ سب ہماری کائنات کے بلند و بالا روشن مینار ہیں جن سے شمع نورِ حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ہر سو انوار پھوٹ رہے ہیں۔ ان سے دل کی تاریک دنیا کو منور کر لیں اور نورٌ علیٰ نور ہو جائیں۔

لیجئے حیاتِ طیبہ کا بیان پھر زمانہ وقوع کے لحاظ سے جاری ہے۔

حضرت عفیف کندی رضی اللہ عنہ

ان ہی دنوں کی بات ہے جب ان (مشرکین) کی نظر میں یہ دین ایک بے ضرر سا انفرادی کیس تھا اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ منیٰ میں لوگ جمع تھے ہر طرف خیمے نصب تھے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا پرانا تاجر دوست عفیف کندی بیٹھا ہوا تھا اس کا اصلی نام کچھ اور تھا مگر جاہلی خرافات سے متنفر ہونے، دور رہنے کی وجہ سے لوگ اسے عفیف یعنی پاکباز کہتے تھے اور وہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ اس نے وہاں بیٹھے بیٹھے ایک ایسا منظر دیکھا جو اس کی نظروں میں کھب گیا اور پاک دل میں گھر کر گیا اور اس کی زندگی بدل کر رکھ دی۔

اس نے دیکھا منیٰ کے میدان میں ایک خیمہ سے حسن و جمال کا پیکر آفتاب طلوع ہوا جس نے گرد و پیش پر کرنیں بکھیر دیں ان کے رخِ پرنور کی ضیاء سے فضا معطر اور منور ہو گئی۔ اس نے حسن و نور کا ایسا پیکر زندگی بھر نہیں دیکھا تھا وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس حسن مجسم نے باہر نکل کر سورج کے ڈھلنے کا جائزہ لیا (یعنی کہ نماز کے لیے وقت کا اندازہ کیا) جب پتہ چل گیا وہ ڈھل گیا ہے تو کعبہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر خیمے کا پردہ ہٹا اور ایک باوقار خاتون نمودار ہوئی جس نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ لی۔ پھر ایک نوعمر لڑکا باہر آیا اس نے بھی ان کی پیروی کی۔ عفیف کندی یہ عجیب و غریب مگر پرنور منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا لیکن کچھ نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ میرے بھائی عبداللہ کے صاحبزادے اور میرے بھتیجے "محمد بن عبداللہ" ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ان کو یہ دین دے کر بھیجا ہے جس کے اصولوں پر یہ عمل پیرا ہیں یہ نماز انہی اصولوں میں سے ہے۔ خاتون ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کو رسول تسلیم کر لیا ہے اور ان پر ایمان لے آئی ہیں۔ نوعمر لڑکا ان کا چچا زاد بھائی علی ہے یہ بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

عفیف کندی حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ دین کی تفصیلات معلوم کیں جو اسے پسند آئیں۔ پہلے ہی پاک دل کا مالک تھا اس لیے پاک تعلیمات قبول کرنے میں دیر نہ لگی اور مسلمان ہو گیا۔ مگر عرصہ دراز تک اپنے گھر والوں سے اس راز کو چھپائے رکھا۔

marfat.com

Marfat.com

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس وقت دین کا اثر قبول کر لیا تھا اور دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مناسب موقعہ پر وہ اس دین پر ایمان لے آئیں گے اور بعد میں وہ ایمان لے بھی آئے مگر ہمیشہ پچھتاتے رہے کہ اگر اسی وقت ایمان قبول کر کے اس کا اظہار کر دیتے تو اول ترین گروہ میں سے ہونے کا اعزاز حاصل کر لیتے تاہم بڑے پکے اور سچے مسلمان ثابت ہوئے اور حسن عمل سے ایک عالم کو گرویدہ کر لیا۔

(البدایہ والنھایہ جلد 3 صفحہ 25۔ الوفا با حوال المصطفیٰ صفحہ 167)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

آپ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کو بالکل ابتداء میں قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے انتہائی ناسازگار حالات میں جرأت و ہمت کا ثبوت دیا۔ اور عزم واستقلال کی ایک نہ بھولنے والی مثال قائم کر دی جس نے ان کے اعزہ واقارب خصوصاً باپ کو سیخ پا کر دیا۔

چونکہ طبع نفیس اور ذوق سلیم رکھتے تھے اس لیے نور و نکہت ہی کے خواب دیکھتے تھے۔ ابھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئے نبوت نہیں فرمایا تھا ان دنوں کی بات ہے انہوں نے بڑا پرنور اور معنی خیز خواب دیکھا جس نے بعد میں ان کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔

دیکھتے ہیں کہ زمین اندھیرے میں ڈوب گئی ہے۔ دشت و جبل میدان و کھیت سب نگاہوں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ دریا سمندر شہر، وادیاں عمارتیں اور کائنات کی تمام چیزیں نظر آنا بند ہوگئیں۔ جیسے تاریکی کے کالے دیو نے ان کو یکدم نگل لیا ہو اور اب ان کا کوئی وجود نہ ہو۔ پھر چاہ زمزم سے نور کا ایک ہالہ نمودار ہوا جس نے ابھرنا اور پھیلنا شروع کر دیا۔ اس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ تیز اور ٹھنڈی میٹھی تھی۔ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتی اور لہراتی ہوئی اس دلکش و سکون بخش اور حیات آفرین روشنی نے ساری کائنات کو اپنی منور آغوش میں لے لیا ہر شے نور میں نہا گئی۔ دشت اور درخت کھیت اور کھلیان پہاڑ اور میدان دریا اور سمندر زمین اور آسمان جو اندھیرے میں روپوش ہوگئے تھے سب جگمگا اٹھے اتنی روشنی پھیلی کہ درختوں پر لگی ہوئی کھجوریں بھی نظر آنے لگیں۔

حضرت خالد بن سعید نے یہ خواب اپنے بھائی کو بتایا اس نے کہا:

تو نے بڑا حیرت انگیز اور عجیب وغریب خواب دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہے اس کا تعلق عبدالمطلب کی اولاد کے ساتھ ضرور ہے کیونکہ تو نے زمزم سے نور اوپر چڑھتے دیکھا ہے اور زمزم کا ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 122)

کچھ عرصہ (چند دنوں) کے بعد جب حضور پُرنور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر جلوہ گر ہوگئے تو اس نے پھر ایک حقیقت افروز خواب دیکھا جس نے انہیں خواب گراں سے جگا دیا۔ دیکھا آگ کا ایک وسیع و

Marfat.com

عریض سمندر ہے جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس ہولناک منظر سے ان کے پسینے چھوٹ گئے مگر اگلا منظر اس سے بھی زیادہ خوفناک اور حیرت انگیز تھا اپنے باپ کو دیکھا وہ اسے دھکے دے کر اس دل ہلا دینے والی آگ میں داخل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دوسری طرف حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کو دیکھا وہ انہیں کمر سے پکڑ کر پیچھے ہٹانے اور آگ سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کشمکش میں ان کی آنکھ کھل گئی۔

خواب بالکل واضح تھا ان کے دل نے کہا یہ ایک سچا خواب ہے قدرت نے انہیں نشان حق دکھایا ہے اور مرکز ہدایت سے آگاہ فرمایا ہے۔ یہ اپنے دوست حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اس خواب کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے بتایا: اے خالد، نشان حق اور برھان صادق کا ظہور ہو چکا ہے۔ نبی برحق اور آخری رسول ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔ میرے ساتھ چلو اور دست اقدس پر بیعت کرلو اور بتوں کی غلامی سے نجات پاؤ۔

ان کی پرستش نری جہالت اور انسانیت کی اہانت ہے یہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے بے بصر و جامد پتھر جو سننے دیکھنے اور ہلنے جلنے سے قاصر ہیں۔ یہ منصب خداوندی پر کیسے فائز ہو سکتے ہیں؟ وقت آ گیا ہے کہ ہوش میں آؤ اور انہیں پائے حقارت سے ٹھکرا کر پاش پاش کردو۔ تمہارے سچے خواب کی یہی سچی تعبیر ہے۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے دل نے کہا: یہ مشورہ بالکل صائب اور سو فیصد درست ہے اور یہی تعبیر سچی ہے۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسی وقت بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے۔

اس وقت حضور پر نور ﷺ محلہ اجیاد میں رونق افروز تھے۔

عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تبارک تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانو۔ مجھے اس کا بندہ اور رسول یقین کرو۔ اور جن پتھروں کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ جو نہ سن سکتے نہ دیکھ سکتے نہ ضرر پہنچا سکتے اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں ان سب کی عبادت کا طوق اپنے گلے سے اتار کر پھینک دو۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے اس وعظ سے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اور بیساختہ کہہ اٹھے۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔"

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو ان کے ایمان لانے سے از حد مسرت ہوئی۔

ایمان لانے کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے ڈر سے روپوش ہو گئے باپ کو جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو ان کی تلاش میں کسی کو بھیجا چنانچہ انہیں پکڑ کر باپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ باپ نے پہلے زبانی سرزنش کی اور جب اس کا خاطر خواہ اثر نہ ہوا تو ایک ڈنڈے سے ان کے سر پر ضربیں لگانا شروع

marfat.com

Marfat.com

کیں یہاں تک کہ وہ ڈنڈا ٹوٹ گیا۔ پھر دھمکی دی کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو میں رزق کے دروازے تمہارے لیے بند کر دوں گا یہاں تک کہ تم بھوک سے ایڑیاں رگڑتے رگڑتے دم توڑ دو گے۔

باپ نے اسے خوب مارا پیٹا۔ جب اس سے بھی ان کا مقصد حل نہ ہوا تو دانہ پانی بند کر دیا۔ جب اس کا بھی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو انہوں نے عذاب وعتاب کے بعد گھر سے نکال دیا۔ آپ نے سب کچھ بڑی ہمت اور صبر واستقلال سے برداشت کیا۔ گھر سے نکلنا گوارا کر لیا مگر مصطفوی تحریک میں شمولیت کے لیے آپ نے جو قدم آگے بڑھایا تھا اسے پیچھے ہٹانا گوارا نہ کیا۔

نوجوان تھے' جوانی کے کچھ تقاضے اور مطالبے ہوتے ہیں جو ماں باپ کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔ کچھ ضروریات ہوتی ہیں جن کے لیے معاشرتی سہارا بہت ضروری ہوتا ہے۔ کچھ امنگیں اور آرزوئیں ہوتی ہیں جن کے بے رنگ خاکوں میں ماں باپ ہی رنگ بھر سکتے ہیں اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو زندگی کی تصویر مسخ ہو جاتی ہے۔
حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنی مادی خواہشوں کی تکمیل کی کوئی پرواہ نہ کی۔ جائیداد سکھ چین ماں باپ کا پیار دوستوں کا یارانہ سب کچھ قربان کر دیا اور سرکارِ دو عالم' تاجدار کائنات ﷺ کے ابر کرم کے خنک سائے اور محبت کے آسمان تلے سب کوفتیں اور چاہتیں بھول گئے۔ یوں محسوس کرنے لگے جیسے سب کچھ کھو کر سب کچھ پا لیا ہے۔

روزی اور گھر کے دروازے مستقل بند کر دیئے گئے مگر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے کوئی پرواہ نہ کی انہوں نے ایمان کے لیے جو دل کا دروازہ کھولا تھا وہ دنیا کی خاطر اسے بند کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، حجر عسقلانی جلد 1 صفحہ 406)

چند دن آپ بڑے صبر وتحمل سے مار پیٹ سہتے رہے' باپ کی کڑوی کسیلی باتیں اور دھمکیاں سنتے رہے۔ اور آخر میں ایک جملہ سے اپنا مدعا بیان کر دیا۔ کہا

"اے ابا! اگر آپ میرا آب ودانہ بند کر دیں گے تو میرا اللہ میرے رزق کا سامان فرما دے گا جس پر میں زندگی گزاروں گا۔"

یہ کہہ کر حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہو گئے۔ حضور انور ﷺ ان کی بڑی عزت فرماتے اور آپ ہمیشہ حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر رہتے۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 445۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، حجر عسقلانی جلد 1 صفحہ 406)

حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ اور بیت ارقم

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا خاندان بڑی عزت کا مالک تھا۔ ان کے دادا اسد بن عبداللہ اپنے خاندان کے سردار اور بزرگ مانے جاتے تھے۔ آپ کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا تھا جو فطرتاً اچھے، بے ضرر، حق پرست اور خوف

Marfat.com

خدا کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔آپ بھی معاشرے کی جہالت، ظلمت اور دیگر ناہمواریوں سے نالاں تھے۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کو مشیت نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، خدمت اور اسلام کی اشاعت و مدد کے لیے چن لیا تھا۔ابھی کوئی ایک درجن آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا کہ یہ بھی خم توحید کا جام نوش جان کر کے شمع رسالت کے پروانوں میں داخل ہو گئے۔

قارئین کرام! ابتدائی ایک دو سالوں میں تو حکمت خداوندی کے تحت حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریک دین اسلام کو مشرکین مکہ کی نگاہ سے حتی الامکان چھپا کر رکھا۔

درج ذیل روایت، حدیث مبارک تو بالکل شروع کے دنوں کی ہے اور بالکل ایک طرح سے گھر ہی کی بات ہے پھر بھی حکمت خداوندی کے تحت ''ابھی یہ راز فاش نہ ہونے'' کی واضح ہدایت اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابتداء میں جو چند فرخندہ بخت خوش نصیب قدسی نفوس مسلمان ہوئے تھے وہ دعوتی حکمت و مصلحت کے پیش نظر چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب نوعمر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور پرنور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا تو یہ انداز عبادت دیکھ کر دنگ رہ گئے اور پوچھا یہ کیا ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دین حنیف، دین اسلام ہے۔یہ عبادت اس کا ایک رکن ہے، آؤ تم بھی اس دین میں داخل ہو جاؤ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: چونکہ یہ دین بدلنے کا معاملہ ہے اس لیے اپنے باپ سے پوچھے بغیر میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا۔حضور پرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو سردست رہنے دو۔ پوچھنے سے یہ راز فاش ہو جائے گا اور ہم ابھی ایسا نہیں چاہتے۔

ابتداء میں اہل مکہ نے بھی کوئی نوٹس نہ لیا، اعتراض نہ کیا انہوں نے سمجھا یہ ایک انفرادی معاملہ ہے اور ایک شخص کا اپنا تصور اور خیال ہے۔ان کے سامنے ورقہ بن نوفل زید بن عمرو اور قیس بن ساعدہ ایادی کی مثالیں موجود تھیں۔یہ لوگ قوم سے ہٹ کر اپنے مخصوص نظریات اور انفرادی عقائد کے مالک تھے اور ان پر شدت سے کاربند بھی تھے۔پوری قوم کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ یہ گمراہی ہے جس پر تم عمل پیرا ہو۔اس روش کو ترک کر دو اور بتوں کی پرستش سے باز آؤ۔یہ تمہیں کچھ نہیں دے سکتے اس تنقید و انکار کے باوجود لوگ انہیں کچھ نہیں کہتے تھے کیونکہ جانتے تھے یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔وہ اس نئے دین (دین اسلام) کو بھی اسی قسم کا ایک ذاتی معاملہ تصور کر رہے تھے۔

لیکن اہل مکہ کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ایک عالمگیر تحریک اور مکمل نظریہ حیات ہے۔اس دین رب للعالمین اور مصطفوی مشن کے اپنے اصول وضوابط اور قوانین و آداب ہیں جو بہت واضح روشن مضبوط اور بے لچک ہیں۔وہ اسے ایک محدود اور سطحی سا نظریہ اور ایک شخص کی اپنی ایجاد اور ذہنی اختراع تصور کیے ہوئے تھے جو تعمیری سوچ و بچار کا کرشمہ اور بلند عزم و ہمت کا نتیجہ تھی۔ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ایک ترقی پذیر اور ہمہ گیر

marfat.com

Marfat.com

دین ہے جو سماوات وارض اور جہات ستہ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور پوری کائنات کو اپنی آفاقی تعلیمات کے نور سے منور کر دے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کی شان، حکمت اور کرشمہ سازیاں کہ ان میں (اسلام قبول کرنے والوں میں) ہر طبقہ زندگی کے لوگ شامل تھے، یتامیٰ ومساکین بھی اور امراء وصنعتکار بھی' معاشرے کے دھتکارے ہوئے پس ماندہ ونادار غرباء بھی، جو سرمایہ داروں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جنہیں اپنی مرضی سے سانس لینے کی بھی اجازت نہ تھی۔ ستم رسیدہ غلام بھی' ان میں محنت کش اور مزدور پیشہ مرد بھی تھے اور باہمت واستقلال والی گھریلو خواتین بھی۔

مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کپڑے کے پھیلے ہوئے کاروبار کے مالک اور مالدار تاجر تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک اسلحہ ساز تلوار' نیزہ برچھی بنانے کی فیکٹری چلا رہے تھے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ گوشت کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت بلال، صہیب، عمار، یاسر، ابن مسعود اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما مظلوم طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ارقم، ابوعبیدہ، حضرت جعفر، سعید بن زید، حاطب اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہما درمیانے طبقے کے نمائندے تھے۔ حضرت عائشہ، حضرت اسماء، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور اسی طرح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت امینہ رضی اللہ عنہم طبقہ نسواں سے تعلق رکھتی تھیں۔

غرض معاشرے کے ہر گروہ کے ایسے افراد یہاں جمع ہو گئے تھے۔ جو کسی ایک طبقے کے لوگ نہیں تھے۔ یہ حقیقت اس امر کی کھلا ثبوت تھی کہ تحریک سچی اور سب کے مفادات کی محافظ ہے۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جس کے ساتھ سب کے، پوری انسانیت کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس کی کامیابی سب کی کامیابی ہے اس انقلاب کی بدولت ایک غریب اور نادار کو بھی اس کے حقوق مل سکتے ہیں۔ اس انقلاب کی بدولت ہر انسان امن وامان، سکھ چین اور عزت وآبرو کی زندگی گزار سکتا ہے۔

ایک صالح انقلاب لانے کے لیے مختلف درجات وطبقات پر مشتمل مسلمانوں کا یہ گروہ اپنی عددی قلت کے باعث قریبی گھاٹیوں میں جا کر اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوتا تھا' اپنی عبودیت وبندگی کا مظاہرہ کرتا تھا۔ فرعونوں کے اقتدار، بتوں کی پرستش اور معاشرے کی بے راہ روی سے بیزار اور بے ہنگم روایات وآداب سے نالاں یہ لوگ رو رو کر یہ دعا کرتے تھے کہ انہیں رشد وہدایت کے چراغ روشن کرنے کی توفیق دی جائے اور وہ عزم وحوصلہ بخشا جائے کہ وہ ہر باطل طاغوتی طاقت سے نہ صرف ٹکرا جائیں بلکہ باطل کی شخصیت کے آہنی بت کو بھی پاش پاش کر دیں۔

وہ یہ تمنا کرتے تھے کہ تحریک دین اسلام زور پکڑے' نیک بخت لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوں اور

Marfat.com

وہ اس کے پرچم تلے جمع ہو کر کفر و شرک، جھوٹ فریب، ضلالت و منافقت اور ہر برائی کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں۔ وہ دن جلد آئے جب یہاں مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع ہو اور بندگان خدا سکھ کا سانس لیں ہر کسی کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے اور پرسکون، خوشگوار، خوشحال، مطمئن کن مسرور، کن زندگی گزارنے کا موقع ملے۔

وہ نماز پڑھ کر دست بدعا تھے کہ کسی طرف سے چند مشرکین مکہ کا ایک گروہ وہاں اچانک پہنچ گیا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا، یہ نیک لوگ نماز و دعا میں مشغول تھے کسی کا نقصان نہیں کر رہے تھے مگر باطل پرستوں کے ماتھے پر پھر بھی بل پڑ گئے۔ ان کے شرک پسند مزاج اور باطل نواز طبیعت کو یہ حسین منظر پسند نہ آیا، چپکے سے گزرنے کی بجائے وہ اکڑ کر کھڑے ہو گئے اور اسی پر بس نہ کی بلکہ اس مہذب و خدا ترس اور نیک نہاد گروہ کو گالیاں دینے لگے کہ تم لوگ گمراہ اور مفسد ہو قوم کے متفقہ اور متعین راستے سے ہٹ کر ایک الگ راہ بنا رہے ہو اس طرح کا ایک نیا فتنہ کھڑا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور تمہیں ملیامیٹ کر دیں گے۔

انیس سالہ نوجوان حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ بے ہنگم اور جاہلانہ باتیں سن کر بپھر گئے اور غضبناک لہجے میں بولے: ضلالت و گمراہی کے پرستارو: شر و فساد بدمعاشی اور بے راہ روی کے علم بردار تم ہو۔ نفس و ہوس کے بہکاوے میں آ کر تم جن راہوں پر چل رہے ہو وہ فلاح دارین سے ہٹی ہوئیں، مکمل تباہی کی راہیں ہیں۔ تم اپنی خبر لو ہمیں سمجھانے کی ضرورت نہیں۔

بات آگے بڑھی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہڈی اٹھا کر ایک مشرک کے سر پر دے ماری اس کا سر پھٹ گیا۔ وہ پس پا ہو کر بھاگ گئے، انہیں احساس ہو گیا جو لوگ مصطفوی انقلاب کی راہوں پر نکلے ہیں وہ جوانیاں لٹانے والے ہیں بزدل و بے ہمت نہیں جنہیں ڈرا دھمکا کر ان کی اختیار کردہ راہ راست سے ہٹایا جا سکے۔

دانا قائد کی نظر مستقبل بعید پر ہوتی ہے۔ وہ اپنی عسکری قوت کی حفاظت کو ہر چیز پر اوّلیت دیتا ہے۔ قبل از وقت تصادم سے جمع شدہ پرجوش مستعد و منظم قوت کے زائل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے وہ ایسی منصوبہ بندی کرتا ہے جس سے اس قوت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ سالار کاروان اہل حق پیغمبر انقلاب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ جواں سال سعد کے جوش نے دشمن کے ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے اور مسلمانوں کے لیے فوری تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ اور مشرکین مکہ بھی کسی حد تک تحریک اسلام سے باخبر اور چوکنا ہو چکے تھے۔ ان حالات کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ایک انقلابی مرکز کے قیام کی فوری ضرورت محسوس کی جہاں مسلمان نمازوں کے لیے جمع ہوں۔ انہیں گھاٹی پر جانے کی ضرورت نہ رہے اور فوری تصادم کا خطرہ ٹل

marfat.com
Marfat.com

جائے۔

تحریک دین اسلام، بانی تحریک دین اسلام اور دین اسلام کے گنتی کے ان چند جانثاروں کی جانوں کے لیے مشرکین مکہ کی طرف سے پہلے ہی روز بہ روز خطرات بڑھ رہے تھے۔ اس تصادم کے بعد جانثاروں کی زندگی بڑے خطرے میں تھی، مشرکین نے تہیہ کر لیا کہ اسلام کو یہاں ہی ختم کر دیا جائے۔ لیکن اسلام تو باطل کو ختم کرنے کے لیے آیا تھا، خود ختم ہونے کے لیے نہیں۔ اس نے آفتاب بن کر دنیا کے گوشہ گوشہ کو رہتی دنیا تک روشن کرنا تھا۔

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا مکان کوہ صفا کے پاس تھا۔ صفا مروہ کی سعی کرنے والے اس مکان کے سامنے سے گزرتے تھے۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ مکان اللہ کے نام پر وقف کر کے پیغمبر اوّل وآخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، کہ وہ اسے اپنا تبلیغی مرکز بنالیں۔ یہ کام ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین مرضی اور ضرورت کے مطابق کیا کہ حضور انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے کوئی محفوظ جگہ چاہتے تھے اور یہ مکان بڑا محفوظ اور تبلیغ کے لیے بڑا موزوں تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار اس مکان میں محفوظ ہو گئے۔

حضرت ارقم حضور پُرنور، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانباز صحابی تھے۔

اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا دسواں نمبر تھا یعنی سابقین واولین میں سے تھے اور ان کا گھر کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد 1 صفحہ 28)

پیغمبر اوّل وآخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے ان کا گھر پسند کیا کہ اہل حق وہیں جمع ہوں اور آپ وہاں ان کی ذہنی وفکری اور روحانی تربیت کریں انہیں راہ انقلاب کے نشیب وفراز سمجھائیں۔ اس طرح ''دارارقم'' اپنی ماہیت، ماحول اور محل وقوع کے اعتبار سے ''مصطفوی انقلاب تحریک دین اسلام کا پہلا تربیتی مرکز'' بن گیا۔ متلاشیان حق اور وابستگان تحریک ہدایات ومعلومات اور مستقبل کا لائحہ عمل حاصل کرنے کے لیے وہیں آنے لگے۔

اور یہ وہی گھر ہے جس میں ہادیٔ دو جہاں، سرکارِ دو عالم، حضور انور، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ وترویج کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد 1 صفحہ 28 بحوالہ مستدرک الحاکم)

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اشاعت وتبلیغ دین اسلام

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ وسعی کامیاب سے پہلے ایک گروپ یا گروہ کی شکل میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت

Marfat.com

سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے دوسرے روز خوش نصیبوں کا ایک گروہ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے ان حضرات نے بھی ہادئ کونین تاجدار کائنات' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہدایت بخش پر ہاتھ رکھ کر بیعت اسلام کی۔اس دوسرے گروپ میں یہ مقدس ہستیاں شامل تھیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابی الارقم، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 439)

تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ خفیہ طور پر جاری رہا خوش نصیب روحیں جب پیغام حق کو سنتیں تو جس طرح پیاسے، ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے کی طرف کھچے چلے آتے ہیں وہ بھی بے تابانہ وار اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے لپکتیں۔وہ ازلی نیک بخت جن کو ''السابقون الاولون' کے زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے چند کے نام بطور تبرک تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرات عبیدہ بن حارث۔سعید بن زید۔ان کی اہلیہ فاطمہ (حضرت عمر کی ہمشیرہ) اسماء اور عائشہ دختران صدیق اکبر۔خباب بن الارت۔عمیر بن ابی وقاص۔حضرت سعد کے بھائی۔عبداللہ بن مسعود۔مسعود بن القاری۔سلیط بن عمر۔اور ان کے بھائی حاطب۔عیاش بن ربیعہ۔ان کی اہلیہ اسماء۔خنیس بن حذافہ۔عامر بن ربیعہ۔عبداللہ بن جحش اور ان کے بھائی ابواحمد۔جعفر بن ابی طالب۔اور آپ کی اہلیہ۔اسماء بنت عمیس۔حاطب بن الحارث۔عثمان بن مظعون کے دو بھائی قدامہ اور عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تبارک تعالیٰ عنہم اجمعین

(محمد رسول اللہ، محمد رضا جلد 1 صفحہ 79)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے من موہنے انداز تبلیغ اور حضور کے یار وفا شعار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے آہستہ آہستہ اسلام، سعید روحوں کو اپنی طرف ملتفت کرتا' کھینچتا گیا اور ان کے دلوں میں نور توحید سے اجالا کرتا گیا یہاں تک کہ داعی حق کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تعداد تیں ہوگئی اور یہ ساری کوشش خفیہ طور پر جاری تھیں اور ان کو صیغہ راز میں رکھا جاتا تھا۔

تحریک میں شامل ہونے والے بعض کارکن بڑے ہی پرجوش، فعال سرگرم عمل اور انقلابی دل و دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں تحریک میں تیزی آئے' مشن گھر گھر پہنچے اور جو کان اس آوازہ حق سے ناآشنا ہیں وہ بھی اس سے آشنا ہوجائیں اور کوئی فرد ایسا نہ رہے جو مشن کے انقلابی پیغام سے بے خبر ہو۔اس کے لیے وہ دن رات جدوجہد کرتے ہیں اپنوں اور بیگانوں تک رسائی حاصل کر کے انہیں ہم نوا بنا کر تحریک میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔انہیں بعض اوقات سرپھروں سے بھی پالا پڑتا ہے جو ڈھب سے جواب دینے کی بجائے بدتمیزی پر بھی اتر آتے ہیں مگر مخلص کارکن اس کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنا مشن جاری رکھتے ہیں۔بلکہ اگر

marfat.com

Marfat.com

علم ہو کہ ردعمل شدید ہوگا اور مخالف مرنے مارنے پر اتر آئے گا تو بھی وہ آوازۂ حق ان کے کانوں تک پہنچانے سے گریز نہیں کرتے اور انجام سے بے نیاز ہو کر حق تبلیغ ادا کر کے قرب ربانی حاصل کرتے ہیں۔

اس طرح سے حق تبلیغ ادا کرنے میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے آگے آگے ہیں اور پھر آپ کے نقش قدم پر بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے جن میں سے چند ایک اسم مبارک یہ ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم۔ حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اکیلے نے مدینہ کی کایا پلٹ دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے ہی نڈر مبلغ اور تحریک دین اسلام کے پرجوش ہوش مند انقلابی لوگ تھے جنہوں نے وہ مجاہدانہ اور پرجلال کردار ادا کیا جسے سن کر آج بھی رگوں میں گرم خون دوڑنے لگ جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا مبلغ، خطیب

اسلام کی ابتدائی شاندار کامیابیوں نے کفر و باطل کے ایوانوں میں ایک کہرام مچا دیا اور انہوں نے حق و صداقت کے اس ابھرتے ہوئے آفتاب کی کرنوں کا راستہ روکنے کے لیے پردے تاننے کی مہم کا آغاز کر دیا وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ باطل کے اندھیروں کو حق کی ان روپہلی اور تابندہ کرنوں کی یلغار سے بچا سکیں گے، جو بالکل ناممکن تھا۔ ان کے جور و ستم کی مہم کا آغاز ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہوا۔ جس کو علامہ ابن کثیر کے حوالہ سے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ علامہ بن کثیر رقم طراز ہیں۔

جب مسلمان مردوں کی تعداد اڑتیس ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب ہمیں کھل کر میدان میں نکل آنا چاہئے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ پوری قوت سے انجام دینا چاہئے۔

حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! ابھی ہماری تعداد بہت کم ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اصرار جاری رہا یہاں تک کہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارارقم کے حجرہ سے نکل کر حرم شریف کے صحن میں اپنے غلاموں کی معیت میں تشریف لے آئے اور تمام مسلمان مسجد کے کونوں میں بکھر گئے اور اپنے اپنے قبیلہ میں جا کر نشستیں سنبھال لیں۔

جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے تو دنیائے اسلام کا سب سے پہلا خطیب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ کافر، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کو سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور مشتعل ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کو خوب مارا اور پیٹا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تو ان کا غصہ بڑا شدید تھا چنانچہ آپ کو دھکا دے کر زمین پر گرایا اوپر چڑھ گئے، پاؤں سے لتاڑتے اور ڈنڈوں سے زدوکوب

Marfat.com

کرتے رہے اتنے میں بد بخت عتبہ بن ربیعہ آ گیا اس نے اپنے بھاری بھرکم جوتے اتارے اور ان سے آپ کے چہرے پر پے در پے ضربیں لگانے لگا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ کر کودنے لگا۔ بے رحموں نے آپ کے چہرے اور سر پر اتنی ضربیں لگائیں کہ آپ کا چہرہ سوج کر اتنا زیادہ پھول گیا کہ ناک اس سوجن میں نظر ہی نہیں آتی تھی۔

آپ کے قبیلہ بنی تیم کو معلوم ہوا تو انہوں نے مشرکین کو دھکے دے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور ہٹایا اور آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے گھر لے آئے۔ آپ کی موت میں کسی کو شک نہ تھا۔ پھر بنو تیم مسجد حرام میں واپس آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مر گئے تو ہم عتبہ کو ضرور تہ تیغ کر دیں گے۔ یہ اعلان کرنے کے بعد پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جہاں وہ مدہوش پڑے تھے۔ آپ کے والد ابوقحافہ اور آپ کے قبیلہ والے آپ کو بلاتے تھے لیکن آپ کوئی جواب نہیں دیتے تھے سارا دن غشی طاری رہی جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ کو کچھ ہوش آیا۔ اور پہلا جملہ جو آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ مجھے بتاؤ میرے آقا۔ میرے ہادی حضور پُر نور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔''؟

یہ سن کر ان لوگوں نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ملامت کرنے لگے۔ پھر وہ لوگ وہاں سے واپس جانے کے لیے اٹھے اور آپ کی والدہ ام الخیر کو کہا کہ خیال رکھنا انہیں ضرور کچھ کھلانا پلانا۔ جب والدہ اکیلی آپ کے پاس رہ گئیں اور اصرار کرنا شروع کیا کہ آپ کچھ بولیں۔ آپ نے پھر وہی جملہ دہرایا ''ما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کہ اللہ کے پیارے رسول کا کیا حال ہے۔'' والدہ نے کہا بخدا! مجھے تیرے صاحب کے بارے میں کوئی خبر نہیں کہ ان کا کیا حال ہے۔ آپ نے کہا کہ اماں! ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس سے دریافت کرو۔

آپ کی والدہ وہاں سے نکل کر ام جمیل کے پاس آئیں اسے کہا کہ ابوبکر تجھ سے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں پوچھتا ہے۔ اس نے جواب دیا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو' اگر تو پسند کرے تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلی جاتی ہوں۔ ام الخیر نے کہا بہت بہتر، چنانچہ ام جمیل ان کے ساتھ ان کے گھر آئی۔ دیکھا کہ ابوبکر بے ہوش پڑے ہیں اور نزع کی حالت ہے۔ ام جمیل آپ کے قریب گئی اور رونا چیخنا شروع کر دیا اور کہا بخدا جس قوم نے تیرے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کیا ہے بیشک وہ فاسق و فاجر اور کافر ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ ضرور ان سے انتقام لے گا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی وہی سوال کیا ''مافعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کہ میرے آقا کا کیا حال ہے؟

ام جمیل نے کہا کہ یہ آپ کی ماں سن رہی ہے آپ نے جواب دیا اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں مطمئن ہونے کے بعد ام جمیل نے کہا سالم صحیح یعنی کہ حضور صحیح و سلامت ہیں۔ آپ نے پوچھا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں

marfat.com
Marfat.com

ہیں؟ اس خاتون نے بتایا کہ حضور انور ﷺ دار ابن ارقم میں ہیں۔ اپنے آقا کی خیریت کی خبر سن کر آپ کے ہوش ٹھکانے لگ گئے اور آپ نے کہا: بخدا! میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیؤں گا جب تک پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی بارگاہ ناز میں حاضری کا شرف نہ کروں گویا آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حضور پُرنور ﷺ کی خیریت کے بارے میں اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں خواتین نے کچھ دیر انتظار کیا یہاں تک کہ لوگوں کی آمدورفت ختم ہوگئی۔ جب سناٹا چھا گیا تو وہ دونوں آپ کو لے کر گھر سے نکلیں حضرت صدیق ان پر ٹیک لگائے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔

''حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر جھک گئے اور ان کو بوسے دینے لگے اور مسلمان بھی ان پر جھک گئے اور پیار کرنے لگے۔ آپ ﷺ کی حالت زار کو دیکھ کر حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دل رحیم پر بڑی رقت اور گداز طاری ہوا۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور پر قربان جائیں مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے ان جوتیوں کی ضربوں کے جو عتبہ نے میرے چہرے پر ماری ہیں۔

''یہ میری ماں برہ اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہے' حضور پُرنور ﷺ سراپا برکت ہیں' اسے اللہ کی طرف بلایئے اور اس کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ مجھے امید ہے حضورِ انور ﷺ کی برکت سے اللہ اسے آگ سے نجات دے گا۔''

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں اس کی ہدایت کے لیے التجا کی پھر اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی چنانچہ وہ مشرف باسلام ہوگئیں۔ اس واقعہ کے بعد بھی مسلمان حضور انور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مہینہ تک دار بنی ارقم میں قیام فرمارہے۔ اور خفیہ طریقہ سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 439 تا 441۔ السیرۃ النبویہ، احمد زینی بن دحلان جلد 1 صفحہ 210، 211 البدایہ والنہایہ، ابن کثیر جلد 3 صفحہ 30)

حضرت صہیب اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا باپ کسریٰ کی حکومت میں اعلیٰ افسر تھا۔ رومی لشکر نے ایران پر حملہ کیا۔ صہیب جو ابھی چھوٹے بچے تھے رومی اسے قیدی بنا کر لے گئے۔ انہوں نے روم میں ہی نشوونما پائی۔ یہاں تک کہ جوان ہوگئے پھر عرب کا ایک گروہ روم گیا ان میں سے کسی نے صہیب کو خرید لیا۔ وہ انہیں سوق عکاظ میں لے آیا اور یہاں انہیں فروخت کردیا۔ پھر عبداللہ بن جدعان نے انہیں خرید لیا

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور ہادیٔ دو جہاں' سرکار دو عالم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو ایک روز

Marfat.com

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور پرُنور،نبی کریم،رؤف ورحیم ﷺ کے کاشانہ اقدس کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ وہاں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت عمار نے پوچھا صہیب، کدھر کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا میں حضور پرُنور ﷺ کی گفتگو سننے کے لیے حضور پرُنور،رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔
حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے دونوں اکٹھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
حضورانور،نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ' دونوں بیٹھ گئے۔ ہادیٔ انس وجاں سرکاردوعالم ﷺ نے دونوں کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کیں اور قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کر کے انہیں سنائیں۔ دونوں کے دل نور ایمان سے منور ہوگئے۔ انہوں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کا اعلان کردیا۔ شام تک وہیں حاضر رہے۔ شام کے وقت چھپ چھپا کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جب گھر پہنچے والدہ نے پوچھا دن بھر کہاں غائب رہے۔ انہوں نے صاف صاف بات بتادی اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ اس دین حق کو قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے ماں باپ کے سامنے اسلام کی موثر تعلیمات پیش کیں۔ قرآن کریم کی چند آیتیں جو آج ہی انہوں نے ازبر کی تھیں پڑھ کر سنائیں والدین اتنے متاثر ہوئے کہ اسی وقت ایمان لانے کا اعلان کردیا گویا اس ایک دن میں حضرت صہیب، حضرت عمار، ان کے والدین یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم چاروں حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

وہ نفوس قدسیہ جنہوں نے دعوتِ دین اسلام کو ابتداء میں قبول کیا اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا مردانگی سے مقابلہ کیا ان میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کا نام جندب بن جنادہ تھا۔ یہ بنی غفار قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ طبعی طور پر کفر وشرک سے دل برداشتہ تھے۔ بعثت نبوت سے تین سال قبل آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ جدھر اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا منہ کر کے کھڑے ہوجاتے اور اپنی عقل وفہم کے مطابق اپنے معبود برحق کی تسبیح وتحمید کر کے اپنے دل بے قرار کی تسلی کا اہتمام کرلیا کرتے۔
انہیں اطلاع ملی کہ مکہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنے بھائی انیس کو کہا کہ مکہ جا کر اس شخص سے ملاقات کرو۔ اور اس کی دعوت کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور واپس آ کر مجھے بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟ انیس مکہ گئے۔ چند روز وہاں قیام کیا جب واپس آئے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا سناؤ کیا دیکھ کر آئے ہو؟
انیس نے جواب دیا! کہ میں نے ایک شخص کی زیارت کی ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مخلوق کی راہنمائی کے لیے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے وہ مکارم اخلاق کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ابوذر نے پوچھا! لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

انیس نے بتایا! لوگ تو اسے شاعر۔ کاہن اور ساحر کہتے ہیں بخدا! وہ سچا ہے۔ لوگ جھوٹے ہیں۔

ابوذر نے اپنے بھائی کو کہا! کہ میرے اہل وعیال اور کاروبار کا خیال رکھنا میں بذات خود اس ہستی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔

انیس نے ہامی بھرلی۔ اور ساتھ ہی اپنے بھائی کو نصیحت کی کہ اہل مکہ سے محتاط رہنا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

میں نے ایک توشہ دان میں کھانے کا سامان رکھا' ہاتھ میں عصا تھاما اور مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ ساری مسافت پیدل طے کر کے مکہ پہنچا۔ وہاں نہ میری جان نہ پہچان' میں نے سیدھا حرم شریف کا رخ کیا۔ میں اس شخص کونہیں جانتا تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور جس کی زیارت کا شوق کشاں کشاں مجھے یہاں لے آیا تھا۔ اور کسی سے حضور انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھنا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا' مبادا کسی مشکل میں پھنس جاؤں۔ میں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ میں وہیں لیٹ گیا۔ مجھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں مسافر ہوں۔ میرا یہاں کوئی ٹھکانہ نہیں' اس لیے حرم شریف میں فروکش ہوگیا ہوں۔

آپ نے مجھے اپنے پیچھے پیچھے چلنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ میں آپ کے پیچھے چل پڑا۔ راستہ میں نہ آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ میں نے خود کچھ بتایا۔ رات آپ کے ہاں بسر کی۔ صبح ہوئی تو اپنا توشہ دان اٹھایا اور حرم میں آ کر ڈیرا ڈال دیا دوسرا دن بھی گزر گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ شام ہوئی تو چادر بچھا کر لیٹ گیا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھر گزر ہوا۔ مجھے کل کی طرح بے خانماں دیکھ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ راستہ میں سکوت طاری رہا نہ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ میں نے اپنے بارے میں ازخود کچھ بتایا۔ دوسری رات بھی گزر گئی۔ صبح کا اجالا ہوا تو میں اپنا سامان اٹھا کر حرم میں آ گیا۔ جب تیسرے دن کا سورج بھی غروب ہوگیا اور شام کے دھندلکے نے اپنی چادر پھیلانی شروع کر دی اور میں فرش حرم پر آرام کرنے کی غرض سے لیٹنے کی تیاری کرنے لگا تو پھر شاہ مرداں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ جب ہم منزل پر پہنچے تو آپ نے مہر سکوت توڑتے ہوئے دریافت کیا کہ تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا ہے؟

میں نے عرض کی! اگر آپ میرے ساتھ پختہ وعدہ کریں کہ آپ میرا راز فاش نہیں کریں گے اور میری راہبری کریں گے تو میں اپنی آمد کا مقصد بیان کرتا ہوں۔ آپ نے مجھے رازداری کا یقین دلایا تو میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ میری بات سن کر آپ نے فرمایا۔ بیشک وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ صبح میں تمہیں اپنے ساتھ ان کی خدمت میں لے جاؤں گا۔

Marfat.com

صبح ہوئی تو حسب وعدہ آپ مجھے ساتھ لے کر جانے کے لیے تشریف لائے۔ مجھے فرمایا تم چپکے چپکے میرے پیچھے چلتے آنا۔ اگر مجھے کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا جس طرح میں لوٹے سے پانی بہا رہا ہوں یا اپنی جوتی کا تسمہ درست کر رہا ہوں۔ اور اگر کوئی خطرہ نہ ہوا تو میرے پیچھے اطمینان سے چلے آنا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے آگے چلتے رہے۔ میں آہستہ آہستہ احتیاط سے ان کے پیچھے پیچھے۔ چنانچہ آپ کی معیت میں میں حضور پُرنور، سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے سامنے اسلام پیش فرمائیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بڑے دلنشین پیرایہ میں اسلام کی حقیقت سے مجھے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ کی ہر بات میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ جب حضور پُرنور ﷺ کا ارشاد اختتام پذیر ہوا تو میرا بخت خفتہ بیدار ہو چکا تھا۔ میرے تاریک دل میں ایمان کی نورانی شمع جگمگانے لگی تھی۔ شکوک وشبہات کا سارا غبار چھٹ گیا تھا۔ اسی وقت اور اسی جگہ حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے دستِ ہدایت بخش پر میں نے اسلام کی بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضورِ انور ﷺ اپنے جان نثار غلاموں سمیت آج رات میرے کلبہ غریب خانہ میں رونق افروز ہوں اور ماحضر (جو حاضر ہو) تناول فرمائیں۔ حضور پُرنور ﷺ نے اپنے عاشق صادق کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ رات کا کھانا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرور کائنات ﷺ حضرت ابوذر اور دیگر احباب رضی اللہ عنہم نے کاشانہ صدیقی میں تناول فرمایا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں زندگی میں پہلی مرتبہ طائف کے زبیب (خشک میوہ) کھانے سے لطف اندوز ہوا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے نئے اور مہمان صحابی کو دو خصوصی نصیحتیں فرمائیں۔

> ”رسول اللہ ﷺ نے ان باتوں پر ان سے بیعت لی کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے، نیز وہ حق بات کہیں گے خواہ وہ کتنی کڑوی ہو۔“

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 191، 192)

ایک روایت میں ہے کہ حضور انور، نبی کریم ﷺ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ یہاں (مکہ میں) ابھی اپنے ایمان کو ظاہر نہ کریں اور اپنے قبیلہ کے پاس واپس چلے جائیں اور انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ جب ہمارے فتح یاب ہونے کی تمہیں اطلاع ملے تو پھر میرے پاس آ جانا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تو مشرکین کے مجمع میں جا کر اپنے ایمان لانے کا اعلان کروں گا۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ ایک روز جب قریش کے قبائل حرم شریف میں اپنی اپنی مجلسیں جما کر بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آئے اور پورے زور کے ساتھ اعلان کر دیا۔ (''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول برحق ہیں۔'')

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قریش یہ سن کر بھڑک اٹھے اور مجھ پر ہلہ بول دیا۔ جو چیز کسی کے ہاتھ میں آئی' لکڑی' ڈھیلا' ہڈی' پتھر' وہ اس سے مجھے زدوکوب کرنے لگے یہاں تک کہ میں غش کھا کر گر پڑا۔ اتنے میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے مجھے جھک کر دیکھا تو پہچان لیا۔ اور انہیں جھڑکتے ہوئے کہا۔ کم بختو! یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جسے مار مار کر تم نے ادھ موا کر دیا ہے۔ تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے تجارتی قافلوں کا راستہ ان کے علاقہ سے گزرتا ہے۔ تب ان لوگوں نے مجھے چھوڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں اٹھ کر زمزم کے کنوئیں کے پاس گیا۔ اس کے پانی سے اپنے جسم پر لگا ہوا خون دھویا۔ جوں توں کر کے رات گزری۔ صبح ہوئی تو جنون عشق نے پھر مجبور کیا کہ کفار کے بھرے مجمع میں اپنے محبوب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پھر اعلان کروں۔ اس کے جرم عشق میں پیٹا جاؤں اور میرے انگ انگ سے خون کی ندیاں رواں ہوں چنانچہ دوسرے روز قریش حسب دستور جب اپنی محفلیں جما کر بیٹھ گئے تو میں نے اپنے پھیپھڑوں کی پوری قوت سے نعرہ لگایا ''اشھد ان محمدا رسول اللہ:'' میں نے یہ اعلان کر کے گویا بھڑوں کے چھتہ میں پتھر مار دیا۔ یہ سنتے ہی سب بپھر گئے اور غضبناک ہو کر مجھ پر ٹوٹ پڑے مکوں، گھونسوں، سوٹیوں' ڈنڈوں اور پتھروں سے میری خوب مرمت کی۔ جگہ جگہ سے خون بہنے لگا' میں غش کھا کر پھر گر پڑا اور حسن اتفاق سے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ پھر میرے لیے نجات کا فرشتہ بن کر آ پہنچے۔ ان کو خوب ڈانٹا اور انہیں بتایا کہ جس شخص پر تم یہ زیادتی کر رہے ہو یہ اس قبیلہ کا فرد ہے جس کے علاقہ سے تمہارے تجارتی کارواں گزرتے ہیں اس طرح مجھے ان سے چھٹکارا ملا۔

میں اپنے وطن واپس آ گیا۔ اپنے بھائی کو حضور پرنور' نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں شرف باریابی حاصل کرنے اور ایمان لانے کا واقعہ بتایا۔ اس نے کہا میں تو پہلے ہی اس دین کو قبول کر چکا ہوں۔ پھر دونوں بھائی اپنی والدہ کے پاس گئے اسے حالات سے مطلع کیا وہ نیک بخت خاتون بھی اپنے ایمان لانے پر آمادہ ہو چکی تھی۔ ان کی دعوت کی دیر تھی کہ انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ غفار کے پاس گئے انہیں اس دین حنیف کو قبول کرنے کی تلقین کی۔ نصف قبیلہ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور دوسرے نصف نے اس وقت اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدار کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ رونق افروز ہو چکے تھے۔

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 193۔ البدایہ والنہایہ، ابن کثیر جلد 3 صفحہ 34۔)

Marfat.com

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے اس صداقت شعار نیاز مند کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا۔

''جن پر نیلگوں آسمان سایہ فگن ہے اور جنہیں گرد آلود زمین نے اٹھایا ہوا ہے ان میں سے سب سے زیادہ سچا ابوذر ہے۔''

حضرت حصین والد عمران رضی اللہ عنہ

عمران، حصین کے فرزند پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور آج حصین کی سوئی ہوئی قسمت کے بیدار ہونے کی ساعت سعید آ پہنچی تھی۔ ہوا یوں کہ قریش کا ایک وفد ان کے پاس آیا سارے قریش دل سے ان کا ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک روز حصین کو آ کر کہا کہ اس شخص نے (حضور انور ﷺ) ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے۔ ہمارے بتوں کی عیب جوئی کرتا رہتا ہے ہر لحظہ انہیں برا بھلا کہتا ہے۔ تم عقلمند اور زیرک آدمی ہو۔ ذرا جا کر ان کو سمجھاؤ کہ وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ اس کا نتیجہ بڑا اندوہناک ہوگا۔

چنانچہ حصین، نے قوم کے اس وفد کو ہمراہ لے کر حضور پُرنور ﷺ سے گفتگو کرنے کی غرض سے حضور انور ﷺ کے کاشانہ اقدس کا رخ کیا۔ وہ سب حضور انور نبی کریم ﷺ کے در اقدس کے نزدیک آ کر بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ باہر ٹھہرے رہے اور حصین خود اندر چلا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو اہل مجلس کو فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے بیٹھنے کی جگہ کشادہ کرو۔ عمران، اس کا بیٹا پہلے ہی وہاں موجود تھا جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حصین نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

مجھے آپ (ﷺ) کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کی ہجو کرتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے حصین! تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟

اس نے کہا! ہم سات خداؤں کی جو زمین میں ہیں اور ایک خدا کی جو آسمان میں ہے' کی عبادت کرتے ہیں۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا! کہ اگر تمہیں کوئی ضرر اور تکلیف پہنچے تو کس خدا کو پکارتے ہو؟ کہا اس ایک خدا کو جو آسمان میں ہے۔ پھر پوچھا اگر مال ہلاک ہو جائے تو پھر کس کو پکارتے ہو؟ تو کہا آسمان والے ایک خدا کو۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمہاری دعائیں تو ایک آسمانی خدا قبول کرتا ہے مصیبتوں سے وہی اکیلا تمہیں نجات دلاتا ہے لیکن جب عبادت کا وقت آتا ہے تو زمین کے بے

marfat.com
Marfat.com

فیض خداؤں کی پوجا بھی کرنے لگتے ہو کیا تم اس شرک کو پسند کرتے ہو؟ اے حصین! اسلام کو قبول کر لو عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔

حضورِ انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی نگاہ کرم سے دلوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھ گئے۔ اسی وقت اس نے اسلام قبول کر لیا اس کا بیٹا عمران خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا وہ اٹھا اپنے باپ کے سر کو چوما۔ اس کے ہاتھوں کو اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ حضورِ انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے فرطِ مسرت سے اشکوں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضورِ انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا میں تو عمران کے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اشک بار ہوا ہوں کہ حصین جب یہاں آیا تو عمران بیٹھا رہا جب وہ مسلمان ہو گیا تو عمران وارفتگی کے عالم میں باپ کے پاس دوڑ کر پہنچا اس کے سر کو چوما اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ اس کے اس طرزِ عمل سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ واپس جانے لگے تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر تک پہنچا آئیں۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کے قومی بھائی ان کے ساتھ آنے والے باہر ان کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے دہلیز سے جب قدم باہر رکھا تو وہ اس کے چہرے پر انوارِ الٰہی کا ہجوم دیکھ کر سہم گئے اور سمجھ گئے کہ یہ کفر سے رشتہ توڑ چکا ہے۔ معبودانِ باطل کی بندگی کی قید سے آزاد ہو چکا ہے اب یہ ہمارے کسی مصرف کا نہیں۔

(السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 269 ...... دیگر کتب سیرت)

حضرت عمرو بن عتبہ السلمی رضی اللہ عنہ

بعض کتابوں میں آپ کا نام عمرو بن عبسہ لکھا ہوا اس لیے اس سے مغالطہ نہ ہو ویسے صحیح عتبہ ہی لگتا ہے۔

عمرو بن عتبہ ایک سعید فطرت اور سلیم الطبع انسان تھے دورِ جاہلیت کے پروردہ مگر اس کے اطوار سے نفرت کرتے تھے۔ جہلاء بتوں کے سامنے جو کچھ کرتے وہ انہیں برا لگتا تھا وہ سوچتے یہ لوگ انہیں اپنے ہاتھوں سے تراش کر خود ہی انہیں پوجنے لگ جاتے ہیں کتنے نادان ہیں!

یہ دین، زندگی کا یہ چلن اور عرب کا مروج نظام اس کے طبع و مزاج کے خلاف تھا۔ لیکن حقیقت کہاں تلاش کریں؟ اس کی انہیں سمجھ نہیں تھی۔ جستجوئے حق نے بے قرار کر دیا ہر وقت اسی فکر میں غلطاں رہنے لگے آخر دل نے فیصلہ کیا کہ کسی صاحب کتاب سے اس الجھن کا حل دریافت کرنا چاہیے ممکن ہے وہ کوئی سبیل بتا دے۔ فرماتے ہیں۔

میں ایک آدمی سے ملا جس کا تعلق اہل کتاب سے تھا اور اس سے پوچھا
"افضل دین کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا: مکہ مکرمہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جو اپنی قوم

Marfat.com

کے خداؤں کے قریب بھی نہیں جائیں گے اور ایک خدا کی طرف دعوت دیں گے، وہ افضل دین لے کر آئیں گے جب تو ان کے ظہور و بعثت کی خبر سنے تو فوراً ان پر ایمان لے آ اور ان کی پیروی کر۔'' (دلائل النبوۃ ابی نعیم صفحہ 211)

یہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں ہی میں اپنی قوم کے معبودوں سے بیزار اور متنفر ہو چکا تھا۔ ایسے بتوں کی پرستش کرنا جو نہ نفع پہنچا سکتے ہوں اور نہ نقصان میرے نزدیک بڑا احمقانہ فعل تھا۔ میں نے اہل کتاب کے ایک عالم سے پوچھا کہ افضل ترین دین کون سا ہے؟ اس نے بتایا کہ عنقریب مکہ میں ایک آدمی ظاہر ہوگا جو اپنی قوم کے معبودوں سے بیزاری کا اعلان کرے گا اور ایک حقیقی خدا کی عبادت کی دعوت دے گا جو دین لے کر وہ آئے گا۔ وہ افضل الادیان ہوگا تم جب اس شخص کے ظہور کے بارے میں سنو تو فوراً اس کی اطاعت اختیار کر لو۔

مکہ میں مجھے اور کوئی کام نہ تھا لیکن اس بشارت کے بعد میں بار بار وہاں جاتا تاکہ اس نبی منتظر کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد باقاعدہ مکہ جایا کرتا اور جا کر دریافت کرتا کہ کیا کوئی نیا واقعہ رو پذیر ہوا ہے۔ جب نفی میں جواب ملتا تو واپس چلا آتا۔ مکہ جانے والی شاہراہ جو ہمارے علاقہ سے گزرتی تھی وہاں سے گزرنے والے قافلوں سے بھی میں یہی استفسار کرتا رہتا آخر ایک روز جب میں مکہ کی شاہراہ پر محو انتظار تھا تو ایک قافلہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ مجھے مکہ کی کوئی نئی بات بتاؤ۔

اس نے کہا نئی بات یہ ہے کہ مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے۔ ان کی دعوت و تبلیغ نے عرب کی مذہبی فضا میں ہلچل مچا دی ہے۔ وہ اپنی قوم کے بنائے ہوئے خداؤں کو نہیں مانتا اور انہیں بے دست و پا اور مجبور قرار دیتا ہے۔ اس انقلابی نعرہ نے تمام اہل مکہ کو حیران و مبہوت کر دیا ہے اور اب وہ اس کے خلاف متحدہ محاذ بنا رہے ہیں تاکہ اس آوازۂ حق کو دبا سکیں۔ مخالفت کی تند و تیز یورش کے باعث سر دست وہ نبی (ﷺ) اس وقت خفیہ تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی گویا مجھے گوہر مقصود مل گیا۔ سفر کے لیے سامان باندھا اور میں فوراً مکہ روانہ ہو گیا۔

وہاں پہنچ کر اپنی سابقہ قیام گاہ پر اپنا سامان رکھا اور اس شخص کی تلاش شروع کر دی۔ آخر اسے ڈھونڈ نکالا' وہ وہاں ایک مکان میں خفیہ طور پر لوگوں کو اپنی دعوت پہنچا رہے تھے۔ قریش اس کی مخالفت میں دیوانے ہو رہے تھے۔ بڑی مشکل سے میں ان کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوا وہاں جا کر سلام عرض کیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے پوچھا نبی اللہ' کیا ہوتا ہے؟ فرمایا وہ اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ (ﷺ) کو کس نے رسول بنا کر بھیجا۔ فرمایا اللہ تبارک تعالیٰ نے۔ اس نے کیا پیغام پہنچانے کے

marfat.com

Marfat.com

لیے آپ (ﷺ) کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

''آپ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: اس نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں تمہیں یہ چیزیں بتاؤں کہ صلہ رحمی کیا کرو۔ خونریزی سے اجتناب کیا کرو۔ راستوں کو پر امن رکھا کرو۔ بتوں کو توڑ دو اور اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔''

یہ سن کر میں نے عرض کیا۔ یہ بہترین دعوت ہے۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں۔

پھر میں نے کہا۔ کیا میں آپ ﷺ کے پاس ٹھہروں یا واپس وطن چلا جاؤں؟ آپ ﷺ کی کیا مرضی ہے؟ حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ ہم سے جس طرح نفرت کرتے ہیں وہ تم دیکھ رہے ہو۔ سردست تم اپنے گھر واپس چلے جاؤ جب تمہیں پتہ چلے کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے کہیں باہر چلا گیا ہوں تو پھر میرے پاس آ جانا۔

کچھ عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ حضور انور، نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے ہیں تو میں بھی حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں وہاں جا پہنچا۔ میں نے عرض کی یا نبی اللہ! کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے؟ فرمایا: ہاں، تم سلمٰی ہو، تم مکہ میں میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمہیں یہ یہ باتیں کہی تھیں۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! دعا کی قبولیت کی بہترین ساعتیں کون سی ہیں؟ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: ''نصف رات کا پچھلا حصہ اور نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ بھی قبولیت دعا کا بہترین وقت ہوتا ہے۔''

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے والدین نے انہیں بڑی ناز و نعمت سے پالا تھا۔ سارے مکہ میں یہ سب سے بڑھ کر حسین نوجوان تھے۔ نہایت اعلیٰ لباس پہنتے تھے اور لطیف سے لطیف خوشبو استعمال کرتے۔ ماں کو بیٹے کے ساتھ درردرجہ محبت تھی۔ ان کی جدائی ماں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ ماں کو ان کے ایمان لانے کا علم ہوا تو ان کا دانہ پانی بند کر دیا اور انہیں گھر سے نکال دیا۔ یہ بڑے ناز و نعمت میں پلے تھے۔ قبول اسلام کے بعد ان پر مصائب کے پہاڑ گر پڑے۔ حالات کی شدت سے دو چار ہوئے تو جسم کی کھال اس طرح ادھڑ گئی جیسے سانپ کچلی اتارتا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود اس کے قدم اتباع پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم ﷺ اور دین اسلام کی سرفرازی و محبت میں آگے ہی بڑھتے رہے۔

(رحمۃ للعالمین جلد 1 صفحہ 58۔ تلقیح فہوم اہل الاثر صفحہ 60)

حبشہ میں گئے پھر واپس آئے۔ اب حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کو مدینے میں اسلام کا

Marfat.com

مبلغ بنا کر بھیج دیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بڑے دردِ دل سے اسلام کی تبلیغ کی۔ اسلام کی شجرکاری میں دن رات ایک کر دیا یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر یہ بہتر (72) موحدین کا ایک کارواں لے کر حضور پرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں مکہ آئے۔ آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے اور آنے والوں سے بیعت لی۔ حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ پھر بیعت کرنے والوں کے ہمراہ واپس مدینہ چلے گئے اور اسلام کو خوب پھیلایا۔ گویا رحمت عالم ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ساری فضا کو موافق اور سازگار بنا دیا۔

جب حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مدینہ والوں نے اپنی آنکھیں فرشِ راہ کر دیں اور اپنی جانیں اور مال حضور ﷺ پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ یہاں ایک ہی سال گزرا تو بدر کا معرکہ پیش آ گیا۔ حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ یہاں بڑی تندہی اور بہادری سے لڑے، اسلام کی محبت میں روز بدر اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا۔ خدا نے فتح دی۔ مہاجرین کے علمبردار آپ ہی تھے۔

غزوۂ بدر کے دوسرے سال یعنی کہ ہجری 3 میں پھر غزوۂ احد میں نبرد آزما ہوئے۔ اس وقت بھی توحید کا علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ کفار کے شہ سوار ابن قمہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ کا داہنا ہاتھ شہید ہو گیا۔ لیکن معاً انہوں نے علم کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ابن قمہ نے پھر دوسرا وار کیا تو یہ ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن توحید کے پروانہ نے علم کو باقی ماندہ کٹے ہوئے بازوؤں سے تھام کر سینے سے لگا لیا۔ تاکہ گرنے نہ پائے۔ پھر دشمن نے غصہ سے نیزہ اتنے زور سے مارا کہ انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی اور پروانہ اسلام زمین پر گر پڑا اور ابدی راحت کی نیند سو گیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رسول اللہ ﷺ نے حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سورہ احزاب کی آیت 23 پڑھی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○

ترجمہ: مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے ساتھ جو انہوں نے (جان نثاری) کا عہد کیا تھا اس میں سچے اترے۔ (سورہ احزاب آیت 23)

اس کے بعد (لاش کے پاس کھڑے کھڑے ہی) فرمایا:

''مُصعب (رضی اللہ عنہ)''! میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا کہ تمہارے جیسا حسین اور خوش پوشاک کوئی نہ تھا۔ لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال بکھرے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ (ہاں) اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ قیامت کے روز تم لوگ بارگاہ الٰہی میں (بڑی عزت کے ساتھ) حاضر ہو گے۔

(طبقات ابن سعد)

marfat.com
Marfat.com

وہی مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔ ناز پروردہ مُصعب رضی اللہ عنہ۔ حضرمی جوتا (جو بڑے بڑے رئیسوں کو نصیب ہوتا تھا) پہننے والا، مکے کا خوش پوش حسین شہزادہ۔ اب اللہ کی راہ میں ہر چیز قربان کر کے زمین پر پڑا ہے۔ اوپر صرف ایک ہی چادر ہے۔ اس چادر سے دفن کے وقت سر چھپاتے ہیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں اور اگر پاؤں چھپاتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا ہے۔ آخر چہرۂ پاک چادر سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈال کر دفن کر دیئے جاتے ہیں۔ لاکھوں رحمتیں ہوں مُصعب رضی اللہ عنہ کی روح پر!

راہِ خدا میں مصائب

غور کریں کہ حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد تادم واپسیں دنیا کا کیا سکھ اور چین پایا؟ وہ تو کلمہ حق پڑھنے کے بعد ابتلاؤں اور آزمائشوں کے ماحول میں ایسے گھرے کہ تکلیفیں ان پر ختم ہو گئیں۔ ہاں انہوں نے کلمہ حق سوچ سمجھ کر پڑھا تھا۔ توحید و رسالت کی ذمہ داریوں کو اپنے سر لے کر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پکارا تھا اور پھر ان ذمہ داریوں کو بھوک، پیاس، غربت اور افلاس کی حالت میں تپتے صحراؤں اور ریگ زاروں کے سفروں میں دشمنوں کے زغوں، تلواروں کی جھنکاروں اور تیروں کی بارشوں میں پورا کیا۔ اللہ کی خالص عبادت اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کے نشہ میں وہ سب چیز برداشت کر گئے۔ بیشک دنیا کی فانی زندگی کو رضائے الٰہی پر قربان کر گئے اور یہ حال حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تقریباً تمام صحابہ کرام پر گزرا ہے۔ سب ہی اسلام کو اپنانے پر مصائب سے دوچار ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں ان کا اتباع اپنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت عامر بن ربیعہ اپنے ایمان لانے کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ زید بن عمرو نے مجھے بتایا۔ میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی کا منتظر ہوں لیکن محسوس ہوتا ہے میں اس وقت تک زندہ نہیں رہوں گا اور مزید کہا کہ

وانا اؤمن به، واصدقه واشهد انه نبی، فان طالت بك مدة فرايته فاقراه منی السلام۔

''میں ان (اس نبی) پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے نبی ہیں اگر تیری زندگی وفا کرے اور تو ان کی زیارت سے مشرف ہونے میں کامیاب ہو جائے تو ان کی عظیم بارگاہ میں میرا اسلام پیش کرنا۔''

قارئین کرام! زید بن عمرو بن نفیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ وہ سچے موحد، متقی اور پرہیزگار آدمی تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ہی ایمان لے آئے تھے۔ اس کے حق میں نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھے الفاظ فرمائے ہیں۔ اس لیے زیر بحث موضوع کی مناسبت سے ان (زید بن عمرو بن نفیل) کا

Marfat.com

یہاں بھی ذکر خیر کرنا میں قارئین کے علم و فلاح کے لیے مناسب سمجھتا ہوں۔ دو تین صفحوں کے بعد پھر آپ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بارے میں قدرے تفصیل سے پڑھیں گے۔

زید بن عمرو بن نفیل

''زید بن عمرو'' خطاب کے بھائی ''عمرو'' کے بیٹے تھے اس رشتے سے وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی لگتے تھے مگر اپنی قوم کی ذہنی و جسمانی اور روحانی پراگندگی کے برعکس وہ ایک وضعدار، بااصول دور اندیش اور پرہیزگار انسان تھے۔ انہیں اپنی قوم کے بے معنی افعال و اعمال اور لایعنی حرکات سے اتفاق نہ تھا وہ انہیں پتھروں کے آگے جھکتے قربانیاں دیتے اور گڑگڑاتے دیکھ کر دل سے کڑھتے اور سمجھاتے کہ نادانو! کس کو خدا مان رہے ہو اور کس سے التجا کر رہے ہو۔ جو خود بے دست و پا اور ہلنے جلنے سے معذور ہے۔ اپنے اوپر بیٹھی ایک مکھی تک نہیں اڑا سکتا۔ ہوش میں آؤ! شرف آدمیت کے خلاف حرکتیں چھوڑ دو۔ اپنے مقام و مرتبہ کے لائق باوقار کردار اپناؤ جس سے مردانہ وقار اور انسانیت کا شرف ٹپکتا ہو۔ یہ کیا کہ اپنے ہی گھڑے ہوئے پتھروں کے آگے ذلیل و خوار ہو کر ماتھے رگڑ رہے ہو اور اس میں اپنا افتخار سمجھتے ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس دور کا اپنا ایک مشاہدہ بیان فرماتی ہیں کہ۔

''میں نے عظیم بزرگ زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ حسرت و یاس کی تصویر بنے کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور غم انگیز لہجے میں اپنی نادان قوم سے مخاطب ہیں۔ اے گروہ قریش! اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں زید کی جان ہے آج میرے سوا کوئی بھی ''دین ابراہیمی'' کا متبع نہیں ہے۔ پھر بصد ادب و نیاز اپنے خالق و مالک کے حضور گڑگڑاتے۔ اے اللہ! اگر مجھے اس انداز عبادت کا پتہ ہوتا جو تجھے پسند ہے تو میں اسی انداز سے تیری عبادت کرتا لیکن صد افسوس کہ میں اس حسین انداز سے واقف نہیں پھر اپنی ہی ہتھیلی پر سجدہ ریز ہو گئے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 225)

آپ کا چچا خطاب ضلالت کے اندھیروں میں گھرا ہوا تھا اور اپنی گمراہ قوم کی طرح فرسودہ آبائی عقائد کے معاملہ میں بڑا سخت تھا اسے اپنے بھتیجے کے یہ باغیانہ اطوار اور موحدانہ انداز بالکل پسند نہیں تھے اس لیے زید کو ڈانتا رہتا تھا کہ ان مخالفانہ حرکتوں سے باز آ جائے اور ''قومی نظریات'' کے خلاف نفرت نہ پھیلائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ قوم اور اس کے نوجوان مروجہ نظام کے خلاف کسی اور نظام سے واقف ہوں اس لیے اس نے زید کو اپنے نظریات و خیالات کی تبلیغ اور موحدانہ افکار کے پرچار سے روکنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا لیکن جب زید نے کوئی اثر نہ لیا تو چچا خطاب تشدد پر اتر آیا۔ جب اس سے بھی کام نہ چلا تو اس نے قوم کے نوجوان گمراہ غنڈوں کو حکم دیا کہ اسے سرزمین مکہ سے نکال دیں اور شہر میں واپس نہ آنے دیں۔

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ زید" کوہ حرا" پر تشریف لے گئے جب بھی شہر میں آتے تو اوباش سر پھرے نوجوان پیچھے لگ جاتے اور مکہ مکرمہ سے باہر جانے پر مجبور کر دیتے جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو تلاش حق میں مستقل سفر کر کے کسی دوسرے مقام پر جانے کا فیصلہ کرلیا۔

چنانچہ موصل شام اور جزیرہ عرب کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں پہنچ کر آپ نے چوٹی کے علماء واحباء اور مشہور ترین راہبوں اور پادریوں سے ملاقات کی۔ اپنے پرصعوبت اور طویل ترین سفر کا مدعا بیان کیا مگر کہیں بھی دردِ دل کا درماں نہ پایا۔ تجارتی دوکانیں تھیں جنہیں وہ دین و مذہب کے نام پر سجا کر بیٹھے ہوئے تھے اور مخلوق خدا کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔

آخر طلب صادق اور جستجوئے حق نے آپ کو ایک آشنائے منزل تک پہنچا ہی دیا "میفعہ" نامی مقام پر ایک دانائے راز راہب سے ملاقات ہوگئی۔ جس نے "شہر یار" (نبی آخر الزمان کا شہر مکہ) کا پتہ دیا۔

اس سے "دین حنیف یا دین ابراہیم" کے بارے میں پوچھا' راہب نے جواب دیا، معلوم ہوتا ہے تم دین حق کی طلب میں ہو' آج ایک شخص بھی ایسا نہیں جو تمہیں اس کی نشاندہی کر سکے لیکن ایک بات غور سے سنو! اس عظیم نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے اور اسی شہر میں ظہور فرمائیں گے جہاں سے تم آئے ہو اس لیے وہیں چلے جاؤ اور نبی آخر الزماں مبعوث ہونے ہی والے ہیں اور یہی ان کا زمانہ ہے۔" (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 231)

حضرت عبدالرحمان بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں: ایک دفعہ زید بن عمرو بن نفیل نے بتایا:

"میں نے یہودیت اور نصرانیت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا مگر مجھے دونوں پسند نہیں آئے۔ ایک دفعہ میں ملک شام کے قرب و جوار میں تھا کہ وہاں ایک گرجے میں ایک راہب سے ملا اور اسے بتایا کہ اپنی قوم سے کٹ کر رہ گیا ہوں اور بت پرستی اور یہودیت اور نصرانیت کو ناپسند کرتا ہوں۔ راہب نے کہا: ایسا لگتا ہے کہ تو دین ابراہیمی کا "جویا" (دلدادہ) ہے بے شک وہ حنیف تھے یہودی اور نصرانی نہیں تھے وہ اسی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تھے جو کعبہ تیرے شہر مکہ میں ہے۔ وہیں چلا جا' تیرے اسی شہر میں تیری ہی قوم سے ایک عظیم الشان نبی "دین ابراہیمی کے ساتھ" تشریف لانے والے ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق سے افضل اور پیارے ہیں۔" (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 162)

دیکھو! میں تمہیں ان کی کچھ نشانیاں بتائے دیتا ہوں تاکہ اخفاء نہ رہے۔ "وہ میانہ قامت انسان ہوں گے۔ ان کے بال نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہمیشہ موجود رہے گی۔ ان کے کندھوں کے درمیان "مہر نبوت" ہوگی اور ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ یہی شہر مکہ ان کی جائے پیدائش ہے۔

Marfat.com

اسی جگہ مبعوث ہوں گے پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے ہجرت پر مجبور کردے گی اور ان کی لائی ہوئی ربانی تعلیمات کو ناپسند کرے گی یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے یثرب مدینہ طیبہ میں آ جائیں گے یہاں ان کی تحریک کو غلبہ نصیب ہوگا۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 163)

''خبردار! کسی دھوکے میں نہ رہنا میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں کئی ممالک کا سفر کیا ہے میں نے جہاں بھی یہود و نصاریٰ اور مجوس سے اس بارے میں سوال کیا سب نے یہی جواب دیا: یہ دین تیرے پیچھے ہے جہاں سے تو آیا ہے۔ اور وہ سب وہی اوصاف بیان کرتے رہے جو میں نے تیرے سامنے بیان کئے ہیں وہ سب یہی بتاتے تھے کہ اب ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے دل پر یہ پرزور اور مخلصانہ نصیحت نقش ہوگئی اور یہ اطلاع ملتے ہی اسلام لے آئے اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''جب میں مسلمان ہوگیا تو پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور پرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی تمام باتیں بتائیں اور سلام بھی پہنچایا۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روح سعید پر کرم فرماتے ہوئے سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور دعائے رحمت کی اور بتایا ہم نے اسے جنت میں دامن گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا ہے۔'' (الطبقات الکبریٰ جلد صفحہ 161، 162)

زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی باپ کی طرح بڑے سعید فطرت اور حق پسند تھے، جلد ہی ایمان لے آئے۔ چونکہ اپنے باپ کی حق پسندی عبادت و ریاضت اور موحدانہ طور طریقوں سے آگاہ تھے اور ان کی بخشش کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے اس لیے ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

کیا ہم زید کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعائے مغفرت کریں؟

ان کی توقع کے عین مطابق حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

ہاں تم اس کے لیے دعائے مغفرت کرسکتے ہو وہ (تلاش حق میں اتنے مخلص تھے کہ) قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر اٹھائے جائیں گے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام صفحہ 226)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

اسلام کا نور تاباں آہستہ آہستہ سلیم الفطرت لوگوں کے اذہان و قلوب کو منور کرتا جا رہا تھا اسلام نے اپنے فطری حسن و جمال سے بڑی بڑی جلیل القدر اور نادرہ روزگار ہستیوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی عظیم شخصیت اسلام قبول کر کے اس کی قوت میں اضافہ کا باعث بن رہی تھی۔ اسلام کے خلاف اگرچہ مشرکین مکہ کا اجتماعی ردعمل ابھی شروع نہیں ہوا تھا لیکن اکا دکا ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے جس سے ان کے

marfat.com
Marfat.com

اس بغض و عداوت کا اظہار ہوتا رہتا جو اسلام کے بارے میں ان کے دلوں میں سلگ رہا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جس بے رحمی سے کفار نے مارا پیٹا اس کے بارے میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں اسی طرح بے سہارا اور بے آسرا لوگ جو دین حق کو قبول کرتے ان پر ظلم و ستم توڑنے میں وہ قطعاً تامل نہ کرتے یہاں تک ان میں سے جو زیادہ شقی القلب تھے انہوں نے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دست تعدی دراز کرنا شروع کر دیا تھا۔

کفار مکہ نے جب دیکھا کہ تحریک دین اسلام اور دین اسلام تیزی سے پھیلنے لگا ہے اور لوگ اس میں سنجیدگی سے دلچسپی لینے لگے ہیں تو ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ جسے فرد واحد کا ذاتی معاملہ قرار دے کر نظر انداز کر رہے تھے اب انہیں وہ ایک خوفناک طوفان دکھائی دینے لگا۔ انہوں نے آنے والے خطرے کو بھانپ لیا اور غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر اس سیل رواں کو اب سختی سے نہ روکا گیا تو یہ اپنی طوفانی رو کی زد میں ان کی تمام ''روایات'' اور تہذیبی اقدار'' کو بہا کر لے جائے گا۔ ان کی بنی بنائی ساکھ بھی خراب ہو گی اور ''عزت'' بھی خاک میں مل جائے گی۔

مشرکین مکہ نے اجتماعی فیصلہ کر لیا کہ اب وہ اس دین میں داخل ہونے والوں کو معاف نہیں کریں گے اور جو اس میں داخل ہو چکے ہیں انہیں بھی ڈرا دھمکا اور معاشرتی دباؤ ڈال کر واپس لانے کی کوشش کریں گے تاکہ تحریک اسلام اسی مرحلہ پر رک جائے، ختم ہو جائے۔

ابو جہل نے تو یہ بھی سوچ لیا کہ اب وہ نئے دین کے بانی اور تحریک کے قائد کو بھی معاف نہیں کرے گا۔ اس نے اپنے طور پر حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کے لیے ہر ممکن کمینہ پن اپنانے کا تہیہ کر لیا۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ بدظن ہو کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں تو نئی ابھرنے والی تحریک اسلامی اپنی موت آپ مر جائے گی۔

اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا پکا ارادہ کر کے وہ کارروائی کے لیے مسجد حرام میں آ گیا۔ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے تہذیب و شائستگی کا جامہ اتار کر بکنا شروع کر دیا اور جو منہ میں آیا کہا، سرکار دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے اس کی تمام باتیں سنتے رہے اسے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی ہی میں وہاں سے تشریف لے گئے۔

پیکر تسلیم و رضا نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور اف تک نہ کی۔ دل کا غبار نکال کر ابو جہل اتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اس محفل میں جا بیٹھا جو صحن حرم میں، اس کے قبیلہ والوں نے منعقد کی ہوئی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

عبداللہ بن جدعان کا گھر کوہ صفا کے قریب تھا۔ اس کی ایک لونڈی نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ حضرت حمزہ اس روز جنگل میں شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ چاشت کے وقت ایک کامیاب شکاری

Marfat.com

کی طرح شاداں وفرحاں واپس آرہے تھے۔ان کا معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضری دیتے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے پھر صحن حرم میں جہاں رؤسا قریش نے اپنی اپنی محفلیں جمار کھی ہوتی تھیں وہاں جاتے۔سب سے علیک سلیک کرتے۔مزاج پرسی کرتے تب گھر واپس جاتے۔اس روز بھی اسی ارادہ سے وہ حرم شریف کی طرف جارہے تھے کہ کوہ صفا کے پاس سے جب ان کا گزر ہوا۔عبداللہ بن جدعان کی جس کنیز نے ابوجہل کی تعدی کا دلخراش منظر دیکھا تھا وہ ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور کہا

آج ابوجہل نے تمہارے پیارے چہیتے بھتیجے کے ساتھ بہت بدکلامی کی ہے۔کھل کر بیہودہ گالیاں دی ہیں۔اس نے اس طرح سے کھلی زیادتی وظلم کیا ہے کہ جیسے اسے کوئی لگام دینے والا نہ ہو۔اگر آج اسے اس کی زبان میں نہ سمجھایا گیا تو وہ کل کلاں کوئی اور بدتمیزی بھی کرسکتا ہے۔اسے اس کی حد میں رکھنا ضروری ہے اور وہ آپ ہی کرسکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی غصہ سے آگ بگولہ ہوکر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے۔آج ان کی کیفیت ہی نرالی ہے نہ کسی سے پرسش احوال کررہے ہیں نہ کسی محفل میں کھڑے ہوکر سلام کہہ رہے ہیں ابوجہل کی تلاش میں سیدھے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں آخر کار آپ کی نظر ابوجہل پر پڑ گئی جو اپنے اہل قبیلہ کی محفل میں بڑی تمکنت سے بیٹھا ہے۔لوگ سراپا ادب بن کر اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں آپ اس مجمع میں گھس گئے اپنی کمان سے اس مردود کے سر پر پے در پے ضربیں لگائیں کہ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور غصہ سے گرجتے ہوئے کہا۔اتشتمہ وانا علی دینہ''اے ابوجہل تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں نکالے'جب کہ میں نے اس کا دین قبول کرلیا ہے۔اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ اور مجھے روک کر دیکھ۔

بنو مخزوم قبیلہ کے لوگ اپنے سردار کی اس رسوائی پر سیخ پا ہوگئے اٹھے کہ حمزہ سے اس کا بدلہ لیں۔ابوجہل بڑا کائیں اور موقع شناس آدمی تھا۔وہ جانتا تھا کہ حمزہ جیسے شیر دل کا مقابلہ ان لومڑیوں سے نہیں ہوسکے گا خواہ مخواہ کئی جانیں ضائع ہوں گی اس لیے اس نے اپنے قبیلہ والوں کو کہا کہ۔

''ابوعمارہ (حمزہ) کو کچھ نہ کہو'بخدا میری غلطی ہے کہ میں نے اس کے بھتیجے سے بدکلامی کی ہے۔''

اور باایں وجہ انہیں حق پہنچتا ہے کہ غضبناک ہوں۔حاضرین نے کہا

اے حمزہ!ایسے محسوس ہورہا ہے جیسے تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بے دھڑک جواب دیا:

مجھے قبول حق سے کون روک سکتا ہے؟ مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ جو کچھ میرا بھتیجا کہتا ہے وہ سچ ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔خدا کی قسم!میں اب اس دین کو ترک نہیں کروں گا۔اگر تم سچے ہو تو ذرا مجھے دین سے روک کر دکھاؤ!

marfat.com
Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر یہ بات تو منہ سے نکال دی اور رشتہ داری کے جوش میں یہ سب کچھ ہوگیا۔ ابوجہل سے اپنے پیارے بھتیجے کا انتقام بھی لے لیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کردیا لیکن جب گھر واپس آئے تو نفس (اپنے آپ کو) ملامت کرنا شروع کردی اے حمزہ! تو نے یہ کیا کیا۔ فرطِ غضب میں تو اتنا دور چلا گیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے عقیدے کو بغیر سوچے سمجھے ترک کردیا اور ایک نئے دین کو قبول کرنے کا اعلان کردیا۔ تو نے جلد بازی میں بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گومگو کے عالم میں ہیں۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ کیا کریں انہیں یہ بات اپنی شان کے سراسر خلاف معلوم ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسے دین کو قبول کرلیا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پوری طرح سے غور و خوض ہی نہیں کیا جس کے بارے پہلے دل لگا کر سوچا ہی نہیں۔ ساری رات بڑے قلق و اضطراب میں کٹی۔ ایسی پریشان رات انہوں نے آج تک نہیں گزاری تھی۔ اور ایسے ذہنی کرب سے انہیں کبھی پالا نہیں پڑا تھا۔ جب صبح ہوئی تو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"اے میرے بھتیجے! میں ایک ایسی مشکل میں گرفتار ہوگیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا۔ اور ایسی بات پر میرا قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہدایت ہے یا گمراہی۔ اس لیے مجھے اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔ میرے بھتیجے! میری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلہ میں گفتگو کریں۔"

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پرنور، عالم خفا و غیوب، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی دلی کیفیت اور کشمکش سے آگاہ تھے۔ نگاہ نبوت، حکیمانہ نصائح اور پرخلوص دعاؤں سے انہیں فوری قرار بخشا اور جو راہ اختیار کی تھی اس کے فیوض و برکات اور فوائد سے آگاہ کیا۔ اس روش پر تنقید کی جس پر وہ پہلے گامزن تھے۔

عقل و دل و نگاہ کے مرشد کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بے تاب دل کی طلب پر توجہ فرمائی اور بڑے دلنشین انداز میں اسلام کی صداقت و حقانیت کے بارے میں چند ارشادات فرمائے "ویزکیھم" کی شان والے نبی کی نگاہ التفات کی دیر تھی کہ سارے حجابات اٹھ گئے، ساری ظلمتیں کافور ہوگئیں۔ شک و شبہ کا غبار چھٹ گیا اور دل کی دنیا نور ایمان سے جگمگ جگمگ کرنے لگی۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عرض کی "اشھد انك لصادق" میں دل کی گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔

"اے میرے بھائی کے فرزند! آپ اپنے دین کا اظہار فرماتے رہئے بخدا! میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مجھے ہر وہ نعمت دے دی جائے جس پر آسمان سایہ فگن ہے تاکہ میں اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جاؤں۔"

بھتیجے! ڈٹ کر اپنے دین کی تبلیغ کرو، کسی کی مجال نہیں کہ وہ کچھ کرے، انشاء اللہ سب کا مقابلہ کریں

Marfat.com

گے۔(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 صفحہ 214، البدایہ والنھایہ جلد 3 صفحہ 33، الروض الانف صفحہ 185، السیرہ النبویہ لا بن ہشام جلد 1 صفحہ 292، سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد 2 صفحہ 444)

اہل مکہ نے محسوس کیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو خاصی تقویت پہنچی ہے اور وہ مضبوط ہو گئے ہیں اس لیے وہ مسلمانوں کے معاملے میں محتاط ہو گئے اور جو رویہ انہوں نے اختیار کر لیا تھا اس پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔

آپ کے ایمان لانے سے عالم کفر پر ایک رعب طاری ہو گیا۔ بے آسرا مسلمانوں پر ان کی ستم رانیوں میں بڑی حد تک کمی آ گئی۔ آپ کے اشعار جو آپ نے اپنے ایمان لانے کی خوشی میں بطور شکر وحمد کہے ہیں آپ بھی انہیں پڑھیے اور لطف اٹھایئے۔

1- ''میں اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی اسلام قبول کرنے کے لیے جو دین حنیف ہے۔''

2- ''وہ دین جو رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے جو اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف واحسان فرمانے والا ہے۔''

3- ''جب اس کے پیغاموں کی ہم پر تلاوت کی جاتی ہے تو ہر عقل منداور زیرک انسان کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔''

4- ''یہ ایسے پیغامات ہیں جو احمد مجتبیٰ لے کر آئے ہیں آیسی آیات کے ساتھ جن کے حروف روشن ہیں۔''

5- ''احمد مصطفیٰ وہ ہیں جن کی ہم میں اطاعت کی جاتی ہے کوئی کمزور قول اور عقل وفہم سے گری ہوئی بات ان کا گھراؤ نہیں کرتی۔''

6- احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے امام وقائد ہیں۔تم ان کے سامنے آ کر بے تکی اور بے معنی باتیں مت کرو۔

مشہور سیرت نگاہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی سیرت کی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی ایک اور وجہ تحریر فرمائی جو بڑی ایمان افروز ہے۔

قرابت کے جوش میں حمزہ ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا حمزہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔حمزہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔(رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان جلد 1 صفحہ 63)

قاضی صاحب نے اس کا حوالہ نہیں دیا۔ میرے پاس جتنے مراجع ہیں مجھے ان میں سے کہیں اس کا سراغ نہیں ملا۔لیکن قاضی صاحب کی علم دوستی کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کے پاس اس کا مستند حوالہ ہو گا۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کب ایمان لے آئے؟

اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال اور بعض نے اعلان نبوت کے چھٹے سال۔ لیکن علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ اعلان نبوت کے دوسرے سال مشرف با سلام ہوئے۔ چنانچہ۔

علامہ ابن حجر، جوفن رجال کے امام ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے۔ دم واپسیں تک رسول اللہ ﷺ کی نصرت میں کمربستہ رہے اور مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔''

انہوں نے پھر تحریر فرمایا کہ

''آپ نبوت کے دوسرے سال مشرف با سلام ہوئے۔''

انہوں نے سن چھ کا قول بھی لکھا ہے لیکن ''قیل'' کے ساتھ جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ ابن اثیر (مصنف الکامل فی التاریخ) لکھتے ہیں۔

''آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لے آئے۔ (اسد الغابہ، جلد 2 صفحہ 46)

علامہ احمد بن زینی دحلان السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں۔

''صحیح قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے اور بعض نے چھٹا سال لکھا ہے۔''

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 213)

فضیلت الشیخ محمد الصادق العرجون اپنی سیرت کی کتاب میں رقمطراز ہیں۔

''دعوت اسلامی نے وحی رسالت کے آغاز میں دوسرے سال اپنے آغوش میں قریش کے معزز ترین جوان، بڑے طاقتور، اللہ اور اس کے رسول کے شیر، سارے شہیدوں کے سردار، میدان بدر میں شرک اور بت پرستی کے لشکروں کو تہس نہس کر دینے والے، اسلام اور توحید کے پرچم بلند کرنے والے، مشہور شہسوار ابوعمارہ، حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کھینچ لیا۔ علامہ ابن حجر کی یہی قطعی رائے ہے علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور پرنور نبی کریم ﷺ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے اور نسب کے اعتبار سے خالہ کے بیٹے بھی تھے۔ کیونکہ آپ کی والدہ ہالہ، وہیب کی بیٹی تھیں جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جو حضور انور، حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی والدہ ماجدہ تھیں، کے والد وھب کے بھائی تھے۔''

بلاشبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے مرد میدان، بہادر اور جری، اور قریش کے معزز نوجوان کا بغیر کسی جبر اور بغیر کسی لالچ کے اسلام کو اپنی پسند وخوشی سے قبول کر لینا اسلام کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہے اور حضور پرنور نبی

Marfat.com

رحمت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

یہ امر مسلّم ہے کہ حضرت حمزہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے اور غزوۂ احد سن 3 ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ امر بھی اسی قول کی تائید کرتا ہے کہ آپ بعثت کے' اعلان نبوت کے دوسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

چالیس کے قریب جانباز تحریک دین اسلام کی دعوت کو قبول کر چکے تھے اور وہ سب اب اس تحریک کے دست و بازو بن کر دن رات کام کر رہے تھے۔ مزید ہمنوا بنانے کے لیے کوششیں جاری تھیں تاکہ افرادی قوت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور اسے مجتمع کر کے نظم و تربیت کے بعد نوری انقلاب کو قریب سے قریب تر لایا جا سکے۔

انقلاب کے لیے ہر قسم کی صلاحیتوں کے افراد درکار ہوتے ہیں۔ وہ بھی بلا کے شمشیر زن ہوں اور وہ بھی جو اپنی تحریر و تقریر سے ان کے رگ و پے میں حرارت و روح پھونک دیں۔ وہ بھی جو سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آ جائیں اور وہ بھی جو مالی اعانت سے تحریک کو تقویت دیں اور مشن کو آگے بڑھائیں۔ چالیس کے اس گروہ میں بڑے مخلص و فادار جانباز اور عظیم و جلیل حضرات آ گئے تھے۔ انہوں نے تحریک میں عزم و ہمت اور صبر و ثبات کی روح پھونک دی تھی اور بڑے استقلال کا مظاہرہ کیا تھا۔

مگر ابھی تحریک کو ایک ایسے مردِ آہن کی ضرورت تھی جو باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے تو اس پر لرزہ طاری کر دے۔ ایک ایسے مردِ آہن کی ضرورت تھی جو طاغوتی قوتوں کے ساتھ پنجہ آزما ہو تو انہیں مروڑ کر رکھ دے۔ نگاہ نبوت نے ایک ایسی نادر روزگار اور عبقری (جینیس) شخصیت کو تلاش کر ہی لیا۔ پھر دست دعا اٹھائے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

اے اللہ! عمر کے ساتھ دین اسلام کو غلبہ اور شوکت عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ مقدمہ۔ حدیث 105)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل اور بہادر سردار کے اسلام لانے سے مکہ کی طاغوتی قوتوں پر سکتہ طاری ہو گیا لیکن اسلام کی قلوب و اذہان کو مسخر کرنے والی قوتیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز معجزوں کو بروئے کار لانے والی تھیں۔ چند روز میں عالم کفر کی ایک عدیم المثال شخصیت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی رحمت حضور پُرنور ﷺ کے حضور دست بستہ حاضر ہو کر سر تسلیم خم کرنے والی تھی۔ چنانچہ تین چار روز بعد خطاب کا جوشیلا بیٹا، عمرؓ جو ایک قوی ہیکل، بلند قامت، نڈر، بے باک مزاج 30 سالہ کڑیل جوان تھا گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوا اپنے اردگرد وقوع پذیر ہونے والے واقعات پر غور و فکر کر رہا تھا۔ اسے اس بات پر سخت حیرت تھی کہ تنہا ایک آدمی کی دعوت نے سارے ماحول کو پراگندہ کر کے رکھ دیا ہے مکہ کی پرامن فضا میں عداوت کی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔ قبائل کی باہمی ہم آہنگی تہ و بالا ہو رہی ہے۔ خاندانوں کی ایک دوسرے سے محبت، نفرت کا رنگ اختیار کرتی جا رہی ہے

marfat.com
Marfat.com

بلکہ باپ بیٹوں سے، بھائی بھائی سے اور پڑوسی پڑوسی سے بدگمان ہوتا چلا جا رہا ہے۔

جن بتوں کی صدیوں سے پوجا کی جا رہی تھی۔ اب ان کی بے بسی اور بے کسی کے افسانے ہر کس و ناکس کی زبان پر ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی دانش مندی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اب انہیں گمراہ اور احمق کہا جا رہا ہے۔ عمر اور رتبہ میں چھوٹے لوگ بڑوں پر پھبتیاں کسنے لگے ہیں۔ اگر حالات پر قابو نہ پایا گیا تو ہمارا یہ موروثی عظیم اور مقدس معاشرتی نظام دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گا۔ جو لوگ اس سلسلہ میں کوئی موثر کردار انجام دے سکتے ہیں انہیں جلد کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے۔ ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔

وہ نوجوان اس بات پر بھی حیران و ششدر تھا کہ جو لوگ اس شخص کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں ان پر جتنی بھی سختیاں کی جائیں' انہیں جتنے سنگین نوعیت کے عذاب کے شکنجوں میں کس دیا جائے' وہ کسی قیمت پر اس دین سے اپنا رابطہ منقطع کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ وہ سسک سسک کر جان تو دے سکتے ہیں لیکن اس نبی مکرم و معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

طویل غور و خوض کے بعد وہ نوجوان اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس فتنہ پر قابو پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس شخص کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیا جائے جس نے یہ سارا فساد برپا کر رکھا ہے۔ لیکن اس کام کو کون انجام دے؟ وہ ابھی اپنی ان ہی سوچوں میں گم تھا۔ وہ ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ مکہ میں اس کے ہم خیال و ہم نوا لوگوں نے بلکہ ان کے بڑے لیڈر، رہنما نے ایک مجلس جمائی۔

مجلس شر و فساد لائحہ عمل بنانے کے لیے جاری تھی۔ وہ تحریک کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کڑھ رہے تھے۔ موضوع زیر بحث یہ تھا کہ اس مشن کی راہ میں روڑے کیسے اٹکائے جائیں۔ تحریک دین اسلام کے سیلاب کے آگے بند کیسے باندھا جائے؟ یہ تو روز بروز تند و تیز ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سوچ کر وہ سرکردہ لیڈر تڑپا اور خوب تلملایا۔ آخر اس نے اپنے فسادی ذہن کے پٹارے سے ایک زہریلا سانپ نکالا اور سب کے آگے رکھ دیا اور کہنے لگا۔

"اے گروہ قریش! بے شک محمد (ﷺ) تمہارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور تمہیں بیوقوف کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد جو مر گئے ہیں وہ سب آگ میں جل رہے ہیں۔ میں آج ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص ان کو قتل کرے گا میں اسے سرخ و سیاہ نہایت قیمتی سو اونٹنیاں اور ایک ہزار "اوقیہ" چاندی دوں گا۔" (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 133)

جب اسے (سوچوں میں گم عمر بن خطاب کو) یہ پتہ چلا کہ ابوجہل اور دیگر سرداران مشرکین مکہ، سب دل و جان سے وہی چاہتے ہیں جو وہ خود سوچ رہا ہے تو اسے بڑی تقویت حاصل ہوئی، حوصلہ بلند ہوا اور اس نے اور بھی تیزی سے اسی انداز میں پھر سوچنا شروع کر دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ اپنی قوم کی آرزو پوری کر سکتا ہے وہ ان پر بہت بڑا قابل فخر احسان کر سکتا ہے اور یوں جلد ہی اس نے اکیلے یہ مہم سر کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ دل میں یہ

Marfat.com

بات ٹھان لی کہ آج وہ سب کچھ ہو جائے گا جو کسی سے نہیں ہوسکا۔ نہ مشن رہے گا نہ کوئی تحریک اور نہ کوئی انقلاب کی بات کرنے والا۔ یہ ہمارے خداؤں کی سرزمین ہے جو صدیوں سے اس پر خدائی کرتے آرہے ہیں۔ آج کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان سے خدائی کا یہ حق چھیننے کی بات کرے۔ ان موروثی خداؤں کا یہ قدیمی حق ہے کہ وہ لوگوں کے اسی طرح سے خدا و معبود بنے رہیں۔ جس نے ان کی خدائی آقائی اور حکومت کے خلاف نعرہ انقلاب لگایا ہے آج اس کا کام تمام کردوں گا۔

اسے اپنی سخت جانی، شجاعت اور مستقل مزاجی پر کامل بھروسا تھا۔ اپنے عقائد اور نظریات کے ساتھ اسے جو وابستگی تھی' اپنے بتوں سے اسے جو قلبی عقیدت تھی' اپنے معاشرتی نظام کو بچانے کا جو جذبہ اس کے رگ وپے میں بجلی بن کر دوڑ رہا تھا' اس نے اسے اس راہ میں ہر قربانی دینے کے لیے آمادہ کر دیا تھا۔ وہ اب اپنے میں وہ دم خم محسوس کرنے لگا تھا جو سارے بنو ہاشم کے غم وغصہ کے طوفانوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہوسکتا تھا۔

آخر کار طویل سوچ بچار کے بعد وہ اس از حد خطرناک مہم کو سرانجام دینے کے لیے اٹھا، اپنی شمشیر برآں اپنے گلے میں حمائل کی، اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا عزم کر کے وہ اپنے گھر سے نکلا۔ گرمی کا موسم تھا' دوپہر کا وقت تھا' دھوپ بڑی سخت تھی اور گرم لو، جسم کو جھلسا رہی تھی۔ لیکن عمر، ان تمام چیزوں سے بے نیاز اپنی دھن میں گم آگے بڑھ رہا تھا۔

راستہ میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہ النحام سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ نعیم مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ عمر کے تیور دیکھ کر ان سے صبر نہ ہوسکا، پوچھ لیا۔ عمر، کدھر کا قصد ہے؟ عمر نے بڑی رعونت سے جواب دیا کہ اس شخص کا سر قلم کرنے کے لیے جارہا ہوں جس نے میرے شہر کا سکون چھین لیا ہے۔ اور گھر گھر نفرت کے انگارے دہکا دیئے ہیں۔ نعیم نے کہا! ادھر بعد میں جانا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تیری بہن فاطمہ اور تیرے بہنوئی سعید بن زید اس نبی کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔

یہ خبر سن کر عمر کے اوسان خطا ہوگئے۔ آگے بڑھنے کے بجائے فوری اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر کواڑ کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو کسی کلام کے پڑھے جانے کی آواز سنائی دی۔ عمر نے زور سے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ کون؟ عمر نے کڑک کر جواب دیا۔ عمر بن خطاب اور حکم دیا کہ دروازہ کھولو۔ جب اہل خانہ نے عمر کی آواز سنی تو سہم گئے اور ان اوراق کو احتیاط سے سنبھال کر رکھ دیا جن پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے جا کر دروازہ کھولا۔ اپنی بہن کو دیکھتے ہی عمر بہت غضبناک ہوکر گرجے۔ اے اپنی جان کی دشمن! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مرتد ہوگئی ہو۔ اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے۔ اور نیا مذہب قبول کرلیا ہے۔ اتنا کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے ڈنڈے' سے بہن کو پیٹنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ ان کے سر سے خون جاری ہوگیا۔ پھر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

جب عمر کی دست درازی (مار پیٹ) حد سے تجاوز کر گئی تو بہن نے زخمی شیرنی کی طرح گرج کر کہا۔

اے بھائی! جتنا تیرا جی چاہتا ہے مجھے مار۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے لیکن کان کھول کر سن لے میں اپنا دین کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ (سارا جسم خون سے لت پت ہے سر کے زخموں سے خون رس رہا ہے اس حالت میں یہ جرأت مندانہ جواب الحمد للہ!) ''اے بھائی! دین محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جو قدم اٹھ گئے ہیں اب وہ واپس نہیں آسکتے۔ ہم مرنا گوارا کرلیں گے مگر اپنا دین نہیں چھوڑیں گے۔''

نہ جانے ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ ان کے پس پردہ چھپی ہوئی صداقت کو عمر بن خطاب نے شدت سے محسوس کیا۔ ان کے ہاتھ اسی لمحہ وہیں رک گئے۔ جرأت مندانہ جواب اور اس کی صداقت سے عمر کا دل پسیج گیا۔ کہنے لگا بہن! مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں۔ بہن نے بے دھڑک جواب دیا کہ تم مشرک ہو، نجس اور ناپاک ہو، تم اس صحیفہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اگر تمہیں شوق ہے تم چاہتے ہو تو غسل کر کے پہلے اپنے آپ کو پاک کرو تب میں تمہیں وہ صحیفہ پڑھنے کے لیے دے سکتی ہوں۔

عمر اٹھے، غسل کیا بہن فاطمہ نے وہ صحیفہ بھائی کو دیا۔ کھولا تو سامنے سورہ طٰہٰ تھی۔ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی چند آیتیں ہی تلاوت کی تھیں کہ اس کی تاثیر سے پتھر سے بھی سخت تر دل، پانی پانی ہو گیا۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے بے چین ہو کر پوچھا حضور پر نور، نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بگڑی سنوارنا چاہتا ہوں۔

یہ سارا انقلاب خود بخود رونما نہیں ہو رہا تھا بلکہ اس کے پس پردہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم محبوب رب العالمین، عالم خفا و غیوب ﷺ کی دعا کی تاثیر کارفرما تھی۔ صرف ایک روز پہلے حضور پُر نور سرور دو عالم ﷺ نے اپنے مولا کریم کی بارگاہ میں دست مبارک اٹھا کر التجا کی تھی۔

''اے اللہ! ان دو آدمیوں (عمروں) عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہے اس سے دین کو عزت عطا فرما۔''

اور جو روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اے اللہ! عمر کو مشرف باسلام کر کے اسلام کی مدد فرما۔''

اس روایت میں صرف حضرت عمر کے لیے دعا فرمائی گئی ہے۔

درحقیقت اس مقبول دعا کی کمند عمر بن خطاب جیسے سخت دل دشمن اسلام کو کشاں کشاں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور، نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ کے دربار میں لا رہی تھی۔

ان لمحات میں قدرت نہ صرف عمر کو فاروق اعظم بنا رہی تھی بلکہ تاریخ اسلام کا انتہائی تابناک باب لکھا جا رہا تھا اور مرادِ رسول ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے کے

Marfat.com

لیے بہنوئی کے گھر سے چل نکلے۔

حضور انورؐ نبی کریم ﷺ اس وقت دارارقم میں اپنے جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ دروازہ بند تھا۔ اس پر دستک ہوئی۔ کسی نے کواڑ کے سوراخ سے دیکھا کہ باہر عمر بن خطاب کھڑا ہے۔ اور ننگی تلوار گلے میں لٹک رہی ہے۔ صحابہ جھجکے کہ دروازہ کھولیں یا نہ کھولیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں موجود تھے۔ فرمایا: مت ڈرو دروازہ کھول دو، اگر عمر بن خطاب اندر داخل ہو کر بارگاہ رسالت مآب کے آداب ملحوظ رکھے گا تو ہم ادب و احترام سے اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر اس کی نیت میں ذرا سا بھی فتور محسوس ہوا تو اسی کی تلوار اس سے چھین کر اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

''پیغمبر اوّل و آخر واعظم رسول کریم ﷺ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اگر اس کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ہدایت دے دے گا۔''

چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ اٹھ کر دو آدمیوں نے عمر بن خطاب کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ وہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم رسول کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے چھوڑ دیا پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور پُر نورؐ نبی کریم ﷺ اٹھے اور عمر کی چادر کو پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا۔

''اے عمر اسلام قبول کر لے۔ اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر دے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت بخش۔ اے اللہ! عمر کے سینہ میں اسلام کی جو عداوت ہے اس کو نکال دے اور اس کو ایمان سے تبدیل کر دے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد عرض کی۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

حضور پُر نورؐ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب یہ سنا تو فرط مسرت سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضور انور ﷺ کے نعرہ کے بعد تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ سارے مکہ کی گلیاں اور فضائیں اس نعرہ سے اس وقت گونج اٹھیں۔

سب کی زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور وہ سب جانتے تھے عمر آیا نہیں لایا گیا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو کل بروز بدھ مانگی گئی تھی اور آج بروز جمعرات اس کی حسین تعبیر ہمارے سامنے آ گئی ہے۔ مکہ کے شیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہماری تحریک میں شامل ہو گئے ہیں۔ اہل فساد اب کوئی شرارت کرنے سے پہلے سو بار سوچیں گے اور کسی پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے اجتماعی منصوبے بنائیں گے۔ اب یونہی بیٹھے بیٹھے کسی کو ستانے کی جرأت نہیں

marfat.com
Marfat.com

کریں گے۔مشن کی تقویت کے خیال سے ان کی خوشی عروج پر پہنچ گئی۔عرش والے بھی اس منظر سے لاتعلق نہیں تھے۔حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا:

زمین والے ہی نہیں آسمان والے بھی عمر کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ،مقدمہ حدیث 103)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے حالات سے آگاہ تھے۔وہ جانتے تھے یہاں کے ماحول میں گھٹن پائی جاتی ہے اور تحریک کے ساتھی کھل کر اپنے عزائم و مقاصد کا اظہار نہیں کر سکتے، تمام فرائض و وظائف چھپ کر انجام دیتے ہیں۔اس تناظر میں انہوں نے اپنے آقا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب مشرف باسلام ہوا تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔

''اے اللہ کے پیارے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ ہم مریں خواہ ہم زندہ رہیں۔''

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا'اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم حق پر ہو خواہ تم مرو یا زندہ رہو۔

پھر میں نے عرض کی۔

''اے اللہ کے رسول! پھر ہم کیوں چھپتے ہیں۔ہم اپنے دین کو کیوں چھپاتے ہیں حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔''

یہ ایک جلالت مآب شخصیت کا ان کے ذوق و مزاج اور نفسیات کے مطابق پہلا پُرجلال تجزیہ تھا مسلمان جوش سے بھر گئے انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کے عزائم اور جرأت و بہادری کی توقع تھی۔مگر قائد کا معاملہ ارکان و وابستگان سے مختلف ہوتا ہے۔وہ جوش سے نہیں حکمت عملی سے کام لیتا ہے اس لیے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! ہماری تعداد کم ہے اور ہمارے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔

اس لیے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ابھی اسی پالیسی پر عمل کیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی

''لیکن میرے آقا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں کافروں کو زچ کروں گا کفر کی حالت میں جن مجلسوں میں بیٹھتا تھا اب ایمان کی حالت میں وہاں اپنے ایمان کا بھی اظہار و اعلان کروں گا۔(جاہلوں کے ظلم و ستم سے ڈروں گا نہیں۔'')

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک جذبے اور منصوبے کے تحت اٹھے مسجد حرام میں گئے بیت اللہ شریف کا

Marfat.com

طواف کیا۔ عتبہ، ابوجہل اور دوسرے سرداران قریش ایک مجلس میں بیٹھے انہی کا انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ انہیں اندازہ گیا تھا، پتہ چل گیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں، جس کا انہیں بے حد قلق تھا اور وہ دیکھنا چاہتے تھے آیا یہ خبر سچی ہے یا یونہی کسی نے افواہ اڑائی ہے۔ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بار بار دیکھ رہے تھے تا کہ وہ طواف سے فارغ ہو کر ان کے پاس آئیں اور صورت حال سے آگاہ کریں۔ طواف سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرین مجلس کی طرف گئے ابوجہل نے چھوٹتے ہی سوال کیا: میں نے سنا ہے تم بے دین ہو گئے؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بے دین نہیں ہوا بلکہ حقیقی دین قبول کیا ہے۔ اور پھر ان سب کے سامنے بلند آواز سے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کے لائق اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول برحق ہیں۔''

یہ سنتے ہی ان کے چہرے شدت غم سے فق ہو گئے وہ ایک لمحہ کے لیے سناٹے میں آ گئے یہ خبر کوہ الم بن کر ان پر گری اور انہوں نے آنکھیں بند کر لیں جیسے حقائق سے آنکھیں چرانا چاہتے ہوں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بپھر گئے۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ سب کچھ بھول کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آناً فاناً ان کے سردار عتبہ کو نیچے گرا لیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ انگلیاں اس کی آنکھوں میں پیوست کر دیں وہ درد سے بلبلا اٹھا اور چلایا کہ عمر کو چھوڑ دو! وگرنہ وہ مجھے مار دے گا۔

جس شخص نے بھی آگے بڑھ کر بدتمیزی کرنے کی جرأت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تو کچھ نہ کہا لیکن اس کے سردار کو پکڑ کر خوب رگیدا۔ جب سرداروں اور وڈیروں کی خاصی درگت بنی تو عاجز آ گئے اور بولے: اسے کچھ نہ کہو! یہ اکیلا ہم سب پر بھاری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میدان فتح کر کے بارگاہِ نبوت مآب میں حاضر ہوئے اور اپنے کارنامے سے آگاہ کیا اور عرض کی، میں نے راستہ صاف کر دیا ہے اب کسی کی مجال نہیں کہ ہمیں کعبہ کے قریب نماز پڑھنے سے روکے آپ ساتھیوں سمیت چلیں آج ہم نماز وہیں ادا کریں گے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم دارارقم سے دو قطاریں بنا کر نکلے۔ ایک قطار کے آگے آگے میں تھا اور دوسری قطار کے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب قریش نے ہمیں اس حالت میں دیکھا تو ان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ میں نے اپنے ایمان کی خبر کو مشتہر کرنے کے لیے جمیل بن معمر کو اطلاع دی۔ اس نے فوراً ہی شور مچا دیا کہ خطاب کا بیٹا صابی ہو گیا۔ یعنی مرتد ہو گیا۔ اور یہ خبر آناً فاناً سارے مکہ میں پھیل گئی۔ (الخصائص الکبریٰ جلد 1 صفحہ 219...... البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 131)

حضرت صہیب جو سابقین اولین میں سے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد کے واقعات یوں روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت ابن ماجہ سے منقول ہے۔

marfat.com
Marfat.com

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف با سلام ہوئے تو آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ مناسب نہیں کہ اس دین کو چھپایا جائے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کو ظاہر فرمائیے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی معیت میں دارارقم سے باہر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لیے آگے آگے چل رہے تھے اور بلند آواز میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہے تھے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ قریش نے دیکھ کر کہا آج عمر بڑا خوش خوش آ رہا ہے انہوں نے پوچھا عمر، کیا خبر ہے۔ آپ نے جواب میں کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا کہ خبر یہ ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول مقبول پر ایمان لے آیا ہوں۔ خبردار اگر تم میں سے کسی نے ہلنے کی کوشش کی ورنہ میں اپنی تلوار سے تمہیں قتل کر دوں گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتے رہے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا' آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے یہاں تک کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو گئے۔'' (شرح مواہب الدنیہ جلد 1 صفحہ 177)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم ترین واقعہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو جبرائیل امین بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ عمر کے مسلمان ہونے سے آسمان کے سارے رہنے والوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر بڑا جامع تبصرہ فرمایا ہے۔

اسے ابن ابی شیبہ اور طبرانی کی روایات سے نقل کیا ہے۔

''حضرت عمر کا اسلام، مسلمانوں کے لیے باعث عزت اور آپ کی ہجرت باعث نصرت اور آپ کی خلافت سراپا رحمت تھی۔ بخدا! ہماری طاقت نہ تھی کہ ہم ظاہری طور پر کعبہ کے صحن میں نماز ادا کر سکیں یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔'' (شرح مواہب الدنیہ جلد 1 صفحہ 277)

آپ کے ایمان لانے کی تاریخ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام کو قبول کیا اور علماء محققین کی یہ رائے بھی بیان کی ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، نبوت کے دوسرے سال مشرف باسلام ہوئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے دوسرے سال' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔

اس قول کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ آپ سے پہلے انتالیس

Marfat.com

مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے چالیس کا عدد پورا ہوا۔ اس سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ کہ آپ نبوت کے دوسرے سال حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ لیکن بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ آپ نے بعثت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا جب کہ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت مکمل ہو چکی تھی۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ہمارے نزدیک وہی قول راجح ہے جس کو علامہ ابن حجر جیسے محققین کی تائید حاصل ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں ''مناقب عمر'' کے باب میں تحریر کیا ہے۔

''ابن ابی خیثمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لا چکے تھے۔ اور میں نے ایمان لا کر چالیس کا عدد مکمل کیا۔''
(فتح الباری باب مناقب عمر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی تو جبرائیل سورہ انفال کی آیت 64 لے کر نازل ہوئے۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

''اے نبی! کافی ہے آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ اور وہ مومن جو آپ کی پیروی کرتے ہیں۔''

(سورہ انفال آیت 64)

قارئین کرام!

درج ذیل یہ ایک صفحہ جو یہاں نقل کیا جا رہا ہے میں نے اپنے اس خلجان یا دماغی الجھن ''کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سن 5 نبوی میں ایمان لائے اور آپ کا نمبر ایمان لانے والوں میں چالیسواں تھا'' سے نجات حاصل کرنے کے لئے۔ میں نے اپنی کتاب ''حق حقیقت اور حقائق سید الشہداء سانحہ کربلا'' کے صفحہ 484 پر آج سے کوئی پانچ سال پہلے لکھا تھا۔ اس وقت میں نے اپنی اس نئی تصنیف کتاب سیرت طیبہ بنام ''نورِ ام النور، نورِ رحمۃ العالمین'' کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔

تاریخی و دیگر شکوک وشبہات کو دور کرنا کسی بھی مشکل نکتہ کی اپنی بہترین سمجھ کے مطابق حسن ظن کے ساتھ، تاویل کرنا مجھے پسند ہے جو میں اپنے خلجان سے سکون حاصل کرنے کے لیے کرتا ہوں۔ میری سوچ کے مطابق اس کی ایک سادہ سی وجہ یہ بھی ہے کہ حسن ظن کے ساتھ، مجموعی بھلائی کا خیال رکھ کر، تعمیری سوچ کے ساتھ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں جس کا صلہ آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ ضرور دیں گے۔

مثال کے طور پر اسی معاملہ کو لیجئے کہ جب حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ کا نمبر ایمان

marfat.com
Marfat.com

لانے والوں میں سے چالیسواں تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جو کہ آپ سے صرف تین دن پہلے ایمان لائے تھے ان کا نمبر انتالیسواں تھا۔ کچھ روایات کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کے بعد سن 5 نبوی کے آخری مہینوں میں ایمان لائے تھے اور اس وقت تک بلاشک وشبہ بچے بچیاں مرد وزن سمیت ایمان لانے والوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تھی۔ کیونکہ دوسری ہجرت حبشہ میں تراسی (83) مرد اور بیس (20) خواتین اللہ کی راہ میں بے خانماں ہوکر حبشہ روانہ ہوگئے تھے اور ان کے نام تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یقیناً کچھ تعداد مجبوراً اور کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے سبب مکہ میں ہی رہ گئی ہوگی اور چند ایک مسلمان مکہ کی بستی سے باہر بھی رہتے ہوں گے۔

میں نے اس کو شدت سے محسوس کیا اور رب العالمین سے اس کی تاویل کے لیے بہتر سمجھ کے لیے دعائیں کرتا رہا۔ پھر میرے دماغ میں اس نکتہ کی وضاحت یہ آئی کہ اسلام کے ابتدائی دور میں حالات وضرورت کے پیش نظر اس معاملہ میں شاید صرف ان مرد حضرات کو گنا جاتا تھا، شمار کیا جاتا تھا جو لٹھ باز ہوں، لٹھیت ہوں یا بالفاظ دیگر جو اپنی عمر کے لحاظ سے لڑائی کے قابل گنے، سمجھے جاتے ہوں اور جو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کے قابل ہوں۔ یعنی کہ اس میں 17 سال سے زائد عمر کے مرد حضرات شامل ہیں اور یوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا انتالیسواں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چالیسواں نمبر بنتا ہے۔

میں نے یہ تاویل، یہ وضاحت حسن ظن کے ساتھ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے کی ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ نے بھی اس طرح سے اس بارے میں سوچا ہو یا یہ تاویل آپ کو بھی پسند آئے۔ بہرحال اس سے میرا اخلجان، ذہنی خلش دور ہوگئی ہے۔

اب جو یہ کتاب لکھ رہا ہوں اس کے لیے مجھے بہت پڑھنا پڑا ہے اور میرے علم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اسی باب میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے والے واقعہ میں میں نے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ علامہ احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد صادق العرجون رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبوت کے دوسرے سال یا سن 2 نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔

علامہ ابن حجر، علامہ احمد بن زینی دحلان اور شیخ علامہ محمد صادق العرجون رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہ فرمانا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ابن خطاب رضی اللہ عنہ سن 2 نبوی میں ایمان لائے، اس حقیقت کو کہ "حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا پہلے ایمان لانے والوں میں انتالیسواں (39) نمبر تھا اور حضرت عمر بن خطاب، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد ایمان لائے، پہلے ایمان لانے والوں میں چالیسواں (40) نمبر تھا"۔ بالکل واضح کردیتا ہے اور اس سے متعلق تمام ذہنی الجھنوں کو دور کردیتا ہے۔

اور اس حد تک مذکورہ بالا معجز علماء محقق و سیرت نگاروں کی اس بات کو میں، اس کتاب کا مصنف بھی تسلیم کرتا

Marfat.com

ہوں اور اس تحقیق کو میں نے پورے یقین خلوص و اعتماد کے ساتھ اپنا لیا ہے اور اپنی تصنیف میں لکھ بھی دیا ہے۔
لیکن سیرت طیبہ یا تاریخ اسلام کی کتابیں پڑھنے سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس دور کے حالات واقعات اور ان کا تجزیہ سب اسی طرف کا اشارہ دیتے ہیں کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اعلان نبوت کے 4 سال 10 ماہ بعد یعنی کہ سن 5 نبوی کے آخری دو یا تین ماہ میں ایمان لائے۔

اب یہ بھی ایک امر مصدقہ ہے کہ ایمان لانے والوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نمبر 39 واں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نمبر 40 واں ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا تو تاریخ اسلام اور دین اسلام میں ایک بہت اہم واقعہ ہے۔ اتنا اہم اور مبارک کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسی دن دین اسلام بھی پس پردہ سے نکل کر منظر عام پر آ گیا۔ یعنی مسلمان اسی دن سے کھلے عام مشرکین و کفار مکہ کی موجودگی میں مسجد حرام میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور تبلیغ و دعوت دین اسلام بھی کھلے عام شروع کر دی۔
اگر ہم یہ مان لیں کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سن 2 نبوی میں ایمان لائے تو پہلے ایمان لانے والوں میں ان کا بالترتیب نمبر 39 واں اور 40 واں صحیح مطابقت کھاتے ہیں لیکن پھر یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ ان دونوں کا اور خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا جو دین اسلام کے لیے ایک بہت بڑی قابل فخر، قابل ذکر، قوت و استحکام بخشنے والی، دین اسلام کو تحریک دین اسلام کو پس پردہ سے نکال کر منظر عام پر لانے والی یہ تبدیلی، لوگوں کی نظر سے مزید تین سال کیسے اوجھل رہی؟

کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟

قارئین کرام! اسلام دشمن عناصر اور اسلام مخالف قوتیں موقع بے موقع دین اسلام کے بارے میں یہ شرور کہتے رہتے ہیں اپنے ان غیر حقیقی خیالات کا پرچار کرتے رہتے ہیں کہ دین اسلام کو تو تلوار کے زور پر پھیلایا گیا تھا ورنہ لوگ اپنے طور پر اُسے قبول کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھے تھے۔
اسلام دشمن قوتوں نے تو ایسا سوچنا ہی ہے ایسا کہنا ہی ہے کیونکہ وہ تو فطری طور پر اس سے خائف ہیں اور [illegible] سمجھتے ہیں۔ لیکن جب ہمارے اپنے ہی ایسے خیالات کو اپنا لیتے ہیں اور ان کا اظہار کرنے سے بھی [illegible] تو بہت دکھ ہوتا ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے۔
یہ موضوع تو "باب مستشرقین" کے ساتھ بیان کرنے والا تھا لیکن وہاں بیان کر دینے سے قارئین کرام پر وہ اتنے موثر انداز سے اثر انداز نہ ہوتا جتنا کہ اب بیان کر دینے سے ہوگا کیونکہ اب تک' اس مرحلہ تک قارئین کرام چند چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان لانے کے واقعات و انداز کو پڑھ چکے ہیں اور ابھی وہ یادداشت میں تازہ تازہ محفوظ ہیں جس کی وجہ سے آپ اس نکتہ یا موضوع کو بآسانی' بہت اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور دوسروں کو سمجھانے کے قابل بھی ہو جائیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے بعثت کے بعد پہلے تین سال اعلانیہ تبلیغ کے بجائے خاص خاص لوگوں تک اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو محدود رکھا۔ اس میں ایسی ایسی ہستیاں مشرف باسلام ہوئیں جن کے زریں کارناموں سے ملت اسلامیہ کی تاریخ اور تاریخ دنیا کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔ بے مثال خوبیوں اور عظیم صلاحیتوں سے مالا مال شخصیتوں نے ایسے نازک وقت اور مشکل حالات میں حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر کے اسلام کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا جب کہ اسلام کے بیت المال میں ان کو دینے کے لیے ایک درہم بھی نہ تھا۔

مسلمانوں کی بے بسی اور بیکسی کا یہ عالم تھا کہ مشرکین ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتے اور یہ اف تک نہ کر سکتے تھے۔ ان حالات میں اسلام قبول کرنے والے وہ لوگ تھے جو طبعی طور پر بڑے خود دار، غیور اور مستغنی تھے۔ جہاں بھر کے سارے خزانے اگر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے جاتے تو وہ کسی ایسے نظریہ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے جسے ان کا ذہن اور ضمیر مسترد کر چکا ہو۔ وہ فطری طور پر اتنے نڈر اور بیباک تھے کہ وہ کسی جابر حکمران کے خوف سے کسی باطل کے سامنے سر جھکا نہیں سکتے تھے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو نہ لالچی تھے، نہ مفاد پرست نہ بزدل تھے اور نہ ڈرپوک، کس چیز نے انہیں اسلام کا اس قدر گرویدہ بنا دیا؟ اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ایمان کا عہد کیا تو عمر بھر اس کو نبھایا۔ اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے بصد مسرت اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔

بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسلام کی حقانیت کا حسن و جمال تھا جس نے ان شیر دل انسانوں کے دلوں کو موہ لیا تھا۔ یہ پیغمبر اول و آخر واعظم، خاتم النبیین سید المرسلین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی رعنائیاں اور زیبائیاں تھیں جنہوں نے ان عظیم انسانوں کو اپنا شیدائی بنا لیا تھا۔ یہ اتنے باضمیر اور باکردار لوگ تھے جنہیں کوئی قارون خریدنے کے بارے میں سوچ نہیں سکتا تھا۔ یہ وہ جری اور بہادر لوگ تھے جن کی ہیبت سے کوہساروں کے دل لرزتے تھے اور جن کے رعب سے سمندروں کے طوفان سہم جایا کرتے تھے۔

ایسی نادرہ روزگار ہستیوں کا اسلام لانا، اسلام کی حقانیت اور نبی اسلام محسن کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

جس اسلام نے اپنی انتہائی بے بسی اور بے کسی کے دور میں محض اپنے فطری حسن اور کمال دلنوازی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے زیرک و دانا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر و مدبر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے غنی اور فیاض، حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل تلوار باز اور علم و حکمت کے نیر اعظم، حضرت سعد اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم جیسے سپہ سالاروں اور فاتحین کو اپنا جان نثار بنا لیا تھا اسے کسی اور تلوار کی کیا ضرورت تھی۔

Marfat.com

یقیناً اسلام پاکیزہ اور سچا دین ہے اس کے ان عظیم فرزندوں (پیروکاروں) کی دلکش صورت اتباع اور جہاں افروز سیرت سے بڑھ کر، اس روز روشن کی طرح حقیقت کہ ''دین اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ کی پاکیزگی، رعنائیوں، خوشبوؤں، دلکشی و زیبائیوں سے پھیلا ہے'' کو ثابت کرنے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تبلیغ کا حکم

دلکش اندازِ تخاطب

قرآن حکیم سورۂ مدثر آیات 1 تا 7 میں خالق و مالک کائنات کا حکم، ارشاد، فرمان یوں ہے:

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

ترجمہ: ''اے چادر اوڑھنے والے، کھڑے ہو جاؤ اور ڈر سناؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھو اور پلیدی سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو اور اپنے رب کے لیے صبر کیے رہو۔''

مندرجہ بالا آیات مبارک میں خالق و مالک کائنات اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہ نے کتنے محبت، چاہت و رفعت بھرے الفاظ میں اپنے محبوب، رسول اللہ ﷺ کو کتنے واضح، جامع، بنیادی، ٹھوس، بامقصد اور پر خار، پر خطرہ طویل اور انتہا کی شدید جدوجہد طلب احکامات و ہدایت فرمادی ہیں۔ اور ہزار جان اس رسول مقبول ﷺ پر نثار و قربان جس نے یہ احکام ملتے ہی ایک لمحہ کا توقف نہ کیا اور اللہ توکل اس کار عظیم میں جٹ گئے، عمل پیرا ہو گئے۔ آپ ﷺ کے عزم، حوصلہ، عبدیت اور دیگر خصوصیات و خوبیوں کو کروڑوں سلام اور آپ ﷺ پر ہمہ وقت کروڑوں درود و سلام۔

عربوں میں اظہار محبت کا ایک منفرد انداز اور حسین طریقہ ہے، وہ یہ کہ جس سے گہری محبت اور اپنائیت کا اظہار مقصود ہوا سے اس کے اصل نام سے نہیں پکارتے بلکہ اس وقت وہ جس حالت میں ہوا سے اس کے مطابق وصفی لقب سے پکارتے ہیں۔ اس سے مخاطب یوں محسوس کرتا ہے جیسے چاہنے والے نے اسے دل کی گہرائیوں میں چھپالیا ہے اور اس پر پیار کے گلستان نچھاور کر دیئے ہیں۔

اس کی ایک بہت مشہور اور معیاری مثال مندرجہ ذیل واقعہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ بتول فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر خفاء ہو کر مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ گھر تشریف لائے اور سیدہ زہراء سے پوچھا: ''علی کہاں ہیں؟'' انہوں نے بتا دیا کہ ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ حضور پر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ باہر

Marfat.com

تشریف لائے۔ دیکھا کہ مسجد میں ننگی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور بدن مبارک کے ساتھ مٹی لگ رہی ہے۔ عربی زبان میں مٹی کو ''تراب'' کہتے ہیں اور ''ابو'' کا مطلب ''باپ'' ہوتا ہے۔ ابوتراب کا مطلب ہوا مٹی کا باپ یا مٹی میں لتھڑا ہوا۔ حضور پرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ پاس آ کر بیٹھ گئے۔ شفقت سے مٹی جھاڑتے رہے اور یہ بھی فرماتے رہے۔

اے ابوتراب اٹھو! اے ابوتراب اٹھو! (صحیح بخاری، کتاب المناقب۔ حدیث 3500)

اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی دور فترت کے بعد اس پہلی وحی میں اپنے محبوب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پرنور، نبی کریم ﷺ کو اسم گرامی کے ساتھ پکارنے کی بجائے اس محبوب لقب سے پکارا جو اس وقت آپ ﷺ کی حالت کی تصویر کشی کرنے والا تھا۔ یہ معنی خیز اور حسین لقب اس لیے اختیار کیا گیا تا کہ قرب ومحبت کی رفعتوں سے پہلے روز ہی پردہ اٹھا دیا جائے۔ عشق کے اسرار ورموز جاننے والوں کو بتا دیا جائے کہ یہ وہ شاہکار ربوبیت ہیں جن پر قدرت کو بھی ناز ہے۔ جب یہ وحی نازل ہوئی تو حضور پرنور، نبی کریم ﷺ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ محبوب حقیقی نے جلد ہی رابطہ قائم کرلیا۔ اب کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی، دین تین کی دعوت وتبلیغ کے لیے اشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔

تبلیغ کا حکم اور اس کے مضمرات

اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہ نے سورہ مدثر کی ان پہلی سات آیات میں حضور پرنور، نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو کئی حکم دیئے گئے ہیں جو بظاہر تو بہت مختصر اور سادہ ہیں لیکن حقیقتاً بڑے دوررس مقاصد پر مشتمل ہیں اور حقائق پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں چنانچہ:

1- انداز کی آخری منزل یہ ہے کہ عالم وجود میں اللہ کی مرضی کے خلاف جو بھی چل رہا ہو اسے اس کے پرخطر انجام سے آگاہ کردیا جائے اور وہ بھی اس طرح کہ عذاب الٰہی کے خوف سے اس کے دل ودماغ میں ہلچل مچادی جائے۔

2- رب کی بڑائی وکبریائی بجالانے کی آخری منزل یہ ہے کہ روئے زمین پر کسی اور کی کبریائی برقرار نہ رہنے دی جائے۔ بلکہ اس کی شوکت توڑ دی جائے، اور اسے الٹ کر رکھ دیا جائے یہاں تک کہ روئے زمین پر صرف اللہ کی بڑائی باقی رہے۔

3- کپڑے کی پاکی اور گندگی سے دوری کی آخری منزل یہ ہے کہ ظاہر و باطن کی پاکی اور تمام شوائب والواث سے نفس کی صفائی کے سلسلے میں اس حد کمال کو پہنچ جائیں جو اللہ کی رحمت کے گھنے سائے میں اس کی حفاظت ونگہداشت اور ہدایت ونور کے تحت ممکن ہے۔ یہاں تک کہ انسانی معاشرے کا ایسا اعلیٰ ترین نمونہ بن جائیں کہ آپ ﷺ کی طرف تمام قلب سلیم کھنچتے چلے جائیں اور آپ ﷺ کی ہیبت وعظمت کا

marfat.com
Marfat.com

احساس تمام کج دلوں کو ہو جائے اور اس طرح ساری دنیا موافقت یا مخالفت میں آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جائے۔

4- احسان کر کے اس پر کثرت نہ چاہنے کی آخری منزل یہ ہے کہ اپنی جدوجہد اور کارناموں کو بڑائی اور اہمیت نہ دیں بلکہ ایک کے بعد دوسرے عمل کے لیے جدوجہد کرتے جائیں۔ اور بڑے پیمانے پر قربانی اور جہد و مشقت کر کے اسے اس معنی میں فراموش کرتے جائیں کہ یہ ہمارا کوئی کارنامہ ہے۔ یعنی اللہ کی یاد اور اس کے سامنے جوابدہی کا احساس اپنی جہد و مشقت کے احساس پر غالب رہے۔

5- آخری آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف دعوت کا کام شروع کرنے کے بعد معاندین کی جانب سے مخالفت، استہزاء، ہنسی اور ٹھٹھے کی شکلوں میں ایذا رسانی سے لے کر آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو قتل کرنے اور آپ ﷺ کے گرد جمع ہونے والے اہل ایمان کو نیست و نابود کرنے تک کی بھرپور کوششیں ہوں گی اور آپ ﷺ کو ان سب سے سابقہ پیش آئے گا۔ اس صورت میں آپ ﷺ کو بڑی پامردی اور پختگی سے صبر کرنا ہوگا۔ وہ بھی اس لیے نہیں کہ اس صبر کے بدلے کسی دنیاوی راحت آرام خوشی کے حصول کی توقع ہو بلکہ محض اپنے رب کی مرضی اس کی رضا، اس کی خوشنودی اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے۔

اللہ اکبر! یہ احکامات اپنی ظاہری شکل میں کتنے سادہ اور مختصر ہیں اور ان کے الفاظ کی بندش کتنی پرسکون اور پرکشش نغمگی لیے ہوئے ہے۔ لیکن عمل اور مقصد کے لحاظ سے یہ احکامات کتنے بھاری کتنے باعظمت اور کتنے سخت ہیں کہ ان کے نتیجے میں کتنی سخت چوکھی آندھی بپا ہوگی جو ساری دنیا کے گوشے گوشے کو ہلا کر اور ایک کو دوسرے سے الجھا کر رکھ دے گی۔

ان ہی مذکورہ آیات میں دعوت و تبلیغ کا مواد بھی موجود ہے۔ انذار کا مطلب ہی یہ ہے کہ بنی آدم کے کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا انجام برا ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں لوگوں کو نہ تو ان کے سارے اعمال کا بدلہ دیا جاتا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے، اس لیے انذار کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ دنیا کے دنوں کے علاوہ ایک دن ایسا بھی ہونا چاہیے جس میں ہر عمل کا پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جا سکے۔ یہی قیامت کا دن، جزاء کا دن اور بدلے کا دن ہے۔ اور اس پر ایمان واثق ہو کہ پھر اس دن بدلہ دیئے جانے کا لازمی تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں جو زندگی گزار رہے ہیں اس کے علاوہ بھی ایک زندگی ہو۔

بقیہ آیات میں بندوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ توحید خالص اختیار کریں۔ اپنے سارے معاملات اللہ کو سونپ دیں اور اللہ کی مرضی پر نفس کی خواہش اور لوگوں کی مرضی کو تج دیں۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کے مواد کا خلاصہ یہ ہوا:

Marfat.com

(الف) توحید

(ب) یوم آخرت پر ایمان

(ج) تزکیہ نفس کا اہتمام یعنی انجام بد تک لے جانے والے گندے اور فحش کاموں سے پرہیز، اور فضائل و کمالات اور اعمال خیر پر کاربند ہونے کی کوشش۔

(د) اپنے سارے معاملات کی اللہ کو حوالگی و سپردگی۔

(ہ) پھر اس سلسلے کی آخری کڑی یہ ہے کہ یہ سب کچھ حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رسالت پر ایمان لاکر، آپ ﷺ کی باعظمت قیادت اور رشد و ہدایت سے لبریز فرمودات کی روشنی میں انجام دیا جائے۔

پھر ان آیات کا مطلع اللہ بزرگ و برتر کی آواز میں ایک آسمانی نداء پر مشتمل ہے۔ جس میں حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اس عظیم و جلیل کام کے لیے اٹھنے اور نیند کی چادر پوشی اور بستر کی گرمی سے نکل کر جہاد اور سعی و مشقت کے میدان میں آنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ بڑا عظیم اور پرہیبت کلمہ ہے۔ اے چادر پوش اٹھ اور ڈرا۔ گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ جسے اپنے لیے جینا ہے وہ تو راحت کی زندگی گزار سکتا ہے لیکن آپ ﷺ، جو اس زبردست بوجھ کو اٹھا رہے ہیں، تو آپ ﷺ کو نیند سے کیا تعلق؟ آپ ﷺ کو راحت سے کیا سروکار؟ آپ ﷺ کو گرم بستر سے کیا مطلب؟ پرسکون زندگی سے کیا نسبت؟ راحت بخش ساز و سامان سے کیا واسطہ؟ آپ ﷺ اٹھ جایئے اس کار عظیم کے لیے جو آپ ﷺ کا منتظر ہے۔ اس بار گراں کے لیے جو آپ ﷺ کی خاطر تیار ہے۔ اٹھ جایئے جہد و مشقت کے لیے، مشقت اور محنت کے لیے اٹھ جایئے! کہ اب نیند اور راحت کا وقت گزر چکا، اب آج سے پیہم بیداری ہے اور طویل و پر مشقت جہاد ہے اٹھ جایئے! اور اس کام کے لیے مستعد اور تیار ہو جایئے۔

یہ بڑا عظیم اور پرہیبت کلمہ ہے۔ اس نے حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو پرسکون گھر، گرم آغوش اور نرم بستر سے کھینچ کر تند و تیز طوفانوں اور تیز جھکڑوں کے درمیان اتھاہ سمندر میں پھینک دیا اور لوگوں کے ضمیر اور زندگی کے حقائق کی کشاکش کے درمیان لا کھڑا کیا۔

پھر رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ اٹھ گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک اٹھے رہے۔ راحت و سکون تج دیا۔ زندگی اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے نہ رہی۔ آپ ﷺ اٹھے تو اٹھے ہی رہے۔ کام اللہ کی طرف دعوت دینا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ کمر توڑ بار گراں اپنے شانے پر کسی دباؤ کے بغیر اٹھا لیا۔ یہ بوجھ تھا اس روئے زمین پر امانت کبریٰ کا بوجھ۔ ساری انسانیت کا بوجھ، سارے عقیدے کا بوجھ اور مختلف میدانوں میں جہاد و دفاع کا بوجھ۔ آپ ﷺ نے بیس سال سے زیادہ عرصے تک پیہم اور ہمہ گیر معرکہ آرائی میں زندگی بسر کی اور

marfat.com
Marfat.com

اس پورے عرصے میں یعنی جب سے آپ ﷺ نے وہ آسمانی ندائے جلیل سنی اور یہ گراں بار ذمہ داری پائی آپ ﷺ کو کوئی ایک حالت کسی دوسری حالت سے غافل نہ کرسکی۔ اللہ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اور ساری انسانیت کی طرف سے بہترین جزا دے اور آپ ﷺ پر ہمہ وقت کھربوں درود و سلام۔

(فی ظلال القران سورہ مدثر و مزمل)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سورۂ مدثر کے نازل ہونے کے بعد تین سال تک لوگوں کو خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ فرماتے رہے۔ اس دوران نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ کی وادیوں میں سے کسی کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت مشرکین کے سامنے کھلم کھلا عبادات کی ادائیگی ممکن نہیں تھی۔ اسی دوران ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ چند مشرکین ادھر آ نکلے اور مسلمانوں کو نماز میں مشغول دیکھ کر انہیں سخت سست کہنے لگے، یہاں تک کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ لڑائی کے دوران حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خفیہ طور پر عبادت کے لیے دار ارقم میں جمع ہونے لگے جو صفا کی پہاڑی کے قریب واقع تھا، اس وقت تک مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔

(السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 456)

Marfat.com

علانیہ تبلیغ

دعوت اسلامیہ کا دوسرا دور

قریبی رشتہ داروں کو دعوت حق دینے کے لیے حکم الٰہی

خفیہ تبلیغ کا سلسلہ تین برس تک جاری رہا۔ جو شخص مسلمان ہونے کے لیے آتا، آپ اس کو مسلمان کرتے، اللہ کا کلام یاد کراتے اور اس وقت تک نازل ہوتے والی قرآنی آیات اور احکام کی تعلیم دیتے۔

اس عرصہ میں اسلام نے جن اولوالعزم ہستیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کرلیا اس کے بارے میں تفصیلات کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔ ان عظیم لوگوں کا اس دین کو قبول کرلینا حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پرامن جہاد کی شاندار اور کامیابیاں و فتوحات تھیں۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ دعوت توحید کے دائرہ کو مزید وسعت دی جائے۔ چنانچہ جبرائیل امین اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم (سورہ شعراء آیت 214) لے کر تشریف لائے۔

وَاَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○

ترجمہ "اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو" (سورہ شعرا آیت 214)

قرابت داروں کو تبلیغ دین کی حکمت

غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیت میں تبلیغ رسالت کے لیے خاندان کے لوگوں کی تخصیص کیوں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کنبہ اور خاندان کے لوگ اپنے تعلق اور رشتہ کی بناء پر اس بات کے مستحق ہیں کہ ہر اچھے کام میں ان کو دوسروں پر ترجیح دی جائے۔ اس کے علاوہ باہمی تعلقات اور ذاتی واقفیت کی بناء پر ان کے سامنے کسی قسم کا جھوٹا دعویٰ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اگر قریبی رشتہ دار کسی اچھی تحریک کے حامی بن جائیں تو ان کی حمایت و امداد بہت پائیدار ہوتی ہے۔ اس طرح حق و صداقت کی بنیاد پر جب قریبی رشتہ داروں کا ایک ماحول اور فضا تیار ہو جاتی ہے تو اس سے دین کے احکام پر عمل کرنے میں سہولت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ مختصر سی طاقت جماعتی شکل اختیار کر کے دوسروں تک دعوت و تبلیغ پہنچانے میں مدد دیتی ہے۔

اسی لیے اس آیت کریمہ میں قریبی رشتہ داروں کی تخصیص کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے خاندان کے تمام لوگوں کو جمع فرما کر پیغام حق سنایا۔

marfat.com

Marfat.com

اگر چہ اس وقت لوگوں نے حق قبول کرنے سے انکار کیا مگر رفتہ رفتہ آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے اور آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی قوت ملی۔

(معارف القرآن جلد 6 صفحہ 553)

آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اس حکم پر عمل بڑا دشوار ہے، قوم قدم قدم پر مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرے گی۔ دشواریوں کے بیج بوئے گی۔ مشن کو پھیلانے اور پیغام ربانی پہنچانے کی راہ میں بڑے شدومد کے ساتھ حائل ہوگی۔

اس حکم خداوندی کی تعمیل ضروری تھی لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ کفر وشرک کے خوگر معاشرہ میں ایسے لوگوں کو توحید کی دعوت دینا جو صدہا سال سے پتھر کے بنے ہوئے اندھے، بہرے، بے جان بتوں کی پوجا کے متوالے تھے اور ان کی آن پر اپنی جان تک قربان کرنا اپنے لیے سعادت تصور کرتے تھے۔ اور وہ بھی ہدایات و حکم اللہ تبارک تعالیٰ کو اس طرح انجام دینا کہ یہ دعوت ان کے دلوں میں اتر جائے' ان کے ذہنوں میں اجالا کر دے اور ان کی روح بن کر ان کے رگ وپے میں سرایت کر جائے' یہ بڑا کٹھن کام تھا۔

پہلا اجتماع

اس پیغام سعید، وحی مبارک "کہ اب آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو انجام کار سے ڈرائیں" کے فوراً بعد آپ ﷺ اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے سارے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس کے مطابق ایک لائحہ عمل بنایا۔ اسی خوشی واشتیاق وتبلیغ دین میں، اسی غور وفکر میں، لائحہ عمل بنانے میں اور عبادات رب للعالمین میں مگن، آپ ﷺ ایک دو دن اپنے ہی گھر میں اس قدر مصروف رہے کہ اپنی بہت پیار کرنے والی پھوپھیوں کے پاس بھی نہ جاسکے۔ جب کہ ان پیار کرنے والے بزرگوں کے پاس سلام، دعا، خیرو خیریت کے لیے تشریف لے جانا، آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ کی اس خاموشی اور گوشہ نشینی کے باعث حضور پُرنور ﷺ کی پھوپھیوں کو یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ حضور ﷺ کہیں بیمار تو نہیں۔ عیادت کے لیے جب آئیں تو حضورِ انور ﷺ نے بتایا کہ میری صحت بالکل ٹھیک ہے لیکن میں ایک دو دنوں سے سوچ رہا تھا کہ اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کیسے کروں؟ سوچ رہا تھا کہ بنو عبدالمطلب کو کب اور کیسے بلاؤں؟ کیا صرف بنو عبدالمطلب ہی کو بلاؤں؟ اس دعوت اسلام کے ردعمل کے بارے میں میں خوش فہمی میں بھی نہیں ہوں اور نہ میں اپنے رب کی رحمتوں سے ناامید ہوں۔

یہ سننے کے بعد انہوں نے عرض کی آپ ﷺ بیشک عبدالمطلب کی ساری اولاد کو بلا کر یہ پیغام پہنچائیں لیکن عبدالعزیٰ (ابولہب) کو نہ بلائیں۔ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔ حضور پرنور ﷺ نے بنو عبدالمطلب کی دعوت کا ارادہ فرمایا۔

Marfat.com

دوسرے روز رسول اللہ ﷺ نے بنوعبدالمطلب کو بلا بھیجا وہ بھی آئے اور عبدمناف کی اولاد میں سے بھی چندلوگ پہنچ گئے۔ سب کی تعداد پینتالیس کے قریب تھی۔

دعوت کا اہتمام

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۝

ترجمہ ''اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو'' (سورہ شعرا آیت 214)

نازل ہونے کے بعد ایک روز پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ایک صاع غلہ، ایک بکری کی دست (بازو یاران) اور ایک پیالہ دودھ مہیا کرو اور اس کے بعد عبدالمطلب کے تمام خاندان کو جمع کرو۔ میں نے ان چیزوں کا انتظام کر کے سب کو اطلاع دے دی۔ کم وبیش 40 آدمی جمع ہو گئے، جن میں ابوطالب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اور ابولہب بھی شامل تھے۔

حبیب رب العالمین، پیغمبر اوّل و آخر واعظم سید المرسلین حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے برکت کے لیے تھوڑی سی روٹی چبا کر سالن میں ڈال دی اور برتن ان کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ اپنی اپنی طرف سے کھانا شروع کریں۔ کھانے کی مقدار اتنی تھی کہ عام حالات میں اس سے بمشکل چار پانچ آدمی پیٹ بھر سکتے تھے مگر سب نے سیر ہو کر کھایا۔ وہ گوشت بھی کھاتے رہے اور شوربا بھی پیتے رہے مگر نہ روٹیاں کم ہوئیں اور نہ گوشت ختم ہوا اور شوربا ہی کم نہ ہوا۔

جب دودھ کی باری آئی تو ایک پیالہ سب کو باری باری پیش کیا گیا اور وہ بھی آخر تک لبریز رہا۔ یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر حق وصداقت پر ایمان لانے اور متاثر ہونے کی بجائے ابولہب نے کھانے سے فارغ ہوتے ہی شور مچادیا۔ ''اے عرب کے باشندو! اے بنوعبدالمطلب! اپنی زندگی میں اس سے بڑا جادو ہم نے نہیں دیکھا۔ اس لیے یہاں سے اٹھو اور اپنے اپنے گھروں کو سدھارو۔ ایسا نہ ہو ہم بھی اس خوفناک جادو کے اثر میں آجائیں۔ ابولہب کی یہ بات سنتے ہی سب لوگ منتشر ہو گئے۔

امام یوسف الصالحی شامی رحمتہ اللہ علیہ اور برہان الدین حلبی رحمتہ اللہ علیہ نے پہلی دعوت کے انجام کے بارے میں درج ذیل مزید لکھا ہے۔

''پیشتر اس کے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنا مدعا بیان فرماتے ابولہب نے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اس نے کہا۔

یہ آپ کے چچے ہیں۔ اور چچازاد بھائی ہیں اب آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہئے، لیکن یہ بات نہ بھولیے کہ آپ کی قوم میں اتنی قوت نہیں کہ وہ سارے اہل عرب کا مقابلہ کر سکے۔ مناسب تو یہ ہے کہ جو کام آپ نے

marfat.com

Marfat.com

شروع کیا ہے آپ کے قبیلے والے اور آپ کے قریبی رشتہ دار آپ کو اس سے روک دیں۔ یہ ان کے لیے آسان ہے بجائے اس کے کہ قریش کے سارے خاندان آپ کے خلاف متحد ہو کر مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جائیں اور عرب کے سارے لوگ ان کی تائید کر رہے ہوں۔ اے میرے بھتیجے! کوئی آدمی ایسا فتنہ وفساد کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس نہیں آیا جس فتنہ وفساد کا پیغام لے کر آپ آئے ہیں۔''

ابولہب کہتا رہا۔ حضور پُرنور' نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ خاموش رہے اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف الصالحی جلد 2 صفحہ 432......السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 271)

دوسرا اجتماع

چند روز خاموشی سے گزر گئے پھر جبرائیل امین آئے اور انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ آپ دین حق کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں اللہ تبارک تعالیٰ آپ کا معاون ومددگار ہوگا۔ دوسری بار پھر پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور انور ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ فرمایا۔ اور حضور پرنور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اس شخص (ابولہب) نے ہماری بات نہیں ہونے دی پھر ایک دعوت کا اہتمام کرو اور انہیں دوبارہ بلاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی کھانے کا انتظام کر کے انہیں پھر ''مدعو'' کیا وہ سب آ گئے پھر تھوڑا سا کھانا سب نے سیر ہو کر کھایا اور وہ بچا رہا۔

ابولہب نے پھر ٹانگ اڑائی۔ جارحانہ انداز تکلم اختیار کیا اور بڑے کھردرے انداز میں بولا۔ ہمیں تمہارے دین، مشن، تعلیم اور تحریک سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' یہ ساری کاروائی بند کرو۔ اگر تمہارے نزدیک یہ بہت ہی ضروری ہے تو اسے اپنے خاندان تک محدود رکھو' پوری قوم کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے قبیلے کا یہ فرض ہے کہ وہ خود تمہیں ایسی باتوں سے روکیں وگرنہ پوری قوم ناراض ہو جائے گی اور میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا خاندان پوری عرب قوم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اسلام کی بات زباں پر لانا ترک کر دو۔ اس سے قوم دو متحارب گروہوں میں بٹ رہی ہے۔ گھروں میں انتشار پیدا ہو گیا ہے کیونکہ تم ایک ایسی ''شر'' لا رہے ہو جس کی مثال ہماری پوری قومی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہیں میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے جو یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، میں تمام لوگوں کی طرف عموماً اور تم لوگوں کی طرف خصوصاً رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بخدا! جس طرح تم سو جاتے ہو اس طرح ایک دن مر جاؤ گے اور جس طرح تم بیدار

Marfat.com

ہوتے ہو اسی طرح ایک دن اٹھائے جاؤ گے۔ جو کچھ آپ کرتے ہو کل اس کا حساب کتاب ہوگا اس کے بعد نیک اعمال اور کامیابی کی صورت میں جنت حصے میں آئے گی اور برے اعمال اور ناکامی کی صورت میں دوزخ میں جانا ہوگا۔ (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر جلد 2 صفحہ 61)

اے عبدالمطلب کے بیٹو! یقین کرو تمہیں جلال و جبروت اور عزت و تکریم بخشنے کے لیے جو انقلابی پیغام لے کر میں آیا ہوں عرب کا کوئی نوجوان آج تک اپنی قوم کے پاس ایسا (انقلابی فکر اور دوررس نتائج کا حامل) پیغام لے کر نہیں آیا۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور یہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں صداقت و نور کے اس سرچشمے کی طرف بلاؤں۔ پس اس انقلابی تحریک میں جلدی سے شامل ہو جاؤ۔ بتاؤ! تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر جلد 2 صفحہ 63)

السیرۃ النبویہ از احمد بن زینی دحلان اور السیرۃ الحلبیہ از برہان الدین حلبی میں اسی فرمان پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول کریم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی مذکورہ بالا حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ

"قافلہ کا پیشرو اپنے قافلہ والوں سے جھوٹ نہیں بولتا بفرض محال اگر میں دوسرے لوگوں سے جھوٹ بولوں تو بخدا میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ بفرض محال۔ اگر میں ساری دنیا کے ساتھ دھوکہ کروں تو تم سے میں دھوکا نہیں کر سکتا۔ اس ذات کی قسم جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بالخصوص اور ساری انسانیت کی طرف بالعموم۔ بخدا تمہیں موت اس طرح آئے گی جس طرح تمہیں نیند آتی ہے اور قبروں سے زندہ یوں اٹھائے جاؤ گے جیسے تم خواب سے بیدار ہوتے ہو۔ اور جو عمل تم کرتے ہو ان کا تم سے محاسبہ ہوگا۔ تمہارے اچھے اعمال کی اچھی جزا اور برے کاموں کی بری جزا تمہیں دی جائے گی۔ ٹھکانہ یا ابدی جنت ہے یا ابدی جہنم۔ بخدا اے فرزندان عبدالمطلب! میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا جو اس چیز سے بہتر اپنی قوم کے پاس لے کر آیا ہو جو میں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی فلاح لے کر آیا ہوں۔" (السیرۃ النبویہ، زینی بن دحلان جلد 1 صفحہ 198۔ لسیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 272)

تمام لوگوں پر موت کا سکتہ طاری ہوگیا۔ ہونٹوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ انہیں اس مشن کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں تھا۔ مادی ذہن دنیاوی عیش و عشرت کے دلدادہ تھے۔ وہ تو شان و شوکت کے عادی تھے۔ انہیں دین اور مشن سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہ دعوت ان کے ذوق ہی کے خلاف تھی۔ جو بات سمجھ گئے تھے اور صاحب ایمان تھے ان سے رہا نہ گیا۔ اگرچہ عمر چھوٹی اور جسم ناتواں تھا مگر جذبہ توانا اور حوصلہ جواں تھا بھاری بھرکم اور پھولے ہوئے تن و توش والے ان کی نگاہ میں چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر ہوگئے اور وہ بڑی جرأت اور جسارت سے

marfat.com

Marfat.com

بولے:

اے اللہ کے سچے رسول! میں اگرچہ سب سے چھوٹا اور کمزور ہوں صحت گری ہوئی ہے اور ظاہری توانائی کی صورت بھی کسی لحاظ سے حوصلہ افزا نہیں مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس انقلابی مشن میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا اور قدم سے قدم ملا کر چلوں گا۔

یہ انقلابی فکر قبول کرنے اور امید افزا جواب دینے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور پرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ خوش ہو گئے ان کی گردن کو بوسہ دیا۔ جو ڈیل ڈول والے تھے وہ ہنس پڑے۔ ان کے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی مگر یہ ان کے باطل پرست اور مادیت کے خوگر ناقص ذہن کا تجزیہ تھا۔ انہوں نے صرف ظاہری اسباب اور موجودہ حالات ہی کو دیکھا تھا اور جو پس پردہ قاہر و قادر قوت کارفرما تھی اور ایمان کے ساتھ جواں عزم و حوصلہ تھا وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ ظاہر ہے ایسی سوچ اور صورت میں وہ صرف مسکرا ہی سکتے تھے۔ مگر بات ان کی سچی ثابت ہوئی، کامیابی انہیں ملی جو ایمان والے تھے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا دوسری دعوت کے بارے میں درج ذیل بھی لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ حوالہ نہیں دیا ہے اس لیے میں اس کے نیچے انہی کی کتاب کا حوالہ درج کروں گا۔

دوسرے لوگوں نے تو ان ارشادات کا معقول جواب دیا لیکن ابولہب نے بڑی خست اور رذالت کا ثبوت دیا وہ بولا۔ اے فرزندان عبدالمطلب! یہی چیز ہمارے لیے ذلت و رسوائی کا باعث بنے گی تم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لو۔ اس سے پیشتر کہ دوسرے لوگ اس کے ہاتھوں کو پکڑیں۔ اس وقت اگر تم اس کو ان کے حوالے کر دو گے تو تم ذلیل و رسوا ہو گے اور اگر تم اس کا دفاع کرو گے تو وہ لوگ تمہیں تہ تیغ کر دیں گے۔

حضرت صفیہ جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں وہ ابولہب کی یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا اے بھائی! کیا تمہیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ تو اپنے بھتیجے کو بے یار و مددگار چھوڑ دے بخدا آج تک ہمیں اہل علم یہ بتاتے رہے ہیں کہ عبدالمطلب کی نسل سے ایک نبی ظاہر ہو گا، بخدا یہ وہی نبی ہیں۔ ابولہب کہنے لگا کہ یہ ساری باتیں بے سروپا اور خوش فہمیاں ہیں اور پردہ نشین عورتوں کی باتیں ہیں۔ جس وقت قریش کے سارے خاندان تمہارے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اور جزیرہ عرب کے سارے قبیلے ان کی امداد کر رہے ہوں گے تو اس وقت ہمیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

اس کے بعد ابوطالب اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا۔

"بخدا جب تک ہمارے جسم میں جان ہے ہم ان کی حفاظت اور دفاع کریں گے۔"

ان پہلے دو اجتماعات میں صرف عبدالمطلب کا خاندان مدعو تھا اور وہی لوگ شریک ہوئے تھے۔

(ضیاء النبی، پیر محمد کرم شاہ جلد 2 صفحہ 269، 270)

Marfat.com

ازلی بدبخت، سخت کینہ پرور

مشرکین مکہ نے انتہائی بغض و عناد اور شدید مخالفت کے ساتھ اسلامی تحریک کا استقبال کیا حالانکہ حق پسندی اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ مخالفانہ جذبات سے بالاتر ہو کر بالکل غیر جانبداری سے اسلامی تحریک کے عناصر ترکیبی اس کی تعلیمات اور اغراض و مقاصد کا کھلے دل سے جائزہ لیتے۔ مگر انہوں نے اس مسئلہ کو بالکل غیر سنجیدہ انداز سے لیا اور دل میں یہ بٹھا لیا کہ ہر حال میں اسے خراب کرنا ہے، روکنا ہے، ختم کرنا ہے۔ خاص طور پر ابولہب کی طرف سے تحریک کے خلاف مہم جوئی، اور زبردست محاذ آرائی کا ایک خاص پس منظر بھی ہے جس کا جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

وہ یہ کہ جب حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ بالکل نوعمر تھے اور حضرت ابوطالب کے پاس رہتے تھے، اس دور کا واقعہ ہے کہ ایک دن ابولہب اور ابوطالب دونوں بھائیوں کی آپس میں کشتی ہوئی۔ دونوں نوجوان تھے مگر ابولہب نے ابوطالب کو نیچے گرا لیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے ابوطالب کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کو یہ منظر اچھا نہ لگا۔ آپ ﷺ بڑی جرأت کے ساتھ پیچھے سے آئے اور ابولہب کو بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور نیچے گرا دیا۔ ابولہب حیران رہ گیا اور پوچھا: میں بھی تمہارا چچا ہوں اور ابوطالب بھی چچا ہے پھر تم نے اس کا ساتھ کیوں دیا؟ حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے بڑی بے خوفی سے جواب دیا، وہ مجھے تمہاری نسبت زیادہ عزیز ہیں۔

کینہ پرور ابولہب نے یہ بات دل میں بٹھالی اور پھر ساری زندگی اس بات کو نہ بھولا۔ اسی دن سے حضورِ انور ﷺ کے خلاف دل میں عناد رکھنے لگ گیا اور اسی کو زندگی کا مشن بنا لیا جو اس کی مکروہ زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ یہ شیطانیت اور شر و فساد کی جڑ تھا۔ ہر برائی، مخالفت اور خوفناک سازش اسی کی ذات سے جنم لیتی تھی اور پھر معاشرے میں پھیلتی تھی۔

حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے تحریک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے اہل مکہ کی تین دعوتیں کیں، جن میں محیر العقول معجزات کا ظہور بھی ہوا۔ آنکھیں کھولنے اور بصیرت حاصل کرنے کے لیے اتنی روشنی کافی تھی مگر ابولہب نے ہر موقعہ پر کور چشمی سے کام لیا۔ حسد و بغض کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوری قوم کو گمراہ کیا اور کہا کہ جادو سے بچو! ان ناسازگار حالات میں بھی حضور پرنور ہادیٔ انس و جاں رحمت للعالمین ﷺ نے ان تک اپنا پیغام پہنچا دیا۔

تیسرا اجتماع

مندرجہ بالا دو محدود خاندانی (بنو عبد المطلب) اجتماعات کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دائرہ دعوت و تبلیغ دین اسلام کو اور بڑھا دیا۔ وقت رفتہ کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا دائرہ دعوت و تبلیغ دین

marfat.com
Marfat.com

متین وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا تھا۔

چنانچہ جب تیسرے اجتماع کا حضور پُر نور ﷺ نے اہتمام فرمایا تو اس میں قریش کے سارے قبیلوں کو (یعنی کہ تقریباً سارے مکہ اور اس کے قرب و جوار کو) دعوت دی گئی اور صفا کی پہاڑی پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پر نور، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات ﷺ نے کھڑے ہو کر سب حاضرین کو خطاب فرمایا۔ لیکن اس کا آغاز یوں فرمایا کہ حکم رب العالمین کی تعمیل کے لیے پہلے حضور پر نور، پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، سرکار دو جہاں ﷺ کوہ صفا کی بلندیوں پر تشریف لے گئے اور وہ تاریخی ندا دی جس کی گونج ہمیشہ فضاؤں میں سنائی دیتی رہے گی۔

آپ ﷺ نے نام لے لے کر قبائل کو پکارا۔ اے بنی کعب بن لوی!، اے بنی مرہ بن کعب! اے بنی عبد شمس!، اے بنی عبد مناف!، اے بنی ہاشم!، اے بنی عبد المطلب!، مکہ کے گلی کوچوں میں کہرام مچ گیا، لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، یہ بلانے والا کون ہے؟ جاننے والوں نے بتایا: یہ محمد ﷺ پکار رہے ہیں۔ یہ کسی معمولی شخصیت کی پکار نہیں تھی، ہزار مخالفت کے باوجود سب دوڑے چلے آئے۔ جو نہ آسکتا تھا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ صورت حال سے آگاہ ہو سکے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا تھا جب بلانے والے صادق و امین محمد ﷺ ہیں تو معاملہ نہایت اہم ہوگا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور پُر نور ﷺ ارشاد فرمایا:

مجھے بتاؤ! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑ کے دامن میں دوسری طرف ایک لشکر موجود ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ (صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 114، کتاب الایمان فی بیان من مات علی الکفر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

مجھے بتاؤ! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ زبردست دشمن تم پر صبح یا شام کو اچانک حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر حدیث 4688)

سب نے بیک زباں جواب دیا، ہم کسی تردد اور ہچکچاہٹ کے بغیر آپ (ﷺ) کی بات مان لیں گے کیونکہ آپ (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں میری ذات اور زباں پر اتنا اعتماد ہے تو پھر غور سے سنو!

میری اور تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اس دشمن کو دور سے دیکھ لیا ہو جو اس کی قوم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لیے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا ہوا سے اچانک اندازہ ہوا کہ دشمن بہت ہی تیز رو ہے، اس کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ اس کی قوم تک پہنچ جائے گا اور اسے مار ڈالے گا۔ چنانچہ اسے بچانے کے لیے اس نے دور ہی سے صدا لگائی یا صباحاہ! اے میری قوم! ہوشیار ہو جا۔ دشمن تیزی سے بڑھا آرہا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث 353)

Marfat.com

مطلب یہ تھا کہ تم عذاب مبین سے آگاہ نہیں ہو۔ دوزخ کا شدید عذاب ایک حقیقت ہے جو اہل کفرو شرک کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اس لیے شرک و کفر اور ضلالت کی زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اسلام لے آؤ۔ اس خوفناک عذاب سے بچ جاؤ گے جسے تم سردست دیکھنے سے قاصر ہو۔

بخاری اور مسلم سے مزید متعلقہ روایت

امام بخاری نے ابوہریرہ سے، امام مسلم نے امام قبیصہ بن المخارق سے اور بلاذری نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **وانذر عشیرتک الاقربین** تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے اعلان کیا ''یا صباحاہ!'' میری فریاد سنو۔ میری فریاد سنو۔ لوگ کہنے لگے یہ کون بلا رہا ہے؟ چنانچہ عرب کے رواج کے مطابق وہ لوگ اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے اس سمت میں دوڑے اور جو شخص خود نہ جاسکا اس نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیا ابولہب اور دیگر قریش بھی وہاں جمع ہوگئے۔

حضور ﷺ نے پوچھا اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ دشمن کے سواروں کا دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم میری بات مانو گے۔ سب نے کہا بے شک ہم نے کبھی آپ کو غلط بیانی کرتے نہیں سنا۔ اس کے بعد حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے کعب بن لوی کے بیٹو! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے فرزندو! آتش جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی شمس! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبدمناف! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی زہرہ! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنی عبدالمطلب! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے فاطمہ! آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے صفیہ (محمد رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی) آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ مگر یہ کہ تم کہو لا الہ الا اللہ۔'' (السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 271)

سر سے پاؤں تک شرک و گمراہی کی دلدل میں دھنسی ہوئی قوم اس دردمندانہ پکار کی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ کسی متوقع خطرے کے آثار دیکھے بغیر قوم کو اس انداز خاص کے ساتھ بلانا جو خطرات کے لیے مخصوص تھا اس کے نزدیک بہت بڑا جرم تھا۔ یہ گویا پوری قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق تھا ابولہب تو اسے بالکل برداشت نہ کرسکا۔ وہ ایسے انداز سے گویا ہوا جس میں گستاخی کا پہلو بھی نمایاں تھا۔ ابولہب نے کہا:

تباہی ہو تیرے لیے' کیا اتنی سی بات کے لیے تو نے ہمیں اتنے اہتمام سے یہاں بلایا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث 355)

اللہ کے محبوب نے تو اس گستاخی کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنے بے پایاں حلم اور عالی ظرفی کے باعث

marfat.com

Marfat.com

سکوت اختیار فرمایا لیکن آپ ﷺ کے غیور رب نے اس بدبخت اور گستاخ کی مذمت میں ایک پوری سورت نازل فرمادی تبت یدا ابی لھب وتب کہ ''ابولہب کے وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں جن سے اس نے میرے محبوب کی طرف اشارہ کیا اور وہ خود بھی تباہ و برباد ہو جائے۔''

حضور انور ﷺ کے اس خطاب کا آخری جملہ یہ تھا۔

''اے فرزندان عبدالمطلب (اے قریش کی اولاد)! بخدا کوئی جوان اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر اور افضل چیز لے کر نہیں آیا جیسی میں تمہارے لیے لے آیا ہوں میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی کامیابی اور بہتری (فوز وفلاح) لے کر آیا ہوں۔''

اس کے بعد سورہ حجر کی آیت مبارک 94 نازل ہوئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (سورۂ حجر آیت 94)

ترجمہ: ''اے میرے حبیب! حق کو کھول کر بیان کیجئے اور مشرکین کی طرف سے منہ پھیر لیجئے۔''

کسی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں میری مدد اور نصرت آپ کے شامل حال ہے۔

اس آسمانی مذمت نے ابولہب اور اس کی بیوی کے تن بدن میں آگ لگا دی' ان کی عداوت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ وہ جگہ جگہ نبوی مشن کے خلاف اور بھی زیادہ زہر اگلنے لگا۔ اس کی بیوی نے ایک پتھر اٹھالیا اور حرم شریف میں آ گئی، غصہ سے تلملا رہی تھی۔ سانپ کی طرح پھنکارتی ہوئی بولی: ''آج میں محمد (ﷺ) کا سر پھوڑ کر رہوں گی۔'' وہ بک بک کرتی آگے بڑھی' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور' نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حرم شریف میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس بری عورت کو اس انداز سے آتے ہوئے دیکھا تو گھبرا گئے اور عرض کی: یارسول اللہ! بڑی بدزبان اور منہ پھٹ عورت ہے۔ نازیبا الفاظ بھی کہے گی۔

حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: تم آرام سے بیٹھے رہو وہ ہمیں نہیں دیکھ سکے گی۔ وہ بگولے کی طرح سیدھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور پوچھا بتاؤ! وہ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ اس کے اس طرح کہنے سے حضرت ابوبکر کو اطمینان ہو گیا، بولے: کیا وہ یہاں تمہیں نظر نہیں آ رہے؟ وہ بولی' وہ یہاں کہاں ہیں، کیا تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟ اس کے جو منہ میں آیا بکتی چلی گئی اور وہ حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو بالکل نہ دیکھ سکی۔ اس معجزے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان تازہ ہو گیا اور تصدیق قلبی نے محبت کا نقش اور گہرا کر دیا۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد 1 صفحہ 127)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

سابقہ صفحات پر مذکور حدیث پاک میں کچھ الفاظ آئے ہیں جن سے بعض سادہ ذہنوں میں کچھ اندیشے جنم

Marfat.com

لیتے ہیں۔ ان کا ازالہ نہایت ضروری ہے تاکہ ایمان کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ محبت و نیازمندی کا تعلق باقاعدہ قائم رہے اور شیطان صراط مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب نہ ہو۔ وہ غلط فہمی ان الفاظ سے پیدا ہوتی ہے، جو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے فرمائے۔

''اے فاطمہ اور اے صفیہ! میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔''

ان الفاظ سے بعض ذہن یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی کسی کو کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اور پھر حضور پرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے اختیار اور عدم اختیار کی بحثیں ہوتی ہیں۔

اگر ان الفاظ کو ان کے پس منظر اور خاص سیاق و سباق سے ہٹا لیا جائے تو یہی مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر حالات کے تناظر میں اس کا مطالعہ کیا جائے تو نہ یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے نہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح کا استدلال

قارئین کرام!

اگر کوئی نیک بخت پوری حدیث مبارک پڑھنے کے بعد نتائج اخذ کرے تو اس کے بھٹکنے کی گنجائش قطعاً نہیں ہے لیکن بدقسمتی سے کچھ بھٹکے ہوئے، بہکے ہوئے لوگ اور دوسروں کو بھی بھٹکانے کے لیے اسی طرح کا استدلال یا منطقی نتیجہ سورہ جن کی آیت 21 سے لیتے ہیں۔

قُلْ اِنِّی لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ○

ترجمہ: ''تم فرماؤ میں تمہارے کسی برے بھلے کا مالک نہیں۔'' (سورہ جن آیت 21)

اب اگر اس آیت مبارک کو اس سے پہلے یا اس کے بعد والی آیات مبارک کے ساتھ ملا کر نہ پڑھا جائے یا پس منظر اور خاص سیاق و سباق (تعلیم، علم، اصول، حساب، مخصوص علم و تعلیم، حقیقی پس منظر) سے ہٹا لیا جائے تو یہی مفہوم اخذ ہوتا ہے اور برے لوگ، بدبخت لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

حالانکہ اس سے بعد والی آیت مبارک 23 میں فرمایا گیا ہے کہ

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا

ترجمہ: ''جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔''

(سورہ جن آیت 23)

ان دونوں (20 اور 23) آیات مبارک میں ذی شعور مخلوق کے بھٹکنے کے راستے بند کر دیے ہیں اور

marfat.com
Marfat.com

خوب وضاحت وصراحت کے ساتھ بتا دیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا اپنے محبوب رسول ﷺ کی معرفت مخلوق خدا کو یہ پیغام عام ہے کہ میرا رسول مکمل طور پر، ہر پہلو میں ہر طرح سے میرے راستہ پر ہے۔ جو بھی اس کا حکم مانے گا، اس کا اتباع کرے گا، اس کے اسوۂ حسنہ پر چلے گا تو وہ میری بخشش اور میرے رسول کی رحمت میں ہے کہ میرا رسول جس کسی کی بھی شفاعت فرمائیں گے میں اسے بخش دوں گا۔

اور اگر تم ایمان ہی نہیں لاتے، میرے رسول مقبول ﷺ کا حکم ہی نہیں مانتے تو روز حساب روز حشر میں تمہیں پکڑوں گا اور عذاب جہنم میں ڈالوں گا اور میرے محبوب نبی، رسول امت ایسے نافرمان، کافر و جہنمی کے لیے کچھ نہیں کریں گے۔ اور نہ ان کے جہنم میں جانے پر ان کے لیے غم زدہ ہوں گے۔ کیونکہ میرے پیغمبر اول و آخر و اعظم خاتم النبیین، سید المرسلین (ﷺ) ہر حال میں میری رضا چاہتے ہیں اور میری رضا یہی ہے کہ میرا محبوب رسول اپنے حکم ماننے والوں کے لیے، اپنا اتباع کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں اور منکرین کے بارے میں فکرمند نہ ہوں۔

زیر بحث حدیث مبارک کے آخر میں یہ فرما دیا گیا ہے "مگر یہ کہ تم کہو لا الہ الا اللہ۔"

بات دراصل یہ ہے کہ مشرک اور کافر کے لیے اسلام میں مغفرت کا کوئی تصور نہیں۔ دائمی نجات صرف اہل ایمان کے لیے ہے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کوہ صفا پر جن خاندانوں کے نام لے لے کر پکارا، وہ شرک میں سر سے پاؤں تک غرق تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ اس شرک کی گندگی کے ساتھ اگر تم قیامت کے روز آئے تو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا، اور نہ ہی شفاعت کروں گا، کیونکہ اہل شرک کے لیے نہ شفاعت ہے نہ مغفرت۔ اگر بخشش سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو تو ایمان لے آؤ اور خود کو عذاب آخرت سے بچالو!

پھر آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کیا کہ میں تیرے لیے بھی کسی چیز کا مالک نہیں۔

اس سے مقصود بھی قوم کو متنبہ کرنا تھا کہ شرک و کفر پر قائم رہتے ہوئے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ یہاں بظاہر خطاب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے لیکن دراصل قوم ہی کو سنانا مقصود ہے۔

اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اس وقت صرف چھ سات سال تھی۔ وہ اس مجمع میں موجود نہ تھی۔ اتنے کم عمر بچے سے نہ اس قسم کا خطاب کیا جاتا ہے اور نہ وہ سمجھ سکتا ہے اور وہ اس عمر میں گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ لہٰذا اتنے کم عمر بچے کو یہ سنانا کہ وہ خود کو آگ سے بچائے، میں اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا قرین قیاس نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس جملہ میں بھی قوم ہی مخاطب ہے۔ اور مختلف طریقوں، ڈھب اور زاویوں سے اسے باور کرانا مقصود ہے کہ مکمل نجات اور آگ سے

Marfat.com

چھٹکارا ایمان لانے میں ہے وگرنہ کفروشرک کی حالت میں نسبی تعلق بھی بے کار ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

رہی حضور پرنور تاجدار جا نئات' سرکار دو عالم رحمت للعالمین ﷺ کی شان مالکیت و شفاعت اور اہل ایمان کو فائدہ پہنچانے کی بات تو اس کی ایک ہلکی سی جھلک یہ ہے۔

آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب المناقب باب فضل فاطمہ بنت محمد ﷺ حدیث:3873)

حسنین کریمین کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی، کتاب المناقب۔ باب مناقب الحسن والحسین حدیث:3768)

عشرہ مبشرہ کو بتایا کہ وہ بہشتی ہیں۔ (جامع الترمذی، کتاب المناقب حدیث:3747)

اور بے شمار افراد ایسے ہیں جنہیں دینی اور دنیاوی منافع سے بہرہ مند کیا اور گناہ گاروں کو مایوسی سے بچانے کے لیے فرمایا:

روز قیامت میری شفاعت امت کے بڑے بڑے گناہ گاروں کے لیے ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد باب ذکر الشفاعہ۔ حدیث:4310)

بلکہ قرآن پاک نے بتایا:

سورہ ضحیٰ آیت 5 میں ارشاد رب العالمین ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○

ترجمہ: اے حبیب! تیرا رب تجھے عنقریب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔'' (سورہ ضحیٰ آیت 5)

آپ نے جواب میں فرمایا:

''اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔''

ایک عورت بیمار تھی اسے دورہ پڑتا تھا جس سے اسے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی اس تکلیف سے نجات کے لیے دعا کیجئے۔

فرمایا: سودا کرلو! چاہو تو دعا کرالو' تکلیف رفع ہو جائے گی چاہو تو صبر کی راہ اختیار کرلو جنت مل جائے گی۔

اس عورت نے جنت کا سودا کرلیا لیکن ساتھ ہی عرض کی: دورہ پڑتا ہے تو ستر کھل جاتا ہے یہ دعا کردیں کہ ستر نہ کھلا کرے چنانچہ اس کے لیے دعا کردی اور وہ ستر کھلنے سے محفوظ ہوگئی۔

اس قسم کے واقعات احادیث کی کتابوں میں اتنی کثرت کے ساتھ ہیں کہ انہیں شمار بھی نہیں کیا جاسکتا یہ سب اس حقیقت کبریٰ کے عکاس ہیں کہ مقام نبوت ذمہ دارانہ حیثیت کا حامل ہے۔ قدرت نے یہ مقام بخشا

marfat.com

Marfat.com

ہے تو اس کے شایان شان اختیارات بھی تفویض کیے ہیں۔ دنیا کے بے حیثیت ارباب اقتدار کے اختیارات لامحدود ہوتے ہیں جن میں بعض اوقات مطلق العنانی کی جھلک پیدا ہوتی ہے تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت کو بدرجہا اعلیٰ و ارفع اختیارات کیوں نہیں دیئے ہوں گے؟ حقائق بتاتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیارات باذن اللہ حاصل تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو استعمال کر کے کسی کو سیدہ نساء العالمین، کسی کو جوانان جنت کے سردار اور کسی کو ''عشرہ مبشرہ'' بنادیا اور کتنوں کو جنت کی بشارت دے دی اور جنت اس طرح عطا کی جیسے ایک مالک کسی کو اپنی مملوکہ چیز عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

دعوت اسلامیہ کا تیسرا دور

کھلی اور عام دعوت

یہ دعوت اسلامیہ کا تیسرا مرحلہ تھا اس کا دائرہ رشتہ داروں سے بڑھا کر سب انسانوں تک بڑھا دیا گیا تھا جب کفار مکہ نے دیکھا کہ اب حضور پُر نور، نبی کریم ﷺ نے برملا اپنے دین کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے آہستہ آہستہ مختلف قبائل کی اہم شخصیتیں اس نئی دعوت سے متاثر ہو رہی ہیں اور اس کو قبول کر رہی ہیں۔

تحریک اسلام لوگوں میں مقبول ہو رہی ہے۔ اپنی فطری خوبیوں کے سبب لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور تحریک دین اسلام روز بہ روز زور پکڑ رہی ہے۔ اس دین کو قبول کرنے والے بانی تحریک دین اسلام حضرت محمد (رسول اللہ ﷺ) سے ایک دو ملاقاتوں میں ہی اتنے پکے مسلمان یا تحریک دین اسلام کے حامی ہو جاتے ہیں کہ پھر وہ کسی صورت، کسی قیمت پر بھی اس کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔

مسلمان اپنے اخلاق و رویہ سے بھی لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رہے ہیں اور اب دینی نظریات و افرادی قوت کے سبب ان کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے ہیں کہ وہ کھلے عام اپنے دین کی تبلیغ و پرچار کرتے ہیں اور ہمارے دین کو، اخلاق و عادات اور بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور بتوں کی پجاری قوم کو بہکی ہوئی اور احمق قوم گردانتے ہیں۔

ان حالات میں انہیں ایسا لگا کہ جیسے تحریک دین اسلام نے ان کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ ان کا معاشرہ تو پہلے ہی قبائلی عصبیت (طرفداری، حمایت) کا شکار تھا۔ وہ لوگ اس مثل پر ”کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم یا مظلوم“ اس کے لفظی معنی کے مطابق عمل پیرا تھے۔

سرداران قوم مشرکین اپنے تعصب، بدنصیبی، بدفطرت، انا پرستی اور قبائلی عصبیت کے سبب ایک تھے۔ وہ اپنی چوہدراہٹ، سرداری، وقار، رعب و دبدبہ چھن جانے کے خطرہ کے پیش نظر متحد ہو گئے اور تحریک دین اسلام کی منظم بھرپور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

وہ اپنی بدنصیبی، بدفطرت و خصلت، قبائلی عصبیت و انا کے ہاتھوں مجبور تھے کہ حق کو جانتے، پہچانتے، دیکھتے ہوئے بھی اس کا ساتھ نہ دیں بلکہ اس کی مشترکہ منظم بھرپور مخالفت کی جائے اور جلد سے جلد اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

وہ سب جانتے تھے کہ آپ حضور پرنور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ہیں، فرستادہ ہیں، نبی برحق صادق وامین ہیں، ان کی ان سب بری صفات قبائلی عصبیت' انا پرستی' ہٹ دھرمی' تعصب وغیرہ کو درج ذیل مصدقہ حقائق وواقعات بڑی خوبصورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

ابوسفیان اور عقبہ بن ابی معیط دونوں قبیلہ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے اسی لیے بنو ہاشم کی کسی عظمت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ وہ دوسروں کو اپنے سے کم تر جتانے کی کوشش میں ہی لگے رہتے تھے۔

جب قبیلہ بنو ہاشم میں حضور پُرنور ﷺ نے نبوت کا اعلان واظہار فرمایا تو بنوامیہ کے لیے بڑا مسئلہ بن گیا باقی معاملہ میں تو وہ اس خاندان کا مقابلہ کرسکتے تھے مگر نبوت میں کیسے کرتے؟ اگر مخالفت کے جوش میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کردیتے تو سرعام بدنام ہوتے۔ اور سچی نبوت کو تسلیم کر لینے سے فریق مخالف کی عظمت تسلیم کرنا پڑتی تھی جو انہیں گوارا نہ تھی۔

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ولید بن مغیرہ اور اس کے جہالت سے پُر بھتیجے ابو جہل کی سفاکانہ عداوت کی واحد وجہ یہی تھی کہ ''صادق وامین نبی'' ہاشمی تھے۔ اور خود ان دونوں کا تعلق ''قبیلہ بنومخزوم'' سے تھا۔ ان کے نزدیک حضور انور' نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ پر ایمان لانے کا صاف مطلب یہ تھا کہ ان کے اپنے قبیلے کی برتری ختم ہوگئی ہے اور بنو ہاشم کو عرب معاشرے میں بالادستی حاصل ہوگئی ہے وہ اس صورت کو کسی قیمت پر قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے عداوت اور دشمنی میں اس انتہاء تک پہنچ گئے جہاں تک پہنچنا ممکن تھا۔

ابوجہل، ابولہب اور اس کے ساتھیوں نے صداقت نبوت کے بہت سے نشانات دیکھ لیے تھے۔ کلام ربانی کی بلاغت وتاثیر بھی جانچ لی تھی۔ آپس میں بیٹھ کر اعتراف بھی کر لیا تھا کہ یہ سچے ہیں۔ جب پیغمبر اول وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے تمام امراء مکہ کو دعوت دی تھی اور وہ چالیس پینتالیس کے قریب کھانے کے لیے آ گئے تھے تو انہوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ وہاں چار پانچ آدمیوں کا کھانا تھا جو تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور پھر بھی کھانا بچا رہا۔ اس سے متاثر ہونے کی بجائے ابولہب بگڑ گیا اور کہا کہ یہ تو جادو ہے۔

مختلف مواقع پر ابوجہل نے دیکھا کہ ایک خوفناک اونٹ یا آگ کی خندق اس کے اور حضور پرنور ﷺ کے درمیان حائل ہے۔ اسی طرح غیر مانوس مخلوق کا مشاہدہ کیا جو حضور انور' نبی کریم ﷺ کی حفاظت کررہی ہے۔ اسی قسم کے بہت سے خلاف معمول واقعات دیکھے، سنے تھے جو ایک بالغ نظر اور سلیم الفطرت وانا انسان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی تھے۔

قارئین کرام!

درج ذیل کو (امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں) یہاں ذرا مقابلتاً تفصیل سے بیان کرنے کے میرے

Marfat.com

دو مقاصد ہیں۔

1- خوب وضاحت سے یہ بتادوں کہ کیسے کیسے شریف النفس انسان بھی قبائلی عصبیت (اپنوں کی بے جا پسند، طرفداری) میں کس شدت سے مبتلا تھے۔

2- عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، ابوسفیان اور دیگر سرداران مشرکین مکہ مختلف ذرائع سے وثوق کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے نبی، رسول برحق ہیں لیکن وائے رے بدقسمتی یہ جانتے ہوئے بھی مختلف وجوہات واسباب کے تحت انہوں نے ابدی بدنصیبی کا انتخاب کیا۔

امیہ بن ابی الصلت کا ابوسفیان کو جواب

امیہ بن ابی الصلت بھی ان لوگوں میں سے تھا جو مشن کی صداقت اور تحریک کی عظمت کو پہچانتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ باطل کے خلاف یہ انقلابی تحریک سو فیصد درست اور صداقت پر مبنی ہے۔ اس کی حقانیت میں کوئی کلام نہیں مگر وہ پھر بھی اس کا ساتھ دینے اور اس قافلے میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اس نوعیت کا اعزاز وہ اپنی ذات کے لیے چاہتے تھے، آس لگائے بیٹھے تھے کہ قدرت اس منصب کے لیے انہیں چن لے گی اور تاج نبوت ان کے سر پر سجادے گی۔ مگر قدرت کے کام عجیب اور نرالے ہیں۔

اس کے فیصلے اپنے ہیں۔ کسی کو ان میں مداخلت کی جرأت واجازت نہیں وہ ''**فعالٌ لما یرید**'' ہے۔ جو چاہتا ہے کہ کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے کسی اعزاز واکرام اور اونچے منصب کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے انتخاب پر زبان طعن دراز کرے یا اسے ناپسند کرتے ہوئے حرف گیری کرے **واللہ یختص برحمۃ من یشاء**'' اور اللہ تبارک تعالیٰ خاص کرلیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے۔''

جب ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی اور نبوت کے تخت زریں پر قدرت نے اپنے حبیب کریم حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کو بٹھا دیا تو یہ حسد کی آگ میں جل بھن گئے۔ عداوت پر کمر باندھ لی اور مخالفت کو پیشہ بنالیا۔

امیہ بن ابی الصلت بھی اس قماش اور ذہن کے لوگوں میں سے ایک تھا۔ دور جاہلیت کی پیداوار، یہ شخص اس بے لگام ماحول میں بھی الگ تھلگ ذہن مختلف نظریات اور عمدہ خصائل کا مالک انسان تھا۔ زاہدانہ اور پرہیز گار طبیعت پائی تھی۔ غرور وتمکنت کروفر سے بچنے کے لیے ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا۔ عام حالات میں سادہ سے کالے لباس میں ملبوس رہتا تھا۔ جب سے اسے یہ پتہ چلا تھا کہ ایک عظیم نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور ان کی بعثت وتشریف آوری کا زمانہ بالکل قریب ہے، تو وہ خود کو بہت پرہیز گار سمجھنے کی وجہ سے نبوت کا امیدوار بن بیٹھا تھا۔ اپنی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے اسے سو فیصد یقین تھا کہ عرب کے پورے خطے میں اس سے زیادہ نیک سیرت، خوش خصال، ہمدرد وغمگسار اور انسانی تقاضوں کو پورا کرنے والا اور کوئی نہیں اس لیے نبوت کا سب سے زیادہ مستحق بھی وہی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اسی وثوق اور یقین کی بنا پر اس نے بڑے فخر و اعتماد کے ساتھ اپنے قبیلہ ثقیف کی عورتوں کو بہت پہلے سے یہ بتانا شروع کیا ہوا تھا کہ اس دور کا نبی وہ ہے اور بہت جلد اسے اس منصب پر فائز کر دیا جائے گا۔ ابھی حضورانور ﷺ نے دعوائے نبوت نہیں فرمایا تھا' انہی دنوں کی بات ہے کہ ابوسفیان اور امیہ تجارتی سفر پر روانہ ہوئے اور ملک شام پہنچے شام کے راہب امیہ کو خوب پہچانتے تھے امیہ بن ابی الصلت نے راہب کے پاس جانے کے لیے اپنا کالا لباس پہنا، اور ابوسفیان سے کہا: یہاں ایک بہت بڑا عالم راہب رہتا ہے اگر کچھ پوچھنا ہو تو میرے ساتھ چلو وہ تمہارے ہر سوال کا جواب دے گا۔

لیکن ابوسفیان نے معذرت کی اور امیہ بن ابی صلت اکیلا چلا گیا۔ سارا دن غائب رہا رات گئے واپس آیا تو بالکل گم صم اور چپ چاپ تھا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ خاموشی سے بستر پر لیٹ گیا۔ ساری رات جاگتا رہا نینداس کی آنکھوں سے غائب ہو چکی تھی۔

صبح کوچ تھا' قافلہ پھر سفر پر روانہ ہو گیا۔ پڑاؤ بھی ہوتا رہا اور سفر بھی' اسی طرح دو راتیں گزر گئیں مگر امیہ بدستور اپنی ذہنی کشمکش میں مبتلا اور تفکرات میں غلطاں رہا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ اور کہاں جا رہا ہے؟ ایک بت کی طرح گم صم ساتھ چلا جا رہا تھا آخر ابوسفیان سے نہ رہا گیا بولا:

آخر تمہیں کس چیز کی فکر ہے جو اتنے اداس فکر مند اور دنیا جہاں سے بیزار بیٹھے ہو؟ امیہ نے کہا: مجھے اپنے انجام کی فکر ہے ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے جو اعمال کرتے ہیں ان کا محاسبہ ہوگا مجھے اسی فکر نے پریشان کیا ہوا ہے۔

ابوسفیان یہ سن کر کر دنگ رہ گیا اس کے لیے یہ انوکھی اور ناقابل یقین بات تھی اس نے حیرت کے عالم میں پوچھا: کیا ہمارا حساب کتاب ہوگا؟ امیہ نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا: ہاں اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ابوسفیان نے امیہ سے کہا: تمہیں تفکرات سے چھڑانے کے لیے ایک بات کہوں؟ امیہ نے جواب دیا: ضرور کہو! ابوسفیان نے عرب کے فخریہ لہجے میں کہا: تم میری امان قبول کر لو اور میری پناہ میں آجاؤ اور بے فکر ہو جاؤ کسی کی مجال نہیں کہ تمہارا حساب لے سکے۔

یہ سن کر امیہ ہنسنے لگا جانتا تھا یہ دیوانے کی بڑ ہے اس بیچارے کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ایک اور جہاں بھی ہے جہاں سب کو پہنچنا ہے اور حساب کتاب کے بعد جنت یا جہنم کو ٹھکانا بنانا ہے۔ سفر پھر شروع ہو گیا یہ لوگ دمشق پہنچ گئے اور وہاں دو مہینے قیام پذیر رہے اور اپنا سامان تجارت فروخت کرنے میں لگے رہے۔

وہاں کے راہبوں کو جب پتہ چلا کہ امیہ آیا ہے تو وہ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور اسے ساتھ لے گئے امیہ بن ابی صلت وہاں سے واپس آیا تو اپنا مخصوص کالا لباس پہن کر بڑے پادری کے پاس چلا گیا اور پھر سارا دن

Marfat.com

غائب رہا۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ امیہ بن صلت رات گئے واپس آیا اور بے سدھ ہو کر دھڑام سے اپنے بستر پر جا گرا اور رات اسی بے چینی کے عالم میں گزار دی۔ صبح کے وقت ابوسفیان سے مخاطب ہوا۔ تم مکہ کے باشندوں سے بخوبی واقف ہو یہ تو بتاؤ کہ عتبہ بن ربیعہ کیسا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا: بڑا ہی دیانت دار، خوش خلق، خیر خواہ اور غریب پرور قسم کا انسان ہے۔ اچھا یہ بتاؤ وہ مالی لحاظ سے کیسا ہے غریب ہے یا دولت مند؟ خاصا کھاتا پیتا مالدار انسان ہے ابوسفیان نے جواب دیا۔ آخری بات ایک اور ہے وہ بھی بتاؤ اس کی عمر کتنی ہے؟ ابوسفیان نے اسے بتایا۔ وہ تقریباً ستر سال کا ہے۔

اس پر امیہ کہنے لگا ان آخری دو باتوں نے اسے بدنصیب بنا دیا ہے۔ ''بلکہ دولت اور عمر نے تو اسے معزز بنا دیا ہے۔'' ابوسفیان نے تعجب سے کہا۔ امیہ بن صلت نے کہا تم یہ بات نہیں سمجھو گے' میری مراد کچھ اور ہے۔

جب گفتگو چل نکلی تو امیہ نے اسے بتایا: میں راہب کے پاس گرجا میں نبی منتظر' نبی آخر الزماں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا اس نے نبی آخر الزمان کی علامات بیان کرتے ہوئے کہا:

ایک تو وہ اس شہر میں پیدا ہوں گے جہاں لوگ حج کے لیے جاتے ہیں اور جواں عمر ہوں گے اور ان کا تعلق قبیلہ قریش سے ہوگا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میری کمر ٹوٹ گئی۔

مجھے اتنا صدمہ کبھی بھی نہیں پہنچا تھا کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے، میں امید رکھتا تھا کہ وہ نبی میں ہی ہوں۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ، امام ابن جوزی صفحہ 52،53)

بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ صفات تو عتبہ بن ربیعہ میں پائی جاتی ہیں ممکن ہے اسے یہ نعمت مل جائے مگر تم نے بتایا کہ وہ خاصا مالدار آدمی ہے اور بوڑھا ہو چکا ہے جبکہ نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں ہے وہ بظاہر مالدار نہیں ہوں گے اور ان کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔

نبی آخر الزماں ﷺ ہی کے بارے میں باتیں کرتے یہ لوگ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے۔ امیہ بن صلت اپنے شہر طائف میں چلا گیا اور ابوسفیان نے کاروبار کے سلسلے میں ملک حبشہ کی راہ لی جہاں اسے پانچ مہینے لگ گئے۔ پھر یہ ادھر سے فارغ ہو کر اپنے گھر پہنچا رشتہ دار احباب ملنے کے لیے آنے لگے، جن لوگوں نے مال تجارت میں حصہ ڈالا ہوا تھا ان کا تانتا لگ گیا وہ آتے اور اپنا حصہ وصول کر کے چلے جاتے۔

ایک روز حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ بھی تشریف لائے ابوسفیان کی خیریت دریافت کی کچھ دیر بیٹھے اور پھر کچھ کہے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ ابوسفیان دنگ رہ گیا! اپنی بیوی ہندہ سے کہنے لگا' یہ نوجوان بھی عجیب ہے جس کی سیر چشمی اور بے نیازی کی کوئی مثال ہی نہیں سب لوگ اپنے اپنے حصے کی رقمیں وصول کرنے کے لیے آتے رہے ہیں مگر اس نے رقم کے بارے میں ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالا حالانکہ اس کا مال تجارت

marfat.com
Marfat.com

بھی میرے ساتھ تھا۔

تمہیں محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے بارے میں ایک خاص بات معلوم نہیں؟ ہندہ نے کہا۔ ابوسفیان کے کان کھڑے ہو گئے اور کہا بتاؤ! کیا خاص بات ہے؟ تمہاری غیر حاضری میں محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے اپنے شہر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے ان کو اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ابوسفیان سناٹے میں آ گیا۔ وہ وقت ضائع کئے بغیر سیدھا امیہ بن ابی صلت کے پاس طائف پہنچا، اور کہا! تمہیں یاد ہے ملک شام کے راہب نے ایک پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہو گئی مکہ مکرمہ میں نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ امیہ نے کہا' جلدی سے بتاؤ وہ دعوائے نبوت کرنے والا کون ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا ہمارے شہر کا ایک معزز شخص ''محمد بن عبداللہ (ﷺ)''

یہ اسم گرامی سن کر امیہ کے پسینے چھوٹ گئے کیونکہ آپ ﷺ میں راہب کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں موجود تھیں۔ کیا اب تم محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ گے؟ ابوسفیان نے پوچھا۔ امیہ نے جواب دینے میں توقف کیا تو ابوسفیان نے اسے پھر کہا! تم حقائق کی روشنی میں جانتے ہو کہ آنے والے نبی سچے ہیں ان پر ایمان لانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ امیہ نے اپنی ساری پرہیزگاری حق پسندی اور شرافت نفس کو بالائے طاق رکھ کر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ خاندانی تعصب سے لبریز جواب دیا۔

خدا کی قسم! میں کسی ایسے رسول پر ایمان نہیں لا سکتا جو میرے قبیلہ ثقیف سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

(الوفا با حوال المصطفیٰ، امام ابن جوزی صفحہ 54)

جھوٹی انا اور اندھی قبائلی عصبیت کے تحت بنوامیہ نے زبردست مخالفت کی روش کو اپنایا اور جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ سچے نبی ہیں پھر بھی زبان سے اقرار کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ چنانچہ ایک دفعہ اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس آیا اور کہا:

> ''یہ تو طے ہے کہ ہم نے تحریک دین اسلام اور دین محمد (ﷺ) کو قبول نہیں کرنا ہے اور اس کے راستے میں روڑے اٹکانے ہیں مگر میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ محمد سچے ہیں یا نہیں؟ یہاں کوئی موجود نہیں ہے دل کی بات بتا دو!''

ابوجہل نے تعصب بھرا جواب دیا۔

''ہم دونوں خاندانوں نے شرف و کمال میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا چنانچہ انہوں نے لوگوں کی ضیافت کی تو ہم نے بھی کی۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم (دونوں فریق یا قبیلے) نے بھی دیں۔ انہوں نے سخاوت کی تو ہم نے بھی کی یہاں تک کہ جب ہم مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور ہماری حالت ان دو گھوڑوں جیسی ہو گئی جو شرط لگا کر دوڑائے گئے ہوں اور تھک کر چور ہو گئے ہوں' تو اب بنو ہاشم نے اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ ہم میں ایک نبی ہے۔ جس پر آسمان سے وحی

Marfat.com

نازل ہوتی ہے۔ اب ہم یہ مقام کیسے پا سکتے ہیں؟ اس لیے خدا کی قسم! ہم ان پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کی تصدیق کریں گے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 316)

اللہ کے دین کی خوشبو مکہ کی ہواؤں میں رچ بس گئی تھی۔ گلی کوچوں میں بھی وہ خوش قسمت لوگ نظر آنے لگے تھے جنہوں نے اس ملکوتی خوشبو کو دل و دماغ میں بسا لیا تھا اور پھر اسی میں مست رہنے لگے تھے۔ انہیں خوشی تھی کہ وہ اس دین مبین کی آغوش شفقت و کرم میں آ گئے اور جہنم کی آگ سے بچ گئے وگرنہ ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو اہل شرک و ضلالت کا مقدر ہے۔

ایمان کے عطا کردہ کیف و سرور سے سرشار ان مطمئن پرسکون چمکتے چہروں کو دیکھ کر ابوجہل، ولید بن مغیرہ، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور اسی قماش کے دوسرے کفار و مشرکین کے سینوں پر سانپ لوٹتے تھے۔ وہ ایک مسلمان کو بھی دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے جیسے سارا مکہ' سارا عرب مسلمان ہو گیا ہے۔ ان کے نزدیک سب سے بڑی' بری اور وحشت ناک خبر یہی تھی کہ ایک اور' فلاں شخص مسلمان ہو گیا ہے۔

مشرکین مکہ، سرداران مکہ کو دین اسلام، تحریک دین اسلام، بانی تحریک اسلام اور کوئی بھی مسلمان ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ وہ اس تحریک کو ایسے دیکھتے تھے کہ گویا یہ ایک زبردست طوفان ہے جو ان سب کے مفادات کو حسن و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔

جب سرداران مکہ کو ان حالات میں اپنی چوہدراہٹ، سرداری، جاہ و حشمت، وقار، رعب، دبدبہ اور مالی معاشی سیاسی اقتدار خطرے میں نظر آیا تو ان کی بدنصیبی، بدفطرت' جھوٹی انا اور جھوٹی قبائلی عصبیت عود کر آئی۔ وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور تحریک دین اسلام کو روکنے کا اور بالآخر ختم کر دینے کا سوچا۔

مشرکین کا پہلا وفد

حضرت ابوطالب کے پاس

انہوں نے مل کر یہ سوچا کہ اگر نئی تحریک کو روکنے کے لیے انہوں نے کوئی موثر اور بروقت قدم نہ اٹھایا تو سارا معاشرہ ایک ہمہ گیر انقلاب کی زد میں آ جائے گا۔ ان کے معبودوں کے تخت اوندھے کر دیئے جائیں گے اور پھر ان کی پوجا پاٹ کے لیے ان کے استھانوں پر دور و نزدیک سے آنے والے پجاریوں کی نہ یہ ریل پیل رہے گی نہ نذرانوں کے انبار لگیں گے، اور یوں ان کی مذہبی چودھراہٹ کا بھی جنازہ نکل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور نبی اسلام ﷺ کے خلاف سخت اقدام کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن کوئی قدم اٹھانے سے پہلے انہوں نے مناسب سمجھا کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب سے بات کریں اور ان کے ذریعہ حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اس نئی دعوت سے دست بردار ہونے کی ترغیب دلائیں چنانچہ ایک روز روساء قریش کا ایک نمائندہ وفد جو مندرجہ ذیل اکابر قوم پر مشتمل تھا حضرت ابوطالب کے پاس گیا۔ وفد کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

عتبہ۔ شیبہ۔ پسران ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ۔ ابوالبختری۔ العاص بن ہشام۔ الاسود بن مطلب۔ ابوجہل۔ ولید بن مغیرہ۔ نبیہ اور منبہ پسران حجاج بن عامر۔ اور عاص بن وائل

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام، جلد 1 صفحہ 276، 277)

انہوں نے بڑی احتیاط سے سلسلہ کلام کا آغاز کیا۔ کہنے لگے:

اے ابوطالب! آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔ اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے۔ ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو آپ اسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود اسے روک لیں گے۔ حضرت ابوطالب نے ان کو بڑی نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا۔ وہ لوگ مطمئن ہو کر واپس آ گئے۔ لیکن حضور انور سرکار دو عالم ﷺ حسب سابقہ تبلیغ دین میں مصروف رہے اور اپنے حسن بیان اور زور استدلال سے اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے کوشش فرماتے رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی روزافزوں ترقی کے باعث کفار کے ساتھ تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہوتی گئی۔ قریش کے سردار بغض وعناد میں حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ سے بہت دور چلے گئے ان کے دلوں میں سرکار دو عالم ﷺ کی عداوت کے شعلے تیز تر ہونے لگے۔ اب ہر وقت اور ہر جگہ حضور ﷺ کے خلاف باتیں ہونے لگیں اور منصوبے بنائے جانے لگے وہ ایک دوسرے کو نبی رحمت سرکارِ دو عالم ﷺ کے خلاف ابھارنے اور اسلام کے خلاف سخت اقدامات کرنے کے لیے بھڑکانے لگے۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 473.....السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 276)

مشرکین کا دوسرا وفد

انہوں نے طے کیا کہ ایک بار پھر ہمیں ابوطالب کے ذریعہ کوشش کرنی چاہئے چنانچہ مکہ کے معزز شہریوں کا ایک وفد دوبارہ آپ کے پاس گیا اور پہلے سے زیادہ درشت اور فیصلہ کن لہجہ میں گفتگو کی۔ کہنے لگے۔

اے ابوطالب! عمر، عزوشرف اور قدرومنزلت کے اعتبار سے ساری قوم میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ ہم پہلے حاضر ہوئے تھے اور ہم نے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے باز آنے کا حکم دیں لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا۔ بخدا! اب ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے' ہمیں مزید یارائے صبر نہیں رہا۔ وہ ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتا ہے' ہمیں احمق اور بیوقوف بتاتا ہے ہمارے خداوؤں کی عیب جوئی کرتا ہے۔ یا تو آپ انہیں ان باتوں سے روک لیں ورنہ ہم تم دونوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ہم میں سے ایک فریق فنا نہ ہو جائے۔

ان کے انداز تکلم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ گفتگو کے ذریعہ معاملات سدھارنے نہیں آئے تھے بلکہ کھلا چیلنج دینے کے لیے آئے تھے۔ ان الفاظ میں انہوں نے دھمکی تھی اور وفد کے ارکان حضرت ابوطالب کا کوئی جواب

Marfat.com

سنے بغیر وہاں سے اٹھ کر چل دیئے۔

حضرت ابوطالب کو اس دھمکی سے بڑا دکھ ہوا اس پیرانہ سالی میں وہ ساری قوم سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ اس بات پر بھی تیار نہ تھے کہ حضورانور نبی کریم ﷺ کی نصرت و اعانت سے دست کش ہو جائیں اور حضور پُرنور ﷺ کو کفار کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ حضرت ابوطالب نے آدمی (اپنے بیٹے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو) بھیج کر حضور پُرنور ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور اس گفتگو سے آگاہ کیا جو ان کے درمیان اور اس وفد کے درمیان ہوئی تھی۔ واپس جانے سے پہلے انہوں نے جو دھمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا۔ پھر کہا۔

اے جانِ عم! مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے آپ پر بھی۔ مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 278)

اپنے چچا کی یہ باتیں سن کر حضور انور، نبی کریم ﷺ کو یہ خیال گزرا کہ شائد ابوطالب آپ کی مدد اور تعاون سے دست کش ہونے والے ہیں۔ اب ان میں سکت نہیں رہی کہ مزید حضور ﷺ کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوسکیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے بڑے ادب و احترام، اطمینان و سکون سے جواب دیا۔

"اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع رکھیں کہ میں دعوتِ حق کو ترک کردوں گا تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے گا یا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔ اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔" (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 474)

حضورانور ﷺ نے زبان مبارک سے یہ جملہ فرمایا اور چشمان مبارک سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور حضور پُرنور ﷺ وہاں سے اٹھ کر واپس چل دیئے۔

یہ الفاظ کچھ ایسے اٹل تھے اور عزم و خلوص کے ساتھ موثر پیرائے میں دل کی گہرائیوں سے ادا ہوئے تھے کہ چچا کا دل موم ہوگیا۔ حقیقت ان کی نگاہوں کے سامنے آشکار ہوگئی۔ انہوں نے جان لیا کہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ جو مشن لے کر میدان میں آئے ہیں اس کی صداقت و حقانیت پر انہیں پکا یقین ہے اور وہ ان کی زندگی کا اولین مقصد ہے جسے وہ کسی قیمت پر بھی ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے حضور پُرنور ﷺ کے پرعزم انداز اور استقلال و خلوص سے متاثر ہو کر آپ ﷺ کو آواز دی۔

چچا نے آواز دے کر بلایا اور کہا واپس تشریف لائیے۔ حضورِ انور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ چچا نے کہا،

marfat.com
Marfat.com

''اے میرے بھتیجے! آپ کا جو جی چاہے کہیے میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 278)

اور چند شعر کہے جن میں سے ایک یہ ہے۔

''بخدا یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 274

مشرکین کا تیسرا وفد

اہل مکہ کو جب یہ پتہ چلا کہ ہماری یہ کوشش بھی بے سود اور ہماری دھمکی بھی بے اثر ثابت ہوئی ہے ابوطالب نے اپنے بھتیجے کی امداد سے نہ ہاتھ اٹھایا ہے اور نہ اسے روکنے پر آمادہ ہوا ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اس کی پشت پناہی کا اسے یقین دلایا ہے تو انہوں نے ایک اور چال چلی۔ یہ سارا وفد مطعم بن عدی کی سرکردگی میں تیسری بار پھر حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ولید بن مغیرہ کا جواں سال خوبرو، تندرست اور توانا بیٹا ''عمارہ'' بھی ساتھ لے گئے۔ اور جا کر بڑے ادب سے گزارش کی کہ اے ابوطالب! ہم آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ کا یہ خوبصورت اور جواں بیٹا ''عمارہ'' کو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کا عنفوان شباب، اس کا حسن و جمال اس کی قوت اور توانائی سارے مکہ میں مشہور ہے۔ یہ ہم آپ کو دیتے ہیں۔ اس کو فرزندی میں لے لیجئے' آج کے بعد یہ تمہارا بیٹا اور تم اس کے باپ۔ اگر اسے قتل کر دیا جائے تو اس کی ساری دیت آپ کو ملے گی۔ ہر میدان، ہر معرکہ میں یہ آپ کا دست و بازو ہوگا۔ ہمارا اس سے اب کوئی سروکار نہیں۔

اس کے بدلے میں اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دو جو آپ کے اور آپ کے بزرگوں کے دین کا دشمن ہے۔ جس نے آپ کی قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے' ہمیں احمق اور بے وقوف کہتا ہے۔ ہم اس کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اس طرح آپ کا بھی نقصان نہ ہوگا اور ہم سب ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ جائیں گے۔

ان کی یہ سوداگری، یہ انداز فکر اور جملے حضرت ابوطالب کو بہت برے لگے۔ وہ تلخی و سختی سے مطعم سے گویا ہوئے۔ اے مطعم! جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہارا بیٹا اس لیے لوں کہ اسے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں اس لیے دوں کہ تم اسے قتل کر دو۔ کیا اسی کو انصاف کہتے ہیں؟

''بخدا! تم میرے ساتھ بہت برا سودا کر رہے ہو۔ مجھے تو اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اس کی خاطر و مدارت کروں اور اس کی پرورش کروں اور اس کے بدلے میں میرا بیٹا لینا چاہتے ہو تا کہ تم اس کو قتل کر دو بخدا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔''

Marfat.com

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی بولا۔ خدا کی قسم! اے ابوطالب تیری قوم نے تیرے ساتھ کمال انصاف کیا ہے اور حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اس الجھن سے تمہیں نکالیں جو تم ناپسند کرتے ہو۔ تم نے ان کی یہ منصفانہ پیش کش ٹھکرا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ان سے کسی قیمت پر مفاہمت کرنے کے لیے تیار نہیں حضرت ابوطالب نے فرمایا۔ اے مطعم! میری قوم نے ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا البتہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور میرے خلاف ساری قوم کی مدد کی ہے۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔

دن بدن کشیدگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ حالات سنگین سے سنگین تر ہونے لگے۔ عداوت کی آگ تیزی سے بھڑکنے لگی۔ ایک دوسرے کی کھل کر مخالفت ہونے لگی۔ حضور انور سرور دو عالم ﷺ کے کئی قریبی رشتہ دار بھی حضور کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ اس تکلیف دہ ماحول سے متاثر ہو کر حضرت ابوطالب نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس طوطا چشمی پر ان رشتہ داروں کو عار دلائی۔ اس قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

1- ''میں اپنے دو سگے بھائیوں کو دیکھتا ہوں جب ان سے صورت حال کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہمارے بس میں کچھ نہیں سب کچھ دوسروں کے اختیار میں ہے۔''

2- ''ان کے بس میں تو سب کچھ تھا۔ لیکن وہ دونوں اپنے مقام سے گر پڑے جیسے ذی علق پہاڑ سے پتھر لڑھک جاتا ہے۔''

3- ''میں خاص طور پر عبد شمس اور نوفل کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے ہمیں اس طرح دور پھینک دیا ہے جس طرح دہکتے ہوئے انگارے کو دور پھینک دیا جاتا ہے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 280)

کفار مکہ کا وفد تیسری بار جب حضرت ابوطالب کے پاس گیا اور عمارہ کی پیش کش کی جسے آپ نے بھی حقارت سے ٹھکرا دیا تو حالات اور کشیدہ ہو گئے اور کفار نے متحد ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کے مزید پروگرام بنانے شروع کر دیئے۔

حضرت ابوطالب کی دور اندیشی

حضرت ابوطالب نے محسوس کیا کہ میں تنہا کفر کی اجتماعی یلغار کو نہیں روک سکتا چنانچہ آپ نے ایک قصیدہ لکھا اور اس میں بنو ہاشم اور بنی مطلب کی غیرت وحمیت کو للکارا کہ جس طرح دوسرے قبائل حضور انور نبی کریم ﷺ کی مخالفت اور عداوت میں متحد ہو گئے ہیں ہمیں بھی آپ کے دفاع کے لیے متحد محاذ بنانا چاہئے وہ قصیدہ کافی طویل ہے اس کے چند اشعار کا ترجمہ حاضر خدمت ہے۔

1- ''جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت کا نام ونشان باقی نہیں رہا انہوں نے محبت وقرابت کے سارے رشتے توڑ دیئے ہیں۔''

2- اور انہوں نے کھلم کھلا ہماری دشمنی اور ایذا رسانی شروع کی اور انہوں نے ہمارے دشمن کا حکم ماننا

marfat.com
Marfat.com

شروع کردیا۔"

3- "انہوں نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرلیا ہے اور ہمارے پس پشت غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔"

4- "میں نے اپنے نفس کو صبر کی تلقین کی اور میرے ہاتھ میں گندمی رنگ کا لچک دار نیزہ تھا اور سفید کاٹنے والی تلوار جو بزرگ سرداروں سے ہمیں ورثہ میں ملی تھی۔"

5- "میں نے بیت اللہ شریف کے پاس اپنی قوم اور اپنے بھائیوں کو جمع کیا اور میں نے بیت اللہ کے سرخ دھاریوں والے غلاف کو پکڑ لیا۔"

6- "خانہ خدا کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ کو چھوڑ جائیں گے اور یہاں سے کوچ کر جائیں گے یہاں تک کہ تمہاری حالت مضطرب ہو جائے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔"

7- "خانہ خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیں گے جب تک ان کا دفاع کرتے ہوئے نیزوں اور تیروں سے تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔"

8- "اور ہم اسے تمہارے حوالے کردیں گے اس سے پیشتر کہ ہمارے لاشے اس کے اردگرد خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں۔"

9- "میرا بھتیجا گوری رنگت والا ہے جس کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی ناموس کا محافظ ہے۔"

10- یہ وہ جواں مرد ہے کہ جس کی پناہ آل ہاشم کے مفلس لیتے ہیں پس وہ جب اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو وہ ان پر اپنے رحم و کرم کی بارش برسا دیتا ہے۔" (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام، جلد 1 صفحہ 290-291)

اس قصیدہ میں حضور پر نور، نبی کریم ﷺ کے خصائل حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کا تذکرہ ہے ساتھ ہی اپنے اور بنو ہاشم، بنو مطلب کے نوجوانوں کے اس عزم مصمم کا پرجوش انداز میں اعلان ہے کہ جب تک ہم میں سے ایک مرد یا ایک عورت زندہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ میرے بھتیجے کا بال بھی بیکا کر سکے۔ اس قصیدہ کا ہر شعر عربی فصاحت و بلاغت کی جان ہے اور اس کا ہر مصرعہ اس محبت پیار، خلوص و شفقت کا آئینہ دار ہے جو محترم چچا کو اپنے بلند اقبال، فرخندہ فال و خصال بھتیجے سے تھی۔

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ حضور پر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اپنے محترم اباؤ اجداد کو کس قدر پیارے، محبوب و راج دلارے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی انہیں پیار محبت خلوص و عقیدت کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ ان کے جذبات و خیالات کس قدر حسین، پاکیزہ اور صادق تھے انہیں جان کر رشک آتا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دفاع کے لیے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے

Marfat.com

جملہ افراد کو متحد کرنے کی یہ کوشش بار آور ثابت ہوئی۔ ان دونوں خاندانوں نے وعدہ کیا کہ وہ حضور انور ﷺ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے بلکہ دشمنوں کے ہر وار کے سامنے وہ خود سینہ سپر ہوں گے۔ اور وہ اپنی جان کی پرواہ تک بھی نہیں کریں گے۔ البتہ ابولہب جو حضور پُرنور ﷺ کا سگا چچا تھا اور خاندان بنی ہاشم کا ایک سرکردہ فرد تھا' اس نے اپنے خاندان کے موقف کے برعکس حضور انور ﷺ کی عداوت میں اپنی ہر چیز داؤ پر لگانے کی قسم کھالی۔ اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ حضور پُرنور ﷺ کو دکھ پہنچانے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے میں صرف ہونے لگا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 281۔ السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد 1 صفحہ 274)

سردارانِ مشرکین مکہ کی سودا بازی کی کوشش

حضرت ابوطالب کا دوٹوک جواب سن کر ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ انہیں توقع نہیں تھی کہ حضرت ابوطالب ان کا مطالبہ اس طرح مسترد کر دیں گے۔ صورت حال کو گوارہ کر لینا اور خاموش تماشائی بن کر بیٹھے رہنا بھی ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس خاموشی کا مطلب تو تھا کہ تحریک کو بڑھنے پھولنے دیں اور تناور درخت بننے کے لیے چھوڑ دیں اور اس کے زور پکڑنے کا واضح مطلب ان کی سیاسی و مذہبی موت تھا جسے قبول کرنے کے لیے وہ کسی صورت بھی تیار نہیں تھے۔

سرداران مشرکین مکہ کے لیے آسان اور خوش نصیبی کی بات تو یہی تھی کہ اپنی نااہلی، گمراہی اور جہالت کا اعتراف کر لیتے۔ لیکن وہ تو اپنے تمام ترعیوب اور نااہلی کے باوجود اس بات کے امیدوار تھے کہ قوم انہی سے خوش ہے اور اسلام کے پیروکاروں کو آگے نہ آنے دے گی اور نہ ان کی صلاحیتوں سے آگاہ ہوگی۔ مگر دعوت حق جس انداز سے زور پکڑ رہی تھی اور مشن جس تیزی سے پھیل رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا اقتدار کچھ عرصے کا مہمان ہے۔ وہ سوچ میں ڈوب گئے کہ اس سیلاب کے آگے کیسے بند باندھا جائے اور عوام کو ادھر کا رخ کرنے کو کیسے روکا جائے؟ آخر ان کی فکر فتنہ ساز نے اپنے مکروفن کے تھیلے سے ایک ترکیب ڈھونڈ ہی نکالی جو ان کے خیال کے مطابق بڑی ہی موثر اور دیرپا اثرات کی حامل تھی۔ دل ہی دل میں انہیں اپنی ترکیب کی کامیابی کا یقین آ گیا اور وہ اس امید کے سہارے خوش ہو گئے اور اسے آزمانے کا عزم مصمم کر لیا۔

عتبہ بن ربیعہ کا براہ راست رابطہ

کفار مکہ کے جتنے وفد حضرت ابوطالب کے پاس گئے وہ ناکام و نامراد لوٹے۔ لیکن کفار نے اب براہ راست حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا۔

عتبہ بن ربیعہ، رؤساء قریش میں سے ایک سربرآوردہ رئیس تھا۔ ایک روز صحن حرم میں قریش کی ایک محفل جمی ہوئی تھی یہ بھی اس میں بیٹھا ہوا تھا اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کچھ دور حرم کے ایک گوشہ میں یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ عتبہ [illegible] قریش [illegible] محمد (ﷺ) کے پاس نہ جاؤں اور اس

marfat.com
Marfat.com

سے گفتگو کروں اوراس کے سامنے چند تجاویز پیش کروں شاید ان میں سے کوئی تجویز وہ مان لے اور ہماری اس پریشانی کا خاتمہ ہوجائے۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب حضرت حمزہ نئے نئے مشرف باسلام ہوئے تھے اور آئے روز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ سب نے اس بات کی تائید کی اور کہا اے ابوالولید! اٹھئے اور ان سے گفتگو کیجئے۔

عتبہ بن ربیعہ اٹھا اور حضور پرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا پھراس نے مہر سکوت توڑی اور یوں گویا ہوا۔

''اے میرے پیارے بھتیجے! حسب ونسب کے لحاظ سے جو تیرا مقام ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے لیکن تو نے اپنی قوم کو ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کردیا ہے۔ تو نے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے' تو انہیں بے وقوف کہتا ہے۔ ان کے خداوؤں اور ان کے عقائد کی عیب چینی کرتا ہے' ان کے باپ دادوں کو کافر کہتا ہے۔ اب میری بات سنو۔ میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں ان پر غور کرو اور ان میں سے جو تجویز تمہیں پسند ہو وہ قبول کرلو۔

حضور پُرنور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اے ابوولید! اپنی تجاویز پیش کرو' میں سننے کے لیے تیار ہوں۔

عتبہ کہنے لگا۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو تم کررہے ہو۔ اگراس سے تمہارا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم تیرے سامنے تیرے لیے دولت کا انبار لگا دینے کے لیے تیار ہیں تاکہ تو سارے ملک عرب کا رئیس اعظم بن جائے۔

اور اگر اس کا مقصد عزت اور سرداری حاصل کرنا ہے تو ہم سب تم کو اپنا سردار ماننے کے لیے آمادہ ہیں تیرے حکم کے بغیر ہم کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔

اور اگر تم بادشاہی کے طلب گار ہو تو ہم سب تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کرلیتے ہیں۔

اور اگر جنات کا کوئی اثر ہے جس سے مغلوب ہو کر تم نے ساری قوم کے خلاف محاذ قائم کررکھا ہے تو ہم تیرا علاج کرانے کے لیے تیار ہیں۔ اس علاج میں جتنا بھی خرچ اٹھے گا وہ ہم برداشت کریں گے۔ تمہیں اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

وہ کہتا رہا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور' نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ خود ہی چپ ہوگیا تو حضور انور رحمت دوعالم ﷺ گویا ہوئے۔ ''اے اباولید! تم نے اپنی بات پوری کرلی۔''

اس نے کہا ہاں! حضور انور ﷺ نے فرمایا اب میرا جواب سن۔

اس نے کہا فرمائیے میں سنتا ہوں۔

''اور حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور آپ ﷺ نے سورۂ حم سجدہ کی تلاوت پہلی آیت سے شروع کردی۔

Marfat.com

حٰمٓ ۝ تَنۡزِیۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا فَاَعۡرَضَ اَکۡثَرُہُمۡ فَہُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡنَ ۝ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِیۡۤ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ وَفِیۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ بَیۡنِنَا وَبَیۡنِکَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ۝

حم۔ اتارا گیا ہے یہ قرآن رحمٰن و رحیم خدا کی طرف سے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی (زبان میں) ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو علم و (فہم) رکھتے ہیں۔ یہ مژدہ سنانے والا اور بروقت خبردار کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ پھیر لیا۔ ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے اور ان (ہٹ دھرموں) نے کہا ہمارے دل غلافوں میں (لپٹے ہوئے) ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے تم اپنا کام کرو ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا ترجمہ سورہ حم سجدہ کی آیات 1 تا 5 کا ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین خاتم النبیین حضور پرنور ﷺ کلام خالق و مالک کائنات، رب العالمین پڑھتے جا رہے تھے ابو ولید (عتبہ بن ربیعہ) دم بخود سنتا جا رہا تھا اس نے اپنے دونوں بازو پیٹھ کے پیچھے زمین پر جما لیے تھے اور وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے سامنے سورہ حم سجدہ کے کوئی ساڑھے چار رکوع (آیت نمبر 1 سے آیت نمبر 37 تک) تلاوت فرمائے۔ اس سورہ مبارک کے کل 6 رکوع اور 54 آیات ہیں۔ 37 ویں آیت مبارک آیت' سجدہ ہے۔ آیت 37 کا ترجمہ یہ ہے

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند۔ سجدہ نہ کرو سورج کو اور چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم اس کے بندے ہو۔''

یہاں تک تلاوت فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے سجدہ کیا پھر حضور پرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ (ابو ولید) کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''جو تجھے سننا چاہئے تھا وہ تم نے سن لیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔''

عتبہ بن ربیعہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ اسے آتا دیکھ کر وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے بعض نے کہا ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ عتبہ جو آ رہا ہے یہ وہ نہیں جو گیا تھا۔ اب اس کا چہرہ بالکل بدلا ہوا ہے اتنے میں عتبہ آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بولے فرمائیے کیا کر آئے ہو؟ اس نے کہا میں نے وہاں ایک ایسا کلام سنا ہے بخدا میں نے اس سے پہلے اس جیسا کلام کبھی نہیں سنا۔ بخدا نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔ اے قوم

marfat.com
Marfat.com

قریش! میری بات مانو اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ جو کلام میں سن کر آیا ہوں خدا کی قسم اس کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے۔

اگر عرب کے دوسرے قبائل اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں تو تمہارا مطلب بغیر کسی تکلیف کے پورا ہو گیا۔ اور اگر سارے عرب پر اس نے غلبہ پالیا اور ان پر حکومت قائم کر لی تو وہ حکومت تمہاری ہی ہو گی۔ وہ عزت جو اس وقت اسے ملے گی وہ بھی تمہاری عزت ہو گی۔ اس طرح تم خوش نصیب ترین قوم ہو گے کہ بغیر کشت و خون کے تم عرب کے تاج و تخت کے مالک بن جاؤ گے۔

وہ یہ سن کر چیخ اٹھے اے ابوالولید! اس کی زبان کا جادو تم پر چل گیا ہے اور تم بھی اپنے مذہب سے مرتد ہو گئے ہو۔ عتبہ بولا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی اب جو تمہاری مرضی ہو تم وہ کرو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی شامی جلد 2 صفحہ 449)

اس واقعہ کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے کے بعد وہ قریش کے پاس لوٹ کر نہیں آیا بلکہ سیدھا گھر چلا گیا اور کئی روز تک اپنے قریشی بھائیوں سے ملاقات تک نہ کی۔ ابوجہل کہنے لگا اے گروہ قریش! میرا خیال ہے کہ عتبہ مرتد ہو گیا ہے اور محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ عتبہ کو محمد (ﷺ) کے لذیذ کھانوں نے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے یا اسے کوئی ایسی ضرورت لاحق ہو گئی ہے جو ان کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی اس لیے اس نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے۔ اٹھو! اس کے پاس چلتے ہیں اور اس سے بات کرتے ہیں۔

ابوجہل ان سب کو لے کر عتبہ کے گھر پہنچا۔ اور کہنے لگا اے عتبہ! ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور محمد (ﷺ) کے فریفتہ ہو گئے ہو۔ اگر تجھے تنگ دستی کی شکایت ہے جس کی بنا پر تم گھر لذیذ کھانے نہیں پکوا سکتے تو ہمیں حکم دے، ہم تیرے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تو غنی ہو جائے گا۔ اور اپنے گھر میں جیسے لذیذ کھانے چاہے گا پکوا لیا کرے گا اوروں کے دستر خوان پر جانے کی تمہیں محتاجی نہیں رہے گی۔

عتبہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ قریش کا رئیس تھا۔ دولت مند تھا مکہ کے دانش مندوں میں اس کا شمار ہوتا تھا لیکن کفر کی نحوست نے اس کی عقل سلیم کو مسخ کر دیا تھا۔ ابوجہل کے اس بیہودہ طعنہ نے اس کی اندھی عصبیت کو جگا دیا، ابھار دیا۔ اور غضب ناک ہو کر اس نے قسم کھائی کہ آج کے بعد میں محمد (ﷺ) سے بات تک نہ کروں گا۔ تم سب کو علم ہے کہ میں قریش میں سب سے زیادہ دولت مند آدمی ہوں مجھے تمہاری خیرات کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اس نے وہ سارا واقعہ بیان کیا جو ذکر ہو چکا ہے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام، جلد 1 صفحہ 313، 314)

جس کلام الٰہی کے اعجاز بلاغت سے عتبہ جیسے دشمن اسلام کو پانی پانی کر دیا اگر دنیاوی مفاد حائل نہ ہوتا تو وہ آج یقیناً حضور انور نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کر لیتا۔ اسی طرح باقی لوگ بھی اسلام

Marfat.com

سے متاثر ہو رہے تھے۔ آج ایک کل دوسرا ساری رکاوٹوں کو عبور کر کے غلامی محمد رسول اللہ ﷺ کا ہار پہن رہا تھا۔ مکہ کے قریشی قبائل میں سے کوئی قبیلہ بھی ایسا نہ رہا تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی ایمان نہ لا چکا ہو۔ اگر ان سے کوئی طاقتور شخص مسلمان ہوتا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ اگر اپنے جیسا کوئی ایسا کرتا تو اس کے ساتھ سارے تعلقات منقطع کر دیئے جاتے۔ لیکن اگر کوئی کمزور اور بے یار و مددگار یہ جسارت کر بیٹھتا تو اس کے لیے جینا حرام کر دیا جاتا۔ طرح طرح سے اسے ستایا جاتا۔ اسے تڑپتا دیکھ کر مسرت سے قہقہے لگائے جاتے۔ لیکن دست حبیب کبریا ﷺ سے توحید کی شراب کا جام پینے والے اپنی جرأت و استقامت کے ایسے مظاہرے کرتے کہ پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیاں ادب سے ان کو خراج عقیدت و تحسین پیش کرنے کے لیے جھک جھک جایا کرتیں۔

براہ راست رابطہ، وفد سرداران مشرکین کا

مندرجہ بالا سے ملتا جلتا اور واقعہ بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں یہ پیشکش تنہا عتبہ نے کی تھی اور مندرجہ ذیل روایت میں یہی پیشکش پوری قوم کے سربرآوردہ لوگ اجتماعی طور پر بارگاہ حبیب کبریاء (ﷺ) میں پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ یہاں حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا جواب پہلے جواب سے مختلف ہے۔ نیز حضور ﷺ کے اس جواب کے بعد کفار نے شدید قسم کے ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ یہ ساری چیزیں پہلی روایت میں نہیں ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں ایک دوسرے واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ

کفار کی دن بدن صورت حال بگڑتی جا رہی تھی۔ حالات قابو سے باہر ہوتے جا رہے تھے۔ چنانچہ بگڑتی ہوئی صورت حال پر قابو پانے کے لیے سارے قبائل کے سردار جمع ہوتے ہیں جن میں سے چند سربرآوردہ سرداروں کے نام یہ ہیں۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ نضر بن حرث۔ ابوالبختری بن ہشام۔ اسود بن مطلب۔ زمعہ بن اسود۔ ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی امیہ۔ عاص بن وائل۔ نبیہ اور منبہ پسران حجاج۔ امیہ بن خلف وغیرہ۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 315)

یہ سارے سردار غروب آفتاب کے بعد کعبہ شریف کی پشت کی سمت میں جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک بولا۔

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو آدمی بھیج کر یہاں بلاؤ اور اس کے ساتھ دو ٹوک بات کرو چنانچہ ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں بھیجا گیا کہ آپ ﷺ کی قوم کے سارے سردار کعبہ کے پاس حرم میں اکٹھے ہیں۔ اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں وہ آج آپ ﷺ سے فیصلہ کن گفتگو کرنا چاہتے ہیں اس لیے آپ ﷺ آیئے اور ان سے بات کیجئے۔

marfat.com
Marfat.com

پیغام سنتے ہی پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور سرکار دو عالم ﷺ تشریف لے آئے۔ اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے گفتگو کا اس طرح آغاز کیا۔

اے محمد (ﷺ)! ہم نے آج آپ کو بلا بھیجا ہے کیونکہ ہم آپ کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم! جس مصیبت میں آپ نے اپنی قوم کو مبتلا کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ کسی اور نے بھی اپنی قوم پر ایسی زیادتی کی ہو۔ آپ ہمارے باپوں کو گالیاں دیتے ہیں ہمارے دین میں سو سو عیب نکالتے ہیں ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ہمیں بے وقوف کہتے ہیں۔ آپ نے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ کوئی بری بات ایسی نہیں رہی جس سے تم نے اپنی قوم کو پریشان نہ کیا ہو۔

اس ہنگامہ آرائی سے اگر آپ (ﷺ) کا مقصد دولت جمع کرنا ہے تو ہم آپ (ﷺ) کے لیے اتنا مال و زر جمع کر دیتے ہیں کہ آپ (ﷺ) ساری قوم میں امیر ترین آدمی بن جائیں گے اور اگر آپ (ﷺ) عزت و سیادت کے خواہش مند ہیں تو ہم سب آپ (ﷺ) کو بڑی خوشی سے اپنا سردار تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر تخت و تاج کی آرزو میں آپ (ﷺ) یہ سارے پاپڑ بیل رہے ہیں تو آپ (ﷺ) ہمیں بتائیے ہم متفقہ طور پر بصد مسرت آپ کے سر پر تاج شاہی سجانے کا اعزاز حاصل کریں گے۔ اور اگر آسیب اور جنات کا اثر ہے جس سے مجبور ہو کر آپ (ﷺ) نے اپنی قوم کا امن و سکون برباد کر دیا ہے' تب بھی بتا دیجئے' ہم آپ کا ماہر ترین طبیب سے علاج کرائیں گے' خواہ اس علاج پر کتنا ہی روپیہ ہمیں خرچ کرنا پڑے ہمیں اس کی ذرا پروا نہیں۔

جب وہ اپنی تجاویز پیش کر چکے تو رہبر کائنات ہادی انس و جان ﷺ یوں گویا ہوئے

''ان چیزوں میں سے میں کسی چیز کا طلب گار نہیں۔ نہ مجھے مال و دولت کی خواہش ہے اور نہ ہی عزت و سیادت کی آرزو اور نہ میری نگاہوں میں تخت و تاج سلطانی کی کوئی قدر و قیمت ہے بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے مجھ پر کتاب نازل کی ہے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی رحمت کا مژدہ سناؤں اور اس کے عذاب سے بروقت خبردار کروں۔ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے ہیں اور اپنی طرف سے تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ جو دعوت حق لے کر میں آیا ہوں اگر تم اس کو قبول کر لو گے تو دنیا و آخرت میں تم سعادت مند ہو گے اور اگر تم اس کو مسترد کر دو گے تو میں پھر بھی صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے فیصلہ کن انداز تکلم نے انہیں بے بس کر دیا اور لگے حجت بازیاں کرنے۔ کہنے لگے اگر آپ (ﷺ) ہماری ان تجاویز کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تو آپ کی مرضی۔ پھر ہماری اس درخواست پر غور فرمائیں آپ (ﷺ) جانتے ہیں کہ ہمارا شہر جس وادی میں آباد ہے

Marfat.com

وہ بڑی تنگ وادی ہے پانی نایاب ہے اور اس کی کے سبب ہم سے زیادہ مشکل گزران کسی کی نہیں۔ آپ ﷺ اپنے رب سے جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے یہ دعا کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو یہاں سے دور ہٹا دے تا کہ میدان کشادہ ہو جائے۔ شام و عراق کی طرح یہاں بھی دریا جاری کر دے ہمارے آباؤ اجداد سے چند بزرگوں کو زندہ کر دے ان میں قصی بن کلاب کا زندہ ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ راست گو شخص تھا۔ تا کہ ہم ان بزرگوں سے آپ کے بارے میں دریافت کریں کہ آپ سچے ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے آپ (ﷺ) کی تصدیق کر دی اور آپ نے ہمارے دوسرے مطالبات بھی پورے کر دیئے تو ہم آپ (ﷺ) کی تصدیق کریں گے اس طرح ہمیں پتہ چل جائے گا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ (ﷺ) کا بڑا رتبہ ہے اور آپ اسی کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کی ہرزہ سرائی سنی اور فرمایا۔ اے قریشیو! اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے ان کاموں کے لیے مبعوث نہیں فرمایا۔ میں تو اس کا ایک پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہوں اور میں نے وہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اگر تم اسے قبول کر لو تو یہ تمہاری دارین کی خوش نصیبی ہے اور اگر تم اسے مسترد کر دو تو پھر بھی میں حکم الٰہی سے صبر کروں گا یہاں تک کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔

وہ کہنے لگے کہ اگر آپ (ﷺ) ہمارے بھلے کے لیے کچھ نہیں کرتے تو نہ کریں ہمیں اصرار نہیں۔ لیکن اپنے لیے تو کچھ مانگیں زیادہ نہیں تو کم از کم تمہارا خدا ایک فرشتہ تمہارے ہمراہ کر دے جو آپ (ﷺ) کی ہر بات کی تصدیق کرے اور ہمیں آپ سے دور رکھے۔ نیز آپ (ﷺ) اپنے رب سے سوال کریں کہ اس ریگزار میں باغات اگا دے محلات تعمیر کر دے زر و سیم کے خزانوں کے ڈھیر لگا دے تا کہ موجودہ افلاس اور تنگ دستی سے آپ (ﷺ) کو نجات مل جائے۔ کسب معاش کی تکلیف سے آپ (ﷺ) بچ جائیں۔ آج کل تو آپ (ﷺ) بھی ہماری طرح بازار میں چکر لگاتے ہیں اور ہماری طرح اس سلسلہ میں پریشانیاں برداشت کرتے ہیں اگر آپ (ﷺ) کے بارے میں آپ کی یہ دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کر لیں تب ہم مانیں گے کہ واقعی آپ (ﷺ) اس کے سچے رسول ہیں۔

ان کی بے معنی باتیں سننے کے بعد حضور انور ﷺ نے فرمایا میں تمہاری اس فرمائش پر عمل کرنے سے قاصر ہوں میں وہ نہیں جو اپنے رب سے ایسی حقیر چیزوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور نہ اس نے مجھے اس مقصد کے لیے مبعوث فرمایا ہے بلکہ اس نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔

پھر وہ بولے۔ اگر ان کاموں میں سے کوئی کام آپ (ﷺ) نہیں کر سکتے تو چلئے آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر گرا کر ہمارا قصہ پاک کر دیں۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا یہ کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہے جو وہ چاہے تمہارے ساتھ کرے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 315 تا 317)

marfat.com

Marfat.com

ان کے مطالبات کا قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ذکر کیا گیا ہے سورہ اسراء (سورہ بنی اسرائیل) کی مندرجہ ذیل آیات 90 سے 93 تک میں تقریباً ان کے سارے مطالبات یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ خالق و مالک کائنات ان آیات میں فرماتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

ترجمہ: ''اور کفار نے کہا۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کردیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے آپ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں (ہر طرف) بہ رہی ہوں۔ یا آپ گرادیں آسمان کو۔ جیسے آپ کا خیال ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ یا آپ اللہ تبارک تعالیٰ اور فرشتوں کو (بے نقاب کر کے) ہمارے سامنے لے آئیں یا (تعمیر) ہو جائے آپ کے لیے ایک گھر سونے کا یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ کہ آپ آسمان پر چڑھیں یہاں تک کہ آپ اتار لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔ آپ (ان سب خرافات کے جواب میں اتنا) فرمادیں میرا رب ہر عیب سے پاک ہے اور میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا۔''

(سورہ بنی اسرائیل آیات 90 تا 93)

آخر میں انہوں نے کہا کہ ہم نے تحقیق کی ہے ہمیں پتہ چلا ہے کہ یمامہ کا ایک شخص جس کا نام رحمٰن ہے وہ آپ (ﷺ) کو یہ سب کچھ سکھاتا ہے اور آپ (ﷺ) اس سے سیکھ کر ہمیں سنا دیتے ہیں ہم بخدا رحمٰن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یا محمد (ﷺ)! ہم نے آج اپنی طرف سے حجت پوری کردی ہے۔ اب ہم آپ (ﷺ) کا مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ (ﷺ) ختم ہو جائیں یا ہم ہلاک ہو جائیں۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 317۔ السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 481)

ان کی یہ باتیں سن کر حضور انور رحمت دو عالم ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کی طرف چل پڑے حضور ﷺ کے ساتھ ہی حضورِ انور ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ بھی ساتھ اٹھا۔ اور حضورِ انور ﷺ کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ راستہ میں اس نے حضور پُر نور ﷺ کو کہا یا محمد (ﷺ) میری قوم نے بہت سی تجویزیں آپ (ﷺ) کے سامنے پیش کیں آپ (ﷺ) نے ان میں سے کوئی تجویز نہیں مانی۔ پھر انہوں نے اپنے لیے چند مطالبات کیے وہ بھی آپ (ﷺ) نے مسترد کر دیے۔ پھر یہاں

Marfat.com

تک کہا اگر آپ (ﷺ) ہمارے لیے کچھ نہیں مانگتے تو آپ (ﷺ) کی مرضی۔ اپنے لیے تو اپنے رب سے باغات، محلات اور خزانے مانگئے اگر وہ آپ (ﷺ) کو بھی یہ چیزیں دے دے تو پھر بھی وہ آپ (ﷺ) پر ایمان لے آئیں گے وہ بھی آپ (ﷺ) نے ٹھکرا دی پھر انہوں نے وہ عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا جس سے آپ (ﷺ) ہر وقت ان کو ڈراتے رہتے تھے۔ یہ بات بھی آپ (ﷺ) نے نہ مانی۔ بخدا میں تو اب کسی قیمت پر آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

وہ یہ بیکار باتیں کرتا ہوا وہ اپنے گھر کی طرف چلا گیا اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اپنی قوم کی اس ہٹ دھرمی اور محرومی پر حضور ﷺ از حد کبیدہ خاطر اور غمزدہ تھے۔

حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کے وہاں سے چلے آنے کے بعد قریشی ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ ابوجہل کہنے لگا اے گروہ قریش! اب تم نے دیکھ لیا ہماری اتنی مغزماری کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ ہمارے دین کی عیب جوئی، ہمارے بتوں کی توہین، اور ہمیں احمق و بے وقوف کہنے سے نہیں رکے۔
میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ کل میں بہت بھاری پتھر، جتنا میں اٹھا سکتا ہوں لے کر ان کی انتظار میں بیٹھوں گا جونہی وہ سجدہ میں مجھے نظر آئیں گے (العیاذ باللہ) ان کے سر پر دے ماروں گا پھر تم مجھے ان کے حوالے کر دینا یا میرا دفاع کرنا' یہ تمہاری مرضی۔ اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں میرے ساتھ کریں مجھے اس کی پروا نہیں۔ سامعین نے اس کا پروگرام سن کر پسندیدگی کا اظہار کیا اور اسے یقین دلایا۔
''خدا کی قسم! ہم تمہیں کسی قیمت پر ان کے حوالے نہیں کریں گے۔ اب جاؤ جو چاہتے ہو کرو۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 318)

دوسرے روز علی الصبح ابوجہل نے حسب وعدہ بھاری پتھر اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور حضور پُرنور ﷺ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ حضور پرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ حسب معمول صبح سویرے تشریف لائے حجر اسود اور رکن یمانی کی دیوار کو قبلہ بنا کر نماز کی نیت باندھ لی۔ ہجرت سے پہلے حضور انور ﷺ جب بھی نماز ادا کرنے لگتے اسی جگہ کھڑے ہوتے۔ کعبہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان رکھتے۔ قریش بھی ادھر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے کہ ابوجہل کیا کرتا ہے۔ حضورِ انور ﷺ جب اپنے رب کی جناب میں سربسجود ہوئے تو ابوجہل اٹھا۔ پتھر اٹھایا اور حضور پُرنور ﷺ کی طرف چل پڑا جب قریب پہنچا تو دفعتہً پیچھے کی طرف بھاگا اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا اور کسی غیبی رعب سے اس پر رعشہ طاری تھا۔ جس ہاتھ میں اس نے پتھر اٹھایا ہوا تھا وہ سوکھ گیا یہاں تک کہ اس نے پتھر پھینک دیا۔ قریش دوڑ کر اس کے پاس آئے۔ پوچھا ابوالحکم! کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ جب پتھر اٹھا کر میں ان کے نزدیک پہنچا اور ارادہ کیا کہ اسے آپ (ﷺ) کے سر پر دے ماروں تو ایک نر اونٹ

marfat.com
Marfat.com

منہ کھولے مجھے کھانے کے لیے میری طرف لپکا اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی اور اس کی گردن اتنی موٹی تھی کہ میں نے آج تک کسی اونٹ کی نہیں دیکھی۔

سردارانِ مشرکین کی ایک اور پیشکش

کفار نے پہلے حضرت ابوطالب کے ذریعہ حضورِ انور ﷺ کو اپنے مشن سے دست بردار کرنا چاہا اس میں ناکامی ہوئی پھر براہ راست حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر طرح طرح کی پیشکشیں شروع کر دیں۔ کبھی انفرادی طور پر کبھی اجتماعی طور پر ان سب کوششوں میں بری طرح ناکام ہوئے۔ لیکن ابھی تک وہ اس زعم باطل (خیام خیالی) میں مبتلا تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور افہام و تفہیم کے ذریعہ اسلام کی اس تحریک کو بال و پر نکالنے سے پہلے موت کی نیند سلا دیں گے۔ ان سابقہ کوششوں کے بعد ایک بار پھر وہ ایک وفد کی شکل میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آج ہم آپ ﷺ کی خدمت میں صرف ایک تجویز پیش کرنے کے لیے آئے ہیں اور اس کے مان لینے میں سو فیصدی آپ ﷺ کا ہی بھلا ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے پوچھا وہ تجویز کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ

ایسا کریں ایک سال آپ ہمارے خداؤں لات و عزیٰ وغیرہ کی ہمارے ساتھ مل کر پرستش کریں اور ایک سال ہم سب آپ کے ساتھ مل کر آپ کے خدائے واحد کی عبادت کریں گے۔ اس کی دلیل، منطق، فلسفہ انہوں نے یہ بتایا کہ ایک تو یہ کہ ہماری آپس کی بے اتفاقی اور جنگ و جدال ختم ہو جائے گا دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یا ہم حق پر ہیں اور جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہی سچے خدا ہیں تو ایک سال جب آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ مل کر ان کی پوجا کریں گے تو ان کی برکتوں سے آپ (ﷺ) بھی مالا مال ہو جائیں گے۔ اور اگر ہمارے معبود باطل ہیں اور آپ (ﷺ) جس خداوند قدوس کی عبادت کرتے ہیں وہی سچا خدا ہے تو جب ہم ایک سال آپ (ﷺ) کے ساتھ مل کر اس کی عبادت کریں گے تو اس کی مہربانی اور نوازشات سے ہماری جھولیاں بھر جائیں گی۔ ہم بھی اس طرح محروم نہیں رہیں گے۔

ان کا یہ شیطانی فلسفہ سن کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری اس تجویز کا جواب اپنے رب سے پوچھ کر دوں گا۔ مجھے اس کی وحی کا انتظار ہے چنانچہ جبرائیل امین یہ سورت (سورہ کافرون) لے کر نازل ہوئے۔ جس میں رب کائنات نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ درج ذیل میں مکمل سورہ کافرون کا ترجمہ پیش خدمت ہے اس میں کل چھ (6) آیات مبارک ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

ترجمہ: ''آپ فرما دیجیے اے کافرو! میں پرستش نہیں کیا کرتا ان بتوں کی جن کی تم پرستش کرتے ہو

Marfat.com

اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس خدا کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں اور نہ میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کیا کرتے ہوے۔ اور نہ کبھی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔''

(سورہ کافرون، مکمل، آیات 1 تا 6)

حضور پُر نور، نبی کریم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے فرمان کے مطابق انہیں مندرجہ ذیل آیات کے مطابق آگاہ کر دیا۔ وہ تو اہل زبان تھے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ نے سورہ کافرون تلاوت فرمائی اور وہ آپ ﷺ کی بات سمجھ گئے اور یوں انہیں مزید حیل و حجت کا موقع نہ ملا اور اس بار بھی وہ ناکام لوٹ گئے۔

قارئین کرام!

اب تک سرداران مشرکین مکہ کے کچھ عجیب و غریب مطالبات یا تجاویز و پیشکشیں ایسی گزر چکی ہیں کہ جن کو پڑھ کر جان کر کسی قاری کے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ مشرکین مکہ کے مطالبات اتنے مشکل تو نہ تھے اور پھر ایک نبی کے لیے جو اللہ تبارک تعالیٰ کا پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین خاتم النبیین (ﷺ) ہیں اور اللہ جل شانہ، کے محبوب خاص (ﷺ) ہیں ان (آپ ﷺ) کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمانا اور اللہ تبارک تعالیٰ کا آپ ﷺ کی دعا قبول فرمانا اور دعا کے مطابق کر دینا کچھ مشکل تو نہ تھا اور اس کے تو بہت فائدے تھے۔ نہ آپ ﷺ اور نہ آپ کے پیروکاروں کو تکالیف، اذیتوں، دشواریوں سے گزرنا پڑتا نہ اتنی شد و مد سے تبلیغ دین کرنا پڑتی اور چند دنوں دین اسلام کو سب قبول کر لیتے تو ایک سال کے اندر اندر دین اسلام ساری دنیا میں پھیل جاتا۔

جہاں تک قاری کی اس سوچ کا تعلق ہے کہ حضور پر نور ﷺ دعا فرماتے تو خالق و مالک کائنات اللہ تبارک تعالیٰ دعا کے مطابق وحالات یا چیزیں ظہور پذیر فرما دیتے یہ بالکل بجا ہے، حق ہے، سچ ہے کیونکہ حضور انور ﷺ سے بڑھ کر اللہ جل شانہ، کو اس کائنات عظیم میں کوئی بھی اور کچھ بھی عزیز نہیں، پیارا نہیں، اللہ کے قریب نہیں ہے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ تو ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قادر ہیں۔ اسے تو صرف ارادہ فرمانا ہے ''کن'' فرمانا ہے اور ہر کچھ نے خود بخود ظہور پذیر ہو جانا ہے وجود میں آ جانا ہے۔

لیکن نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا ایسا نہ کرنے کے لیے، دعا نہ فرمانے کے لیے، بے شمار خدائی حکمتیں پنہاں ہیں جنہیں عام قاری نہیں جانتا۔ اس لیے درج ذیل کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں۔ اس سے ایسے خیالات وسوسے ختم ہو جائیں گے۔

حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ انہیں کفر و شرک کی ظلمتوں سے نکال کر توحید کی جگمگاتی ہوئی

marfat.com
Marfat.com

شاہراہ پر گامزن کردیا جائے۔ اس کے لیے جو تجاویز انہوں نے پیش کی تھیں ان کو عملی جامہ پہنانا اگرچہ کسی انسان کے بس کی بات تو نہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ جس نے اپنے ایک کلمہ کن سے اس عالم رنگ و بو کو تخلیق فرمایا۔ اس کے سامنے کوئی مشکل نہ تھا کہ وہ ان پہاڑوں کو پرے دھکیل دیتا یا ان کا نام ونشان ہی مٹا دیتا اور مکہ کی وہ تنگ وادی وسیع اور فراخ ہو جاتی۔ جس نے ننھے اسماعیل کی ایڑی سے زمزم کا چشمہ جاری کردیا اس کے لیے یہ امر ہرگز مشکل نہ تھا کہ وہ ایک دو دریا جاری کر دیتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے اگر مردوں کو زندہ کیا تھا تو اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کی نبوت کے بارے میں ان لوگوں کے جملہ شکوک دور کرنے کے لیے اگر قصی اور دیگر چند بزرگوں کو زندہ کر دینا قادر مطلق کے لیے قطعاً مشکل نہ تھا۔

اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی ان تجاویز کو مسترد کر دیا۔

علماء کرام نے اس کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں۔ ایک حکمت تو یہ ہے کہ ان کے یہ سوالات اس لیے نہ تھے کہ وہ ہدایت قبول کریں گے۔ گمراہی کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں گے بلکہ انہوں نے ازراہ عناد ان امور کے بارے میں اصرار کیا تھا۔ اگر ان کی نیت ہدایت پذیری کی ہوتی تو اللہ تبارک تعالیٰ ضرور ان پر نظر رحمت فرماتا لیکن قدرت معاندین اور بدنہاد لوگوں کی ناز برداری نہیں کیا کرتی۔

دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر ان کے یہ سارے مطالبات پورے بھی کر دیئے گئے تو پھر بھی وہ اپنے کفر پر اڑے رہیں گے اور اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ان معجزات کے ظہور کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ سورہ انعام آیت 112 میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

''اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو۔ تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تبارک تعالیٰ لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں۔'' (سورہ انعام آیت 112)

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ حکمت بیان کی ہے' فرماتے ہیں کہ

کفار اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمتوں سے بے خبر تھے اس لیے وہ اس قسم کی بے سروپا فرمائشیں کیا کرتے تھے اگر انہیں ان حکمتوں کا علم ہوتا تو کبھی وہ اس قسم کی باتیں کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ نبی پر ایمان وہ معتبر ہے جو اس کی بات کو سچا مان کر قبول کیا جائے۔ اور یہی انسان کی آزمائش ہے' جو شخص نبی کے اقوال کو تو تسلیم نہیں کرتا لیکن اس کی فرمائش کے مطابق اگر کوئی معجزہ دکھایا جائے اور اسے وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے تو پھر وہ

Marfat.com

تسلیم کرے تو ایسا ایمان بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتا۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ نبی جس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے درمیان گزرا ہے اور اس کے دامن عصمت پر کوئی معمولی سا داغ بھی کہیں نظر نہیں آتا اس کی زبان سے نکلی ہوئی دعوت کو وہ بے چون و چرا تسلیم کر لیتے۔ نبی کے ارشاد پر تو ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں لیکن اپنے ذاتی مشاہدات کو وہ حق کے پہچاننے کا معیار قرار دیتے ہیں ایسا ایمان اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں منظور نہیں۔

نیز پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس سے پہلے بھی تو بے شمار معجزات دکھائے تھے اگر ان میں ایمان لانے کی صلاحیت ہوتی تو ان معجزات کے مشاہدے کے بعد ذرا تامل نہ کرتے اور فوراً اس دعوت کو قبول کر لیتے پہلے معجزات سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو ان عقل کے اندھوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اگر ان کی یہ فرمائشیں پوری کر دی جائیں تو وہ ایمان لے آئیں گے اور کوئی اور عذر لنگ پیش کر کے باطل سے چمٹے نہیں رہیں گے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی، جلد 2 صفحہ 451)

اور اس کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اس قسم کا معجزہ طلب کیا اور ان کے مطالبہ پر وہ معجزہ دکھایا گیا اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اور کفر پر اڑے رہے، تو اسی وقت ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔

قارئین کرام!

ایسے عذاب کی تو کئی مثالیں اب تک صفحہ ہستی پر موجود ہیں اور بستی یا شہر یا آبادی مدائن صالح ان میں سے ایک ایسی مثال ہے جسے کافی زیادہ لوگوں کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ یہ شہر یا بستی سعودی عرب میں ہے۔ اس زمانے میں بھی وہاں سے بڑی تجارتی راہ گزرتی تھی اور اب بھی وہ ایک گزرگاہ کے ساتھ ہے۔ اس شہر میں اس علاقہ میں قوم ثمود آباد تھی۔ اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ مدائنِ صالح اس وقت نافرمانوں اور برائیوں کا گڑھ تھا۔

قوم ثمود بہت بگڑی ہوئی قوم تھی۔ اس قوم نے اس رضامندی اور خواہش کے ساتھ کہ معجزہ دیکھنے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے گی اور صدق دل سے پرخلوص فرمانبرداری، تابعداری یا اتباع کرے گی ان سے ایک معجزہ طلب کیا۔ آپ نے قوم کو فرمایا کہ میں اپنے رب سے دعا کروں گا اور وہ سامنے والے پہاڑ یا چٹان سے اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے دیکھتے دیکھتے ایک اونٹنی پیدا فرمائے گا۔ اس کے بارے میں میں مزید قوم کو ہدایات دوں گا ان پر عمل کرنا ہوگا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کی تو قوم کے دیکھتے دیکھتے ہی سامنے نظر آنے والی چٹان، پتھر یا پہاڑ سے بحکم خالق و مالک کائنات، بحکم الٰہی ناقہ (اونٹنی) پیدا ہوئی۔ حضرت صالح علیہ اسلام نے قوم کو ناقہ کے متعلق احکام فرمائے کہ اسے زمین میں جہاں چاہے کھلا چرنے دیں، اسکی باری والے دن اسے

marfat.com

Marfat.com

پانی پینے دیں اور اسے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے ورنہ دنیا میں ہی گرفتارِ عذاب ہو گے اور مہلت نہ پاؤ گے۔ نافرمانی کی صورت میں بہت شدید عذاب نازل ہوگا۔

قوم ثمود بہت جلد ہی اپنے وعدے سے منحرف ہوگئی اور ان لوگوں نے چہارشنبہ (منگل) کو ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن اور زندہ رہو گے۔ پہلے روز (بدھ کو) تمہارے سب کے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ دوسرے روز (جمعرات کو) سرخ اور تیسرے روز (جمعہ کو) سیاہ ہو جائیں گے اور چوتھے روز (ہفتہ کو) عذاب آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہفتہ کو دوپہر کے قریب آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس کی ہیبت سے سب کے سب مر گئے اور ساتھ ہی آواز کے زلزلہ آیا یا اس آواز سے زلزلہ پیدا ہوا کہ سب کچھ تہس نہس ہو گیا۔

مندرجہ بالا کو سورہ اعراف آیات 76 سے 79 اور سورہ ھود آیات 64 تا 67 سے لیا گیا ہے۔

یہاں یہ سب کچھ کا بیان کرنے کا مقصد صرف اس حکمت سے آگاہ کرنا ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنے نبی سے اس پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کے عوض' کے بدلہ میں کوئی معجزہ طلب کیا ہے اور اس نبی نے قوم کو وہ معجزہ دکھا دیا ہے وہ پھر بھی اگر ایمان نہ لائے اور کفر پر اڑے رہیں تو وہ قوم اپنے آپ کو فوری اور شدید عذاب الٰہی کی مستحق بنا لیتی ہے اور پھر وہ پوری قوم سے نہیں ٹلتا۔ ایسی صورتحال میں عذاب بتا کر آتا ہے اور سب کچھ کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔

اب قوم ثمود کو ہی لیجئے۔ عذاب الٰہی ان پر بتا کر آیا۔ ہر دن کی علامت بتا دی تا کہ اذیت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی رہے تین دن عذاب الٰہی بھی بتدریج بڑھتا رہا اور چوتھے دن ایک ہولناک آواز نے سب کو ہلاک کر دیا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ ہولناک آواز سے زلزلہ پیدا ہوا یا اسی کے ساتھ آیا اور وہ آواز (کڑک) اور زلزلہ ایسے تھے کہ جن پہاڑوں، چٹانوں میں تراشے ہوئے مکانوں، گھروں کے بارے میں قوم ثمود فخر سے سوچا کرتی تھی کہ ان کے گھر نہ گرنے کے ہیں نہ ٹوٹنے پھوٹنے کے اور وہ ان گھروں مکانوں میں بہت محفوظ ہیں، اس کڑک نے' اس زلزلے نے ان تراشیدہ مکانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور الٹا کر زمین پر گرا دیا۔ اور رہتی دنیا تک کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ ''اور اب تک کتنے ہی مکان اپنی چھتوں کے بل زمین پر الٹے پڑے ہیں۔'' سورہ حج آیت 45 میں ایسی ہی بستیوں کا ذکر ہے۔

لیکن اب معاملہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کی امت کا ہے۔ اور آپ ﷺ کی امت میں سب انس و جاں فرمانبردار، نافرمان، مسلمان، کافر سب ہی شامل ہیں۔ سرکار دو عالم، پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ رحمۃ اللعالمین بھی ہیں۔ میں مختصراً صرف یہی کہوں گا کہ آپ ﷺ ماننے والوں کے لیے خصوصاً اور نہ ماننے والوں کے لیے عموماً سراسر رحمت رب العالمین ہیں اس لیے طلب کردہ

Marfat.com

عذاب اور اجتماعی عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔ درج ذیل حدیث مبارک پڑھیے اور رحمت للعالمین پر درود و سلام بھیجئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

''امام احمد۔ نسائی۔ حاکم اور ضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا آپ نے کہا اہل مکہ نے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ صفا کی پہاڑی کو سونا بنا دیا جائے اور پہاڑوں کو دور ہٹا دیا جائے تا کہ کھلے میدانوں میں وہ زراعت کر سکیں۔ جبرائیل امین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صفا کی پہاڑی سونا بن جائے۔ لیکن پھر اس کے بعد ان میں سے کسی نے کفر کیا تو ان کو میں ایسے المناک عذاب میں مبتلا کروں گا جس میں آج تک کسی کو مبتلا نہ کیا گیا ہو۔ اور اگر آپ کی مرضی ہو تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں۔ حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریم و رحیم خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار! تیرے اس بندے کی مرضی یہ ہے کہ تو ان کے لیے رحمت کا دروازہ کھلا رکھے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 1 صفحہ 482۔ سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد 2 صفحہ 458)

اسلام کا پہلا شہید

حارث بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے اور ھند ابی ہالہ کے بھائی تھے، ابن الکلبی اور ابن حزم کے مطابق وہ اللہ کے راستے میں شہادت کا شرف حاصل کرنے والے پہلے شخص ہیں جو حرم کعبہ میں رکن یمانی کے پاس شہید ہوئے۔

عسکری نے ذکر کیا ہے کہ اسلام کی ابتداء میں جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ کا حکم دیا تو ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے، یہ سن کر مشرکین مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر حارث ابن ابی ہالہ آپ کو بچانے کے لیے آگے بڑھے تو کفار نے انہیں گھیر لیا اور بالآخر وہ شہید ہو گئے، اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحہ 292)

marfat.com
Marfat.com

آپ ﷺ کی کردار کُشی اور ہولناک ظلم وتشدد

اعلانِ نبوت سے پہلے آپ ﷺ اپنے اہل وعیال، خاندان وشہر میں بہت ہی پر سکون، عزت واحترام کے دن گزار رہے تھے۔ اپنی عادات حمیدہ کے سبب آپ سارے معاشرہ میں محترم تھے اور ہر ایک فرد جس سے بھی آپ کا واسطہ پڑتا تھا آپ ﷺ کا بے انتہا قدر دان تھا، سر آنکھوں پہ بٹھاتا تھا۔ آپ کو سب ہی صادق و امین جانتے تھے۔ لیکن جیسے ہی آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا، سوائے چند ایک اشخاص کے سارا شہر، سارا معاشرہ ایک دم جان کا دشمن ہوگیا۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے یا کلمہ طیبہ پڑھنے کا کیا کہہ دیا کہ سارے ماحول میں زلزلہ آگیا۔ طوفان بدتمیزی وطوفان مخالفت نے سارے ماحول کو ایک دم اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہی لوگ جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ اچھا، نیک صفات، خداترس، مددگار، صادق وامین مانتے تھے آپ ﷺ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور سحر زدہ کہنے لگے، ہر وقت کا جان کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ پہلے ایمان لانے والے جنہیں تاریخی زبان میں سابقون الاولون کہا جاتا ہے نے عرصہ تین سال تک چھپ چھپ کر عبادت کی اور وہ وقت کے فرعونوں کے سامنے آنے سے کتراتے رہے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور ہادیٔ دو جہاں، رحمت اللعالمین ﷺ نے بعثت کے دن سے، اعلائے کلمتہ الحق یعنی کہ کلمہ توحید بلند کرنے، دنیا میں اسلام پھیلانے کی جدوجہد میں، احسن طریقے سے دین کی تکمیل کی خاطر، اپنی ظاہری حیات کے آخری لمحے تک کوئی لحہ، کوئی ساعت، کوئی دن بے فکری، سکون وآرام کا نہیں گزارا۔

آپ ﷺ نے اس بھاری ذمہ داری کو بخوبی نبھانے کے لئے، ہر گھڑی ہر پل ہر روز ایک مسلسل جدوجہد میں گزارا، جس کا مقصد اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا کے مطابق انس وجان کو فرمان الٰہی پہچانا تھا۔ یہ تبلیغ اسلام ہی تھی، اسی نوزائیدہ، ننھے، نازک پودے کی نشوونما پر آپ ﷺ نے اپنی ساری راحتیں، آرام وسکون کو قربان کردیا۔ آپ ﷺ کو، رب کے حکم کے مطابق اسے شاداب وتناور بنانے کا خیال ہی رہا اور ساری توانائیاں اسی مقصد کے لئے صرف ہوئیں۔ ہر وقت نئی مشکلات وچیلنج آتے رہے لیکن کوئی ایک صورت حال حضور پُرنورٗ نبی کریم ﷺ کو دوسری صورت حال سے غافل نہ کرسکی۔ زندگی کے ہر پہلو کو بقدرِ ضرورت توجہ دی لیکن فوقیت ہر حال میں توحید کا کلمہ بلند کرنے کو ہی حاصل رہی۔ ہمیشہ ہی اللہ تبارک تعالیٰ کے پیغام کو اس کی مخلوق تک بہ احسن

Marfat.com

وخوبی پہنچانا آپ کا محور رہا۔

جو ظلم و بربریت، صعوبتیں، تکالیف و پریشانیاں، اس دین کو ہم تک پہنچانے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اٹھانا پڑیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ حضور انور ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ ''دین کے بارے میں جتنا مجھے ستایا گیا ہے اتنا کسی اور نبی، رسول کو نہیں ستایا گیا۔'' راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ مٹی اور دھول اوپر پھینکی گئی۔ کئی بدبختوں نے مارنے کی خاطر ہاتھاپائی کی۔ گلا گھونٹا گیا۔ قتل کے لئے کئی بار پروگرام بنے اور کئی فرعون صفت مشرکوں نے عملی کوشش بھی کی، گھر میں بھی غلاظت وغیرہ گراتے رہتے ہیں اور گلیوں بازاروں میں آوازہ کستے اور آرام وعزت سے گزرنے بھی نہ دیتے تھے۔ بارہا پتھروں سے زخمی کیا، لہولہان کیا، اور تین سال تک شعب ابو طالب میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وعزیز و اقارب کے ساتھ سخت مشکلات و آزمائش کے دن گزارے، یہاں تک کہ مہینوں مہینوں کوئی انسانی کھانا کھانے کی چیز مہیا نہ ہوئی اور درختوں کے پتے، کھال، چھلکا اور جڑ وغیرہ کھا کر گزارہ کیا۔ تبلیغ اسلام کی مشرکین مکہ نے ہر ممکن شدید ترین مخالفت کی اور ہر ممکن رکاوٹ ڈالی۔

یہ برا سلوک واذیت تقریباً ہر ایک صحابی کے ساتھ ہوا اور کچھ کے ساتھ تو یہ ظلم وستم ہر روز کیا جاتا تھا۔ حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم وغیرہ پر تو ہر روز مشق ستم ہوتی تھی۔ یہ لوگ اتنے مارے پیٹے اور ستائے گئے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

حضرت حارث بن ابی ہالہ کو بے سبب کعبہ اللہ کے پاس قتل کر دیا گیا۔ حضرت سمیہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور ضعیف خاتون تھیں اور وہ بالکل شروع میں ہی مسلمان ہو گئی تھیں انہیں ابوجہل نے ران میں نیزہ مارا جو پیڑو سے آر پار ہو گیا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئیں۔

ان سنگدلانہ ایذا رسانیوں کا سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ اپنے رب کریم کے نام کو بلند کرنے کے لئے اور اس کی وحدانیت کے عقیدہ کو عام کرنے کے لئے ان تمام سختیوں کو ہنستے مسکراتے برداشت فرماتے رہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''مجھے اللہ کی راہ میں اتنی اذیت دی گئی کہ اور کسی کو نہیں دی گئی اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا خوفزدہ کیا گیا جتنا اور کسی کو نہیں کیا گیا۔ مجھ پر تیس دن اور راتیں ایسی بھی گزریں کہ میرے لئے اور بلال کے لئے کھانے کے لئے کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہے مگر قلیل مقدار۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۷۱)

اگرچہ سارے مشرکین مکہ حضور پُرنور ﷺ کو اذیت پہنچانے اور حضورِ انور ﷺ پر زبان طعن دراز کرنے میں مقدور بھر کوشاں رہتے تھے لیکن پانچ سرداران مشرکین تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ پر ظلم وتشدد کرنے اور طرح طرح کے الزامات عائد کرنے اور پھبتیاں کسنے میں دیگر سب کفار سے بازی لے گئے تھے۔

ان پانچوں کے نام یہ ہیں۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ حرث بن قیس۔ اسود بن عبد یغوث۔ اور اسود بن مطلب۔

marfat.com
Marfat.com

جب ان کی دل آزاریاں انتہا کو پہنچ گئیں اور پیغمبر اوّل و آخر واعظم حبیب کبریا ﷺ کے دل نازک کو ہر وقت دکھ پہنچانا اس کا شعار ہو گیا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

(سورہ حجر آیات 95-96)

اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ۝

''ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے جو بناتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ اور خدا، سو یہ ابھی جان لیں گے۔'' (سورہ الحجر آیات ۹۵-۹۶)

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے جس ناسازگار حالات میں دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز فرمایا ان میں کام کرنا بڑی جرأت آمیزی تھی۔ راستے میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کرنے والے لوگ بڑے قد آور، بارسوخ اور دولت و طاقت کے نشے میں بدمست تھے۔ وہ سب کچھ چھوڑ سکتے تھے مگر اپنی سرداری اور دنیاوی شان وشوکت سے دستبردار نہیں ہو سکتے تھے۔ مان جانا، جھک جانا، ان کے آمرانہ مزاج ہی کے خلاف تھا۔ اس لئے وہ نبی اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے کھلے دشمن بن گئے کیونکہ انہیں نظر آتا تھا کہ دین اسلام کے پھیلاؤ میں ان کے دنیاوی جاہ وجلال کی موت ہے۔

اہل مکہ کی زبردست مخالفت کا ایک سبب ان کا عشق بتاں بھی تھا۔

صدیوں کی اس پوجاپاٹ نے ان کے ذہنوں پر بتوں کی الوہیت کا نقش اتنا زیادہ گہرا کر دیا تھا کہ جب حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ ان کی الوہیت کی نفی کرتے اور ان کی جھوٹی خدائی پر ضرب لگاتے تو ان کی عقیدت کو ٹھیس پہنچتی۔ اور جوابی کارروائی کے طور پر شدومد سے حضور انور، نبی اکرم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین کی مخالفت شروع کر دیتے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے اعمال و افعال پر ٹھنڈے دل سے غور وفکر کرنے یا اپنے گریبان میں جھانکنے کی کوشش نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ہمارے طور طریقے اور مذہبی نظریات دانش و بصیرت کے خلاف ہیں اور اگر یہ سب کچھ ہمارے آباؤ اجداد کی فرسودہ روایات کی پیداوار ہیں تو انہیں ترک کر دیں اور اِس دین کو اپنا لیں جو عقل و بصیرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور پتھروں کی پرستش کی ذلت سے ہٹا کر ایک خدا کی عبادت کی عزت عطا کرتا ہے۔

مگر اعتقادی گمراہی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لیتی ہے۔ بتوں کی محبت ان کے قلوب واذہان پر چھا چکی تھی۔ جس نے ان کی فکری صلاحیتیں چھین لی تھیں اور انہیں اندھا بہرا اور گونگا بنا دیا تھا۔ اپنی سیادت اور چودھراہٹ کو بچانے کے لئے انہوں نے دین دشمنی اور مخالفت کی ایسی خوفناک فضا پیدا کر دی جو تبلیغ اور دعوت کے پھیلاؤ کے لئے انتہائی ناسازگار تھی۔ قائد کی ذات ہی مرکزی کردار ہوتی ہے انہوں نے تاک کر اسے نشانہ بنایا اور ذہنی صدمات پہنچانے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا تاکہ گھبرا کر اپنے مشن سے دستکش ہو جائیں۔ ان کی یہ منفی کارروائیاں کسی مختصر مدت تک محدود نہ تھیں بلکہ سالوں پر پھیل گئیں اور مخالفتوں کے اس طوفان

Marfat.com

بدتمیزی میں ایسی نازیبا حرکتیں بھی شامل ہو گئیں جن کا ایک مہذب اور شائستہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مگر مشرکین مکہ دشمنی کے جوش میں تہذیب و شائستگی کی تمام حدود پھلانگ گئے اور انہوں نے انسانی آداب اور معاشرتی تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے خونی رشتے کا خیال و احساس تو بہت دور کی بات ہے حق ہمسائیگی بھول گئے اور مکمل کمینہ پن پر اتر آئے۔

ایسے اذیت ناک اعصاب شکن اور ذہنی دباؤ کے ماحول میں عام انسان کا سکھ چین رخصت ہو جاتا ہے اور وہ دلجمعی اور توجہ سے کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اگر یہ کشمکش سالوں پر پھیلی ہوئی ہو اور بالکل یک طرفہ ہو پھر فریق مخالف خون کا پیاسا ہو اور الجھنے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہو تو ایسے ماحول میں طبیعت کے اندر جو گھٹن پیدا ہوتی ہے اس کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مگر اللہ کے عظیم رسول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایسے حوصلہ فرسا ماحول میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اپنا تبلیغی کام جاری رکھا اور اس میں بال برابر کمی نہ آنے دی۔

ناموافق حالات میں اپنے موقف پر ڈٹے رہنا اور اصولوں کا پرچار جاری رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ ایک عام ذہنی سطح اور کمزور اعصاب کا انسان ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں اتنی جرأت ہی نہیں رہتی کہ ان کا سامنا کرے اور قوت ارادی سے ان کا رخ موڑ دے۔ مگر اہل عزم و ہمت کی بات ہی اور ہے وہ ناسازگار حالات کی تند و تیز آندھیوں ہی میں فکر و نظر کے چراغ جلاتے ہیں اور دشمنوں کی پھونکوں سے اسے بجھنے نہیں دیتے۔ ان کی اس ہمت، عزم، حوصلہ جفاکشی محنت مشقت اور اپنے مشن کے لئے اس طرح سرگرم عمل رہنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے مالک کی رضا اور خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں اور اسی پر نظریں جمائے رکھتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ مولیٰ کی رضا اذیتیں سہہ کر مشن جاری رکھنے میں ہے تو وہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ مخالفتوں اور عداوتوں کے طوفانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

چونکہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی جدوجہد کا مقصود صرف رضائے الٰہی تھا اس لئے بدترین حالات میں بھی ہمت و استقلال کا کوہ گراں بنے رہے اور کسی سے مرعوب نہیں ہوئے تھے اور اس حقیقت کبریٰ کا ثبوت حیات طیبہ کا ایک ایک دن مہیا کرتا ہے۔ دراصل پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضور پرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی ساری حیات طیبہ اسی حقیقت کبریٰ سے عبارت ہے۔

ظلم و جور

سن ۴ نبوت میں جب پہلی بار تحریک دین اسلام منظر عام پر آئی تو مشرکین نے اسے دبانے کے لئے وہ کارروائیاں انجام دیں جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ یہ کارروائیاں تھوڑی تھوڑی اور درجہ بدرجہ عمل میں لائی گئیں اور ہفتوں بلکہ مہینوں مشرکین نے اس سے آگے قدم نہیں بڑھایا اور نمایاں اور اجتماعی ظلم و زیادتی شروع نہیں

marfat.com
Marfat.com

کی۔لیکن جب دیکھا کہ یہ کارروائیاں اسلامی دعوت کی راہ روکنے میں موثر ثابت نہیں ہو رہی ہیں تو ایک بار پھر جمع ہوئے اور ۲۵ سردارانِ مشرکین قریش کی ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا سربراہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ابولہب تھا۔اس کمیٹی نے باہمی مشورے اور غور وخوض کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ایک فیصلہ کن قرارداد منظور کی۔یعنی یہ طے کیا کہ اسلام کی مخالفت، پیغمبر اسلام کی ایذا رسانی اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جور وستم اور ظلم وتشدد کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔

(رحمتہ للعالمین، قاضی محمد سلیمان جلد ۱ صفحہ ۶۰،۵۹)

مشرکین نے یہ قرارداد طے کر کے اسے روبہ عمل لانے کا عزم مصمم کر لیا۔مسلمانوں اور خصوصاً کمزور مسلمانوں کے اعتبار سے تو یہ کام بہت آسان تھا،لیکن رسول اللہ ﷺ کے لحاظ سے بڑی مشکلات تھیں۔آپ ﷺ ذاتی طور پر پرشکوہ، باوقار اور منفرد شخصیت کے مالک تھے۔دوست دشمن بھی آپ ﷺ کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے تھے۔آپ ﷺ جیسی شخصیت کا سامنا اکرام واحترام ہی سے کیا جا سکتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف کسی بیچ اور ذلیل حرکت کی جرأت کوئی رذیل اور احمق ہی کر سکتا تھا۔اس ذاتی عظمت کے علاوہ آپ ﷺ کو حضرت ابوطالب کی حمایت وحفاظت بھی حاصل تھی اور حضرت ابوطالب مکہ کے ان گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو اپنی ذاتی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اتنے باعظمت تھے کہ کوئی شخص ان کا عہد توڑنے اور ان کے خانوادے پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا۔

اس صورت حال نے قریش کو سخت قلق، پریشانی اور کشمکش سے دوچار کر رکھا تھا۔مگر سوال یہ ہے کہ جو دعوت ان کے مذہبی پیشوائی اور دنیاوی سربراہی کی جڑ کاٹ دینا چاہتی تھی آخر اس پر اتنا لمبا صبر کب تک؟ بالآخر مشرکین نے ابولہب کی سربراہی میں حضور انور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں پر ظلم و جور کا آغاز کر دیا۔درحقیقت حضور پرنور ﷺ کے متعلق ابولہب کا موقف روز اول ہی سے جبکہ ابھی قریش نے اس طرح کی بات سوچی بھی نہ تھی، یہی تھا۔اس نے بنی ہاشم کی مجلس میں جو کچھ کیا' پھر کوہ صفا پر جو حرکت کی اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس نے کوہ صفا پر نبی ﷺ کو مارنے کے لئے ایک پتھر بھی اٹھایا تھا۔

(ترمذی شریف)

بعثت سے پہلے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کی شادی حضور انور نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی اور درشتی سے ان دونوں کو طلاق دلوادی۔(فی ظلال القرآن پارہ ۳۰ صفحہ ۲۸۲۔تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۲۲)

اسی طرح جب حضور پرنور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو ابولہب کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے رفقاء کے پاس پہنچا اور انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ محمد ﷺ ابتر نسل (نسل بریدہ) ہو گئے ہیں۔(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۲۲)

Marfat.com

ایام حج میں ابولہب نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی تکذیب کے لئے بازاروں اور اجتماعات میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا تھا۔ طارق بن عبداللہ محاربی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف تکذیب ہی پر بس نہیں کرتا تھا بلکہ پتھر بھی مارتا رہتا تھا جس سے آپ ﷺ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں۔

(ترمذی)

حج کے ایام قریب تھے۔ قریش مکہ کو علم تھا حج کرنے کے لئے قبائل دور دور سے آتے ہیں اور محمد بن عبداللہ (رسول اللہ ﷺ) اور ان کی نبوت کا شہرہ ملک کے طول وعرض میں پھیل چکا ہے۔ جو وفود اور تجارتی قافلے ادھر آتے ہیں انہوں نے آہستہ آہستہ نئے دین اور تحریک دین اسلام کی خبر ہر جگہ پہنچا دی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں نبی منتظر ﷺ سے ملنے اور ان کی باتیں سننے اور ان کی تعلیمات سے آگاہ ہونے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے سوچا اگر آنے والوں کو براہ راست اس نبی ﷺ سے ملنے اور ان کی پرحکمت باتیں سننے کا موقع مل گیا تو گھر گھر اسلام پھیل جائے گا اور لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگ جائیں گے اور وہ سماجی اور فکری انقلاب آ جائے گا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا مشن اور اصلی مقصد ہے۔

ولید بن مغیرہ بہت چالاک، عمر میں سب سے بڑا اور حالات پر گہری نظر رکھنے والا گھاگ قسم کا انسان تھا۔ اس نے تمام چیلوں کو جمع کیا اور انہیں ایک بہت بڑے خطرے کا احساس دلایا۔ ابناء عرب، عرب کے سپوتو! تم جانتے ہو لوگ حج کے لئے آنے والے ہیں مکہ مکرمہ کے گلی کوچے زائرین سے کھچا کھچ بھر جائیں گے۔ معاشرتی اجتماعات ہوں گے، میلے لگیں گے، محفلیں جمیں گی۔ تم محمد (ﷺ) کے کلام کی تاثیر اور زبان کی فصاحت و بلاغت اور گفتگو کی شیرینی سے واقف ہو، وہ دل موہ لیتی ہے دماغوں کو متاثر کرتی ہے۔ اگر آنے والوں تک اس کا کلام پہنچ گیا تو سمجھو کہ ہم گئے اور وہ آ گیا۔

اس کا خطاب ہی جادو ہے اگر اس کے جادو کے اثر سے زائرین کو دور رکھنا اور اپنے مادی مفادات اور دنیاوی جاہ وجلال کا تحفظ کرنا ہے تو ابھی سے منصوبہ بندی کر لو اجتماعی سوچ بچار اور انفرادی غور وخوض کے بعد ایک نقطے پر جمع ہو جاؤ اور محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے بارے میں ایک متفقہ رائے قائم کر لو اور پھر سب زور شور سے اس کا پرچار شروع کر دو، منظم طریقے سے اس کی کردار کشی کی مہم چلاؤ۔ جب ہم سب کی طرف سے ایک ہی بات بار بار اعتماد کے ساتھ کہی جائے گی تو زائرین کو یقین آ جائے گا اور وہ اس کی بات توجہ اور دلجمعی سے نہیں سنیں گے اور نتیجتاً تم اپنا مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

مجلس میں حاضر تمام سرداروں کی باچھیں کھل گئیں ان کے نزدیک ولید بن مغیرہ کی ساری باتیں سو فیصد درست تھیں جس خطرے کی اس نے نشاندہی کی وہ واقعی سر پر منڈلا رہا تھا۔ وہ بیک زبان ملتجی ہوئے کہ آپ نے خطرہ محسوس کیا ہے اب آپ ہی اس سے بچنے کا راستہ بھی بتائیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: سب اپنی اپنی رائے دو میں صائب رائے کی منظوری دے دوں گا۔ ایک سردار نے کہا: ہم ڈھنڈورا پیٹیں گے کہ وہ ''کاہن'' ہے۔ اس

marfat.com
Marfat.com

طرح لوگ اس کے قریب آنے سے گریز کریں گے۔

ولید نے تنقید کی: بالکل غلط رائے ہے کاہن لوگ بے معنی تک بندی کرتے ہیں۔ مگر محمد (ﷺ) جو بات کہتا ہے وہ تو حکمت و موعظت سے لبریز ہوتی ہے۔ دوسرے سردار نے کہا: ہم کہیں گے وہ ''مجنون'' ہے۔ ولید نے اس خیال کو بھی رد کر دیا بولا: ہم نے دیوانے اور مجنون لوگ دیکھے ہیں جنہیں اپنا بھی ہوش نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں تو دانش و بصیرت کے گلستان کھلے ہوئے ہیں ان کی ذات نظافت و طہارت اور پاکیزگی کا پیکر ہے۔ ایسے میں کون یقین کرے گا کہ یہ دیوانہ ہے۔

تیسرا بولا: ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا: یہ دعویٰ بھی بے جا ہے اس کا حقیقت و اصلیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ ہم لوگ خود سخن شناس اور شاعری کی تمام اصناف سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس سے صادر ہونے والا کلام کسی صنف شاعری سے نہیں ملتا۔ چوتھے نے مشورہ دیا: تم مشہور کر دو کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا: دوستو! یہ دعویٰ بھی بے حقیقت ہے جادوگروں کی گندگی اور بیہودہ زندگی سے ہم واقف ہیں۔ وہ معاشرے کے غلیظ ترین اور انتہائی گرے ہوئے لوگ ہوتے ہیں جبکہ محمد (ﷺ) ہمارے ہی قول کے مطابق صادق و امین اور حسن و جمال کا پیکر ہے۔

سب لوگ سٹپٹا گئے اے عرب کے دانا فرزند! جب ہماری آراء اور مشورے تیرے نزدیک قابل عمل نہیں تو پھر تو ہی کچھ کہہ! اور اس مشکل کا حل پیش کر! تا کہ ہم اس پر عمل پیرا ہوں اور اپنے خاندانی شرف کا دفاع کریں۔ ولید نے کہا:

> ''خدا کی قسم! اس کے کلام میں مٹھاس ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اس کی شاخیں رسیلے پھلوں سے لدی ہوئی ہیں تم جو تہمت بھی لگاؤ گے اس کا پتہ چل جائے گا کہ یہ باطل اور جھوٹ ہے البتہ قریب ترین بات یہ ہے کہ تم ''جادوگر'' کہنے پر اتفاق کر لو اور لوگوں کو ڈراؤ کہ وہ ایسا کلام لے کر آیا ہے جس کے ذریعہ وہ باپ بیٹے میاں بیوی بھائی بھائی اور خاندان اور اس کے افراد کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد اصفحہ ۲۷۰)
>
> قارئین کرام!

درج ذیل میں مذکور روایت، واقعہ کا ایک اور باب میں بھی ذکر کر دیا گیا ہے لیکن اس کے وہاں ذکر کرنے سے مجھے سرداران مشرکین مکہ پر قرآن حکیم فرقان حمید کا اثر بتانا مقصود تھا اور یہاں تاریخ دین اسلام میں مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی، خباثت بھری سوچ اور قبائلی عصبیت کو ظاہر کرنا ہے۔

ابوجہل اور دیگر امراء نے بھی اس رائے کو سراہا اور قریباً اسے ہی تھوڑا بہت قابل عمل سمجھا کیونکہ کاہن مجنون اور شاعر والی بات تو ان کے نزدیک بھی سرے سے بنتی ہی نہیں تھی۔ لوگ زیارت کر کے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیتے کہ یہ ہستی وہ کچھ نہیں ہے جو اس کے بارے میں کہا گیا ہے البتہ جادوگر کی معاشرے پر ایک دہشت

Marfat.com

ہوتی ہے جس کا نام لے کر ڈرایا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے کردار کشی کے لئے یہ منصوبہ تو بنالیا مگر سب چور تھے کسی کا دل اس تہمت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا سب اپنے طور پر سمجھ رہے تھے کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ ان کی عزت وعظمت اور سیاسی اقتدار کی بقا کا سوال ہے۔ اگر کردار کشی کی زوردار مہم نہ چلائی گئی اور پیٹ بھر کر جھوٹ نہ بولا گیا تو بہت تھوڑے عرصہ میں انقلاب آ جائے گا۔ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پرچم تلے جمع ہو جائیں گے اور ان کی جھوٹی معاشرتی قدریں خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔

ان حالات میں وفد کے ممبران میں سے ابوسفیان ابوجہل اور اخنس بن شریق کو رات بھر نیند نہ آئی۔ وہ اپنے اپنے گھروں سے ایک دوسرے سے بے خبر نکلے اور کاشانہ نبوت کے قریب کان لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے کسی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔

اللہ کے پیارے نبی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کیف وسرور اور جذب واستغراق کے عالم میں بڑے پرسوز اور اثر آفرین لہجے میں کلام ربانی کی تلاوت فرما رہے تھے' تینوں سنتے رہے۔ اعجاز بلاغت نے تینوں کو ششدر کر دیا۔ زبان شناس فصیح وبلیغ اور سخنور لوگ تھے' مبہوت ومسحور ہو گئے۔ دل ہی دل میں اس کی عظمت وانفرادیت کو سراہا اور تسلیم کیا کہ تلاوت کیا جانے والا واقعی بے مثل، طاقت بشر سے خارج اور اعجازی شان کا حامل کلام ہے جس کی رفعت ندرت میں کوئی شک نہیں۔ ان کے اوسان خطا ہو گئے' حواس اڑ گئے جب اجالا پھیلنے لگا تو بھاگے۔ خدشہ لاحق ہوا کسی نے دیکھ لیا تو سارا بھانڈا پھوٹ جائے گا مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔ ڈر خوف کے باوجود ان کا بھانڈا حقیقتاً چوراہے میں پھوٹ گیا۔ تینوں چوراہے میں جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

تینوں چور تھے آپس میں وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ مگر دوسری رات وہ پھر نہ رہ سکے اور اس رات بھی ان کا راز ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا۔ اب انہوں نے پختہ عہد کیا کہ آئندہ کسی قیمت پر بھی وہ ایسی حرکت نہیں کریں گے کیونکہ اس میں صریحاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جیت ہے لوگ جان لیں گے کہ ان کا کلام وحی الٰہی ہے' جس سے بلغاء وفصحاء بھی متاثر ومرعوب ہیں۔ لیکن وہ فی الحقیقت مرعوب ہو چکے تھے اس لئے تیسری رات بھی وہ کشاں کشاں کاشانہ عالیہ کے قریب پہنچ گئے اور کلام الٰہی سننے میں منہمک رہے۔

آخر دن کے وقت اخنس بن شریق' ابوجہل کے پاس گیا اور کہا ایمان لانے والی بات دوسری ہے مجھے صرف اتنا بتا دو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سچا ہے یا نہیں؟ ابوجہل نے جواب دیا: یہ سب معاشرتی اور خاندانی رقابت ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا ہے لیکن ہم نے اگر اسے نبی تسلیم کر لیا تو بنی ہاشم کو فوقیت حاصل ہو جائے گی جو ہمیں کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۱۵)

مطلب یہ تھا کہ سوال نبی کی صداقت کا نہیں بلکہ اپنی خاندانی وجاہت کا ہے۔ جسے ہم ہر قیمت پر بچانا چاہتے ہیں اس لئے ''سچے نبی'' کی کردار کشی کی مہم زوردار انداز سے چلائیں گے اور لوگوں میں بدگمانیاں

marfat.com
Marfat.com

پھیلائیں گے اور مشہور کردیں گے کہ جادوگر ہے اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ بن پڑا وہ سب کچھ کہیں گے۔ چنانچہ ایام حج شروع ہونے کے ساتھ ہی حسب پروگرام کردار کشی کی مہم بھی شروع ہوگئی۔

ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق، امیہ بن خلف اور نضر بن حارث نے کردار کشی کی اس نامسعود مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ باتیں بنا بنا کر بدنام کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا اور اپنی طرف سے لوگوں کی نظروں سے گرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ امیہ بن خلف جب بھی حضور ﷺ کو دیکھتا تو آوازے کستا اور چوٹیں کرنے سے باز نہ آتا۔ مجلس میں سامنے اور پیٹھ پیچھے اس کا یہی کام تھا گویا اس نے خود کو اس مقصد شنیع کے لئے وقف کر دیا تھا۔

عربی زبان میں علانیہ کردار کشی اور نکتہ چینی کرنے والے کو ''ھمزۃ'' اور آگے پیچھے لگائی بجھائی کرنے والے چغل خور کو ''لمزۃ'' کہتے ہیں امیہ بن خلف میں یہ دونوں عیب پائے جاتے تھے اس لئے اس کی مذمت میں مکمل سورہ ہمزہ نازل ہوئی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

ترجمہ: ''کردار کشی اور چغل خوری کرنے والے ہر شخص کے لئے ہلاکت و بربادی ہے جس نے مال جمع کرلیا ہے اور اب اسے گن گن کر رکھ رہا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ مال اسے دائمی زندگی بخش دے گا ایسا ممکن ہی نہیں وہ آتش دوزخ میں پھینکا جائے گا اے انسان! تو کیا جانے وہ دوزخ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو اپنے ہول کے ساتھ دلوں پر چھا جائے گی بے شک وہ لمبے لمبے ستونوں میں ان پر بند کردی جائے گی۔'' (سورہ ہمزہ آیات ۱ تا ۹ مکمل)

ولید بن مغیرہ اس پروپیگنڈہ مہم میں امیہ بن خلف سے بھی دو چار قدم آگے تھا۔ اس کے بارے میں سورہ قلم میں مندرجہ ذیل آیات 10 سے 13 نازل ہوئیں جنہوں نے اس کے تمام پول کھول کر رکھ دیئے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ ۝

ترجمہ: ''آپ اس کی طرف دھیان نہ دیں جو بڑی قسمیں اٹھانے والا ہے ذلیل ہے کردار کشی کی مہم چلانے والا ہے۔ چغل خور ہے خیر و فلاح اور (دینی تحریک میں) شمولیت سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا سرکش اور گناہگار ہے بڑا ہی تندخو ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ حرام زادہ ہے۔

(سورہ قلم آیات ۱۰ سے ۱۳)

نضر بن حارث بڑا باتونی افسانہ طراز اور داستان گو شخص تھا اسے نمک مرچ لگا کر چٹخارے دار کہانیاں

Marfat.com

سنانے کا فن خوب آتا تھا اسے سیاحت وتجارت کے دوران کہیں سے رستم و اسفند یار کے قصے مل گئے جو دیو مالائی کہانیوں کی طرح بہت دلچسپ تھے۔ اس شخص نے عام لوگوں کو یہی چسکا ڈال دیا جب حضورِ پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کسی مجلس میں تبلیغ فرما کر گھر تشریف لے جاتے تو یہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیتا اور انہیں رستم واسفند یار کے تخیلاتی قصے سناتا۔ لوگ ان میں کھو جاتے اور سب کچھ بھول کر یہی سنتے رہتے۔ نضر بن حارث انہیں بتاتا جس طرح میں نے یہ کہانیاں جمع کی ہیں اسی طرح محمد (ﷺ) نے بھی کہیں سے حاصل کر لی ہیں۔ وہ تمہیں قوم عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم و اسفند کی جنگوں کے واقعات سناتا ہوں بنیادی طور پر دونوں ایک ہیں اس لئے تم لوگ ان کی باتوں پر دھیان نہ دو۔ اور نہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑو چنانچہ اس کی مذمت اور رد میں بھی یہ آیات نازل ہوئیں۔ سورہ فرقان آیت ۵ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○

ترجمہ: ''اور وہ بولے! یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ لی ہیں پس وہ صبح و شام ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ (سورہ فرقان آیت ۵)

جھوٹی اور باطل باتوں پر قسمیں کھانا ولید بن مغیرہ، اسود بن یغوث اور اخنس بن شریق کا معمول تھا یہ بری صفت ان تینوں میں مشترک تھی۔ پرلے درجے کے جھوٹے اور مکار لوگ تھے۔ باقی آیات مبارک کا تعلق ولید بن مغیرہ کی بری عادات وصفات سے ہے۔

اخنس بن شریق ثقفی بھی رسول اللہ ﷺ کے ستانے والوں میں تھا۔ قرآنِ حکیم، فرقانِ حمید میں ولید بن مغیرہ کے نو برے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جس سے اس کے کردار کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورہ قلم کی آیات 10 سے 13 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ○

ترجمہ: ''تم بات نہ مانو کسی قسم کھانے والے ذلیل کی جو لعن طعن کرتا ہے، چغلیاں کھاتا ہے۔ بھلائی سے روکتا ہے، حد درجہ ظالم، بدعمل اور جفا کار ہے اور اس کے بعد بد اصل بھی ہے۔''

(سورہ قلم آیات ۱۰ تا ۱۳)

ابو جہل کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر قرآن سنتا تھا لیکن بس سنتا ہی تھا۔ ایمان و اطاعت اور ادب وخشیت اختیار نہیں کرتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بات سے اذیت پہنچاتا اور اللہ کی راہ سے روکتا تھا۔ پھر اپنی اس حرکت اور برائی پر ناز اور فخر کرتا ہوا جاتا تھا۔ گویا اس نے کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دے دیا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ قیامہ کی آیات 31 تا 33 اسی شخص کے بارے میں نازل ہوئیں:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ○ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ○

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: ''نہ اس نے صدقہ دیا نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔ پھر وہ اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس گیا۔'' (سورہ قیامہ آیات ۳۱ تا ۳۳)

اس شخص نے پہلے دن جب حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسی دن سے آپ ﷺ کو نماز سے روکتا رہا۔ ایک بار حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ اس کا گزر ہوا۔ دیکھتے ہی بولا، محمد (ﷺ)! کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا تھا؟ ساتھ ہی دھمکی بھی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ڈانٹ کر سختی سے جواب دیا۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ اے محمد (ﷺ)! مجھے کاہے کی دھمکی دے رہے ہو، دیکھو! خدا کی قسم! اس وادی (مکہ) میں میری محفل سب سے بڑی ہے۔ اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ علق کی آیات 17`18 نازل فرمائی:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝

ترجمہ: ''اچھا! تو وہ بلائے اپنی محفل کو ہم بھی سزا کے فرشتوں کو بلائے دیتے ہیں۔''

(فی ظلال القرآن پارہ ۳۰ صفحہ ۲۰۸)

امیہ کا بھائی اُبی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کا گہرا دوست تھا۔ ایک بار عقبہ نے حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ کر کچھ سنا۔ اُبی کو معلوم ہوا تو اس نے عقبہ کو سخت سست کہا' عتاب کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ جا کر رسول اللہ ﷺ کے منہ پر تھوک آئے۔ آخر عتبہ نے ایسا ہی کیا۔ خود اُبی بن خلف نے ایک مرتبہ ایک بوسیدہ ہڈی لا کر توڑی اور ہوا میں پھونک کر رسول اللہ ﷺ کی طرف اڑا دی۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲)

کہانیاں سنا کر گمراہ اور غافل کرنے کا ذکر سورہ لقمان کی آیت 6 آیت کریمہ میں بھی ہے آخر میں اس کی سزا بھی سنا دی گئی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

ترجمہ: ''اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو بے کار باتیں (غافل کرنے والی باتیں) خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکائے اور نادانی کی وجہ سے اسے مذاق کا نشانہ بنائے ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔'' (سورہ لقمان آیت ۶)

کردارکشی کی اس مہم میں اور لوگ بھی شریک تھے جو انہوں نے پوری قوت اور زور شور کے ساتھ چلائی اور جو کچھ ان سے بن پڑا وہ کیا۔ جھوٹ بولا تہمتیں لگائیں، اذیتیں دیں، لوگوں کو متنفر کرنے کی کوششیں کی مگر حضور انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے بالکل ہمت نہ ہاری۔ نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ فرماتے رہے اور اپنا مشن جاری رکھا۔ دعوت و تبلیغ کے عمل میں کوئی کمی نہ آنے دی مکہ مکرمہ سے باہر کے لوگ اس تحریک میں شامل ہوتے رہے اور مشن کی تقویت کا باعث بنتے رہے۔

Marfat.com

جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہماری کردارکشی اور بدنام کرنے والی جملہ کوششوں سے ان کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ لوگ زیادہ دلچسپی اور توجہ کے ساتھ آپ ﷺ کی بات سنتے ہیں اور حضورانور نبی کریم ﷺ بھی جرأت و بہادری کے ساتھ اپنے تبلیغی وانقلابی کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں تو بہت سیخ پا ہوئے۔ فیصلہ کرلیا کہ اب وہ بزور بازو اس تحریک کو دبانے اور بانی تحریک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور انجام کی پرواہ کئے بغیر ذات گرامی پر تشدد کریں گے اور ان کی صداقت و امانت اخلاص وشرافت صلاحیت و قابلیت اخلاقی عظمت اور کردار کی بلندی کی طرف کوئی دھیان نہیں دیں گے۔ بے شک یہ اوصاف قابل احترام ہیں اور انسانیت کے حوالے سے ان کے بالا قامت ہونے پر دلالت کرتے ہیں مگر اس احترام اور اعتراف سے ان کا اپنا سیاسی قد چھوٹا ہوتا ہے۔ دنیاوی مفادات کو نقصان پہنچتا ہے جو کسی صورت گوارا نہیں۔لیکن یہ ان کی سوچ تھی جو کارگر ثابت نہ ہوئی۔ قدرت کو جو منظور تھا وہ ہوکر رہا اور کردارکشی کی مہم تحریک دین اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور اسلام کا نور روز بروز ہرسو پھیلتا چلا گیا۔

ان فتنہ انگیز پرآشوب حالات میں بغض وعناد کی ان تند وتیز آندھیوں میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ کا محبوب بندہ (ﷺ) اپنے رب کریم کی توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے' ہر گھر میں یہ پیغام پہنچا رہے ہیں۔ ہرمجمع میں اس کا اعلان فرمارہے ہیں۔ ہرخلوت میں اسی کا ذکر ہے۔ مکہ کے ہر کوچہ و بازار میں اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت کا چرچا کررہے ہیں۔ یہ ساری کوششیں ایک نقطہ پر مرکوز ہیں کہ پہلے جزیرہ عرب اور پھر ساری دنیا کے گوشہ گوشہ میں خالق و مالک کائنات' قادر مطلق کی یکتائی کا ڈنکا بجنے لگے۔ انسانوں کی پیشانیاں معبودانِ باطل کے آستانوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اس حی وقیوم کی بارگاہ بے کس پناہ میں سجدہ ریز ہوں جو ساری کائنات کا سچا اور حقیقی خالق اور مالک ہے۔

ہرشخص جس سے ملاقات ہوتی ہے آزاد ہو یا غلام، کمزور ہو یا توانا، غریب ہو یا امیر، مرد ہو یا عورت سب کو یہی درس دیا جارہا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) لا الٰہ الا اللہ۔ اس کے علاوہ دنیا کی کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ کفار و مشرکین اذیت رسانی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رہے ہے لیکن ہر جور و ستم حضور انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے ذوق بندگی اور شوق محبت کو کم کرنے کے بجائے فزوں سے فزوں تر کرتا چلا جاتا ہے۔ اس اذیت رسانی میں حضورِ پُرنور ﷺ کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل، جس کا نام اروی بنت حرب بن امیہ ہے اور جو ابوسفیان کی بہن ہے سب سے پیش پیش ہے۔ امام احمد بن حنبل، ربیعہ بن عباد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ میں نے ذوالمجاز کے میلہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا حضورِ انور ﷺ فرمارہے تھے۔

''اے لوگو! کہو کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے' یہ کہو گے تو دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جاؤ گے۔''

marfat.com
Marfat.com

حضور وعظ فرما رہے ہیں لوگوں کا جمگھٹا ہے۔ آپ کے پیچھے ایک شخص لگا ہوا ہے جس کی آنکھیں بھینگی اور چہرہ چمکدار ہے بالوں کی دولٹیں اس کے گلے میں لٹکی ہوئی ہیں وہ بلند آواز سے چیخ رہا ہے۔ ''یہ شخص بے دین ہے کاذب ہے۔'' حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم جدھر جاتے ہیں وہ آپ کے پیچھے جاتا ہے۔

میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے بتایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ کرنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ان کا چچا ہے اور اس کا نام ابولہب ہے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد اصفحہ ۴۶۲)

امام بیہقی، ربیعہ الدئلی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز کی منڈی میں دیکھا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے گھروں میں جا جا کر ان کو اللہ تبارک تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتے تھے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا جس کی آنکھیں بھینگی تھیں جس کے رخسار چمک رہے تھے وہ یہ اعلان کرتا پھرتا تھا۔

''اے لوگو! یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے اور تمہارے باپ دادا کے دین سے گمراہ نہ کر دے۔''

میں نے لوگوں سے پوچھا یہ اعلان کرنے والا کون ہے انہوں نے بتایا یہ ابولہب ہے۔

بنی کنانہ قبیلہ کا ایک آدمی روایت کرتا ہے کہ ذی المجاز کی منڈی میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

''اے لوگو! کہو لا الٰہ الا اللہ، فلاح پاؤ گے۔''

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہے اور آپ پر مٹی ڈال رہا ہے پس میں نے غور کیا تو وہ ابولہب تھا اور وہ کہہ رہا تھا اے لوگو یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے گمراہ نہ کر دے اس کی مرضی یہ ہے کہ تم لات وعزیٰ کی پرستش کو چھوڑ دو۔

ابولہب کی طرح اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب بھی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں اندھی ہو چکی تھی۔ جب یہ سورت (تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ) نازل ہوئی تو اس کا وہ جذبہ عناد کئی گناہ بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبوترہ سا پتھر تھا جسے وہ گھر سے لے کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حرم شریف آئی۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے انہوں نے جب اس ظالم عورت کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ! یہ بڑی بدزبان عورت ہے۔ فحش کلامی اس کی فطرت ہے، بہتر ہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے تشریف لے جائیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بدکلامی اور ہرزہ سرائی سے اذیت پہنچائے۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر فکر نہ کرو۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی جب وہ قریب پہنچی تو کہنے لگی۔ اے ابوبکر! تیرے دوست نے میری ہجو کی ہے' انہیں کیا ہو گیا ہے کہ میرے بارے میں شعر کہنے شروع کر دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بخدا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شعر نہیں کہا کرتے دوسری روایت میں ہے آپ نے کہا اس گھر کے

Marfat.com

رب کی قسم! انہوں نے تیری ہجو نہیں کی ہے اور نہ وہ شاعر ہیں وہ کہنے لگی آپ میرے نزدیک سچے ہیں۔

اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے واپس چلی گئی کہ سارے قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار عبدمناف کی بیٹی ہوں۔ اور جس کا باپ عبدمناف ہے کسی کو زیب نہیں دیتا کہ اس کی مذمت کی جسارت کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں صرف میرے ساتھ ہی باتیں کرتی رہی ہے حضورِانور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک وہ کھڑی رہی ایک فرشتہ اپنے دونوں پروں سے مجھ پر پردہ کئے رہا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو کہا آپ اس سے پوچھیں کہ تمہیں میرے پاس کوئی اور شخص بھی نظر آ رہا ہے؟ آپ نے جب اس سے پوچھا تو کہنے لگی تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو بخدا مجھے تو تمہارے پاس اور کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اس وقت آئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور حضرت ابوبکر و عمر حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اس کے ہاتھ میں ایک لمبوترہ پتھر تھا جب وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑی ہوئی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کرلی وہ حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ رہی تھی لیکن ان دو صاحبان کو دیکھ رہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر اس نے پوچھا کہ تمہارے صاحب کہاں ہیں آپ نے پوچھا تم انہیں کیا کہنا چاہتی ہو؟ وہ کہنے لگی مجھے اطلاع ملی کہ اس نے میری ہجو کی ہے اگر میں اس کو پالوں تو اس پتھر سے اس کے منہ پر ضرب لگاؤں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیوقوف عورت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تو نہیں پھر اس نے کہا اے خطاب کے بیٹے! میں تجھ سے بات نہیں کر رہی' کیونکہ وہ آپ کی سخت مزاجی سے واقف تھی اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ ان ستاروں کی قسم! تمہارا دوست شاعر ہے اور میں بھی شاعرہ ہوں جس طرح اس نے میری ہجو کی میں بھی اس کی ہجو میں شعر کہوں گی اور یہ کہہ کر واپس چلی گئی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ شاید اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتی میرے درمیان اور اس کے درمیان اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک حجاب تان دیا تھا۔

علامہ سیوطی نے درّ منثور میں یہ روایت نقل کی ہے ایک روز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے وہ آئی اور کہنے لگی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نے کس بنا پر میری ہجو کہی ہے۔ حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں نے تیری مذمت نہیں کی بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تیری ہجو کی ہے۔ وہ کہنے لگی آپ نے مجھے کبھی ایندھن سر پر اٹھائے دیکھا کہ مجھے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لگائی سکھائی کرنے والی۔ ایندھن سر پر اٹھانے والی) کہا ہے اور کبھی میرے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی دیکھی ہے کہ میرے بارے میں کہا فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ ' مِّنْ مَّسَدٍ (کہ گلے میں مونج کی رسی ہوگی) اس کے اس قول سے ان مفسرین کے قول کی تائید ہوتی ہے جنہوں نے حَمَّالَةَ الْحَبِ کا معنی ''چغل خوری کرنے والی'' کیا ہے اور اس رسی سے وہ رسی مراد ہے جو آگ کی بنی ہوگی اور ستر گز لمبی ہوگی

marfat.com

Marfat.com

اور دوزخ میں اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔

اکثر علماء نے اس کا ترجمہ ایندھن اٹھانے والی کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دن بھر جنگل میں کانٹے اور خاردار ٹہنیاں چنتی رہتی تھی اور رات کو حضور پُرنور ﷺ کے راستہ میں پھینک دیتی تھی بعض روایات میں ہے جب سورۃ تبت نازل ہوئی اور ام جمیل نے سنی غصے سے بے قابو ہوگئی اور اپنے بھائی سفیان کے گھر گئی اور اسے جا کر کہا اے میرے بہادر بھائی کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہوا کہ محمد (رسول اللہ ﷺ) نے میری ہجو کی ہے، کہنے لگا میں ابھی اس کا بدلہ لیتا ہوں۔ پھر تلوار لے کر بجلی کی سرعت کے ساتھ گھر سے نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد تیزی سے بھاگتا ہوا لوٹ آیا۔ ام جمیل نے پوچھا کہ کیا اسے قتل کر آئے ہو؟ ابوسفیان نے بڑی حسرت سے پوچھا اے میری بہن! کیا یہ بات تمہیں خوش کرتی ہے کہ تیرے بھائی کا سر کسی اژدھا کے منہ میں ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا کہ جب میں تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک اژدھا منہ کھولے میری طرف بڑھ رہا ہے اور مجھے نگلنا چاہتا ہے۔ اس کے خوف سے میں پیچھے بھاگ آیا۔

ابتداء میں مشرکین سے مومن عورتوں کے نکاح کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا حضورِ انور ﷺ کی دو صاحب زادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے عقد میں تھیں۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم فوراً ان کی لڑکیوں کو طلاق دے دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میرا تمہارا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔ ابھی ان دو صاحب زادیوں کی رخصتی نہیں ہوئی تھی چنانچہ ظالم باپ کے بے رحم بیٹوں نے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے قلب نازک کو دکھ اور رنج پہنچانے کے لئے انہیں طلاق دے دی۔

اذیت پہنچانے کا کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جس سے انہوں نے رحمت دو عالم ﷺ کو دکھ نہ پہنچایا ہو۔ مندرجہ بالا طریقوں کے علاوہ اپنے بغض باطنی کا اس طرح بھی اظہار کیا کرتے تھے کہ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے حضور پُرنور ﷺ کے کاشانہ اقدس میں ڈال دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابولہب، عقبہ بن ابی معیط۔ حکم بن ابی العاص جو حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے پڑوسی تھے ان کا ہر روز کا یہی معمول تھا۔ حضور پُرنور ﷺ صبر و تحمل کے ساتھ ان کی اس رذیل حرکت کو بھی برداشت فرماتے اور اس کوڑے کو اٹھا کر باہر پھینکتے اور صرف اتنا فرماتے۔

''اے عبد مناف کے بیٹو! تم ہمسائیگی کا حق خوب ادا کر رہے ہو۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۱۰۔ الروض الانف جلد ۱ صفحہ ۱۸۴)

عقبہ بن ابی معیط بے حیائی اور خبث باطنی میں سب سے آگے تھا۔ وہ حضورِ انور ﷺ کا پڑوسی تھا۔ وہ غلاظت اکٹھی کر کے حضور ﷺ کے دروازے پر پھینک دیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں دو شریر پڑوسیوں میں گھرا ہوا تھا ایک طرف ابولہب اور دوسری طرف عقبہ بن ابی معیط تھا۔

Marfat.com

وہ دونوں لید اور گوبرا کٹھا کر کے لے آتے اور میرے دروازے پر آ کر پھینک دیا کرتے۔''

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد ا صفحہ ۲۲۶، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)

اپنے خبث باطنی اور بغض کے باعث ان سے رذیل حرکتیں سرزد ہوا کرتیں۔

ابولہب اس کے باوجود یہ ساری حرکتیں کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چچا اور پڑوسی تھا۔ اس کا گھر آپ کے گھر کے ساتھ متصل تھا۔ اسی طرح آپ کے دوسرے پڑوسی بھی آپ ﷺ کو گھر کے اندر ستاتے تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جو گروہ گھر کے اندر رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا وہ یہ تھا۔ ابولہب، حکم بن ابی العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراثقفی، ابن الاصداء ھذلی۔ یہ سب کے سب آپ ﷺ کے پڑوسی تھے اور ان میں سے حکم بن ابی العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اس طرح ٹکا کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ ﷺ کے اوپر گرتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ ﷺ نے مجبور ہو کر ایک گھروندا بنا لیا تا کہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔

بہر حال جب آپ ﷺ پر یہ گندگی پھینکی جاتی تو آپ ﷺ اسے لکڑی پر لے کر نکلتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے: ''اے بنی عبد مناف یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ پھر اسے ایک طرف ڈال دیتے۔

(الروض الانف جلد ۱ صفحہ ۱۸۴۔ السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۱۶)

ایک روز عقبہ بن ابی معیط نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے رخ روشن پر تھوکنے کی گستاخی کی بجائے اس کے کہ تھوک آگے جائے وہ آگ کا انگارہ بن کر اس کے رخسار پر آ گری اور اس کو جلا کر رکھ دیا جس کا برص کی طرح کا سفید داغ ساری عمر اس کے چہرے پر باقی رہا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۳۶۔ الروض الانف جلد ۱ صفحہ ۱۸۴)

علامہ برہان الدین حلبی نے اپنی کتاب سیرت (السیرۃ الحلبیہ) میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

کہ حضور پُرنور سرورِ دو عالم ﷺ عقبہ بن ابی معیط کے پاس بکثرت تشریف لے جاتے تھے ایک دفعہ عقبہ اپنے سفر سے واپس آیا تو قریش کے تمام روساء کی ضیافت کا اہتمام کیا اور حضور ﷺ کو بھی دعوت دی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ فرمایا جب تک تم **لا الـه الا اللّٰه** کی شہادت نہ دو میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا عقبہ نے کہا! **اشھد ان لا الـه الا اللّٰه و اشھد انك رسول اللّٰه** چنانچہ حضور پُرنور ﷺ نے اس کی ضیافت میں شرکت کی اور کھانا تناول فرمایا۔ فارغ ہو کر لوگ چلے گئے عقبہ، ابی بن خلف کا دوست تھا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ عقبہ نے تو کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے۔

ابی بن خلف اس کے ہاں آیا اور اس سے پوچھا اے عقبہ! کیا تم مرتد ہو گئے ہو اس نے کہا بخدا نہیں۔ بات یہ ہوئی کہ ایک مرد شریف میرے گھر آیا اور اس نے میرا کھانا کھانے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں کلمہ شہادت پڑھوں۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میرے گھر سے کوئی شخص کھانا کھائے بغیر چلا جائے اس لئے زبان سے

marfat.com
Marfat.com

میں نے کلمہ شہادت پڑھا ہے۔ میرے دل نے اسے قبول نہیں کیا۔ ابی بن خلف نے کہا! جب تک تو محمد (ﷺ) سے ملاقات کر کے اس کی گردن پر اپنے پاؤں نہ رکھے' اس کے چہرے پر نہ تھوکے' اس کو طمانچے نہ لگائے اس وقت تک میرا چہرہ دیکھنا تجھ پر حرام ہے۔

عقبہ بن ابی معیط نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا پھر جب عقبہ حضور پرنور ﷺ کے روبرو ہوا تو اس نے رخ انور پر تھوکنے کی جسارت کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو آگ کا انگارہ بنا دیا اور اسے واپس اس کے منہ پر دے مارا' جہاں وہ لگا وہ جگہ جل گئی اور برص کی طرح وہاں سفید داغ پڑ گیا جو اس کی موت تک باقی رہا۔ اس بدبخت کے بارے میں ہی اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ فرقان کی آیات 27 تا 29 نازل فرمائی:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنسَانِ خَذُوْلًا ○

ترجمہ: ''اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو۔ (اور) کہے گا کاش میں نے اختیار کیا ہوتا رسول مکرم کی معیت میں نجات کا راستہ۔ ہائے افسوس کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔ واقعی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن سے اس کے میرے پاس آ جانے کے بعد۔ اور شیطان تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔''

(سورہ الفرقان آیات ۲۷ تا ۲۹)

ابولہب کے بارے میں یہی ہے کہ وہ حضور انور ﷺ کو اپنی زبان سے طعن و تشنیع کر کے غمزدہ کیا کرتا تھا۔ لیکن ابوجہل کی عداوت میں خست اور کمینگی بھی تھی وہ دست تعدی دراز کرنے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد میں تھا۔ ابوجہل ملعون آ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ تبارک تعالیٰ کی نذر مانی ہے کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو سجدہ کی حالت میں دیکھوں گا تو اپنا قدم آپ کی گردن پر رکھوں گا۔ یہ سن کر میں حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے مذموم ارادہ سے آگاہ کیا۔ حضور انور' پیغمبر اوّل و آخر وم اعظم ﷺ غضبناک ہو کر اٹھے اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے' میں نے کہا کہ آج بڑا شر و فساد کا دن ہے۔ حضور پرنور ﷺ نے وہاں جا کر سورہ علق کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچے۔

''ہاں بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو اعمال کے لئے جواب دہ نہ ہونا (مستغنی) دیکھتا ہے۔'' (سورہ علق آیات ۶-۷)

کسی نے ابوجہل کو کہا یہ محمد (ﷺ) ہے۔ اس بد باطن کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کو اس کی نذر یاد دلائے۔ ابوجہل کہنے لگا۔

Marfat.com

''کہ تم وہ نہیں دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ بخدا آسمان کا سارا افق مجھ پر مسدود کر دیا گیا ہے۔''

جب سرکارِ دو عالم ﷺ اس سورت کی انتہا تک پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا۔

امام بخاری سے یہ روایت منقول ہے کہ ابوجہل نے ایک دن کہا اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو میں اپنے پاؤں سے ان کی گردن کو پامال کروں گا۔ جب اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر اس نے ایسا کرنے کی جرأت کی تو فرشتے اس کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور سب لوگ اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کریں گے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۶۶)

ایک روز پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور ﷺ کعبہ شریف کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو یہ مغرور کہنے لگا کیا میں نے یہاں نماز پڑھنے سے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ جتنے میرے دوست ہیں اتنے اور کسی کے نہیں، نبی کریم ﷺ نے اسے جھڑک دیا اسی وقت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور سورہ علق کی آیات 17`18 کا یہ پیغام ربانی سنایا۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝

ترجمہ: ''اسے کہو کہ وہ اپنے دوستوں کو بلائے ہم اپنے فرشتوں کو ان کا دماغ درست کرنے کے لئے بھیج دیں گے۔'' (سورہ علق آیات ۱۷۔۱۸)

جبرئیل نے کہا اللہ کی قسم اگر اس نے اپنے دوستوں کو بلایا تو اسی وقت عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے۔

ایک روز پھر اس بدبخت نے حضورِ انور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو بکنے لگا کہ کیا تمہارے سامنے محمد (ﷺ) اپنے چہرہ کو خاک آلود کرتا ہے یعنی سجدہ کرتا ہے لوگوں نے کہا ہاں۔ اس ملعون نے کہا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند ڈالوں گا۔ اور اس کے چہرے کو گرد آلود کر دوں گا۔

ایک روز حضور پُرنور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ نزدیک آیا تاکہ اپنے خبیث ارادہ کی تکمیل کرے لیکن قریب آتے ہی اچانک الٹے پاؤں پیچھے بھاگا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا (دونوں ہاتھ ہوا میں اس طرح مارنے لگا جیسے اپنا دفاع کر رہا ہو) اسے دوسرے موجود مشرکین نے کہا تمہیں کیا ہو گیا؟ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا میرے درمیان اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے ایک ہولناک منظر ہے اور فرشتے پر مارتے نظر آ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ بدبخت میرے قریب آتا تو فرشتے اس پر جھپٹ پڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور پیکر حلم و رحمت ﷺ کفار کی اذیت رسانیوں کو صبر اور حوصلہ سے برداشت کرتے تھے۔ وہ نابکار حضور پُرنور ﷺ کے حلم کو کمزوری محمول کرتے اور اپنی دل آزاریوں میں اضافہ

marfat.com
Marfat.com

کرتے جاتے اس کے باوجود حضورِ انور ﷺ نے کبھی بھی اور کسی کو بھی بددعا نہ دی کیونکہ یہ لفظ ''بددعا'' ہی شان رحمتہ للعالمین کے خلاف ہے۔ کفار کا مجمع حرم میں لگا ہوا تھا۔ دو تین روز پہلے یہاں سے تھوڑے فاصلے پر لوگوں نے اونٹ ذبح کیے تھے ان کی اوجڑیاں وغیرہ وہاں پڑی تھیں ان میں سے ایک بدبخت کہنے لگا تم میں سے کون ایسا بہادر ہے جو ان بدبودار اوجڑیوں کو اٹھالائے اور جب یہ سجدہ میں گرے ہوں تو ان سڑی' گندی اوجڑیوں کو ان کی گردن اور پشت پر ڈال دے تو مزہ ہی آجائے۔

بدبخت عقبہ بن ابی معیط بولا! یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے میں تیار ہوں وہ گیا اور ان گندی اور بدبودار اوجڑیوں کو اٹھالایا۔ جب نظافت و لطافت کا یہ پیکر دلربا اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوا تو وہ بدبخت اٹھا اور ان غلیظ اوجڑیوں کو حضور پُرنور ﷺ کی مبارک گردن پر ڈال دیا۔ کفار یہ منظر دیکھ کر خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے۔ ہنستے قہقہے لگاتے تھے اور ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اس وقت سات آٹھ سال کی تھی۔ آپ کو کسی طرح سے مشرکین مکہ کی اس خباثت کی اطلاع ہوگئی (اطلاع کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے) آپ وہاں فوراً پہنچیں اور اپنے نازک نازک ننھے ننھے ہاتھوں سے ان اوجڑیوں کو ہٹایا۔ حضورِ انور ﷺ نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ بلند ہوئے۔ یہ دعا کیا تھی اس کے بارے میں نہ پوچھئے اس کے اثر نے کفر و باطل کی بنیادوں کو لرزا کر رکھ دیا' ان کی شوکت و جبروت کے محلوں کو مسمار کر کے رکھ دیا اور کفار مکہ کی ذلت و بربادی اور شکست کے دور کا آغاز ہو گیا۔ اس دعا کا انجام یہ ہوا کہ صرف مکہ ہی نہیں بلکہ سارا جزیرہ عرب جو بتوں کی پرستش کا مرکز بنا ہوا تھا ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو گیا۔ اس ملک کے دشت وجبل، اس کے شہروں کے در و بام، نورِ توحید سے جگمگا اٹھے۔ اور جن بدبختوں نے اللہ کے حبیب ﷺ کی اذیت کے لئے یہ اہتمام کیا تھا ان کی رسوا کن موت کا فیصلہ کر دیا گیا۔

قارئین کرام!

اس سے پہلے میں اپنی اس کتاب میں ایک مکمل باب اس موضوع پر لکھ چکا ہوں کہ حضور پرنور ﷺ نے کبھی بھی اور کسی کو بھی بددعا نہیں دی۔ لفظ ''بددعا'' اور فعل بددعا دونوں ہی نبی کریم ﷺ کی تمام شانوں، عظمتوں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی عطا کردہ رفعتوں کے خلاف ہیں۔ اور خاص طور پر آپ ﷺ کی شان رحمت للعالمینی کی رو سے اس لفظ اور اس عمل کا آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔ میں یہاں اس کی مزید تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس باب کو ایک دفعہ اور غور سے پڑھ لیں۔ وہ باب میری طرف سے مکمل اور واضح ہے۔ یہاں میں صرف یہی گزارش کروں گا کہ آپ ﷺ نے جو دعا فرمائی ہوگی یقیناً اس کا انداز و الفاظ عاجزانہ اور پیش گوئی والا ہوگا۔

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی دعائیں بہت لمبی اور اپنے رب کے حضور عاجزی سے پر ہوتی تھیں۔ آپ

Marfat.com

کا خلق قرآن حکیم ہے بالفاظ دیگر آپ ﷺ کی حیات طیبہ، اُسوۂ حسنہ قرآن حکیم کے مطابق ہے یا قرآن حکیم، فرقان حمید ہی آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کی شان، عظمت، رفعت اور نبوت سب سے بلند و بالا اور عظیم، عظمت کی آخری حدوں تک عظیم ترین ہے۔ ہمیں ایسے لفظ، الفاظ جملے، عبارت و خیال و تحقیق جو آپ ﷺ کے شایان شان نہ ہوں آپ ﷺ سے ہرگز ہرگز منسوب نہیں کرنے چاہئیں۔

اس دعا کے الفاظ یہ تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب رسول، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب ﷺ نے یوں دعا فرمائی، یوں التجا فرمائی:

''اے اللہ، اے حاکم الحاکمین، اے خالق و مالک کائنات تو ہمیں ان سرداران قریش، سرداران قوم مشرکین کے شر سے محفوظ فرما۔ اے اللہ، اے ربِ ذوالجلال تو ہمیں

عتبہ بن ربیعہ

شیبہ بن ربیعہ

ابوجہل بن ہشام

عقبہ بن ابی معیط

ابی بن خلف

امیہ بن خلف

اور ان کے ساتھیوں کے ہر طرح کے شر سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! تو انہیں پکڑ لے، اپنی سخت گرفت میں لے لے۔ اے اللہ یہ لوگ ظالم ہیں اور ہم مظلوم ہیں۔ اے جبار و قہار، اے عزیز الحکیم تو ہی ان سے نمٹ۔ اے قادر مطلق، اے سمیع البصیر تو ان ظالموں کو جلد ان کے اس انجام بد تک پہنچا دے جس کا انہوں نے اپنے آپ کو مستحق بنا لیا ہے اور ہمیں صبر و استقامت دے اور توفیق دے کہ ہم تیرا نام، کلمہ حق تیری رضا کے مطابق بلند کر سکیں۔ آمین۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوجھڑی اوپر ڈال دینے کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدے ہی میں پڑے رہے۔ سر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اوجھ ہٹا کر پھینکی تب آپ ﷺ نے سر اٹھایا۔ پھر تین بار فرمایا اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ ''اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے۔'' جب آپ ﷺ نے ان الفاظ میں اللہ سے مدد طلب کی، دعا کی تو ان سرداران مشرکین پر بہت گراں گزری کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ اس شہر میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نام لے لے کر دعا کی۔ اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔

انہوں نے ساتویں کا بھی نام گنایا۔ لیکن راوی کو یاد نہ رہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس

marfat.com
Marfat.com

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے نام رسول اللہ ﷺ نے گن گن کر لئے تھے۔ سب کے سب بدر کے کنویں میں مقتول پڑے ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۷)

ابن کثیر نے اسے اپنی تصنیف السیرۃ النبویہ میں یوں بیان کیا ہے۔

''عبداللہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام لے کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور' نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ تمام بدر کے میدان میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پھر ان کو ان کے مقتلوں سے گھسیٹ کر لایا گیا اور ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا' سوائے ابی بن خلف یا امیہ بن خلف کے کہ اس کا جسم بھاری تھا اور وہ باہر ہی پھول کر پھٹ گیا' بکھر گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۶۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں اور اس دور کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔ اپنی کوششوں میں پے در پے ناکامیوں کے بعد سرداران مشرکین مکہ نے حضور انور' نبی اکرم ﷺ کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا ہوا تھا اور آپ کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ اپنی ذات میں الجھ جائیں اور ذہنی پریشانی کا شکار ہو کر فروغ دعوت کا کام ترک کر دیں۔ خانہ کعبہ کے قریب ہی امراء قریش جمع تھے موضوع سخن حسب معمول حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کا تبلیغی مشن تھا۔ متوقع اندیشے عذاب جان بنے ہوئے تھے کہ اگر یہ مشن اسی طرح پھیلتا رہا اور دین کی مقبولیت کی شرح یہی رہی اور اس سیلاب تند جولاں کے آگے بند نہ باندھا گیا تو وہ دن دور نہیں جب ہر گھر میں اسلام کی روشنی پھیل جائے گی۔

ان میں سے ایک سردار نے کہا: محمد (ﷺ) نے نئے دین کا تصور دے کر ہمارا سکون و قرار چھین لیا ہے ہم ایک غیرت مند اور بہادر قوم کے بیٹے ہیں عزت و آبرو اور قومی افتخار کی خاطر جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ مگر یہ شخص ہمیں منہ پر گمراہ اور غلط کار کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کے بارے میں بھی اس کا یہی موقف ہے کہ وہ گمراہ اور بے دین تھے اور اب آگ میں اپنی گمراہی اور ضلالت کی سزا بھگت رہے ہیں وہ کہتا ہے یہ بت پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں ان سے کسی فائدے کی آس لگانا عبث ہے۔ لیکن ہماری مجبوری ویدنی ہے کہ ہم سب کچھ اپنے کانوں سے سنتے ہیں مگر کچھ نہیں کر سکتے یہ باتیں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں اب ہم سے مزید صبر نہیں ہوتا ہماری غیرت ملی کا تقاضا ہے کہ اجتماعی کارروائی کریں اور اپنے مفادات کے خلاف اٹھنے والی اس کو تحریک سختی سے دبا دیں۔

وہ ان ہی سوچوں میں گم اور اپنے افکار میں غلطاں تھے کہ اچانک انہوں نے دیکھا حسن و جمال کا پیکر، جاہ و جلال کا بادشاہ، انوار و تجلیات کا منبع، عظمت و حقانیت دین کا نشان اعظم اور تخت نبوت کا آخری تاجدار پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ بصد شان زیبائی خراماں خراماں کعبہ معظمہ کی طرف چلا آ رہا

Marfat.com

ہے۔ ان کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں، غصے سے بھنویں تن گئیں۔ انہوں نے آنے والے پر خونخوار نظریں گاڑ دیں مگر آنے والے بے نیاز تھے وہ اسی شان بے نیازی سے آگے بڑھتے رہے حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف شروع کر دیا۔ قطعاً پرواہ نہ کی کہ معاندین ومنکرین بھرے بیٹھے ہیں اور پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

جب طواف کرتے کرتے اس جتھے کے قریب پہنچے تو ان سردارانِ مشرکین کے خون میں ہیجان پیدا ہو گیا، رگ شرارت پھڑک اٹھی ابی بن خلف نہ رہ سکا، حسب عادت اس نے ایک نازیبا جملہ شعلے کی طرح داغ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (یا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر اس کا ردعمل ظاہر ہوا مگر آپ نے صبر کیا اور طواف جاری رکھا۔ جب دوبارہ ان کے قریب سے گزرے تو پھر انہوں نے کوئی اور چبھتا ہوا فقرہ کسا جس سے حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر غضب کے آثار پیدا ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صبر و ضبط سے کام لیا اور انہیں کچھ نہ کہا۔ جب تیسری بار گزرے تو پھر انہوں نے کوئی طنزیہ بات کہی اب آپ رک گئے اور پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضور انور نبی کریم، مخبر صادق، عالم خفا وغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جلال کے عالم میں فرمایا:

''اے قریش کے گروہ! کیا تم سن رہے ہو؟ خبردار! خدا کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہیں تمہاری ہلاکت کی خبر دینے آیا ہوں۔ (تمہاری ہلاکت کی خبر لایا ہوں)''

یہ پرجلال فرمان سن کر سب کے اوسان خطا ہو گئے، جسموں میں جان نہ رہی۔ پتھر کی بے جان مورتیاں بن گئے۔ اور آنکھوں میں موت کے سائے لہرانے لگے کیونکہ جانتے تھے یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سچے اور سیف زبان ہیں جو کہہ دیتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔ انہیں سارے طنز ومزاح بھول گئے، شیخی اور شوخی کرکری ہو گئی، ہر ایک منت سماجت پر اتر آیا کہ: اے ابوالقاسم! آپ بڑے بردبار اور متحمل مزاج ہیں درگزر فرمائیں اور گھر تشریف لے جائیں کسی کی مجال نہیں کہ آپ کو چھیڑے یا تکلیف پہنچائے، ہم معذرت خواہ ہیں۔

عروہ بن زبیر نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے درخواست کی کہ مجھے کوئی واقعہ سنایئے جب کہ کفار نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بتایا ایک روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے اپنی چادر حضور کی گردن میں ڈال دی اور اسے بل دینے شروع کئے اور اس زور سے بھینچا کہ دم گھٹنے لگا۔ اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ آپ یہ منظر دیکھ کر بے چین ہو گئے آپ نے عقبہ کو اس کے کندھے سے جا پکڑا اور اسے اس زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جا گرا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔

''(بے شرمو) تم ایسی ہستی کو قتل کرتے ہو؟ جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تبارک تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے سامنے اس پر دلائل بھی پیش کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۷۰)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو سے اس سلسلہ میں ایک دوسری روایت بھی منقول ہے۔

عروہ بن زبیر نے ان سے پوچھا کہ قریش کی حضور ﷺ کو اذیت رسانی کا کوئی واقعہ سنایئے تو انہوں نے بتایا ایک روز قریش کے روساء حجر میں اکٹھے تھے۔ رسول کریم ﷺ کا ذکر چل نکلا کہنے لگے کہ ہم نے اس شخص کے طرز عمل پر جتنا صبر کیا ہے کبھی ایسا صبر ہم نے نہیں کیا۔ اس نے ہمیں احمق کہا ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا' ہمارے دین کے عیب نکالے' ہمارے خداؤں کو گالیاں دیں اور ہمارے قومی اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر دیا اس نے ہمیں بہت بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے وہ اس قسم کی گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک حضور پر نور ﷺ دور سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔

• حضورِ انور ﷺ آہستہ آہستہ کعبہ شریف تک پہنچے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کرنے لگے جب قریش کے مجمع کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے پھبتیاں کسیں اور نازیبا جملے کہے جن کو سن کر حضور پُر نور ﷺ کے رخ انور پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ جب دوسری مرتبہ طواف کرتے ہوئے حضورِ انور ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر وہی حرکت کی۔ میں نے دیکھ لیا ناراضگی کے اثرات پھر چہرۂ اقدس پر نمایاں تھے لیکن حضور انور ﷺ خاموشی سے طواف میں مصروف رہے۔ تیسری مرتبہ طواف کرتے ہوئے جب حضور پُر نور ﷺ کا گزر ان کے پاس سے ہوا تو انہوں نے پھر وہی نازیبا حرکت کی۔ تو حضورِ انور ﷺ رک گئے بڑے جلال سے فرمایا۔

''اے گروہ قریش! میری بات سن رہے ہو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس تمہارے قتل و ہلاکت (کی خبر) کا پیغام لے کر آیا ہوں۔''

یہ سن کر قریش کے اوسان خطا ہو گئے سب یوں سہم گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں حتیٰ کہ ان میں سے جو بڑے تیز وطرار تھے وہ بھی بڑی نرمی سے محبت بھری باتیں کرنے لگے۔

''اے ابوالقاسم! تشریف لے جایئے ایسا تلخ جواب آپ کی عادت نہ تھی۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر، جلد ا صفحہ ۴۷۱)

چنانچہ حضور وہاں سے چلے گئے دوسرے روز کفار پھر حجر میں اکٹھے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی ان میں موجود تھا۔ ایک دوسرے کو کل کے واقعہ پر ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے۔ کل تم اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا کیا اور تم نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ پھر جب وہ آیا اور اس نے تمہارے منہ پر تمہیں جھڑکا تو تم جواب تک نہ دے سکے اور خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ تمہارے لئے یہ بزدلی باعث ننگ و عار ہے وہ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ حضور پر نور ﷺ پھر نمودار ہوئے۔ حضور پُر نور ﷺ کو دیکھتے ہی سب نے مل کر حضورِ انور ﷺ پر حملہ بول دیا اور گھیرے میں لے لیا اور بڑبڑانے لگے۔ تم وہ ہو جو ایسا کہتے ہو۔

Marfat.com

تاجدارِ کائنات سرورِ دوعالم ﷺ بڑی جرأت اور حوصلہ سے ان کو جواب دیتے رہے۔ ''ہاں بیشک میں ایسا کہتا ہوں۔'' اسی اثناء میں ایک شخص نے حضور کی چادر کے پلو پکڑ لئے۔ ان کے اس جمگھٹے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ کفار کی اس زیادتی کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ آپ انہیں بلند آواز سے ڈانٹ رہے تھے۔

''خدا تمہیں ہلاک کرے۔ کیا تم ایک ایسی ہستی کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے آپ کے ڈانٹنے سے وہ کافر منتشر ہو گئے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۷۱)

ابن ہشام نے دوسرے دن کی ایذا رسانی کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

دوسرے روز صحن کعبہ میں پھر سب جمع ہو گئے کل کے واقعہ پر تبصرہ ہونے لگا۔ ایک نے کہا: کل انتقام لینے کا بہترین موقعہ ہاتھ آ گیا تھا مگر تم نے ضائع کر دیا ہمیں معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے کی بجائے جارحانہ اقدام کرنا چاہئے تھا۔

اتنے میں پھر حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ طواف کعبہ کے لئے تشریف لے آئے جب ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے زبانی باتوں پر اکتفا کرنے کی بجائے بھاگ کر یک دم آپ کو نرغے میں لے لیا۔ ایک بدبخت نے چادر مبارک پر ہاتھ ڈال دیا، عقبہ بن ابی معیط نے گلے میں کپڑا ڈال کر بل دینے شروع کر دیئے وہ اپنی کارروائی میں بالکل سنجیدہ تھا، اس کی کوشش یہی تھی کہ گلا گھونٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے جب یہ ہوش ربا منظر دیکھا تو عقبہ کو کندھوں سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا جو باقی لوگ تھے انہیں بھی روکا سورہ مومن کی یہ آیت کریمہ (آیت ۲۸) بار بار پڑھتے رہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○

ترجمہ: ''کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے واضح معجزات لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو خود ہی اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگت لے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر تم پر ضرور عذاب نازل ہو گا جس کا وہ تم سے ذکر کرتا ہے''۔ (سورہ مومن آیت ۲۸)

دشمنوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا سر کے بال اس زور سے کھینچے کہ وہ ان کی مٹھی میں آ گئے ڈاڑھی کے بال بھی نوچ لئے۔ اس طرح انہوں نے حرم کعبہ کا لحاظ کئے بغیر اس روز وہ طوفانِ بدتمیزی برپا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خوش تھے کہ ان کی توجہ حضور انور، نبی

marfat.com
Marfat.com

کریم ﷺ کی طرف سے ہٹ کر ان کی طرف مبذول ہوگئی۔ (السیرۃ النبویہ، لابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ سازشی گروہ حسب معمول شرارت اور سازش کا تانا بانا بن رہا تھا۔ حضورِ انورؐ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز و دعا میں مصروف ہو گئے ان غلیظ عناصر کی طرف کوئی دھیان ہی نہ دیا ایک بدبخت بولا۔

''کیا تم اس ریاکار کو دیکھ رہے ہو؟ (نعوذ باللہ) تم میں سے کون جیالا ہے جو قصابوں کے محلے میں جائے اور وہاں سے آنول اور اونٹنی کی اوجھری گوبر اور خون سمیت اٹھا لائے پھر انتظار کرے جب یہ صاحب سجدے میں چلے جائیں تو سب کچھ ان کے کاندھوں پر رکھ دے۔''

یہ شیطانی منصوبہ سب سیاہ مقدوروں کو بڑا بھلا لگا۔ بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور تھوڑی دیر بعد تمام گند بلا اٹھا لایا اور جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ یہ لوگ اس بدتمیزی پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے بہت بے تاب ہوئے مگر کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے کمزور و ناتواں ہونے کے علاوہ اس دیس میں اجنبی تھے اس لئے دوڑتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کے گھر پہنچے اور اہل خانہ کو اطلاع دی کہ بدبخت اوباشوں نے سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے مبارک کندھوں پر اوجھ کا بوجھ رکھ دیا ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو بے قرار ہو گئیں۔ بھاگی بھاگی مسجد میں آئیں اور یہ خوفناک منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گئیں۔ ننھی بچی تھیں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھیں مگر اس وقت ان میں باپ کی محبت نے بجلی بھر دی جس طرح بن پڑا یہ گند پھینکا پھر ان لوگوں کو شرم دلائی جو اس نازیبا حرکت پر خوش ہو رہے تھے۔

اتنے میں حضورِ انور ﷺ بھی نماز سے فارغ ہو گئے اور بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان بدبخت قریشی امراء پر گرفت کے لئے التجا کی اور نام لے کر کہا۔

''اے اللہ! قریش کو پکڑ! اے اللہ قریش کو پکڑ! اے اللہ ابوجہل کو پکڑ! عتبہ شیبہ ولید امیہ عقبہ اور عمارہ سب کو پکڑ اور سخت گرفت میں لے۔''

جب لوگوں نے دعا کے یہ تیور دیکھے تو حواس باختہ ہو گئے کیونکہ جانتے تھے ان کی ہر بات پوری ہو جاتی ہے اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اب وہ ہو کر رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذاتِ برحق کی قسم جس نے حضورِ پُرنورؐ نبی کریم ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا میں نے ان اشخاص کو جن کا نام لے کر آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی بدر کے میدان میں ذلت کے ساتھ پڑا پایا۔ ان کی لاشیں گھسیٹ کر ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ حدیث ۴۹۸)

قارئین کرام!

Marfat.com

مندرجہ بالا بیان کردہ باب "کردار کشی اور ظلم تشدد" میں کہیں کہیں آپ کو ایسا لگا ہوگا کہ ایک ہی واقعہ، روایت کو بار بار کچھ شکل بدل کر لکھ دیا ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک ہی واقعہ کی دو روایات بیان کر دی گئی ہوں وہاں اس کا اس سے بھی زیادہ امکان ہے کہ ایک ہی طرح کے اذیت ناک واقعات کئی دفعہ برپا کئے گئے ہوں۔ کیونکہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے عرصہ دس سال کھلم کھلا، علانیہ دعوت و تبلیغ کے دن سے ہجرت کے دن تک کا عرصہ ان پُر خطر حالات میں اپنے گھر، مکہ اور حرم کعبہ میں گزارے ہیں۔ مشرکین نے تو ظلم و تشدد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ عرصہ دس سال میں نہ جانے اور کتنے کیسے کیسے واقعات وقوع پذیر ہوئے ہوں گے جو ہم تک نہیں پہنچ پائے۔

میرے اس انداز فکر کو، اس خیال کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ یہ پانچ سردارانِ مشرکینِ مکہ ولید بن مغیرہ

عاص بن وائل

حرث بن قیس

اسود بن عبد یغوث اور

اسود بن مطلب

ظلم و تشدد برپا کرنے میں، کردار کشی میں سب سے آگے آگے تھے۔ اس باب میں اب تک جو میں نے ظلم و تشدد زیادتی، ایذا رسانی کے واقعات بیان کئے ہیں ان میں مندرجہ بالا ناموں میں سے صرف ولید بن مغیرہ کا نام آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں نے کچھ کیا ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ظلم و ستم ایذا رسانی اور دیگر اخلاقی جرائم جو انہوں نے کئے وہ کسی نہ کسی سبب ہمارے سامنے نہیں آئے، ہم پر عیاں نہیں ہوئے اس لئے اس باب میں' میں باقی اور سردارانِ مشرکین کے ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کا ذکر نہیں کر سکا ہوں۔

آپ ﷺ کی ہیبت

لیجئے اب پیغمبر اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضور پر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی ایک اور نرالی صفت کے بارے میں، اللہ تبارک تعالیٰ کی ایک خاص عطا کے بارے میں، یعنی کہ آپ ﷺ کی ہیبت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

ان مندرجہ بالا واقعات سے آپ نے اندازہ لگا لیا کہ کفار کے دل میں حضور ﷺ کے بارے میں نفرت، حقارت، عداوت اور عناد کے کتنے جذبات شعلوں کی طرح بھڑک رہے تھے۔ اس سب کچھ کے باوجود حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی محبوب شخصیت کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ اگر بڑے سے بڑا دشمن بھی

marfat.com
Marfat.com

حضور پُر نور ﷺ کے روبرو ہوتا تو تعمیل حکم کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتا۔ اس سلسلہ میں چند حقائق و واقعات پیش خدمت ہیں۔

اللہ توکل

سرداران مشرکین مکہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور وہ کھلم کھلا دعوت وتبلیغ کے دنوں سے تو آپ ﷺ کی جان کے دشمن تھے۔ ان پر خطر حالات میں بھی آپ ﷺ اکثر اکیلے آزادانہ حسب ضرورت حرم اور مکہ میں گھوما پھرا کرتے تھے عبادت کرتے تھے دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

اس دوران سردارانِ مشرکین میں سے کبھی بھی کسی ایک دو نے غلط ارادے سے آپ ﷺ کے نزدیک آنے کی ہمت نہ کی۔ انہوں نے جب بھی کوئی خباثت یا بری حرکت کی ہے وہ اس وقت کی جب ان کی کم از کم پانچ دس ٹولیاں موجود تھیں۔

یہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی ہیبت ہی کا اثر تھا کہ سرداران مشرکین میں سے ہر کوئی جتھہ کے بغیر آپ کے سامنے آنے سے گھبراتا تھا، کتراتا تھا۔

مشرکین کے بدارادے

اسی نوعیت کا تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

معمول کے مطابق تمام دشمن صحن کعبہ میں جمع ہو گئے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنے کا منصوبہ بنانے لگے تجویز یہ طے پائی کہ اب محمد (ﷺ) جونہی نظر آئیں ان پر یکبارگی حملہ کر کے خوب دل کی بھڑاس نکالی جائے پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت چھوٹی سی بچی تھیں انہوں نے مشرکین کی یہ بات سن لی۔ عظیم باپ کے خلاف سازش کی یہ بات سن کر فکر مند ہو گئیں ممکن ہے دشمنوں نے انہیں سنانے ہی کے لئے بلند آواز سے بات کی ہو تا کہ گھر جا کر بات کریں اور خوف وہراس کی فضا قائم ہو۔ ننھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعی پریشان ہو گئیں فوراً جا کر پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور انور، نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ دشمنوں نے آپ کے خلاف مار پٹائی کا پروگرام، منصوبہ بنایا ہے۔ یہ سن کر غیرت نبوت بیدار ہو گئی۔ آپ ﷺ جلال میں آ گئے۔ پیاری بیٹی کو دلاسا دیا اور خوفزدہ ہو کر گھر میں بیٹھنے کی بجائے آپ صحن کعبہ میں تشریف لے آئے اور فتنہ پرداز گروہ کے سر پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں سانپ سونگھ گیا، ایسا رعب طاری ہوا کہ قوت گویائی سلب ہو گئی، کسی میں سر اٹھا کر دیکھنے کا یارا نہ رہا۔ آپ ﷺ نے مٹی ان کے سروں پر پھینکی اور واپس تشریف لے آئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

Marfat.com

مشرکین سے دو دو ہاتھ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ ابو جہل عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف تینوں حطیم کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضور انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لائے اور طواف کعبہ میں مصروف ہو گئے جب پہلے چکر میں شر و فساد کے ان مجسموں کے قریب سے گزرے تو یہ عادت سے مجبور چپ نہ رہ سکے ابو جہل بولا:

خدا کی قسم! جب تک سمندر میں پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہے جس سے صوف کا ایک دھاگہ بھی تر ہو سکتا ہو ہم آپ کے ساتھ مصالحت نہیں کریں گے کیونکہ آپ ہمیں آباؤ اجداد کے معبودوں کی عبادت سے روکتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے میں بھی اس معاہدے پر قائم ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ابو جہل کی یہ مداخلت بہت بری لگی طواف عبادت ہے اور اس دوران ٹانگ اڑانے کا کوئی جواز ہی نہیں مگر وہ ابو جہل ہی کیا جو بے تکی بات نہ کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف میں مشغول ہو گئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا ایک طرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں ان کی انگلیوں میں پیوست کر دیں دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے آپ نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں ان کی انگلیوں میں پیوست کر دیں اس شان سے تینوں طواف کرنے لگے۔

جب ابو جہل کے قریب سے گزرے تو وہ پھر بڑبڑایا اور کوئی گری ہوئی بات کہی۔ تیسرے چکر میں پھر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے بیہودہ جملہ کسا۔ جب چوتھے چکر میں اس کے پاس پہنچے تو وہ آپے سے باہر ہو گیا جیسے کوئی پاگل جنونی ہو وہ وحشی دیوانے کی طرح حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لپکا تا کہ کمر بند پکڑ لے۔ دوسرے دو خبطی بھی اسے دیکھ کر ہیجان میں آ گئے جیسے دورہ پڑ گیا ہو ایسے موقعہ پر رواداری کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا وہ عالم دیوانگی میں کچھ بھی کر سکتے تھے' لہٰذا ان حضرات نے بھی مقابلے کی ٹھان لی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کو زور سے دھکا دیا وہ پیٹھ کے بل جا گرا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو مار بھگایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کو پچھاڑ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور افسوس بھرے لہجے میں انہیں متنبہ کیا۔

''خدا کی قسم! تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ اس کا عذاب جلد نازل ہو جائے۔''

یہ سن کر ان پر کپکپی طاری ہو گئی اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''تم اپنے نبی کے لئے بہت بری قوم ہو۔''

طواف سے فارغ ہو کر حضور پُر نور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ کاشانہ عالیہ کی طرف تشریف لائے جب گھر میں داخل ہونے لگے تو دہلیز پر کھڑے ہو گئے اور تسلی دینے کے لئے فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

''گھبرانے کی ضرورت نہیں خوش ہو جاؤ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، کلمہ کو مکمل کرے گا اور اپنے نبی کی مدد کرے گا یہ لوگ جنہیں تم دیکھ رہے ہو تمہارا صید زبوں (ذلیل شکار) ہیں اللہ کے حکم سے تم انہیں عنقریب ذبح کرو گے۔'' (الوفا باحوال المصطفیٰ، امام ابن جوزی صفحہ ۱۸۹)

آپ نے یہ حیرت انگیز اور جرأت مندانہ پیش گوئی اس وقت فرمائی جب بظاہر حالات بالکل ناسازگار تھے اور ہر طرف دشمنوں ہی کا غلبہ نظر آتا تھا مگر کچھ ہی عرصہ بعد حالات نے پلٹا کھایا دشمنوں کی قوت وشوکت خاک میں مل گئی اور میدان بدر میں اہل حق نے ان صنادید (مشرکین سرداروں) کو ذبح کر کے رکھ دیا۔

اراش کا ایک مظلوم

اراش کا ایک آدمی اپنے اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ آیا۔ ابو جہل کو اونٹ پسند آ گئے اور اس سے خرید لئے۔ لیکن قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ صبح کو دے دوں گا شام کو آ کر رقم لے جانا۔ اس صبح شام کے چکر میں کئی دن گزر گئے وہ بیچارا مایوس ہو گیا' تنگ آ کر وہ وہاں پہنچا جہاں قریش اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے پیغمبر اوّل و آخر واعظم' سرکارِ دو عالم ﷺ بھی حرم شریف میں پاس ہی مصروف عبادت تھے اس مظلوم اور پردیسی شخص نے قریش سے اپنا ماجرا بیان کیا اور فریاد کی کہ کون ہے جو مجھ غریب الوطن اور بے یارومددگار کی امداد کرے اور ابو جہل سے میری رقم لے کر دے۔ قریش نے ازراہ تمسخر حضور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے کہا اگر یہ صاحب ابو جہل کو کہے تو تیرا کام بن جائے گا۔ وہ شخص جو یہاں کے حالات سے بے خبر تھا۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا اور مدد کی درخواست کی۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم' رحمتِ دو عالم ﷺ جو کسی ضرورت مند کو مایوس نہیں لوٹایا کرتے تھے آپ ﷺ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس کو ابو جہل سے اپنے تعلقات کی نوعیت سے آگاہ کر کے معذرت کر دیں، اس طرح تو وہ ناامید ہو جائے گا اس کا دل ٹوٹ جائے گا اور یہ کریم ٹوٹے ہوئے دلوں کو بس جوڑنا ہی جانتے تھے۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ بلا تامل کھڑے ہو گئے اراشی کو ہمراہ لیا۔ اور ابو جہل کے گھر کی طرف چل دیئے۔ کفار نے ایک آدمی کو ساتھ بھیج دیا کہ جائے اور واپس آ کر بتائے کہ کیا بات ہوئی اور کس طرح ابو جہل نے ڈھٹائی اور بے ادبی سے معاملہ حل کرنے سے نہ کر دی۔

سرکارِ دو عالم' تاجدارِ کائنات' حضور پرنور ﷺ ابو جہل کے گھر پہنچے دروازہ بند تھا۔ دستک دی۔ اس نے اندر سے پوچھا۔ کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا محمد (ﷺ) باہر آؤ۔ وہ فوراً باہر آ گیا شدت خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا حضور ﷺ نے اسے فرمایا۔ اس کی رقم ابھی ادا کرو۔ ابو جہل نے دست بستہ عرض کی ابھی رقم حاضر کرتا ہوں۔ گھر کے اندر گیا اور چند لمحوں میں رقم لے کر آیا اور اراشی کے حوالے کر دی حضور انور ﷺ واپس تشریف لائے اور اپنے اراشی مہمان کو رخصت کیا۔ وہ شخص خوش وخرم قریش کی محفل میں آیا حضور انور ﷺ کو

Marfat.com

دعائیں دینے لگا اور شکر ادا کیا کہ حضور پُر نور ﷺ نے خود قدم رنجہ فرما کر مجھے ساری رقم لے کر دی ہے۔

اتنے میں وہ آدمی بھی پہنچ گیا جسے قریش نے بھیجا تھا۔ سب نے بڑی بے صبری سے پوچھا بتاؤ کیا دیکھا؟ کہنے لگا عجیب وغریب بات دیکھی۔ جونہی آپ نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی اور بتایا کہ میں محمد (ﷺ) ہوں باہر آؤ۔ اسی وقت وہ باہر آیا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ گویا اس کے جسم میں جان ہی نہیں آپ (ﷺ) نے فرمایا اس کا حق ابھی ادا کرو۔ کہنے لگا ابھی تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔ گھر کے اندر گیا اور ساری رقم لا کر اراشی کی جھولی میں ڈال دی۔

تھوڑی دیر گزری ابوجہل بھی منہ لٹکائے آ گیا۔ سب نے اس کو گھیر لیا اور کہنے لگے تیرا برا ہو تو نے یہ کیا کیا۔ کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ مجھ پر کیا بیتی۔ میں گھر میں تھا جب انہوں نے باہر سے آواز دی۔ میں خوف و دہشت سے لرز گیا۔ جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک بڑی کھوپڑی اور ایک موٹی گردن والا اونٹ مجھ پر لپک رہا ہے۔ اگر میں ذرا لیت ولعل کرتا تو وہ مجھے چبا ڈالتا۔

زبیدی مظلوم

اراشی کے ساتھ جو گزری تھی اسی قسم کا ایک واقعہ زبیدی کو بھی پیش آیا۔ زبید یمن کا ایک شہر ہے۔ وہاں کا ایک آدمی اپنے تین اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ لے آیا۔ ایک روز وہ حرم شریف میں آیا۔ جہاں جہاں قریش مجلسیں جمائے بیٹھے تھے۔ وہاں گیا ہر جگہ جا کر یہ فریاد کی کہ گروہ قریش! اب کون تمہارے پاس سامان تجارت لے کر آیا کرے گا۔ کون دور دراز کے علاقوں سے خورونوش کی چیزیں اونٹوں پر لاد کر تمہارے لئے آئے گا اور کون سا احمق تاجر ہے جو تمہاری منڈیوں میں اپنا سامان فروخت کرے گا۔ تمہاری یہ حالت ہے کہ تم حرم کا پاس بھی نہیں کرتے۔ جو شخص تمہارے پاس آتا ہے اس پر تم ظلم و تعدی کرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ قریش کی تمام مجالس میں گیا لیکن کسی نے اس کی دادرسی کرنے کا دم نہ بھرا۔

سرکارِ دو جہاں حضور پُر نور ﷺ بھی صحن حرم میں تشریف فرما تھے۔ حضور کے کئی پیروکار بھی حاضر خدمت تھے۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ زبیدی یہاں پہنچا اور اپنی فریاد دہرائی۔ رحمت عالم نے پوچھا، تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے اپنا ماجرا کہہ سنایا کہ میں فروخت کرنے کے لئے تین اونٹ اپنے ساتھ لے آیا تھا میرے اونٹ بہترین اونٹ تھے۔ ابوجہل نے میرے ساتھ سودا کرنا چاہا اور ان اونٹوں کی صحیح قیمت سے ایک تہائی قیمت بتائی۔ میں نے اتنی کم قیمت پر اپنے اعلیٰ نسل اونٹ فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اب مجھے یہاں کئی دن گزر گئے ہیں۔ لیکن لوگ ابوجہل سے ڈرتے ہیں اور اس سے زیادہ قیمت دینے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے ابوجہل نے اتنی کم قیمت لگا کر میرے اونٹوں کی قیمت گرا دی۔ اور مجھ پر ظلم کیا۔

اس کی داستان الم سن کر حضور ﷺ نے پوچھا تیرے اونٹ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کی یہ سامنے

marfat.com

Marfat.com

''حزورۃ'' میں بندھے ہیں۔ حضور اپنے پیروکاروں کے ہمراہ ان کے پاس تشریف لے گئے انہیں دیکھا واقعی وہ بڑی اعلیٰ قسم کے اونٹ تھے۔ حضور ﷺ نے زبیدی سے قیمت پوچھی۔ جو قیمت اس نے مانگی وہی اسے دے دی اور اسے خوش کر دیا۔ امور تجارت کے اس ماہر نبی ﷺ نے ان میں سے دو اونٹ اتنی قیمت کے فروخت کر دیئے جتنی قیمت حضور ﷺ نے تین اونٹوں کی دی تھی۔ ایک اونٹ زائد بچ گیا۔ وہ اونٹ فروخت کیا اس کی جو قیمت ملی اسے بنو عبدالمطلب کے خاندان کی بیواؤں میں تقسیم فرما دیا۔

ابو جہل بازار میں ایک جگہ بیٹھا یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسے تاب گفتگو نہ تھی۔ گویا اسے سانپ سونگھ گیا ہو پھر حضور پرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اکیلے اس کے پاس تشریف لے گئے اسے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا

''اے عمرو! خبردار! اگر تم نے پھر ایسی حرکت کی تو تمہیں عبرتناک سزا ملے گی۔''

حضور ﷺ کا یہ فرمان تنبیہ سن کر اس دشمن خدا کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کوئی گستاخانہ جواب دے سکے۔ بلکہ بڑی عاجزی سے عرض پرداز ہوا۔

''میں پھر ایسی حرکت نہیں کروں گا' ہرگز نہیں کروں گا۔''

اس کے بعد حضور انور ﷺ تشریف لے گئے۔

حضور ﷺ کے چلے جانے کے بعد امیہ بن خلف اور دوسرے کفار اکٹھے ہو کر آ گئے اور ابوجہل کو کہنے لگے تو نے ہم سب کو محمد (ﷺ) کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ یا تو تو اس کی بیعت کرنا چاہتا ہے اور یا تو اس سے سخت مرعوب ہو گیا ہے کہ تیرے منہ سے بات تک نہ نکلی اور بزدلوں کی طرح سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھا رہا۔

اس نے کہا یقین کرو میں کسی قیمت پر ان کا اتباع نہیں کروں گا۔ تم نے جس حالت میں مجھے دیکھا ہے اس کی وجہ اور تھی جب وہ میرے پاس آیا تو اس کے دائیں بائیں طاقتور نوجوانوں کے دستے تھے جنہوں نے ہاتھوں میں نیزے پکڑے ہوئے تھے اور انہیں لہرا رہے تھے۔ اگر میں ان کے دستے کی مخالفت کرتا تو فوراً وہ اپنے نیزے مجھے گھونپ دیتے اور میرے پرزے پرزے اڑا دیتے۔ اس ڈر کی وجہ سے میں گربہ مسکین (بھیگی بلی) بنا بیٹھا رہا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی شامی جلد ۲ صفحہ ۵۵۲)

Marfat.com

قرآن حکیم کی تاثیر

سرداران مشرکین پر اثر انہیں حقیقت کی پہچان' وائے رے ان کی بدنصیبی

قارئین کرام!

یہ واقعات بھی اسی دور کے ہیں جس دور میں مشرکین مکہ نے حضور پر نور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو آپ ﷺ کے پیروکاروں کو ہر جگہ ہر روز موقع بے موقع ستانا، اذیت دینا، دست درازی کرنا اپنا معمول بنالیا تھا اور وہ تحریک دین اسلام کو ان ہی مراحل میں یا ابتدائی مراحل میں ہی ختم کر دینے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے اور انہیں یہ خام خیالی تھی کہ وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان واقعات کا تعلق بھی نبی کریم ﷺ کی ذات پاک سے، تحریک دین اسلام سے اور قرآن و دین سے ہے اس لئے یہ بھی تاریخ اسلام کا ایک اہم اور قابل بیان حصہ ہیں۔

ان واقعات سے اہل بصیرت کو اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہ کی حکمت کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ ان واقعات میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی شان، بلکہ ہر وقت ایک نئی شان نظر آتی ہے کہ مشرکین مکہ کے بھی دل کلام رب للعالمین سے متاثر ہوتے تھے لیکن سرداران مشرکین مکہ نے تو عالم ارواح ہی میں اپنی بدنصیبی خود لکھوالی تھی کہ حق و سچ کو جانتے پہچانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لائے۔

ان واقعات میں آپ کو کہیں کہیں یہ بھی نظر آئے گا کہ چند سرداران مشرکین تو اچھے خاصے دانشمند سمجھ دار، دوراندیش لوگ تھے (یا ان پر قرآن حکیم کلام رب العالمین سننے کا وقتی یا عارضی اثر ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے ایسا تھا) جن کی بات، رائے بھی بہت صائب (درست، ٹھیک) اور نپی تلی ہوتی تھی۔ آپ عتبہ بن ربیعہ (ابو ولید) جو قریش کے رئیسوں میں سے ایک بڑا رئیس تھا اور سرداران مشرکین مکہ میں بھی ایک چوٹی کا سردار تھا، کے بارے میں گزشتہ صفحات میں قدرے تفصیل سے پڑھ آئے ہیں۔ یہاں میں صرف اس نکتہ نگاہ کی وضاحت کے لئے اس کی صرف وہ رائے پیش کر رہا ہوں جو اس نے پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ سے سورہ حم سجدہ کی ۳۷ آیات مبارک سننے کے بعد اپنی قوم کو دی۔ مگر ہائے صد افسوس اس کی ابدی بدنصیبی

marfat.com
Marfat.com

یہ کہ اس نے اپنی اس سمجھ دانش کو اپنی ''جھوٹی انا'' کی بھینٹ چڑھا دیا۔

دیکھئے اس نے قرآن حکیم سے کتنا اچھا اثر لیا اور اپنی قوم کو کتنی صاف، واضح، جامع، خوبصورت اور بہترین رائے دی ہے۔ اس کا مختصر پس منظر یوں ہے کہ سرداران مشرکین مکہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ حضور انور ﷺ نے تحریک دین اسلام دنیاوی جاہ و حشمت، مال و دولت کے لئے شروع کی ہے۔ عتبہ بن ربیعہ اپنے باقی سرادران مشرکین مکہ سے باہم صلاح مشورے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اپنی چار تجاویز پیش کرنے آیا کہ ان میں سے جو بھی آپ ﷺ چاہتے ہوں پسند کریں اس پر مشرکین مکہ دل و جان سے عمل کریں گے۔ اس نے اس وقت حضور پرنور ﷺ سے تمیز اور سلیقے سے بات کی۔

اس کا اقتباس برائے ملاحظہ پیش خدمت ہے۔

اللہ کا حبیب اپنے ربّ کا کلام پڑھتا جا رہا تھا اور عتبہ دم بخود سنتا جا رہا تھا اس نے اپنے بازو پیٹھ کے پیچھے زمین پر ٹیک لئے تھے۔ حضور نے ﷺ آیت سجدہ تک اس صورت (سورہ حم سجدہ) کی تلاوت کی اور پھر خود سجدہ کیا۔ پھر حضور انور ﷺ نے عتبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

جو تجھے سننا چاہئے تھا وہ تم نے سن لیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام''۔

عتبہ اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اسے آتا دیکھ کر وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ عتبہ جو آ رہا ہے یہ وہ نہیں جو گیا تھا۔ اب اس کا چہرہ بالکل بدلا ہوا ہے اتنے میں عتبہ آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ بولے فرمائیے۔ کیا کر آئے ہو؟ اس نے کہا میں نے وہاں ایک ایسا کلام سنا ہے بخدا میں نے اس سے پہلے اس جیسا کبھی نہیں سنا۔ بخدا نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے اور نہ کہانت ہے۔ اے قومِ قریش! میری بات مانو اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ جو کلام میں سن کر آیا ہوں خدا کی قسم اس کا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اگر عرب کے دوسرے قبائل اس کے ساتھ جنگ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں تو تمہارا مطلب بغیر کسی تکلیف کے پورا ہو گیا۔ اگر سارے عرب پر اس نے غلبہ پا لیا اور ان پر حکومت قائم کر لی تو وہ حکومت تمہاری ہی ہو گی۔ وہ عزت جو اس وقت اسے ملے گی وہ بھی تمہاری عزت ہو گی۔ اس طرح تم خوش نصیب ترین قوم ہو گے کہ بغیر کشت و خون کے تم عرب کے تاج و تخت کے مالک بن جاؤ گے۔

وہ یہ سن کر چیخ اُٹھے اے ابوالولید! اس کی زبان کا جادو تم پر چل گیا ہے اور تم بھی اپنے مذہب سے مرتد ہو گئے ہو۔ عتبہ بولا: میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی اب جو تمہاری مرضی وہ کرو۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' امام یوسف صالحی' جلد 2 صفحہ 449)

قرآن کریم کی اثر آفرینی کی چند اور مثالیں

کفار اگرچہ ضد اور تعصب کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے لیکن ان میں یہ جرأت بھی نہ تھی کہ حضور انور ﷺ کی

Marfat.com

دعوت حق کو کلیۃً مسترد کر دیں۔ اس پاکیزہ اور رسیلی صدا کی گونج وہ اپنے نہاں خانہ دل میں واضح طور پر محسوس کرتے تھے جب کبھی انہیں خلوت میسر آتی یا رات کے سناٹے میں ان کی آنکھ کھل جاتی وہ اس دعوت کے اثرات کو اپنے آبائی عقائد پر یلغار کرتے ہوئے چھا جاتے ہوئے محسوس کرتے اور اس یلغار کے سامنے انہیں اپنے توہمات کے یہ قلعے ریت کے گھروندے محسوس ہونے لگتے۔ اپنے دلوں کی اس بے چینی سے نجات پانے کے لئے وہ طرح طرح کے حیلے کرتے لیکن بے چینی ذہنی خلفشار اور قلق ان کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ انتہائی ضبط اور احتیاط کے باوجود کفر کے بڑے بڑے سرغنوں کی زبان پر بے ساختہ ایسے فقرے آ جاتے جو اس کشمکش کا راز فاش کر دیتے جو ان کے قلوب و اذہان میں بڑے زور و شور سے برپا تھی۔ مثال کے طور پر چند واقعات ملاحظہ فرمایئے۔

ابو جہل، اخنس بن شریق، ابو سفیان کا چھپ چھپ کر فرقان حمید کا سننا

سچ تو یہ ہے کہ بہت سے کافر ایسے تھے جن کے دلوں کو قرآن کے حسن اعجاز نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ وہ یہ مانتے تھے کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں لیکن انہیں حسد اور بغض اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ اسلام کو قبول کرنے کا اعلان کریں۔ آیات قرآنی کی تلاوت سننے کا شوق صرف معمولی قسم کے لوگوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی اس کے سننے کے متوالے تھے جو دنیائے کفر کے رکن اعظم تھے۔ چنانچہ امام ابن ہشام نے اپنی سیرت کی شہرہ آفاق کتاب میں ایک حیران کن واقعہ قلم بند کیا ہے۔

حضور پرنور نبی کریم ﷺ رات کے وقت تنہائی میں قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات اس روح پرور تلاوت کو سننے کے شوق میں ابوسفیان آیا اور چپکے سے ایک کونہ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ پھر ابو جہل رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور انور ﷺ کی جاں نواز تلاوت کو سننے کے لئے اس مجلس میں آیا اور ایک گوشہ میں چھپ کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ تلاوت قرآن کریم سننے کی کشش ایک تیسرے کافر اخنس بن شریق کو بھی محفل میں کھینچ لے آئی وہ بھی دبک کر کہیں بیٹھ گیا۔ تینوں کٹر کافر اور اسلام کے خون آشام دشمن تھے۔ لیکن قرآن سننے کے شوق میں یہاں چھپ کر بیٹھے تھے اور انہیں ایک دوسرے کا کوئی علم نہ تھا۔ رات بھر یہ نورانی تلاوت نور برساتی رہی۔ یہ لوگ کیف و مستی میں ڈوبے بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان تینوں کی ملاقات ہو گئی لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے اور ایک دوسرے کو منع کیا کہ ایسی محفل کے سننے سے باز آئیں اگر سادہ لوح لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ہم بھی رات بھر چھپ چھپ کر قرآن سنتے ہیں تو ان کا عقیدہ متزلزل ہو جائے گا۔

انہوں نے ایک دوسرے کو خبردار کیا کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ جب دوسری رات آئی تو ان تینوں سے صبر نہ ہو سکا۔ تلاوت سننے کی بے قراری ہر ایک کو پھر وہاں کھینچ لائی ہر ایک یہی سمجھ رہا تھا کہ صرف وہی آیا ہے اور کوئی نہیں آیا۔ حسب معمول وہ اپنی اپنی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی رات پل بھر میں

marfat.com
Marfat.com

بیت گئی۔ صبح کا اجالا پھیلنے لگا۔ سب اٹھے اور گھروں کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں پھر اچانک ایک دوسرے کا سامنا ہو گیا پھر ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے اور پھر تاکید کی کہ آئندہ یہ غلطی نہ کرنا ورنہ ہماری اس جرأت سے بے وقوف لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ تیسری رات نے جب اپنے پر پھیلائے اور ساری کائنات ظلمت شب میں ڈوب گئی تو ان کے ذوق وشوق کی چنگاری پھر سلگنے لگی۔ اور انہوں نے بے قابو اور بے اختیار ہو کر پھر ادھر کا رخ کیا جہاں سے اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کی دلکش آواز تلاوت سنائی دے رہی تھی۔ یہ رات بھی بہت جلد سحر آشنا ہو گئی۔ وہ بھی اپنی اپنی جگہوں سے اٹھے اور گھروں کو روانہ ہوئے اور پھر راستہ میں تینوں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ ندامت وشرمندگی سے ایک دوسرے سے آنکھیں ملانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے پھر تینوں نے پختہ عہد کیا کہ آئندہ نہیں آئیں گے اور تینوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم یہاں سے رخصت نہیں ہوں گے جب تک پھر یہاں واپس نہ آنے کا پکا عہد و پیمان نہ کر لیں اور انہوں نے عہد و پیمان کر لیا۔

جب صبح ہوئی۔ اخنس بن شریق نے عصا پکڑا اور اس پر ٹیک لگاتا ہوا ابوسفیان کے گھر آیا اور اسے کہا۔

''اے ابو حنظلہ (ابوسفیان کی کنیت) مجھے بتاؤ جو کلام تم نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔''

''ابوسفیان نے جواب دیا! اے ابوثعلبہ (یہ اخنس کی کنیت ہے) بخدا بعض چیزیں جو میں نے سنی ہیں ان کو میں جانتا تھا اور ان کا مفہوم بھی مجھے معلوم ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو نہ میں جانتا تھا اور نہ مجھے ان کا مفہوم معلوم ہے۔''

اخنس نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس کی تم نے قسم کھائی ہے میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اخنس ابوجہل کے گھر گیا اور اس سے پوچھا۔

''اے ابوالحکم! جو تم نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔''

ابوجہل نے کہا:

''میں نے کیا خاک سنا؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور بنو عبد مناف کا جھگڑا اس بات پر تھا کہ قوم کا سردار کون ہے؟ اس شرف اور سیادت کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بھی اپنے دستر خوان کو وسیع کیا اور ہر غریب مسکین کو کھانا کھلایا اور ہم نے بھی ان سے بازی لے جانے کے لئے دستر خوان کو وسعت دی اور ہر غریب مسکین کی ضیافت کا اہتمام کیا انہوں نے بھی لوگوں کے بوجھ اٹھائے اور ہم نے بھی بوجھ اٹھائے۔ انہوں نے بھی اپنی فیاضی سے مانگنے والوں کی جھولیاں بھریں۔ ہم نے بھی اس بات میں ان سے سبقت لے جانے کی کوشش میں اپنی سخاوت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اور جب ہم باہم مقابلہ کے دو گھوڑوں کی مانند ہو گئے تو انہوں نے اچانک اعلان کر دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو نبوت ملی ہے اور اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ ہم یہ دعویٰ

Marfat.com

کیسے کر سکتے تھے۔ بخدا ہم تو اس پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد اصفحہ ۳۳۷، ۳۳۸)

یہ سن کر اخنس اٹھا اور اس کو خشمناک حالت میں بڑیں ہانکتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا۔ قرآن کریم کا حسن بیان اور زور استدلال ہر سننے والے کو اندر ہی اندر متاثر کر رہا تھا۔ وہ سچائیاں جو اس کتاب مجید نے بیان کی تھیں ان کی وہ تردید نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دلائل جن سے اس فرقان حمید کے صفحات جگمگا رہے تھے ان کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

نضر بن حارث

نضر بن حارث بھی قریش کا ایک رئیس تھا اور سردار جو پرلے درجے کا بد باطن اور خبیث النفس شخص تھا۔ اس کا شمار شیاطین قریش میں ہوتا تھا اور اس کا دل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغض اور عناد سے لبریز تھا۔ یہ شخص سرداران مشرکین کی مشاورت سے تحریک دین اسلام میں روڑے اٹکانے کی غرض سے حیرہ گیا وہاں سے ایران کے بادشاہوں اور وہاں کے پہلوانوں، رستم واسفندیار کے قصے کہانیاں سیکھ کر واپس آیا اور اپنے ساتھ ان کہانیوں کی کتابیں بھی لے آیا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے مواعظ حسنہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جاتے تو یہ اس مجلس میں آکر براجمان ہو جاتا اور لوگوں کو ایران کے بادشاہوں اور پہلوانوں کے عجیب وغریب قصے اور کہانیاں سناتا۔ پھر کہتا میرے جیسا حسن بیان کسے میسر ہے؟ جس طرح میں دل نشین انداز سے میں ان تاریخی واقعات کو بیان کرتا ہوں بھلا اور کون کر سکتا ہے۔

اس قماش کا آدمی جس کی رگ وپے میں اسلام کی عداوت سرایت کئے ہوئے تھی وہ بھی قرآن کریم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ابو جہل نے جب اپنے منصوبہ کی ناکامی کی وجہ بیان کی کہ وہ کیوں نہ حسب وعدہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پتھر کا نشانہ بنا سکا تو نضر بن حارث بھی اسی محفل میں موجود تھا اس سے ضبط نہ ہو سکا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یوں گویا ہوا۔

اے گروہ قریش! جس بڑی مصیبت میں تم مبتلا ہو اس سے نجات کی کوئی صورت تمہیں نہیں سوجھتی۔ یہ وہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو کل تک جب جوان تھا تو سب کی آنکھوں کا نور تھا۔ تم میں سے سب سے زیادہ سچی بات کرنے والا تھا۔ تم میں سب سے زیادہ دیانتدار اور امین تھا۔ آج جب اس کی کنپٹی کے بالوں میں سفیدی آ گئی ہے اور تمہارے پاس ایک مخصوص پیغام لایا ہے جو تم نے سن لیا ہے تو آج تم کہتے ہو کہ یہ جادوگر ہے، نہیں بخدا وہ جادوگر نہیں ہے۔ ہم نے جادوگر بھی دیکھے ہوئے ہیں اور ان کی گرہیں لگا کر ان میں پھونک مارنے کے انداز بھی ہمیں معلوم ہیں۔ آج تم کہتے ہو وہ کاہن ہے، نہیں بخدا وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہن دیکھے ہیں اور ان کے مسجع، مقفّیٰ جملے بارہا سنے ہیں آج تم کہتے ہو وہ شاعر ہے نہیں بخدا وہ شاعر نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ہمیں شعر کی حقیقت معلوم ہے۔اس کی ساری صنفوں سے بھی ہم باخبر ہیں آج تم کہتے ہو وہ مجنون ہے نہیں بخدا وہ مجنون نہیں ہے ہم جنون کی حالت سے بھی بے خبر نہیں اور حالت جنون کی وسوسہ اندازیوں اور خلط ملط سے بھی ہم خوب واقف ہیں۔اے گروہ قریش! اپنی حالت پر مزید غور کرو۔ بے شک تمہیں ایک بڑی مشکل صورت حال کا سامنا ہے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰)

ولید بن مغیرہ کے خیالات

ولید بن مغیرہ بہت چالاک، عمر میں سب سے بڑا اور حالات پر گہری نظر رکھنے والا گھاگ قسم کا شخص تھا۔ حج کا موسم قریب آ رہا تھا۔ جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے آنے والے حاجیوں کے قافلوں کی آمد آمد تھی۔ اہل مکہ اپنے ان مہمانوں کی پیشوائی اور خاطر مدارت کے لئے انتظامات میں مصروف تھے۔ایک روز سب اکابر قریش ولید بن مغیرہ کے پاس جمع تھے ایام حج کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے باہم مشورے کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ، عمر میں بھی سب سے بڑا تھا اور قومی معاملات میں وسیع تجربہ رکھنے کے باعث لوگ اس کی عزت و احترام کرتے تھے۔اسی نے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اس نے کہا۔

تمہیں معلوم ہے کہ حج کا موسم آ گیا ہے۔ دور دراز علاقوں سے مختلف قبائل کے وفود یہاں آئیں گے یہ خبر تو ہر جگہ پہنچ چکی ہے کہ یہاں ایک ایسا شخص ظاہر ہوا ہے جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

ان کی عبادت کی بجائے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ باہر سے آنے والے لوگ اس کے بارے میں ضرور ہم سے پوچھیں گے۔ اگر ہم نے ایک متفقہ جواب نہ دیا بلکہ ہر ایک نے الگ الگ جواب دیا تو وہ لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہمیں جھوٹا بھی سمجھیں گے۔اس لئے ہمیں اس کے بارے میں ایک جواب پر متفق ہو جانا چاہئے آج ہم اتفاق سے اکٹھے بیٹھے ہیں۔اس کے بارے میں ہمیں کوئی فیصلہ کر لینا چاہئے سب نے کہا اے ابا عبد شمس! (ولید بن مغیرہ کی کنیت) آپ ہی کہیں۔ آپ سے زیادہ سیانا اور کون ہے' آپ جو طے کریں گے اس پر ہم سب عمل کریں گے۔اس نے کہا نہیں آپ لوگ بتائیں میں سنوں گا۔ولید کے اصرار پر لوگوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار شروع کیا کسی نے کہا کہ ہمیں لوگوں کو بتانا چاہئے کہ یہ کاہن ہے۔ ولید نے بخدا وہ کاہن تو نہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے نہ اس کے کلام میں کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے اور نہ سجع ہے۔ چند اور لوگ بولے پھر ہمیں کہنا چاہئے کہ یہ مجنون ہے۔ ولید نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا۔ کہا وہ ہرگز مجنون نہیں۔ جنون کی کوئی ایک نشانی بھی تو اس میں نہیں پائی جاتی۔ نہ اس کے اعضاء از خود کپکپاتے ہیں اور نہ اس کی زبان سے کوئی مہمل اور بے معنی بات نکلتی ہے چند اور نے یہ تجویز پیش کی کہ پھر بہتر ہے کہ ہم اسے شاعر کہیں۔ ولید نے کہا ہم اسے شاعر کیونکر کہہ سکتے ہیں ہم خود اہل زبان ہیں شعر کی تمام صنفوں سے بخوبی واقف ہیں جو کلام محمد (ﷺ) سناتے ہیں وہ شعر کی جملہ صنفوں سے کسی صنف کے نیچے مندرج نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

ساری محفل پر سکوت چھا گیا دیر تک سر جھکائے سوچ و بچار کرتے رہے پھر کسی نے سر اٹھایا اور کہا ہم اسے ساحر کہیں گے ولید نے اس رائے کو بھی مسترد کر دیا کہ کیا ہم جادوگروں اور ان کے جادو سے واقف نہیں؟ نہ یہ ان کی طرح پھونکیں مارتے ہیں نہ دھاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں۔ جب ان پیش کردہ ساری آراء کو ولید نے خلاف حقیقت اور غلط قرار دے دیا تو سب نے عاجز ہو کر کہا کہ پھر تم ہی بتاؤ کہ ہمیں لوگوں کو ان کے بارے میں کیا بتانا چاہئے۔ ولید نے کہا۔ بخدا! جو کلام یہ سناتے ہیں اس میں ایک عجیب قسم کی مٹھاس ہے یہ ایسا سرسبز وشاداب تنا ہے جس سے بے شمار شاخیں پھوٹی ہوئی ہیں اس کی ٹہنیاں پکے پھلوں سے لدی ہوئی ہیں۔ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی ہم کہیں گے تو لوگ جھٹ کہیں گے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ لیکن اب اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان کے بارے میں ہم سے جو کوئی پوچھے تو ہم کہیں کہ وہ ساحر ہے اس نے اپنے سحر کے اثر سے باپ سے بیٹے کو بھائی سے بھائی کو شوہر سے بیوی کو دوست کو دوست سے جدا کر دیا ہے اور سارے قبیلے میں پھوٹ ڈال دی ہے۔

آخر اسی بات پر اتفاق رائے ہو گیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب ایام حج میں حجاج کے قافلے مختلف سمتوں سے آنے شروع ہوئے تو یہ لوگ مختلف راستوں پر بیٹھ گئے اور جو شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان سے دریافت کرتا سب وہی طے شدہ جواب دیتے کہ وہ بڑا جادوگر ہے اس نے اپنے جادو کے زور سے مکہ کے پرامن معاشرہ میں فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے۔

قارئین کرام! ان واقعات سے آپ اندازہ لگا لیا کہ سرداران مشرکین مکہ اور مکہ کے دانشور خوب سمجھتے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہ کاہن ہیں نہ مجنون نہ شاعر ہی اور نہ ساحر۔ قرآن کریم کے بارے میں بھی وہ دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے تھے کہ یہ کلام بہت بااثر ہے اور کہتے تھے کہ اسلام کے شجر دعوت کا تنا اتنا سرسبز و شادات ہے کہ اس سے بے شمار شاخیں پھوٹ رہی ہیں اور ہر شاخ میٹھے اور پکے ہوئے پھلوں سے بھری' لدی جھوم رہی ہے۔

ولید نے قرآن کریم کے بارے میں جو رائے دی۔ اس کے یہ الفاظ ہیں۔

''ایسا پھل جو پکا ہوا ہو اور جس کے توڑنے والے توڑتے ہیں۔'' (یعنی کہ میٹھا مکمل پکا ہوا پھل جس سے نصیبوں والے فائدہ اٹھاتے ہیں' کھاتے ہیں)

یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود وہ حضور انور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے یہ ان کی حرماں نصیبی تھی جس کا سب سے بڑا سبب ان کا اندھا تعصب تھا۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴)

چنانچہ اسی ولید کے بارے میں قرآن کریم کی سورہ مدثر کی ۱۱ تا ۲۵ آیتیں نازل ہوئیں۔

marfat.com
Marfat.com

ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ۝ وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۝ وَّبَنِیۡنَ شُهُوۡدًا ۝ وَّمَهَّدۡتُّ لَهٗ تَمۡهِیۡدًا ۝ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ۝ کَلَّا ؕ اِنَّهٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ۝ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ۝ اِنَّهٗ فَکَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَاسۡتَکۡبَرَ ۝ فَقَالَ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۝ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ۝

ترجمہ: ''آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور دے دیا ہے اس کو مال کثیر اور بیٹے دیئے ہیں جو پاس رہنے والے ہیں اور مہیا کر دیا ہے اسے ہر قسم کا سامان پھر طمع کرتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں۔ ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ اس نے غور کیا اور پھر اک بات طے کر لی اس پر پھٹکار اس نے کتنی بری بات طے کی۔ اس پر پھر پھٹکار کیسی بری بات اس نے طے کی۔ پھر دیکھا پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو جو پہلوں سے چلا آتا ہے یہ نہیں مگر انسان کا کلام۔'' (سورۃ مدثر آیات ۱۱ تا ۲۵)

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق باہر سے آنے والے حاجیوں کو حضور انور ﷺ کے بارے میں یہی بتایا کہ آپ ساحر ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قافلے واپسی میں جہاں جہاں سے گزرتے اور جہاں جہاں پہنچے وہ حضور پرنور ﷺ کے بارے میں سب کو کچھ نہ کچھ ضرور بتاتے گئے۔ چنانچہ حضور انور ﷺ کے ذکر خیر سے عرب کی سرزمین کا چپہ چپہ گونجنے لگا۔

مشرکین مکہ کا یہودی علماء کی معرفت صداقت نبوت کا جانچنا

بت پرست طاغوتی طاقتوں نے دین حق کے علمبرداروں اور خدا اور رسول کی محبت سے سرشار اہل ایمان کو دین حق سے منحرف کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وحشت و بربریت کی انتہا کر دی اور کوئی ایسا ستم نہ چھوڑا جو ان کی ناتواں جانوں پر نہ توڑا ہو۔ مگر ان تمام مظالم اور مذموم کوششوں کے باوجود بھی جب تحریک دین اسلام نہ دبی' پیروکاروں کے حوصلے بلند رہے اور وہ دعوت حق اور عشق رسالت مآب ﷺ کا پرچم تھامے جرأت وہمت کے ساتھ راہ انقلاب پر گامزن رہے تو مشرکین مکہ کے حوصلے پست ہو گئے۔

لیکن وہ آسانی سے ہار ماننے والے نہیں تھے۔ یہ ان کا نہ ماننا' ان کا گھمنڈ، مغرور فطرت و طریقہ زندگی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی معیشت، عیش وعشرت اور شان و شوکت کا ڈھانچہ ہی اس جھوٹے وقار اور عارضی اقتدار کے سہارے قائم تھا۔ اگر وہ اسے ہاتھ سے جانے دیتے تو ان کی اصلیت واضح ہو جاتی جو کہ مکر وفریب، جھوٹ، جہالت، غداری، ضمیر فروشی، جور و جفا اور خیانت و کمینگی سے عبارت تھی۔

مشرکین مکہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والے نہ تھے۔ انہیں اپنا بچاؤ اسی میں نظر آتا تھا کہ تحریک دین اسلام

Marfat.com

کونا کام بنادیں اور کسی صورت اسے بالکل ہی ختم کر دیں۔

اس لئے انہوں نے اپنی جھوٹی شان وشوکت کے دفاع کے لئے اور تحریک دین اسلام کو کمزور کرنے کے لیے ایک اور محاذ کھولنے کا فیصلہ کرلیا، اور وہ یہ تھا کہ حضور پُر نور، نبی اکرم ﷺ سے اِن کی صداقت کا کوئی ٹھوس ثبوت مانگا جائے جسے وہ پیش نہ کر سکیں۔ پھر اسے خوب اچھالا جائے اور منفی پروپیگنڈا کے ذریعے انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی جائے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ وہ مواد کہاں سے لیا جائے یہ تو طے تھا کہ پوچھے جانے والے سوالات نہایت مشکل ہوں مگر وہ کیا ہوں؟ انہیں سمجھ نہ آیا تھا۔ اسی طرح لیا جانے والا امتحان بہت سخت ہو مگر وہ کیا ہو؟ ان کا غیر تعلیم یافتہ اور ان پڑھ ذہن یہ مسئلہ حل نہ کر سکا۔

مشرکین مکہ کی یکے بعد دیگرے کئی چالیں، تدبیریں ہوئیں اور ان کے سامنے اسلام کا نوزائیدہ پودا تناور ہوتا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ تو پہلے ہی حرم (کعبہ) میں نماز ادا کرتے تھے اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے تھے لیکن اب آپ ﷺ کے پیروکار بھی تبلیغ کرنے لگے تھے اور بہت حد تک آزادانہ حرم کعبہ میں نماز بھی ادا کرتے تھے یہ سب کچھ سرداران مشرکین مکہ سے دیکھا نہ جاتا تھا وہ اسے بہت مشکل سے مجبوراً برداشت کر رہے تھے۔ انہیں اپنی چالاکی، ہوشیاری پر یقین تھا کہ وہ اپنی چالوں سے، تدابیر سے تحریک دین اسلام کو ختم کر دیں گے۔ ان پے درپے ناکامیوں کے سبب جو جلن، آگ ان کے سینوں میں بڑھک رہی تھی وقت گزرنے کے ساتھ وہ اور بھی تیز ہو گئی۔ انہوں نے اپنی اس مشکل پر قابو پانے کے لئے پھر تیزی سے سوچنا شروع کر دیا۔ پھر سب سرداران مشرکین مکہ اس مسئلہ کو اپنے حق میں حل کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھے۔ نضر بن حارث نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ہمارا ایک وفد یثرب جائے اور وہاں اہل کتاب کے علماء احبار سے ملاقات کرے اور ان سے اِن کے بارے میں پوچھا جائے کہ کیا یہ سچے نبی ہیں یا نہیں۔ ممکن ہے ان کی رہنمائی سے ہم کسی حتمی نتیجے پر پہنچ جائیں اور اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نکل آئے چنانچہ کفار مکہ نے اس مقصد کے لئے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو نامزد کیا اور انہیں کہا کہ آپ یثرب جائیں۔

مشرکین مکہ نے اس مقصد کے لئے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو تیار کیا انہیں اور پڑھایا سکھایا ہدایات دیں۔ بانی دین، تحریک دین اسلام کی دشمنی میں ان دونوں کا نام سرفہرست تھا۔ اہل حق پر مظالم ڈھانے میں بھی یہ دونوں پیش پیش تھے اور مصطفوی تحریک کو دبانے اور انقلاب کا راستہ روکنے کے لئے دن رات سرگرم عمل رہتے تھے۔ اس کام کے لئے مشرکین اہل مکہ ان کی نظر میں یہ دونوں موزوں ترین تھے۔ چنانچہ وہ دونوں اس مہم پر روانہ ہوئے۔ لق ودق صحراؤں، بنجر میدانوں، خشک پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے کئی دنوں کے بعد وہ یثرب پہنچے۔

وہاں کے یہودی جید علماء سے رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ ہمیں اہل مکہ نے آپ کی خدمت میں ایک

marfat.com
Marfat.com

خاص مقصد کے لئے روانہ کیا ہے۔ ہم اتنا طویل سفر طے کر کے اس لئے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ اس مدعی نبوت کے بارے میں ہمیں آگاہ کریں کہ وہ سچا ہے یا نہیں۔ انہوں نے حضورانور ﷺ کے سارے حالات تفصیل سے ان کو بتائے۔ ان احبار نے کہا کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اگر وہ درست ہے تو وہ سچے رسول ہیں اور ان کی دعوت برحق ہے اگر تم مزید آزمانا چاہتے ہو تو ان سے تین سوال کرو اگر وہ سچے نبی ہیں تو ان سوالوں میں سے دو کا جواب تفصیل سے دیں گے ایک کا جواب بہت مختصر ہوگا نہیں دیں گے۔

(الخصائص الکبریٰ، جلال الدین سیوطی جلد ا صفحہ ۱۴۳)

(۱) پہلا سوال یہ ہے کہ ''عالمی سیاح'' کون تھا جو اپنی حیرت انگیز سیاحت کے دوران زمین کے مغربی حصوں تک پہنچا اور اپنا سفر جاری رکھا۔ پھر مشرقی حصوں تک چلا گیا اور ان علاقوں کا بغور مشاہدہ کیا اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے؟

(۲) دوسرا سوال یہ کہ وہ نوجوان کون تھے جو قدیم زمانے میں اپنے شہر سے نکلے اور پہاڑ کی ''کھوہ'' میں جا کر پناہ گزین ہوئے اور پھر انہیں ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا اس کی تفصیلات بتائی جائیں؟

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ روح کی حقیقت پر روشنی ڈالیں؟

یہ سوالات سن کر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کی باچھیں کھل گئیں سوالات انتہائی مشکل اور دورِ ما قبل تاریخ (بہت ہی پرانے، اس دور کے جس کی تاریخ نہیں ملتی) سے تعلق رکھتے تھے، جن کے متعلق انہوں نے اپنے طور پر ہی فیصلہ کرلیا کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) ان کے جوابات نہیں دے سکیں گے۔ پھر تسلی کا ایک اور پہلو بھی تھا وہ یہ کہ ان کی صداقت کی نشانی یہ تھی کہ وہ پہلے دو سوالوں کے جوابات تفصیل سے دیں گے اور تیسرے کا بالکل مختصر جواب ہوگا اگر تینوں کے جوابات تفصیل سے دے دیں تو بھی سچے نہیں، تینوں کے جواب نہ دے سکیں تو بھی سچے نہیں۔

علماء احبار نے ان دونوں کو یہ دوبارہ ہدایت کی کہ اگر تم دونوں نے اس کے بارے میں ہمیں سچ بتایا ہے تو اس کے مطابق وہ اللہ کے فرستادہ سچے نبی ہیں۔ اب تم واپس جا کر ان سے یہ تین سوال پوچھو اگر وہ ان کے جوابات ہمارے بتائے ہوئے کے مطابق دے دیں تو وہ سچے نبی ہیں ورنہ دھوکا باز اور ملمع ساز شخص ہے تب تم جس طرح چاہو اس کے ساتھ نمٹ سکتے ہو۔

وہ دونوں اب بھی یہی سوچ رہے تھے کہ گویا سچائی کے امکانات کم تھے اور یہی چیز ان کے لئے خوشی کا باعث تھی۔ دو کا مفصل جواب دے کر ایک سے خاموشی اختیار کرنے یا بالکل مختصر جواب دینے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟ وہ یہی سوچتے سوچتے اور دل ہی دل میں تانا بانا بنتے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

دونوں نے یہودی علماء کو غور سے سنا تھا اور ان کی گفتگو اور وہ سوال جو انہوں نے انہیں بتائے تھے ان

Marfat.com

دونوں نے ایک انجانی خوشی کے مارے بار بار دہرا کر ذہن نشین کر لیے تھے۔ انہیں اپنی مشقت و تدبیر کی کامیابی کا پہلے سے یقین تھا اب ان مشکل سوالات کی وجہ سے کامیابی سامنے نظر آ رہی تھی۔ جب وہ مکہ پہنچے تو بڑے خوش و خرم تھے اور اپنی قوم کو انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم تمہارے پاس ایک فیصلہ کن چیز لے آئے ہیں اور اس سے ہم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ سچے نبی ہیں یا نہیں' اب مزید پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ پھر انہوں نے اہل مکہ کو وہ تین سوال بھی بتائے جو احبار یہود نے حضور انور ﷺ کی صداقت کو جاننے کے لئے انہیں بتائے تھے۔ مکہ میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی گویا اب یہ معمہ حل ہوا چاہتا ہے۔ اس کے بعد کوئی ذہنی اضطراب ان کا تعاقب نہیں کرے گا۔ سب اکٹھے ہو کر حضور پرنور نبی کریم ﷺ کا امتحان لینے کے لئے حضور انور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں تو ان سوالات کا جواب دیجئے۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے نزول وحی کے بعد ان کا جواب دینے کا وعدہ فرمایا چنانچہ چند روز بعد (بعض روایات میں پندرہ دن اور بعض میں تین دن) کے بعد جبرئیل امین سورہ کہف لے کر نازل ہوئے اس سورت میں ان تینوں سوالات کے مکمل جواب موجود تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے یہودی علماء نے بتایا تھا۔ دو سوالوں کے جواب خاصی تفصیل سے اور تیسرے کا جواب بالکل مختصر سا۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے یہ سورت پڑھ کر کفار کو سنائی۔ اس میں واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ وہ نوجوان اصحابِ کہف تھے۔ وہ سیاح ذوالقرنین تھا اور روح کی حقیقت جو تمہیں بتائی جاسکتی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ یہ امر الٰہی ہے۔ روح کے بارے میں اس سے زائد کچھ جاننا انسان کی عقل و فہم سے ماوراء ہے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۲۰، ۳۲۲)

سورہ کہف میں دو سوالات کے مفصل جوابات دے کر تیسرے کے بارے میں صرف یہ فرمایا گیا۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ روح امر ربانی ہے اور تمہیں اتنا علم نہیں دیا گیا کہ اسے سمجھ سکو۔''

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵)

یہودی علماء کے بتائے گئے کے عین مطابق جواب سن کر مشرکین مکہ سناٹے میں آ گئے ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ان پر صداقت نبوت کی تمام نشانیاں ظاہر ہو چکی تھیں، ان کے اپنے تسلیم کردہ معیار کے مطابق سرکارِ دو عالم ﷺ کی سچائی ثابت ہو چکی تھی۔ لیکن ہدایت انہیں ہی نصیب ہوتی ہے جنہیں اللہ تبارک تعالیٰ اس نعمت سے سرفراز کرنے کا فیصلہ صادر کرتا ہے۔

وہ پھر ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور اسے اور بھی ''بڑا جادو'' قرار دے کر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم و ستم کے روح فرسا واقعات

ابتداء میں دعوت حق قبول کرنے اور علانیہ دین میں شمولیت اختیار کرنے والے لوگ دو طرح کے تھے۔

اول وہ لوگ جو تحریک دین اسلام کے شروع ہونے سے پہلے ہی تلاش حق میں سرگرداں تھے اور خیر و صداقت تک رسائی کے لئے اپنی ہمت کے مطابق ہاتھ پاؤں مار رہے تھے یہ لوگ طبعی طور پر نیکی پسند، دنیاوی تکلفات سے دور اور دائمی نجات کے خواہاں تھے انہیں مال و جاہ شہرت و شوکت اور مصنوعی عزت و وقار کی بھوک نہ تھی۔ وہ سیدھی راہ اور سچا رہنما چاہتے تھے ایسا رہنما جو صراط مستقیم دکھائے اور اس پر نفاست سے چلائے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ تحریک دین اسلام کے باکمال قائد اس معیار پر پورے اترتے ہیں، اور ان میں وہ تمام مطلوبہ خوبیاں موجود ہیں تو کسی توقف اور ہچکچاہٹ کے بغیر انہوں نے فوراً اس میں شمولیت اختیار کر لی اور اس کے مخلص کارکن بن کر ان راہوں کی طرف بڑھنے لگے جو فلاح و کامرانی رحمت و نجات کی طرف جاتی ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو معاشرتی حوالے سے کمزور، بے سہارا، اجنبی، غریب، مسکین و نادار تھے۔ غربت اور ناداری ان کی پہچان تھی اور امراء کی چاکری، ارباب اقتدار کی خدمت اور ذی جاہ آقاؤں کی خدمت وغلامی ہی ان کی زندگی تھی۔ چونکہ وہ صاحب ثروت، جائیداد و مقام نہ تھے اس لئے ان کے مادی مفادات کو کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ جب انہوں نے ندائے حق کو سنا دین اسلام کی تعلیمات کو سنا کہ سب انسانوں کی برابری، اعتراف، اہمیت، عزت و وقار کا پاس، ہر ایک کی عزت افزائی، بہترین اخلاق و انصاف تو انہیں اس میں اور انسان کی قدر افزائی' اس کے مال و جان، عزت نفس، حق حقوق کے تحفظ کی ضمانت' محبت و شفقت کی جھلک اور روح کی تسکین اطمینان و بالیدگی نظر آئی تو وہ کسی قسم کے تحفظات کے بغیر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور ایمان لے آئے اور اس قافلہ عشق و مستی میں شامل ہو گئے۔

بانی دین، بانی تحریک دین اسلام حضور پر نور' نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذات، اپنی صفات حمیدہ کے باعث خود بھی بڑی محترم اور معظم تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں رحمانی وقار و جمال اس قدر تھا کہ خواہ مخواہ دل

Marfat.com

حضورانور ﷺ سے پیار کرنے پراور حضور کی تعظیم بجالانے پر مجبور ہوتے تھے۔ پھر حضورانور ﷺ کو اپنے محترم چچا حضرت ابوطالب اور سارے خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کی اس معاملہ میں تائید حاصل تھی' اس لیے کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ حضور ﷺ پر حملہ آور ہو سکے ورنہ جوانان بنی ہاشم اور مطلب کی شمشیریں حضورانور ﷺ کے دفاع میں بے نیام ہو جاتیں لیکن اس شخصی عظمت اور خاندانی سطوت کے باوجود مشرکین مکہ حضور پرنور ﷺ کوکس کس طرح ستایا کرتے تھے۔ طعن وتشنیع کے سارے تیر جو ان کی ترکش میں تھے ان کو وہ بے رحمی سے اسے استعمال کرتے تھے۔ جھوٹے الزامات اور بہتانوں کی بارش کرتے تھے۔ راستہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ حضورانور ﷺ کے صحن میں پھینک دیا کرتے تھے۔ غلاظتیں اٹھا کر در اقدس پر ڈھیر کر دیا کرتے تھے۔ نماز بھی سکون اور اطمینان سے ادا کرنے نہیں دیتے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق اگر اپنی خصوصی مہربانی سے اپنے حبیب کی حفاظت کا اہتمام نہ فرماتا تو ابوجہل اور ابولہب کے ارادے تو بڑے ہی خطرناک تھے۔ قارئین کرام! آپ اندازہ کیجئے کہ جب حضور پرنور ﷺ سے ان کا یہ معاملہ تھا تو جولوگ حضور انور ﷺ پر ایمان لائے تھے ان کے ساتھ ان کے جوروستم کا کیا عالم ہوگا؟

جوروستم کی یہ کارروائیاں نبی ﷺ کے ساتھ ہو رہی تھیں اور عوام وخواص کے نفوس میں آپ ﷺ کی منفرد شخصیت کا جو وقار واحترام تھا اور آپ ﷺ کو مکہ کے سب سے محترم اور عظیم انسان ابوطالب کی جوحمایت و حفاظت حاصل تھی اس کے باوجود ہو رہی تھیں۔ باقی رہیں وہ کارروائیاں جومسلمانوں اور خصوصاً ان میں سے بھی کمزور افراد کی ایذارسانی کے لئے کی جارہی تھیں تو وہ کچھ زیادہ ہی سنگین اور تلخ تھیں۔ ہر قبیلہ اپنے مسلمان ہونے والے افراد کو طرح طرح کی سزائیں دے رہا تھا اور جس شخص کا کوئی قبیلہ نہ تھا ان پر اوباشوں اور سرداروں نے ایسے ایسے جوروستم روا رکھے تھے جنہیں سن کر مضبوط انسان کا دل بھی بے چینی سے تڑپنے لگتا ہے۔

ابوجہل جب کسی معزز اور طاقتور آدمی کے مسلمان ہونے کی خبر سنتا تو اسے برا بھلا کہتا ذلیل ورسوا کرتا۔ اور مال وجاہ کو سخت خسارے سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا۔ اور اگر کوئی کمزور آدمی مسلمان ہوتا تو اسے مارتا پیٹتا اور دوسروں کو بھی برانگیختہ کرتا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۲۰)

اسلام کے صدہا جان نثاروں میں سے چند حضرات کے احوال بطور نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ اس ابتلاء وآزمائش کے دور میں جس نے بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے حبیب کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کی اسے آزمائش کی ان بھٹیوں میں جھونکا گیا تشدد اور بے رحمی کی ان پر انتہا کر دی گئی ابوجہل بدبخت اور اس کی قماش کے لوگوں کا اس کے علاوہ کوئی شغل ہی نہ تھا کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے اور جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے تا کہ وہ مرتد ہو جائیں اگر کوئی ایسا شخص مسلمان،

marfat.com
Marfat.com

ہو جاتا جو اثر و رسوخ کا مالک ہوتا اور معاشرہ میں جس کی قدر و منزلت ہوتی اس پر دست تعدی دراز کرنا تو بسا اوقات ان کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ لیکن ایسے شخص کے پاس جا کر وہ پہلے اسے خوب سرزنش کرتے پھر کہتے تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ کیا تمہارے باپ دادا تم سے زیادہ عقل مند نہ تھے؟ دیکھ! اگر تو باز نہ آیا تو ہم سارے شہر میں منادی کرا دیں گے کہ تو پاگل ہو گیا ہے۔ تمہیں رسوا اور ذلیل کرنے میں ہم کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ اگر کوئی تاجر اور کاروباری شخص اسلام قبول کرتا تو اس کے پاس جا کر دھمکی دیتے کہ ہم تیرا بائیکاٹ کر دیں گے۔ شہر کا کوئی آدمی تم سے سودا نہیں خریدے گا یہاں تک کہ تیرا دیوالیہ نکل جائے گا اور تو کوڑی کوڑی کا محتاج ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بے آسرا اور بے سہارا آدمی کلمہ شہادت پڑھ لیتا تو اس کی شامت آ جاتی۔ اسے نئے سے نئے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ دہکتے انگاروں پر اسے لٹایا جاتا۔ اس کی مشکیں کس کر چلچلاتی دھوپ میں تڑپنے کے لئے اسے ڈال دیا جاتا' نہ پینے کے لئے اسے پانی دیا جاتا اور نہ کھانے کے لئے ایک لقمہ۔ لیکن اسلام کے یہ جان باز ان آزمائشوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ مستحکم ثابت ہوتے۔ اور ان کی استقامت کو دیکھ کر ان درندہ صفت انسانوں کے چھکے چھوٹ جاتے۔

اگر ان کا بس چلتا تو وہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے ظلم کا ہدف بنانے سے باز نہ آتے جو اپنے خاندان اور معاشرہ میں بڑے باعزت مقام کے مالک تھے اور مشرکین مکہ نے موقع ملنے پر ابتداء میں تو ان پر بھی دستِ درازی کی ہے اور گاہے گاہے مختلف طریقوں سے اذیت کا سبب بنتے رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب حرم شریف میں بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت شروع کی تو کافروں نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اسی غشی کی حالت میں آپ کو گھر اٹھا کر لایا گیا اور کئی پہر گزرنے کے بعد آپ کو ہوش آیا۔ یہ اس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی دست درازی تھی جو مکہ کا ایک بااثر بارسوخ اور متمول تاجر تھا اور اپنے قبیلہ بنی تیم کا سردار تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ بنو امیہ کے معزز فرد تھے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوشش سے وہ مشرف با سلام ہوئے تو ان کا چچا ان کو کچے چمڑے میں لپیٹ کر اسے رسی میں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا کرتا تھا۔ کچے چمڑے کی بدبو اس پر عرب کی دھوپ، آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے رسی سے باندھ کر مارا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۵۵)

اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مشرف با سلام ہوئے تو ان کو ایسے ابتلا کا سامنا کرنا پڑا جن کے سبب عام آدمی کا دین پہ قائم رہنا ممکن نہ تھا۔ آپ کے خاندان والوں کو ان کے مسلمان ہونے کا جب علم ہوا تو انہوں نے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے سارے حیلے کئے لیکن بے سود۔ ان کی والدہ بھی اپنے کفر میں بڑی پختہ

Marfat.com

تھی اسے جب پتہ چلا کہ اس کے لخت جگر نے اس کے معبودوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے اور قبیلہ کے لوگوں نے ان کو اس بغاوت سے دستبردار ہونے کے لئے بڑے جتن کئے ہیں لیکن وہ بری طرح ناکام ہوئے ہیں تو ماں کو بڑا صدمہ ہوا۔ آخری حربہ کے طور پر اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا۔ کہ بیٹا! بہتر ہے کہ اس نئے مذہب کو چھوڑ دو۔ اگر تم میری یہ بات نہیں مانو گے تو میں بھوک ہڑتال کر دوں گی۔ نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پیئوں گی۔ دھوپ میں پڑی رہوں گی۔ یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ اگر اس طرح میں مر گئی تو سارے عرب میں تم بدنام و رسوا ہو جاؤ گے کہ یہ وہ بیٹا ہے کہ جس کی ضد نے اپنی ماں کی جان لے لی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ انہوں نے یہی خیال کیا ہوگا کہ جب بوڑھی اماں کو بھوک اور پیاس تنگ کرے گی تو وہ خود ہی کھانا پینا شروع کر دے گی لیکن وہ بھی ہٹ کی پکی تھی۔ کئی دن گزر گئے نہ اس نے کھایا' نہ پیا' نقاہت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس کی موت یقینی نظر آنے لگی۔ اس نے لوگوں کو کہا کہ سعد کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کو یہ خیال تھا کہ مجھے نزع کی حالت میں دیکھ کر یقیناً سعد کا دل پسیج جائے گا اور وہ اپنے اس نئے دین کو ترک کر دے گا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لایا گیا اور انہوں نے اپنی ماں کی یہ حالت دیکھی تو ایک سچے مومن کی طرح ماں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے فرمایا۔

''اے میری ماں، تم جانتی ہو کہ اگر تیری سو جانیں ہوں اور ہر جان ایک ایک کر کے تیرے بدن سے نکلے تب بھی بخدا میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب تیری مرضی تو کچھ کھا یا نہ کھا۔''

ماں نے اپنے بیٹے کا جب یہ عزم مصمم دیکھا تو اس نے بھوک ہڑتال ختم کر دی اور کھانا پینا شروع کر دیا اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس موقف کی تائید اور توصیف کرتے ہوئے سورہ لقمان کی آیت ۱۵ میں فرمایا۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ لا فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ج ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞

ترجمہ ''اگر تیرے والدین اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو اس بات میں ان کی پیروی مت کر۔'' (سورہ لقمان آیت ۱۵)

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے ان کو مارتے مارتے بیہوش و ادھ موا کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر چھڑایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، عسقلانی جلد ا صفحہ ۵۲۶)

marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی سعید بن زید رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رسیوں سے باندھ کر مارا۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو باپ نے مار مار کر سر زخمی کر دیا اور کھانا پینا بند کر دیا۔

(الاصابہ، عسقلانی جلد ا صفحہ ۴۰۶، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو نوفل بن خویلد نے جو قریش کا شیر کہلاتا تھا دونوں کو پکڑ کر ایک رسی سے باندھ دیا اور اذیت دی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۱۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)

ولید بن ولید رضی اللہ عنہ، عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور ہجرت بھی نہ کرنے دی کہ ہجرت ہی سے ان کے مصائب کا خاتمہ ہو جاتا۔ مدینہ منورہ میں آ کر حضور انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ سے ان لوگوں کی رہائی کے لئے فجر کی نماز میں نام بنام دعا فرمایا کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۴۷۵) (سورۂ لقمان آیت ۱۵)

جب ان بااثر متمول لوگوں کے ساتھ کفار کا یہ رویہ تھا کہ جتنا ان کا بس چلتا وہ ان پر جور و تشدد کرنے میں ذرا تساہل نہ کرتے تو اب آپ خود اندازہ لگالیں کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو غریب اور بے آسرا تھے، جن کا کوئی حامی و ناصر، پرسان حال نہ تھا، یا جو بے یار و مددگار غلام و خادم تھے؟ کون سا ایسا ظلم ہوگا جو ان مسکینوں پر اس جرم میں نہ توڑا گیا ہوگا کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کو وحدہ لاشریک کیوں ماننے لگے ہیں۔

مشرکین کے گھٹیا خیالات

ان غریبوں مسکینوں کے بارے میں تو مشرکین کے بہت گھٹیا خیالات تھے۔ ان کو تو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ میرا یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس درجہ کے انسانوں کو وہ انسان نہیں بلکہ جانوروں کے معیار کی کوئی اور ہی مخلوق سمجھتے تھے۔

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جب حرم میں تشریف فرما ہوتے تو عام طور پر غریب اور مسکین صحابہ کرام اپنے آقا کی خدمت میں بصد ادب و نیاز حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔ جن میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرات خباب، عمار، ابوفکیہہ، یسار مولی، صفوان بن امیہ، صہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان مفلوک الحال درویشوں کو دیکھ کر کفار قریش ان کا مذاق اڑاتے اور پھبتیاں کستے اور کن انکھیوں سے دیکھتے اور ایک دوسرے کو کہتے۔ یہ ہیں ان صاحب کے معتقدین۔ کیا ہم جیسے رئیسوں اور دولت مندوں کو نظر انداز کر کے اللہ تبارک تعالیٰ نے ان بھک منگوں کو ہدایت کی نعمت سے نوازا ہے؟ اگر ان صاحب کا دین حق ہوتا تو یہ لوگ اسے قبول کرنے میں ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔ اور نہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں نظر انداز کر کے ان کو اس نعمت سے سرفراز فرماتا۔ اس وقت مشرکین کے گھٹیا خیالات کے رد میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیات ۵۲ تا ۵۴ آیات

Marfat.com

نازل فرمائیں:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ○ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لا اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًاۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

''اور نہ دور ہٹاؤ انہیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، طلب گار ہیں (فقط) اس کی رضا کے، نہیں آپ پر ان کے حساب سے کوئی چیز۔ اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی چیز۔ تو پھر بھی اگر آپ انہیں دور ہٹائیں تو ہو جائیں گے بے انصافی کرنے والوں میں سے۔ اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈالا بعض کو بعض سے۔ تاکہ مال دار کافر، نادار مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کہ کیا یہ ہیں' احسان کیا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے جن پر ہم میں سے؟ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔ اور جب وہ تمہارے حضور حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ، تم پر سلام۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے، کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ انعام آیات ۵۲ تا ۵۴)

ان ستم شعار باطل پرستوں نے جب دیکھا کہ نئے دین اور مشن کے ساتھ ان لوگوں کی جذباتی وابستگی نے دوسرے لوگوں کے لئے بھی راہ کھول دی ہے اور وہ اس کی رفاقت اختیار کرنے کے لئے سنجیدگی سے سوچنے لگ گئے ہیں تو وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ انہیں اپنے مادی مفادات خطرے میں نظر آنے لگے وہ جانتے تھے کعبہ میں رکھے ہوئے بت اور جابجا قائم صنم کدے ہی ان کی آمدن اور ذاتی وجاہت کا ذریعہ ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے لوگ انہیں عزت کی نظر سے دیکھتے اور نذرانے پیش کرتے ہیں اگر یہ بت خانے ہی ویران ہو گئے۔ تو کون انہیں پیشوا مانے گا اور نذرانے پیش کرے گا۔

الغرض مستقبل میں پیدا ہونے والے نتائج کے بارے میں سوچ کر ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ تعصب و عناد غیظ و غضب اور جوش انتقام میں پہلے سے کہیں زیادہ آگے بڑھ گئے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوفناک مظالم اور جذبہ انتقام کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا ان کا خیال تھا کہ ان ظالمانہ کارروائیوں سے گھبرا کر یہ کمزور و ناتواں لوگ سب کچھ بھول جائیں گے۔ جب کھانے کو کچھ نہ ملا تو سارا نشہ ہرن ہو جائے گا جب اوپر سے پٹائی

marfat.com

Marfat.com

ہوئی اور جسمانی اذیت پہنچی تو سب مذہب، دین اور فلسفے بھول کر اسی دین اور نظام کی طرف واپس آ جائیں جس سے نکلے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا ظلم کا آغاز کس طرح کیا؟ اور سب سے پہلے کون لوگ ان کے ہوش ربا مظالم کا نشانہ بنے؟ اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

''سب سے پہلے ان سات ہستیوں نے اپنا اسلام ظاہر فرمایا:

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمار رضی اللہ عنہ (۴) حضرت عمار کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (۶) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا انتظام ان کے چچا حضرت ابوطالب کے ذریعہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے ذریعہ بچایا باقی پانچ افراد کو مشرکین نے اپنی گرفت میں لئے رکھا انہیں لوہے کی زنجیریں پہنائیں اور کڑکتی دھوپ میں بٹھا دیا۔'' (سنن ابن ماجہ، المقدمۃ حدیث ۱۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان مظالم اور غیر انسانی سلوک کی داستان ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

''وہ لوگ انہیں بے تحاشا زدوکوب کرتے تھے اور بھوکا پیاسا رکھتے تھے یہاں تک کہ شدت تکلیف کی وجہ سے ان میں سے کوئی شخص اس قابل نہیں رہتا تھا کہ سیدھا بیٹھ سکے۔''

(البدایہ والنہایہ، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۹)

چونکہ یہ مساکین مختلف آقاؤں کے غلام تھے اس لئے انہوں نے اجتماعی مظالم کے علاوہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق جو انفرادی مظالم ایجاد کئے اور ان بے سہارا مظلوم غلاموں پر آزمائے ان کا کچھ تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی نژاد تھے اور سرزمین حبشہ کے سارے جسمانی خصائص ان کی ذات میں پائے جاتے تھے مگر قدرت نے انہیں ایمان و استقامت کا کوہ گراں بنایا تھا۔ ظلم و ستم کے تمام حربے اور سفاکی کے سارے ہتھیار ان پر آزمائے گئے مگر ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی وہ عزم و استقامت کی چٹان بن کر ہوشربا تشدد اور غیر انسانی مظالم کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اپنی جان ناتواں پر ہر ستم سہا، مگر ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور انگاروں پر لیٹ کر دین کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھی۔

آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے اور ان ازلی سعادت مندوں میں سے تھے جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے امیہ بن خلف کی اسلام دشمنی یہ کب برداشت کر سکتی تھی کہ اس کا زرخرید غلام اس کی مرضی کے بغیر اس کے بیشمار خداؤں کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور ایک خداوند حقیقی کی بندگی کا دم بھرنے لگے۔ اسے

Marfat.com

جب معلوم ہوا کہ اس کا حبشی غلام مسلمان ہو گیا ہے تو غصہ سے اس کا خون کھولنے لگا۔ اس نے عزم کر لیا کہ وہ اس جرم کی بلال کو اتنی سخت سزا دے گا کہ اس کا برداشت کرنا ممکن نہ ہو گا اور وہ مجبوراً اس نئے دین سے اپنا رشتہ توڑ لے گا۔ امیہ بن خلف جیسا دشمن دین اور فرعون صفت شخص حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا تھا' ایسے بدنہاد اور سفاک شخص سے کسی بھی بدسلوکی کی بلکہ ستم ناروا کی توقع کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے توقع اور اپنی فطرت کے عین مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر وہ ستم ڈھائے جن کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر امیہ کی انسانی حس اس حد تک مر چکی تھی کہ وہ ہر ستم کو ناکافی سمجھتا تھا اور مظالم کے نئے نئے انداز ایجاد کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ مگر آفرین ہے اس شہباز راہ وفا پر جسے بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو ہر نئی ایجاد کردہ سزا کا تختہ مشق بنتا تھا مگر احد، احد، اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی کلمہ منہ سے نہیں نکالتا تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں۔

''حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اہل ایمان کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جو معاشرتی حوالے سے کمزور تھا۔ اسلام لانے کی وجہ سے انہیں سخت عذاب دیا جاتا تھا تاکہ اس دین سے پھر جائیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی کوئی بات نہ مانی سزا دینے کا فریضہ خود امیہ بن خلف انجام دیتا تھا۔''

''چنانچہ جب وہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیف دیتے تھے تو وہ آگے سے احد، احد پکارتے رہتے تھے یعنی اللہ ایک ہے، دشمن کہتے وہ کچھ کہو جو ہم تلقین کرتے ہیں۔ آپ جواب دیتے میری زبان پر وہ چڑھتا ہی نہیں ہے۔'' (طبقات الکبریٰ، ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)

جب کوئی حربہ کارگر نہ ہوا تو وہ سٹپٹا گئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس قوم کے سپرد کر دیا جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ یہ بچوں کی قوم ہے جو ہر عمل کو کھیل بنا لیتی ہے اور پھر اس میں ظلم کا خوفناک عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے مگر وہ ان کے لئے کھیل ہی رہتا ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

''پس انہوں نے بلال کے گلے میں رسی ڈال دی اور بچوں کے ہاتھ میں تھما دی تاکہ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ان کو گھسیٹیں مگر بلال رضی اللہ عنہ پھر بھی احد احد ہی کا نعرہ بلند کرتے رہے۔''

(طبقات الکبریٰ، ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۳۳)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے حج کرنے کے لئے مکہ آیا میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اس کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑا ہوا تھا اور وہ اسے کھینچ رہے تھے اور بلال کہہ رہے تھے۔

''وہ یکتا ہے یکتا ہے میں لات وعزیٰ، ہبل اور نائلہ کی خدائی کا انکار کرتا ہوں۔''

(سبل الہدیٰ والارشاد، امام محمد بن یوسف شامی جلد ۲ صفحہ ۴۷۷)

marfat.com
Marfat.com

امیہ کا دوسرا انداز تعذیب یہ تھا کہ پہلے وہ آپ کو بھوکا اور پیاسا رکھتا تھا پھر دوپہر کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی ہوتی اور ریتلی زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوتی۔ تو وہ آپ کو تپتی ریت پر لٹا دیتا اور پر گرم پتھر رکھ دیتا اور پھر کہتا کہ اس دین کو چھوڑ دو اور لات وعزیٰ کی عبادت کرو اور یا تم اسی طرح تڑپتے رہو گے یہاں تک کہ تمہارا دم نکل جائے۔ آپ نیم مدہوشی کے عالم میں یہی جواب دیتے:

''وہ یکتا ہے یکتا ہے۔ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا میں لات وعزیٰ کا انکار کرتا ہوں۔''

حضرت عمرو بن عاص کہتے ہیں۔

''ایک روز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا جبکہ اسے گرم کنکریوں پر لٹا کر عذاب دیا جا رہا تھا۔ وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی ان پر رکھا جائے تو ان کی حرارت سے پک جائے۔''

اس کے باوجود وہ کہہ رہے تھے۔ اَنَا کَافِرٌ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی میں لات وعزیٰ کو نہیں مانتا میں ان کی خدائی کا انکار کرتا ہوں۔

امیہ یہ سن کر اور غضبناک ہو جاتا اور انہیں مزید ستانے لگتا۔ ان کے گلے کو زور سے دباتا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، امام محمد بن یوسف جلد ۲ صفحہ ۴۷۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شدت عذاب میں احد احد کے نعرے لگاتے تو کافر ان کو تلقین کرتے کہ اس اذیت سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم یہ کفریہ جملے کہو آپ فرماتے میری زبان ان کو بولنے سے قاصر ہے۔ میں معذور ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جدعان کے غلاموں میں سے تھے اور مکہ کے گرد و نواح میں اس کی بکریاں چرایا کرتے تھے جب انہیں اسلام کی دعوت پہنچی تو انہوں نے بلا جھجک اسے قبول کر لیا لیکن اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا ایک روز کعبہ کا طواف کرنے گئے اس کے اردگرد بت قطار در قطار نصب تھے ان پر نفرت سے تھوک دیا اور زبان سے نکل گیا۔

''وہ نامراد اور گھاٹے میں ہے جو تمہاری عبادت کرتا ہے۔''

قریش نے ان کی یہ حرکت دیکھ لی اور ان کے مالک عبداللہ بن جدعان سے ان کی شکایت کی۔ اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان کی خوب مرمت کرے اور یہ نئے مذہب کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے وہ سنگدل اس مسکین کو عذاب دینے کے نئے نئے طریقے اختیار کرتا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتا۔ ایک روز حضور انور، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ جہاں انہیں عذاب دیا جا رہا تھا اور یہ کیف و مستی سے سرشار نیم مدہوشی کے عالم میں احد احد کے نعرے بلند کر رہے تھے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور

Marfat.com

پُرنور، نورِ رحمت، رحمت مجسم ﷺ نے اپنے ستم جھیلنے والے غلام کو یہ مژدہ سنا کر مطمئن کیا۔
''کہ جس وحدہ لاشریک کے تم نعرے لگا رہے ہو وہی اس عذاب الیم سے تمہیں نجات دے گا۔''
یہاں علامہ حلبی نے کتنا پیارا جملہ لکھا ہے۔
''یعنی بلال، احد احد کہہ کر عذاب کی تلخی میں ایمان کی مٹھاس کا امتزاج کر رہے تھے۔''
جب امیہ نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ان مظالم کا کچھ اثر نہیں ہوا اور اس نے بڑے عزم و حوصلہ کے ساتھ سب کچھ برداشت کر لیا ہے تو اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اور ظلم و ستم کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کیا ابن اسحاق کا بیان ہے۔

''امیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی دوپہر میں پکڑ کر باہر لے آتا تھا اور مکہ کی سنگلاخ زمین پر پیٹھ کے بل لٹا دیتا تھا پھر وہ ایک وزنی پتھر لانے کا حکم دیتا جو ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا پھر امیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے دھمکی دیتا تو تپتی زمین پر اس گرم وزنی پتھر کے نیچے اسی طرح پڑا رہے گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا پھر محمد (ﷺ) کا انکار کر دے اور از سر نو لات اور عزیٰ کو پوجنے لگے۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس شدت اور تکلیف کے عالم میں بھی احد احد پکارتے رہتے۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۱۸)

بعض اوقات ورقہ بن نوفل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرتے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس عذاب میں بھی احد، احد پکار رہے ہوتے تو ورقہ بن نوفل انہیں تسلی دینے کے لئے ان کے ہمنوا بن جاتے اور کہتے: ہاں اے بلال! اللہ کی قسم! بے شک وہ احد ہے، احد ہے۔ پھر وہ امیہ اور دوسرے ستم شعاروں کو مخاطب کر کے کہتے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے اسے اسی طرح ظلم کر کے قتل کر دیا، تو میں اس کی قبر کو ''زیارت گاہ'' بنا لوں گا۔
اسی کتاب کے حاشیہ پر اس کی وضاحت یوں ہے۔
''یعنی میں اس کی قبر کو نزول رحمت و برکت اور کرم و عطوفت کی جگہ سمجھوں گا اور برکت حاصل کرنے کے لئے اسے ہاتھ لگایا کروں گا جس طرح شہداء اور صالحین کی قبور کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کی جاتی ہے۔''
ایک دفعہ کا ذکر ہے ظلم و ستم کی یہ مشق یونہی جاری تھی کہ ادھر سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے وحشت و بربریت کا یہ غیر انسانی کھیل دیکھ کر ان کا دل بھر آیا۔ امیہ بن خلف کے قریب گئے اور فرمایا:
''کیا تو اس مسکین کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کب تک یہ ظلم ڈھاتا رہے گا؟ امیہ نے جواب دیا: تو نے ہی اسے خراب کیا ہے اور اب اس عذاب سے تو ہی اسے نجات دلا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا: ہاں میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاس اس سے کہیں زیادہ مضبوط اور طاقتور حبشی غلام موجود ہے۔ جو تیرے دین کا پیروکار ہے میں بلال کے بدلے تجھے وہ قوی غلام دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ایک طاقتور غلام دے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لیا اور آزاد کر دیا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۱۸)

اس واقعہ کے بارے میں امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ السیرۃ الحلبیہ میں یوں فرماتے ہیں۔

آخر اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کی خوشخبری کے پورے ہونے کا وقت آ ہی گیا۔ ایک روز آگ کی طرح سلگتی ہوئی ریت پر آپ کو امیہ نے لٹایا ہوا تھا۔ آپ کے سینہ پر بھاری چٹان رکھی تھی کہ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ اپنے دینی بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر دل بھر آیا اور امیہ کو فرمایا:

''اس مسکین کے بارے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے کب تک اس بیکس پر یوں ظلم کرتے رہو گے۔''

امیہ بولا۔ اے ابوبکر! تو نے ہی اسے خراب کیا ہے اگر تمہیں اس پر زیادہ ترس آتا ہے تو اس کو چھڑا لو حضرت ابوبکر نے فرمایا میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے مضبوط اور توانا ہے تیرا ہم مذہب ہے ایسا کرو۔ وہ تم لے لو۔ اور یہ نحیف و نزار غلام مجھے دے دو۔ امیہ نے کہا مجھے یہ سودا منظور ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا جوان اور تنومند غلام امیہ کو دے دیا اور بلال کو خود لے لیا۔ پھر اسے اپنے محبوب کریم کی بارگاہ جمال میں پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے روئے زیبا کے صدقے میں نے بلال کو آزاد کر دیا۔

(السیرۃ الحلبیہ، امام محمد ابوزہرہ جلد ا صفحہ ۴۷۴)

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے اپنا غلام قسطاس امیہ کو دیا تھا قسطاس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک کاروباری ادارہ کا انچارج تھا اتنا قیمتی غلام دے کر خستہ جان بلال لے لیا۔ کیونکہ ایمان اور عشق مصطفیٰ نے اس کو انمول بنا دیا تھا۔

جب مشرکین کو پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اتنی گراں قیمت ادا کر کے امیہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ خریدا ہے اور پھر اسے آزاد کر دیا ہے تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی اور حیرت کا اظہار کرنے لگے۔ ان میں سے ایک سیانے نے کہا کہ حیرت کی کوئی بات نہیں۔ بلال نے ابوبکر پر کوئی احسان کیا ہوگا اس احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ابوبکر نے اسے گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر اس غلط فہمی کی تردید کر دی فرمایا۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝

''اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دینا ہو بجز اس کے کہ وہ اپنے برتر پروردگار کی خوشنودی کا طلب گار ہے۔'' (سورہ لیل آیات ۱۹، ۲۰)

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے سرہانے

Marfat.com

بیٹھی تھیں شدت غم سے ان کی زبان سے نکلا۔ وَاحُزنَاہٗ ہائے میرا رنج وغم۔ اس نزع کی حالت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش نہ رہ سکے۔ فرمایا یہ مت کہو بلکہ کہو۔

''کیا خوشی کی گھڑی ہے کل ہماری اپنے پیاروں سے ملاقات ہو گی۔ یعنی حضور پُرنور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔''

گویا یہاں بھی حضرت بلال موت کی کڑواہٹ کو ملاقات محبوب کی مٹھاس سے ملا رہے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے بہت پہلے کی بات ہے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے اور پھر یہیں آباد ہو گئے۔ ان کے دونوں بھائی اپنا کام مکمل کر کے واپس چلے گئے مگر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے اس پاکیزہ سرزمین کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس سلسلے میں ان کی بھرپور معاونت کی اور اپنی لونڈی سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ اس طرح یہ مکہ ہی کے باشندے بن گئے۔ قدرت نے انہیں عمار اور عبداللہ دو فرزند عطا کیے۔ اس طرح چار افراد پر مشتمل یہ مختصر سا کنبہ اپنی حیثیت کے مطابق سکون واطمینان کی زندگی گزارنے لگا۔ قارئین کرام! حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تقریباً نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر تھے۔ اس سے ان کے والدین کی عمر کا اندازہ لگالیں۔ والدہ اندازاً 65 سال کی ہونگی اور والد محترم 70 سال کے ہوں گے۔ جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس کی رحمت بار شعاعیں اس خاندان پر بھی پڑیں۔ ان نے بہ صدق دل وجان اس نور سرمدی کو اپنے سینے میں اتار لیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بنو مخزوم کے غلام تھے۔ ارباب کفر وشرک کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک لاوارث کنبہ ہے تو وہ دندان ستم تیز کر کے اس پر پل پڑے اور اسے اپنے مظالم کے شکنجے میں کس لیا۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مغازی سے ابن اسحاق کی ایک روایت نقل کی ہے۔

''حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے ماں باپ کے قریب سے گزرتے تھے۔ اس وقت کافر لوگ مکہ کے تپتے پتھریلے میدان میں ان لوگوں کو عذاب دے رہے ہوتے تھے انہیں اس تکلیف میں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے آل یاسر! صبر کا دامن تھامے رہو۔ ہم تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ کرتے ہیں۔'' (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، امام حجر عسقلانی جلد ۴ صفحہ ۳۳۵)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اس کمزور گروہ سے تعلق رکھتے تھے جنہیں سخت عذاب دیا جاتا تھا تاکہ اپنا دین چھوڑ دیں۔

حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

''اور کمزور گروہ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا مکہ میں کوئی خاندان نہیں تھا اور نہ ہی انہیں مالی اور سیاسی قوت حاصل تھی چنانچہ ایسے بے یارومددگار لوگوں کو قریش کے ''جیالے'' دوپہر کے وقت گرم زمین پر لٹا دیتے تھے تا کہ وہ اپنا دین چھوڑ دیں۔ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۴۸)

عمر بن حکم کا بیان ہے۔

''حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب اور حضرت ابوفکیہ رضی اللہ عنہما کو ایسی ہوش ربا اذیتیں دی جاتی تھیں کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے اور ان میں سے کسی کو یہ ہوش نہیں رہتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔''

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

''مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آگ کے ساتھ جلا کر اذیت دینے کا مکروہ اور وحشیانہ دھندا شروع کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضور انور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے اور عمار کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا، اور عمار کو سلامت رکھ جس طرح تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو گئی تھی اور انہیں محفوظ رکھا تھا۔''

(الطبقات الکبریٰ، ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۴۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آگ سے عذاب دیا جاتا تھا۔ ابن جوزی لکھتے ہیں بسا اوقات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اوقات میں تشریف لاتے جب انہیں آگ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ شفقت ان کے سر پر پھیرتے اور فرماتے۔

''اے آگ! جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث تھی اسی طرح عمار رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا۔''

ایک روز حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت سے قمیص اٹھائی تو وہاں برص کی طرح سفید داغ تھے۔ درحقیقت یہ آگ کے انگاروں کے جلانے کے نشانات تھے جو برص کے داغوں کی طرح سفید ہو گئے تھے۔ اور انگاروں کو ان کا جلانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پہلے پہلے تھا۔ اس مبارک دعا کے بعد پھر ان انگاروں کی مجال نہ تھی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جلاتے اور اذیت دیتے۔ (السیرۃ الحلبیہ، امام محمد ابوزہرہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

حضرت ام ہانی سے مروی ہے کہ عمار، ان کے والد یاسر، ان کی والدہ سمیہ، ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہم یہ سب وفا کیشوں کے اس زمرہ میں سے تھے جنہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے جرم میں طرح طرح کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ ایک روز جب ان پر جور و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے تو پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اے آلِ یاسر صبر کرو، اے آلِ یاسر صبر کرو! تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔''

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ ابوجہل، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا تھا اور لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں عرب کی چلچلاتی دھوپ میں ریت پر لٹا دیتا تھا۔ ایک دن عمار نے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی۔

''میرے آقا! اب تو میرے جسم کا انگ انگ کفار کی بھڑکائی ہوئی آگ میں جل بھن رہا ہے۔''

اس ہادیٔ برحق نے فرمایا۔

''اے ابوالیقظان (عمار کی کنیت) صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ الٰہی! عمار کی آل کو بھی آگ کے عذاب سے بچانا۔''

(انساب الاشراف جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۰۔ السیرۃ الحلبیہ، امام محمد ابوزہرہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

ایک دن حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بڑے ہی مغموم و مایوس اور انتہائی پریشان تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ستمگروں نے اتنی اذیتیں دی ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ وہ مجھ سے کلمہ کفر کہلوانا چاہتے تھے' تا مقدور میں انکار کرتا رہا مگر جب ان کا تشدد برداشت کرنے کی طاقت نہ رہی تو میں نے وہ کلمہ منہ سے نکال دیا اور ان کے بتوں کے لئے کلمہ خیر بھی کہا ان کے مظالم سے بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اب میں پریشان ہوں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور فرمایا: یہ بتاؤ! تمہارے دل کا کیا حال ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل تو مطمئن ہے بدستور اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہے اور بتوں کو باطل سمجھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ایمان برقرار ہے جب دل مطمئن ہو تو کسی کے مجبور کرنے سے ایمان زائل نہیں ہوتا، انسان کو اجازت ہے کہ جان بچانے کے لئے جو ظالم کہے وہ منہ سے نکال دے۔ اس موقع پر سورہ نحل آیت کریمہ ۱۰۶ نازل ہوئی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

''جس شخص نے ایمان لانے کے بعد جبر و اکراہ کی حالت میں کفریہ کلمہ منہ سے نکالا مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے (تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں)'' (سورہ نحل آیت ۱۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے حضور انور' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا!

''بے شک عمار انگلیوں تک یعنی پورے کا پورا ایمان سے بھرا ہوا ہے۔'' (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۲)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی اور متابعت کرو اور عمار کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرو۔''

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۲)

marfat.com
Marfat.com

کفار کی ان گونا گوں اور وحشیانہ اذیت رسانیوں سے حضرت یاسر رضی اللہ عنہ جاں بحق ہو گئے۔ ابوحذیفہ بن مغیرہ نے اپنی لونڈی سمیہ ابوجہل کو دے دی۔ پہلے اس نے ان کو ورغلانے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن جب وہ سچی مومنہ اپنے ایمان پر پہاڑ کی طرح جمی رہی۔ تو مکہ کے ایک چوراہے میں تماشائیوں کے ایک ہجوم میں اس نے آپ کے جسم کے نازک حصہ پر نیزہ مارا اور وہ غش کھا کر گریں اس عاشقہ صادقہ کے خون نے مکہ کی پیاسی ریت کو سیراب کیا۔ اور اپنی جان، جان آفرین کے نام کو بلند کرنے کے لئے بطور نذرانہ پیش کر دی۔

''تحریک اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی خلعت فاخرہ سے جس خاتون کو نوازا گیا وہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ذات والا صفات تھیں۔''

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے راہ حق میں جو خوفناک مظالم' جور وستم برداشت کئے اور دشمنوں پر ثابت کر دیا کہ ایمان ایک ایسا جاودانی اور سرمدی نشہ ہے جو ظالمانہ کارروائیوں سے نہ اترتا ہے نہ متاثر ہوتا ہے۔ جب یہ آب نشاط انگیز روح میں رچ بس جائے تو انسان ہر ظلم سہہ سکتا ہے مگر اس سے رشتہ نہیں توڑ سکتا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ہی کی طرح بہادر جانباز خاتون تھیں انہوں نے جان دے دی مگر ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا ساتواں نمبر تھا۔ ابوجہل نے انہیں بہت اذیتیں دیں جب انہوں نے ایمان کا دامن نہ چھوڑا تو اُس ابوجہل خبیث نے اُس کے جسم کے نازک حصہ میں نیزہ مار کر شہید کر دیا آپ اسلام میں پہلی شہید خاتون ہیں۔ رضی اللہ عنہا رضواناً کاملاً (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد۴ صفحہ ۳۳۴)

(۴) حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ''موصل'' کے باشندے اور ایک امیر کبیر حکمران خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کا باپ ''ابلہ'' کا حاکم تھا۔ کسی بات پر رومی بگڑ گئے اور انہوں نے ان کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ فوجی قوت کے حوالے سے وہ برتر تھے اس لئے غالب آئے اور یہاں کے باشندوں کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا کر ''روم'' لے گئے ان قیدیوں میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے اس وقت یہ بالکل بچے تھے۔ روم ہی میں پل کر جوان ہوئے ان ہی کی زبان سیکھی، اس لئے فصیح عربی نہ سیکھ سکے اور عجمیت ان کی زبان پر غالب آ گئی۔ عرب کے ایک قبیلہ بنوکلب نے ان کو ''اہل روم'' سے خرید لیا اور مکہ لے آئے یہاں عبداللہ بن جدعان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا انہوں نے سکھ کا سانس لیا اور آزاد زندگی گزارنے لگے۔ درمیانے قد، انتہائی سرخ رنگ اور مضبوط اعصاب کے طاقتور انسان تھے۔ طبیعت حق پسند اور زہد و ریاضت کی طرف مائل تھی۔ دور جاہلیت کی رسوم و عادات کو پسند نہ کرتے تھے جب ہدایت کی پہلی کرن پھوٹی اور حضور پرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق دی تو یہ فوراً قبول حق کے لئے تیار ہو گئے ان دنوں حضور انور' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں اقامت گزیں تھے اور خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس دور کی کہانی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے پہلی ملاقات کی تفصیل

Marfat.com

یوں بیان فرماتے ہیں۔

میں ''دارارقم'' کے دروازے پرصہیب سے ملا حضورپُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر موجود تھے۔ میں نے پوچھا: اے صہیب! کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے عمار! پہلے آپ بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: میرا یہی ارادہ ہے کہ اندر جاؤں اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنوں۔ انہوں نے جواب دیا میرا بھی ارادہ۔ چونکہ مقصد ایک اور نیک تھا اس لئے دونوں ایک ساتھ اندر گئے حضورپُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا ہم نے قبول کیا اور مسلمان ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۲۷)

پھر صہیب رضی اللہ عنہ بھی اہل ستم کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بن گئے۔ ایسے بے یارومددگار مسلمان ان کا خصوصی شکار تھے جو عربی خاندان نہیں رکھتے تھے یا کسی کی پناہ میں نہیں تھے۔ انہوں نے صہیب رضی اللہ عنہ کو جی بھر کے ستایا مارا پیٹا، ہوش ربا مظالم ڈھائے مگر ان کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا اور ظلم و بربریت کے طوفان میں بھی ثابت قدم رہے۔

(۴) حضرت خباب بن اَرت رضی اللہ عنہ

یہ آزاد ماں باپ کے آزاد فرزند تھے۔ کسی نے ان کو زمانہ جاہلیت میں پکڑ لیا اور اپنا اسیر بنا لیا۔ اور کسی منڈی میں جا کر فروخت کر دیا۔ قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت اُمِ انمار نے ان کو خرید لیا۔ آہن گری (لوہار) ان کا پیشہ تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے الفت تھی۔ حضورپُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس صحبت کی برکت سے آپ مشرف باسلام ہو گئے۔ ان کی مالکہ ام انمار کو جب یہ اطلاع ملی۔ تو اس کی ناراضگی اور برہمی کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ سنگ دل لوہے کا ایک ٹکڑا بھٹی میں گرم کرتی جب وہ لال سرخ ہو جاتا تو اسے چمٹے سے اٹھا کر خباب کے سر پر رکھ دیتی۔ اس سے جو اذیت آپ کو پہنچتی ہو گی اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک روز اپنے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے اپنی اس تکلیف کے بارے میں گزارش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس آزمائش میں تو خباب کی مدد فرما۔

لب مصطفیٰ کے حرکت میں آنے کی دیر تھی کہ اس ظالمہ ام انمار کو دردِ سر کی تکلیف شروع ہو گئی۔ درد کی شدت سے وہ کتوں کی طرح بھونکا کرتی تھی۔ اسے کہا گیا کہ سینگیاں لگواؤ۔ اب اس کے لئے حضرت خباب لوہے کا ایک ٹکڑا آگ میں گرم کرتے پھر اسے اس کے سر پر رکھتے۔ تب اسے کچھ افاقہ محسوس ہوتا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی آزمائش نے جب طول کھینچا تو انہوں نے اپنی داستان درد و الم حضور پرنور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ اس عرض داشت میں کچھ بے صبری کا اظہار بھی تھا' پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضورپُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ شریف کے سایہ میں تکیہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے یہ وہ دن تھے جب کہ مشرکین عام مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کیا کرتے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا حضور ﷺ ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں اس تکلیف سے نجات دے۔ میری یہ بات سن کر سرکارِ دو عالم، حضور پُر نور ﷺ کا چہرۂ مبارک جلال سے سرخ ہو گیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لاتے تھے، کفار لوہے کی کنگھیوں سے ان کی ہڈیوں سے گوشت ادھیڑ لیا کرتے تھے اس کے باوجود وہ اپنے دین سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔ بعض مومنین کے سروں پر آری رکھ کر چلائی جاتی تھی وہ ان کو دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیتی تھی پھر بھی وہ اپنے دین سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔ اے خباب! سنو! یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ دین اسلام کو غلبہ بخشے گا (اور سارے جزیرہ عرب پر اسلام کا پرچم لہرائے گا) یہاں تک کہ صنعاء (یمن) سے ایک مسافر روانہ ہو کر ملک شام کے شہر بصرہ تک اکیلا جائے گا۔ اور اسے اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ کسی کو یہ بھی خطرہ نہ ہوگا کہ کوئی بھیڑیا اس کی بھیڑوں کو پھاڑ ڈالے گا۔ (رواہ البخاری) (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ حدیث ۳۸۵۲)

انہیں انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹایا جاتا یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی رطوبت یا پانی سے انگارے بجھ جاتے۔

(انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بغدادی جلد ۱ صفحہ ۱۷۶)

آپ اپنی داستان الم یوں فرماتے ہیں۔

کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ کفار نے میرے لئے آگ بھڑکائی۔ مجھے زمین پر لٹا دیا اس کے انگارے میری پشت پر رکھے ان کی تپش سے میری چربی پگھلی اور اس سے یہ انگارے بجھے۔

(السیرۃ الحلبیہ، برہان الدین حلبی جلد ۱ صفحہ ۴۸۶)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، خلیفۃ الرسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنے کندھے کے ساتھ بٹھایا اور فرمایا کہ تجھ سے زیادہ صرف ایک شخص ہے جو اس جگہ بیٹھنے کا حق دار ہے میں نے پوچھا اے امیر المومنین وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: بلال۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ وہ مجھ سے زیادہ حق دار نہیں ان کے لئے تو چند معاون تھے جو مشرکین کو انہیں عذاب دینے سے روکتے تھے لیکن میرے لئے تو کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دن انہوں نے میرے لئے آگ جلائی۔ پھر انہوں نے مجھے اس پر گھسیٹ کر لٹا دیا۔ پھر ایک کافر نے میرے سینہ پر پاؤں رکھ دیا۔ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ سے قمیص اٹھائی تو آپ کی پشت پر برص کی طرح جل جانے کے داغ تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۴۷۹)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لوہاروں کا کام کرتا تھا اور تلواریں بنایا کرتا تھا۔ عاص بن وائل نے مجھ سے تلواریں خریدیں اس کی قیمت اس کے ذمہ قرض تھی میں اس سے قرض مانگنے کے لئے آیا تو اس گستاخ نے کہا۔ بخدا! میں تمہیں اس وقت تک قرض ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد (ﷺ) کا انکار نہ کرو۔ آپ نے بڑی جرأت سے جواب دیا۔

Marfat.com

''خدا کی قسم! میں اپنے محبوب کا انکار ہرگز نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ تو مر جائے اور پھر روزِ محشر تجھے قبر سے اٹھایا جائے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۹۶)

باطل پرستی انسان کے باطن کو ویران اور اس کی ذات کو ہر انسانی قدر سے محروم کر دیتی ہے۔ وہ انسان ہوتے ہوئے بھی تمام اوصافِ عالیہ سے عاری اور پاکیزہ جذبات سے محروم انسان نما وحشی درندہ بن جاتا ہے۔ ستم پسند اور اصنام کے پجاری انتقام کے جوش میں اسی قسم کے درندے بن گئے تھے اور وحشت و بربریت کو شعار بنا لیا تھا۔ مزید آگے بڑھے تو دیانت و امانت کے تقاضے اور آدابِ معاشرت بھی بھول گئے اور انتہائی گھٹیا حرکتوں پر اتر آئے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بہترین تلوار ساز تھے آپ کی فنی مہارت کی پورے عرب میں شہرت تھی اور شوقین لوگ دور دور سے تلواریں بنوانے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے اور گراں قیمت پر خرید کر لے جاتے تھے۔

آپ ایک بااصول ہنرمند اور تجربہ کار دکاندار تھے۔ کھری چیز بنا کر دیتے تھے اور کھری قیمت وصول کرتے تھے کسی کو آپ کے ساتھ بے اصولی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ مگر جب مسلمان ہوئے تو دین کے دشمن سب اصول بھول گئے ان کی ذات پر جو خوفناک مظالم ڈھائے وہ اپنی جگہ رہے جو دیانت و امانت کے تقاضے تھے وہ بھی طاقِ نسیاں پر رکھ دیئے اور ادائیگیوں سے انکار کر دیا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں۔

''میں لوہار تھا اور مکہ میں تلواریں بنایا کرتا تھا چنانچہ میں نے عاص بن وائل کے لیے تلوار بنائی۔ پھر قیمت لینے کے لئے اس کے پاس گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا: میں تلوار کی قیمت نہیں دوں گا یہاں تک کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرے۔ میں نے کہا: میں تو حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی بھی انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ تجھے مار کر پھر زندہ کرے۔''

(صحیح بخاری کتاب تفسیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۱)

دوسری جگہ وضاحت ہے عاص بن وائل حیران ہو کر بولا۔

''کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے جواب دیا: ہاں اس نے ادائیگی کے بجائے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ جس طرح یہاں میرے پاس دولت و اولاد ہے اس طرح وہاں بھی ہوگی میں وہیں ادائیگی کر دوں گا۔'' (صحیح بخاری کتاب تفسیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۱)

اس موقع پر سورہ مریم کی آیات ۷۷ تا ۸۰ نازل فرمائی گئیں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: ''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: مجھے دولت اور اولاد دی جائے گی کیا اس نے نظر نہ آنے والی دوسری دنیا کو جھانک کر دیکھ لیا ہے؟ یا اللہ کے ساتھ کوئی معاہدہ کرلیا ہے؟ اس کی بات غلط ہے جو وہ کہتا ہے وہ ہم لکھ لیں گے اور اسے لمبا عذاب دیں گے اور ان چیزوں کے ہم مالک ہوں گے جن کا وہ دعویدار ہے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

(سورہ مریم آیات ۷۷ تا ۸۰)

(۵) حضرت ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ ابو فکیہہ (اَفلَح ۔ ابو فُکَیْھَہ)

حضرت فکیہہ جن کا نام افلح تھا' بنی عبدالدار کے غلام تھے۔

یہ امیہ کے بیٹے صفوان کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایمان لائے تھے ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ صفوان کے باپ امیہ نے انہیں پکڑا ہوا ہے اور رسیوں سے باندھ کر عین دوپہر کے وقت کوئلوں کی طرح دہکتی ہوئی ریت پر ان کو پیٹھ کے بل لٹایا ہوا ہے اور ان کے پیٹ پر ایک وزنی پتھر رکھا ہوا ہے اوپر سے دھوپ کی تپش نیچے سے گرم ریت کی جلن اور پیٹ پر بھاری پتھر کا وزن' زبان منہ سے باہر لٹک آئی ہے اور امیہ کا بھائی کہہ رہا ہے کہ اسے اور عذاب دو اسے اور اذیت پہنچاؤ۔ یہاں تک کہ اس کی چیخ و پکار سن کر خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور اپنے جادو کے زور سے اسے ہم سے چھڑائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنے دینی بھائی کی یہ اذیت دیکھی نہ جاسکی۔ اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کی اور اس طرح انہیں ظلم وتعدی کے شکنجہ سے نجات دلائی۔

ایک دفعہ امیہ نے آپ کے پاؤں میں رسی باندھی اور نوکروں کو حکم دیا انہیں زمین پر گھسیٹیں۔ پھر آپ کو گرم سنگریزوں پر ڈال دیا۔ پاس سے جعل (گوبر کا کیڑا) گزرا۔ امیہ نے پوچھا کیا یہ تمہارا رب نہیں ہے؟ آپ نے جواب دیا۔

''میرا رب تو اللہ تبارک تعالیٰ ہے جس نے مجھے بھی پیدا کیا' تجھے بھی پیدا کیا اور اس گوبر کے کیڑے کو بھی پیدا کیا۔''

امیہ اس جواب سے آگ بگولہ ہوگیا اور آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔

(انساب الاشراف، احمد بن یحییٰ بغدادی جلد ا صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابو فکیہہ رضی اللہ عنہ بھی ستم رسیدہ غلاموں میں سے تھے جب اسلام لے آئے تو اہل مکہ کی ستم رانیوں کا نشانہ بن گئے۔

امیہ بن خلف نے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور اسی طرح گھسیٹتا ہوا میدان میں لے آیا اور تپتی زمین پر ڈال دیا پھر گلا دبانا شروع کردیا۔ اتنے میں اس کا بھائی ابی بن خلف آگیا اور ترس کھا کر اسے چھوڑنے کا مشورہ دینے کی بجائے اور زیادہ اکسایا کہ اور زور سے گلا دبا: امیہ اسی طرح گلا دباتا رہا یہاں تک کہ آپ کی

Marfat.com

گردن ڈھلک گئی اور اس نے گمان کرلیا کہ مر گئے ہیں۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے اور انہیں اس ظالم سے خرید کر آزاد کیا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، حجر عسقلانی جلد۴ صفحہ ۱۵۶)

حمامہ رضی اللہ عنہا

یہ حضرت بلال کی والدہ تھیں یہ بھی مشرف با سلام ہوگئی تھیں ان کو بھی اس جرم میں ان کا کافر مالک طرح طرح کی سزائیں دیتا تھا اور اذیتیں پہنچایا کرتا انہیں بھی حضرت صدیق نے خرید کر ان کے بد باطن سنگدل مشرک آقا کے چنگل سے رہائی دلائی۔

زِنّیرہ رضی اللہ عنہا

یہ بھی ایک مشرک کی کنیز تھیں۔ جب مسلمان ہوگئیں تو ان کے بے رحم مالک نے ان پر ظلم وتشدد کی انتہا کر دی۔ یہاں تک کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی۔ ایک روز ابوجہل نے اس پاکباز خاتون کو طعنہ دیتے ہوئے کہا لات وعزیٰ نے تیری آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے انہوں نے جھٹ جواب دیا۔

> ''ہرگز نہیں بخدا لات وعزیٰ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر، یہ تو آسمانی حکم ہے اور میرا رب اس چیز پر قادر ہے کہ میری بینائی لوٹا دے۔''

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کے اس توکل وزعم باللہ کو قبول فرمالیا اور جب صبح ہوئی تو ان کی بینائی لوٹ آئی اب ہر چیز ان کو نظر آنے لگی تھی قریش کی آنکھوں پر بدبختی کے پردے پھر بھی پڑے رہے کہنے لگے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جادو کا اثر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا ان کی ایک لڑکی تھی اسے بھی آپ نے خریدا اور آزاد کر دیا۔ ابوجہل ان کی غربت ان کی بے کسی کو دیکھ کر لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ تم ان غلاموں اور لونڈیوں کو دیکھ کر حیران نہیں ہوتے ہو کہ وہ کس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں۔ اتنا نہیں سوچتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ لے آئے ہیں اگر اس میں کوئی خیر اور بھلائی ہوتی تو کیا اس کو قبول کرنے میں یہ اجڈ اور جاہل ہم سے سبقت لے جاتے۔ کیا ہم آگے بڑھ کر اس دین کو سب سے پہلے قبول نہ کر لیتے گویا اس جہالت کے باپ (ابوجہل) کے نزدیک ان غریبوں اور مسکینوں کا اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آنا اور ان سرکشوں اور متکبروں کا ایمان نہ لانا اسلام کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی حالانکہ ہدایت اللہ تبارک تعالیٰ کا عطیہ ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

اُمِّ عُنَیس رضی اللہ عنہا

بعض روایات میں ان کا نام ام عبیس لکھا ہے۔ یہ بنو زہرہ خاندان کی کنیز تھی اسود بن عبد یغوث انہیں طرح طرح کے عذاب دیا کرتا تھا ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خریدا اور آزاد کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

نہدیہ اور ان کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا

یہ دونوں ولید بن مغیرہ کی لونڈیاں تھیں۔ انہیں بھی اللہ تبارک تعالیٰ نے نعمت ایمان لے مالا مال کر دیا تھا پھر یہ ایک عورت کی ملکیت میں چلی گئیں جب یہ ایمان لے آئیں تو یہ بے رحم مالکہ ان کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتی اور کہتی کہ میں کبھی بھی تمہیں ستانے اور اذیت دینے سے باز نہیں آؤں گی جس نے تجھ کو بے دین کیا وہ تمہیں خرید کر آزاد کر دے۔

ایک دن وہ ماں بیٹی اپنی مالکہ کا آٹا پیسنے کے لئے جا رہی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خریدا اور اسی وقت آزاد کر دیا۔ اس نے جو قیمت مانگی وہی اس کو دے دی اور انہیں کہا اب تم دونوں آزاد ہو۔ اور جو آٹا پیسنے کے لئے جا رہی تھیں اِس کے بارے میں فرمایا کہ وہ اس کو واپس کر دو۔ لیکن انہوں نے عرض کی ہم چاہتی ہیں کہ آٹا پیس کر اس کے حوالے کریں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہاری مرضی۔

لطیفہ رضی اللہ عنہا

یہ عامر بن فہیرہ کی بہن تھی اور حضرت عمر کی لونڈی تھی۔ ان کی ایک اور لونڈی بھی تھی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ اسلام لانے سے پہلے عمر بن خطاب کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد کے جو دریا موجزن تھے اس کی وجہ سے ان بیچاری لونڈیوں کو وہ خوب پیٹتے تھے۔ انہیں کوئی چھڑانے والا بھی نہ تھا۔ اتنا پیٹتے کہ تھک جاتے اور ستانے کے لئے رکنا پڑتا' انہیں کہتے کہ میں ذرا دم لے لوں پھر تمہاری خبر لیتا ہوں۔ اس بہیمانہ زدوکوب کا سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔

ایک روز جب عمر ان پر مشق ستم کر رہے تھے اور مار مار کر تھک گئے تو اس لونڈی نے کہا اے عمر! اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو میرا رب تمہیں بھی ایسے ہی عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (السیرۃ الحلبیہ، امام محمد ابوزہرہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

الٰہی! کیا شان ہے تیرے نام کی' کن ناقابل تسخیر قوتوں کا مخزن ہے تیری ذات پر ایمان، کیا عظمتیں ہیں تیرے محبوب کے ذوق غلامی کی' جن کو یہ سرمدی نعمتیں تو عطا فرماتا ہے، وہ ذرے ہوں تو رشک آفتاب بن جاتے ہیں، وہ قطرے ہوں تو سمندر کی بیکرانیوں کے امین بن جاتے ہیں وہ غلام ہوں تو دنیا کے ظالم متکبر فرمانروا بھی ان کے تابعدار، نوکر بن جاتے ہیں۔

اس لطیفہ کو بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خریدا اور خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ نحیف و نزار غلاموں اور لونڈیوں کو ان کا بیٹا ابوبکر خریدتا ہے اور آزاد کر دیتا ہے تو انہوں نے از راہ خیر خواہی اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔

''اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسے غلاموں کو آزاد کرتے ہو جو ضعیف اور کمزور ہیں اگر تمہیں غلاموں کو آزاد کرنے کا شوق ہے تو جوان اور طاقتور غلاموں کو آزاد کیا کرو۔ جو مشکل میں تمہارے دست و بازو بنیں اور دشمن کے مقابلہ میں وہ تمہارے لئے سینہ سپر ہوں۔''

Marfat.com

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۴۸۳)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"میں تو یہ جو کچھ کر رہا ہوں محض اپنے بزرگ و برتر رب کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔"

اللہ تبارک تعالیٰ نے باپ اور بیٹے کی گفتگو سنی اور یہ پیغام دے کر جبرئیل امین کو اپنے محبوب رسول نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور سورہ لیل کی آیات ۵ تا ۷ نازل فرمائیں۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ○

"پھر جس نے راہ خدا میں اپنا مال دیا۔ اور اس سے ڈرتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کر دیں گے اس کے لئے آسان راہ۔" (سورۂ لیل آیات ۵ تا ۷)

دریا دل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جن غلاموں اور لونڈیوں (گھریلو خادماؤں) خرید کر آزاد کیا ان میں سے کچھ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت بلال بن رباح

حضرت ابوفکیہہ (افلح)

حضرت عامر بن فہیرہ

حضرت عمامہ

حضرت زنیرہ

حضرت ام عنیس

حضرت لطیفہ

حضرت نہدیہ اور صاحبزادی

اور قبیلہ بنی عدی کے ایک خانوادے بنی مومل ایک لونڈی رضوان اللہ علیہم اجمعین

یہ لوگ اس دور کی مظلوم ترین مخلوق تھے جن پر ہر ظلم روا رکھا جاتا تھا اور جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ان غرباء و مظلومین کو خرید کر آزاد کیا۔ اس پر آپ کے والد ابوقحافہ نے کہا: تم نے کمزور و ناتواں غلاموں اور لونڈیوں کو خرید کر آزاد کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ وہ درست نہیں طاقتور غلام خرید کر آزاد کرو تاکہ ایک مضبوط جتھا تیار ہو اور کل تمہارے کام آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو بڑا ایمان افروز جواب دیا: اے باپ! میں یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں ان کی آزادی سے میرا کوئی دنیاوی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ بارگاہ خداوندی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل مقبول ہوا اور خوشنودی کا پروانہ سورہ لیل کی آیات ۵ تا ۷ کی صورت میں نازل ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○

''وہ عظیم انسان اس آگ سے محفوظ رہے گا جو بڑا ہی متقی ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ پاک ہو اس کے اوپر کسی نے احسان نہیں کیا جس کا یہ بدلہ چکانا چاہتا ہو اس کے پیش نظر رب اکبر کی رضا ہے اور وہ یقیناً اس سے راضی ہو جائے گا۔'' (سورہ لیل آیات ۱۷ تا ۲۱)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امراء مکہ کے مظالم میں شدت آ گئی۔ وہ دہشت گردی پر اتر آئے ان کے اطوار و حرکات میں دیوانگی کی جھلک نظر آنے لگی جیسے جوش انتقام میں ان پر جنون کی کیفیت طاری ہو گئی، اور اب وہ ہر قیمت پر اس تحریک کو کچلنا چاہتے ہوں۔

مظلوم غرباء و مساکین اور ظالم آقاؤں کے زیر نگین غلام اور کنیزیں آخر گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان تھے پتھر کی بے جان مورتیاں نہ تھے جو ان چیرہ دستیوں سے متاثر نہ ہوتے۔ ان کے ناتواں جسموں پر آزمائے جانے والے ظلم و ستم کے نت نئے حربوں نے انہیں پریشان کر دیا۔ حوصلہ تو نہ ہارا مگر دل میں آرزو انگڑائیاں لینے لگی کہ اب ان مظالم کی حد ہو چکی ہے اب انہیں ختم ہونا چاہئے۔ اہل مکہ نے مظالم کی انتہا کر دی ہے اور تشدد کی ایسی خونچکاں داستانیں رقم کی ہیں جن کی مثال نہیں ملتی اس لئے انہیں اس کی سزا ملنی چاہئے تاکہ انہیں احساس ہو کہ دوسرے بھی انسان ہیں اور ان پر سختی کی جائے تو انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

ایک دفعہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں اپنے ان جذبات کا اظہار کر ہی دیا: حضرت خباب رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

''میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ اس وقت کعبہ کے زیر سایہ ایک چادر کا تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے یہ اس دور کی بات ہے جب ہم مشرکین کے شدید مظالم کا نشانہ بنے ہوئے تھے پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں ان ظالموں کے خلاف دعا نہیں کریں گے؟ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جو اہل ایمان تم سے پہلے گزرے ہیں ان کا گوشت پوست لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ ہڈیوں سے ادھیڑا جاتا تھا مگر اتنی شدید اذیت بھی ان کو دین سے برگشتہ نہیں کرتی تھی کسی کے سر پر آرا رکھ کر اسے چیر دیا جاتا تھا۔ سنو! گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تبارک تعالیٰ اس دین کو ضرور غلبہ و اقتدار عطا فرمائے گا اور ایسا امن قائم ہو جائے گا کہ ایک سوار صنعاء یمن سے ''حضر موت'' تک تنہا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہو گا۔'' (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ حدیث ۳۸۵۲)

حضور پرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے بہت سے پہلو ہیں جن میں اسرار و رموز مختلف ادوار کے لئے رہنمائی اور بشارات کی ایک دنیا آباد ہے۔

Marfat.com

(۱) حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عرضداشت پر آپ ﷺ نے انہیں کیف جلال سے سمجھایا اور اہل ستم کے خلاف دعا سے انکار فرمادیا۔ گزشتہ اہل ایمان پر ڈھائے جانے والے مظالم کی کیفیات بتا کر صبر کی تلقین کی۔
اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اہل حق پر ابتلاء کے ادوار بھی آتے ہیں جب وہ سفاک ظالموں کی سختیوں اور چیرہ دستوں کا نشانہ بنتے ہیں اور بالکل بے دست و پا ہوتے ہیں عزم و استقلال اور ایمان کے سوا کوئی ان کا ساتھی نہیں ہوتا۔ حالات کا تجزیہ کرنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ تحریک کمزور ہوگئی ہے اور انقلاب دشمن عناصر نے دہشت گردی سے کام لے کر اسے دبا دیا ہے۔ اس کے وابستگان کو ہراساں کر کے اس سے منحرف کر دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ یہ تو فقط ایک دور ہوتا ہے جس میں مشن سے وابستہ افراد کے ایمان وخلوص کی جانچ ہوتی ہے انہیں آزمایا جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کے ساتھ کس حد تک مخلص ہیں اور جو ہر آزمائش پر پورے اترتے ہیں انہیں حیات جاودانی عطا کر دی جاتی ہے پھر ان شہیدوں کا خون اپنی قوم کو وہ حوصلہ، ہمت، عزم یقین و اعتماد عطا کرتا ہے کہ دشت نورد بھی کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے اور امن و امان کے ساتھ بیابانوں کو عبور کرتے ہیں۔

(۲) حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے یہ نوید جانفزا اس وقت سنائی جب ظلم وستم کا بازار گرم تھا اور کسی ایماندار کی جان محفوظ نہیں تھی۔ ظالموں نے خوف و ہراس کی ایسی فضاء قائم کی ہوئی تھی جس میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں تھی، جب چاہتے تھے دہشت گردی کر دیتے تھے۔ ایسے ماحول میں کوئی فتح و نصرت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مگر سچے نبی ﷺ نے انہیں یقین دلایا کہ اللہ کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے وہ ظالموں کا پنجہ ستم مروڑ سکتا ہے مگر بات صرف اتنی ہے کہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے تا کہ تمام حربے آزمالیں اور ان کے دل میں کوئی حسرت نہ رہے اور دوسری طرف اپنوں کا امتحان لیتا ہے کہ جوانیاں لٹانے کے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں پھر جب وقت آتا ہے تو نمرود و شداد اور فرعون و ہامان کے نیچے سے بھی تختہ کھینچ لیتا ہے اور اہل ایمان کو تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی پشین گوئی کے مطابق انقلاب آیا۔ جو انقلاب دشمن عناصر یہ سمجھتے تھے کہ ان کا آفتاب اقبال کبھی غروب نہ ہوگا وہ حروف غلط کی طرح مٹ گئے اور اس طرح پیوند زمین ہوئے کہ نام لینے والا بھی کوئی نہ رہا مگر دوسری طرف وہ لوگ جو کمزور و ناتواں تھے اور ان کے مظالم سہتے رہتے تھے دین سے وابستگی نے انہیں بقا کی دولت عطا فرمادی اور وہ دونوں جہانوں میں امر ہو گئے۔

marfat.com
Marfat.com

ہجرت حبشہ

پہلی ہجرت حبشہ

انسان بنیادی طور پر امن پسند واقع ہوا ہے اور اس کی فطرت میں مل جل کے رہنا ہے۔ امن کی تلاش اور امن کا قیام اس کی جبلت میں شامل ہے وہ خود زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رہنے کا حق دیتا ہے، انسانی تہذیب و تمدن کی پوری تاریخ تلاش امن اور قیام امن کی تاریخ ہے۔ وہ ہر مرحلہ پر خونریزی سے بچتا ہے۔ حقوق کی طلبی کے ساتھ وہ فرائض کی ادائیگی کے شعور سے بھی بہرہ ور ہے، قبل از تاریخ کا انسان بھی اجتماعی اور انفرادی طور پر امن کی تلاش میں ہجرت کے مراحل سے گزرتا رہا ہے۔ کئی انبیاء علیہم السلام کی ہجرت کا ذکر بھی آپ نے قرآن حکیم اور کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ سفر ہجرت اتنا ہی قدیم ہے جتنا قدیم خود انسان کا وجود ہے۔ ابتدائی دور میں وہ اپنی روزی اور حفاظت کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا رہا، ہجرت کرتا رہا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ دنیاوی لحاظ سے بھی یعنی کہ پرسکون ماحول، اچھی روزی سکون وصحت کے لئے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی یعنی کہ اپنے آرام، روزی سکون وصحت کے بجائے اپنے دین وایمان کی خاطر بھی حضرت انسان کو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً ہجرت کرنا پڑی ہے۔

انسان کی خواہش ہے فطرت ہے مجبوری ہے کہ جب ظلم وستم، پابندیوں اور عذاب لمحے اس تواتر سے انسانی زندگی کو اپنے حصار میں لے لیں کہ امن اور سلامتی سے زندہ رہنے کی ہر امید دم توڑ جائے تو پھر اس حصار کو توڑ کر خطہ جبر کو خیر باد کہہ دیا جاتا ہے اور انسان امن اور عافیت کی تلاش میں ان علاقوں کی طرف نکل جاتا ہے جہاں جبر ظلم وستم کا دور دورہ نہ ہو اور اسے امید ہو کہ نئے علاقے میں وہ اپنے عقیدے اور نظریئے کے مطابق زندگی بسر کر سکے گا اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں باطل استحصالی قوتیں مزاحم نہیں ہوں گی۔ اصحاب کہف نے بھی قریہ جبر سے خطہ امن کی طرف ہجرت کی تھی اور ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ ہجرت کو روحانی اور فکری رشتوں کی جیت سے تعبیر کیا گیا ہے گویا تحفظ ایمان کی خاطر ہر زمینی رشتے کو توڑ دینے کا نام ہجرت ہے۔

حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کی حفاظت کا وعدہ خود رب العالمین نے فرمایا تھا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ''کہ لوگوں کے شر سے اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو بچائے گا۔'' (سورۂ حجر آیت ۹۵) نیز آپ کے چچا ابوطالب اور خاندان بنو ہاشم کے دیگر لوگ بھی حضور ﷺ کے دفاع کے لئے ہمیشہ مستعد رہا کرتے

Marfat.com

تھے۔ دیگر اعلیٰ خاندانوں کے افراد جو اسلام لائے تھے ان کے تحفظ کی ضمانت ان کے خاندان والوں نے دی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود کفار جب بھی ان کا بس چلتا۔ حضور انور، سرور دو عالم ﷺ اور ان بارسوخ صحابہ کرام کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ لیکن تحریک دین اسلام کے پیروکاروں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو کافر آقاؤں کے غلام تھے۔ یا غریب اور نادار لوگ تھے جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ کفار کا رویہ ان لوگوں کے ساتھ انتہائی سنگدلانہ ہی نہیں بلکہ وحشیانہ تھا۔ جن کا مختصر تذکرہ آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

جور وستم کا مذکورہ سلسلہ نبوت کے چوتھے سال میں یعنی کہ دعوت و تبلیغ دین اسلام کے کھلم کھلا، علانیہ شروع کرنے کے ساتھ ہوا تھا ظلم وستم کا یہ سلسلہ ابتداء معمولی تھا مگر دن بدن اور ماہ بماہ بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ نبوت کے پانچویں سال کا وسط آتے آتے اپنے شباب کو پہنچ گیا اور اتنی شدت اختیار کر گیا کہ مسلمانوں کے لئے مکہ میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ اور انہیں ان پیہم ستم رانیوں سے نجات کی تدبیر سوچنے کے لئے مجبور ہو جانا پڑا۔ ان ہی سنگین اور تاریک حالات میں سورہ کہف نازل ہوئی۔ یہ اصلاً تو مشرکین کے پیش کردہ سوالات کے جواب میں تھی لیکن اس میں جو تین واقعات بیان کئے گئے ان واقعات میں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے مستقبل کے بارے میں نہایت بلیغ اشارات تھے۔

اس بارے میں آپ گزشتہ اوراق میں تفصیل سے پڑھ آئے ہیں۔ اب دوبارہ مختصراً گزارش ہے کہ کفار مکہ نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط کو یثرب بھیجا تا کہ وہاں کے یہودی علماء سے حضور انور ﷺ کے بارے میں دریافت کریں۔ چنانچہ ان علماء نے حضور پر نور ﷺ کی صداقت کو پرکھنے (جاننے) کے لئے انہیں تین سوالات پوچھنے کی تلقین کی۔ اور بتایا کہ اگر وہ ان تینوں سوالات کا صحیح جواب دیں تو وہ سچے نبی ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو نبی نہیں پھر تم جس طرح چاہو ان سے نبٹ سکتے ہو۔ یہ دونوں خوشی خوشی مکہ واپس آئے اور اپنے ہم وطنوں کو بتایا کہ ہم تمہارے پاس ایک فیصلہ کن معیار لے کر آئے ہیں۔ جس پر پرکھنے سے ان کی حقیقت واضح ہو جائے گی ان سوالات کے جواب میں اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ کہف نازل فرمائی اور مشرکین پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں لیکن اہل مکہ جو اندھی عصبیت کا شکار تھے پھر بھی اپنے باطل عقائد سے دست بردار نہ ہوئے۔ البتہ اہل حق کے لئے اس سورت میں ان کے موجودہ مشکل حالات میں رہنمائی کا بڑا سامان تھا۔

ان کے پہلے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کے حالات بڑی تفصیل و وضاحت سے بیان فرمائے گئے۔

سورہ کہف آیت ۱۶ میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد ہے۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۔

marfat.com
Marfat.com

''اور جب تم الگ ہو گئے ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کا وہ پوجا کیا کرتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا۔ تو اب پناہ لو غار میں پھیلا دے گا تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) اور مہیا کر دے گا تمہارے لئے اس کام میں آسانیاں۔'' (سورہ کہف آیت ۱۶)

چنانچہ اصحاب کہف کے واقعے میں یہ درس موجود ہے کہ جب دین و ایمان خطرے میں ہو تو کفر و ظلم کے مراکز سے ہجرت کے لئے تن بہ تقدیر نکل پڑنا چاہئے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نتائج ہمیشہ ظاہری حالات کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ بسا اوقات ظاہر حالات کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ میں اس امر کا لطیف سا اشارہ موجود ہے، پنہاں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اس وقت جو ظلم و تشدد، جبر و تعدی، جور و جفا برپا ہے اس کے آخر کار نتائج بالکل برعکس نکلیں گے اور یہ سرکش مشرکین اگر ایمان نہ لائے تو آئندہ ان ہی ستائے ہوئے مقہور و مجبور مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنی قسمت کے فیصلے کے لئے پیش ہوں گے۔

ذوالقرنین کے واقعہ میں چند اور خاص باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) یہ کہ بالآخر فلاح و کامرانی ایمان ہی کی راہ میں ہے، کفر کی راہ میں نہیں۔

(۲) یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے نیک صالح بندے ہی زمین کی وراثت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

(۳) یہ کہ زمین اللہ تبارک تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بناتا ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے بندوں میں سے ایسے افراد کھڑے کرتے رہتا ہے جو مجبور و مقہور ظلم و جبر میں گھرے ہوئے انسانوں کو اس دور کے خون نچوڑ لینے والے یاجوج و ماجوج سے نجات دلاتے ہیں۔

اصحاب کہف کا واقعہ سنا کر ان ستم رسیدہ مسلمانوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی فرما دی۔ انہیں بتایا کہ تم سے پہلے بھی بتوں کے پجاریوں اور باطل کے علم برداروں نے اہل حق کے لئے جینا حرام کر دیا تھا۔ جور و جفا کی ان آندھیوں سے اپنی شمع ایمان کو بچانے کے لئے انہوں نے بھی اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہا تھا۔ سفر کی سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو فراموش نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ اس کی رحمت کے دامن نے ان کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ان کی ساری پریشانیاں، راحت و آرام میں بدل گئیں اے مسلمانو! اگر تم بھی ان کی راہ پر گامزن ہو گے تو تمہارے ساتھ ان سے بھی بہتر سلوک کیا جائے گا۔

سورہ الکہف کے بعد سورہ زمر کی آیت ۱۰ میں خالق و مالک کائنات نے فرمایا:

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ: ''ان کیلئے جنہوں نے نیک اعمال کئے اس دنیا میں نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے (مصائب و آلام میں) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔'' (سورہ زمر آیت ۱۰)

Marfat.com

سورہ زمر کی اس آیت مبارک میں وضاحت سے بتا دیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی زمین بڑی کشادہ اور وسیع ہے۔ اگر یہاں یہ نابکار تمہیں اپنے رب قدوس کا نام نہیں لینے دیتے اور آزادی سے اس کی عبادت نہیں کرتے دیتے تو قطعاً فکر مند نہ ہو کسی ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں آزادی سے تم اپنے معبود حقیقی کی عبادت کر سکو۔

یہ اندیشہ تمہیں ہرگز پریشان نہ کرے کہ پردیس میں تمہاری گزر بسر کیسے ہو گی۔ یاد رکھو تمہارا پروردگار اپنے نیک عبادت گزار بندوں کو اس دنیا میں بھی اپنی لامحدود نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور جو لوگ مضبوطی سے صبر کا دامن پکڑے رہتے ہیں ان کو اتنا صلہ دیتا ہے جس کا کوئی حساب نہیں لگایا جا سکتا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم رحمت دو عالم ﷺ نے جب شمع توحید کے ان پروانوں پر کفر و شرک کے سرغنوں کے بے اندازہ مظالم دیکھے اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ ان مظالم میں آئے روز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ نہ ان سنگ دل ظالموں کو ذرا ترس آتا ہے اور نہ دوسرے لوگوں میں رحمت و شفقت کا جذبہ بیدار ہو کر ان کی نجات کا باعث بنتا ہے اور نہ خود مسلمانوں میں اتنی سکت ہے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی دادرسی کر سکیں تو حضور پُر نور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ ظلم و ستم کی اس بستی سے ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں۔ کیونکہ وہاں کے بادشاہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے۔ نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو بے کسوں اور کمزوروں پر ظلم کی اجازت دیتا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پر نور، نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو معلوم تھا کہ اَصحمہ نجاشی، شاہ حبش ایک عادت بادشاہ ہے جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا وہ اہل کتاب سے ہے اور علم دولت ہے جس میں خوف خدا موجود ہے۔

بعض جاہل، کم ظرف، بصیرت کے اندھے، ناسمجھ، متعصب و حاسد قسم کے لوگوں نے ناقدین اسلام بن کر اس ہجرت کو فرار سے تعبیر کیا ہے حالانکہ یہ اقدام ایک عظیم نصب العین کے حصول کے لئے کی جانے والی منصوبہ بندی کا ایک حصہ تھا۔ حکمت عملی اور منصوبہ بندی کو فرار کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ نہ اس سے کسی قسم کی شکست خوردگی کا تاثر ابھرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کفار و مشرکین کی قہر سامانیوں کے باوجود مسلمان اسلامی تعلیمات سے سر مو انحراف کے مرتکب نہیں ہو رہے تھے۔ وہ راہ حق میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے تھے اور قدم قدم پر اپنے کردار کی عظمت کے چراغ روشن کر کے اپنے نصب العین کی سچائی کی شہادت دے رہے تھے اور پھر ہجرت کے بعد انہوں نے باطل پر ضرب کاری لگاتے ہوئے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تمام فکری مغالطوں کی نفی کر دیتے ہیں۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا:

"اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف چلے جاؤ تو وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے جن میں تم مبتلا

marfat.com
Marfat.com

ہوکوئی کشادگی کی راہ کھول دے۔(السیرۃ النبویہ،ابن ہشام جلد اصفحہ ۳۲۱)

چنانچہ بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر حبشہ جیسے دور افتادہ ملک کی طرف روانہ ہوا تا کہ اس پر امن فضا میں وہ جی بھر کر اپنے رب کریم کی عبادت کرسکیں۔اپنے عقیدہ کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کرسکیں۔یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل تھا ان کے قافلہ سالار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر تھیں وہ آپ کے ساتھ تھیں۔پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جوڑے کے بارے میں فرمایا:

''ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔''

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری کے لئے حضرت ام ایمن بھی ساتھ گئیں۔دوسرے مہاجرین کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

اس کاروان وفا میں شامل افراد کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

۱- حضرت عثمان بن عفان
۲- حضرت رقیہ (زوجہ حضرت عثمان بن عفان)
۳- حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد
۴- حضرت ام سلمہ (زوجہ حضرت ابوسلمہ)
۵- حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ
۶- حضرت سہلہ بنت سہیل (زوجہ حضرت عامر بن ابی ربیعہ)
۷- حضرت عامر بن ربیعہ
۸- حضرت لیلیٰ عدویہ بنت ابی حشمہ (زوجہ حضرت ابوحذیفہ)
۹- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
۱۰- حضرت زبیر بن عوام
۱۱- حضرت مصعب بن عمیر
۱۲- حضرت عثمان بن مظعون
۱۳- حضرت سہیل بن بیضاء
۱۴- حضرت عبداللہ بن مسعود
۱۵- حضرت حاطب بن عمرو
۱۶- حضرت ابوبرہ بن ابی رہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

روایات کے مطابق حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی خادمہ کی حیثیت میں مہاجرین حبشہ کے ہمراہ تھیں۔یہ قافلہ

Marfat.com

رات کی تاریکی میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہوا۔ ایک کشتی حبشہ جا رہی تھی انہوں نے فی کس نصف دینار کرایہ ادا کیا۔ اور بغیر کسی تاخیر کے حبشہ روانہ ہو گئے قریش کو ان کے بارے میں پتہ چلا تو ان کے تعاقب میں دوڑے۔ ان کے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس بندرگاہ تک پہنچ گئے جہاں سے وہ کشتی پر سوار ہوئے تھے لیکن کشتی ان کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکی تھی اور یہ لوگ ناکام و نامراد ہو کر لوٹے۔ (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد ا صفحہ ۲۴۵)

جس بندرگاہ سے وہ کشتی پر سوار ہوئے اس کا نام شعیبہ تھا جو جدہ سے تھوڑے فاصلہ پر جانب جنوب واقع تھی۔ اہل مکہ حبشہ وغیرہ کے لئے بحری سفر پر یہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ جدہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بندرگاہ بنایا گیا اور شعیبہ کے بجائے جہاز اور کشتیاں جدہ سے روانہ ہونے لگیں۔

''شعیبہ بحر حجاز کے ساحل پر ایک بندرگاہ تھی۔ جدہ کے بندرگاہ بننے سے پہلے اہل مکہ کی کشتیاں یہاں آ کر لنگر انداز ہوتی تھیں۔'' (معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)

راہ حق کے یہ مسافر جب حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کے لئے ایک پر امن جگہ عطا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ ہم بڑے سکون واطمینان کے ساتھ نجاشی کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے لگے بڑی آزادی سے اپنے خالق حقیقی کی عبادت میں محو رہا کرتے یہاں نہ ہم پر کوئی آوازے کستا اور نہ ہمیں اذیت پہنچا سکتا۔

ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جب مشرکین مکہ کو معلوم ہوا کہ اہل اسلام کا ایک قافلہ خاموشی سے مکہ سے نکل کر ملک حبشہ کے لئے ہجرت کر گیا ہے تو ان کے غیظ وغضب کی کوئی حد نہ رہی۔ پہلے بھی وہ بے کس مسلمانوں پر ظلم وتشدد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے لیکن اب تو انہوں نے مظالم کی انتہا کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے قبیلہ والے، سب کا بھلا کرنے چاہنے والے' بارسوخ اور متمول تاجر کے لئے بھی مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ آپ بھی مجبور ہو گئے کہ اس بستی سے نقل مکانی کر جائیں جس بستی کے رہنے والے ظلم ڈھانے میں درندوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ چنانچہ ایک روز آپ بھی حبشہ جانے کے لئے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ جب آپ ''برک الغماد'' (ایک بستی کا نام) پہنچے جو مکہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے تو وہاں آپ کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوئی جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔ بنو قارہ بنو زہرہ قبیلہ کے حلیف تھے۔ ابن الدغنہ نے پوچھا اے ابوبکر آپ کدھر جا رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے مکہ سے نکال دیا ہے۔ میں اب زمین میں سیر و سیاحت کیا کروں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ اس نے کہا۔

''اے ابوبکر! تیرے جیسے آدمی کو نہیں نکالا جانا چاہئے' نہیں نکالا جانا چاہئے۔''

پھر آپ کے خصائل حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے ابن الدغنہ نے کہا۔

''اے ابوبکر! آپ تو مفلس اور نادار کے لئے مال کماتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ

marfat.com
Marfat.com

اٹھاتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں ان کی آپ مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں آپ اپنے شہر میں لوٹ جایئے اور آزادی سے اپنے رب کی عبادت کیجئے۔''

چنانچہ ابن الدغنہ آپ کو ہمراہ لے کر مکہ آیا اور تمام مکہ کے سرداروں کے پاس گیا اور انہیں کہا۔ کہ ابوبکر جیسی ہستی کو اخلاق حمیدہ اور صفات عالیہ سے متصف ہے اپنے شہر سے نکالنا بڑی زیادتی ہے میں نے انہیں پناہ دے دی ہے اب کوئی شخص ان کو اذیت پہنچانے کی جرأت نہ کرے۔ سب نے اس کی پناہ کو تسلیم کر لیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ وہ ابوبکر کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے لیکن اس کے لئے ایک شرط عائد کی کہ وہ ابوبکر کو کہے کہ وہ اپنے گھر کے اندر عبادت کیا کرے جتنا چاہے قرآن پڑھے جیسا چاہے نماز ادا کرے۔ لیکن یہ سب کچھ اپنے گھر کی چار دیواری میں۔ بلند آواز سے تلاوت نہ کرے اس طرح ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر امن زندگی بسر کرنے لگے۔ کچھ عرصہ تک ایسا ہی کرتے رہے پھر اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا لی۔ جس میں نماز ادا کرتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے آپ بڑے خوش آواز تھے آپ کی تلاوت سننے کے لئے عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہو جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عبادت و تلاوت کے دوران کثرت سے رونا آتا تھا۔ مشرکین کو یہ بات بڑی ناگوار گزرتی تھی۔ انہوں نے ابن الدغنہ کی طرف آدمی بھیجا وہ آیا تو انہوں نے شکایت کی یہ ہم نے تمہارے کہنے پر ابوبکر کو پناہ دی تھی اور شرط یہ تھی کہ وہ اپنے گھر کے اندر نماز اور تلاوت کیا کریں گے لیکن اب انہوں نے ایک مسجد تعمیر کر لی ہے اس میں اعلانیہ اب وہ قرأت کرنے لگے ہیں ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے کہیں گمراہ نہ ہو جائیں۔ اگر وہ معاہدہ کے مطابق اپنے گھر کے اندر عبادت اور قرأت کیا کریں تو بہتر ورنہ انہیں کہو کہ تمہاری پناہ وہ واپس کر دیں ہم نہیں چاہتے کہ لوگ کہیں کہ ہم نے تمہاری پناہ کو مسترد کر دیا ہے۔ ابن الدغنہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کن شرائط پر آپ کی قوم سے میرا معاہدہ ہوا تھا۔ یا تو آپ اس معاہدہ کی پابندی کریں یا میری پناہ سے دست بردار ہو جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ کہیں کہ ابن الدغنہ نے ابوبکر کو پناہ دی تھی لیکن ان کی قوم نے اس پناہ کو ٹھکرا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مومنانہ جرأت سے اسے جواب دیا فرمایا۔

''میں تیری پناہ تجھے لوٹا دیتا ہوں۔ میرے لئے میرے اللہ کی پناہ کافی ہے۔''

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

آپ حیران ہوں گے کہ جن صفات سے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کی تھی بعینہٖ انہیں صفات بلکہ انہیں کلمات سے ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ کی تصویر کشی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے یار غار کی صفات و عادات، اخلاق و

Marfat.com

شمائل، افکار و نظریات میں کامل درجہ کی مشابہت تھی اور یہی فطری یکسانیت، باہمی محبت ومودت، پھر بعثت کے بعد رفاقت وصداقت کی وہ محکم وخوشگوار و مضبوط اساس تھی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

ماہ رجب' اندازاً بعثت کے ساڑھے چار سال بعد پانچویں سال میں مہاجرین کا یہ پہلا کارواں حبشہ روانہ ہوا۔ تین ماہ کا عرصہ انہوں نے بڑے امن و عافیت سے گزارا ایک روز انہیں اطلاع ملی۔ کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے اب وہاں مکمل امن و امان ہے۔ کسی کافر کی مجال نہیں کہ فرزندان اسلام کو اب اذیت پہنچائے۔ ان مہاجرین نے باہمی مشورہ کیا کہ جس ظلم وتشدد کے خوف سے ہم اپنا وطن عزیز اور اہل وعیال چھوڑ کر آئے ہیں۔ وہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے فضل وکرم سے دور ہوگیا ہمیں اب واپس اپنے وطن لوٹ جانا چاہئے۔

چند لوگوں نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ دوسرے حضرات نے کہا کہ ابھی کوئی پختہ اطلاع نہیں آئی۔ اس لئے جلدی میں واپسی کا فیصلہ دانشمندانہ نہیں۔ ہمیں صبر کرنا چاہئے یہاں تک کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا کوئی قاصد آئے اور ہمیں اس کے بارے میں بتائے۔

ہجرت کے لئے حبشہ کو کیوں منتخب کیا گیا

مصدقہ حالات و واقعات اور اس دور کی تاریخ کے مطابق اس لئے کہ حبشہ سے اہل مکہ کے دیرینہ روابط تھے۔ حضرت ہاشم نے اپنے اثر ورسوخ سے قیصر روم سے اپنے تجارتی کاروانوں کے لئے اجازت نامہ حاصل کیا تھا تاکہ اس کی مملکت میں مکہ کے تاجر آزادی سے کاروبار کرسکیں اسی طرح آپ نے قیصر روم سے شاہ حبشہ کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھوایا تھا کہ وہ مکہ کے تاجروں کو حبشہ میں کاروبار کرنے کی اجازت دے اس طرح پشتوں سے عرب کے لوگ حبشہ میں آتے جاتے تھے اس کے علاقوں سے بھی باخبر تھے اور وہاں کے باشندوں سے بھی ان کی جان پہچان تھی۔ سابقہ واقفیت کی بناپر مکہ کے مہاجروں نے حبشہ کو اپنی ہجرت گاہ کے لئے منتخب کیا نیز یہ ملک جزیرہ عرب سے زیادہ دور بھی نہ تھا یہاں آنا ان کے لئے آسان بھی تھا اور ارزاں بھی راہ حق کے ان مسافروں نے کشتی والوں کو فی کس نصف دینار ادا کیا تھا اور سب سے بڑی کشش ان کے لئے یہ تھی کہ حبشہ کا حکمران بڑا عادل اور منصف مزاج تھا چنانچہ حضور انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب اپنے جانباز صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو بایں الفاظ اس کی وجہ بیان فرمائی۔

"حضور ﷺ نے انہیں فرمایا وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے سامنے کسی پر ظلم نہیں کیا جاسکتا تم وہاں رہو یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان مشکلات کو جن میں تم اب مبتلا ہو آسان فرمادے۔"

(سیرت مصطفیٰ، ہاشم حسن صفحہ ۱۶۴)

marfat.com
Marfat.com

ہجرتِ حبشہ

پیغمبرانہ دانش کا عظیم کارنامہ

ہجرت حبشہ تحریک دین اسلام کی طویل المیعاد منصوبہ بندی کا ایک اہم حصہ تھی۔ یہ تاریخ اسلامی کا ایک اہم موڑ تھا۔ حقیقت میں ہجرت حبشہ ہجرت مدینہ کی تمہید ثابت ہوئی۔

تحریک دین اسلام مسلسل ترقی پذیر تھی اور کاروان دین اسلام ارتقائی منازل کی طرف رواں دواں تھا۔ مشرکین کے جبر وظلم وتشدد اور شدید مخالفت کے سبب وقتی طور پر ایسا تو ہوا کہ تحریک کھلے طور پر تو پروان چڑھتی دکھائی نہ دیتی تھی لیکن پس پردہ درحقیقت وہ روز بہ روز تقویت پکڑ رہی تھی۔ بامقصد روحانی اور دنیاوی یا باطنی تعلیم و تربیت بہت منظم طریقے سے جاری تھی۔ آنے والے حالات سے نمٹنے کے لئے کارکنان تحریک کو تیار کیا جا رہا تھا اور بہترین طریقوں سے پیش بندی ہو رہی تھی۔

دعوت حق اور پھر اقامت دین کے لئے مرحلہ ہجرت سے گزرنا اس لئے بھی ضروری تھا کہ مکہ کے مخالفانہ اور معاندانہ ماحول میں دعوت حق کا کام قدرے رکنے سا لگا تھا۔ حکمت و دانش کا یہی تقاضا تھا کہ ممکن حد تک اپنے وسائل اور قوت کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ نظریاتی کارکن تحریکوں کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں۔ پیغمبر انقلاب بھی سپاہ انقلاب کو منظم اور موثر بننے سے پہلے کسی خونریز تصادم کا شکار ہونے سے بچانا چاہتے تھے اور پھر تعلیمات اسلامی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ خونریزی سے اجتناب کیا جائے۔

خود حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کو ہجرت مدینہ کے وقت خدشہ تھا کہ اگر حضور نور ﷺ مکہ سے قافلے کی صورت میں نکلتے تو کفار ومشرکین مشتعل ہو کر خون خرابے پر اتر آتے۔ چنانچہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے اپنی ہجرت کو بھی خفیہ رکھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ رازداری سے فیصلوں پر عمل درآمد، تحریکوں کی کامیابی کی خشت اول ہے۔ بلاشبہ ہجرت حبشہ پیغمبرانہ دانش کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ وقت نے ثابت کر دیا تحریک اسلامی کی عظیم قیادت نے موزوں وقت پر درست فیصلہ کر کے تاریخ کا رخ موڑ دیا کہ مستقبل قریب میں ایک عظیم انقلاب اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ اولاد آدم کا مقدر بنا۔

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ کی شان اور مشرکین مکہ کا سفید جھوٹ

قارئین کرام! یہ تو اب تک آپ خوب جان گئے ہونگے کہ حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ اکثر حرم کعبہ میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ

ہجرت فرمانے والے مسلمانوں نے ابھی حبشہ میں دو ڈھائی ماہ ہی گزارے تھے کہ اسی سال مکہ میں ماہ رمضان میں یہ واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز حضور انور نبی کریم ﷺ حرم شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں اس دن اس وقت اتفاق سے خلاف معمول مشرکین مکہ کا مقابلتاً بڑا مجمع تھا۔ ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ وہاں موجود تھے۔

ان دنوں یا اس دور میں پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پرنور نبی کریم ﷺ عموماً حجر اسود اور رکن یمانی کی دیوار کو سامنے رکھ کر عبادت الٰہی کیا کرتے تھے اور مشرکین مکہ اس مقام سے کچھ ہٹ کر دائیں بائیں اور چاروں اطراف میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ آپ ﷺ سے اس لئے بھی کچھ دور رہتے تھے کہ ان کے کانوں تک قرآن حکیم کی تعلیم و علم نہ پہنچ سکے۔

آپ ﷺ خانہ کعبہ کے قریب پہنچے اور وہاں عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور خلاف معمول مقابلتاً بلند آواز میں اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی۔ اتنی آواز میں کہ بیس تیس میٹر دور تک آواز بالکل صاف اور واضح سنائی دے۔ اس سورہ کی ۱ تا ۱۸ آیات میں معراج کا بیان ہے۔

قارئین کرام! یہاں آگے بیان کرنے سے پہلے میں اگر سورہ نجم کی ابتدائی ۵ آیات کا ترجمہ لکھ دوں تو آپ اس واقعہ کو اور اچھی طرح سمجھ سکیں گے اور اس حقیقت یا حق کو بھی جان جائیں گے جس کے پیش نظر میں یہ بیان کر رہا ہوں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی ○

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے۔

اور وہ کوئی بھی بات اپنی خواہش (مرضی) سے نہیں کرتے۔ (وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے)

مگر وہ بات کرتے ہیں وحی کے مطابق جو انہیں کی جاتی ہے۔ (وہ وہی کچھ کہتے ہیں جو اللہ انہیں وحی کرتا ہے)

انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے (اللہ) نے۔

آیات دو، تین اور چار کی کچھ اور وضاحت کر دوں تو اس سے آپ کا اس سحر کن سماں کو سمجھنے کا سرور دو چند

marfat.com
Marfat.com

ہو جائے گا جو اس وقت پیغمبر اول و آخر و اعظم سید المرسلین خاتم النبیین ہادیٔ برحق ﷺ کی تلاوت نے باندھ دیا تھا، پیدا کر دیا تھا۔

آیت ۲ کے معنی یہ ہیں کہ حضور انور ﷺ نے کبھی راہ حق و ہدایت سے عدول نہ کیا۔ ہمیشہ اپنے رب کی توحید و عبادت میں رہے۔ آپ ﷺ کے دامن عصمت پر کبھی کسی امر مکروہ کی گرد نہ آئی اور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ ہمیشہ رشد و ہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکن رہے۔ اعتقاد فاسد کا شائبہ سایہ بھی کبھی آپ ﷺ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا۔

آیت ۳ اور ۴ پہلے تو یہ جملہ اولیٰ کی دلیل ہے کہ حضور پرنور ﷺ کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن و متصور ہی نہیں کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں۔ جو فرماتے ہیں وہ وحی رب للعالمین قادر مطلق ہوتی ہے اور اس میں حضور انور ﷺ کے خلق عظیم اور آپ ﷺ کی اعلیٰ منزلت کا بیان ہے۔

ان کفار یا مشرکین مکہ نے عموماً اس سے پہلے قرآن حکیم نہیں سنا تھا۔ جن چند ایک نے آپ ﷺ سے گفت وشنید یا مذاکرات کے سلسلہ میں یا کسی اور وجہ سے سن لیا تھا وہ اس سے حد متاثر ہوئے تھے اس لئے مشرکین نے یہ رویہ اپنایا کہ اسے سنا ہی نہ جائے اور اگر کوئی ایسا موقع آ جائے تو وہاں شور وغل کرو تا کہ قرآن حکیم کے الفاظ، تعلیم اس میں دب جائیں اور یوں اس کا اثر نہ ہو۔

مشرکین کا دائمی وطیرہ قرآن حکیم کے الفاظ میں یوں تھا یا یہ تھا۔

ترجمہ: ''اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔''

یعنی کہ مشرکین مکہ کے بڑوں نے سب مشرکین کو یہ سمجھایا ہوا تھا کہ جب محمد (ﷺ) قرآن شریف پڑھیں تو زور زور سے شور کرو، خوب چلاؤ، بے معنی کلمات سے شور کرو تالیاں و سیٹیاں بجاؤ کہ مشرکین میں سے کوئی قرآن سننے نہ پائے۔

مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی شان، اس کی حکمت، اللہ عزیز الحکیم کی قدرت کہ اِس دن' اِس وقت بجائے شور مچانے کے، دنگا فساد کرنے کے، اپنی فرعونیت دکھانے اور عبادت میں مخل ہونے کے تمام موجود مشرکین و کفار دم بخود ہو کر کلام رب للعالمین سننے لگے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا کلام، اس کلام کی تلاوت فرمانے والے وہ جن کے دل پر قرآن حکیم نازل فرمایا گیا یعنی کہ صاحب قرآن اور سننے والے فصاحت و بلاغت کے دلدادہ، شوقین اہل زبان۔

جب ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی، دلکشی، خوبصورتی اور عظمت لئے ہوئے، فصاحت و بلاغت کے ایک نادر نمونہ کلام الٰہی کی آواز پڑی تو وہ سب دم بخود ہو گئے۔ سورہ نجم میں تین رکوع اور ۶۲ آیات مبارک ہیں اور اس سورہ کی آخری آیت آیت سجدہ ہے جس کو تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور' نبی کریم' رؤف الرحیم ﷺ، صاحب قرآن بھی آیات مبارک کو

Marfat.com

مناسب وقفہ کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اس انداز سے تلاوت فرما رہے تھے کہ بن بلائے سامعین اسے سمجھ سکیں اور اس پر غور بھی کر سکیں۔ اس دوران سامعین کلام الٰہی سننے میں اتنے محو رہے کہ کسی کے دل میں کوئی اور خیال ہی نہ آیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے سورہ مبارک کے آخر میں دل ہلا دینے والی آیات تلاوت فرما کر اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ حکم سنایا کہ

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝

ترجمہ: ''اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو'' (سورہ نجم آیت ۶۲)

اور اس کے ساتھ ہی سجدہ فرمایا تو تمام حاضرین کفار و مشرکین میں سے کسی کو بھی اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور وہ سب کے سب بے اختیار سجدہ میں گر پڑے تھے۔

اس واقعہ اور سجدہ کے بارے میں صحیح بخاری سے دو روایات پیش خدمت ہیں۔

ایک روز حرم پاک میں قریش کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت کی۔ جلالت کلام الٰہی کا ایک ایمان افروز منظر دیکھنے میں آیا، اس قسم کے مواقع پر کفار و مشرکین عموماً شور مچا دیا کرتے تھے لیکن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب ﷺ نے آیات ربانی کی تلاوت شروع کی تو یہ شور مچانے کی بجائے کلام الٰہی کی حلاوتوں میں گم ہو گئے۔ سورہ نجم کی تلاوت کے اختتام پر ہادیٔ برحق، حضور انور، سرورِ دو عالم ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں سجدہ کیا تو کفار و مشرکین بھی غیر ارادی طور پر سجدہ میں گر گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے سورہ نجم پڑھ کر سجدہ تلاوت کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور سب نے سجدہ کیا۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۷۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سجدہ والی سورتوں میں سب سے پہلے سورہ النجم نازل ہوئی اس کی تلاوت کر کے رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا مگر ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ اس نے مٹھی بھر مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ وہ کافر قتل ہوا اور وہ امیہ بن خلف ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۲۱)

بعد میں جب کفار و مشرکین کو یہ احساس ہوا کہ کلام الٰہی کے جلال نے ان کی لگام موڑ دی اور وہ ٹھیک وہی کام کر بیٹھے جسے مٹانے اور ختم کرنے کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا تو وہ بہت نادم ہوئے اور پچھتائے کہ یہ کیا کر بیٹھے۔

انہوں نے شدت سے محسوس کیا کہ وہ لاشعوری طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام (ﷺ) کے حوالے سے اپنی ایک کمزوری ظاہر کر بیٹھے ہیں۔ انہیں اپنے آپ پر سخت خفت و ندامت محسوس ہوئی کہ اب وہ کس منہ سے اسلام اور صاحب تحریک دین اسلام (ﷺ) مخالفت کریں گے۔ اب کیسے تحریک اسلام کی راہ میں کانٹے بوئیں گے، روڑے اٹکائیں گے۔ چنانچہ ان کا ذہن اپنے عمل کے جواز میں نئی نئی تاویلیں گھڑنے میں مصروف ہو گیا۔ سجدہ

marfat.com
Marfat.com

کرنے والے ان کفار و مشرکین میں مکہ کے بڑے بڑے سردار بھی تھے جواب اپنا منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ انہوں نے تلاوت کے دوران لات، عزیٰ اور منات بتوں کا ذکر سنا تھا ان کے دماغ ان کے حوالے سے ہی جھوٹ گھڑنے میں مصروف ہو گئے۔

اس کے ساتھ ہی اس واقعہ میں غیر موجود مشرکین نے ان پر ہر طرف سے عتاب، غم وغصہ اور ملامت کی بوچھاڑ کی تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلام الٰہی کا اثر ان سے اتر گیا اور ان میں جھوٹ عناد بہتان اور دین اسلام اور بانی دین اسلام کے خلاف نفرت والزام تراشی پھر عود کر آئی۔

آخر تو وہ تحریک دین اسلام بانی تحریک دین اسلام اور اس کے پیروکاروں کے کٹر دشمن تھے اور جھوٹ جبر وتشدد ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو حاضر دماغ ثابت کرنے کے لئے اور اپنی جان چھڑانے کے لئے ایک سفید جھوٹ گھڑا اور وہ لعن طعن کرنے والے مشرکین کو پیش کر دیا۔

انہوں نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سید المرسلین، خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ پر یہ افترا پردازی کی، یہ بہتان لگایا کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کا ذکر عزت واحترام سے کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ

''یہ بلند پایہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔''

قارئین کرام! یہ ایک صریح جھوٹ تھا، سفید جھوٹ تھا جو محض اس لئے گھڑ لیا گیا تھا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم ﷺ کے ساتھ سجدہ کرنے کی جو غلطی (ان کے خیال وسوچ کے مطابق) ہو گئی ہے اس کے جواز میں اپنے ساتھی مشرکوں کافروں کو ایک معقول عذر پیش کیا جا سکے اور مزید لعن طعن ندامت و ملامت سے بچا جا سکے۔

دین اسلام، بانی دین اسلام اور دین اسلام اختیار کرنے والوں کے خلاف تو مشرکین و کفار میں عناد، بغض، دشمنی اور نفرت اس قدر بھری ہوئی تھی کہ وہ تو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔ وہ تو مسلمانوں کو گن گن کر تڑ سا تڑ سا کر مار دینا چاہتے تھے لیکن ان کا بس نہیں چل رہا تھا۔ حضرت حارث بن ابی ہالہ، حضرت یاسر اور حضرت سمیہ اُمِ عمار رضی اللہ عنہم کو انہوں نے ہی شہید کیا تھا۔ جن کے خون میں ہی، فطرت میں ہی جھوٹ، مکاری، دغابازی جبر وظلم ایذا رسانی بھری پڑی ہو وہ اپنے دامن کو بچانے کے لئے، اپنے آپ کو لعن طعن سے بچانے کے لئے اس طرح کا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں یہ ان سے بعید نہیں ہے۔

مستشرقین اور اپنے ناسمجھ، کم علم، سطحی علما، مؤرخین، محققین اور سیرت نگاروں کی مہربانیوں، کارستانیوں سے کفار و مشرکین مکہ کے اس سفید جھوٹ نے 'افترا پردازی' بہتان نے

''سورہ نجم کی تلاوت وقرأت کے دوران شیطان نے حضور پُر نور ﷺ پر یہ الفاظ القاء کر دیئے (تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى) کہ یہ بلند رتبہ دیویاں ہیں کہ جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے''۔ کچھ ناسمجھ، سطحی علماء، کمزور ایمان والے مسلمانوں کو بھی آزمائش میں ڈال دیا۔

Marfat.com

وہ یہ کہ اس سفید جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے مستشرقین کی چال میں آ کر چند ہمارے ناسمجھ، کم علم، سطحی علماء، سیرت نگار، مورخین و محققین نے چند آیات مبارک کے اپنے من پسند لیکن غلط ترجمے کر ڈالے اور اسی طرح کچھ آیاتِ مبارک کی شانِ نزول بھی اپنی حماقتوں سے بدل ڈالی۔

میں اس واقعہ کے متعلق چند صفحوں بعد، پہلی ہجرت حبشہ سے متعلقہ واقعات لکھ دینے کے بعد ''جھوٹ کا پلندہ'' کے عنوان کے تحت تفصیل سے ذکر کروں گا۔

مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور چند مسلمانوں کی حبشہ سے واپسی

ابھی مسلمانوں کو ملک حبشہ پہنچے ہوئے دو ڈھائی ماہ گزرے تھے کہ ان ہی دنوں مسلمانوں کے لئے مکہ میں دو تین بڑے خوشگوار حوصلہ افزا عزت و طاقت دو بالا کرنے والے، وقار بخش واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

ان میں سب سے نمایاں اور بہت اہم واقعہ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا ہے جس کے ایمان لاتے ہی تحریک دین اسلام، دین اسلام پس پردہ سے نکل کر پورے آب و تاب، وقار و اعتماد کے ساتھ برابری کی بنیاد پر منظر عام پر آ گیا۔

دوسرا واقعہ اس سے تین دن پہلے کا ہے اور وہ ہے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا ایمان لے آنا۔

ان مقتدر ہستیوں کے ایمان لانے کے واقعات کو آپ مفصل پڑھ چکے ہیں میں اسے یہاں نہیں دوہراؤں گا۔ یہاں صرف ان کے اس انداز کو بیان کیا جائے گا جو دین اسلام، تحریک دین اسلام اور مسلمانوں کی پر اعتماد اظہار قوت کا سبب بنے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے سے کچھ پہلے مشرکین مکہ کی محفل میں بیٹھے ان کے ایک سردار ابوجہل کے سر پر کمان سے ضربیں لگائیں، اسے لہولہان کر دیا اور اسے اسی کی زبان میں برا بھلا کہا۔ ابوجہل نے اس موقع پر مزید دنگا فساد کرنے کے بجائے اپنے کیے کا اعتراف کر کے خاموشی اختیار کر لی۔ مسلمانوں کے لئے ان دنوں ابوجہل کا مار کھا کر خاموش ہو جانا ایک کامیابی بھی تھی اور حوصلے بلند کرنے والی بات بھی۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اسلام لانا مہاجرین کی حبشہ سے مراجعت سے کچھ عرصہ پہلے وقوع میں آیا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل جس سختی سے کفر کی حمایت کرتے رہے سب کو علم ہے اور یہ بھی سب پر خوب واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین الٰہی اختیار کرنے کے بعد اسی استقامت کے ساتھ اسلام کی حمایت میں سر بکف ہو کر نکل آئے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اپنا اسلام لانا ایک لمحہ کے لئے بھی مخفی نہ رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روسائے کفار کے حلقے میں اپنے دین کا اعلانیہ اظہار فرمایا۔ مخالفین نے تکرار کی راہ اختیار کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس راستے پر بھی آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے کھلے بندوں بیت اللہ میں نمازیں پڑھیں اور بغیر کسی خوف اور ڈر کے اللہ کے احکام بجا لائے۔

marfat.com
Marfat.com

قریش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بے خوفی و بے باکی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ اگر مسلمانوں کی ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا تو اس سے باہمی لڑائی کا دروازہ کھل جائے گا جس کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کب ختم ہو اور کس کس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے۔ قریش یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ ہماری ہی قوم میں سے بہت سے قبائل اور اچھے بڑے گھرانوں کے کئی کئی افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس لئے ان میں سے اگر کسی کو بھی قتل کیا گیا تو قبائلی عصبیت کی بنا پر ان کے قبیلہ کے لوگ انتقام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر معاملات بگڑ جائیں گے، بے قابو ہو جائیں گے جس کا فائدہ دین اسلام و تحریک اسلام کو پہنچے گا۔

ان دونوں مقتدر ہستیوں نے اتفاقیہ اور اچانک دین اسلام قبول کیا۔ ایسا ہو جانا مشرکین و کفار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اور مسلمان ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس انداز سے سامنے آئے اس نے قوم مشرکین مکہ کو ایک بہت بڑی سوچ میں ڈال دیا۔

مشرکین و کفار مکہ جہاں مسلمانوں کے ساتھ جھگڑا مول لینے سے گریز کرنے لگے وہاں ان میں باہمی اعتماد میں بے یقینی بھی بہت زیادہ آ گئی کہ کل کلاں نہ جانے ہم میں سے کون مسلمانوں میں شامل ہو جاتا ہے اس لئے وہ ایک دوسرے سے بھی محتاط ہو گئے اور خائف رہنے لگے۔ ان حالات میں مشرکین مکہ نے اسی میں مصلحت جانی کہ ظاہری طور پر جہاں تک بن پڑے، جہاں تک ہو سکے اجتماعی طور پر رواداری سے کام لیا جائے۔ انفرادی طور پر مسلمانوں کے ساتھ اور بھی برا برتاؤ کیا جائے اور درون خانہ تحریک دین اسلام کو ختم کرنے کے لئے خوب بندوبست اور کوششیں کریں۔

یہ تھے وہ حالات و معلومات جو حبشہ کے مہاجرین کے لئے غور و فکر کا باعث ہوئے۔ اور انہوں نے سوچا کہ اب جب کہ قریش درپے آزار نہیں ہیں تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اگر حالات سازگار لگیں یا سازگار ہوں تو کس کا جی نہیں کرے گا کہ وہ اپنے محبوب رہنما، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و قربت میں دن گزارے۔ نئے بدلے ہوئے حالات و ماحول میں اپنے گھر بار، محلہ، شہر کو دیکھے اور خاص طور پر جب وہ اکیلا ہو اس پر اور گھریلو ذمہ داریاں نہ آئی ہوں۔ وہ تو پر لگا کے، اڑ کر قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے گا۔

تیسرا واقعہ مشرکین و کفار مکہ کا سورہ نجم سننے کے بعد غیر ارادی طور پر نبی کریم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا سجدہ کرنا تھا۔ یہ واقعہ کئی لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوش کن تھا۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں سرداران مشرکین اور ان کے چیلوں کی موجودگی میں خوب دلجمعی سے تلاوت فرمائی، عبادت کی۔

(۲) کلام الٰہی کا اثر ان پر اتنا ہوا کہ دم بخود ہو کر سنتے رہے اور غیر ارادی طور پر سجدہ بھی کر بیٹھے۔

(۳) یہ کلام الٰہی کی حقانیت کا بہت بڑا ثبوت تھا جو سب نے دیکھا۔

Marfat.com

(۴) اس میں، مستقبل میں دین اسلام کے حاوی ہو جانے کا واضح اشارہ موجود تھا۔

کچھ سیرت نگاروں نے اس تیسرے واقعہ کو بھی حبشہ سے مہاجرین کی واپسی کا سبب قرار دیا ہے جو کہ میرے نزدیک نا قابل ذکر یا بہت کمزور سبب ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کے حوالہ سے لکھنے والے سب سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ "حبشہ کے مسلمانوں تک یہ افواہ پہنچی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے، مصلحت کر لی ہے۔"

اس سے آگے کسی سیرت نگار نے بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ افواہ کس کے ذریعہ سے وہاں پہنچی۔ افواہ پہنچانے والا یا والے مشرکین تھے یا کوئی اور۔ اور وہ کس غرض سے وہاں گیا یا کس مقصد و غرض کے تحت افواہ پہنچائی۔

اس واقعہ کو نا قابل ذکر یا بہت کمزور سبب واپسی مہاجرین حبشہ میں نے اس لئے بھی کہا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت میں یہ شامل تھا کہ افواہوں پر بغیر تصدیق کئے عمل نہ کریں اور اس دور کے مسلمان سابقون الاولون رضوان اللہ علیہم اجمعین تو بہت ہی اعلیٰ پائے کے مسلمان تھے جن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ افواہوں پر کان دھرتے اور عمل پیرا ہوتے۔

حبشہ سے واپس آنے والوں پر کیا بیتی

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جو مکہ لوٹ آئے تھے ولید بن مغیرہ نے انہیں پناہ دی تھی۔ دوسرے حضرات کو بھی کسی نہ کسی رئیس نے پناہ دی اور وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی نے پناہ نہ دی۔ آپ بغیر کسی پناہ کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے قلیل عرصہ یہاں قیام کیا پھر حبشہ چلے گئے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو ولید بن مغیرہ نے پناہ دی تھی آپ امن و سکون کے ساتھ مکہ میں اپنے دن گزار رہے تھے کوئی کافر آپ کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ لیکن آپ دیکھتے تھے کہ ان کے دوسرے دینی بھائیوں پر کفار بڑا تشدد کر رہے ہیں۔ ان کی ایمانی غیرت یہ برداشت نہ کر سکی۔ کہ ان کے دینی بھائیوں پر تو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں اور وہ ایک کافر کی پناہ لے کر عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ولید کی پناہ اس کو لوٹا دیں گے تاکہ کفار ان کو بھی اسی طرح تشدد کا نشانہ بنائیں جس طرح دوسرے مسلمانوں پر وہ جور و ستم کر رہے ہیں۔ آپ ولید کے پاس گئے اور کہا اے عبد شمس! تو نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ لیکن اب میں تمہاری پناہ میں نہیں رہنا چاہتا اس لئے تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں۔ اس نے پوچھا بھانجے کیا بات ہے کیا کسی نے تجھ پر کوئی زیادتی کی ہے آپ نے کہا۔

"نہیں مجھ پر کسی نے زیادتی نہیں کی لیکن میں صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی پناہ کو پسند کرتا ہوں اور اس کے سوا کسی غیر کی پناہ مجھے منظور نہیں۔"

ولید نے پھر کہا مسجد میں چلئے جس طرح میں نے مجمع عام میں آپ کو پناہ دی تھی آپ بھی مجمع عام میں اس

marfat.com

Marfat.com

کو واپس کرنے کا اعلان کریں۔ دونوں حرم شریف میں گئے حضرت عثمان بن مظعون نے اعلان کیا کہ ولید نے مجھے پناہ دی تھی۔ اس نے اپنے وعدہ کو نبھایا۔ میں نے اس کو وعدہ پورا کرنے والا اور باعزت طور پر پناہ دینے والا پایا لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بغیر میں کسی اور کی پناہ میں زندگی بسر کروں اس لئے میں نے اس کی پناہ اسے لوٹا دی ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۴۸۹)

وہاں سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور لبید بن ربیعہ (مشہور شاعر) اکٹھے چل کر قریش کی ایک محفل میں آئے۔ لبید نے یہ مصرعہ پڑھا:

''کہ بے شک ہر چیز اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا فنا ہونے والی ہے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر لبید نے کہا

''کہ ہر نعمت یقیناً مٹنے والی ہے۔''

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے جھوٹ کہا جنت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی۔''

لبید کو یہ بات سخت ناگوار گزری اس نے کہا اے گروہ قریش! پہلے تو تمہارے ہم نشین کو ایسا تلخ اور گستاخانہ جواب نہیں دیا جاتا تھا۔ اپنے مہمان کی دل آزاری کا یہ طریقہ تم نے کب سے اپنایا ہے۔ ایک شخص بولا۔ اے لبید! ناراض نہ ہو۔ یہاں بے وقوفوں کی ایک جماعت ہے جو ہمارے خداؤں کے منکر ہیں یہ شخص انہیں میں سے ایک ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو جواب دیا۔ تلخ کلامی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اس آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر زور سے طمانچہ دے مارا۔ چوٹ سے وہ سوج گئی ولید بن مغیرہ بھی پاس بیٹھا تھا۔ اس نے سب کچھ دیکھا اور بطور طنز بولا عثمان جب تک تم میری پناہ میں تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ ایسا کرتا اب مزا چکھو میری پناہ کو مسترد کرنے کا۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بخدا میری درست آنکھ بھی چاہتی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں اسے بھی ایسا ہی طمانچہ لگے اور اے ابا عبد شمس! میں اب اس ذات کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز اور تجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۴۹۰)

ولید نے کہا میرے بھتیجے! اب بھی اگر تم میری پناہ میں آنا چاہو تو آسکتے ہو۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بھی ان مہاجرین میں سے تھے جو مکہ لوٹ آئے تھے ان کو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے پناہ دی تھی۔ ان کے قبیلہ بنو مخزوم کے چند آدمی حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اعتراض کیا کہ آپ نے ہمارے آدمی کو کیوں پناہ دی ہے آپ نے فرمایا یہ میرا بھانجا ہے اس نے مجھ سے پناہ مانگی میں کیسے انکار کرسکتا تھا۔ اگر میں اپنے بھانجے کو پناہ نہیں دے سکتا تو پھر اپنے بھتیجے کو کیونکر پناہ دے سکوں گا۔

Marfat.com

متشرقین کا سفید جھوٹ کو سچ میں ملانا

بعض مسلمان علماء کا بہک جانا اور اس کا مکمل ردّ

قارئین کرام! کفار و مشرکین مکہ کے اس سفید جھوٹ کہ

''سورہ نجم کی قرأت کے دوران شیطان نے آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ (تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتبحی) یہ بلند رتبہ دیویاں ہیں کہ جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ جاری کردیئے''۔

کی حقیقت کے بارے میں آپ گزشتہ باب میں بہت تفصیل سے پڑھ آئے ہیں۔

امت مسلمہ کی بدنصیبی و بدقسمتی سے اس مردہ معاملہ کو مستشرقین نے کئی صدیوں بعد زندہ کردیا اور اسے موڑ توڑ کر اس طرح سے پیش کیا کہ چند ایک مسلمان علماء، مؤرخین و سیرت نگار بھی ان کی اس مکاری کو نہ سمجھ سکے اور اپنی ناسمجھی، کم علمی کے سبب مستشرقین کے ہم نوا بن گئے اور ان کے زہر آلودہ خیالات و سیہ کاریوں کو سچ سمجھ کر اپنی تحریر و تقریر میں شامل کرلیا۔ اور یوں مستشرقین امتِ مسلمہ پر ایک اور کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہوگئے۔

خدا کے لئے درج ذیل کو تسلی اور دھیان سے پڑھئے تاکہ آپ بھی اُمت مسلمہ کو مستشرقین کے بہکاوے میں آنے سے بچاسکیں، بچانے میں مدد و معاون ثابت ہوسکیں۔

تنبیہ

سب سے پہلے اس جھوٹ کے بارے میں یہ جان لیں کہ اس کو سچ ماننے والے کسی مسلمان کا ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ صریحاً کفر ہے اور اس کو سچ ماننے والا کافر ہے۔ یہ رائے یہ فتویٰ سلف و خلف یعنی اگلے پچھلے موجودہ تمام مفتیوں کا ہے، اماموں کا ہے، علماء دین کا ہے۔ اگر اس جھوٹ کا سچ ہونا کسی مسلمان سے سرزد ہو جاتا ہے تو وہ مسلمانوں کے ایمان کے دائرہ سے باہر نکل جاتا ہے اور اگر وہ اس سے سچا تائب نہ ہوا تو وہ کفر پر مرا اور اس کا حشر کافر کا ہی ہوگا۔

مستشرقین

اس کتاب میں مستشرقین اور تحریک استشراق پر پہلے ہی بہت تفصیل سے لکھا جاچکا ہے۔ مجھے اس کے بارے میں مزید لکھنا بھی نہیں ہے مگر کیا کروں یہ دکھ، یہ معاملہ، یہ بات ایسی ہے کہ خاموش نہیں رہا جاسکتا۔ کیا

marfat.com
Marfat.com

کریں! اپنوں کی غفلت و حماقت پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مجبوراً میں یہاں چند ویسے ہی فقرے دہرا رہا ہوں کہ شاید ان ہی سے کسی کی رہنمائی ہو جائے، دارین میں بھلا ہو جائے۔

یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔ جو ایک عام، اوسط ذہن و سمجھ کے مالک انسان کو بھی بہت دور سے نظر آ جاتا ہے یعنی کہ اسے ایک دو فقرے پڑھنے کے ساتھ ہی اس حقیقت کا احساس ہو جاتا ہے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جس کو کسی تامل کے بغیر اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہیے۔

ہم اور تحریک استشراق

دین اسلام یا امت مسلمہ کا برا چاہنے والے تو اپنے مخصوص حالات و وجوہات کی بنا پر امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنا چاہیں گے۔ وہ میدان جنگ میں صدیوں تک لگاتار مسلمانوں سے ہزیمتیں اٹھاتے رہے، شکست کھاتے رہے اور اپنے علاقے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں دیتے رہے۔ انہوں نے بہت غور و خوض کے بعد مسلمانوں کی طاقت و جوانمردی کا سبب یہ معلوم کیا کہ انہیں قرآن اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ پر عشق کی حد تک یقین و محبت ہے اور ان کے احکام کو ہر حال میں بجا لانا ہی ان کی، ان کے لئے سب سے بڑی سعادت ہے۔

بس انہوں نے اس مضبوط رابطہ کو کاٹ دینے کا سوچا اور اس کے مطابق اپنی چالوں پر عمل پیرا ہو گئے۔ انہوں نے یک مشت وہ سب طریقے وہ سب چالیں بروئے کار لانا شروع کر دیں؛ جن سے وہ اس بہت مضبوط رابطہ کو کاٹ تو نہیں سکے لیکن اسے کہیں کہیں کمزور ضرور کر دیا اور اسے مزید کمزور کرنے کی مسلسل کوششیں جاری ہیں۔

امت مسلمہ کی بد نصیبی

کہ ہمارے ہی بعض مسلمان علماء، سیرت نگار مستشرقین کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ وہ دام ہم رنگ کو نہ پہچان سکے اور پھر اس سفید جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے مستشرقین کے نقش قدم پر چند آیات قرآنی کے بھی اپنی مرضی کے ترجمے کر لئے اور ان کی شان نزول بھی اپنی طرف سے تراش لی۔ اس بارے میں ان کی دلیلیں تو بہت کمزور یا بودی تھیں لیکن مستشرقین کے لئے یہی بڑی کامیابی تھی اور ہے کہ اس سفید جھوٹ کو سچ ثابت کرنے والے خود مسلمان ہیں یا وہ نا سمجھ مسلمان اسے سچ ثابت کرنے کے لئے مستشرقین کے ہم خیال و ہم نوا بن گئے ہیں۔

قارئین کرام! یہ حقیقت گذشتہ باب ''پہلی ہجرت حبشہ'' کے تحت وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ یہ سفید جھوٹ ان مشرکین و کفار نے، جو غیر ارادی طور پر اللہ تبارک تعالیٰ کو سجدہ کر چکے تھے، انہوں نے گھڑا اور اپنے آپ کو مزید لعن طعن و ملامت سے بچانے کے لئے اپنے ان مشرکین و کفار ساتھیوں، دوستوں کو سنا دیا جو سجدہ کرنے میں شامل نہ تھے۔

Marfat.com

کفار و مشرکین نے درج بالا سفید کو حضور ﷺ سے منسوب کر کے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے جب یہ الفاظ محمد (ﷺ) کی زبان سے سنے تو ہم نے سمجھا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے پرانے دین سے ناطہ جوڑ لیا ہے۔ وہ ہمارے بتوں کو بلند مرتبہ دیویاں کہہ رہے ہیں اور ان کی شفاعت کا بھی اعلان کر رہے ہیں۔ اب ہمارا ان سے کیا جھگڑا، اس لئے ہم بھی سجدے میں گر گئے۔

اس کے ردّ میں ایک نفسیاتی دلیل

اس کے ردّ میں اس کتاب کے مصنف کی طرف سے ایک نفسیاتی دلیل قارئین کرام کے گوش گزار ہے۔ اس دلیل کو ہم مسلمان تو دوسروں کی نسبت بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کیونکہ روزانہ امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے ہمیں مختلف خیالات وسوسے آتے رہتے ہیں۔

مشرکین مکہ نے جو جھوٹ گھڑا اور اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنے کے لئے اپنے دفاع میں دلیل کے طور پر پیش کر دیا وہ جواب انسانی نفسیات کی رو سے بذاتِ خود اس سفید جھوٹ کا پول کھول رہا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے مندرجہ بالا پیراگراف میں ان کے جواب کو ایک دفعہ اور غور سے پڑھ لیں۔

میں نے جیسا کہ اوپر لکھا ہے کہ ہم مسلمان اسے زیادہ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ جب ہم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو اس دوران تقریباً ہم سب ہی دنیاوی معاملات کے بارے میں کچھ نہ کچھ، تھوڑا بہت ضرور سوچ رہے ہوتے ہیں۔ اور اس سوچ میں ایک بات یقینی ہے کہ پوری جماعت میں سے کوئی ایک دو نمازی بھی اس دوران ایک جیسی بات نہیں سوچ رہے ہوتے۔ تقریباً ہر کوئی اپنی اپنی مصروفیات ضروریات یا کام کاج کے مطابق سوچ رہا ہوتا ہے۔ اور جب امام سجدے میں جاتا ہے تو سب ہی اہل جماعت اپنے اپنے خیالات سے نکل کر ارادی طور پر سجدے میں چلے جاتے ہیں۔

مشرکین مکہ بھی اپنی اپنی جگہ پر اس وقت امام الانبیاء پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کلامِ الٰہی بہت حد تک با جماعت سن رہے تھے۔ مندرجہ بالا انسانی نفسیات کی روشنی میں مشرکین کی اس بات کو کیسے مان لیا جائے کہ وہ سب کے سب تلاوت قرآن حکیم سننے کے دوران ایک ہی بات سوچ رہے تھے اور پھر سب نے سجدہ کرنے کا ارادہ بھی یک لخت کر لیا۔ کیا انسانی نفسیات کی رو سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ قطعاً نہیں! قطعاً نہیں۔

وہ تو قادر مطلق، خالق و مالک کائنات نے، قرآن حکیم کی فصاحت، بلاغت و شیرینی نے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن تلاوت نے ان سب مشرکین کو سحر زدہ کر دیا تھا اور وہ یوں سب کے سب غیر ارادی طور پر سجدے میں گر گئے جس کا کہ انہیں پچھتاوا ہوا اور پھر انہوں نے اپنے دفاع میں یہ سفید جھوٹ گھڑ لیا۔

افسوس صد افسوس ہمارے بعض مفکرین نے کفار و مشرکین کی من گھڑت تاویلات کو اور بے بنیاد الزامات کو ایک حقیقی واقعہ کے طور پر بیان کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی بھی تحقیق کرنا گوارا نہ کی کہ کفار و مشرکین نے حضور

marfat.com
Marfat.com

ﷺ سے جو جملے منسوب کیے ان کی کوئی اصل بھی ہے یا نہیں۔

اگر ہم خود ہی اپنے ذہنوں اور اپنی سوچوں میں سلمان رشدیوں اور تسلیمہ نسرینوں جیسی بھٹکی ہوئی روحوں کے آثار خبیثہ کی پرورش کرنے لگیں تو ایمان کی دیواروں میں شگاف ڈال کر ہم آپ ہی اپنے تماشائی بن جائیں گے اور یوں شعوری اور لاشعوری طور پر ہم متعصب مستشرقین کے ہاتھ مضبوط کرنے کے جرم کا ارتکاب کریں گے۔

مذکورہ بالا بہتان کو، الزام تراشی کو، سفید جھوٹ کو بیک جنبش قلم رد کر دینا نہ صرف ایمان کا بنیادی تقاضا ہے بلکہ فتنہ وشر کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے بھی مترادف ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بتوں کی شفاعت والا مبینہ جملہ قرآن کے طرز استدلال اور قرآن کے منفرد اسلوب سے بھی کوئی لگاؤ نہیں رکھتا بلکہ وہ جملہ خود کو نقلاً و عقلاً جھوٹ کا پلندہ ثابت کرتا ہے۔

مشرکین و کفار مکہ کے اس سفید جھوٹ کو مستشرقین نے، دین اسلام اور امت مسلمہ کے برا چاہنے والوں نے ایک غنیمت جانا اور اسے مزید قابل قبول و مصدقہ بنانے کے لئے اس میں اور ملتا جلتا اضافہ کیا اور قرآن حکیم کی سورہ حج کی آیت 52 اور سورہ بنی اسرائیل کی آیات 73 تا 75 کا اپنی جھوٹی کہانی کی تائید کرتا ہوا غلط ترجمہ اور شانِ نزول لکھ دی۔

ابن عطیہ زمخشری اور چند دوسرے لوگوں نے مستشرقین کی اس خود ساختہ روایت کو، امت مسلمہ کے لئے اس زہر ہلاہل کو، اس زہر قاتل کو اپنی تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں نہ جانے کیوں بغیر سوچے سمجھے نقل کر لیا۔

کتابوں میں مستشرقین کی اس خود ساختہ روایت کے درج ہو جانے سے اس آیت (سورہ حج آیت 52) کا مطلب کچھ سے کچھ کر دیا گیا۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیات 73 تا 75 کی شان نزول بدل دی گئی جس سے امت مسلمہ کے بدخواہوں کو، مستشرقین کو، دشمنان اسلام کو قرآن، صاحب قرآن اور دین اسلام کی صداقت پر حملہ کرنے کے لئے ایک اور مہلک ہتھیار مل گیا۔

وہ مردود کہانی، روایت

جو زیر بحث ہے، دین اسلام اور امت مسلمہ کے بدخواہوں نے، مستشرقین نے کفار و مشرکین مکہ کے ایک جھوٹے فقرے سے یوں گھڑی کہ ایک روز حرم شریف میں کفار و مشرکین کے ایک اجتماع میں حضور ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی۔ جب یہاں پہنچے "کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو" (سورہ نجم آیات 19-20) تو شیطان نے العیاذ باللہ زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے "یعنی یہ بت مرغان بلند پرواز ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے۔"

یہ سن کر مشرکین کی خوشی کی حد نہ رہی اور حضور پر نور ﷺ کا اسم گرامی لے کر کہنے لگے کہ وہ اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ آیا ہے۔ آج اس کی اور ہماری عداوت ختم ہو گئی اور جب حضور ﷺ نے سورہ نجم کے سجدہ والی آیات پڑھیں تو حضور ﷺ نے بھی سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ اس کے بعد جبرئیل آئے اور آپ

Marfat.com

ﷺ کو کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ سورت اس طرح وحی نہیں کی تھی جس طرح آپ نے پڑھی۔ یہ سن کر حضور ﷺ کو از حد رنج و غم ہوا۔ اس رنج و غم کو دور کرنے کے لئے آیت نازل ہوئی کہ آپ غم نہ کریں، پہلے بھی جتنے رسول اور نبی گزرے ہیں سب کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔

ایک معمولی سمجھ بوجھ کا انسان جسے حضور پرنور، نبی اکرم ﷺ کے مقام کا معمولی سا بھی علم ہے وہ تو اس روایت کو سنتے ہی کہہ دے گا کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور دشمنانِ اسلام کی سازش ہے۔

دراصل یہ ایک ابلیسی سازش ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کی بنیادوں ہی کو شکوک وشبہات کے طوفان سے متزلزل کر دیا جائے۔ تقریباً سبھی ثقہ محدثین اور مفسرین نے اس خود ساختہ فسانے کی سختی سے تردید کی ہے۔ یہ مسلمان کے بدن سے روح محمد ﷺ نکالنے کی ایک ناپاک جسارت ہے، یہ تصور بھی کرنا کہ شیطان حضور ﷺ کی زبان اطہر پر اس قسم کے کلمات جاری کروانے کی قدرت رکھتا ہے، صریحاً کفر ہے اور ایک بھیانک فتنے کا حرف آغاز، کوئی صاحب بصیرت اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

قارئین کرام! قرآن حکیم کی سورہ حج آیت 52 کا ترجمہ غور سے پڑھ لیں اور اسے یاد رکھیں کیونکہ اس آیت مبارکہ کا اب ذکر خیر ہوگا کیونکہ دین اسلام اور امت مسلمہ کا برا چاہنے والوں نے اسی آیت مبارکہ کا اپنی پسند کا ترجمہ کر کے اپنی من گھڑت روایت کے حق میں حوالہ دیا تھا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر (سب کے ساتھ یہ واقعہ گزرا کہ) جب اس (رسول یا نبی) نے (لوگوں پر کلام الٰہی) پڑھا (تو) شیطان نے (لوگوں کے ذہنوں میں) اس (نبی کے) پڑھتے ہوئے (یعنی تلاوت شدہ) کلام میں (اپنی طرف سے باطل شبہات اور فاسد خیالات کو) ملا دیا سو شیطان جو (وسوسے سننے والوں کے ذہنوں میں) ڈالتا ہے اللہ انہیں زائل فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو (اہل ایمان کے دلوں میں) نہایت مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔“ (سورہ حج آیت 52)

اس آیہ کریمہ کا حوالہ دے کر اس من گھڑت جھوٹی روایت کو اپنے انجام تک پہنچایا گیا ہے کہ ایسا تو دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

پھر بقول مستشرقین اور ان کی اس جھوٹی خود ساختہ روایت کو سچ سمجھ کر اپنی تصانیف میں نقل کرنے والے مصنفین کے اس واقعہ کے بعد سورہ بنی اسرائیل کی آیات 37 تا 75 نازل ہوئیں۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ○ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ○ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ○

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: ”(اے پیغمبر!) قریب تھا کہ مشرکین آپ کو فریب دے کر کلام الٰہی کی تبلیغ سے روک دیتے اور اپنی اس کامیابی میں آپ کی دوستی کا بھرم بھرنے لگتے، مگر ہم نے کرم فرمایا کہ آپ کو ذرہ برابر ان کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ اگر آپ سے یہ لغزش ہو جاتی تو دارین میں آپ کو دو چند عذاب سے دوچار کرتے اور ہمارے خلاف کوئی بھی آپ کا مددگار نہ ہوتا۔“ (سورہ بنی اسرائیل آیات 73 تا 75)

ان آیات مبارکہ کے بارے میں مستشرقین یا امت مسلمہ کے بدخواہوں اور ان کی اس جھوٹی روایت کو سچ جان کر اپنی تصانیف میں نقل کرنے والوں میں نے یہ فقرہ جڑ دیا کہ یہ آیت نازل ہونے پر آپ ﷺ از سر نو قریش اور ان کے بتوں کی مذمت پر اتر آئے۔ جب چند بدقسمت نادان مسلمان ان کی اس چال میں آ کر اس جھوٹی روایت کو اپنی تصانیف میں نقل کر بیٹھے تو مستشرقین نے ہمارے ناداں اور بے مایہ سیرت نویس اور ارباب تفسیر کی زبان سے یہ روایات لپک لیں اور ان پر دل کھول کر حاشیہ آرائیاں کیں کیونکہ اس سے تو ان کے من کی مراد پوری ہو رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے خوب سراہا، خوب پھیلایا، خوب تشہیر کی اور لکھنے والوں کو حقیقت پسند، ترقی پسند اور بہت اچھے مسلمان قرار دیا۔

مردود روایت کا رد

اس من گھڑت مردود روایت کا رد آیات قرآن حکیم، احادیث، علماء دین، محققین، محدثین اور حیات طیبہ سے کیا جائے گا۔

لیجئے پہلے قرآن حکیم کی سورہ بنی اسرائیل کی آیات 73 تا 75 سے ہی شروع کرتے ہیں جن کا انہوں نے اپنے حق میں حوالہ دیا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ابھی ان آیات مبارکہ کا مستشرقین کا بیان کردہ زمانہ نزول اور شان نزول کو پڑھ لیا ہے۔ جو کہ بالکل سو فیصد جھوٹ ہے۔

ان آیات کا زمانہ نزول فتح مکہ کے بعد کا ہے جبکہ مستشرقین نے اسے سن چار نبوی کا لکھا جو کہ غلط ہے۔ ان آیات کا زمانہ نزول اس وقت کے سولہ سترہ سال بعد کا ہے اور ان آیات مبارک کی شان نزول درج ذیل ہے۔

ثقیف کا ایک وفد حضور پرنور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اگر آپ ﷺ تین باتیں منظور کر لیں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں۔ ایک تو یہ کہ نماز میں جھکیں گے نہیں یعنی رکوع سجدہ نہیں کریں گے۔ دوسری یہ کہ ہم اپنے بت اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں گے۔ تیسرے یہ کہ لات کو پوجیں گے تو نہیں مگر ایک سال اس سے نفع اٹھا لیں کہ اس کے پوجنے والے جو نذریں چڑھاوے لائیں اس کو وصول کر لیں۔ پیغمبر اول و اعظم و آخر سید المرسلین خاتم النبیین، رہبر کائنات، ہادیٔ انس و جان ﷺ نے فرمایا، اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع سجدہ نہ ہو اور بتوں کو توڑنے کی بابت تمہاری مرضی۔ اور لات و عزیٰ سے فائدہ اٹھانے کی اجازت میں ہرگز نہ دوں گا۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ (ﷺ) ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہو

Marfat.com

تا کہ ہم فخر کر سکیں۔ اس میں اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ دوسرے عرب شکایت کریں گے تو آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ کا حکم ہی ایسا تھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور یہ فتح مکہ کے بعد کی بات ہے۔

سورہ حج آیت 52

قارئین کرام! اس آیت مبارک کا ترجمہ دو تین صفحے پہلے ہی آپ کی نگاہ سے گزرا ہے۔ اس آیت مبارک کا زمانہ نزول ہجرت کے بعد کا ہے یعنی مستشرقین نے اسے جس وقت سے منسوب کیا ہے۔ اس کا زمانہ نزول اس سے دس سال بعد کا ہے۔ اس سے بھی ان کے جھوٹ کا پول کھلتا ہے۔ اس پوری آیت میں کوئی ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں ہے جو واضح نہ ہو یا جس سے الجھاؤ پیدا ہوتا ہو۔ اس میں اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو بتا رہے ہیں کہ آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول اور نبی مبعوث فرمائے، ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے کہ جب انہوں نے ہماری آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں تو شیطان نے ان لوگوں کے دلوں میں جو ایمان لانے والے نہ تھے، اہل ایمان میں سے نہ تھے۔ ان آیات کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے۔ بجائے اس کے کہ وہ ان آیات کو قبول کرتے الٹا ان کے خلاف محاذ قائم کر لیا اور اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ شیطان ایسا وسولہ اہل ایمان کے دلوں میں بھی ڈالتا ہے لیکن وہ اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمت کے تحت اپنے زور ایمان سے اس وسوسہ سے اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ وہ اس وسوسہ یا کمزور خیالات کو اپنے یقین و ایمان کے سبب نکال پھینکتے ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ ان کے اس ایمان سے بھرپور عمل کے ذریعے بمطابق سورہ فتح آیت 4 کے ان کے دلوں میں اطمینان اتارتا ہے تا کہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ تبارک تعالیٰ شیطان کے ڈالے وسوسوں کو اہل ایمان کے دلوں سے بالکل مٹا دیتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔ ان کا ایمان آیات رب للعالمین پر بہت راسخ ہوتا ہے اور اللہ ہی تو علم وحکمت والا ہے۔

علامہ ابن حیان غرناطی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت مبارک کے بارے میں علامہ ابن حیان غرناطی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا خلاصہ پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ جامع ہونے کے ساتھ مختصر بھی ہے۔ انہوں نے اس آیت کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو رحمت للعالمین، پیغمبر اول و آخر و اعظم سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی طرف منسوب کی جا سکے۔ اس میں تو صرف پہلے رسولوں اور نبیوں کا ذکر ہے۔ اس لئے اس آیت سے یہ اخذ کرنا کہ حضور ﷺ سے کوئی فعل سرزد ہوا اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، سرے سے ہی غلط ہے۔

معمول کا استدلال

یہ کوئی انوکھی، چونکا دینے والی بات و ہدایت تو نہیں ہے۔ یہ مفہوم متعدد دوسری آیتوں میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سورہ انعام کی آیت 21 میں

marfat.com

Marfat.com

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ○

ترجمہ: ''کہ شیطان اپنے چیلوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تمہارے ساتھ بحث مباحثہ شروع کردیں۔'' (سورہ انعام، آیت 121)

اللہ تبارک تعالیٰ سورہ انعام کی ہی ایک دوسری آیت، آیت 112 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○

ترجمہ: ''یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے سرکش انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا اور وہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسی باتیں سکھاتے ہیں جو بظاہر بڑی دلکش ہوتی ہیں۔'' (سورہ انعام، آیت 112)

پہلے شیاطین جن وانس نے جو سلوک اپنے اپنے رسولوں، نبیوں، ہادیوں کے ساتھ کیا تھا بعینہٖ وہی رویہ مکہ کے مشرکین وکفار نے اختیار کیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار حرام کئے گئے) تو مشرکین اسے لے اڑے اور اس پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ دیکھو جی جسے خود مارتے ہیں، اس کو تو حلال اور پاک کہہ رہے ہیں اور جسے خدا نے مارا وہ ان کے نزدیک حرام اور پلید ہے۔

جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو ان کی زبانیں قینچی کی طرح چلنے لگیں کہ ذرا انصاف تو دیکھو کہ بیع تو ان کے لئے حلال ہے اور سود حرام۔ حالانکہ دونوں میں نفع ہے۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ دو ایک جیسی چیزوں میں سے ایک کو حرام اور دوسری کو حلال کر دیا جائے۔ اسی قسم کے متعدد واقعات ہیں جن کے متعلق شیطان ان کو بھڑکاتا اور وہ اسلام کے خلاف بڑے جوش وخروش سے پراپیگنڈہ کی ایک نئی مہم کھڑی کر دیتے۔

سورہ یونس آیت 15 میں اللہ تبارک نے اپنے محبوب کو واضح اور صاف لفظوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○

ترجمہ: ''فرمائیے مجھے اختیار نہیں کہ ردو بدل کردوں اس میں اپنی مرضی سے۔ میں نہیں پیروی کرتا (کسی چیز کی) بجز اس کے جو وحی کی جاتی ہے میری طرف۔'' (سورہ یونس، آیت 15)

دیکھئے سورہ حاقہ کی درج ذیل آیات مبارکہ قرآن حکیم اور صاحب قرآن پیغمبر اول وآخر واعظم، سید المرسلین خاتم النبین ﷺ کی عظمت، حرمت، عصمت وپاکیزگی کا کتنے واشگاف، واضح الفاظ میں اعلان فرمارہی ہیں۔ ان میں جو قطعیت، یقین، اصول وپختگی بھری ہوئی ہے وہ ہر عام وخاص کے لئے کتنی عیاں ہے۔

Marfat.com

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝

ترجمہ: ''اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے، ضرور ہم ان سے طاقت کے ساتھ بدلہ لیتے، پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے۔''

واضح سادہ اور آسان الفاظ میں خالق و مالک کائنات ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر وہ خود باتیں بنا کر انہیں ہماری طرف منسوب کرتا (جو ہم نے نہ فرمائی ہوتیں) تو ضرور ہم ان سے سخت و شدید بدلہ لیتے۔ اس پر کہ وہ بات کہی جو ہم نے نہ فرمائی تھی۔ اگر وہ ایسا کرتا کہ کوئی ایک لفظ بھی وہ کہے جو ہم نے انہیں کہنے کو نہیں فرمایا تھا تو ہم ضرور اس کی رگ دل کاٹ دیتے جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی۔

مندرجہ بالا اور ان کے علاوہ کتنی ہی اور آیات مبارکہ قرآنی نصوص قطعیہ ہیں یعنی ٹھوس یقینی اور خدائی ثبوت ہیں۔ اس حقیقت کے کہ آپ ﷺ کی عصمت، معصومیت و پاکیزگی تمام شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔

امت مسلمہ اور دین اسلام کا برا چاہنے والے، برا کرنے والے مستشرقین زمانہ لاکھ کوشش کریں وہ کبھی بھی مشرکین مکہ کے اس سفید جھوٹ کو سچ میں نہیں ملا سکتے۔ یہ سفید جھوٹ سفید جھوٹ ہی رہے گا۔ نور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی ضیا پاسی پر یہ پردہ نہیں ڈال سکتا۔

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

اس روایت کے متعلق سیرت کے معتبر ترین سوانح نگار امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ روایت زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہے اور اس کے رد میں انہوں نے پوری ایک کتاب تصنیف فرمائی۔

خلاصہ تفسیر کبیر سے درج ذیل امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ قصہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں جو شخص کہتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے بتوں کے بارے میں تعریفی جملے کہے وہ کافر ہے کیونکہ اس طرح تو حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ نیز شریعت، قرآن اور دین اسلام کی کسی بات پر یقین نہیں رہتا۔ پھر فرماتے ہیں ان دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا' یہ قصہ موضوع ہے۔ وضع کیا گیا ہے، گھڑا گیا ہے۔ اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بعض مفسروں نے اسے لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہوں ان کے سامنے اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

اس روایت کے ناقلین نے اس کی جو مختلف تاویلیں کی ہیں۔ امام موصوف نے ان کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں اور فرمایا ہے کہ اس روایت کی کوئی تاویل درست نہیں۔ اس کا کوئی صحیح محمل اور مصداق تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ روایت اپنی تمام تاویلات، احتمالات اور اختلاف الفاظ کے ساتھ مسترد کر دینے کے قابل ہے۔ (خلاصہ تفسیر کبیر)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

امام بیہقی کہتے ہیں یہ قصہ صحیح نقل سے ثابت ہی نہیں ہے اور جن راویوں نے اسے نقل کیا ہے سب مطعون

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی مشہور کتابوں میں اس کا نام ونشان نہیں (فوجب اطراحه) اس لئے اس کو ردی چیز کی طرح پھینک دینا ضروری ہے۔

ابن حیان فرماتے ہیں کہ اسی لئے میں نے اپنی تفسیر کو اس کے بیان سے آلودہ نہیں کیا۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں اس واقعہ کو لکھنے کی کیسے جسارت کی۔ حالانکہ قرآن کریم کی ان آیات کو بھی وہ تلاوت کرتے ہیں جو اسی سورہ نجم کے آغاز میں ہیں۔

سورہ نجم

اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالک کائنات، ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قدرت والے، رب العالمین اپنے پیغمبر اول وآخر واعظم سید المرسلین خاتم النبیین حضور پُر نور ﷺ اپنے محبوب خاص کی شان میں سورہ نجم کی شروع کی آیات میں ہی فرماتے ہیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰی ۝

ترجمہ: ''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ﷺ (ان کا فرمانا) نہیں ہے مگر وہی جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔'' (سورہ نجم آیات 1 تا 4)

کتنی روشن واضح آیات مبارک ہیں اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب بندے (حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ) کی شان عظمت ورفعت بیان فرما رہا ہے۔ بہت ہی سادہ اور بے لاگ الفاظ میں یوں فرما دیا ہے کہ میرے محبوب نبی کا فرمانا، میرا ہی فرمانا ہے۔ وہ تو ہر حال، ہر جگہ، ہر صورت وہی فرماتے ہیں جو فرمانے کے لئے میں انہیں وحی کرتا ہوں۔ ان روشن آیات کی موجودگی میں یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اسی سورۃ میں ایسے قبیح کلمات زبان پاک سے نکلے ہوں۔

آیئے اب مشرکین وکفار کے اس سفید جھوٹ کو جسے مستشرقین نے بڑی مہارت سے ایک ایسی روایت میں تبدیل کر دیا کہ کچھ نادان مسلمانوں نے اسے سچ سمجھ کر اپنی تصانیف سیرت وتفسیر میں جگہ دے دی یعنی کہ بیان کر بیٹھے، اسی سورہ کریم کے سیاق وسباق یعنی کہ ربط تحریر ربط مضمون میں دیکھیں کہ اس صریح جھوٹ کو وہ کیسے نکال باہر پھینکتا ہے۔

اس غرض سے میں اس سورہ مبارک کی آیات 18 تا 23 کا ترجمہ یا ذکر مبارک لکھتا ہوں۔ پھر آپ خود ہی دیکھیے کہ جس جھوٹ کو کفار ومشرکین مکہ نے مبارک آیات 19 اور 20 کے بعد شامل کرنا چاہا ہے اور اسلام، امت مسلمہ کے بدخواہوں نے اپنی اس خباثت سے کچھ نادان مسلمانوں کو گمراہ بھی کیا ہے۔ کیا وہ جھوٹ اور زیادہ نمایاں نہیں ہو جاتا اور جھوٹ خود پکار کر نہیں کہتا کہ میں تو ایک سفید جھوٹ ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہ

Marfat.com

سورہ نجم کی آیات 18 تا 23 میں ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ۝ اِنْ هِیَ اِلَّا اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ۝

ترجمہ: ''بلاشبہ رسول ﷺ نے اپنے پروردگار کی بڑی سے بڑی نشانیاں دیکھیں اور اے مشرکین تم تو صرف لات وعزیٰ کے مجسمے اور زیادہ سے زیادہ مناۃ دیوی دیکھ کر ان کی خدائی پر تکیہ لگا بیٹھے ہو اور تم نے یہ تقسیم بھی تو عجیب کی ہے کہ خدا کی جھولی میں تو بیٹیاں ڈال دیں اور اپنے لئے بیٹے پسند کر لئے۔ ارے! تمہارے ان لات وعزیٰ اور منات کی خدائی بھی کوئی حقیقت رکھتی ہے جسے تم نے اور تمہارے بزرگوں نے خود پر واجب کر رکھا ہے۔ کیا اللہ نے بھی ان کی خداوندی کی سند ارشاد فرمائی (اے پیغمبر!) یہ لوگ یا تو ظن وگمان کے بندے ہیں یا انہیں نفس کے پجاری، باوجودیکہ ان کے پاس ان کے پروردگار حقیقی نے ہدایت (قرآن) نازل فرما دی۔'' (سورہ نجم آیات 18 تا 23)

یہ آیات مبارک وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ لات، عزیٰ اور منات اپنی وضع قطع کے اعتبار سے بھی اس قدر بے مایہ ہیں کہ تم ہی نے انہیں تراشا اور ان کے نام اپنے بزرگوں سے سن کر رکھ لئے اور کچھ خود بخود تجویز کر لئے۔ کیا خدائے یکتا نے بھی اس پر دلیل تمہیں سپرد فرمائی؟

مستشرقین کی چال میں آجانے والے میرے نادان، ناسمجھ مسلمان بھائی قرآن حکیم میں تضاد نہیں ہے۔ اس کی آیات ایک دوسری کی مدد تو کرتی ہیں، حکم، ہدایت، نصیحت کو اچھے انداز سے اور آگے بڑھاتی تو ہیں اس کے خلاف بات نہیں کرتیں۔ سارے قرآن حکیم کی آیات کو چھان لیں، ان میں تضاد نہیں ملے گا۔

اس طرح کے تداخل کو صحیح مان لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آیت باہم متناقض ہو جائے گی کیونکہ اس طرح پہلے تو ان کی ایک جملہ میں تعریف ہوگی اور اس کے بعد مسلسل چار آیتوں میں مذمت۔ کیا قرآن جس کی بلاغت کمال تک پہنچی ہوئی ہے اس اضطراب، تناقض اور آشفتہ بیانی کا متحمل ہو سکتا ہے؟ قرآن تو قرآن کیا کوئی سمجھ دار انسان بھی اس حرکت کا مرتکب ہو سکتا ہے کہ ایک ہی سانس میں دو مختلف اور متناقص باتیں کہے؟ ظاہراً یہ باطل ہے جو زنادقہ کی گھڑنت ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

نقلاً وعقلاً جھوٹ کا پلندہ

بخاری شریف کے حاشیے میں درج ہے۔ راوی کا یہ قول کہ آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا یعنی تمام حاضر مشرکین نے جب اپنے بتوں لات، عزیٰ اور مناۃ کا ذکر سنا (تو سجدہ کیا) اور یہ پہلا سجدہ تھا جو نازل [illegible] ساتھ اپنے معبود کے حق میں معارضہ

marfat.com

Marfat.com

(مخالفت) کرتے ہوئے (سجدہ کیا) یا یہ (سجدہ) ان سے بلا ارادہ ہوا یا وہ اس بارے میں مسلمانوں کی مخالفت سے ڈر گئے تھے اور یہ جو کہا گیا کہ یہ اس سبب سے تھا کہ حضور اکرم ﷺ پر دوران قرأت شیطان نے یہ الفاظ القاء کر دیئے (تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى) (یہ بلند رتبہ دیویاں ہیں کہ جن کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے) اس کی عقلاً اور نقلاً کوئی صحت نہیں، اس بات کو اسی طرح صاحب المجمع نے نقل کیا ہے اور کرمانی میں بھی ایسے ہی ہے۔ (حاشیہ نمبر 4 صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 721)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زور شور سے اس روایت کا رد کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ اگرچہ سطحی قسم کے لوگوں نے اس روایت کو لکھا ہے لیکن علماء محققین کا اس کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، گھڑی ہوئی ہے اور اس کے بطلان (جھوٹی) اور موضوع (گھڑی ہوئی) ہونے پر ان علماء نے قرآن سنت اور عقلی دلائل پیش کیے ہیں اور اس کے بعد امام موصوف نے بھی مذکورہ بالا آیات ذکر کی ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے بھی احکام القرآن میں اس روایت کی خوب تردید کی ہے اور ہر ہر سلسلہ روایت پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سب کی سب باطل ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت نہیں اور کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس لئے اس کی تاویل کرنے کی بھی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور اسے بلا تامل رد کر دیں۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر اس روایت کی کوئی سند صحیح بھی ثابت ہو جائے تو بھی وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہوگی کیونکہ آیات قرآنی کے صراحۃً مخالف ہے اور اب جبکہ یہ روایت آیات قرآنی کے بھی خلاف ہے اور اس کی کوئی صحیح سند بھی نہیں ہے ان حالات میں اہل نظر کے لئے یہ کب قابل التفات ہو سکتی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یعنی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الٰہی میں حضور سے ہرگز غلطی نہیں ہو سکتی نہ قصداً نہ عمداً نہ سہواً اور نہ غلطاً۔ اس میں نبی ہر طرح معصوم ہیں۔''

علامہ آلوسیؒ

علامہ آلوسی نے دیگر اقوال کے ساتھ امام ابو منصور ماتریدی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

یعنی ''تلك الغرانيق العلى'' والی بات۔ یہ ان باتوں میں سے ایک بات ہے جو شیطان اپنے زندیق پیروکاروں کے دلوں میں ڈالتا ہے تاکہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کریں۔ جناب رسالت مآب اس قسم کی روایتوں سے مبرا اور منزہ ہیں۔ (روح المعانی)

Marfat.com

قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی جب اس آیت کی تفسیر کرنے لگے ہیں تو اس روایت کا ذکر کر کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے اور دل بے چین اور بے قرار ہو گیا ہے۔ اپنی سابق روش کے بالکل برعکس اس روایت کو باطل کرنے کے لئے ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا عنوان ہے ''تنبیہ الغبی علٰی مقدار نبی'' اور اس فصل کے مکمل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس فصل کے لکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام قرب میں مجھے عظیم جزا دے گا۔

صحاح ستہ

یہ امر قابل ذکر ہے کہ صحاح ستہ میں کسی نے بھی اس بے بنیاد روایت کو نقل نہیں کیا۔ ابن کثیر، ابن خزیمہ، امام رازی، ابوبکر ابن العربی، بیہقی، رازی، آلوسی، شوکانی، قرطبی، وغیرہ نے فسانہ غرانیق کو لغو اور بے بنیاد قرآن دے کر اس پر خط تنسیخ پھیر دیا ہے اس لئے کہ یہ ایک من گھڑت کہانی ہے۔ کفار و مشرکین کا اپنے دفاع میں تراشا ہوا ایک فسانہ ہے۔

حیات طیبہ سے استدلال

حضور انور نبی کریم رؤف الرحیم کے عہد طفولیت و زمانہ رشد اور دور شباب میں کسی وقت میں بھی آپ ﷺ سے کذب کا صدور نہیں ہوا۔ اس حقیقت کی شہرت تھی اور ہے کہ جونہی آپ ﷺ نے زندگی کی پچیسویں منزل میں قدم رکھا، مکہ والوں ہی نے آپ کو صادق و امین کہہ کر خطاب کیا اور اس خوبی کا چرچا اس قدر عام اور ہمہ گیر ہوتا گیا کہ بعثت کے بعد آپ نے کوہ صفا پر تشریف فرما کر قریش سے سوال کیا کہ:

''اے قریش! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے ادھر ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے کے لئے چھپا ہوا ہے تو تم میری بات صحیح سمجھ لو گے؟ جواباً کہا:

اے محمد (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی یہ بات اس لئے صحیح تسلیم کر لیں گے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ ﷺ صادق و امین ہیں۔

ایسے امین کی طرف یہ بہتان منسوب کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اس نے رب العالمین کی ذات سے ایسی بات منسوب کی ہو جو اس (ذات واحد) نے فرمائی ہی نہیں اور وہ بھی خدا کے خوف سے نہیں بلکہ بندوں سے ڈر کر، حالانکہ رسول ایک اللہ کے سوا کسی اور سے خائف نہیں ہوتا۔ کس قدر محال، بعید، دور از قیاس ہے یہ امر کہ جو شخص اپنے سے پہلے لوگوں (انبیا کرام صالحین) میں سے اس راہ پر چلنے والوں کے ثبات قدم کو پہچانتا ہو اور اس پر یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو کہ حقیقت کی راہ میں سہل انگاری اور بے پروائی کا وجود ہی نہیں، ایسے شخص سے یہ ارتکاب کیونکر ہو سکتا ہے۔

جس شخص نے انہی قریش کی جانب سے چاند اور سورج کو دائیں اور بائیں کے مطیع فرمان ہو جانے پر بھی

marfat.com
Marfat.com

اپنے دعوائے توحید کو ترک کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، یہاں تک کہ اس نے اپنے مدعا کی تبلیغ میں جان تک قربان کرنے کا تہیہ کر لیا ہو، آج وہی شخص بتوں کی مدح سے اپنے کیے دھرے پر پانی پھیر دے، اس سے یہ کیسے ممکن ہے؟

اللہ نے جس دین کی تکمیل کے لئے اسے مبعوث فرمایا ہو، کیا وہ اسی دین کی بنیادیں اپنے ہاتھ سے کھود کر پھینک دے؟ اور کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ بتوں کی یہ بزرگی بیان کرنے کا زمانہ اس وقت آئے جب کہ حضور پرنور ﷺ کے پیروکار انہی قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی ایذائیں عرصہ چار پانچ سال تک برداشت کر چکے ہوں۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داخلِ اسلام ہونے سے مسلمان ایک باوقار طاقت بن گئے اور جب مکہ میں مسلمانوں کا پھیلاؤ اور طاقت دیکھ کر قریش نے ان کی آبروریزی و ایذارسانی سے ہاتھ روک لیا ہو اور جس وقت یہ واقعات (اہل مکہ کے ہاتھ سے مسلمانوں کی ترک ایذا) بلاد عرب سے نکل کر ملک حبشہ اور دوسرے نواحی علاقوں میں سنے جانے لگے ہوں؟

قرائن سے ثابت ہے کہ واقعہ غرانیق کا کوئی وجود نہیں۔ اسے دشمنانِ محمد ﷺ نے وضع کیا اور مستشرقین نے، اسلام کا امت مسلمہ کا برا چاہنے والوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے اسے اور آگے بڑھایا۔

شیطان کے لئے ممکن نہیں

مزید برآں یہ حدیث متواتر ہے کہ شیطان کسی کے خواب میں بھی حضور کی شکل میں کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا۔ مسلمانوں کو حضور کی شکل میں دھوکا دے سکے تو اس کی کیا مجال کہ سرچشمہ ہدایت کو وہ گدلا کر سکے۔

شیطان لعین تو خواب میں بھی حضور پرنور ﷺ کی شکل میں دکھائی نہیں دے سکتا۔ کجا یہ کہ وہ عالم بیداری میں سید المرسلین رحمت للعالمین ﷺ کی زبان اقدس پر بتوں کی شان و شفاعت کے بارے میں کوئی جملہ جاری کروا دے۔ شیطان لعین تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سائے سے بھی دور بھاگے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آقا ﷺ کی منزہ اور پاکیزہ زبان پر ایسے کفریہ کلمات جاری کروا دے، کیا عقل سلیم اس منطق کو ماننے کے لئے تیار ہو سکتی ہے۔ یہ سب من گھڑت، لغو، بے ہودہ اور بے بنیاد افسانہ طرازی ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اصل واقعہ جو صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے۔ وہ صرف اتنا ہے کہ حضور ﷺ نے مجمع عام میں یہ سورۃ پڑھی اور اس میں آیت سجدہ آنے کی وجہ سے آخر میں سجدہ کیا تو تمام حاضرین جن میں کفار بھی تھے، سب سجدہ میں گر پڑے اور ایسا ہونا عین ممکن ہے کیونکہ کلام الٰہی ہو اور زبان حبیب کبریا ﷺ اس کی تلاوت کر رہی ہو تو کیوں نہ کفار بے ساختہ سجدے میں گر پڑیں، بس اتنی بات تھی جس کو جھوٹوں، بے دینوں کی وضع و تحریف نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

اگر ہم ایک لمحہ کے لئے علماء محققین کی مذکورہ بالا تشریحات سے صرف نظر بھی کر لیں اور صرف اس سورہ مبارکہ (سورہ نجم) کی آیات 3 اور 4 میں غور کریں تو حقیقت سورج کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

Marfat.com

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

''یعنی یہ نبی مکرم اپنی خواہش سے تو بولتا بھی نہیں۔ اس کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔''

(سورہ نجم آیات 3-4)

ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے جو ان دو آیتوں میں مذکور ہے، دوسری طرف یہ روایت ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ نے ان بتوں کی شان میں یہ جملے کہے۔ ''یہ بت مرغان (پرندے) بلند پرواز اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سچا ہے یا یہ روایت جو بے دینوں کی جھوٹوں کی وضع کردہ ہے۔ انسان ذرا عقل و سوچ سے کام لے تو اس روایت کے باطل اور موضوع ہونے کے بارے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

نیز ان آیات پر نظر ڈالئے جو ان جملوں (تلک الغرانیق) کے معا بعد کی گئیں۔ کیا ان کے بتوں کی یہ مذمت جو ان آیات میں کی گئی ہے کفار قریش کے لئے قابل قبول تھی۔ بفرض محال اگر حضور پرنور ﷺ نے تلک الغرانیق والے جملے کہے ہوتے اور ان کے فوراً بعد یہ آیت (سورہ نجم آیت ۲۳) پڑھی ہوتی۔

اِنْ هِيَ اِلَّا اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝

ترجمہ: ''نہیں ہیں یہ مگر محض نام۔ جو رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں نازل کی اللہ نے ان کے بارے میں کوئی سند۔ نہیں پیروی کر رہے یہ لوگ مگر گمان کی اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں۔'' (سورہ نجم آیت 23)

کیا ان آیات میں اور ان جملوں میں کوئی باہمی مناسبت ہے؟ کیا ایسا بے جوڑ کلام افصح العرب ﷺ کی زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور اگر ان دو جملوں کو سن کر کفار کو خوشی ہوئی تھی تو اس کے فوراً بعد یہ آیتیں سن کر حضور انور ﷺ کے بارے میں ان کی خوش فہمیاں ہمیشہ کے لئے کافور نہیں ہو گئی ہوں گی۔ ایک بہت ادنیٰ عقل و فہم کا مالک مسلمان بھی اس روایت کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو سکتا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری ہجرت حبشہ

گزشتہ باب ''پہلی ہجرت حبشہ'' میں ہجرت کی وجوہات اور حبشہ سے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی واپسی کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔''دوسری ہجرت حبشہ'' کے بیان کو اچھی طرح تسلسل کے ساتھ سمجھانے کے لئے یہاں مختصراً دوبارہ عرض ہے کہ جب یہ اطلاعات غیر مصدقہ ذرائع سے افواہوں کی صورت مسلمانوں کے کانوں میں پڑیں کہ ان کے مکہ سے چلے آنے کے بعد حالات بہت تبدیل ہو گئے ہیں۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اور کچھ اور لوگ ایمان لے آئے ہیں، مسلمان ہو گئے ہیں جن کی وجہ مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اب وہ برابری کی بنیاد پر کھلے عام کعبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں۔

ان بدلے ہوئے حالات میں مشرکین مکہ نے بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ روک لیا ہے اور اب وہ دشمنی وایذا رسانی کا ماحول نہیں رہا ہے کہ مشرکین، قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔(مشرکین وکفار مکہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر ارادی سجدہ کرنا حبشہ میں یہ افواہ بن کر پہنچا کہ قریش نے دین اسلام قبول کر لیا ہے)

اس وجہ سے مہاجرین حبشہ میں سے اکثر واپس چلے آئے لیکن جب یہاں پہنچے تو ان کے ہم وطنوں نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور خوب جی بھر کر ان کو ستانا شروع کیا۔ مشرکین مکہ تو ان کے خاموشی سے مکہ چھوڑ جانے اور بحفاظت حبشہ پہنچ جانے سے سخت ناخوش تھے اور انہیں ان کا حبشہ میں احترام وعزت سے محفوظ رہنا بھی دکھتا تھا۔ اس لئے اب ایذا رسانی اور بھی بڑھا دی اور کمزور مسلمانوں کو اتنی اذیتیں دیں کہ جتنا عرصہ یہ لوگ ان کے ظلم وستم سے محفوظ رہے تھے، اس کی بھی کسر نکال دی۔

واپس آنے والوں کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مجبوراً اور مصلحتاً کچھ لوگ واپس حبشہ چلے گئے۔ چند ایک معاشرے کے بااثر بارسوخ افراد کی پناہ لے کر مکہ میں رہنے لگے۔ مشرکین نے ایذا رسانی اور بڑھا دی تھی اور مسلمانوں کے لئے وہاں رہنا دوبھر کر دیا اور ہر پہلو سے مسلمانوں کے لئے زندگی مشکل ہی نہیں کر دی تھی بلکہ زندگی وبال جان بنا دی گئی تھی۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات میں مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی ہدایت فرمائی لیکن اب کی دفعہ ہجرت کرنا پہلے کی طرح کوئی آسان کام نہ تھا۔ پہلے

Marfat.com

سے بہت زیادہ رازداری اور احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ شکست خوردہ سرداران مشرکین اب بہت چوکس تھے۔

اپنے محبوب کے صدقے اللہ تبارک تعالیٰ نے مدد فرمائی اور جس طرح بن پڑا سو سے زائد مرد و زن نہایت رازداری کے ساتھ تھوڑے تھوڑے کر کے حبشہ جانے میں کامیاب ہو گئے۔

ابن کثیر نے اپنی تصنیف سیرت النبی میں اسے یوں بیان کیا ہے۔

اس دفعہ ان کے ہمراہ کئی دوسرے مسلمان بھی اس قافلہ میں شریک ہو گئے۔ اب ان کی تعداد تراسی تھی۔ مہاجر خواتین کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا۔ پہلے صرف چار خواتین نے ہجرت کی تھی، اب ان کی تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ ان میں سے گیارہ کا تعلق قریشی خاندانوں سے تھا اور باقی سات دوسرے قبائل سے تھیں۔ اس قافلہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ اگرچہ ابن اسحاق نے ان کو مہاجرین کے پہلے قافلہ میں شامل کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نے دوسرے قافلہ کے ہمراہ حبشہ کا قصد کیا۔ علامہ ابن کثیر اور دیگر سیرت نگاروں نے ان مہاجرین کے اسماء گرامی بالتفصیل اپنی تصنیفات میں تحریر کئے ہیں۔

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 6)

دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھے۔ انہیں بہت افسوس تھا کہ وہ دوسری مرتبہ بھی ہجرت کر کے جا رہے ہیں لیکن انہیں حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل نہیں۔

آپ نے از راہ تاسف اس امر کا ذکر بارگاہ رسالت میں کیا۔

"یارسول اللہ! ہماری پہلی اور یہ دوسری ہجرت نجاشی کی طرف ہے اور حضور ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔"

حضور نے فرمایا "(افسوس مت کرو) تمہاری یہ دونوں ہجرتیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور میری طرف ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی "اگر ایسا ہے تو پھر ہم راضی ہیں، ہمیں اتنا ہی کافی ہے۔"

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 207)

قارئین کرام! امت مسلمہ کی ابدی فلاح دارین کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام دل گزیں کرنے کے لئے اور ان کی عظمت کا اعتراف کرنے کی غرض سے، میں اب ان مقدس ہستیوں کے اسمائے مبارک قلمبند کر رہا ہوں جنہوں نے یہ ہجرت فرمائی۔ ذیل میں ہر خاندان کے مہاجرین و مہاجرات کے اسمائے گرامی سیرت ابن ہشام سے نقل کئے جاتے ہیں۔ صرف ایک نام (دعد بنت حجدم) کا اضافہ تاریخ ابن کثیر سے کیا گیا ہے۔

بنو ہاشم

1- جعفر بن ابی طالب

2- ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ میں متولد ہوئے۔

marfat.com
Marfat.com

بنو امیہ

1- حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ

2- ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

3- عمرو بن سعید بن ابوالعاص بن امیہ

4- ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان

5- ان کے بھائی خالد بن سعید بن ابوالعاص بن امیہ

6- ان کی بیوی امینہ بنت خلف بن اسعد خزاعی۔ حبشہ میں ان کے ایک لڑکا سعید بن خالد اور ایک لڑکی امتہ بنت خالد رضی اللہ عنہا متولد ہوئی۔ کچھ زمانہ کے بعد امتہ سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جن سے عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ اور خالد بن زبیر پیدا ہوئے۔

بنو اسد بن خزیمہ

1- عبداللہ بن جحش بن ریاب

2- ان کا بھائی عبیداللہ بن جحش

3- عبیداللہ کی بیوی ام حبیب رملہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ

4- قیس بن عبداللہ

5- قیس کی بیوی برکۃ بنت یسار

6- معیقیب بن ابی فاطمہ

بنو عبد شمس بن عبد مناف

ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حقیقی ماموں تھے۔

بنو نوفل بن عبد مناف

1- عتبہ بن غزوان جو عہد فاروقی میں بصرہ کے حاکم تھے۔

بنو اسد بن عبد العزیٰ

1- زبیر بن عوام بن خویلد جو نبی ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر زادہ تھے۔

2- اسود بن نوفل بن خویلد بن اسد

3- یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد

4- عمرو بن امیہ بن حرث بن اسد

Marfat.com

بنوعبد بن قصی

1- طیب بن عمیر

بنوعبدالدار بن قصی

1- مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار
2- ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر
3- صویبط بن سعد بن حریملہ
4- جہم بن قیس
5- جہم کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود، ان کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی
6- عمرو بن جہم
7- خزیمہ بنت جہم
8- فراس بن نضر بن حرث

بنوزہرہ بن کلاب

1- عبدالرحمٰن بن عوف
2- عامر بن ابی وقاص
3- ابووقاص مالک بن اہیب بن عبدمناف بن زہرہ
4- مطلب بن ازہر بن عبدعوف
5- ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف۔ حبشہ میں ان کے فرزند عبداللہ بن مطلب پیدا ہوئے

بنوہذیل

1- عبداللہ بن مسعود
2- ان کے بھائی عتبہ بن مسعود

بنوبہراء

1- مقداد بن عمرو

بنوتمیم

1- حرث بن خالد بن صخر
2- ان کی بیوی ریطہ بنت حرث، حبشہ میں ان کے یہ اولاد ہوئیں: موسیٰ بن حرث، عائشہ بنت حرث،

marfat.com
Marfat.com

زینب بنت حرث، فاطمہ بنت حرث

3- عمرو بن عثمان

بنومخزوم (ابوجہل کا خاندان)

1- عبداللہ معروف بہ ابوسلمہ بن عبدالاسد
2- ان کی بیوی ہند ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ حبشہ میں ان کے ایک لڑکی زینب بنت ابی سلمہ پیدا ہوئیں۔ ابوسلمہ کی رحلت کے بعد ان کی بیوہ ام سلمہ کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔
3- عثمان بن عثمان بن شرید معروف بہ شماس جو غیر معمولی حسین وجمیل ہونے کے باعث شماس کے لقب سے مشہور تھے
4- ہبار بن سفیان
5- ان کے بھائی عبداللہ بن سفیان
6- ہشام بن ابی حذیفہ
7- سلمہ بن ہشام جو ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے
8- عیاش بن ابی ربیعہ
9- معتب بن عوف

بنوجمح

1- عثمان بن مظعون
2- ان کے فرزند سائب بن عثمان
3- ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور
4- عبداللہ بن مظعون
5- حاطب بن حرث بن معمر
6- ان کی بیوی فاطمہ بن مجلل اور ان کے دو بیٹے
7- محمد بن حاطب
8- حرث بن حاطب
9- ان کے بھائی خطاب بن حرث
10- خطاب کی بیوی فکیہہ بنت یسار
11- سفیان بن معمر اور ان کے دو بیٹے

Marfat.com

12- جابر بن سفیان

13- جنادہ بن سفیان

14- سفیان بن معمر کی بیوی حسنہ

15- حسنہ کے پہلے شوہر کے پسر شرجیل بن حسنہ

16- عثمان بن ربیعہ

بنو سہم بن عمرو

1- خنیس بن حذافہ

2- عبداللہ بن حرث

3- ہشام بن عاص

4- قیس بن حذافہ

5- ابو قیس بن حرث

6- عبداللہ بن حذافہ بن قیس

7- حرث بن حرث بن قیس

8- معمر بن حرث بن قیس

9- بشر بن حرث

10- سعید بن عمرو

11- سعید بن حرب بن قیس

12- سائب بن حرث بن قیس

13- عمیر بن ریاب، محمیہ بن جزء

بنو عدی بن کعب

1- معمر بن عبداللہ بن نضلہ

2- عروہ بن عبدالعزیٰ

3- عدی بن نضلہ بن عبدالعزیٰ

4- نعمان بن عدی

5- عامر بن ربیعہ

6- ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ

marfat.com
Marfat.com

بنو عامر بن لوی

1- ابو سبرہ بن ابی رہم
2- ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو بن عبد شمس
3- عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس
4- سلیط بن عمرو بن عبد شمس
5- ان کے بھائی سکران بن عمرو بن عبد شمس جو مکہ کے مشہور غیر مسلم رئیس سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔
6- ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ بن قیس جو بعد میں ازواج طاہرات میں شمول سے سعادت اندوز ہوئیں۔
7- عبداللہ بن مخرمہ
8- مالک بن ربیعہ بن قیس
9- ان کی بیوی عمرہ بنت سعدیٰ
10- ابو حاطب بن عمرو
11- سعد بن خولہ

بنو حرث بن فہر

1- عامر بن عبداللہ معروف بہ ابوعبیدہ بن الجراح
2- سہیل بن بیضاء
3- ان کی والدہ وعد بن حجدم بن امیہ بن ظرب
4- عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ
5- عیاض بن زہیر
6- عمرو بن حرث بن زہیر
7- عمرو بن عبد غنم بن زہیر
8- سعد بن عبد قیس
9- حرث بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دو ہجرتیں

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان نفوس قدسیہ میں داخل ہیں جنہوں نے مکہ سے حبشہ کو دو مرتبہ ہجرت فرمائی۔ دونوں دفعہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ تھیں۔ جب دوسری مرتبہ عازم حبشہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارش کی کہ "یارسول اللہ! ہم نے پہلے بھی حبشہ کو ہجرت کی اور اب پھر جا رہے ہیں

Marfat.com

لیکن آپ (ﷺ) اس مرتبہ بھی ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لوگ جس طرح مہاجرین الی اللہ ہو، اسی طرح تم نے میری طرف بھی ہجرت کی ہے۔'' یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر یہ ہمیں کافی ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 207)

مہاجرین کی تعداد

پس وہ مسلمان جنہوں نے ہجرت کی اور سرزمین حبشہ میں پہنچ گئے، ان بچوں کے سوا جنہیں وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اور کم سن تھے اور ان بچوں کے سوا جو وہیں پیدا ہوئے، سب تراشی (83) افراد تھے۔ بشرطیکہ عمار بن یاسر کو بھی انہیں میں شمار کیا جائے۔ حالانکہ ان کے متعلق شک ہے (یعنی یہ کہ انہوں نے ہجرت کی تھی یا نہیں) (ترجمہ سیرت النبی ابن ہشام از مولانا عبدالجلیل جلد 1 صفحہ 361)

قریش کے اہل دانش کو مسلمانوں کا یوں چپکے سے محفوظ جگہ پر چلے جانے کی اہمیت کا احساس تھا۔ وہ اندر ہی اندر خوفزدہ بھی تھے کہ اگر مسلمانوں کو کہیں پاؤں جمانے کا موقع مل گیا اور انہیں پھلنے پھولنے کے لئے اچھا ماحول اور سہولتیں بھی حاصل ہو گئیں تو وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب وہ ایک عسکری قوت بن کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ہمیں اپنے انتقام کا نشانہ بنائیں گے۔ اگر انہیں یہ احساس نہ ہوتا تو مسلمانوں کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے پر وہ اطمینان کا سانس لیتے کہ اب ان کے معبودوں پر کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا لیکن اس کے برعکس کفار و مشرکین کی حکمت عملی یہ تھی کہ مسلمان ہر طرح سے صرف مکہ تک ہی محدود رہیں تا کہ تحریک اسلامی کے چار دانگ عالم میں پھیلنے اور اسلام کے ایک سیاسی اور انقلابی قوت بننے کے تمام امکانات ختم ہو جائیں۔ وہ اس گمان میں تھے کہ اگر مسلمانوں پر اتنا تشدد کیا جائے کہ وہ اپنے نئے دین سے دستبرداری کا خود ہی اعلان کر دیں۔

مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے سے روکنے کا اولین مقصد یہی تھا کہ تحریک دین اسلام کو قدم جمانے کا موقع دیئے بغیر اسے سختی سے کچل دیا جائے۔

اب کی دفعہ تو مشرکین مکہ مسلمانوں کی ہجرت کے بارے میں خاصے چوکس تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اب وہ مسلمانوں کو اتنی آسانی سے محفوظ جگہ پہنچنے نہ دیں گے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہو گئے ہیں تو وہ شدید پریشانی اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔

جب مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلی گئی تو کفار مکہ کو بہت فکر لاحق ہوگئی۔ ان میں ان کے عزیز و اقارب بھی تھے جن کی جدائی انہیں بڑی شاق گزر رہی تھی۔ نیز انہیں یہ اندیشہ بھی ہر وقت بے چین رکھتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مسلمان اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر دھاوا بول دیں۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید (علامہ ابن ہشام نے عمارہ کی جگہ عبداللہ بن ابی ربیعہ کا نام لکھا ہے) کو اپنا سفیر بنا کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا۔

marfat.com

Marfat.com

یہ دونوں سفیر بڑے زیرک اور سیاسی امور کے ماہر تھے۔ انہیں کہا کہ وہ نجاشی سے ملاقات کریں اور ہر ممکن طریقہ سے اس کو ایسا متاثر کریں کہ وہ ان لوگوں کو وہاں سے نکال دے اور مکہ آنے پر مجبور کر دے۔ اس سفارت کاری کو موثر بنانے کے لئے انہوں نے بڑے نفیس اور گراں قیمت تحائف بھی انہیں دیئے۔ بادشاہ کے لئے دیگر تحائف کے علاوہ ایک قیمتی عربی گھوڑا اور ایک بیش بہا ریشمی جُبّہ بھی بھیجا۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 18)

اس کے علاوہ شاہی دربار کے جتنے مذہبی پیشوا اور امراء تھے، ہر ایک کے لئے مکہ کے مشہور چمڑے کی مصنوعات تحفہ کے طور پر بھیجیں اور انہیں تاکید کی کہ بادشاہ سے ملاقات کرنے سے پہلے ان پادریوں اور امراء دربار سے ملاقات کریں۔ ان کو تحائف پیش کریں۔ ان کو پوری طرح اپنا ہم نوا بنائیں اور ان سے وعدہ لیں کہ وہ نجاشی کو یہ مشورہ دیں گے کہ ان مسلمان لوگوں کو وطن واپس جانے پر مجبور کریں۔

یہ دونوں سفیر اپنی قوم کے بہترین نمائندے تھے، وہاں پہنچ کر انہوں نے پہلے ہر بشپ اور رئیس کی خدمت میں حاضری دی۔ تحائف پیش کیے، پھر انہیں بتایا کہ ہمارے شہر اور قوم کے چند احمق اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں چلے آئے ہیں۔ انہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور آپ کا مذہب بھی قبول نہیں کیا بلکہ ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں وہ یہاں بھی اپنے نظریات کی تبلیغ کر کے آپ کے ملک کے امن و سکون کو بھی درہم برہم نہ کر دیں جس طرح مکہ میں گھر گھر میں انہوں نے فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے۔ ہمیں ہماری قوم نے آپ کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ وہ انہیں واپس اپنے وطن جانے کا حکم دے۔ ہم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی معروضات پیش کریں گے۔ ہم آپ حضرات سے توقع کرتے ہیں کہ آپ بھی اس مسئلے میں ہماری امداد فرمائیں اور بادشاہ کو مشورہ دیں کہ وہ ہماری اس عرضداشت کو شرف قبولیت بخشے۔ سب نے ان کی مدد کرنے کی ہامی بھر لی۔

سب پادریوں سے اپنی امداد کا وعدہ لینے کے بعد اب وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے بادشاہ کو سجدہ کیا۔ پھر دست بستہ اس کے سامنے مؤدب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ ان کے ساتھ بڑے احترام سے پیش آیا۔ ایک کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ عمرو بن العاص کو تخت پر اپنے پاس بٹھایا۔ انہوں نے روساء مکہ کی طرف سے اعلیٰ عربی نسل کا گھوڑا اور نفیس ترین ریشمی جُبّہ بطور نذرانہ اس کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر اپنی آمد کی غرض وغایت بیان کرنے کی اجازت طلب کی۔ شاہی اذن ملنے پر عمرو بن العاص گویا ہوئے۔

''اے جہاں پناہ! ہمارے قریبی رشتہ داروں میں سے چند لوگ یہاں آپ کے ملک میں آکر رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ہمارے خداؤں کی پرستش ترک کر دی ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ ایک نیا مذہب گھڑ لیا ہے۔ جس کے بارے میں نہ ہمیں کچھ علم ہے اور نہ آپ کو کچھ خبر

Marfat.com

ہے۔ ہمیں قریش کے سرداروں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیں اور انہیں فرمائیں کہ وہ اپنے وطن میں اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جائیں۔''

بادشاہ نے بڑے غور سے ان کی باتیں سنیں۔ پھر پوچھا۔ وہ لوگ کہاں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ آپ کے ملک میں رہتے ہیں۔ بادشاہ نے قاصد بھیجا اور انہیں اپنے پاس بلوایا۔

بادشاہ (شاہ حبش' نجاشی) کے درباریوں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ لوگ ان کے ہم وطن بھی ہیں اور رشتہ دار بھی۔ ان کے حالات سے بھی پوری طرح باخبر ہیں۔ انہوں نے ان کے بارے میں جو بتایا ہے وہی کافی ہے۔ آپ ان لوگوں کے نام فرمان جاری کریں کہ وہ یہاں سے نکل جائیں اور اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں کے اس مشورہ کو مسترد کر دیا۔ کہا کہ جب تک میں ان سے نہ پوچھ لوں، میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ عمرو بن العاص نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا، جہاں پناہ! وہ بڑے متکبر لوگ ہیں۔ وہ شاہی دربار کے آداب بھی بجا نہیں لائیں گے اور آپ کو سجدہ بھی نہیں کریں گے۔ جب وہ دربار شاہی میں حاضر ہوں گے تو ان کا متکبرانہ طرز عمل ہمارے قول کی خود تصدیق کر دے گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا، یہاں سے ہم ان کی روایت کے مطابق حالات بیان کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ جب ہم لوگ حبشہ پہنچ گئے اور شاہ حبشہ نجاشی نے ہمیں اپنی پناہ میں رہائش کی اجازت دے دی تو ہم کو یہاں اپنے دین کے بارے میں مکمل امن نصیب ہو گیا۔ ہم جس طرح چاہتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ کوئی شخص نہ ہمیں اذیت پہنچاتا اور نہ گفتگو سے ہماری دل آزاری کی جاتی۔ قریش کو جب ہمارے ان خوش کن حالات کا علم ہوا تو انہوں نے تمام روساء کو بلا کر ہمارے بارے میں مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اہل مکہ میں سے دو ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا جائے جو بڑے زیرک، دانا، معاملہ فہم اور سیاسی امور میں مہارت رکھتے ہوں۔ انہیں بطور سفیر نجاشی کے پاس بھیجا جائے اور ان کے ہمراہ چمڑے کی قیمتی اور نفیس مصنوعات بطور تحفہ بھیجی جائیں۔ ہمارے نمائندے یہ تحائف ان کے پادریوں اور ان کے مذہبی رہنماؤں کو بطور تحفہ پیش کریں اور ان کے ذریعہ بادشاہ تک رسائی حاصل کر کے اس سے یہ حکم جاری کرائیں کہ یہ لوگ حبشہ کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ اس کام کے لئے انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو منتخب کیا۔

ان کی ذہانت اور سیاسی داؤ و پیچ میں ان کی مہارت مسلم (مانی ہوئی) تھی۔ چنانچہ ان کو بلا کر یہ ہدایات دیں کہ تم وہاں جا کر پہلے تمام پادریوں اور مذہبی علماء سے رابطہ قائم کرنا اور ان کی خدمت میں یہ تحائف پیش کرنا۔ اس کے بعد نجاشی سے ملاقات کرنا اور اس کی خدمت میں مکہ کے یہ نوادرات بطور نذرانہ پیش کرنا۔

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔ کہ بادشاہ کے لئے انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

تحائف کے علاوہ ایک اعلیٰ نسل کا عربی گھوڑا اور ایک گراں بہا ریشمی جُبّہ بھی انہیں دیا اور یہ تاکید کی کہ بادشاہ مسلمانوں کو ملاقات کا موقع نہ دے اور ان سے گفتگو کی نوبت ہرگز نہ آنے پائے۔ تم کوشش کرنا کہ اس کے بغیر ہی بادشاہ ان کی جلاوطنی کا حکم صادر کردے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 18)

چنانچہ یہ دونوں مکہ سے روانہ ہو کر حبشہ پہنچے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم لوگ بڑے امن و سکون سے وہاں اپنی زندگی کے دن گزار رہے تھے، وہاں پہنچتے ہی انہوں نے پادریوں اور مذہبی پیشواؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور جب بھی کسی پادری، مذہبی پیشوا کی خدمت میں جاتے، بڑے ادب و تعظیم سے سلام عرض کرتے۔ اس کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے اور پھر یہ بتاتے کہ ہمارے شہر مکہ سے ہماری قوم کے چند احمق اور نادان نوجوان آپ کے ملک میں آ کر رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین بھی ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی اختیار نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے ایک ایسا دین گھڑا ہے جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔

ہمیں ہماری قوم کے سرداروں نے آپ کے بادشاہ سلامت کی خدمت میں بھیجا ہے کہ وہ انہیں اپنے ملک سے جلاوطن کر دے۔ آپ حضرات سے ہماری درخواست یہ ہے کہ جب ہم بادشاہ کی خدمت میں اپنی یہ عرضداشت پیش کریں تو آپ ہماری سفارش فرمائیں اور بادشاہ کو کہیں کہ ان لوگوں سے گفتگو کئے بغیر انہیں یہاں سے نکل جانے کا حکم صادر فرمائے کیونکہ ان کے حالات سے اور ان کی حماقتوں اور نادانیوں سے ان کی قوم جس قدر واقف ہے اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا اور اسی وجہ سے انہوں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

ان مذہبی پیشواؤں نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ ضرور اس معاملہ میں ان کی مدد کریں گے۔ مذہبی پیشواؤں کو اپنا ہم نوا بنانے کے بعد یہ دونوں سفیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ پہلے اس کو سجدہ کیا، پھر بڑے ادب واحترام سے اس کی خدمت میں وہ تحائف پیش کئے جن کو اس نے قبول کر لیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد 2 صفحہ 518)

پھر انہوں نے مدعا بیان کرنا شروع کیا۔

''اے بادشاہ! ہمارے شہر کے چند بے وقوف اور احمق نوجوان آپ کے ملک میں رہائش پذیر ہو گئے ہیں۔ ان احمقوں نے اپنی قوم کا دین ترک کر دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک نیا دین گھڑا ہے۔ جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں۔ ہمیں ہماری قوم کے سرداروں نے جوان لوگوں کے باپ، چچے اور قریبی رشتہ دار ہیں، آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں مکہ واپس جانے کا حکم دیں۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں اور ان کی معیوب اور نازیبا حرکتوں سے آگاہ ہیں۔ انہیں نازیبا حرکتوں کی وجہ سے انہوں نے ان کو سرزنش کی اور وہ بھاگ کر یہاں چلے آئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس سے زیادہ اور کوئی بات ناگوار نہ تھی کہ نجاشی مسلمانوں سے گفتگو کرے۔

Marfat.com

عمرو بن العاص جب بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کرنے سے فارغ ہوئے تو ان مذہبی پیشواؤں نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ! ان دونوں نے سچ کہا ہے، بے شک ان کی قوم ان کے عیوب اور ان کی حماقتوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔ آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیجئے تا کہ یہ انہیں اپنے ملک میں واپس لے جائیں۔ اپنے پادریوں کی یہ بات سن کر نجاشی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا، وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یوں میں ان لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ انہوں نے پناہ کے لئے میری ہمسائیگی اور میرے ملک کو پسند کیا ہے۔ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر انہوں نے میرا سہارا لیا ہے۔ جب تک انہیں بلا کر میں ان سے حالات دریافت نہ کروں گا، اس وقت تک میں انہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ میں ان سے پوچھوں گا، اگر انہوں نے ان دونوں کے الزامات کی تصدیق کی تو انہیں یہاں سے واپس بھیج دوں گا لیکن اگر معاملہ کچھ اور ہوا تو ان کی حفاظت کروں گا اور جب تک وہ میری پناہ میں رہیں گے، ان کے ساتھ حسن مروت سے پیش آؤں گا۔

پھر اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلانے کے لئے اپنا قاصد بھیجا جب وہ قاصد وہاں پہنچا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کرنا شروع کیا۔ بعض نے کہا کہ اس شخص کے پاس جب تم جاؤ گے تو تم کیا کہو گے۔ وہ لوگ جن کے رگ و پے میں ایمان سرایت کئے ہوئے تھا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی برکت سے سارے خوف اور اندیشے ان کے دل سے کافور ہو چکے تھے۔ انہوں نے اس سوال کا یہ جواب دیا۔

''بخدا ہم وہی کہیں گے جس کا ہمیں علم ہے اور جس چیز کا ہمیں ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔''

یہ تہیہ کرنے کے بعد ان وفا شعاروں کا گروہ جب نجاشی کے پاس پہنچا تو نجاشی نے ان کے آنے سے پہلے اپنے پادریوں کو بھی وہاں جمع کر رکھا تھا اور وہ اپنی کتابیں کھول کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نجاشی نے غلامان پیغمبر اوّل وآخر و اعظم، حضور انور، نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کہ وہ کیسا دین ہے۔ جس کے لئے تم نے اپنا آبائی مذہب بھی چھوڑ دیا؟ اور میرا دین بھی قبول نہیں کیا اور نہ کسی اور مذہب کو اختیار کیا؟

مسلمانوں نے اپنی ترجمانی کے لئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا۔ آپ بادشاہ کے سوال کا جواب دینے کے لئے اٹھے اور یوں گویا ہوئے۔

دربار نجاشی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطاب

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کا وفد نجاشی کے دربار میں پہنچا تو انہوں نے شاہی دربار کے آداب کی کوئی پروا نہ کی اور آداب شاہی کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہ کیا۔ بادشاہ اس پر ناراض ہوا اور پوچھا کہ تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ جواب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے پوچھا [illegible] تم نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا ہے،

marfat.com
Marfat.com

نہ تم نے میرا دین قبول کیا ہے اور نہ کوئی دوسرا مذہب اختیار کیا ہے؟ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گفتگو کا آغاز بسم اللہ سے کیا اور کہا:

''اے بادشاہ ہم لوگ اہل جاہلیت تھے۔ بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا، مردار خوری ہم کرتے تھے، فواحش اور گناہ کا ارتکاب ہمارا وطیرہ تھا۔ قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم وستم کو ہم نے جائز قرار دے رکھا تھا۔ جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا۔ ہم ایسی ہی ذلیل حالت میں تھے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہم میں ارسال فرمایا جس کے نسب اور شرف اور صدق وامانت اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس رسول نے ہم کو توحید الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا اور بت پرستی جو ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی تھی، اس سے ہمیں منع کیا اور سچی بات اور ادائے امانت اور صلہ رحم اور پڑوس کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کے ترک کرنے کا حکم کیا۔ اور یتیم کا حق تلف کرنے اور نیک عورتوں پر بری تہمت لگانے سے منع فرمایا اور خدائے واحد کی عبادت اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض کیا۔ غرضیکہ جعفر رضی اللہ عنہ نے تمام احکام اسلام نجاشی کو بتلائے اور کہا کہ ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے اور ہم نے شرک وکفر کو چھوڑ دیا اور جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال بتلایا، ہم نے حلال سمجھا اور جس کو حرام بتایا، ہم نے حرام سمجھا۔ ہماری قوم نے اس دین حق کے اختیار کرنے پر ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور ہمیں بہت ستایا تا کہ ہم اس دین کو ترک کر دیں اور بتوں کی پرستش اختیار کریں جس طرح کہ وہ برے کاموں کو حلال سمجھتے ہیں، ہم بھی ان برے کاموں کو حلال سمجھیں۔ جب ان کا ظلم ہم پر حد سے زائد ہوا اور انہوں نے ہمارا وہاں رہنا دشوار کر دیا اور وہ ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہو گئے تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔ ہم نے دوسروں کے مقابلے میں تمہیں چنا اور تمہاری پناہ کو پسند کیا اور اے بادشاہ ہمیں یہ امید ہوئی کہ یہاں ہم ظلم سے محفوظ رہیں گے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 336)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ تاریخی خطبہ ارشاد فرما چکے تو نجاشی نے استفسار کیا، کیا وہ کتاب جو تمہارے نبی پر نازل ہوئی ہے، اس کا کوئی حصہ مجھے سنا سکتے ہو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ بادشاہ اور اس کے درباریوں پر رقت طارق ہوگئی، فضا کلام الٰہی کی تجلیوں سے معمور تھی۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیات ربانی کی تلاوت فرما رہے تھے، نجاشی اور اس کے درباریوں کی آنکھیں بھر آئیں اور اشک بہانے لگیں۔ روایات میں ہے کہ عیسائی مذہب کے علماء نے اپنی کتابیں کھول کر سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زبانی سورہ مریم سن کر یہ اتنا روئے کہ ان کی کتابوں کے اوراق تر ہو گئے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت ختم ہوئی تو حبشہ کا بادشاہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ بے شک یہ وہی کلام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ دونوں کلام ایک ہی مرکز نور سے نکلے ہیں۔ بادشاہ نے قریش کے دونوں سفیروں سے

Marfat.com

کہا کہ تم دونوں واپس چلے جاؤ، میں ان لوگوں کو ہرگز تمہارے ساتھ روانہ نہیں کروں گا۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 336)

قارئین کرام! حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں مشرکین مکہ کا شکوہ شکایت کرنا۔ ان کے تحفے تحائف اور کوششوں کے باوجود شاہ حبشہ کا مسلمانوں کا موقف سننے کے لئے دربار میں بلانا اور دربارِ شاہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بے باک، پُرصداقت اسلامی تعلیمات پر مبنی خطاب، دین اسلام کے لئے، مسلمانوں کے لئے (امت مسلمہ کے لئے) اور بالآخر عالمین کے لئے ایک بہت اہم اور حسین موڑ ہے۔

دینی تعلیمات کا نچوڑ جو حق وصداقت کے متوالوں نے وہاں پیش کیا، اس انداز، اس بے باکی، اس توکل براللہ اور پُرخلوص اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نتائج جو فوری سامنے آئے، اس سب میں امت مسلمہ کے لئے ہمارے لئے بے شمار سبق ہیں۔ یہ اس قدر سبق آموز، دینی تعلیمات سے پُرخوبصورت اور اہم موڑ ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ شاید میری طرح آپ کا بھی یہی حال ہو۔ لیجئے اب ان ہی واقعات کو علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے اور انہوں نے بھی یہ روایت حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بیان کی ہے۔

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کیا کرتے۔ مردار کھایا کرتے اور بدکاریاں کیا کرتے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے۔ ہم میں سے طاقتور، غریب کو کھا جایا کرتا۔ ہمارا یہ ناگفتہ بہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایسا رسول بھیجا جس کے نسب کو بھی ہم جانتے ہیں جس کی صداقت، امانت اور عفت سے بھی ہم اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو وحدہ لاشریک مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور وہ پتھر اور بت جن کی پوجا ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے، ان کی بندگی کا پٹہ اپنی گردن سے اتار پھینکیں۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ہمسایوں کے ساتھ عمدگی سے پیش آئیں۔ برے کاموں سے اور خونریزیوں سے باز رہیں۔ اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کریں۔ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ نیز اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں اور روزے رکھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تعلیمات کو بڑی تفصیل سے گن گن کر پیش کیا۔ پھر فرمایا۔ چنانچہ ہم نے اس رسول مکرم و معظم کی تصدیق کی، ہم ان پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے جو حکم وہ لے کر ہمارے پاس آئے، ہم نے ان کی پیروی کی۔ ہم صرف اللہ وحدہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ جن چیزوں کو اس نے ہمارے لئے حرام کیا، ہم ان کو

marfat.com
Marfat.com

حرام سمجھتے ہیں اور جن کو ہمارے لئے حلال کیا، ان کو ہم حلال سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ جرم ہے جس کی وجہ سے ہماری قوم نے ہم پر زیادتیاں کیں۔ ہمیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور ہمیں اپنے دین سے روگرداں کرنے کے لئے فتنوں میں مبتلا کیا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر پھر بتوں کی پوجا شروع کر دیں اور جن ناپاک چیزوں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے، ان کو پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر جبر وقہر اور ظلم وستم کی انتہا کر دی اور ہم پر جینا حرام کر دیا اور ہمیں اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنے سے باز رکھا تو ہم اے بادشاہ سلامت! اپنے ملک کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں آ گئے۔ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر ہم نے آپ کو پسند کیا اور آپ کی پناہ کو ترجیح دی۔ ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمیں آپ کے زیر سایہ ستایا نہیں جائے گا۔

نجاشی نے کہا:

کہ جو کتاب اللہ کی طرف سے آپ کے نبی پر نازل ہوئی ہے، کیا اس کا کچھ حصہ تمہیں یاد ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ نجاشی نے کہا مجھے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ کھیعص (مریم) کی ابتدائی آیتوں کی تلاوت شروع کی۔

شاہ حبش کا پرشکوہ دربار ایک خاص مقصد کے لئے ہے۔ اس کے امراء اور مذہبی پیشوا اپنی زرنگار کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مشرکین مکہ کے دو سفیر بھی وہاں موجود ہیں۔ اس اجنبی ماحول میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی سورہ مریم کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

مسلمانوں کے مخصوص حالات ہیں۔ سفیران مشرکین مکہ اپنی کامیابی کے لئے پرامید ہیں۔ وہ اپنی سفارتکاری کر چکے ہیں اور اس ماحول اور حالات میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کر رہے ہیں۔

اہل حبشہ بھی عربی بولتے تھے، اہل زبان تھے۔ جو کچھ پڑھا جا رہا تھا، وہ اسے سمجھ رہے تھے۔ اس کلام پاک کی تاثیر سے نجاشی پر اور دیگر عیسائی علماء پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی کتابوں کے اوراق ان آنسوؤں سے بھیگ جاتے ہیں۔ جب آپ تلاوت فرما چکے تو نجاشی نے اپنی رقت پر قابو پاتے ہوئے کہا، بخدا یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے یہ ایک ہی شمع کی شعاعیں ہیں اور ایک ہی چشمہ کی موجیں ہیں۔

پھر نجاشی نے ان دونوں سفیروں کو مخاطب کر کے کہا۔

آپ یہاں سے چلے جائیں۔ میں ان لوگوں کو کبھی آپ کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اور یوں مشرکین مکہ کے دونوں سفیر اس دن دربار سے ناکام نکلے۔

جو کچھ ہوا وہ قریش کے سفیروں کے سان وگمان میں بھی نہ تھا، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انہیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ وہ تو یہ یقین کئے بیٹھے تھے، انہوں نے اہل دربار کو ہی نہیں عیسائی علماء کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا

Marfat.com

اس لیے وہ تو یہ یقین کیے بیٹھے تھے کہ نجاشی اپنے مصاحب کا مشورہ قبول کرتے ہوئے فوراً مسلمانوں کو حبشہ سے نکل جانے کا حکم دے دے گا لیکن یہاں تو ساری بساط آرزو ہی الٹتی دکھائی دے رہی تھی۔ بہرحال انہوں نے ایک اور کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب قریش کا وفد ناکام ہوکر نجاشی کے دربار سے نکلا تو عمرو بن العاص نے اپنے ساتھی عبداللہ بن ابی ربیعہ کو کہا، کل میں ان کے بارے میں ایسی چال چلوں گا جو ان کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دے گی۔ عبداللہ نسبتاً رحمدل تھا۔ اس نے کہا کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے ان کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں' آخر وہ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں لیکن عمرو بن العاص نے اپنے دل میں طے کرلیا کہ کل وہ پھر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر مسلمانوں کے بارے میں ایسی بات اسے بتائے گا جسے سن کر نجاشی ان پر غضبناک ہوکر انہیں عبرت ناک سزا دے گا۔

دوسرے روز بادشاہ جب دربار میں اپنے تخت پر بیٹھا تو عمرو بن العاص نے آگے بڑھ کر اسے کہا، جہاں پناہ! یہ عیسیٰ بن مریم کے حق میں بڑی نازیبا باتیں کرتے ہیں۔ آپ انہیں بلا کر پوچھئے تاکہ آپ کو ان کے عقیدہ کا پتہ چل جائے۔

بادشاہ نے مسلمانوں کو پھر بلا بھیجا۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دوسری طلبی پر ہمیں فکر ہوئی۔ پھر سارے مسلمان اکٹھے ہوکر اور ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرنے لگے کہ اگر اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہم سے کوئی سوال کیا تو ہمیں کیا جواب دینا چاہئے۔ قوت ایمانی نے ان کے حوصلوں کو بلند کر دیا۔ انہوں نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا۔

''بخدا ہم اس سوال کا وہی جواب دیں گے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور جو ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ہمیں بتایا ہے، خواہ کچھ بھی ہوجائے۔''

یہ طے کرنے کے بعد سب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نجاشی کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کے دربار میں جب پہنچے تو نجاشی نے جھٹ یہ سوال پوچھا۔

''عیسیٰ بن مریم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟''

خطیب اسلام' حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بڑی جرأت و دلیری سے فرمایا۔

''ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ آپ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری اور عبادت گزار مریم کے اندر ڈالا ہے۔''

یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:

''کہ بخدا جو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے، وہ اس تنکا کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔'' (یعنی کہ جو کہا ہے وہ ایک دم سو فیصد سچ ہے' صحیح ہے)

علامہ ابن کثیر نے یہاں مسند امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ نجاشی نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

marfat.com
Marfat.com

''میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہو اسے بھی مرحبا کہتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ یہ وہی رسول ہیں جن کی آمد کا مژدہ عیسیٰ بن مریم نے دیا تھا۔ میرے ملک میں جہاں چاہو قیام کرو۔ خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضور ﷺ کا کفش بردار بنتا اور وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔'' (السیرۃ النبویہ،ابن کثیر جلد 2 صفحہ 10)

مسلمانوں کو کہا، تم جاؤ اور میرے ملک میں آرام سے رہو۔ جس نے تمہارے ساتھ بدکلامی کی، میں اس پر تاوان لگاؤں گا۔ یہ جملہ اس نے تین بار دہرایا۔ پھر کہا کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں تم میں سے کسی ایک کو ان کے حوالے کر دوں اور وہ مجھے اس کے بدلے میں سونے کا ایک پہاڑ دے دیں۔

پھر بادشاہ نے اپنے درباری کو کہا کہ ان مکہ والوں نے جو تحائف دیئے ہیں، وہ سب انہیں واپس کر دو۔ میرے خدا نے جب یہ ملک مجھے واپس دیا تھا تو مجھ سے رشوت نہیں لی تھی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی، ان مسلمانوں کے بارے میں اب میں لوگوں کی بات کیوں مانوں۔

اس طرح یہ دونوں مکہ کے نمائندے خائب و خاسر، ناکام و نامراد اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

(السیرۃ النبویہ،ابن ہشام جلد 1 صفحہ 356 تا 361۔السیرۃ النبویہ،ابن کثیر جلد 2 صفحہ 22)

علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نجاشی کے دربار میں تشریف لے گئے تو انہوں نے شاہی دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ سر اٹھائے ہوئے اسے السلام علیکم کہا۔ بادشاہ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم نے شاہی دربار کے آداب کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہم اللہ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کیا کرتے اور ہمارے رسول کریم ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ ہم بھی آپس میں ایک دوسرے کو انہیں الفاظ سے سلام کہتے ہیں اور انہیں الفاظ سے ہم نے آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

(السیرۃ النبویہ،ابن کثیر جلد 2 صفحہ 18 تا 19)

نجاشی نے اپنے درباریوں سے گفتگو کی، اس میں اس نے کہا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے جب میرا ملک مجھے لوٹایا تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی۔'' اس سے اس نے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کیا جس کو اجمالاً یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

وہ خوش بخت نجاشی

اہل حبشہ اپنے ملک کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ جس شاہ حبشہ یا نجاشی کا ہم ذکر خیر کر رہے ہیں، اس

Marfat.com

اسم مبارک اصحم تھا۔ وہ ایک نیک فطرت، انصاف پسند اور رعایا کا خیال رکھنے والا بادشاہ تھا۔ وہ خود بھی اچھی قدروں کا مالک تھا اور دوسروں کی بھی اچھائی کا قدردان تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا ایک اچھا پیروکار تھا۔ وہ خود بھی علم دوست تھا اور اسے علماء کا احترام تھا۔

اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت پر پورا یقین تھا کہ ان کے بعد احمد ﷺ نام کا ایک نبی دنیا میں آنے والا ہے اور وہ آخری نبی ہوگا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے، قدرت نے' بھی اسے بہت خوش قسمت بنایا۔

نجاشی کے مقدر کا ستارا اوج ثریا سے بھی بلندی پر چمکا۔ وہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی قدم بوسی کے لیے تڑپتا رہا۔ وہ خوش قسمت تھا کہ اس کی نماز جنازہ غائبانہ تاجدار کائنات حضور پُرنور' رحمت دو عالم ﷺ نے پڑھائی اور نماز جنازہ کے بعد مرحوم کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ سوال پیدا ہوتا ہے مسلمانوں نے ہجرت اولیٰ کے لیے حبشہ ہی کو کیوں منتخب کیا اور نجاشی کون تھا؟

مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا، وہ مسلسل کفار کی سازشوں کا ہدف بن رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق اعلانیہ عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مسلمان گوشہ عافیت کی تلاش میں تھے، یہ گوشہ عافیت حبشہ ہی ہو سکتا تھا کیونکہ حبشہ مکہ مکرمہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ نسبتاً کم صعوبتیں برداشت کر کے اور معمولی رقم ادا کر کے حبشہ اور مکہ کے درمیان آمد و رفت جاری رکھی جا سکتی تھی، مکہ سے ویسے بھی حبشہ کے تجارتی مراسم استوار تھے۔ تہذیبی اور ثقافتی ماحول میں بھی زیادہ فرق نہیں تھا۔ اس لیے حبشہ ہجرت کر جانے کی صورت میں مسلمانوں کو اجنبیت کا احساس نہ ہوتا۔

حبشہ پر ایک عادل بادشاہ حکمران تھا جو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتا اور مظلوموں کی دادرسی کو پہنچتا۔ حبشہ میں بت پرستوں کی بجائے اہل کتاب حکمران تھے جو دین ابراہیمی کے پس منظر اور پیش منظر سے بخوبی آگاہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نجاشی کو حرف حق کی تلاش میں کوئی زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا۔ حضور پرنور ﷺ کے مکتوب گرامی نے اس کے سینے میں دبی ہوئی ایمان کی چنگاری کو روشن کر دیا اور وہ بہت جلد حق تک پہنچ گیا۔ نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی عمائدین مملکت اور رعایا کی مخالفت کے باوجود اسلام قبول کر لے گا۔ وہاں مسلمان امن و سکون سے رہیں گے۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' عالم خفا و غیوب' حضور انور ﷺ نے سرزمین حبشہ کا انتخاب کیا۔

عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کا باپ بادشاہ تھا اور نجاشی کے علاوہ اس کے اور کوئی فرزند نہ تھا۔ نجاشی کا ایک چچا تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ حبشیوں نے باہم صلاح کی کہ اگر ہم نجاشی کے باپ کو قتل کر کے اس کے چچا کو بادشاہ کر دیں تو بہتر ہے کیونکہ اس کے دس بیٹے ہیں۔ اس کی نسل میں ایک مدت تک سلطنت رہے گی۔

چنانچہ اسی خیال سے انہوں نے نجاشی کے باپ کو قتل کر کے اس کے چچا کو بادشاہ بنا دیا۔ نجاشی نہایت

marfat.com
Marfat.com

ہوشیار اور عقلمند تھا۔ سلطنت کے کل معاملات اس نے اپنے چچا کے پاس اور ساتھ رہتے ہوئے سنبھالنے شروع کئے اور ہر ایک بات سے واقف ہو گیا۔ حبشیوں نے جو اس کی ہوشیاری دیکھی تو ان کو اندیشہ ہوا، انہوں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو یہ بادشاہ ہو جائے اور ہم سے اپنے باپ کا بدلہ لے۔ یہ خیال کر کے وہ سب اس کے چچا کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ ہمیں تمہارے بھتیجے سے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بادشاہ ہو کر ہمیں قتل نہ کر دے۔ اس واسطے یا تم اس کو قتل کر دو یا کہیں نکال دو۔ نجاشی کے چچا نے ان سے کہا کہ کل تو میں نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے اور آج میں اس کو قتل کر دوں یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا، ہاں تم اس کو کہیں جا کر نکال آؤ۔ حبشی لوگ نجاشی کو اپنے ساتھ لا کر ایک سوداگر کے ہاتھ چھ سو درہم میں فروخت کر گئے اور وہ سوداگر نجاشی کو لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اسی روز شام کے وقت ابر آیا اور مینہ برسنا شروع ہوا۔ نجاشی کا چچا بھی بارش کا منظر دیکھ رہا تھا کہ یکا یک اس پر بجلی گری اور ہلاک ہو گیا۔ حبشیوں نے اس کے بیٹوں کو تخت پر بٹھایا۔ وہ سب کے سب احمق اور کند ذہن تھے۔ سلطنت کے کاروبار کو نہ سنبھال سکے۔ آخر حبشی نہایت پریشان ہوئے اور سب نے صلاح کی کہ نجاشی کو تلاش کر کے لاؤ۔ یہ سلطنت اسی کا حق ہے اور اسی کو مبارک ہو گی۔ ورنہ جس کسی کو تم تخت نشین کرو گے، پریشان اور نادم ہو گے۔ چنانچہ حبشیوں نے نجاشی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ آخر نجاشی ان کو ملا اور اس سوداگر سے جس کے ہاتھ اس کو فروخت کیا تھا، جبراً نجاشی کو لے آئے اور وہ چھ سو درہم جو اس کی قیمت کے اس سوداگر سے لئے تھے، وہ بھی اس کو واپس نہ دیئے۔ وہ سوداگر بھی اپنے روپیہ کے واسطے ان کے ساتھ آیا۔

جب نجاشی کو یہ بادشاہ بنا چکے اور تخت و تاج اس کے حوالے کر دیا تو سوداگر نجاشی کے پاس آیا اور کہا، اے بادشاہ ان حبشیوں نے میرے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور قیمت مجھ سے لے لی اور پھر اس غلام کو بھی مجھ سے واپس لے لیا اور قیمت جو لی تھی وہ واپس نہ دی۔ ان کا انصاف کرو۔ نجاشی نے حکم دیا کہ یا تو فروخت کرنے والے وہ غلام تیرے حوالے کر دیں جو انہوں نے واپس لیا ہے یا تیرا روپیہ واپس کر دیں اور حبشیوں سے مخاطب ہو کر حکم دیا کہ یا تو اس شخص کا غلام اس کے حوالہ کرو، اس کا جہاں جی چاہے اس غلام کو لے جائے ورنہ جو روپیہ اس سے لیا ہے، اس کو دے دو۔ حبشیوں نے عرض کیا، ہم اس کا روپیہ دے دیتے ہیں۔ نجاشی کے اس قول کا کہ جب خدا نے میرا ملک مجھ کو واپس دیا مجھ سے رشوت نہیں لی، یہی مطلب ہے۔ یہ نجاشی کا پہلا فیصلہ تھا جو اس کی ایمان کی مضبوطی، دین داری اور عدل و انصاف پر دلالت کرتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند کے ساتھ ثابت ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہو گیا تو اس کی قبر پر نور الٰہی نازل ہوتا دکھائی دیتا تھا۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ نجاشی کی سلطنت میں کوئی دعویدار پیدا ہوا اور اس نے نجاشی پر لشکر کشی کی۔ فرماتی ہیں اس خبر کو سن کر ہم لوگ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور یہ خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ وہ باغی غالب ہوا تو نہ معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے۔ فرماتی ہیں نجاشی بھی اپنا لشکر لے کر اس

Marfat.com

کے مقابلے کو گیا اور دریائے نیل کے اس پار جنگ واقع ہوئی۔ فرماتی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا، کوئی ایسا شخص ہو جو دریا کے پار جا کر جنگ کی خبر لائے کہ کیا معاملہ ہوا؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔ صحابہ نے ایک مشک میں ہوا بھر کے ان کے حوالے کی اور وہ اس کو سینے کے تلے باندھ کر تیرتے ہوئے دریا کے پار گئے اور وہاں سے سب حال کی تحقیق کر کے واپس آئے۔ فرماتی ہیں ہم یہاں نجاشی کی فتح کے واسطے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ واپس آئے اور کہا، اے صحابہ رضی اللہ عنہم تم کو خوشخبری ہو کہ نجاشی کی فتح ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمن کو ہلاک کیا۔ فرماتی ہیں پھر تو نجاشی کی سلطنت خوب مستحکم ہوگئی اور جب تک ہم وہاں رہے، نہایت چین اور آرام سے رہے۔ یہاں تک کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تمام اہل حبش نے نجاشی سے سرکشی کی اور کہا، تم ہمارے دین سے علیحدہ ہو گئے ہو۔ حبشی برسر فساد آمادہ ہوئے تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ مہاجرین سے کہلا بھیجا اور کشتیاں ان کے واسطے تیار کروا دیں کہ ان میں سوار ہو جاؤ اور میری خبر کے منتظر رہو۔ اگر مجھے شکست ہوئی تو تم لوگ جہاں تم سے جایا جائے چلے جانا اور میرا غلبہ ہو تو یہیں رہنا۔

پھر نجاشی نے ایک کاغذ پر لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی اس کے بندہ اور رسول ہیں اور اس کی روح اور اس کے کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ پھر اس کاغذ کو نجاشی نے اپنے کرتے کے اندر دائیں شانہ کے پاس رکھ لیا اور حبشیوں کے مقابلہ میں جنگ کی صفیں آراستہ کیں۔ پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا ''اے گروہ حبشہ۔ کیا میں تم میں سلطنت کا زیادہ حقدار نہیں ہوں۔'' سب نے کہا بے شک ہو، نجاشی نے کہا، پھر کیا وجہ ہوئی جو تم یکدم میرے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے؟

سب نے کہا، چونکہ تم نے ہمارے دین کو چھوڑ دیا اور تم کہتے ہو کہ عیسیٰ بندہ تھے، اس سبب سے ہم تمہارے مخالف ہیں۔ نجاشی نے کہا، پھر تم عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ حبشیوں نے کہا، ہم ان کو خدا کا فرزند کہتے ہیں۔ نجاشی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ''عیسیٰ نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا'' میں اس پر گواہی دیتا ہوں۔ نجاشی نے تو اپنے دل میں اس کاغذ کی طرف اشارہ کیا جو لکھ کر کرتہ کے اندر رکھا تھا، اور حبشیوں نے یہ سمجھا کہ اس نے ہمارے قول کی تصدیق کی ہے۔ سب خوش ہو گئے اور ان کی وہ مخالفت ختم ہوگئی۔

راوی کہتا ہے پھر یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچی۔ پھر اس کے بعد جب نجاشی شاہ حبش کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور ان کے واسطے دعائے مغفرت کی۔

(السیرۃ النبویہ، ابن ہشام جلد 1 صفحہ 339۔ السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 24 تا 29)

marfat.com
Marfat.com

وہ حق پسند شاہ حبش

اہل حق نے مصلحتوں کو کبھی اپنے پیروں کی زنجیر نہیں بننے دیا۔ سردار کے سامنے بھی حق کہنے کی روایت قائم کی۔ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نجاشی کے سوال کے جواب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہی نازل ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس (اللہ) نے حضرت مریم کی طرف ڈالا۔ حضرت مریم کنواری، بزرگ اور پارسا تھیں۔ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا، واللہ تم نے جو کچھ بیان کیا ہے حضرت عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں تھے۔ اس سے درباریوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ وہ نجاشی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان حقیقت پسندانہ جملوں کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ درباریوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور وہ فساد پر آمادہ ہو گئے۔ نجاشی نے ان سے برملا کہا کہ میں تم سے نہیں ڈرتا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ پھر نجاشی نے اپنے ملازمین سے مخاطب ہو کر کہا کہ قریش کا وفد جو تحائف لایا ہے، وہ اسے واپس کر دیئے جائیں۔ قریش کی سفارت کاری ناکام ہوگئی، حق کا بول بالا ہوا۔ وفد قریش مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ گیا۔ نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں تمہیں اور جس کے پاس سے تم آئے ہو، اسے خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور وہ وہی ہے جس کا ذکر انجیل میں ملتا ہے اور وہ وہی نبی ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی۔ تم جہاں چاہو بخوشی رہو۔ خدا کی قسم اگر میرے اوپر ملکی انتظام کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتا۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر۔ جلد 2 صفحہ 10)۔

مکتوبات نبوی

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فروغ دین کے لیے اپنے وقت کے تمام ذرائع ابلاغ سے کام لیا۔ مکتوبات نبوی کے ذریعہ شاہان وقت کو قبول اسلام کی دعوت دی گئی۔ ذیل میں نجاشی کے نام حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دو مکتوبات گرامی درج کیے جا رہے ہیں۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے نجاشی کی طرف گرامی نامہ لکھا، اس کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی اور مسلمان مہاجرین سے حسن سلوک کی اسے تلقین بھی فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی الاصحم کی طرف جو حبشہ کا بادشاہ ہے،

تم پر سلامتی ہو۔ میں اللہ تبارک تعالیٰ کی تیرے سامنے تعریف کرتا ہوں جو بادشاہ ہے، جو پاک ہے، جو

Marfat.com

امن دینے والا ہے' جو محافظ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ اللہ کی روح ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔ جو اس نے مریم کو القا کیا۔ جو عبادت گزار، پاکیزہ، پاک دامن، عصمت شعار تھیں اور وہ عیسیٰ (کلمہ اللہ) سے حاملہ ہوئیں اور اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا۔ جس طرح آدم کو اپنے دست قدرت اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔

میں تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں اور تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تو میری پیروی کر اور جو مجھ پر نازل ہوا اس پر ایمان لے آ۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے تیری طرف اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے اور اس کے ساتھ چند مسلمان بھی ہیں۔ جب وہ تیرے پاس آئیں تو تو ان کی میزبانی کر اور ان پر تشدد نہ کرنا۔ میں تجھے اور تیری فوجوں کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے اپنا پیغام تجھے پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور جو شخص ہدایت کی پیروی کرے، اس پر سلامتی ہو۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 42 دلائل النبوۃ جلد 2 صفحہ 309)

نجاشی اصحمہ کے نام ایک اور مکتوبِ گرامی

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

یہ خط پیغمبر محمد ﷺ کا حبشیوں کے سردار نجاشی اصحم کے نام ہے۔

سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی نہ بیوی ہے نہ بچہ اور یہ بھی کہ محمد (ﷺ) اسی کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے اللہ کے بلاوے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں۔ اسلام لا' تو سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات پر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے۔ یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں ہی کو رب بنائیں۔ اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ ہم تو (خدا کے) فرمانبردار ہیں۔ اگر تو انکار کرے گا تو تیری قوم نصرانیوں کا وبال تجھ پر پڑے گا۔ (دلائل النبوۃ جلد 2 صفحہ 308)

لبیک یارسول اللہ لبیک

اس گرامی نامہ کو پاتے ہی نجاشی کا بخت بیدار ہو گیا اور اس کا مقدر سنور ہو گیا۔ اس نے دعوت حق کو قبول کیا اور مشرف باسلام ہوا اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالی میں ایک عریضہ (اقبالی گزارش نامہ) بھی تحریر کیا۔ نجاشی نے تاجدار کائنات ﷺ کے نام جو گزارش نامہ لکھا اس کا متن ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

''یہ گزارش نامہ محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے ہے۔ اے اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

نبی! اللہ تبارک تعالیٰ کے آپ پر سلام ہوں، اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس ذات کے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ یارسول اللہ! حضور (ﷺ) کا گرامی نامہ مجھے مل گیا ہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے، آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم عیسیٰ اس سے زائد نہیں ہیں۔ جو حضور ﷺ نے ہماری طرف بھیجا ہے ہم نے اس کو پہچانا اور ہم نے آپ کے چچا کے بیٹے اور اس کے ہمراہیوں کی میزبانی کی۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں نے حضور ﷺ کی بیعت کی ہے اور حضور ﷺ کے چچازاد بھائی کی بیعت بھی کی ہے اور میں نے اللہ رب العالمین کے لیے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا بیٹا' باریحا بن الاصحم بن ابجر بھیج رہا ہوں۔ میں اپنے نفس کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں۔ یارسول اللہ! حضور ﷺ حکم فرمائیں تو میں حاضر خدمت میں ہو جاؤں۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ہر فرمان حق ہے۔''

(دلائل النبوۃ جلد 2 صفحہ 309۔ خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 408)

اس خط سے معلوم ہو گیا کہ اس نے اپنے جذبات عقیدت کے اظہار کے لیے اور اپنے مسلمان ہونے کی شہادت پیش کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو بارگاہ رسالت میں روانہ کیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سرکار دو عالم ﷺ نے جو پہلا گرامی نامہ نجاشی کو لکھا تھا۔ اس میں دو باتیں لکھی تھیں۔ ایک تو اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور دوسری مسلمان مہاجروں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی تھی۔ نجاشی نے ان دونوں ارشادات پر پوری طرح عمل کر کے دکھایا اور حضور انور سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اپنی نوازشات کیں اور اپنی شان بندہ نوازی کی اس (نجاشی) کے ساتھ حد کر دی۔

چنانچہ ایک مرتبہ نجاشی کا ایک وفد خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لیے آیا حضور بنفس نفیس ان کے آرام و آسائش کا خیال فرماتے اور خود ان کی خدمت بجالاتے۔

صحابہ نے عرض کی ''اے اللہ کے پیارے رسول! حضور ﷺ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ ہم سب حضور ﷺ کی طرف سے ان کی خدمت بجالانے کے لیے حاضر ہیں۔ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔''

اس بندہ نواز آقا تاجدار کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کہ یہ وہ لوگ ہیں جب میرے صحابہ ان کے ہاں گئے تھے تو انہوں نے ان کی بڑی عزت و تکریم کی تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ میں انہیں اس کا بدلہ دوں۔'' (خاتم النبیین، امام محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 409)

Marfat.com

شعبِ ابی طالب
محصوری کے تین سال

کفارِ مکہ کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اپنے وحشیانہ جبر و تشدد سے اسلام کی اس تحریک کو موت کی نیند سُلا دیں گے یہ گنتی کے چند آدمی خود ہی اس نئے دین سے دل برداشتہ ہو کر پھر اپنے پرانے معبودوں کی پرستش کرنے لگیں گے۔ لیکن ان تمام تر مساعی کے باوجود اس دین کو روز افزوں کامیابیاں نصیب ہو رہی تھیں۔ ان کے مظالم سے تنگ آ کر جن مسلمانوں نے مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں رہائش اختیار کر لی تھی' ان کو وہاں سے جلا وطن کرانے کے لیے کفارِ مکہ نے اپنے دو بہترین نمائندے نجاشی کے پاس بھیجے تا کہ وہ اس بات پر رضامند کر سکیں کہ وہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ اپنے وطن سے دُور ان لوگوں کو جو گوشۂ عافیت میسر آ گیا ہے اس سے وہ محروم کر دیئے جائیں۔

لیکن اس سلسلے میں بھی انہیں ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے متاثر ہو کر صرف ان کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دینے سے ہی انکار نہیں کیا بلکہ وہ خود بھی مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اس نے اپنے ملک میں ان غریب الدیار مسلمانوں کی باعزت رہائش کا انتظام بھی کر دیا اور انہیں ہر قسم کی آزادی اور سہولتیں فراہم کر دیں۔ اس ناکامی نے کفارِ مکہ کو آتش زیر پا کر دیا اور مکہ میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں پر انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ ظلم و تشدد شروع کر دیا۔

کفار کو سب سے زیادہ صدمہ اس وقت پہنچا جب حضرت حمزہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کر لیا' اس چوٹ نے تو ان کو حواس باختہ کر دیا۔

تحریکِ دینِ اسلام کی قیادت کرنے والے عظیم و جلیل اور جرأت مند رہنما بھی روزِ اوّل ہی سے ایک ناقابلِ تسخیر عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے' ان کے بلند عزائم اور توانا ارادوں میں کوئی تزلزل پیدا نہ ہوا تھا اور نہ ہی قامت زیبا میں خم آیا تھا۔ وہ اسی جرأت اور بہادری کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے' دعوت و تبلیغ کے میدان میں سرگرم اور اپنے فرض کی تکمیل و بجا آوری میں ہمہ تن مصروف تھے۔

marfat.com
Marfat.com

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رہبر کائنات، رسول بحر و بر، ہادیٔ انس و جاں ﷺ تبلیغ دین کا فریضہ احسن طریقے سے جاری رکھے ہوئے تھے۔ عناد پسند اور بت پرست اہلِ مکہ کے مطالبہ پر زمینی اور آسمانی نشانات بھی دِکھا دیئے، روشن دلائل کے ساتھ اپنی نبوت کی صداقت بھی ثابت کر دی، اہلِ شرک کے لیے کوئی بہانہ نہ چھوڑا جسے وہ تراش سکیں اور اس کے سہارے ایمان نہ لانے کا عذر پیش کر سکیں۔

تحریکِ دین اسلام کو ابتدا ہی میں بڑے مخلص، وفا شعار، باہمت، سرفروش اور جانثار کارکن ملے جنہوں نے جابر امراء، اقتدار پرست سرداروں اور قبائلی فرعون صفت سرداروں کا ہر وار اپنے سینے پر سہا۔ ہر ستم بڑی حوصلہ مندی اور جوانمردی کے ساتھ برداشت کیا۔ تپتی زمین پر لیٹے اور دہکتے انگاروں پہ لوٹے۔ بھوکے اور پیاسے رہے۔ تنور کی طرح گرم دوپہر میں لوہے کی زنجیروں اور زرہوں میں جاں بلب پڑے رہے۔ جسم کو چیر دینے والے کوڑے کھائے۔ عقوبت خانوں کی غیر انسانی اذیتیں برداشت کیں مگر جس راہِ محبت پر چل نکلے تھے اس سے ایک قدم بھی واپس مڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

قصہ مختصر

مشرکین و کفارِ مکہ اپنی تمام تر خواہشوں، حربوں، چالوں اور کوششوں کے باوجود روزِ اوّل سے اب تک:

۱- تحریک دین اسلام کا راستہ نہ روک سکے۔
۲- تمام تر ظلم و ستم، ایذا رسانی کے باوجود کسی ایک کا بھی ایمان کمزور نہ کر سکے۔
۳- دعوت و تبلیغ دین اسلام خفیہ یا علانیہ جاری ہی رہی۔
۴- وہ اپنی شیطانی مفاہمت کی تمام تجاویز اور چالوں میں ناکام رہے۔
۵- اوروں کی بات تو کیا؟ وہ اپنوں کو دین اسلام قبول کرنے سے نہ روک سکے۔
۶- وہ اس دوران تحریک دین اسلام کو کمزور کرنے میں ناکام رہے۔
۷- وہ مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے سے نہ روک سکے۔
۸- وہ مسلمانوں کو حبشہ سے جلاوطن کرانے میں بھی ناکام رہے۔
۹- اب دعوت و تبلیغ دین اسلام اور بھی زوروں پر تھی۔
۱۰- وقت رفتہ کے ساتھ مسلمانوں کی طاقت و وقار میں اضافہ ہو رہا تھا۔
۱۱- صداقت نبوت ان پر روزِ روشن کی طرح آشکارا ہو چکی تھی اور وہ مسلسل لاجواب تھے۔

دراصل ان مسلسل، پے در پے ناکامیوں سے کفار و مشرکین مکہ مکمل جھنجلا گئے تھے وہ صحیح معنوں میں حواس باختہ ہو چکے تھے۔ ان پر ایک نادیدہ خوف مسلط ہو چکا تھا اور انہیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر یہ تحریک اسی طرح جاری رہی تو یہ ہم سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گی۔ ساری قوم مشرکین جھنجلاہٹ میں بری طرح

Marfat.com

مبتلا تھی۔ اب انہیں اپنی خفت مٹانے کے لئے‘ اپنی جھوٹی اَنا کو سہارا دینے کے لئے‘ اپنے آپ کو کرتا دھرتا اور طاقت ور ثابت کرنے کے لئے کچھ اور ہی کرنا تھا۔

ان حالات و واقعات نے دین دشمن عناصر کو ناکامیوں کے اندھے کنویں میں دھکیل دیا۔ وہ خود کو بے بسی اور مجبوری کی دلدل میں پھنسا ہوا محسوس کرنے لگے۔ وہ اسلامی تحریک سے ہر میدان میں شکست کھا چکے تھے مگر ذہنی طور پر اعترافِ شکست کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ ان کی ''انا'' خاندانی نخوت اور اقتدار کے وقار کا سوال تھا جب معاشرے کے کمزور ترین افراد کو بھی ظلم وستم کے باوجود اپنے ڈھب پہ نہ لا سکے اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے معجزات اور صداقتوں کے نشانات سے بھی ہر میدان میں شکست کھا گئے تو ناکامی‘ بے عزتی‘ ذلت اور شکست کے تصور سے جھنجھلا گئے اسی جھنجھلاہٹ میں وہ فیصلہ کر لیا جو دلائل و براہین کے سامنے عاجز آ جانے والا ہر باطل پرست کرتا ہے۔

فردِ واحد کے مقابلے میں پوری قوم کفار و مشرکین اپنے آپ کو بے بس و لاچار محسوس کر رہی تھی گو کہ قبائلی عصبیت سے بھرپور ماضی قریب کے واقعاتِ باہمی قتل و غارت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسا فیصلہ کرنا بہت مشکل اور تباہ کن تھا لیکن ان کے سامنے اب کوئی اور راستہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

انہوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک ہم حضور انور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ رؤف و رحیم ﷺ کی زندگی کا چراغ گُل نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری مشکلات اور مصائب کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا عزم مصمم کر لیا کہ وہ نتائج سے بے پروا ہو کر یہ مذموم حرکت ضرور ہی کریں گے‘ انہیں اس حقیقت کا تو احساس تھا کہ ان کے اس جارحانہ اقدام میں بنو ہاشم کی مزاحمت کا قوی امکان ہے مگر انہوں نے اس سے یوں سمجھوتہ کیا کہ یہ بعد کا مسئلہ ہے جس سے پھر نپٹ لیا جائے گا۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو جب کفارِ قریش کی اس گھناؤنی سازش کا علم ہوا تو انہوں نے قبیلہ بنو ہاشم کے تمام افراد کو اکٹھا کیا اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ عہد کریں کہ وہ اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن حضورِ انور ﷺ کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیں گے۔ بنو ہاشم کے سارے قبیلے نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کی بھرپور تائید کی۔ بنو مطلب کو پتہ چلا تو انہوں نے بھی سرکارِ دوعالم ﷺ کو دشمنوں کے شر سے بچانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کا پختہ وعدہ کیا۔

علامہ بلاذری انساب الاشراف میں لکھتے ہیں:

''حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اپنے پیارے بھتیجے‘ بنی ہاشم‘ اور بنی مطلب کی معیت میں اس گھاٹی میں منتقل ہو گئے جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھی اور ان سب نے یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم میں سے ایک فرد بھی زندہ رہا‘ ہم کفار کو حضور پُرنور ﷺ پر دست درازی کی اجازت نہیں دیں گے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۲ صفحہ ۵۰۲‘ السیرۃ الحلبیہ‘ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۳‘ ۴۴‘ السیرۃ النبویہ‘ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۷۲)

marfat.com

Marfat.com

دو اونچے پہاڑوں کے درمیان جو گھاٹی یا تنگ میدان ہوتا ہے' اسے عربی میں شعب کہتے ہیں۔ یہ گھاٹی حضرت ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ورثہ میں ملی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی اور شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھی۔ (انساب الاشراف' احمد بن یحییٰ جلد ا صفحہ ۲۳۰)

شعب ابی طالب ایک محفوظ ''درہ'' تھا' اپنے سربراہ کا حکم پا کر دونوں خاندان وہاں اکٹھے ہو گئے اور تمام حفاظتی انتظامات مکمل کر لیے اسی کے بارے میں امام ابن شہاب زہری کی روایت ہے:

''پھر اہلِ شرک نے مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ سختی شروع کر دی جس سے جینا دوبھر ہو گیا اور مصیبت انتہا کو پہنچ گئی۔ قریش نے یہ اجتماعی سازش تیار کی کہ رسول اللہ ﷺ کو علانیہ قتل کر دیا جائے جب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے قوم کا یہ رویہ دیکھا تو ''بنو عبدالمطلب'' کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ''درے'' میں لے جائیں اور جو قتل کے درپے ہیں' ان سے بچائیں۔ چنانچہ کسی نے خاندانی عصبیت کی بناء پر آپ ﷺ کی حفاظت کی اور کسی نے ایمان و یقین کے نور اور جذبے کے ساتھ آپ ﷺ کا پہرہ دیا۔'' (دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱' البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۴)

بنو ہاشم میں سے ابولہب وہ بدبخت تھا جس نے کفار کے ساتھ موافقت کی اور اس پر اس کو ندامت نہیں بلکہ فخر تھا۔ عتبہ کی بیٹی ہندہ سے اس کی ملاقات ہوئی تو بڑے فخر سے اسے کہنے لگا:

''اے عتبہ کی بیٹی! کیا میں نے اپنی قوم بنی ہاشم کا ساتھ چھوڑ کر لات و عزیٰ کی نصرت کا حق ادا کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا' بے شک اللہ تجھے جزائے خیر دے۔''

قریش کی یہ کوشش تھی کہ کوئی غیر قریشی ان کی اس سازش کو عملی جامہ پہنائے اور اس قاتل کی جان بچانے کے لیے انہیں اگر بنو ہاشم کو کئی گنا خون بہا ادا کرنا پڑے تو وہ بصد مسرت خون بہا ادا کر دیں گے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۵۰۲)

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کو ہر وقت فکر رہتی تھی کہ مبادا کوئی بدبخت ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے اس لیے وہ ہر احتیاطی تدبیر بروئے کار لاتے اور اس میں ذرا تساہل نہ کرتے۔ یہاں تک کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی استراحت کے لیے ایک بستر بچھایا جاتا' حضور پُر نور ﷺ اس پر تھوڑی دیر آرام فرماتے جب لوگ سو جاتے تو شفیق چچا' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو وہاں سے اُٹھاتے اور کسی دوسری جگہ جہاں حضور پُر نور ﷺ کی شب بسری کے لیے بستر بچھایا گیا ہوتا وہاں لے جا کر سُلا دیتے اور حضور انور ﷺ کے پہلے بستر پر اپنے بیٹوں میں کسی بیٹے کو یا اپنے بھائیوں میں سے کسی بھائی کو سُلا دیتے۔ (السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۴)

قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے اور اپنے دو خاندانوں بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ہمراہ لے کر شعب ابی طالب میں سکونت اختیار کر لی ہے اور ان کے اس عمل سے ان کے عزائم خاک میں مل گئے ہیں

Marfat.com

تو قریش کے سارے قبائل کے سردار پھر مشورہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تاکہ حضورِ انور ﷺ نے خاندانوں کے خلاف کوئی ایسا متحدہ قدم اُٹھائیں جس کی وہ تاب نہ لا سکیں اور از خود گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں یا حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی امداد و نصرت سے دست کش ہو کر حضور پُرنور ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں اور پھر وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ جو جی چاہے' سلوک کریں۔

ان لوگوں نے طویل غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر مکمل سوشل بائیکاٹ کا پروگرام بنایا۔ اس کے لیے ایک معاہدہ لکھا گیا جس پر تمام قبائل کے نمائندوں نے اپنے اپنے دستخط ثبت کیے پھر اس کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے کے لیے بڑی حفاظت سے کعبہ شریف کے اندر آویزاں کر دیا گیا۔

علامہ ابن کثیر اس معاہدے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سارے مشرکینِ قریش ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست نہیں کریں گے' ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہیں کریں گے' ان کے گھروں میں قدم نہیں رکھیں گے جب تک یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں اور بنو ہاشم کے ساتھ ہرگز صلح نہیں کریں گے اور ان پر ذرا ترس نہیں کھائیں گے یہاں تک کہ وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ یہ حضور پُرنور ﷺ کو شہید کر دیں۔'' (السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۴)

علامہ ابن کثیر نے چند اور امور کا بھی اضافہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''کہ نہ وہ اپنی بچی کا رشتہ انہیں دیں گے اور نہ ان کی بچیوں کا رشتہ لیں گے' نہ انہیں کوئی چیز فروخت کریں گے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے اور جب سب ان امور پر متفق ہو گئے تو انہوں نے ایک صحیفہ میں انہیں قلم بند کیا اسے محفوظ کیا پھر اس کی پابندی کا پختہ وعدہ کیا پھر اسے کعبہ شریف کے اندر آویزاں کر دیا تاکہ ہر شخص اس کی سختی سے پابندی کرے۔'' (السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۸)

منصور بن عکرمہ بن عامر نے یہ عہد نامہ لکھا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور وہ لکھنے کے قابل نہ رہا۔ یہ دستاویز محرم کے شروع میں لکھی گئی اس وقت بعثت کا ساتواں سال تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم راوی ہیں:

''قریش نے بعثت کے ساتویں سال ماہِ محرم کے آغاز میں بنو ہاشم کا ''شعب ابی طالب'' میں محاصرہ کیا۔ بنو عبدالمطلب بھی بنو ہاشم کے ساتھ آ ملے البتہ ابولہب نکل گیا اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے خلاف قریش کا ساتھ دیا۔'' (الطبقات الکبریٰ' ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

ابولہب اپنے اس رویے پر بہت نازاں تھا اور اپنے اس کردار کی داد وصول کیا کرتا تھا۔ ابن اسحاق کا بیان

marfat.com
Marfat.com

ہے:

''ابولہب نے جب اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور قریش کے ہاتھ مضبوط کیے تو اس وقت وہ عتبہ کی بیٹی ہند کے پاس گیا اور کہا' اے بنتِ عتبہ! کیا تو محسوس کرتی ہے کہ میں نے لات وعزیٰ کا ساتھ دیا ہے اور جو لوگ ان کے خلاف ہو گئے ہیں اور انہیں چھوڑ گئے ہیں' میں نے انہیں چھوڑ دیا ہے؟ وہ بولی' ہاں! خدا تجھے اس وفا کی جزا دے۔'' (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۵۱)

ان بے رحموں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مکہ کے بازاروں اور منڈیوں کے دروازے بھی ان محصورین پر بند کر دیئے' کسی دُکان دار کو اجازت نہ تھی کہ وہ انہیں کوئی چیز فروخت کرے یا ان سے کوئی چیز خریدے اگر کوئی قافلہ باہر سے تجارتی سامان لے کر مکہ آتا تھا تو ان پر بھی یہ پابندی تھی کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھ کھانے پینے کی کوئی چیز فروخت نہ کریں بلکہ مکہ کے تاجر آگے بڑھ کر سارا سامان خرید لیتے تاکہ کسی طرح بھی کوئی ضرورت کی چیز ان بندگانِ خدا تک نہ پہنچ سکے۔

تمام قبائل کے اتفاق واتحاد سے جو دستاویز تیار کی گئی تھی وہ ''جوفِ کعبہ'' (خانہ کعبہ کے اندر) میں لٹکا دی گئی تاکہ سب کو اس کا پاس رہے اور کوئی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے سب نے عہد وپیماں کے مطابق اس پر عمل شروع کر دیا۔ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے ہر قسم کے روابط توڑ لیے اور ملنا برتنا بند کر دیا اور ان کے لیے منڈی میں آ کر خرید وفروخت کو بھی ممنوع قرار دے دیا اگر باہر سے کوئی قافلہ آتا تو قریش کے ظالم سردار پہلے ہی وہاں پہنچ کر گراں قیمت پر سارا مال واسباب اور غلہ خرید لیتے تاکہ بنو ہاشم نہ خرید سکیں' اتنی سخت ناکہ بندی اور محاصرے کے نتائج جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔

امام سہیلی لکھتے ہیں کہ اگر بیرون مکہ سے کوئی تجارتی کارواں وہاں آتا اور مسلمان ان سے کوئی چیز خریدنے کے لیے وہاں پہنچ جاتے تو ابولہب ان قافلے والوں کو کہتا کہ تم ان کو اتنے مہنگے دام بتاؤ کہ وہ کوئی چیز خرید نہ سکیں اور ساتھ ہی انہیں یہ تسلی بھی دیتا کہ تم یہ فکر مت کرنا کہ اگر تم نے قیمت بہت زیادہ مانگی تو اسے کوئی خریدے گا ہی نہیں اور تمہیں خسارہ ہوگا۔ وہ کہتا اس خسارے کو میں پورا کروں گا۔ چنانچہ شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے ہوئے اپنے بچوں کو چھوڑ کر سامان خریدنے کے لیے جاتے تو قافلے والے ان سے پانچ دس گنا زیادہ قیمت طلب کرتے جس کے ادا کرنے کی ان میں سکت نہ ہوتی' بے چارے خالی ہاتھ واپس آ جاتے۔ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جس سے وہ اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلا سکیں۔

(الروض الانف' امام ابو القاسم السہیلی جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

کفارِ مکہ کا یہ مکمل اور سنگ دِلانہ سوشل بائیکاٹ دو چار ماہ تک نہیں رہا بلکہ پورے تین سال سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضور پُر نور ﷺ کے ساتھی اس جاں گسل اور صبر آزما مصیبت میں مبتلا رہے۔ ان بے رحموں نے پہرے

Marfat.com

دار مقرر کر رکھے تھے کہ کوئی شخص پوشیدہ طور پر بھی ضرورت کی کوئی چیز ان تک نہ پہنچا سکے اگر ایسا کرتا ہوا کوئی پکڑا جاتا تو اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جاتی۔

حکیم بن حزام اور ہشام بن عمرو العامری ان لوگوں میں سے تھے جو اس نظربندی اور ظالمانہ کارروائی کو پسند نہیں کرتے تھے' ان کے نزدیک یہ انتہائی اقدام تھا جو کسی لحاظ سے بھی جائز اور مناسب نہیں تھا۔ اس پر مستزاد جب انہوں نے شیرخوار بچوں کو بھوک سے بلکتے دیکھا اور ان کے چیخنے چلانے کی دردبھری آوازیں سنیں تو ان کے اندر کا انسان جاگ اُٹھا' انہوں نے اپنے طور پر چوری چھپے محاصرین کی امداد کا فیصلہ کرلیا۔

ہشام بن عمرو العامری نے آدھی رات کے وقت اونٹ پر کھانے پینے کی اشیاء لادیں اور لے کر شعب ابی طالب کی طرف روانہ ہو گیا جب گھاٹی کے قریب پہنچا تو نکیل کھول دی اور اونٹ کو گھاٹی میں داخل کر دیا پھر اس نے یہ معمول بنا لیا' کبھی کپڑے' کبھی گندم اور کبھی دوسری ضرورت کی چیزیں اونٹ پر لاد کر اونٹ سمیت درے میں دھکیل دیتا۔

ہشام بن عمرو العامری (جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے) ایک بار تین اونٹ سامان خوراک کے لدے ہوئے شعب ابی طالب میں لے گئے' قریش کو پتہ چل گیا' صبح سویرے سب اکٹھے ہو کر ان کے گھر پہنچے اور انہیں بُرا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے لیکن دوسری رات پھر وہ ایک دو لدے ہوئے اونٹ لے کر وہاں پہنچا آئے۔ کفار کو پھر پتہ چل گیا اب تو انہوں نے لعن طعن کی بوچھاڑ کر دی اور بعض نے تو ان کو قتل کرنے کے لیے تلواریں بے نیام کرلیں۔ آخر ابوسفیان کی مداخلت سے ان کی جان بخشی ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ' احمد بن زینی دحلان جلد ا صفحہ ۲۶۴)

ایک دفعہ حکیم بن حزام شعب ابی طالب کی طرف جا رہے تھے' ان کے ساتھ ان کا ایک غلام تھا جس نے گندم کی بوری اُٹھائی ہوئی تھی۔ وہ یہ غلہ اپنی پھوپھی اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے لے جا رہے تھے' راستے میں ابوجہل مل گیا۔ ابوجہل کڑک کر بولا' پتہ چل گیا کہ قوم کے متفقہ فیصلے کے خلاف تم یہ گندم بنوہاشم کو پہنچانے کے لیے لے جا رہے ہو' میں یہ گندم اس وقت تک تمہیں آگے نہیں لے جانے دوں گا جب تک میں تمہیں مکہ میں لے جا کر رسوا نہ کروں۔ یہ تو تو میں میں ہو رہی تھی کہ اچانک ابوالبختری وہاں آ گیا اس نے ابوجہل کو کہا کہ تمہیں اسے روکنے کا کیا حق ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ گندم لے کر بنوہاشم کے پاس جا رہا ہے میں اسے کیوں نہ روکوں؟ ابوالبختری نے کہا اس کی پھوپھی خدیجہ کی گندم اس کے پاس تھی' یہ اسے پہنچانے جا رہا ہے' تمہیں روکنے کا کوئی حق نہیں اس کی راہ سے ہٹ جاؤ۔ ابوجہل نے اس کی بات نہ مانی' تلخ کلامی بڑھتی گئی' کسی اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پاس پڑی تھی' ابوالبختری نے اُٹھائی اور ابوجہل کے سر پر دے ماری اس سے خون بہنے لگا پھر اسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اس کی چھاتی پر چڑھ کر اسے خوب رگیدا۔

(السیرۃ النبویہ' احمد بن زینی دحلان جلد ا صفحہ ۲۶۴)

marfat.com
Marfat.com

یہ طویل محاصرہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے لیے اور حضور انور ﷺ کے خاندان کے لیے ازحد تکلیف دہ تھا۔ بسا اوقات درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر پیٹ بھرا کرتے' بھوک سے بلکتے معصوم بچے اس قدر زور و شور سے روتے کہ ان کے رونے کی آواز شعب سے باہر دُور دُور تک سنائی دیتی۔

علامہ ابوقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''صحاح ستہ میں ہے کہ شعب میں محصورین کو بڑی مصیبت اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا وہاں وہ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ جب وہ قضائے حاجت کرتے تھے تو بکریوں کی مینگنیوں کی طرح خشک مادہ خارج ہوتا تھا۔ ان محصورین میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ آپ سے مروی ہے' آپ نے کہا کہ میں ایک دن ازحد بھوکا تھا' رات کے اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا' میں نے اسے اُٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ مجھے اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ میں پتہ کرتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

یونس' حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک رات میں پیشاب کرنے کے لیے باہر نکلا اور جب میں پیشاب کرنے لگا تو جہاں میرا پیشاب گر رہا تھا وہاں کسی چیز کی مجھے آواز آئی' میں نے اُٹھایا تو وہ اونٹ کے خشک چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا' میں نے اسے لیا پھر اسے دھویا پھر اسے جلا کر راکھ کیا پھر اسے کوٹا پھر اسے پانی میں ملا دیا اور تین دن تک اسے کھاتا رہا۔'' (الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

ایامِ محصوری میں فریضۂ تبلیغ کی مسلسل ادائیگی

ان مصائب و آلام کے باوجود نہ حضور انور سرکارِ دوعالم ﷺ کے عزم میں کوئی لچک پیدا ہوئی اور نہ کسی دوسرے ساتھی نے کسی کمزوری کا اظہار کیا۔ رحمتِ دوعالم ﷺ پورے جوش و خروش سے اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہتے اور متعدد خفتہ بختوں کے مقدر کو جگاتے رہتے۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ طبری میں یوں رقم طراز ہیں:

''باوجودیکہ محصوری اور مقاطعہ (مکمل سوشل بائیکاٹ) اور فاقہ کشی کی مشکلات نے نہایت خوف ناک شدت اختیار کر رکھی تھی اور ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ہر وقت سردارِ دوجہاں ﷺ کی جان کے لالے پڑے رہتے تھے تاہم اس مدت میں بھی داعیٔ توحید حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو اپنے فریضۂ تبلیغ و اشاعت سے ایک لمحہ کی بھی فرصت نہ تھی۔ آپ ﷺ اس نازک دور میں بھی بدستور اپنی قوم قریش کو علانیہ یا مخفی شب و روز اسلام کی دعوت دیتے رہے اس زمانے میں وحی الٰہی بھی لگاتار نازل ہوتی رہی اور اوامر و نواہی حسب سابق برابر آتے رہے۔ خدائے بزرگ و برتر ان ایام میں برابر خلیفۃ اللہ علی الارض کی مخالف کرنے والوں کی نسبت مختلف وعیدیں (سزا دینے کے

Marfat.com

وعدے) نازل فرماتا اور اپنے رسول (ﷺ) کو ہر قسم کی ہدایات سے قوی پشت اور مضبوط کرتا رہا۔" (ابن جریر طبری)

یہ محاصرہ نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم میں شروع ہوا اور تین سال کے طویل عرصے تک بڑی شدومد سے جاری رہا۔ آخر نبوت کے دسویں سال اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ جوروستم کی اس دستاویز کو خود اہلِ مکہ نے چاک کر دیا اور حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اپنے محصور ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب سے نکل کر پھر مکہ مکرمہ میں رونق افروز ہوئے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے مؤرخین نے ان اسباب کو بڑی وضاحت وتفصیل سے رقم فرمایا ہے جن کے مطالعہ سے قارئین کے ایمان میں اضافہ وپختگی اور ان کے قلوب کو سکون وقرار نصیب ہوگا اس لیے قدرے تفصیل سے ان واقعات کا ذکر پیش خدمت ہے۔

معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی

جزیرہ نمائے عرب میں قبائلی نظام پوری قوت کے ساتھ نافذ تھا' کوئی شخص آسانی سے کسی دوسرے قبیلے کے شخص کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔ ایک شخص کا قتل پورے قبیلے سے جنگ کا خطرہ مول لینے کے مترادف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عرب عموماً حالتِ جنگ میں رہتے۔ قبائلی جنگوں کا سلسلہ نسل درنسل چلتا' پورا معاشرہ انتقام اور جھوٹے فخر ومباہات کی آگ میں جل رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کفار ومشرکینِ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اپنی تمام تر نفرت کے باوجود حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو شہید کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

فتنے ذہنوں میں پرورش پا رہے تھے' کفار ومشرکین حضورِ انور ﷺ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے لیکن حضورِ پُرنور ﷺ کو نقصان پہنچانا اتنا آسان کام نہ تھا کیونکہ ان کا اللہ ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ دوسرے بنو ہاشم کے ایک فرد کا قتل کوئی ایک شخص اپنے ذمے نہ لینا چاہتا تھا پھر ابو طالب رضی اللہ عنہ جیسا شفیق چچا' حضورِ پُرنور ﷺ کے لیے ڈھال بنا ہوا تھا۔ ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کی جان لینا ان کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کھلی سازشوں کا ایک الاؤ جل رہا تھا' قدم قدم پر مصائب کے پہاڑ کھڑے کیے جا رہے تھے' مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب سے مکمل قطع موالات (سوشل بائیکاٹ) کا معاہدہ لکھ کر قریشیوں نے بڑی حفاظت کے ساتھ اسے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا تھا تاکہ کوئی شخص اس میں کوئی ردوبدل نہ کر سکے۔ اس طرح سے لوگوں کی دسترس سے تو انہوں نے اس صحیفے کو بچا لیا لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت واختیار سے تو وہ اس کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ قادر وحکیم خدا نے اس دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا۔

دیمک نے اس معاہدہ میں ظلم وستم کی جتنی دفعات تھیں' ان سب کو چاٹ لیا لیکن جہاں اللہ تبارک تعالیٰ کا

marfat.com

Marfat.com

اسمِ مبارک تھا' اسے ذرا گزند نہ پہنچایا' وہ صحیح وسلامت باقی رہنے دیا۔

شان قادر مطلق' شان رب العالمین کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کی صداقت میں ایک اور برہان ایک اور دلیل پیدا فرما دی اور پھر اپنے نبی ﷺ کی عظمت وحقانیت کو ایک اور خوب صورت انداز میں پیش کر دیا کہ مشرکین وکفارِ مکہ جان لیں کہ یہ نبی' رسول ﷺ سچا ہے اور یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی کی زبردست کھلی مدد فرمائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس حکیمانہ اقدام سے آگاہ فرما دیا۔ حضورِ پُرنور ﷺ دوسرے روز حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے' انہیں بتایا کہ:

''اے میرے محترم چچا! (رضی اللہ عنہ) جو معاہدہ قوم نے لکھ کر بحفاظت کعبہ کے اندر لٹکا دیا تھا اس کی ساری دفعات کو دیمک نے چاٹ کر صاف کر دیا ہے لیکن اس عبارت میں جہاں جہاں بھی اللہ عزاسمہ (اللہ جل شانہ) کا نام مبارک لکھا گیا تھا' وہ جوں کا توں سلامت ہے' دیمک نے اسے ذرا ضرر نہیں پہنچایا۔''

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے یہ اطلاع بڑی حیران کن تھی۔ خانہ کعبہ سے دُور ایک گھاٹی میں تین سال سے محصور ہستی ایک ایسی چیز کے بارے میں بتا رہی ہے جو یہاں سے دُور کئی غلافوں میں لپٹی ہوئی بڑی حفاظت سے کعبہ کے اندر رکھی ہوئی تھی اور جس کی مسلسل نگرانی کی جا رہی تھی۔

آپ نے ازراہِ استعجاب پوچھا' اے جانِ عم! کیا تیرے رب نے تمہیں یہ بات بتائی ہے؟ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور عالم خفا وغیوب مخبر صادق ﷺ نے فرمایا' بے شک۔ چچا نے کہا' چمک دار ستاروں کی قسم! تیری بات بالکل سچی ہے تو نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی۔

چنانچہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے چند افراد کو آپ نے ہمراہ لیا اور سیدھے حرم شریف میں جا پہنچے' قریش نے اچانک ان کو حرم شریف میں آتے دیکھا تو حیران ہو گئے پھر سوچا ہماری تدبیر کارگر ثابت ہوئی ہے' طویل اور تکلیف دہ محاصرے نے ان کو بے بس کر دیا ہے اور آج آئے ہیں تا کہ محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دیں تا کہ اس حصار سے انہیں نجات ملے۔

جب ابوطالب رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے' آپ نے فرمایا:

''اے گروہِ قریش! اس طویل مدت میں ایسے واقعات رونما ہو گئے ہیں جن کے بارے میں ہم تمہیں نہیں بتا سکے' تم اس صحیفے کو کعبہ شریف سے باہر لے آؤ' ممکن ہے ہمارے اور تمہارے درمیان مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔''

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے پہلے اس بات سے انہیں آگاہ نہ کیا جس سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم

Marfat.com

ﷺ نے انہیں مطلع فرمایا تھا تاکہ وہ صحیفے میں کچھ گڑ بڑ نہ کر دیں۔ اہلِ مکہ کی خوشی کی حد نہ رہی، انہیں یقین ہو گیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب اور خود ابو طالب (رضی اللہ عنہ)، حضور انور (ﷺ) کی نصرت و اعانت سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ وہ یقیناً انہیں ہمارے حوالے کر دیں گے پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم ان کے ساتھ معاملہ کریں گے اور یہ فتنہ جس نے ہماری راتوں کی نیند اور دنوں کا چین حرام کر دیا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔

وہ بڑی تیزی سے اُٹھے، کعبہ گئے وہاں سے اس معاہدے کو لے کر واپس آئے اور سب اہلِ مجلس کے سامنے اس کو رکھ دیا۔ انہوں نے حضرت ابو طالب (رضی اللہ عنہ) کو کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ حضور پُر نور حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی اعانت و نصرت سے باز آ جاؤ اور ہماری تمہاری دشمنی دوستی میں بدل جائے۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں آج ایک بڑا منصفانہ حل لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، سب ہمہ تن گوش آپ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آپ سب جانتے ہیں کہ محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم عالم خفا و غیوب مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ دستاویز جو اس وقت تمہارے ہاتھوں میں ہے اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے دیمک مسلط کر دی ہے جس نے اس کی ساری عبارت چاٹ لی ہے صرف اللہ تبارک تعالیٰ کا اسم مبارک جہاں جہاں ہے، وہ صحیح و سلامت موجود ہے۔ اب تم خود اس کو کھولو اگر میرے بھتیجے کی بات سچی نکلی تو پھر ہم کسی قیمت پر اس کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے خواہ اس کے لیے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانا پڑے اور اگر اس کی یہ بات سچی نہ نکلی تو پھر ابھی ہم اس کو تمہارے حوالے کر دیں گے جو چاہو تم اس کے ساتھ کرو، خواہ اسے قتل کر دو یا اسے زندہ رہنے دو۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز سن کر وہ بڑے مطمئن ہو گئے اور کہا:

''کہ جو آپ نے کہا، ہم اس تجویز پر راضی ہیں۔''

پھر انہوں نے اس انتہائی حفاظت سے رکھے ہوئے صحیفے کو اپنے ہاتھوں سے کھولا اور جو عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، سب سے سچے، سب سے کھرے، صادق و مصدوق ﷺ نے بتایا تھا اس کو حرف بحرف صحیح پایا۔ یہ دیکھ کر ان کے ہوش اُڑ گئے لیکن شقاوتِ ازلی نے ان کو حق قبول کرنے کی توفیق نہ بخشی۔ وہ برافروختہ ہو گئے، کہنے لگے:

''اے ابو طالب! یہ تمہارے بھتیجے کے جادو کا کرشمہ ہے۔'' حق روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا تھا لیکن اندھی عصبیت نے انہیں اجازت نہ دی کہ وہ اسے تسلیم کر لیں۔ حضورِ پُر نور ﷺ کے خلاف ان کے دِلوں میں بغض و عناد کے شعلے پہلے سے بھی زیادہ بھڑ کنے لگے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۵۰۵)

ابو جہل، ابو لہب اور ان کی قماش کے کفار کا ردِ عمل تو وہی تھا جس کا بیان اوپر ہوا لیکن اس بگڑے ہوئے معاشرے میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو اس ظلم و تعدی پر سخت نالاں تھے اور دل ہی دل میں سوچتے تو تھے کہ اس سنگ دِلانہ محاصرے کو ختم کر دینا چاہیے جس کی زد میں عورتیں، معصوم بچے، ضعیف و نزار بوڑھے اور کئی بیمار بھی

marfat.com

Marfat.com

ہیں لیکن سارے قریشی خاندانوں کے اجتماعی اقدام کے خلاف آواز اُٹھانے کی وہ اپنے اندر ہمت نہیں پاتے تھے۔

اگرچہ کفار ومشرکین مکہ نے حضور پُرنور ﷺ کے قول کی صداقت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا لیکن پھر بھی اپنے عناد پر اَڑے رہے اور حضورِ انور ﷺ کے خلاف اپنی مہم کو تیز کرنے کا اعلان کردیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

''اے گروہِ قریش! کس گناہ کے باعث تم نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا ہے اور ہمیں قید میں رکھا ہوا ہے حالانکہ تم پر حقیقت ظاہر ہو چکی ہے اور تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم ہی ظالم ہو، تم ہی قطع رحمی کرنے والے ہو اور تم ہی بُرا معاملہ کرنے والے ہو۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گئے اور گڑگڑا کر دعا مانگی:

''اے اللہ! جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہماری قطع رحمی کی ہے اور جو چیز ان پر حرام تھی، وہ انہوں نے حلال بنالی ہے، یا اللہ! ایسے لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد۲ صفحہ ۵۰۵، ۵۰۶)

اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں یہ فریاد کرنے کے بعد پھر وہ شعب ابی طالب میں واپس آ گئے اور محصوروں اور محبوسوں کی طرح زندگی گزارنے لگے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں ابولہب وغیرہ کی انگیخت پر عرب کے عوام بھی اپنے بتوں کے لرزتے ہوئے خدائی کے تخت کو سہارا دینے کے لیے جوش میں آ کر ہمارے دشمنوں کے ساتھ نہ مل جائیں اور سب مل کر ہم پر حملہ نہ کر دیں، آپ نے اس وقت ایک فقید المثال قصیدہ لکھا جس میں لوگوں کو حق کی حمایت کے لیے اُبھارنے کے ساتھ ساتھ اپنے اس پختہ عزم کا بھی بڑی جرأت سے اظہار کیا کہ وہ کسی قیمت پر حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

حافظ ابن کثیر نے اس قصیدے کے بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار فرمایا ہے:

''یہ قصیدہ بلند مرتبہ، ازحد بلیغ ہے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بغیر اور کوئی ایسا قصیدہ نہیں لکھ سکتا۔ یہ معلقات سبع (سات عجائبات) سے بھی زیادہ پُرمغز اور پُرمعنی ہے اور اغلب یہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے یہ قصیدہ اس وقت لکھا جب وہ شعب میں محصور کر دیئے گئے تھے اس لیے اس قصیدہ کو یہاں ذکر کرنا مناسب ہے۔'' (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۹۱)

سبل الہدیٰ والرشاد کی جلد دوم کے صفحات ۵۰۶-۵۰۷ اور ۵۰۸ پر یہ قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

۱- ''اے میرے دوستو! میرے کان ایسے ملامت کرنے والے کی ملامت کو غور سے سننے والے نہیں، خواہ وہ

Marfat.com

سچ کہے یا غلط۔''

۲- ''اللہ کے گھر کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم مکہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور یہاں سے سکونت ترک کر دیں گے مگر یہ کہ تمہارے حالات پراگندہ و پریشان ہو جائیں۔''

۳- ''اللہ کے گھر کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیں گے جب تک کہ ہم اس کے دشمنوں کو اپنے نیزوں سے گھائل نہیں کریں گے اور ان سے جنگ نہیں کریں گے۔''

۴- ''اور اللہ کے گھر کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم (ﷺ) کو تمہارے حوالے کر دیں گے جب تک ہماری لاشیں اس کے اردگرد پڑی ہوئی نہ ہوں' ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بھی ان کے لیے بے پرواہ ہو جائیں گے۔''

۵- ''وہ گوری رنگت والا جس کے روشن چہرے کے صدقے بارش کی دعا کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت ہے۔''

۶- ''بنی ہاشم کے جو لوگ فقر و افلاس سے ہلاک ہونے لگتے ہیں تو وہ اس کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اس کے پاس آ کر انہیں ہر طرح کی نعمتیں اور آسائشیں نصیب ہوتی ہیں۔''

۷- ''میری زندگی کی قسم! میں تو احمد (ﷺ) اور ان کے بھائیوں سے عشق کی حد تک محبت کرتا ہوں جس طرح ایسا محبّ جو ہمیشہ محبت کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔''

۸- ''آپ کی ذات سارے اہلِ جہان کے لیے حسن و جمال ہے اور سب کے لیے زینت ہے اگرچہ دھوکہ باز دشمن اس کو ناپسند ہی کریں۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۸۶ تا ۴۹۱)

معاہدۂ سوشل بائیکاٹ کو پارہ پارہ کرنے کا واقعہ

جن لوگوں کو ظلم و تشدد کی اس دستاویز کو پارہ پارہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی' ان میں ہشام بن عمرو بن حارث العامری کا نام سرفہرست ہے۔ یہ اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے لیکن بنو ہاشم کے ساتھ ان کے قریبی رشتہ داری تھی اس تعلق کی وجہ سے یہ دن رات بے چین رہا کرتے تھے اور ان کی رہائی کے لیے منصوبے سوچتے رہتے تھے۔ جیسے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ ہشام بن عمرو محاصرہ کے ایام میں رات کی تاریکی میں غلہ پہنچانے کا بھی یہ اہتمام کیا کرتے تھے' اونٹ پر کھانے پینے کا سامان لاد دیتے جب شعب کے دہانے پر پہنچتے تو اونٹ کی نکیل نکال دیتے اور اونٹ کے پہلو میں دو تھپڑ لگا کر اسے چھوڑ دیتے' وہ بھاگتا ہوا ان محصورین کے پاس پہنچ جاتا' وہ اسے پکڑتے اس سے سامان اُتار لیتے پھر اسے چھوڑ دیتے' وہ واپس اپنے مالک کے پاس آ جاتا جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔

ہشام بن عمرو بن حارث تو پہلے ہی محصورین کا ہمدرد تھا' ان کی رہائی کے منصوبے بناتا رہتا تھا' اسے مزید حوصلہ درج ذیل واقعہ سے ملا اور اس نے اس واقعہ سے نتیجہ اخذ کیا کہ اے ہشام بن عمرو بن حارث ایسی سوچ

marfat.com
Marfat.com

والے تم اکیلے ہی نہیں ہو' تلاش کرو تمہیں اور ہم خیال مل جائیں گے اور تم اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکو گے۔

حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا اس کی عظیم المرتبت پھوپھی جان درے میں بچوں سمیت جن روح فرسا اور اذیت ناک حالات سے دوچار تھیں اور درد و کرب کے عالم میں زندگی گزار رہی تھیں' وہ ان سے بخوبی آگاہ تھا۔ ان کی بھوک' پیاس کی تکالیف اور دیگر شدائد و آلام کے تصور نے اسے بے قرار کر دیا تمام مصلحتیں اور خطرات نظر انداز کر کے اس نے اونٹ پر گندم لادی اور درے کی طرف چل دیا۔ ابو جہل نے اسے دیکھ لیا۔

''اس نے آ کر گریبان پکڑ لیا اور کہا تم بنو ہاشم کے پاس اناج لے کر جاتے ہو' خدا کی قسم! تم یہ اناج نہیں لے جا سکو گے' میں تمہیں پورے مکہ میں بدنام کر دوں گا۔'' (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۸)

اتنے میں وہاں ابوالبختری آ گیا اور پوچھا' کیا معاملہ ہے؟ ابو جہل نے مظلوم بن کر شکایت کی۔ حکیم بن حزام قبائلی معاہدے کی خلاف ورزی کر رہا ہے' یہ ہمارے لاگو کردہ بائیکاٹ کو غیر موثر بنانا چاہتا ہے اور گھاٹی میں محصورین کی طرف گندم لے جا رہا ہے۔ ابوالبختری نے کہا' تو کیا ہوا اس کی پھوپھی وہاں ہیں اگر یہ ان کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اس میں قباحت کیا ہے؟ جانے دو تا کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں لیکن ابو جہل ہٹ دھرمی سے کہنے لگا' میں یہ گندم ہرگز نہیں جانے دوں گا۔

البختری کو غصہ آ گیا' پاس ہی اونٹ کا خشک جبڑا پڑا ہوا تھا اس نے وہ اُٹھا کر ابو جہل کے سر پر دے مارا اور اسے زخمی کر دیا پھر اسے زمین پر پٹخ کر خوب رگڑا اور سارے بل نکال دیئے۔ ان حالات و واقعات نے ہشام بن عمرو بن حارث العامری کی سوچ کو اس رُخ پر ڈال دیا کہ اس بے رحم معاشرے میں بنی ہاشم کے لیے اپنے دِلوں میں نرم گوشہ رکھنے والے اور بھی موجود ہیں اور اگر انہیں صدق دل سے تلاش کیا جائے تو وہ با آسانی مل سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے طور پر یہ مہم سر کرنے کا پکا ارادہ کر لیا اور دل میں یہ سوچ لیا کہ وہ یہ ظالمانہ دستاویز بے اثر بنا کر رہے گا جس نے بنو ہاشم کی زندگی اجیرن کر دی ہے اور تین سال سے انہیں الگ تھلگ زندگی گزارنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔

وہ زہیر بن ابی اُمیہ کے پاس گیا۔

زہیر حضرت عبدالمطلب کی صاحب زادی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے اس وجہ سے ان کو بھی بنو ہاشم کی یہ تکلیف گوارا نہ تھی۔ ہشام نے زہیر کو جا کر کہا:

''اے زہیر! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم تو لذیذ کھانے کھاؤ' عمدہ لباس پہنو اور اپنی بیوی بچوں کے ساتھ پُرسکون اور با آرام زندگی گزارو اور تمہارے ننھیال بھوکے ننگے خستہ حال طرح طرح کی مشقتوں میں گھرے زندگی کے دن پورے کر رہے ہوں؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم ابوالحکم (ابو جہل) کے ننھیال کے خلاف ایسا قدم اُٹھاتے اور تم اسے اس میں شرکت کی دعوت دیتے تو وہ ہرگز تمہاری اس دعوت کو قبول نہ

Marfat.com

کرتا۔ زہیر نے کہا:

صد حیف! اے ہشام بن عمرو میں تنہا ہوں' اکیلا کیا کرسکتا ہوں؟ اگر ایک اور ساتھی مجھے مل جائے تو میں اس معاہدے کو توڑنے کے لیے کھڑا ہو جاؤں۔

ہشام بن عمرو نے کہا' ایک آدمی تو میں پیش کرتا ہوں۔

اس نے پوچھا' وہ کون ہے؟ ہشام بن عمرو نے کہا' میں خود۔

زہیر نے کہا' ہمت کرو' ایک تیسرا آدمی بھی تلاش کرو۔

چنانچہ ہشام بن عمرو' مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اسے جا کر کہا:

''اے مطعم! کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب بھوک سے ایڑھیاں رگڑتے رگڑتے ہلاک ہو جائیں اور تم یہ دیکھ بھی رہے ہو۔ اگر تم قریش کو اس طرح ہلاک کرنے کے درپے ہوتے تو وہ تمہارا منہ نہ تکتے رہتے بلکہ سب مل کر تم پر ہلہ بول دیتے۔''

مطعم نے کہا' تم سچ کہتے ہو لیکن میں تنہا ساری قوم کا کیسے مقابلہ کرسکتا ہوں؟

ہشام بن عمرو نے کہا' تم اکیلے نہیں' ایک دوسرا آدمی بھی تمہارے ساتھ ہوگا۔ پوچھا' کون؟ کہا' میں خود حاضر ہوں۔

مطعم نے کہا' ایک تیسرا ساتھی بھی تلاش کرو۔ ہشام بن عمرو نے کہا' وہ تیسرا بھی میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔

پوچھا' کون؟ کہا' زہیر بن ابی اُمیہ

مطعم نے کہا کہ چوتھا آدمی بھی تلاش کرو اس طرح ہم پوری قوت سے اس مقصد کو حاصل کرسکیں گے۔

ہشام بن عمرو اس کے پاس سے اُٹھ کر ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بھی وہی گفتگو کی جو مطعم کے ساتھ کی تھی۔

اس نے پوچھا' اس معاملے میں کوئی اور شخص بھی ہماری مدد کرے گا؟

ہشام نے جواب دیا' یقیناً! پوچھا' کون؟

ہشام نے کہا' زہیر' مطعم اور میں خود اور تم۔ ہم چار آدمی اس مہم کو سر کرنے کے لیے متفق ہیں۔

ابوالبختری نے کہا' ایک پانچواں ساتھی بھی ہونا چاہیے۔

ہشام وہاں سے سیدھا زمعہ بن الاسود کے پاس گیا اور اس کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کی اور اسے بھی قریبی رشتے داری کا واسطہ دیا جو اس کی بنو ہاشم کے ساتھ تھی اس نے بھی پوچھا کہ اس سلسلے میں کوئی اور شخص بھی ہمارا ساتھ دے گا؟ ہشام بن عمرو نے کہا' ہاں اور ان اشخاص کے نام گن دیئے جن سے پہلے بات ہو چکی تھی اور انہوں نے حامی بھری تھی۔

ابن سعد نے ان کے علاوہ عدی بن قیس کے نام کا بھی اضافہ کیا اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن

marfat.com
Marfat.com

بیضاء کا نام بھی اس قصیدے میں ذکر کیا ہے جو اس کارِ خیر میں شریک ہوئے۔

ان میں سے ہشام' زہیر' سہیل' عدی بن قیس کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رضی اللہ عنہم

(سبل الہدیٰ والرشاد' امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۵۴۴)

ان لوگوں نے طے کیا کہ مشورے کے لیے آج رات حجون کے فلاں گوشے میں سب اکٹھے ہوں گے۔
چنانچہ مقررہ جگہ پر اس رات یہ سارے صاحبان جمع ہوئے اور انہوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ وہ اس ظالمانہ معاہدے کو کالعدم کر کے رہیں گے۔ زہیر نے کہا کہ اس کام کی ابتدا میں کروں گا' کل صبح صحن حرم میں کھڑا ہو کر میں اس معاہدے کے بطلان (باطل ہونے' بے کار ہونے) کا اعلان کروں گا۔

صبح ہوئی تو رؤسائے قریش حسبِ دستور حرم میں اپنی اپنی مجالس میں جا کر بیٹھ گئے لیکن زہیر کی آج شان ہی نرالی تھی' وہ بڑی آن بان سے حرم میں داخل ہوا اس نے آج ایک قیمتی پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی اس کی چال میں بھی ایک خاص قسم کی تمکنت تھی پہلے اس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور باآوازِ بلند اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ اس نے کہا:

''اے مکہ کے باشندو! یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم سب تو لذیذ کھانے کھائیں' زرق و برق لباس پہنیں اور خاندانِ ہاشم کے مرد و زن بھوکے مر رہے ہوں نہ ان کے پاس پیٹ بھرنے کے لیے کھانا ہو اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا' ہم ان کے ہاتھ قیمت لے کر بھی کوئی چیز بیچنے کے لیے تیار نہ ہوں'' آخر میں اس نے کہا:

''بخدا! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس قطع رحمی کرنے والی ظالمانہ دستاویز کو پرزے پرزے نہ کر دیا جائے۔''

مسجد کے ایک کونے میں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا اس نے جب زہیر کا یہ اعلان سنا تو غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا اٹھا اور گرج کر بولا:

''زہیر! تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ بخدا! اس صحیفے کو ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا۔''

زمعہ بن اسود فوراً کھڑا ہو گیا اس نے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' سب سے بڑے جھوٹے تم ہو۔ بخدا! اس تحریر میں ہم راضی نہ تھے۔

اس کی تائید کرتے ہوئے ابوالبختری کڑک کر بولا' زمعہ نے سچ کہا ہے جو اس دستاویز میں لکھا گیا ہے نہ ہم اس کو پسند کرتے ہیں اور نہ اس کو برقرار رہنے دیں گے۔

مطعم نے کہا:

''اے زمعہ! اور ابوالبختری! تم نے سچ کہا ہے اور اس کے علاوہ جو کہتا ہے' وہ جھوٹ بکتا ہے۔''

جو کچھ اس صحیفے میں لکھا گیا ہے' ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہشام بن عمرو نے بھی اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی پُر زور تائید کی۔ ابوجہل نے کہا' یہ سوچی سمجھی سازش ہے اور اس کے بارے میں رات کو فیصلہ کیا گیا ہے۔

یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں' حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ مسجد کے گوشے میں بیٹھے سُن رہے تھے۔ مطعم نے اس صحیفے کو پکڑ کر پُرزہ پُرزہ کرنا چاہا' دیکھا تو دیمک نے اللہ عزاسمہ کے نام کے بغیر جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا اس کا صفایا کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ یوں حضورِ پُر نور ﷺ اور آپ کے خاندان کو تین سال کے سنگین محاصرے کے بعد نجات نصیب ہوئی۔

نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب کی قید تنہائی سے رہائی ملی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد' امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۵۴۵'۵۴۶)

اس وقت حضورِ پُر نور سرکارِ دو عالم ﷺ کی عمر مبارک انچاس (۴۹) سال تھی۔

قارئینِ کرام! میرے خیال میں جو اوپر لکھ دیا گیا ہے' وہ زمانہ وقوع کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے یعنی کہ پہلے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے معاہدۂ سوشل بائیکاٹ کے دیمک کے چٹ کر جانے کا فرمایا پھر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ حرمِ کعبہ میں گئے اور کفار و مشرکینِ مکہ کو اس امر سے آگاہ کیا اس کے بعد جب مشرکین نے اسے بھی جادو کا کرشمہ قرار دیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ' شعب ابی طالب میں چلے گئے اور پھر اس کے نہ جانے کتنے دنوں' مہینوں بعد یہ معاہدۂ سوشل بائیکاٹ کو پھاڑ دینے' پُرزہ پُرزہ کر دینے' ختم کر دینے کا واقعہ پیش آیا۔

لیکن کچھ سیرت نگاروں نے جس انداز سے لکھا ہے اس سے میں یہ سمجھا ہوں کہ سوشل بائیکاٹ کے معاہدے کو دیمک کا چٹ کر جانے کا واقعہ اور معاہدۂ سوشل بائیکاٹ کا پارہ پارہ کر دینے کا واقعہ' ان دونوں واقعات کا وقوع ایک ساتھ ہوا ہے۔ میں نے پہلے ہی گزارش کر دی ہے کہ مجھے پہلے بیان کردہ زیادہ صحیح لگا ہے۔

میں اس خیال سے یہاں دوسرے سیرت نگاروں کا روایت کرنا بھی درج کر رہا ہوں کہ قارئینِ کرام کے علم میں اضافہ ہو اور ان میں سے جو دل کو لگے' اسے اپنا ئیں اور دوسری کو چھوڑ دیں۔

حسب پروگرام زہیر نے صحن کعبہ میں بیٹھے لوگوں کے سامنے اپنا مدعا بیان کر دیا ہے۔ ابوجہل جواب دے چکا ہے اور زہیر کے خیال یا رائے کی تصدیق زمعہ' ابوالبختری' مطعم رضی اللہ عنہم اور دیگر ہم خیالوں نے کر دی ہے اب دوسرے سیرت نگاروں کے مطابق اس کے بعد جو ہوا' وہ یوں ہے:

ابوجہل بڑا طرار تھا' سمجھ گیا کہ بالا بالا مشورہ ہو چکا ہے اور یہ طے شدہ منصوبے کے تحت بول رہے ہیں' وہ غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا' اتنے میں خلافِ توقع حضرت ابوطالب نظر آئے جو ادھر ہی آ رہے تھے۔ دشمنوں کو امید بندھی کہ شاید تین سالہ محاصرے سے تنگ آ کر اب مصالحت کی غرض سے آ رہے ہیں اور وہ شرائط قبول کر لیں گے جو ہم نے پیش کی تھیں۔ یہ لوگ سراپا انتظار بن گئے' حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے قریب آ کر بتایا:

''میرے بھائی کے بیٹے! محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تبارک

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ نے تمہاری دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے ہر وہ لفظ کھا لیا ہے جس میں جور و جفا، ظلم وستم اور قطع تعلق کا ذکر تھا اور ہر وہ کلمہ باقی رہنے دیا ہے جس میں اللہ کا ذکر تھا۔ تم دستاویز نکال کر دیکھ لو اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو اس بُرے معاہدے کو کالعدم قرار دے دو اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں، اسے تمہارے سپرد کر دوں گا پھر تم جو چاہے، سلوک کرنا، زندہ رکھنا یا قتل کر دینا۔'' (طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۱۰)

ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی، وہ یہی چاہتے تھے، انہوں نے جھٹ یہ شرط مان لی کیونکہ ان کا گمان تھا کہ دستاویز کے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ بڑی حفاظت سے رکھی گئی ہے پھر یہ کہ سات پردوں میں بند دستاویز کی کیفیت کا محمد (ﷺ) کو کیسے علم ہو سکتا ہے؟ قتل کرنے کے شوق میں انہوں نے فوراً حامی بھر لی۔ ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کہا، ہم آپ (رضی اللہ عنہ) کی پیش کش منظور کرتے ہیں جب فریقین میں یہ معاہدہ طے پا گیا تو مطعم کھڑا ہوا تاکہ دستاویز نکال کر اسے پھاڑ دے جب اسے کھولا تو دیکھا دیمک اسے چاٹ چکی ہے اور صرف ''باسمك اللهم'' کے الفاظ باقی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۹۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

''پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو دستاویز کی کیفیت سے آگاہ کر دیا کہ دیمک نے ظلم وستم والی ہر بات چاٹ لی ہے اور اس میں صرف اللہ کا نام رہ گیا ہے۔''

(طبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''باسمك اللهم ان کلمات کے سوا دیمک نے سب کچھ کھا لیا تھا۔'' (طبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

ابوسلیمان کی روایت ہے:

''اس دستاویز کو لکھنے والا منصور بن عکرمہ تھا اس کا ہاتھ خشک اور شل ہو گیا تھا، وہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ بے کار ہاتھ سے کوئی کام لے سکے۔'' (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

جب قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ہر بات سچی ثابت ہوئی ہے اور اب انہیں قتل کرنے کا وہ شوق پورا نہیں ہوگا جو وہ برسوں سے دل میں دبائے بیٹھے تھے تو آپے سے باہر ہو گئے۔ شرافت و انسانیت اور حق و صداقت کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے اور بڑی ڈھٹائی سے بولے یہ ساری کارروائی زبردست جادو کا کرشمہ ہے، ہم اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، مقاطعہ جاری رہے گا اور ہم بنو ہاشم کو کسی قیمت پر معاف نہیں کریں گے۔''

جو لوگ بنو ہاشم کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، وہ بھی ڈٹ گئے اور ان ہی کی زبان میں جواب دیا۔ جھوٹے اور غلط کار تم لوگ ہو، قدرت نے بھی تمہارے ظلم کے خلاف گواہی دے دی ہے، تمہاری خون خوار دستاویز دیمک نے مٹی بنا دی ہے، دستاویز لکھنے والے کا ہاتھ شل ہو گیا ہے اس سے بڑھ کر تمہارے ظلم اور

Marfat.com

ناانصافی کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

یہ صاف جواب سن کر ابوجہل اور اس کے حواریوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ عرصہ دراز کے بعد انہیں اپنے مکروہ خواب کی تعبیر نظر آنے لگی تھی اور امید بندھی تھی کہ اب وہ اپنے منصوبۂ قتل میں کامیاب ہو جائیں گے مگر قدرت نے ان کے عزائم کو ناکام بنا دیا ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ان کا منصوبہ بھی دھرے کا دھرا رہ گیا اور بائیکاٹ بھی ختم ہو گیا۔ مکہ کے معزز افراد شعب ابی طالب میں گئے اور بنو ہاشم کو اعزاز و اکرام کے ساتھ شہر میں لے آئے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے از سرِ نو اپنے معمول کے مطابق سلسلہ تبلیغ شروع فرما دیا۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۷۵، دلائل النبوۃ، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱، البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۴ تا ۹۶، الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب اس صحیفے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں ان لوگوں کو خراجِ تحسین پیش کیا جنہوں نے اس کارِ خیر کا آغاز کیا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس قصیدے کے چند اشعار کا ترجمہ حاضرِ خدمت ہے۔

۱- ''کیا ہمارے سمندر کا سفر طے کرنے والے مہاجروں کو اس دُوری کے باوجود ہمارے رب نے جو کیا ہے' انہیں معلوم ہو گیا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ لوگوں کے ساتھ حلم و بردباری کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔''

۲- ''اور ان کو یہ اطلاع ملی ہے کہ اس صحیفے کو پارہ پارہ کر دیا گیا ہے اور جس چیز کو اللہ تبارک تعالیٰ پسند نہیں کرتا' وہ فنا ہو جاتی ہے۔''

۳- ''اللہ تبارک تعالیٰ اس گروہ کو جزائے خیر دے جو حجون کے مقام پر جمع ہوئے اور ایک ایسا فیصلہ کیا جس میں دانائی اور ہدایت تھی۔''

۴- ''انہوں نے رات کے وقت جو فیصلہ کرنا تھا' وہ فیصلہ کیا پھر انہوں نے آرام سے صبح کی جب کہ باقی لوگ سو رہے تھے۔''

۵- ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے سہل بن بیضاء کو راضی کر کے لوٹایا اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کو مسرور کیا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد امام یوسف صالحی جلد ۲' صفحہ ۵۴۵' ۵۴۶)

اس قصیدے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حصار میں بھی اپنے آقا ﷺ کے ساتھ تھے اور جس طرح اس رہائی سے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو مسرت ہوئی اسی طرح صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی خوشی ہوئی۔

marfat.com
Marfat.com

معجزۂ شق القمر

قارئین کرام! میں اصل موضوع کو زیرِ بحث لانے سے پہلے یہ چند صفحات اس لیے لکھ رہا ہوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنے آپ کو بہت عقل مند ثابت کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزوں کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں پھر ان میں شک کرتے ہیں' ان کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی ایک غلط راستہ نکالتے ہیں جو واضح طور پر فلاحِ دارین سے دُور لے جاتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے کسی نبی نے بھی معجزے تفریحِ طبع کی خاطر نہیں دِکھلائے اور نہ انہیں ایسا کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ تو ہر کام اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم وارشاد کے مطابق کرتے ہیں' وہ تو اللہ کے دین کی تبلیغ و دعوت بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و ہدایت سے دیتے ہیں۔

سورۂ نساء آیت ۶۴ میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: ''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

یعنی کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اپنی اُمت کو اللہ تبارک تعالیٰ کے دین کی طرف بُلانا اور لوگوں کو یہ کہنا کہ میرا حکم مانو' میری اتباع کرو' یہ وہ اپنے طور پر نہیں کرتے بلکہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و ہدایت کے مطابق کرتے ہیں۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے دین کے پھیلانے کے سارے کام اللہ کی رضا سے کرتے ہیں اس کے حکم و ہدایت سے کرتے ہیں تو وہ معجزے بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے دِکھلاتے ہیں۔ اور معجزے ان لوگوں کے لیے جو انہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں' اللہ تبارک تعالیٰ کی اس کے نبی کی بہت بڑی اور آخری حجت ہوتے ہیں۔ ان سے مقصد اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے نبی کا حجت قائم کرنا ہوتا ہے کہ معجزہ دیکھنے کے باوجود نبی کو سچا نہ ماننے والے' اس پر ایمان نہ لانے والے روزِ حشر' روزِ حساب یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو ایمان لے آتے اگر ہم نے کچھ غیر معمولی دیکھا ہوتا' بڑی نشانی دیکھی ہوتی' معجزہ دیکھا ہوتا۔

Marfat.com

اور وہ قرآن حکیم کی سورۂ ملک کی آیات ۱۰، ۱۱ کے مطابق اپنے بے عقل اور گناہ گار، نافرمان ہونے کا اعتراف خود ہی کر لیں اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

''اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے اب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں پر۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کا پرندہ بنا کر فرماتے تھے، میرے رب کے حکم سے اُڑ جا۔ مردوں کو فرماتے تھے کہ میرے رب کے حکم سے اُٹھ جا (زندہ ہو جا) یہاں بھی وہی معاملہ ہے۔ مشرکین و کفار نے مطالبہ کیا کہ چاند کو دو ٹکڑے فرما دیں، ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ نے خالق و مالک کائنات سے چاند کو دو جدا جدا ٹکڑے کر دینے کی دعا فرمائی اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے انگشت (انگلی) مبارک کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا، دونوں حصوں کو ایک دوسرے سے واضح طور پر دُور کر دیا۔ مشرکین و کفار کو دِکھا کر پھر انہیں اللہ کے حکم و اذن سے ایک کر دیا۔

مجھے ایسے حضرات کی دماغی صحت پر شک ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا وغیرہ وغیرہ۔ میرے بھائی اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے تو ایسا کرنا اس سے بہت بڑا بڑا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اسی نے تو یہ ساری کائنات بنائی ہے، اتنی بڑی کائنات کہ یہ چاند سورج ستارے اس کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے ہماری زمین کے مقابلے میں رائی کا دانہ۔ بھلا جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے جس کے حکم سے تمام نظام اور یہ اجرام فلکی اپنے اپنے راستوں پر، دائروں میں تیر رہے ہیں، رواں دواں ہیں، اس کے لیے ان اجرامِ فلکی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، ذرات بنا دینا اور پھر انہیں جوڑ کر اسی طرح کر دینا کیوں کر مشکل ہے؟

آپ اپنی تخلیق پر ہی سوچیے گا، آپ کی ابتدا اللہ تبارک تعالیٰ دو آدھے آدھے (½ باپ کی طرف سے اور ½ ماں کی طرف سے) خلیوں سے کرتا ہے جو دونوں مل کر ایک مکمل خلیہ بناتے ہیں۔ اسی ایک خلیہ سے اور بے شمار خلیے بناتا ہے اور اللہ جل شانہ اسی ایک خلیہ سے اتنا بڑا بچہ بنا دیتا ہے۔ بچے میں اسی ایک خلیے سے جسم کے کتنے سارے نظام بنا دیتا ہے جو بناوٹ میں، شکل میں، افعال میں، کارکردگی میں ایک دوسرے کے معاون مگر کس قدر مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی شان کہ اسی ایک خلیے سے جسم کے مضبوط ترین حصہ دانت اور ہڈیاں بن جاتی ہیں اور اسی سے نرم ترین مختلف مائع اور خون بن جاتے ہیں اور وہ چار پانچ کلو کا بچہ وقت رفتہ کے ساتھ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوب صورت کڑیل جوان بن جاتا ہے۔

سورۂ مومنون کی آیات 12 تا 14 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

marfat.com
Marfat.com

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○

میرا یہاں یہ اتنا کچھ لکھ دینے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اگر ہم اپنی پیدائش و تخلیق پر غور کریں اور یہ جان لیں کہ ہماری تخلیق و پیدائش کس طرح ہوتی ہے اور خالق و مالک کائنات بناتا بناتا بالآخر کیا شاہکار بنا دیتا ہے تو ہمارے دماغوں میں یہ خیالات ہی نہ آئیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

مزید سمجھانے کی خاطر

میں انسانی خلیے کو اینٹ سے تعبیر کرتا ہوں یعنی اینٹوں سے بنی ہوئی عمارت کی ایک یونٹ پہلی اینٹ۔ اپنا گھر یا کوئی عمارت بنانے کے لیے آپ اس ایک اینٹ جیسی اور لاکھوں اینٹیں لائے' سیمنٹ' پانی' مزدور اور دیگر سامان لائے۔ اینٹیں جوڑتے گئے اور عمارت کھڑی کر لی پھر مختلف جگہوں سے لکڑی' لوہا' بجلی کے تار' پائپ' لوہے کے جال' گرل' پینٹ رنگ روغن' شیشے وغیرہ لائے اور عمارت مکمل کر لی' قابلِ استعمال بنالی۔

.اللہ کی شان دیکھیے!

اللہ تبارک تعالیٰ جل شانہ جو بچہ بناتا ہے' تخلیق کرتا ہے' آدمی بناتا ہے اس عظیم عمارت کا سامان وہی ایک خلیہ خود پیدا کرتا ہے جس سے تخلیق شروع کی جاتی ہے اس عمارت کی تعمیر و تکمیل کے لیے کوئی بھی چیز باہر سے یا مختلف جگہوں سے نہیں لی جاتی۔ وہی ایک خلیہ اربوں خلیے بناتا ہے اور وہی خلیہ جسم انسانی کے سارے نظام ہڈیاں' جوڑ' دماغ' ناڑیں' خون کی نالیاں' عضلات' ناخن' دانت غرضیکہ سب ہی اعضاء جسمانی بنا دیتا ہے یعنی وہ ایک خلیہ ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی ایسی فیکٹری ہوتا ہے جو خود ہی ہر طرح کی ضرورت کا سامان پیدا کرتا ہے' بناتا ہے' پہنچاتا ہے' استعمال میں لاتا ہے اور اللہ کے حکم و اذن سے بقول سورۂ تین کی آیت ۴ کے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ○

''آدمی کو اچھی صورت پر بنا دیتا ہے۔''

معجزات کے بارے میں غلط سوچنے والے اب یہاں بھی سوچیں کہ ایک خلیے سے تو اتنا بڑا' خوب صورت انسان کا بنا ممکن نہیں ہے یہ تو نہیں ہو سکتا اور پھر اپنی اصل کو اپنے ہی ہاتھوں مشکوک کر دیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ایسا نہیں کریں گے۔

جب آپ کو اپنا تخلیق کرنا یا اپنا وجود ہی ناقابلِ فہم ہے اور اس کے بارے میں تھک ہار کر آپ یہی کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے بنایا ہے تو پھر معجزات کے بارے میں بھی یہی سوچ اپنالیں۔

وہ تو قادر المطلق ہے' ہر کچھ کرنے پر ہر دم قادر ہے۔ اس کے لیے وہ کچھ فوراً کر دینا جو ہمیں ناممکن لگے'

Marfat.com

بہت آسان ہے' اسے تو کسی بھی چیز کے کرنے کے لیے صرف کلمہ کُن کا ارادہ فرمانا ہوتا ہے اور وہ کچھ' سب کچھ خود بخود مکمل ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

اگر آپ کو اب یہ یقین ہے' اس حقیقت کا یقین ہے کہ ایک اور صرف ایک اتنے چھوٹے سے خلیے سے جو ہمیں خوردبین سے بھی بمشکل نظر آتا ہے' اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سے مجھ جیسے' آپ جیسے لحیم وشحیم آدمی کو بنا دیا ہے تو پھر آپ یہ یقین بھی کر لیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قادر ہے۔

صبر آزما جدوجہد' مصائب و آلام کے طوفانوں میں ثابت قدمی کا محیر العقول پے در پے مظاہرہ کرنے کے بعد پیغمبر اسلام حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی فتوحات اور کامیابیوں کا عہد زریں شروع ہوا' اعلانِ نبوت کے بعد سے ہی ایسے ایسے معجزات رونما ہونے لگے جن کو ہر کہ ومہ دیکھ سکتا تھا اور حق کا رُخ زیبا آشکارا ہو سکتا تھا۔ لیکن کفار عرب نے تو اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی اس طرح کس کر باندھی ہوئی تھی کہ آفتابِ ہدایت کی جلوہ سامانیوں میں بھی انہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔

ان عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ شق القمر کا ہے جس کی صداقت کے بارے میں اوپر لکھ چکا ہوں اور تفصیل سے ذکر کچھ دیر بعد میں آئے گا۔

کفار و مشرکینِ مکہ نے تو تحریکِ دینِ اسلام' بانی تحریکِ دینِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو نیست و نابود یعنی کہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی بھرپور کوششیں کیں اور بار بار کیں۔ انہوں نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر حربہ آزمایا اور ناکام رہے' وہ پہلو بدل بدل کر ہر طرف سے ہر طرح تحریکِ دینِ اسلام پر حملہ آور ہوئے اور ہر دفعہ منہ کی کھائی۔

وقتِ رفتہ کے ساتھ تحریکِ دینِ اسلام زور پکڑتی گئی اور اس کے مقابلے میں مشرکین و کفار بھی اپنے ظلم و ستم ایذاء رسانیوں میں اضافہ کرتے گئے۔ تحریکِ دینِ اسلام کو روک لینے کے لیے' اسے کمزور کر دینے کی غرض سے انہوں نے مختلف اوقات میں بہت سے طریقے اپنائے' تجاویز دیں' وفود مشرکین نے ملاقاتیں کیں' حاکم اعلیٰ مان لینے کی پیش کشیں کیں لیکن ان کی کوئی سوچ' تدبیر' سکیم' منصوبہ بندی کارگر نہ ہوئی۔

انہوں نے سن نبوت کے چوتھے سال میں ایک اور مکرہ چال چلی' ایک اور علمی تاریخی منصوبہ بندی کی اور سب مشرکین نے مل کر یہ طے کیا کہ محمد (ﷺ) سے کوئی ایسے سوال پوچھے جائیں جن کا وہ جواب نہ دے سکیں تو دعویٰ نبوت جھوٹا ثابت ہو جائے گا اور پھر یہ تحریک دینِ اسلام اپنی موت آپ مر جائے گی' ہمیں اسے ختم کرنے کے لیے زحمت نہیں کرنا پڑے گی۔

بہت مشکل سوالات تلاش کرنے کے لیے مشرکین مکہ کا دو آدمیوں پر مشتمل ایک وفد خصوصی طور پر مدینہ گیا وہاں سے یہودی علماء سے اس بارے میں تفصیل سے بات چیت کی اور وہاں سے تین مشکل ترین سوالات

marfat.com
Marfat.com

اپنی قوم کی مشکلات پریشانیاں دُور کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے آئے۔
مشرکین و کفارِ مکہ کا ایک بڑا وفد وہ سوالات لے کر حضور انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سچی نبوت کے ثبوت میں ان سوالات کے جواب مانگ لیے۔
قارئینِ کرام! آپ اس واقعہ کے بارے میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں بس یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ مشرکین اپنی اس چال میں بھی بُری طرح ناکام ہوئے کیونکہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور ﷺ نے انہیں چند دنوں بعد ان کے سوالات کے صحیح صحیح جواب فرما دیئے۔
مشرکین لگاتار ایک عرصے سے ناکامیوں سے دوچار تھے لیکن وہ بھی جلدی ہار ماننے والے نہ تھے' انہیں اب تک یہ یقین ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ' اللہ کے سچے نبی ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنی فطرت وانا کے سبب فرعونیت سے باز نہیں آ رہے تھے۔ سن ۸ نبوت میں انہوں نے پھر ایک اجلاس طلب کیا اور سر جوڑ کر بیٹھے کہ اب ان سے کیا مطالبہ کریں جسے یہ کسی صورت میں بھی پورا نہ کر سکیں۔ اس اجلاس میں مکہ کے تمام سردار شریک ہوئے' قیادت کرنے والے اکابر میں سے حسبِ معمول ابوجہل' ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل' نضر بن حارث اور اسود بن عبد یغوث جیسے لوگ موجود تھے۔
زبردست بحث ہوئی آخر تان اس پر آ کر ٹوٹی کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) بہت بڑے جادوگر ہیں' زمین والوں پر جادو کر دیتے ہیں اس لیے کوئی آسمانی نشان طلب کیا جائے جس پر ان کا جادو نہ چل سکے اس مقصد کے لیے ان کی نظر چاند پر پڑی۔ چودہویں کی رات تھی' بدر نے آن بان کے ساتھ آسمان پر طلوع ہونا تھا' انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دِکھائیں۔ ظاہر ہے یہ مشکل کام ہے' وہ نہیں کر سکیں گے اور ہم دعویٰ نبوت کو جھوٹا کہہ سکیں گے اور ہمیں ان کے خلاف مہم چلانے کا بہانہ ہاتھ آ جائے گا۔ وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:
''کیا آپ (ﷺ) کوئی ایسی نشانی دِکھا سکتے ہیں جس سے ہم یہ جان سکیں کہ آپ (ﷺ) واقعی اللہ کے رسول ہیں؟'' (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)
اگر آپ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دِکھائیں' ایک ٹکڑا ''کوہِ ابوقبیس'' پر ہو اور دوسرا ٹکڑا ''کوہ قعیقعان'' پر ہو؟ حضورِ پُرنور ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ معجزہ دِکھا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ ان سب نے کہا' ہاں! ہم ایمان لے آئیں گے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)
معجزۂ شق القمر کا بیان قرآن حکیم میں سورۂ قمر کی آیات ایک اور دو میں ہے:
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○
''پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو

Marfat.com

جادو چلا آتا۔"

پہلی آیت کے شروع میں ان الفاظ "پاس آئی قیامت" سے بعض ناسمجھ لیکن اپنے آپ کو دانشور سمجھنے والے یہ معنی لیتے ہیں یا اس آیتِ مبارکہ کو یہ معنی پہنا دیتے ہیں کہ یہ تو اس وقت کے بارے میں بیان ہے (چاند کے ٹکڑے ہو جانے کا) جب قیامت نزدیک ہوگی حالانکہ ایسے لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے بارے میں قرآنِ حکیم میں یہ کئی جگہ ارشاد ہے سورہ احزاب آیت 63 میں ہے:

یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ط وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا ○

"قیامت نزدیک ہے، تمہیں کیا خبر کہ قیامت نزدیک آ لگی ہو۔" (سورۂ احزاب آیت ۶۳)

اور دوسرا نقطہ جو بہت اہم ہے اور ایسے دانش وروں (ناسمجھ لوگ خودساختہ دانش ور) کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت سے پہلے اجرامِ فلکی چاند، سورج، ستارے، زمین نے اجتماعی طور پر ٹوٹنا ہے بلکہ قیامت کے دن (اس کی طوالت کا پتہ نہیں ہے) سب اجرامِ فلکی نے بحکم قادرِ مطلق یک دم ٹوٹ جانا، ریت وغبار بن جانا ہے۔ اس میں ہماری زمین، چاند، ستارے، سورج، زمین پر مضبوط بلند و بالا پہاڑ بلکہ سب کچھ ہی شامل ہے۔

اب آپ سورہ قمر کی آیت ۲ پر غور کریں اس کے الفاظ پر غور کریں:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○

ترجمہ: "اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے چلا آتا۔"

یعنی کہ مشرکین و کفار کے خیال کے مطابق آپ ﷺ کا چاند کو دو جدا جدا ٹکڑے کرنا ایسی ہی نظر بندی ہے جیسے آپ ﷺ اس سے پہلے کرتے رہے ہیں۔

جو ناسمجھ حضرات معجزہ شق القمر کو قیامت سے ملاتے ہیں، انہیں یہ خیال ہونا چاہیے کہ روزِ قیامت جب سب اجرامِ فلکی ٹوٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ریت وغبار بن جائیں گے اس دن تو اس سماں کو دیکھ کر، اس ہولناکی کو دیکھ کر فرعون، شداد، ہامان، نمرود اور ابوجہل بھی تعلیماتِ انبیاء کرام علیہم السلام اور آسمانی کتب کی صداقت کو مان جائیں گے۔ ہر ایک کو اپنی ہی فکر پڑی ہوگی اس دن تمام انسانوں کی (اگلوں کی پچھلوں کی) جو حالت ہوگی، وہ قرآنِ حکیم کی سورۂ حج کی آیات ۱ اور ۲ اور سورۂ معارج کی آیات ۸ سے ۱۴ تک میں پڑھ لیں۔ (یہاں ان کا ترجمہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے)

ناسمجھ حضرات کے خیال خام کے مطابق اس وقت لوگ کہیں گے کہ چاند کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا جادو ہے، نظر بندی۔ میرے ناسمجھ بھائی قیامت کی ہولناکی کے سبب اس دن فرعون، شداد، ہامان، نمرود و ابوجہل تو کیا

marfat.com
Marfat.com

بڑے بڑے متقی پرہیزگار عابد بھی شروع شروع میں تو اپنے حواسوں میں نہ ہوں گے اور جب اس قابل ہوں گے کہ کچھ کہہ سکیں تو یہی کہیں گے کہ جو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ہے' جو اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن مجید' فرقانِ حمید میں فرمایا ہے' وہ سب کا سب حق ہے' سچ ہے اور اب اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ضرور بالضرور پانی ہو گی' اس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔

وہ چاندنی رات تھی' چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور حبیبِ خدا تاجدارِ کائنات ﷺ کے دستِ مبارک بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لیے اُٹھے' چاند کی طرف انگلی مبارک کا اشارہ کیا' دیکھتے ہی دیکھتے منور تاباں چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا اب دونوں ٹکڑے الگ الگ نمایاں نظر آ رہے تھے۔ سرکار دو عالم' رہبر کائنات ہادی انس و جاں حضور انور ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

''غور سے دیکھ لو اور گواہ ہو جاؤ۔''

وہ لوگ یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئے' عقلیں جواب دے گئیں۔

انہوں نے غور سے چاند کو دیکھا پھر آنکھیں ملیں پھر اسے دیکھا' وہ واضح طور پر دو حصوں میں منقسم تھا' انہوں نے پھر آنکھیں ملیں اور اس کے بعد پھر اسے دیکھا چاند واقعتاً دو ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا یہ منظر انہوں نے کافی دیر تک دیکھا' وہ اس منظر کی کوئی توجیہہ نہ کر سکے اور بے ساختہ چلا اُٹھے:

''اے محمد! (ﷺ) یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔''

ان کے نزدیک یہ ایک زبردست جادو کی کرشمہ نمائی تھی جس نے ان کی نظر بند کر دی تھی اور وہ فریب نظر کا شکار ہو گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے کھڑے کھڑے اس واقعہ کی صداقت کا ایک معیار مقرر کیا کہ مختلف مقامات سے آنے والے قافلوں کا انتظار کرو پس اگر انہوں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہو جو تم نے دیکھا ہے تو اس کا مطلب ہو گا نبی نے سچ کہا ہے اگر انہوں نے وہ کچھ نہ دیکھا ہو جو تم نے دیکھا ہے تو اس کا مطلب ہو گا' وہ جادو ہے جو اس نبی نے تم پر کر دیا ہے۔ جب ہر طرف سے مسافر آئے اور ان سے پوچھا گیا تو سب نے جواب دیا:

''ہم نے چاند کو دو حصوں میں منقسم دیکھا تھا۔''

مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے اور اسے خوفناک جادو قرار دے کر خاموش ہو گئے۔

(الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور پُرنور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ (ﷺ) سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دِکھایئے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''اگر میں ایسا کردوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟''

وہ بولے' ضرور! اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی' اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے' اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دوٹکڑے ہوگیا۔ حضورِ پُرنور ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرمارہے تھے:

''اے فلاں! اے فلاں! اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا' تمہاری فرمائش پوری ہوگئی۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کفار نے جب اس عظیم معجزے کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا:

''یہ ابی کبشہ (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔''

اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں' ہم ان سے پوچھیں گے اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے؟ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفارِ مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ' حضرت انس' حضرت ابن مسعود' حضرت جبیر ابن مطعم' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔ شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔

امام تاج الدین سبکی ابن حاجب ''المختصر'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاقِ قمر متواتر ہے اور قرآنِ کریم کی نص سے ثابت ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔'' (روح المعانی)

بعض قصہ گوؤں نے اس واقعہ پر مضحکہ خیز اضافے کیے ہیں کہ چاند حضور پُرنور ﷺ کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر باطل ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا واقعہ

marfat.com
Marfat.com

پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دُھوم مچی ہوتی اس زمانے کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ سرِ شام ہوا تھا اس لیے جزیرۂ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت سورج چمک رہا تھا' دن تھا لہٰذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رونما پذیر ہونے والا ہے تاکہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے' رات کو دنیا سو رہی ہو گی کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے' وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو۔ اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن اَن پڑھ ہو' یا کسی تعلیم یافتہ نے اسے لکھا بھی ہو اور پھر ضائع ہو گیا۔ غرض یہ کہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں' اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطباتِ مدارس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالا بار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے آ کر جڑ جائیں' یہ ناممکن ہے لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقت ور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ یہ تو کفار و مشرکین مکہ کے طلب کرنے پر معجزہ دکھایا گیا تھا جو قادرِ مطلق نے آپ ﷺ کی دعا و درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

سب سے بڑی دلیل

قارئینِ کرام! ایمان والوں کے لیے' ماننے والوں کے لیے تو وہی سب سے بڑی دلیل ہے جو اس باب کے شروع میں بیان کر دی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ جو اس عظیم کائنات کا' ہم سب کا' سب کچھ کا خالق و مالک ہے اس کے لیے چاند تو کیا پوری کائنات کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دینا بہت آسان کام ہے اور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے چاند کو جو دو لخت کیا ہے' وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے کیا ہے اور آپ ﷺ کا کرنا' اللہ تبارک تعالیٰ کا ہی کرنا ہے۔

جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالقِ حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے' وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

Marfat.com

جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع قیامت کے وقت ہوگا' قرآن کا سیاق و سباق ان کی اس توجیہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ آیت مبارک کے یہ الفاظ ان یــــروا الایة والا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا...... اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ شق قمر ہو چکا ہو۔ واللہ علی کل شیء قدیر ۔ اور اللہ تو ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قادر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تسلسل فروغ دینِ اسلام

کفار و مشرکینِ مکہ اپنی طرف سے تو بہت چالاکی اور عیاری کی چالیں چلتے تھے، تدبیریں بناتے تھے۔ کفارِ مکہ نے تو اس سنگ دِلانہ بائیکاٹ کا پروگرام اور طویل عرصے تک اس پر سختی سے پابند رہنے کا اہتمام بھی یہ سوچ کر کیا تھا کہ وہ اس طرح اسلام کی ترقی کے سامنے مضبوط بند باندھ دیں گے لیکن قدرتِ خداوندی کی شان ہی نرالی ہے کہ ان کی یہی تدبیر و سوچ اسلام کی شہرت اور اس کی مقبولیت کا باعث بن گئی جو لوگ حج، عمرہ، تجارت اور دیگر مقاصد کے لیے مکہ میں آتے تو انہیں اس بائیکاٹ کا پتہ چل جاتا۔ قدرتی طور پر ان کے دِلوں میں اس کے اسباب جاننے کی خواہش پیدا ہوتی اس طرح انہیں اس نئے دین کے بنیادی عقائد، انقلابی تعلیمات اور دلکش خصوصیات کا پتہ چلتا۔ نیز انہیں اس دینِ حق کے داعی اکمل کی دل نواز سیرت اور آلام و مصائب کے ہجوم میں اس کے معتقدین کی حیرت انگیز استقامت اور صبر کی داستانیں بھی سننے کا موقع ملتا۔

توفیقِ الٰہی جن کی دستگیری فرماتی ہے وہ تو اس دین کو قبول کر لیتے لیکن جو لوگ اس دین کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتے، وہ بھی اتنے متاثر ہوتے کہ جب وطن واپس جاتے تو اُٹھتے بیٹھتے سب کے سامنے اس نئی دینی تحریک اور اس کے حیرت انگیز عقائد کا تذکرہ ضرور کرتے۔ اس طرح اسلام کی تشہیر کا کام خود بخود انجام پذیر ہونے لگا۔ مکہ میں باہر سے آنے والا ہر نو وارد اجنبی بڑی بے تابی سے اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

مشرکینِ مکہ کا وہی رویہ

کفار و مشرکینِ مکہ دعوت و تبلیغ دینِ اسلام کو روکنے کے لیے اور باہر سے آنے والے اجنبی لوگوں کو بانیِ دین حضور پُر نور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ سے دُور رکھنے کے لیے وہی پرانے آزمودہ حربے بڑی شد و مد سے استعمال کر رہے تھے۔ اہلِ مکہ نے جب دیکھا کہ اسلام کی شہرت دُور دراز علاقوں میں پہنچ رہی ہے اور لوگ اس میں دلچسپی لینے لگے ہیں تو انہوں نے حضورِ پُر نور ﷺ کے دینِ متین کے خلاف غلط بیانی اور بہتان تراشیوں کی انتہا کر دی۔ وہ حضور انور ﷺ کو کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی ساحر کہتے۔[۱] ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ باہر سے

Marfat.com

آنے والے لوگ حضورِ پُرنور ﷺ سے متنفر ہو جائیں' نہ حضور پُرنور ﷺ کی بات سنیں اور نہ حضور پُرنور ﷺ کی مجلس میں جا کر بیٹھیں اگر کوئی اہم شخصیت مکہ میں وارد ہوتی تو اس کا اس طرح گھیراؤ کر لیا جاتا کہ اسے حضور پُرنور ﷺ کے قریب جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔

مشرکینِ مکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بہانوں بہانوں سے نو واردلوگوں کو ان راستوں سے ان جگہوں سے دُور رکھتے جہاں رسولِ کریم ﷺ سے اتفاقیہ آمنا سامنا ہو جانے کا امکان ہوتا۔ بس حرم کعبہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں جانے سے وہ لوگ جلدی یا معمولی بہانوں سے روک نہیں سکتے تھے اس میں بھی ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ نو وارد کو ایسے وقت گھر پر دعوتِ خاص کے بہانے سے نہ جانے دیا جائے جب نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ وہاں تشریف فرما ہوں۔ پھر بھی ان کے ہتھکنڈوں سے بچ بچا کر کوئی نہ کوئی خوش نصیب انسان گاہے گاہے حضورِ انور ﷺ سے شرف ملاقات پا ہی لیتا تھا۔

طفیل بن عمرو الدوسی کا قبولِ اسلام

کچھ اسی قسم کا واقعہ طفیل بن عمرو الدوسی کے ساتھ پیش آیا۔

طفیل قبیلہ دوس کا سردار تھا' اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے سارا قبیلہ اس پر جان چھڑکتا تھا اس کے اشارے پر وہ سب کچھ لٹانے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ عقل مند اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قادر الکلام اور اعلیٰ پائے کا شاعر بھی تھا اس کے اشعار اور قصائد کو سُن کر عرب کے سخن ور شاعر و ادیب سر دھنتے تھے۔ ایک دفعہ عمرہ ادا کرنے کے لیے وہ مکہ آیا۔ قریش کو اس کی آمد کا علم ہوا تو قریش کے رؤساء نے اس کی خاطر مدارت میں حد کر دی' ہر وقت اس کے ساتھ چمٹے رہتے اور اسے دعوتوں محفلوں میں مصروف رکھتے۔ اس کو حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے دُور رکھنے کے لیے ہر تدبیر بروئے کار لاتے۔

طفیل بن عمرو خود بیان کرتے ہیں کہ:

''میں جب مکہ پہنچا تو وہاں کے سرداروں نے مجھے نبی مکرم ﷺ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ بھلا چاہنے والوں کی حیثیت سے انہوں نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا:

''اے طفیل! تم ہمارے شہر میں تشریف لے آئے ہو' ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے' ہمارے اتحاد کو اس نے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہمارے حالات کو اس نے پراگندہ کر دیا ہے' اس کی گفتگو میں جادو کا اثر ہے۔ اس نے بیٹے اور باپ کو' بھائی اور بھائی کو' خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے سے جدا جدا کر دیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے' جس کا ہم شکار ہیں۔ اس لیے ہماری مخلصانہ گزارش ہے کہ اس کے ساتھ گفتگو نہ کرنا اور ہرگز اس کی کوئی بات نہ سننا۔'' (السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۰۷)

marfat.com

Marfat.com

طفیل کہتے ہیں کہ وہ لوگ بار بار مجھے یہی نصیحتیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ نہ میں ان کے پاس بیٹھوں گا اور نہ ان کی بات سنوں گا۔ حتیٰ کہ جب میں مسجد حرام میں جانے لگتا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا کہ کہیں بے خبری میں ہی ان کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

طفیل اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے خود بتاتے ہیں کہ ایک روز میں حرم شریف میں گیا' وہاں اچانک میں نے دیکھا کہ حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ کعبہ کے سامنے نماز ادا کر رہے ہیں' میں نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا اور میری مرضی کے بغیر اس کے محبوب ﷺ کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔ چنانچہ جب میں نے دل آویز کلام سنا تو میں نے اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہوئے کہا:

"میری ماں کے بچے مریں! بخدا میں ایک عقل مند آدمی ہوں اور شاعر بھی ہوں' کلام کے حسن و خوبی اور بُرے پن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس شخص کی بات سننے سے مجھے روکنے والا کون ہے؟ اگر اس نے کوئی اچھی بات کہی تو قبول کر لوں گا اور اگر کوئی بُری بات کہیں گے تو اسے مسترد کر دوں گا۔"

چنانچہ میں وہاں رُک گیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا' حضور انور ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) کی قوم نے مجھے آپ (ﷺ) کے بارے میں یہ باتیں بتائی ہیں۔ وہ مجھے حضور (ﷺ) سے ڈراتے رہے یہاں تک کہ اس خوف سے کہ آپ (ﷺ) کی آواز میرے کانوں کے پردوں سے ٹکرائے' احتیاطً میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ لیکن آج اچانک آپ (ﷺ) کی آواز میرے کانوں میں پڑی ہے جو مجھے پسند آئی ہے' میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ (ﷺ) مجھے اپنی دعوت کے بارے میں خود بتائیں تاکہ اس کے متعلق میں کچھ فیصلہ کر سکوں۔

طفیل کہتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے مجھے اسلام کے بارے میں بتایا پھر قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔

خدا کی قسم! اس سے زیادہ دل کش اور اثر آفرین کلام میں نے آج تک نہیں سنا تھا اور نہ اس دین سے بہتر کوئی اور دین میں جانتا تھا۔ میرے دل نے اس دعوت کی عظمت اور سچائی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اسی وقت حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

پھر میں نے عرض کی' اے اللہ کے نبی! ﷺ میں اپنی قوم کا سردار ہوں' سب لوگ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں' میں یہاں سے اب واپس ان کے پاس جا رہا ہوں' انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دوں گا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے' جو تبلیغ کے اس کام میں میری

Marfat.com

معاون اور مددگار ثابت ہو۔ حضورِ پُر نور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کی:

''اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما دے۔''

دولتِ ایمان اور نعمتِ یقین سے مالا مال ہو کر میں مکہ سے روانہ ہوا۔ جب اس وادی کے اونچے ٹیلے پر پہنچا جس کے دامن میں میری قوم کی بستی تھی جہاں سے نیچے والے لوگ مجھے دیکھ سکتے تھے' رات کا وقت تھا' اچانک میری آنکھوں کے درمیان سے نور چمکنے لگا جیسے کسی نے چراغ روشن کر دیا ہو۔ میں نے عرض کی' یا اللہ! اس نور کو اس جگہ سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ ظاہر فرما دے ایسا نہ ہو کہ لوگ کہنے لگیں کہ اس نے اپنے بتوں کو چھوڑا ہے جس کی سزا میں اس کے چہرے پر برص کا داغ ظاہر ہو گیا ہے۔ پھر اچانک وہ نور میری دونوں آنکھوں کے درمیان سے ہٹ کر میری سوٹی کے ایک کنارے پر جگ مگانے لگا۔ جب میں نیچے اُتر رہا تھا' میری قوم نے دیکھا کہ میری سوٹی کے ایک کنارے پر روشنی چمک رہی ہے' میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ رات بسر کی' صبح سویرے میرے باپ جو کافی بوڑھے تھے' مجھے ملنے کے لیے آئے تو میں نے کہا:

''ابا جی! آج سے میرا آپ کا تعلق ختم' آپ تشریف لے جائیں۔''

باپ نے پوچھا' بیٹا! کیا بات ہے؟

میں نے کہا' میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی قبول کر لی ہے۔ باپ نے یہ سُن کر کہا جو دین تو نے قبول کیا ہے' میں بھی اسی دین کو قبول کرتا ہوں۔ میں نے کہا' جائیے پہلے غسل کیجیے' پاک کپڑے پہنیے پھر میرے پاس تشریف لائیے' میں آپ کو اس دین کی تعلیم دوں گا جو مجھے دی گئی ہے۔ چنانچہ میرے والد گھر گئے' غسل کیا' پاک کپڑے پہنے اور واپس آئے' میں نے انہیں اسلام کے بارے میں بتایا اور انہیں کلمہ شہادت پڑھایا۔

طفیل کہتے ہیں پھر میری بیوی میرے پاس آئی' میں نے اسے بھی یہی کہا کہ یہاں سے چلی جا اب میرا تیرا کوئی تعلق نہیں۔

اس نے کہا' میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہو جائیں' ناراضگی کی وجہ کیا ہے' مجھے کوئی بات تو بتاؤ؟

میں نے کہا' اسلام نے میرے اور تیرے درمیان جدائی کر دی ہے اب تو میری بیوی نہیں رہی۔

اس نے بھی کہا کہ میں بھی وہی دین قبول کرتی ہوں جو تم نے قبول کیا ہے۔

میں نے اسے کہا کہ ذوشریٰ کی چراگاہ میں جاؤ وہاں چشمہ پر غسل کرو اور پھر آؤ۔ ذوشریٰ قبیلہ دوس کے بت کا نام تھا' اردگرد کا علاقہ اس کے لیے وقف تھا وہاں پہاڑی سے ایک چھوٹی سی آبشار آ کر گرتی تھی۔ بیوی نے وہاں جانے سے پہلے اپنے خاوند کو کہا کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' کہیں یہ دیوتا ناراض ہو کر انہیں گزند نہ پہنچائے اس بات کا بھی خیال کر لو کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ طفیل نے مومنانہ یقین سے کہا:

marfat.com
Marfat.com

"میں اس کا ضامن ہوں' تو فکر مت کر۔"

چنانچہ وہ بھی نہا کر کپڑے بدل کر آ گئی تو طفیل نے اسے بھی سلام کی تعلیم دی پھر اسے کلمہ شہادت پڑھایا۔

اپنے گھر والوں سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنے قبیلہ دوس کو دعوتِ اسلام دینا شروع کی لیکن انہوں نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کیا اور اپنے قدیم عقائد پر جمے رہے۔ میں قدرے مایوس ہو کر مکہ مکرمہ میں اپنے ہادیٔ برحق رہبر کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا' اے اللہ کے پیارے نبی! ﷺ میں نے اپنی قوم کو مسلمان بنانے کی بہت کوشش کی لیکن دنیا سے ان کی محبت اور لہو ولعب سے ان کا دِلی لگاؤ انہیں مسلمان ہونے نہیں دیتا۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم رحمتِ دوعالم ﷺ نے دعا کے لیے اپنے مبارک ہاتھ اُٹھائے اور عرض کی:

"اے اللہ تبارک تعالیٰ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے۔"

پھر مجھے فرمایا:

"تم واپس چلے جاؤ' انہیں تبلیغ کرو لیکن نرمی اور محبت سے انہیں اسلام کی طرف بُلاؤ۔"

آپ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے سرگرمِ عمل رہا یہاں تک کہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ بدر' احد اور خندق کے معرکے بھی انجام پذیر ہو گئے' ان کے بعد اپنی قوم کے نومسلموں کو لے کر میں زیارت کے لیے روانہ ہوا' ہمارا قافلہ جو قبیلہ دوس کے ستر (۷۰) اسی (۸۰) گھرانوں پر مشتمل تھا' مدینہ طیبہ پہنچا۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم سرکارِ دوعالم ﷺ خیبر کی مہم سر کرنے کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے' ہم وہاں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے' ہماری دل نوازی فرماتے ہوئے ہمیں دوسرے مجاہدین کی طرح مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی اپنی سیرت کی کتاب السیرۃ الحلبیہ میں لکھتے ہیں کہ:

"حضور پُرنور ﷺ نے حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کے قبیلہ اور حبشہ سے ہجرت کر کے خیبر میں حاضر ہونے والے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دینے سے پہلے مجاہدین خیبر سے مشورہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ انہیں بھی اموالِ غنیمت میں حصہ دار بنائیں۔ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے سب نے خوشی خوشی اجازت دے دی تب ان دونوں گروہوں کو اموالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔

علامہ مذکور فرماتے ہیں کہ میری تحقیق یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان دونوں گروہوں کو ان اموال سے حصہ دیا جو خیبر کے ان دو قلعوں سے حاصل ہوئے تھے جو جنگ سے نہیں بلکہ صلح سے فتح ہوئے تھے اور یہ اموال وہ اموال تھے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو بغیر لڑائی چڑھائی کے عطا کیے جنہیں اموال فیٔ کہا جاتا ہے۔ یہ اموالِ غنیمت میں سے نہ تھے اور اموالِ فیٔ کو امام وقت مجاہدین کے علاوہ دوسرے اہلِ اسلام میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ' برہان الدین حلبی جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

Marfat.com

حضرت طفیل الدوسی رضی اللہ عنہ کے دوسرے رفقاء شرف نیاز حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے لیکن وہ خدمتِ اقدس میں حاضر رہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اس پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ خانہ خدا جو جھوٹے بتوں کا مرکز بنا ہوا تھا' اسے ان نجاستوں سے پاک کیا گیا اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی وہاں عبادت کی جانے لگی۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا' یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم ہو تو میں ذوالکفین (جو عمرو بن حمہ کا بت تھا) کو جا کر نذرِ آتش کر دوں؟ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے میں وہاں پہنچا جہاں ذوالکفین کا بت نصب تھا۔ اس پر ایندھن رکھا اس کو آگ لگائی' وہ جل کر خاکستر ہو رہا تھا اور اس کا پرانا بجاری جواب ساقی کوثر کے مے خانہ سے توحید کی شرابِ طہور سے سرخوش تھا' وہ یہ شعر الاپ رہا تھا:

"اے ذوالکفین! میں تیرے پجاریوں سے نہیں ہوں' ہماری تاریخ پیدائش تیری تاریخ پیدائش سے بہت پہلے کی ہے' میں نے تیرے دل میں آگ جھونک دی ہے۔"

اس بت کو جلا کر راکھ کر دینے کے بعد پھر یہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہو گئے اور آخر وقت تک نعمتِ دیدار سے مالا مال ہوتے رہے۔ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد جب فتنہ انکارِ ختم نبوت نے اسلام کی نوخیز مملکت کو ہلا کر رکھ دیا تو حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ اپنے نوجوان فرزند عمرو کے ساتھ اس جہاد میں پیش پیش رہے' یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف فیصلہ کن معرکہ میں یمامہ کے مقام پر شہادت پائی اور ان کا فرزند داد شجاعت دیتا ہوا شدید زخمی ہوا لیکن وہ صحت یاب ہو گیا۔ آخر کار شہید باپ کا بیٹا عہد فاروقی میں یرموک کے میدان میں شہید ہوا۔ رضی اللہ عنہما۔

(السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۰۷ تا ۴۱۱ اور دیگر کتب سیرت)

رُکانہ پہلوان

رُکانہ قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ طاقت ور' دلیر اور کشتی کے فن میں بڑا ماہر تھا۔ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر مار دھاڑ بھی کر لیا کرتا تھا۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا علم تھا اور ابھی تک ایمان نہیں لایا تھا۔ کوہِ "اضم" کے دامن میں ایک شاداب وادی تھی جہاں یہ بکریاں چرایا کرتا تھا اس کی وادی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی' لوگ یہاں سے کترا کر نکل جاتے تا کہ رُکانہ پہلوان کا سامنا نہ ہو۔

ایک روز اسی وادی میں حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف لے آئے' اتفاق ایسا ہوا کہ گزرتے ہوئے رُکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور انور ہادی انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس سے فرمایا' اے رُکانہ! کیا تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کا خوف نہیں؟ کیا تم میری دعوت کو قبول نہیں کرو گے؟

اس نے کہا' اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں' وہ حق ہے تو میں

marfat.com
Marfat.com

اسے ضرور قبول کر لیتا اور آپ (ﷺ) کی پیروی کرتا۔

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا' اگر میں تمہیں پچھاڑ دوں تو کیا تم تسلیم کر لو گے کہ میری دعوت سچی ہے؟

اس نے کہا' بے شک! اسے زعم تھا کہ اس جیسے شہ زور اور قوی الجثہ' بڑے قد وقامت والے پہلوان کو پچھاڑنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں' اسے یہ گمان تھا کہ وہ چشم زدن میں حضور پُرنور ﷺ کو دبوچ لے گا۔

رُکانہ کو اپنی کامیابی کا یقین تھا اس لیے اس نے پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ وہ پرانے خیالات و نظریات کا آدمی تھا' غرور میں آ گیا اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے بولا:

''آپ (ﷺ) ہی ہیں جو ہمارے لات وعزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں۔ اے محمد! آپ (ﷺ) ہمارے معبودوں کو ناتواں ٹھہراتے ہیں اور اپنے خدا کی بڑائی بیان کرتے ہیں؟ اگر میرا آپ (ﷺ) کے ساتھ خاندانی رشتہ نہ ہوتا تو آج کشتی کی آڑ میں آپ (ﷺ) کا کام تمام کر دیتا۔''

لیکن اب آپ (ﷺ) آگے آئیں (میدان میں آئیں) اور اپنے قول کے مطابق میرے ساتھ کشتی لڑیں۔ میں اپنے خداؤں کو پکاروں گا' آپ (ﷺ) اپنے خدا کو مدد کے لیے پکاریں۔ اگر آپ (ﷺ) غالب آ گئے تو میں آپ (ﷺ) کو دس بکریاں دوں گا۔ حضور پُرنور تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے اطمینان سے فرمایا:

''مجھے تمہاری تجویز منظور ہے' میدان میں آ جاؤ۔''

رُکانہ عرب کا نامور پہلوان تھا' تمام پہلوان اس سے خوف کھاتے تھے' ڈرتے تھے' وہ جانور کی کھال پر تن کر کھڑا ہو جاتا پھر پہلوانوں کو حکم دیتا کہ اس کے نیچے سے کھال کھینچیں۔ اس کشمکش میں وہ کھال پھٹ جاتی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان کے ہاتھوں میں آ جاتی تھی مگر اس کے نیچے سے کھسکتی نہیں تھی۔

حضورِ انور ﷺ نے ہاتھ میں ہاتھ دیا' دستِ نبوت ﷺ سے اس کا پنجہ مروڑا تو اس کے ہوش اُڑ گئے' وہ درد سے بلبلا اُٹھا' اس کی چیخیں نکل گئیں جب حضور انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے جھٹکا دیا تو وہ خزاں زدہ پتے کی طرح جھڑ گیا' زمین پر چت آ پڑا' اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ یہ انجام اس کی توقع کے بالکل برعکس تھا اس نے اسے اتفاق پر محمول کیا اور دوبارہ کشتی لڑنے کی استدعا کی۔ دوسری بار بھی حضورِ پُرنور ﷺ نے اسے بڑی آسانی سے پچھاڑ دیا۔ اب تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی تاہم اب مزید اطمینان کے لیے اس نے آخری بار کشتی لڑنے کی خواہش ظاہر کی اس بار بھی کوئی دیر نہ لگی' وہ پلک جھپکنے میں چاروں شانے چت گر گیا۔ رُکانہ اُٹھا اور اپنے تاثرات یوں بیان کیے:

''یہ سب کچھ آپ (ﷺ) نے نہیں کیا بلکہ آپ (ﷺ) کے غالب وقادر اور حکیم رب نے آپ (ﷺ) کی امداد کی ہے اور میرے خداؤں نے میری کوئی مدد نہیں کی۔''

Marfat.com

چونکہ آپ ﷺ نے مجھے تین بار پچھاڑا ہے اس لیے تیس (۳۰) بکریاں لے جائیں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا:

''اے رُکانہ! مجھے تمہارے مال سے کوئی دلچسپی نہیں البتہ تجھے اسلام کی پھر دعوت دیتا ہوں' اسلام لے آؤ' سلامت رہو گے اور آگ میں جلنے سے بچ جاؤ گے۔''

اس نے کہا:

''میں اسلام نہیں لاؤں گا ہاں اگر آپ (ﷺ) اپنی سچائی کی کوئی اور نشانی پیش کر دیں تو اس موضوع پر غور کیا جا سکتا ہے۔''

حضورِ انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا:

''اگر تیرے دل میں خدا کا خوف ہو اور تو میری دعوت کو قبول کرنے کا وعدہ کرے تو میں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز تمہیں دِکھانے کے لیے تیار ہوں۔'' پوچھنے لگا' وہ کیا؟ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' میں تیری رہنمائی کے لیے یہ سامنے جو درخت کھڑا ہے' اسے بُلاتا ہوں' وہ ابھی میرے پاس آ جائے گا۔ وہ سراپا حیرت بن کر کہنے لگا' اچھا! بُلایئے! حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے درخت کو حکم دیا' وہ چلتا ہوا حاضرِ خدمت ہو گیا۔

رُکانہ بولا' بہت خوب! واقعی بہت بڑی نشانی ہے اب اسے حکم دیں کہ واپس چلا جائے اور پہلی حالت میں آ جائے۔ حکم سنتے ہی وہ واپس مڑا اور جا کر پہلے کی طرح زمین میں اپنی جگہ پر ساکت و جامد ہو گیا' گڑ گیا۔ رُکانہ کے دل میں اب بھی ایمان قبول کرنے کے لیے کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی۔ وہ سوچوں میں گم ہو گیا اور بولا' اے محمد! ﷺ آج تک کسی نے زمین کے ساتھ میری پیٹھ نہیں لگائی' اس حقیقت سے مکہ کے مرد و زن اور پیر و جواں سب واقف ہیں' آج میں اپنے دل ہی میں بڑی خفت اور شرمندگی محسوس کر رہا ہوں' مجھے گرا کر آپ (ﷺ) نے تو میرے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ وعدے کے مطابق بکریاں لے لیں' میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے بے نیازی سے فرمایا' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں' یہ اپنے پاس رکھو۔

رُکانہ پہلوان دامن جھاڑتا ہوا وہاں سے اُٹھا۔ اس کا شرمندگی سے سر اوپر نہیں اُٹھ رہا تھا' سیدھا اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں کہنے لگا' اپنے صاحب (محمد ﷺ) کے جادو کے بل پر تم اہلِ زمین پر غالب آ سکتے ہو۔ میں نے آج تک ایسا زبردست جادوگر کوئی نہیں دیکھا پھر اس نے اپنا واقعہ ان سب کے سامنے من و عن یعنی کہ جیسا حقیقت میں اس کے ساتھ ہوا تھا' انہیں سنایا۔ (السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

جب آپ ﷺ وادیٔ اضم سے باہر نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نظر آئے' وہ آپ

marfat.com

Marfat.com

ﷺ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی' عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ! ﷺ یہ رُکانہ کی وادی ہے' وہ متعصب قسم کا دشمن ہے اگر دیکھ لیتا تو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا' آپ ﷺ ادھر تنہا تشریف نہ لایا کریں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا' آج اس سے نہ صرف سامنا ہوا اور باتیں ہوئیں بلکہ کشتی بھی ہوئی اور ہم نے اسے تین مرتبہ پچھاڑا۔ ان حضرات (رضی اللہ عنہما) کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی اور چونکہ حقیقت شناس تھے اس لیے دوسرے ہی لمحے بات کی تہہ تک پہنچ گئے کہ اسے اعجازی قوت کے ساتھ پچھاڑا گیا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۳۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ ۳۳۷)

ایک دوسری روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں' آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رُکانہ نے ایک مرتبہ پچھاڑنے پر سو بکریاں دینے کا وعدہ کیا تھا اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ پچھاڑ کر تین سو بکریاں جیت لیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس کی بکریاں واپس کر دیں۔"

ڈاکٹر حمید اللہ نے جو حوالہ دیا ہے اس میں ہے' وہ اتنے بڑے نقصان پر رونے لگ گیا تھا جس پر آپ ﷺ نے اس کی ساری بکریاں واپس کر دیں۔ (رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صفحہ ۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' رُکانہ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے معجزے اور اخلاق سے متاثر ہو کر کہا:

"اے محمد! ﷺ آج سے پہلے کسی نے زمین کے ساتھ میری پشت نہیں لگائی تھی اور آپ (ﷺ) سے زیادہ کوئی شخص بُرا نہیں لگتا تھا لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ معبود برحق ہے اور آپ (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔" (البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو پہلے اس طرح لکھا ہے اس کے بعد "قُلْتُ" یعنی میں کہتا ہوں' لکھ کر ابوبکر الشافعی کی روایت باسناد مضبوط وصحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں ذکر کی ہے

کہ یزید بن رُکانہ نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے یکے بعد دیگرے تین بار کشتی لڑی اس نے کہا تھا کہ اگر آپ (ﷺ) مجھے گرا لیں تو میں آپ (ﷺ) کو ایک سو بکریاں دوں گا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے تین بار اسے پچھاڑ دیا جب وہ تیسری مرتبہ چاروں شانے چت زمین پر گرا تو کہنے لگا' یا محمد! ﷺ آج تک کسی نے میری پشت زمین سے نہیں لگائی' آج سے پہلے آپ (ﷺ) سے زیادہ مجھے مبغوض (ناپسند' بُرا) کوئی نہیں تھا لیکن آج آپ (ﷺ) سب سے اچھے ہیں اور میں صدقِ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ اس کی چھاتی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی بکریاں اسے واپس کر دیں۔

(السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۳)

Marfat.com

حضرت ضماد ازدی رضی اللہ عنہ

ازدشنوءۃ عرب کے نامور قبیلوں میں سے ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا ایک رئیس ضماد ازدی مکہ آیا' یہ ان مریضوں کو دَم کیا کرتا تھا جنہیں آسیب یا جنات کی تکلیف ہوتی تھی۔ اسے یہاں کے چند احمقوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا کہ انہیں آسیب کی تکلیف ہے۔ وہ بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں' انہیں غشی کے دورے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک نئے مذہب کا پراپیگنڈہ بھی بڑے زور وشور سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے سارے شہر میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں۔ ایسے بیماروں کے لیے تیرا دَم بڑا اکسیر ہے اگر تم ان کو دَم کرو' تیرے دَم سے وہ صحت یاب ہو جائیں تو ساری قوم تیری شکرگزار ہوگی۔

اس نے دل میں طے کیا کہ اگر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں ضرور اسے دَم کروں گا۔ شاید اللہ تبارک تعالیٰ اسے میرے ذریعے شفایاب کردے۔ چنانچہ اس نے ایک روز حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم کے صحن میں بیٹھے دیکھا۔ وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس آسیب کا بڑا آزمودہ اور کامیاب دَم ہے' اللہ تبارک تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' میرے دَم سے اس کو صحت بخش دیتا ہے' کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مرضی ہے کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دَم کروں۔

اس کی یہ بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں گویا ہوئے:

''تمام تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہیں' ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں' اسی سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جو خود اپنے عمل کی وجہ سے گمراہ ہو جائے اس کا کوئی ہادی نہیں ہوتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب بندے اور رسول ہیں۔''

ضماد یہ کلماتِ طیبات سُن کر بے خود ہو گیا اور عرض کی' ایک بار پھر یہ ارشاد دہرایئے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فرمائش پر تین بار ان کلمات کو دہرایا' انہیں سننے کے بعد ضماد کہنے لگا:

''میں نے کاہنوں' جادوگروں کے اقوال سنے' شعراء کے اشعار سنے لیکن میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان کلمات کی مثل کوئی کلام نہیں سنا' ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں۔''

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک بڑھایا اس نے بیعت کر لی پھر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے نہیں بلکہ تیری قوم کی طرف سے بھی ہے اس نے کہا' بے شک! یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی قبول فرمائیں۔

(السیرۃ الحلبیہ' امام محمد ابوزہرہ جلد ا صفحہ ۳۲۹)

marfat.com

Marfat.com

مکہ میں وفد نجران کی آمد اور ان کا قبولِ اسلام

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو تقریباً بیس (۲۰) افراد پر مشتمل تھا' مکہ مکرمہ میں بارگاہِ رسولِ کریم ﷺ میں حاضری سے مشرف ہوا۔ نجران مکہ اور یمن کے درمیان ایک شہر کا نام ہے' ان لوگوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا ذکرِ خیر ان مہاجرین سے سنا تھا جو اہلِ مکہ کے جور وستم سے تنگ آ کر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ یہ وفد جب مکہ پہنچا تو اس وقت سرکارِ دوعالم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے' یہ لوگ وہیں حاضر ہو گئے اور جو سوالات اور شبہات ان کے دل میں کھٹک رہے تھے' وہ ایک ایک کر کے پوچھتے گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ان کا جواب ارشاد فرماتے گئے۔

قریشِ مکہ اپنی اپنی مجالس میں بیٹھے ان نو واردوں کے احوال و اعمال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب وہ اپنے سوالات عرض کر چکے اور ان کے تسلی بخش جوابات سُن کر ان کے دِلوں کو اطمینان حاصل ہو گیا تو اب ہادیٔ برحق رہبر کائنات ﷺ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآنِ کریم کی چند آیات بینات کی تلاوت فرمائی جب انہوں نے کلامِ الٰہی سنا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

تلاوت ختم ہوئی تو ان سب نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت کر لی۔ ان کو یقین ہو گیا کہ جس نبی منتظر کے بارے میں وہ اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے' بلاشبہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں۔ جب نورِ ایمان سے اپنے تاریک دِلوں کو منور کر چکے تو اجازت طلب کی اور واپس جانے لگے۔ یہ لوگ ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ کفارِ قریش نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ ابوجہل نے افسوس' طعن و ملامت کی بوچھاڑ شروع کر دی اور انہیں کہا:

''اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے قافلے کو تباہ و برباد کرے' تمہارے پیچھے جو تمہارے ہم مذہب ہیں' انہوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے تاکہ اس شخص کے حالات کا مشاہدہ کرو اور پھر واپس جا کر انہیں ان حالات سے خبردار کرو۔ جوں ہی تمہیں یہاں محمد (ﷺ) ان کی محفل میں بیٹھنے کا موقع ملا تو فوراً تم نے اپنا دین ترک کر دیا اور جو کچھ اس (ﷺ) نے کہا اس کی تصدیق کر دی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ تم سے زیادہ احمق اور بے وقوف کارواں ہم نے کبھی دیکھا ہو۔''

انہوں نے افسوس' طعن و ملامت کے تیروں کی اس بوچھاڑ کو بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کیا اور انہیں صرف اتنا جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ جاہلوں' اُجڈوں کی طرح گفتگو کرنا نہیں چاہتے جو نعمت ہمیں ملی ہے' وہ ہمیں نصیب رہے اور جس راستے پر تم گامزن ہو' تم اس پر قائم رہو' ہمیں تم سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ یہ خوش بخت اور خوش نصیب کارواں دارین کی سعادتوں کے خزانے اپنے دِلوں میں سمیٹے اپنے وطن واپس

Marfat.com

چلا گیا۔

ان ہی کے بارے میں سورہ مائدہ کی آیت 83 نازل ہوئی:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ج یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ○

ترجمہ ''جب سنتے ہیں (قرآن) جو اُتارا گیا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف تو تو دیکھے گا ان کی آنکھوں کو کہ چھلک رہی ہوتی ہیں آنسوؤں سے اس لیے کہ پہچان لیا انہوں نے حق کو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے پس تو لکھ لے ہمیں (اسلام کی صداقت کی) گواہی دینے والوں میں۔''

(سورۃ المائدہ آیت ۸۳)

علامہ حلبی نے تو سیرتِ حلبیہ میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ وفد نجران کے عیسائیوں کا تھا لیکن امام ابن ہشام نے تحریر کیا ہے کہ یہ نصاریٰ حبشہ کے رہنے والے تھے وہاں ان کی ملاقات مہاجرین سے ہوئی' زیارت کا شوق انہیں کشاں کشاں مکہ لے آیا یہاں دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر واپس چلے گئے۔

(السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۱۸' ۴۱۹)

ہائے رے بدنصیبی

قارئینِ کرام!

' اللہ تبارک تعالیٰ کی شان' اس کا نظام' اس کی قدرت کہ کہیں تو دُور دُور سے طویل عرصے تک رہنمائی کرتا لاتا ہے اور وہ بالآخر ہدایت دے دیتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی کی مثال لیجیے کہ وہ کہاں سے چلے' کتنے کتنے طویل و دشوار گزار فاصلے طے کیے۔ کہاں کہاں پہنچے' کتنے دین راہِ حق کی تلاش میں اختیار کیے اور کتنے دینی رہنماؤں کی خدمت کی۔ عمر عزیز کے کوئی چالیس (۴۰) پچاس (۵۰) سال صرف حق کی تلاش میں بہت طویل سفر کرتے ہوئے گزارے۔ راہِ حق کی تلاش میں بکے اور پھر مزدور بن کر یثرب پہنچ کر بھی تیرہ (۱۳) سال انتظار کیا اور آخر کار چشمہ ہدایت سے جی بھر کے سیراب ہوئے اور اپنی مراد فلاح دارین پا گئے۔

اور کہیں اس کے بالکل برعکس دیکھیں کہ ابوجہل اور اس کے ہمنوا دیگر سرداران مکہ شب و روز حضور پُر نور نبی کریم رؤف الرحیم صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رہے' دیکھتے رہے' سنتے رہے اور حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق' رسولِ برحق جانتے ہوئے بھی دولتِ ایمان سے محروم رہے۔

اور کہیں یہ کہ حق اور راہِ حق کو جان کر' پہچان کر اس سے ہدایت پانے کے لیے اس کی طرف گامزن ہوئے اور راستے میں شیطان نے بہکا دیا اور فلاح دارین سے یکسر محروم کر دیا۔

درج ذیل واقعہ ایک ایسے ہی شخص کا ہے کہ وہ اپنے گھر سے اس ارادے سے چلا کہ حضور پُر نور نبی کریم

marfat.com

Marfat.com

رؤف الرحیم ﷺ سے مکہ میں خود ملاقات کرے گا اور اسلام لائے گا۔ چلنے سے پہلے اس نے دینِ اسلام اور بانی دین اسلام (ﷺ) کی خوبیوں کے بارے میں کئی خوب صورت اشعار لکھے اور ان میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار بھی خوب کیا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ اسے راستے میں شیطان کے چیلے مل گئے اور وہ ان کی دنیا داری کی باتوں میں آ گیا اور یوں وہ نورِ نبی (ﷺ) سے منور ہونے کے بجائے اور ضلالت و ظلمتوں میں ڈوب گیا۔ جنت کے قریب آتے آتے دوزخ کے گڑھے میں گر گیا۔

دیدہ بینا کے لیے اس واقعہ میں بہت سبق ہیں۔ اور میں اسے اسی نیت سے یہاں بیان کر رہا ہوں۔ کاش کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی ان بیش بہا نعمتوں کا صحیح معنوں میں ادراک کر سکیں اور ان کے لیے خلوصِ دل سے اپنے رب کے شکر گزار ہوں اور اس کے شکر گزار بندے بنیں۔ آمین!

اعشیٰ بن قیس کا وہ واقعہ حسب ذیل ہے

قبیلہ بن بکر بن وائل کا ایک رئیس جس کا نام اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ تھا' وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے روانہ ہوا اس نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا جس میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی شان رفیع اور خصالِ حمیدہ کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات عقیدت و محبت کا اظہار بھی بڑی وارفتگی سے کیا تھا۔

جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکین سے اس کی ملاقات ہوگئی' انہوں نے پوچھا' اے اعشیٰ! کدھر کا قصد ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ انہوں نے اسے کہا' یا ابا بصیر! (یہ اعشیٰ کی کنیت تھی) تم اسلام قبول کرنے تو جا رہے ہو لیکن تمہیں علم ہے کہ اس مذہب میں زنا قطعاً حرام ہے' تم اس کے بغیر کیسے صبر کر سکو گے؟ اس نے کہا' بخدا! اب مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں رہی۔

انہوں نے دوسرا وار کیا' کہا اسلام تو شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے' کیا تم شراب سے اجتناب کر سکتے ہو؟ یہ سُن کر وہ گھبرایا' کہنے لگا:

''بے شک یہ چیز بڑی مشکل ہے نفس اس پر شاید قادر نہ ہو۔''

پھر کہنے لگا' اچھا اب تو میں واپس جاتا ہوں' ایک سال اس مسئلے پر غور کروں گا' آئندہ سال پھر آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا۔ چنانچہ بدبختی اسے واپس لے گئی لیکن موت نے مہلت نہ دی کہ وہ آئندہ سال حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتا اور کفر کی حالت میں ہی وہ عالمِ آخرت کو سدھارا۔ (السیرۃ النبویہ' ابن ہشام جلد ا صفحہ ۳۱۶)

Marfat.com

حزن وملال کا سال

شعب ابی طالب کی محصوری سے پیغمبر اوّل وآخر واعظم رحمتِ دوعالم ﷺ اور حضور ﷺ کے ہمراہیوں کی رہائی نبوت کے دسویں سال میں ہوئی۔ مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق یہ مدت تین سال تھی جس کا آغاز ماہِ محرم نبوت کے ساتویں سال سے ہوا تھا اور محمد بن سعد کی روایت یہ ہے کہ یہ مدت دو سال تھی بہرحال اس طویل عرصہ میں محصورین کو جن مصیبتوں' دشواریوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بارے میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

ان جاں گداز اور روح فرسا تکالیف کے باوجود حضور انور سرکارِ دوعالم ﷺ کا شوق تبلیغ کم نہیں ہوا بلکہ ان مصائب نے اس میں اضافہ ہی کیا' ذوق وشوق میں افزائش ہی ہوئی۔ ظالمانہ حصار کے ٹوٹ جانے کے بعد رہبر کائنات ہادیٔ برحق ﷺ نے اپنا فریضہ رسالت پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اب حالات قدرے پُرسکون رہتے اور حضور پُرنور ﷺ پوری قوت اور پوری یک سوئی سے گم کردہ راہ مخلوق کو صراطِ مستقیم کی طرف راہبری کرتے لیکن قدرتِ الٰہی کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔

اس محاصرے کو ختم ہوئے ابھی پورا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مشفق ومہربان چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ داغِ مفارقت دے کر عالمِ جاوداں کو سدھارے۔ قلب وجگر کو پارہ پارہ کر دینے والے اس صدمہ پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی پیک اجل کو لبیک کہا اور فردوس بریں میں جا کر فروکش ہو گئیں۔ یہ دو صدمے سرکارِ دوعالم ﷺ کے قلب مبارک کے لیے بڑے غم انگیز اور اندوہناک صدمے تھے اس لیے اس سال کو ''عام الحزن'' (غم واندوہ' حزن وملال کا سال) کے نام سے موسوم کیا گیا۔

بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی وفات پہلے ہوئی اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے آپ کے بعد انتقال کیا' لیکن صحیح قول یہی ہے کہ پہلے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اور ان کے چند روز بعد اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

مشہور قول یہ ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پہلے ہوئی' یہ

marfat.com
Marfat.com

دونوں وفاتیں ایک سال میں ہوئی اور ہجرت سے تین سال پہلے ہوئیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد۲ صفحہ ۵۶۳)

وفات حضرت ابو طالب

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے انتقال پُر ملال کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر اولین سیرت نگار ابن اسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب مشرکینِ قریش کو آپ کی بیماری کا علم ہوا تو انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ حمزہ، عمر بن خطاب جیسے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ کی دعوت آہستہ آہستہ قریش کے جملہ قبائل میں بھی اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ اُٹھو سب ابو طالب کے پاس چلیں اب ان کا آخری وقت ہے شاید ان کی کوشش سے ہمارے درمیان اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کچھ مفاہمت ہو جائے۔ کچھ ہم ان کی باتیں مان لیں، کچھ وہ ہماری باتیں مان لیں اس طرح ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا۔ آخر میں انہوں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔''

''ورنہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے۔''

یہ طے کرنے کے بعد مکہ کے رؤسا میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، ابو سفیان بن حرب اور چند دوسرے آدمی مل کر حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بایں الفاظ اپنی حاضری کا مدعا بیان کیا۔

اے ابو طالب! ہمارے دِلوں میں آپ کی جو قدر و منزلت ہے اس سے آپ باخبر ہیں۔ اب آپ کی یہ حالت ہے، ہم آپ کے بارے میں طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا ہیں، ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو نزاع ہے، وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے، ہماری خواہش ہے کہ آپ انہیں بُلائیں اور ہماری اور ان کی صلح کرا دیں۔ کچھ ہماری باتیں ان سے منوائیں اور کچھ ان کے مطالبات ہمیں ماننے کا حکم دیں تا کہ وہ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہم انہیں کچھ نہ کہیں۔ وہ ہمارے حال پر رہنے دیں، ہم جانیں اور عقائد اور ہم ان کو ان کے حال پر رہنے دیں، وہ جانیں اور ان کے نظریات۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلانے کے لیے آدمی بھیجا، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا ''اے میرے بھائی کے فرزند! تیری قوم کے یہ سردار یہاں جمع ہوئے ہیں تا کہ کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر تمہارا جھگڑا طے ہو جائے اور آئندہ تم صلح و امن سکون سے زندگی بسر کرو۔''

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، اے محترم چچا! انہیں فرمائیں میری صرف ایک بات مان لیں، سارے عرب کے بھی یہ مالک بن جائیں گے اور سارا عجم بھی ان کا باج گزار بن جائے گا۔

ابو جہل جھٹ بولا ''نعم وابیك وعشر کلمات یعنی تیرے باپ کی قسم! ایک بات نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

ایسی دس (۱۰) باتیں بھی کہیں تو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' کہو:

''عبادت کے لائق کوئی نہیں سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے اور اس کے بغیر تم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو' ان کو پرے پھینک دو۔''

یہ سُن کر ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں اور کہنے لگے:

''یا محمد (ﷺ) تم چاہتے ہو کہ ہم بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کو مانیں' یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے۔''

آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص تمہارا کوئی مطالبہ تسلیم نہیں کرے گا' چلو چلیں۔ تم اپنے عقیدہ پر پکے رہو یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے پر ناراضگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! باخدا میں نہیں دیکھتا' سمجھتا کہ تم نے ان سے کوئی ناحق مطالبہ کیا ہے یا ناحق بات کی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے کہا بخدا! اے میرے بھائی کے بیٹے! میں نہیں سمجھتا کہ تم نے ان سے کوئی ناحق مطالبہ کیا ہے۔ (یا ناحق بات کی ہے)

قارئینِ کرام! ان دونوں روایت کا اردو ترجمہ ایک ہی بنتا ہے' عربی زبان میں پہلی روایت میں لفظ شطط آیا ہے اور دوسری روایت میں لفظ شطط کی جگہ شحط آیا ہے۔ اس لیے یہ دو مختلف روایت ہو گئیں۔ لفظ شطط اور شحط دونوں ہم معنی ہیں اس لیے ان دونوں کا ترجمہ میں نے ناحق مطالبہ یا ناحق بات کیا ہے۔

آپ کی یہ بات سُن کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دل میں ان کے بارے میں امید پیدا ہوئی اور انہیں فرمایا:

اے چچا! آپ یہ کلمہ (نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں) کہیے اس سے قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت روا ہو جائے گی۔''

انہوں نے جواب دیا:

''اے میرے بھتیجے! اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد تمہیں اور تیرے بھائیوں کو لوگ مطعون کریں گے اور قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے ڈر سے پڑھا ہے تو میں ضرور پڑھتا اور میں یہ کلمہ صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے پڑھتا۔''

جب موت کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے ہیں' انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے کان لگا کر سنا اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے عرض کیا:

اے میرے بھتیجے! بخدا! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے جس کے پڑھنے کا آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لم اسمع) میں نے نہیں سنا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ بسترِ مرگ پر دراز ہو گئے اور ان کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی' انہوں نے صنادید (سرداران) اور اکابرینِ مکہ کو اپنے پاس بُلایا اور تحریک دینِ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے کچھ حقائق بیان کیے اور آنکھیں کھولنے کے لیے انہیں کچھ نصیحتیں کیں۔

ایسی نصیحتیں کیں جنہوں نے سب پر یہ روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ عرصے سے دل و جان سے مسلمان تھے لیکن وہ کسی اپنی مصلحت کے تحت خاموش رہے۔

ایسے انداز اور خوب صورت الفاظ میں باتیں کیں' لوگوں کو سمجھایا جو تحریک دینِ اسلام' بانی تحریک دینِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ' حالاتِ حاضرہ اور مستقبل کی صحیح تصویر پیش کرتے تھے۔

ایسی نصیحتیں' باتیں اور اندازِ تخاطب کہ جس سے آپ کی اولوالعزمی' بالغ نظری حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ آپ کی شانِ فصاحت و بلاغت کے جلوے بھی نظر آتے ہیں اور جس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کا لفظی ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے گروہِ قریش! تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چُن لیا ہے' تم سارے عرب کا دل ہو' یہ اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں' شرف و عزت کے تمام مدارج تم نے پا لیے ہیں' انہیں گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہوئی۔

میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ شریف) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اسی پر تمہاری معاش کا دارومدار ہے اور اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے۔ قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا' قطع رحمی سے باز رہنا کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے' بغاوت اور سرکشی کو ترک کر دینا کیونکہ اسی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں جو دعوت دے اس کو قبول کرنا' سائل کو خالی نہ لوٹانا کیونکہ اسی میں زندگی ہے اور موت کی عزت ہے۔ سچ بولنا' امانت میں خیانت نہ کرنا' ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دِلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام کے دِلوں میں عزت۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ سارے قبیلہ قریش میں وہ صادق الامین کے لقب سے ملقب ہے اور سارے اہلِ عرب اسے صادق (الصدیق) کہتے ہیں جن خصائلِ حمیدہ کی میں نے

Marfat.com

تمہیں وصیت کی ہے وہ ان تمام کا جامع ہے۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے دُور دراز علاقوں میں رہنے والوں نے کمزور اور ضعیف لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اس کے دین کی تعظیم کی ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔ عرب کے سارے باشندے ان کے ساتھ دل سے محبت کرنے لگے ہیں اپنے دِلوں کو اس کی محبت و عقیدت کے لیے انہوں نے مخصوص کر دیا ہے اور اپنی زمام قیادت اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

اے گروہِ قریش! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ جنگوں میں اس کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔ خدا کی قسم! جو شخص اس کی راہ پر چلے گا ہدایت پا جائے گا اور جو اس کے دینِ ہدایت کو قبول کرلے گا وہ نیک بخت اور بلند اقبال بن جائے گا اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفایت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے اس کا دفاع کرتا۔''

اس وصیت کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد امام یوسف صالحی شامی جلد۲ صفحہ ۵۶۵)

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا ایمان

میں (اس کتاب کا مصنف) اس موضوع سے متعلق اپنے خیالات رائے اور اس سے نمٹنے کے اپنے انداز کے بارے میں پہلی جلد کے ایک باب ''تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو'' میں پوری وضاحت و تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

اور اس وقت اس موضوع پر میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا تھا لیکن یہ مجبوری ہے کہ زمانہ قدیم سے بہت سارے سیرت نگاروں اور علماء دین نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس کو موضوع بحث بنایا ہے اور اپنے خیالات و دلائل پیش کیے ہیں۔

میں نہ تو سلف کے لکھے ہوئے کو کسی طرح سے ختم کر سکتا ہوں اور نہ ہی اس لکھے ہوئے سے صرف نظر کر سکتا ہوں۔ اس لئے درج ذیل میں میں نے انہیں اپنے انداز سے بہترین شکل و مفہوم میں پیش کیا ہے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے عمر بھر اپنی جان سے عزیز بھتیجے کی خدمات جس وفاشعاری سے انجام دیں اس کی نظیر ڈھونڈے سے بھی ملنی مشکل ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد حضور انور نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اذیت ناک ہولناک مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ان میں آپ نے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنہا نہیں چھوڑا۔ ساری قوم کی مخالفت اور عداوت مول لی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے منہ نہیں موڑا اپنا اثر و رسوخ اپنا

marfat.com
Marfat.com

مال و متاع، اپنے اہل و عیال، سب کو حضورِ پُرنور ﷺ کے دفاع کے لیے وقف کر دیا۔

شعب ابی طالب کی طویل اور روح فرسا تنہائی میں، ساری مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا، ہر قدم پر حضورِ پُرنور ﷺ کا ساتھ دیا، ہر نازک مرحلے پر دشمنوں کے ہر وار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ اپنے خطبات میں حضورِ انور ﷺ کی مدحت سرائی کرتے رہے، ان قصائد میں ایسے اشعار موزوں کیے جنہوں نے بلغاءِ عرب اور فصحاءِ حجاز کو دم بخود کر دیا۔ ان تمام قصائد میں حضورِ انور ﷺ کی تعریف و توصیف کے ایسے سچے موتی پروئے جن کی چمک کے سامنے آسمان کے ستارے بھی ماند پڑ گئے ہیں۔ محبت و عقیدت کے پھولوں سے ایسے گلدستے تیار کیے، جن کی مہک سے آج بھی فضائے بسیط معطر ہو رہی ہے جن کی نظر افروز رنگت آج بھی آنکھوں کو ضیاء بخش رہی ہے۔

ان کے سارے کلام میں کہیں بت پرستی اور بت پرستوں کی ستائش نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کے سامنے ہمیشہ ایک چٹان بن کر کھڑے رہے جب آپ بستر مرگ پر قاصد اجل کا انتظار کر رہے تھے، اہلِ مکہ کا وفد حاضر ہو کر گزارش کرتا ہے، ہمارے درمیان اور اپنے بھتیجے کے درمیان مصالحت کرا دیجیے۔ مصالحت کے لیے حضورِ پُرنور ﷺ انہیں کلمہ شہادت پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ بگڑ کر ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں۔ ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضورِ پُرنور ﷺ کی اس دعوت کے بارے میں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یوں اظہار فرماتے ہیں:

"اے میرے بھائی کے بیٹے! خدا کی قسم! (بخدا) میں نہیں سمجھتا کہ تم نے ان سے کوئی ناحق مطالبہ کیا ہے، ناحق بات کی ہے۔"

اور دمِ واپسیں سے پہلے اپنے قبیلے کے افراد کو جو آپ نے آخری وصیت کی ہے اس کا مطالعہ ابھی آپ کر چکے ہیں صرف اس جملے پر ایک نظر ڈال لیجیے:

"اے گروہِ قریش! یہ تمہارے باپ کے بیٹے ہیں، ان کے دوست بن جاؤ، جنگوں میں ان کے حامی بن جاؤ۔ بخدا! تم میں سے جو شخص ان کے راستے پر چلے گا، ہدایت پائے گا اور جو شخص ان کی ہدایت کو قبول کرے گا، وہ سعادت مند ہو جائے گا۔"

یہ تعریف و توصیف، یہ نصیحت آمیز باتیں، یہ الفاظ اور یہ اندازِ تخاطب پکار پکار کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ دل و جان سے مسلمان تھے اور اپنی کسی ذاتی مصلحت کی بناء پر خاموش تھے۔

آپ کی باتوں سے یہ بھی خوب ظاہر ہے کہ انہیں دینِ اسلام، اسلام کی طاقت، اسلام کی دل نوازیوں، خوبیوں، رحمتوں کا خوب خوب ادراک تھا۔ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین آخری اور دائمی ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ کے بے شمار اشعار میں سے مندرجہ ذیل چند شعر پڑھئے اور ان کے کہنے والے کے ایمان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ کو آسانی ہوگی۔

۱۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی پایا ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی۔''

۲۔ ''اس گھر کے رب کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ احمد ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں' زمانے کی شدتوں اور تکلیفوں سے تنگ آ کر۔''

۳۔ ''وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بادل طلب کیا جاتا ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے۔''

وہ ہستی جس کا کردار اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ تھا اور جس کا منظوم کلام اس قسم کے نادر اشعار سے بھرا ہوا ہے' ایسی ہستی پر کفر و شرک کا الزام لگانا مناسب نہیں ہے۔

امام محمد ابوزہرہ فرماتے ہیں:

''اپنے وقت کے مقتدر عالم' جناب علامہ امام محمد ابوزہرہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی سیرت کی نادرہ روزگار کتاب ''خاتم النبیین'' میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ میں ان کی اس تصنیف لطیف کے ایک اقتباس کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں کہ شاید اس موضوع پر شک و شبہ کی جو گرد پڑی ہوئی ہے' وہ چھٹ جائے۔ مقتدر علامہ اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد اس کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

اس بحث سے ہم تین نتائج تک پہنچے ہیں' ان میں سے دو مسلمہ ہیں اور تیسرا محل نظر ہے:

۱۔ پہلا نتیجہ تو یہ ہے کہ ابو طالب رضی اللہ عنہ اسلام کے حامی تھے' حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور مسلمانوں کا دفاع کیا کرتے تھے۔ اپنے اشعار میں انہوں نے حضور پُر نور ﷺ کی دعوت کی جو مدح و ثناء کی ہے' ذاتِ رسالت مآب کے لیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جس محبت اور پیار اور شفقت کا اظہار کیا ہے اور مخالفین کی کذب بیانیوں کی جس شد و مد سے تردید کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ صادق ہیں' راشد ہیں یعنی حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سچے ہیں اور راہِ ہدایت پر ہیں۔

۲۔ دوسرا مسلمہ نتیجہ یہ ہے کہ جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضورِ انور ﷺ کے اس مطالبے کی صفائی پیش کی جو آپ نے مشرکینِ مکہ سے کیا تھا اور دعوتِ محمدی ﷺ کے بعد یہ کہیں معلوم نہیں کہ آپ نے بتوں کی توصیف کی ہو۔ ساری زندگی حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی معیت میں اذیتیں برداشت کرتے رہے' اس کے ساتھ اس پاکیزہ محبت اور اس شفقتِ ظاہرہ کو بھی ملحوظ رکھتے جو انہیں ذات

marfat.com

Marfat.com

پاک نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے تھی۔

۳- تیسرا نتیجہ جو محلِ نظر ہے، وہ یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ بے شک ایک روایت ایسی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھا اور یہ وہی روایت ہے جس کے راوی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض لوگوں نے اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مقامِ رفیع پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جھوٹ سے متہم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تبارک تعالیٰ سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ آپ کی ذات کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں خواہ اسلام سے پہلے ہی ہو کیونکہ آپ خاندانِ قریش کے سرتاج اور سردار تھے اور ایک عام عربی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

کیا آپ نے امام بخاری کی وہ روایت نہیں پڑھی جس میں ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا تاکہ حضورِ انور ﷺ کے بارے میں چند استفسارات کرے۔ ابوسفیان کہتا ہے، میں نے بہت چاہا کہ آج موقع ہے، میں سچ کے بجائے جھوٹ بولوں تاکہ ہرقل کی عقیدت حضور (ﷺ) سے ختم ہو جائے لیکن اس خوف سے میں نے سچے جواب دیئے کہ کہیں اہلِ عرب مجھے جھوٹا نہ کہنے لگیں۔ اگر ابوسفیان جیسا آدمی جھوٹ بولنے کی جسارت نہیں کرسکتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسی ہستی جو ہاشمی خاندان کا سرتاج اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا محترم چچا ہے، کیا اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا؟

امام ابوزہرہ یہاں علامہ ابن کثیر کی ایک رائے نقل کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں:

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں:

''حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ ان تمام امور میں یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ صادق ہیں، راشد ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کا دل ایمان نہیں لایا تھا اور دل کے جاننے اور ماننے میں فرق ہے۔''

علامہ ابن کثیر کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

''گویا ابن کثیر ابوطالب رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں کہ ''یہودی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ آیت ١٤٦) لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے تھے۔''

شیخ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ حافظ ابن کثیر کے اس خیال کی مخالفت کروں اور یہود کے علم کو جس طرح انہوں نے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ پر منطبق کیا ہے اس کی تردید کروں۔

میں کہتا ہوں کہ ابوطالب رضی اللہ عنہ کے علم میں اور یہود کے علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابوطالب رضی اللہ عنہ کا علم ایسا ہے جس کے ساتھ تصدیق اور یقین پایا جاتا ہے اور آپ کی ساری زندگی اور آپ کے سارے

Marfat.com

قصیدے اس بات کی تائید کرتے ہیں اس لیے میں یہ کہتا ہوں:

''کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا مشرک ہونا ممکن نہیں ہے۔''

اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ نے قریش کے اقوال کو مسترد کیا اور دعوتِ توحید کی تائید کی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر توحید اور اہلِ توحید کا دفاع کیا اور اس راستے میں جتنی اذیتیں مسلمانوں نے برداشت کیں' اتنی ہی اذیتیں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بھی برداشت کیں۔ (بلکہ اپنی ذمہ دار حیثیت کے سبب ان سے بھی زیادہ اذیتیں برداشت کیں) تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحت سے یہ کہا کہ محمد ﷺ صادق اور راشد ہیں اور اس بحث کے آخری پیرا میں فرماتے ہیں:

اب تک ہم نے جو لکھا ہے اس سے یہ صاف نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ ہرگز مشرک نہ تھے کیونکہ مشرک وہ ہوتا ہے جو بتوں کی عبادت کرے اور انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے اور آپ کی ساری زندگی اس بات کی اچھی طرح شاہد ہے کہ آپ بتوں اور ان کی پرستش کو باطل اور لغو سمجھتے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پاک ہی صرف سینے میں چھپے بھیدوں کو' رازوں کو جانتی ہے جو ظاہر ہے' وہ ہم نے لکھ دیا ہے۔

ایک گزارش

اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابلِ اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے' آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دیا جانا چاہیے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارا زورِ بیان ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں' انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو۔ ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ (روح المعانی صفحہ ۲۰' سورۂ قصص آیت ۵۵)

مولانا شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر جو لکھا ہے' وہ بھی مندرجہ بالا کا ماخذ ہے اور اس قابل ہے کہ اہلِ علم اس کا مطالعہ کریں۔ (سیرت نبوی' شبلی نعمانی صفحہ ۲۳۰' ۲۳۱)

اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پُر ملال

شفیق و مہربان چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات سے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو جو دُکھ پہنچا تھا اس کے زخم ابھی تازہ تھے کہ قلبِ نازک کو ایک اور الم انگیز صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ نبوت کے دسویں

marfat.com
Marfat.com

سال' سفرِ ہجرت سے تین سال پہلے' حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات پر ابھی صرف پینتیس (۳۵) دن گزرے تھے کہ ۱۰ ماہِ رمضان کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی وفا شعار اور غم گسار رفیقہ حیات حضرت اُم المومنین السیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پیک (قاصد' موت کا بُلاوا) اجل کو لبیک کہی۔

(النساب الاشراف' احمد بن یحییٰ جلد ا صفحہ ۴۰۵)

آپ وہ عدیم النظیر رفیقہ حیات تھیں جنہوں نے اپنے نامور شوہر اور عظیم آقا (ﷺ) کے قدموں میں صرف جان و دل کا نذرانہ ہی پیش نہیں کیا تھا بلکہ اپنی دولت و ثروت کے خزینے حضورِ پُرنور ﷺ کی رضا جوئی کے لیے بصد مسرت نچھاور کر دیئے تھے۔ جس نے اپنی پچیس (۲۵) سالہ ازدواجی زندگی کا ہر لمحہ حضورِ انور ﷺ کی راحت و آرام کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جب بھی سرکارِ دوعالم ﷺ پر کوئی کٹھن گھڑی آئی تو یہ خاتون بڑی عالی حوصلگی سے آگے بڑھیں اور اپنی فرزانگی' فراست اور عقل مندی سے حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا سہارا بنیں۔

غارِ حرا کی وہ مبارک رات جب جبرئیلِ امین بارگاہِ رب ذوالجلال والاکرام سے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کی نوید لے کر آئے اور کلامِ الٰہی سے پہلی بار حضورِ پُرنور ﷺ کو سرشار کیا اس وقت قلب مبارک پر حیرت و مرعوبیت کی جو کیفیت تھی اور جن خطرات اور اندیشوں نے ہراساں کر دیا تھا اس وقت جس انداز سے آپ نے دل داری کی اس کی مثال تاریخِ عالم میں نایاب ہے۔ آپ نے اپنے ایک جملے سے ان تمام خدشات اور خطرات کا قلع قمع کر دیا جو حضورِ انور ﷺ کو پریشان کر رہے تھے' عرض کی:

''آپ ہرگز خوف زدہ نہ ہوں' آپ کو خوش خبری ہو' خدا کی قسم! اللہ تبارک تعالیٰ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔''

پھر اس کے بعد اس کی وجوہات بیان کیں اس کے بعد حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کفر و شرک کے گھپ اندھیروں میں جب توحید کی شمع روشن کی تو کفار نے طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا۔ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پر جب بھی کفار کی دل آزاریوں' بہتان طرازیوں اور عداوت اور کینگیوں سے افسردہ خاطر ہو کر گھر تشریف لاتے تو حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی طیبہ طاہرہ خاتونِ خانہ ایسے دل آویز انداز سے حضورِ انور ﷺ کا استقبال کرتیں کہ رنج و اندوہ کے سارے بادل چھٹ جاتے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی اپنی اس پاک و مبارک بندی' اپنے محبوب کی وفا شعار خدمت گزار زوجہ محترمہ کی پُرخلوص خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور اپنی نوید رحمت سے اسے خوش و شادمان کرنے کے لیے ایک روز جبرائیل علیہ السلام کو اپنے پیارے رسول (ﷺ) کے پاس بھیجا اس سلسلے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے' وہ درج ذیل ہے:

Marfat.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور یوں عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر ابھی حاضر ہوا چاہتی ہیں۔ اس برتن میں سالن ہے جب وہ حاضرِ خدمت ہوں تو ان کو ان کے ربِ کریم کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچایئے۔ اور انہیں یہ مژدہ سنایئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے موتیوں سے بنا ہوا ایک محل جنت میں ان کو عطا فرمایا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ پریشانی۔'' (صحیح بخاری)

حضورِ پُرنور، نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ بھی ان کے بے پایاں خلوص، لازوال محبت اور بے مثال ایثار کے باعث اُم المومنین رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے اور دل سے ان کی قدر کرتے۔ ان کی زندگی میں دوسری شادی کرنے کا کبھی خیال تک نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر خیر بڑی محبت اور پیار سے فرمایا کرتے حتیٰ کہ آپ کی سہیلیوں سے بھی بڑی شفقت کا برتاؤ کرتے اور ہر موقع پر ان کا خیال رکھتے۔

حضورِ انور ﷺ کیونکہ ان کا ذکر کثرت سے فرمایا کرتے اس لیے کئی ازواجِ مطہرات کو رشک آنے لگتا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی کسی زوجہ پر غیرت نہیں آئی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کیونکہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بڑی کثرت سے ان کو یاد فرماتے اور سب کو یہ بھی بتاتے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوش خبری سناؤں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے موتیوں سے بنا ہوا ایک محل انہیں جنت میں مرحمت فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بکری ذبح فرماتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھی بھجواتے۔

مسند میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضورِ پُرنور ﷺ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے تو کثرت سے ان کی مدح وثناء فرماتے۔ مجھے ایک روز بڑی غیرت آئی، میں نے عرض کی، حضور! ﷺ آپ کیوں اس خاتون کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں جس کے دونوں ہونٹوں کے گوشے سرخ تھے حالانکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے بدلے میں حضور کو ہر لحاظ سے بہتر بیویاں ارزانی فرمائی ہیں؟ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ! اس سے بہتر اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے کوئی اور بیوی نہیں دی۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا، انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری دل جوئی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جب کہ دوسری بیویوں کو اولاد سے محروم رکھا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۸)

یہ خیال رہے کہ یہ ارشاد حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا اس وقت جب کہ اُم المومنین

marfat.com

Marfat.com

ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حرمِ نبوت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ اور نہ ابھی ان کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔

ایسی وفاشعار اور خدمت گزار' زیرک اور دانا' عالی ظرف اور بلند نگاہ' رفیقہ حیات کا اس وقت داغِ مفارقت دے جانا جب کہ دعوتِ توحید بڑے جانگسل مرحلوں سے گزر رہی تھی' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے لیے کتنا تکلیف دہ اور باعثِ رنج و غم ہوا ہوگا اس کا باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں روح فرسا حادثے ایک ہی سال میں بڑی قلیل مدت کے اندر اندر روپذیر ہوئے تھے اس لیے حضورِانور ﷺ نے اس سال کو ''عام الحزن'' یعنی ''حزن و ملال کا سال'' سے موسوم فرمایا۔ حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں وفات پائی۔ حجون کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ ابھی تک نمازِ جنازہ کا آغاز نہیں ہوا تھا' جب مرقد مبارک تیار ہوگئی' حضور پُرنور ﷺ خود اس میں تشریف لے گئے اور پھر اس مرقد میں ان کو اللہ کے سپرد کر دیا گیا۔ (انساب الاشراف' احمد بن یحییٰ جلد ا صفحہ ۴۰۶)

علامہ زرقانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف شرح المواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

''حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے اور یہ زخم ابھی ہرا ہی تھا کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی غم گسار رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بستر مرگ پر دراز ہوگئیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ساری توجہات ان کی طرف مبذول فرما دیں۔ زندگی کے اس عظیم' طویل اور آخری سفر کے خوشگوار ہونے کی نوید سنائی۔ ہر طرح سے تسلی دی' جنت سے انگور منگوا کر کھلائے اور خصوصی رحمت اور خیر و برکت کی دعاؤں کا سایہ عطا فرمایا۔ وصالِ مبارک اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لحد میں اُتارنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے اس میں خود اُترے اور اس کے بعد زندگی کی اس وفاشعار ساتھی کو آغوشِ لحد میں اُتارا۔ انوار و برکات کا توشہ ساتھ دیا اس وقت حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔ ان پے درپے صدمات کی وجہ سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس سال کو ''عام الحزن'' قرار دیا یعنی حزن و ملال کا سال۔'' (الزرقانی علی المواہب جلد ا صف ۲۹۶)

آپ کی وفاشعاری' جاں نثاری' دانش مندی اور فیاضی کا اعتراف صرف فرزندانِ اسلام کو ہی نہیں بلکہ اغیار بھی آپ کی ان صفاتِ جلیلہ کے صدق دل سے معترف ہیں۔

کونستانس جورجیو اپنی کتاب میں آپ کی خدمت میں یوں ہدیۂ عقیدت و تحسین پیش کرتا ہے:

''جس روز نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے منصب نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع دی' آپ اسی روز ایمان لے آئیں اور اسی دن سے اپنی دولت اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے خرچ کرنا شروع کر

Marfat.com

دی اور تادَم واپسیں بڑی فیاضی سے اس روش پر قائم رہیں۔ جس روز آپ نے وفات پائی' ان کے پاس کھجور کی گٹھلی میں سیاہ نشان کے برابر بھی سیم و زر نام کی کوئی چیز نہ تھی' مسلمانوں میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنی ساری دولت دعوتِ اسلامیہ کی ترقی کے راہ پر خرچ کر ڈالی' وہ دو ہستیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ دونوں بڑے دولت مند تھے اور جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

(نظرۃ جدیدہ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد' کفارِ مکہ کا انسانیت سوز رویہ

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روز سے اللہ تبارک تعالیٰ کی توحید کی دعوت کا آغاز فرمایا' قریش نے اسی روز سے دل آزاری اور اذیت رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن ان کی یہ دل آزاریاں زیادہ تر پھبتیاں کسنے' مذاق اُڑانے اور دشنام طرازیوں تک محدود تھیں۔ اگرچہ غریب مسکین بے سہارا صحابہ کرام کو وہ طرح طرح کی بدنی اذیتیں بھی دیتے تھے لیکن حضور انور' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر دست درازی کی جرأت شاذونادر ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات سے وہ بند بھی ٹوٹ گیا اور ان بدنصیبوں نے اس نبی اقدس واطہر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ظلم وستم' ایذاء رسانی کی حد کر دی۔ مشرکین نے یہ ایذاء رسانی اس متبرک ہستی کے ساتھ کیں جو دن بھر محبت بھرے انداز سے انہیں اپنے سچے پروردگار کے حضور بار یاب کرنے کے لیے سرگرم رہتا اور رات کی خاموشی میں جب ساری دنیا میٹھی نیند کے مزے لُوٹ رہی ہوتی' وہ جاگتا اور اپنے رب کریم کی بارگاہ میں رو رو کر ان کی ہدایت کے لیے دعائیں مانگتا تاکہ ان کے دونوں جہان سنور جائیں' عذاب و دوزخ سے وہ بچ جائیں اور نعیم فردوس کے مستحق قرار پائیں۔ سب کی فلاح دارین کے طلب گار کو کفارِ مکہ نے بہت زیادہ ستایا فرطِ رنج وغم کے باعث چند روز تک حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ نشین رہے' عام طور پر باہر نکلنے سے اجتناب فرماتے لیکن کچھ دنوں کے بعد نبوت کی ذمہ داریوں کے احساس نے میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا اور حسب سابق بڑی گرم جوشی سے لوگوں کو جھوٹے خداؤں کے نرغے سے نکال کر اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ مشرکین کو پہلے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا لحاظ بھی تھا اور خوف بھی جب وہ دارِ فانی سے رخصت ہو گئے تو انہوں نے جی کھول کر ہادیٔ انس و جاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر تشدد کا آغاز کر دیا۔ ایک روز حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم گزر رہے تھے' ایک کمینہ خصلت انسان نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ گیسوئے عنبریں خاک آلود ہو گئے۔ اسی حالت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ آج حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے وہ رفیقۂ حیات بھی موجود نہ تھی جس کی مسکراہٹ سے غم و

marfat.com
Marfat.com

اندوہ کے اندھیرے چھٹ جاتے تھے۔ گھر میں حضورِ پُرنور ﷺ کی صاحب زادیاں تھیں۔ انہوں نے جب اپنے پدرِ بزرگوار کو اس حالت میں دیکھا تو صبر نہ کرسکیں، شدتِ غم سے آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ ایک صاحب زادی صاحبہ پانی بھر کر لائیں، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے گیسوئے عنبریں کو دھونا شروع کیا، وہ دھو بھی رہی تھیں اور رو بھی رہی تھیں۔ حلم ووقار کے پیکر باپ نے یہ کہہ کر اپنی لختِ جگر کو تسلی دی:

''اے میری پیاری بچی! مت رؤ بے شک اللہ تبارک تعالیٰ تیرے باپ کا نگہبان ہے۔''

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۱۶، سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۲ صفحہ ۵۸۲)

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے لیے ایک ڈھال تھے، اسے ابن کثیر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ قریش بُزدل بنے رہے یہاں تک کہ ابوطالب رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔''

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

ابولہب، حکم بن ابوالعاص بن اُمیہ، عقبہ ابن ابی معیط، عدی بن الحمراء اور ابن الاصداء العذری حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پڑوسی تھے، یہ برے لوگ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے ہوتے تو بکری کی اوجھ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ پر پھینک دیتے۔ ہانڈی پک رہی ہوتی تو اس میں گندگی ڈال دیتے۔ گھر کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کرتے پھر اسے اُٹھا کر حضورِ انور ﷺ کے صحن میں پھینک دیتے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ان گندی چیزوں کو لکڑی پر اُٹھا کر باہر لاتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر صرف اتنا فرماتے:

''اے عبدمناف کی اولاد! تم ہمسائیگی کا حق ایسے ہی ادا کرتے ہو پھر اسے ایک طرف پھینک دیتے۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

ان میں سے بجز حکم بن ابوالعاص کے کسی کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔

اس سے پہلے ہم کئی واقعات لکھ آئے ہیں جن میں تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ کو مشرکینِ مکہ نے جسمانی اذیتیں پہنچائیں یا پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے ان پر ایسا رعب اور ہیبت طاری کردی کہ وہ اپنے مذموم ارادوں کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ علامہ ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اکثر وہ واقعات جیسے غلیظ اوجھ کا حالتِ نماز میں حضورِ انور ﷺ کے کندھوں پر ڈال دینا۔ پھر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تشریف لانا اور اس کو اُٹھا کر

Marfat.com

پرے پھینکنا اور پھر مشرکین کو بُرا بھلا کہنا اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو کی وہ روایت جس میں کفار کا حضور ﷺ کا شدت سے گلا مبارک گھونٹنا اور حضرت ابوبکر صدیق کا ان کے درمیان حائل ہونا اور یہ فرمانا تمہیں شرم نہیں آتی، تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ اس طرح ابوجہل ملعون کا یہ عزم کرنا کہ جب حضورِ پُرنور ﷺ حالتِ نماز میں ہوں اور سجدہ میں جائیں تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی گردن مبارک کو اپنے پاؤں سے روندے گا، پھر قدرتِ الٰہی کا اس کے ارادے کو ناکام بنانا، ان میں سے اکثر واقعات حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیش آئے۔'' واللہ اعلم (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

طبرانی، ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ لوگوں کے تیور یکلخت بدل گئے ہیں۔ ان کے رویہ میں شائستگی اور احترام کے بجائے بے مروتی بلکہ سنگ دِلی کا مظاہرہ ہونے لگا تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے بڑی حسرت سے فرمایا:

''اے چچا! کتنی جلدی میں تیرے کھو جانے کو محسوس کرنے لگا ہوں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد، امام یوسف صالحی جلد ۲ صفحہ ۵۷)

بزاز اور ابونعیم نے الفضائل میں روایت کیا ہے، ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے لوگوں سے دریافت کیا:

"ایھا الناس! اخبرونی باشجع الناس ۔"

اے لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب لوگوں میں سے زیادہ بہادر کون ہے؟

لوگوں نے کہا، ہمیں تو معلوم نہیں، آپ ہی فرمائیے! امیر المومنین نے فرمایا، سب لوگوں سے زیادہ بہادر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ایک روز دیکھا کہ قریش نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو پکڑا ہوا ہے، کوئی زدوکوب کر رہا ہے، کوئی گالیاں بک رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ تم وہ ہو جس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ اس وقت وہ لوگ اس قدر غضب ناک اور بپھرے ہوئے تھے کہ ہم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کو ان کی گرفت سے چھڑائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت تنہا کفار کے اس گروہ پر جھپٹ پڑے، کسی کو مار رہے ہیں، کسی کے ساتھ ہاتھا پائی کر رہے ہیں، کسی کو اس ذلیل حرکت پر لعن وطعن کر رہے ہیں اور یہ بھی فرما رہے ہیں:

''خدا تمہارا ستیاناس کرے، کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔''

marfat.com
Marfat.com

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو چادر اپنے اوپر لپیٹی ہوئی تھی' اسے اُٹھایا اور اتنے روئے کہ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ آلِ فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکر؟ لوگ خاموش ہوگئے۔ آپ نے انہیں جھنجھوڑا اور فرمایا' میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ پھر خود ہی جواب دیا:

''بخدا! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ کی ایک گھڑی مومن آلِ فرعون کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کا بانگ دہل اعلان کرتے تھے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد' امام یوسف صالحی جلد۲ صفحہ ۵۷۵)

الغرض اس محترم چچا کے انتقال کے بعد مشرکینِ مکہ کمینگی کی حد تک اذیت رسانی پر کمربستہ ہوگئے اور جب بھی انہیں موقع ملتا' اذیت رسانی کی حد کر دیتے۔ کوئی شخص ہادیٔ انس و جاں رحمۃ للعالمین حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کا روادار نہ تھا' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی کوشش فرماتے کہ اپنی قوم کو عمل اور عقیدہ کی پستیوں سے نکالیں اور صراطِ مستقیم پر انہیں گامزن کر دیں جو فلاحِ دارین کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ لیکن ان لوگوں نے گویا تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ کسی قیمت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سنیں گے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کریں گے۔

ان لوگوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی تبلیغ اسلام کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑی کر رہی تھی لیکن جس ہستی کے ہاتھ میں اسلام کی اشاعت کا پرچم تھا' اسے اپنی نبوت کی صداقت' اپنی دعوت کی حقانیت اور اپنے بھیجنے والے کی لازوال قوت پر اتنا پختہ اور ناقابلِ شکست یقین تھا کہ مصائب و آلام کے یہ طوفان اسے ذرا ہراساں نہیں کر سکتے تھے۔ اسے اپنے رب کریم کی حکمتوں پر اتنا بھروسہ تھا کہ حالات کی سنگینی سے وہ قطعاً خوف زدہ نہیں تھا اور دن بہ دن اس کے قدم مبارک آگے ہی بڑھ رہے تھے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود ین نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی' ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا' قیس برادر سلمیٰ زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ننھیال حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔

آپ حضرت سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ آپ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انہوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرتِ حبش کی تھی۔ حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے حبش میں انتقال کیا۔ تب حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے سن دس ۱۰ نبوی میں بعد از وفات خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کر لیا

Marfat.com

تھا۔

ابوبکراحمد بن حسین البیہقی رحمتہ اللہ علیہ ''دلائل النبوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بالکل تنہا رہ گئیں۔اب تبلیغ کی غرض سے گھر سے نکلنے سے پہلے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کی حفاظت کا بندوبست بھی کرنا پڑتا۔ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی حرضت خولہ بنت حکم رضی اللہ عنہا حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی اجازت لے کر حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور یوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔'' (دلائل النبوۃ للبیہقی،۲:۴۰۹،۴۱۲)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اُم المومنین کے درجے پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اوران کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اوراسلام کے لیے ہجرتِ حبش کرنا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محاسنِ اخلاق اور مکارمِ افعال میں ابتداہی سے معروف تھیں'انہوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

آپ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں' آپ کی ماں کا نام اُم رومان زینب ہے جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جاملتا ہے۔آپ کا نکاح شوال دس ۱۰ نبوی میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال ایک سن ا ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ ہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی یعنی کہ والدین محترم معزز دونوں ہی آپ کی ولادتِ مبارک سے پہلے دینِ اسلام کو اختیار کیے ہوئے تھے اور آپ کی پرورش بھی اسلامی شیر و ماحول میں ہوئی۔

اُمہات المومنین میں آپ ہی وہ طیبہ وطاہرہ ہیں جن کا پہلا نکاح تاجدارِ کائنات' سرورِ دوعالم حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

حدیث مبارک میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اُٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا اور میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع رب اللعالمین کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کردے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل'صحیح بخاری)

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام بارگاہِ الٰہی میں کیا گیا تھا اور حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار فرمایا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے مگر عورتوں میں صرف (حضرت) مریم دختر عمران اور (حضرت) آسیہ بنت مزاحم (زن فرعون) ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔''

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں ستارے تھے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعارِ عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ (صحیح بخاری' دیگر کتب تفسیر)

Marfat.com

اسلام، یثرب و انصار

تبلیغ و دعوتِ دین اللہ' دینِ اسلام کا کام بڑی شدومد کے ساتھ دوسری دہائی میں داخل ہو چکا تھا یعنی کہ نبوت کا گیارہواں سال تھا اور حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ظلمت و ضلالت کے ہر سو چھائے ہوئے اندھیروں کو نور کی کرنوں سے پاش پاش فرما رہے تھے۔

تحریکِ فروغ دینِ اسلام کو شروع سے ہی بہت شدید مخالفت و رکاوٹوں کا سامنا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کفار و مشرکین مکہ کی عداوت و مخالفت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن رہبر کائنات' پیغمبر بحرو بر ہادی انس و جاں ﷺ درپیش شدید ترین مشکلات' مصائب' مخالفت اور رکاوٹوں کے گھمبیر ماحول میں تبلیغ و دعوت دینِ اسلام کے کام کو بڑی خوش دِلی سے' خوش اسلوبی اور بہت ہی صبر و شکر کے ساتھ آگے بڑھا رہے تھے۔

کفار و مشرکین کی خواہشات و تدابیر کے خلاف کاروانِ اسلام اپنی منزل کی طرف خراماں خراماں رواں تھا اور کفار و مشرکین اپنی مسلسل ناکامیوں پر تلملا رہے تھے۔ وہ تحریک دینِ اسلام' فروغ دینِ اسلام کے روکنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ ان کی آتشِ انتقام بھڑک رہی تھی اور وہ جانِ تحریک پر شب خون مارنے کی تیاریوں میں مصروف تھے' عربوں کا جھوٹا تفاخر غرور و گھمنڈ ان کی جھوٹی انا بن کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ ان کی عصبیت جاگ اُٹھی' نفرت کا لاوا ان کے سینوں میں کھولنے لگا اور وہ حضور ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے لیکن تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم حضورِ انور ﷺ مفسدین کی ان ناپاک سازشوں کو خاطر میں لائے بغیر فریضۂ تبلیغ و دعوت کمال حکمتِ عملی سے سرانجام دے رہے تھے۔

حضورِ پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ اس سال بھی حسب معمول قبائل عرب کے ہر قافلے کے پڑاؤ پر تشریف لے جاتے اور انہیں توحید باری تعالیٰ کی قبولیت کی دعوت دیتے لیکن وہ قبائل گزشتہ برسوں کی طرح امسال بھی حضورِ پُرنور ﷺ کی دعوت پر بے رُخی اور بے رغبتی کا اظہار کرتے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو ان کے اسلام قبول نہ کرنے کا افسوس ضرور ہوتا کہ وہ ایمان جیسی دولت سے اپنے آپ کو محروم رکھ رہے ہیں لیکن مایوسی نام کا کوئی لفظ پیغمبر انقلاب کی لغت میں درج ہی نہیں تھا۔ دعوت و تبلیغ' فروغِ دینِ اسلام کا کام

marfat.com

Marfat.com

بڑی محنت ولگن سے جاری تھا۔ (الوفا ا: ۲۱۶)

درد وغم اور رنج والم کی تاریک رات اب سحر آشنا ہونے والی ہے' اسلام اور اس کے ماننے والوں کی بے کسی وبے بسی کی مدت اب اختتام پذیر ہوا چاہتی ہے۔ وہ وقت اب قریب آ گیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق نے اپنے محبوب بندے اور جلیل القدر رسول کے ساتھ فتح ونصرت کے جو وعدے کیے تھے' وہ پورے کیے جائیں۔ اسلام کی عظمت کا دلکش پھریرا اب اس شان سے لہرایا جانے والا ہے کہ کوئی آندھی' کوئی طوفان اس کو سرنگوں نہ کر سکے اس کے علم برداروں کا آفتاب اقبال اب طلوع ہونے والا ہے تاکہ ظلمت کدہ عالم کا گوشہ گوشہ نورِ توحید سے دمک اُٹھے۔

اہلِ مکہ کے بخت خفتہ کو بے دار کرنے کے لیے ہادی انس وجان رہبر کائنات ﷺ نے تیرہ (۱۳) سال کا طویل عرصہ رات دن اَن تھک کوشش فرمائی لیکن اہل مکہ کے گنتی کے چند خوش نصیبوں کے علاوہ کسی کو توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ اپنے ہادیٔ برحق رسولِ خدا ﷺ کی پُرخلوص دعوت کو قبول کر لیں۔ ایامِ حج میں عرب کے اکثر قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ ہادیٔ دو جہاں نبی رحمت ﷺ ان مواقع پر ہر قبیلہ کی خیمہ گاہوں میں جا جا کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے لیکن ان عقل کے اندھوں کو حق نظر نہ آیا۔

جب سالہا سال کی جاں گداز محنت کے باوجود مکہ اور اس کے گرد ونواح میں آباد قبائل میں حق قبول کرنے کے آثار کہیں دِکھائی نہ دیئے تو اللہ تبارک تعالیٰ کی تائید ونصرت نے ایک دُور افتادہ شہر کے قبیلوں کے دِلوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ انہوں نے بصد شوق اس دعوت کے داعی کے ارشادات کو سنا اور دل وجان سے انہیں قبول بھی کر لیا۔ یہ دو قبیلے بنی اوس وبنی خزرج کے نام سے معروف تھے جو آگے چل کر انصار اللہ وانصار رسول اللہ کے معزز لقب سے نوازے گئے۔

انہوں نے بڑے خلوص اور مردانگی سے اس دین حنیف کی تائید ونصرت کا حق ادا کر دیا جس سے صرف جزیرۂ عرب کی قسمت ہی نہیں جاگی بلکہ پوری دنیا کو' پوری کائنات کو' انسانیت کو اپنا کھویا ہوا مقامِ رفیع ووقار مل گیا۔ انصار اللہ' انصار رسول اللہ یا انصار کے زریں کارناموں اور محیر العقول' حیرت میں ڈال دینے والی خدمات کے ذکر جمیل سے پہلے قارئین کو ان سے متعارف کرانا ضروری ہے تاکہ ان کی پہچان ہو جائے۔ یہ کون لوگ تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ اور جزیرۂ عرب کے قبائل میں ان کا کیا مقام تھا؟

علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ انصار جمع ہے اس کا واحد ناصر ہے لیکن یہ جمع خلاف قیاس ہے ہاں اگر ناصر کا الف حذف کر دیا جائے تو پھر فعل کی جمع افعال کے وزن پر قیاس کے مطابق ہوگی۔ (الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۱۸۳)

یہ دو قبیلے زمانۂ جاہلیت میں انصار نہیں کہلاتے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو بارگاہِ الٰہی سے انہیں اس معزز لقب سے نوازا گیا۔

Marfat.com

''یہ دو قبیلے اوس و خزرج کے نام سے موسوم تھے' لغت میں اوس کا معنی عطیہ ہے اور خزرج' ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔'' (الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۱۸۲)

امام محمد بن یوسف صالحی نے ''سبل الھدیٰ والرشاد'' میں ان کے شجرۂ نسب پر تفصیلی بحث کی ہے' لکھتے ہیں:

''اوس و خزرج دونوں بھائی تھے' حارثہ کے بیٹے تھے' ان کی والدہ کا نام قیلہ تھا' ان کا شجرۂ نسب یہ ہے:

اوس و خزرج پسران حارثہ بن ثعلبہ العنقاء بن عمرو مزیقیاء بن عامر ماء السماء بن حارثہ الغطریف بن امروء القیس البطریق بن ثعلبہ بھلول بن مازن زاد السفر بن ازد بن غوث بن مالک بن زید بن کھلان بن سبا اسمہ' عامر بن یشجب بن یعرب بن قحطان' یقطن

ان کے اجداد کے ناموں کے ساتھ بعض القاب بھی ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔

حارثہ کے باپ کے نام ثعلبہ ہے' اس کا لقب العنقاء' اس کا معنی ہے لمبی گردن والا۔

کیونکہ اس کی گردن لمبی تھی اس لیے اس لقب سے مشہور ہوا۔

اس کے باپ کا نام عمرو ہے اس کے ساتھ مزیقیاء کا لقب مذکور ہے۔ مزق یعنی پارہ پارہ کرنا' سے مشتق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو' یمن کے بادشاہوں میں سے تھا اور ہر روز دو مرتبہ لباس تبدیل کرتا تھا اور یہ رات کے وقت ان دونوں جوڑوں کو پُرزے پُرزے کر دیتا تھا۔ ان لباسوں کو دوبارہ خود پہننا بھی اسے ناگوار تھا اور یہ بات بھی اسے ناپسند تھی کہ اس کا جوڑا کوئی اور شخص پہنے۔

اس کے باپ کا نام عامر ہے اس کا لقب ماء السماء یعنی بارش کا پانی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ملک میں قحط پڑتا تو یہ اپنے خزانوں کے منہ کھول دیتا اور سارا مال رعایا کے سامنے رکھ دیتا تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے اُٹھا لے۔

اس کے باپ کا نام حارثہ ہے اس کا لقب غطریف ہے جو لغت میں سردار اور بچہ شاہین کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے باپ کا نام امرؤ القیس ہے۔''

تحقیق نسب عالی

تاریخ کے بیان میں آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اوس' وخزرج کا سلسلہ نسب قحطان تک پہنچتا ہے' یمن میں آباد تمام قبائل کا جد اعلیٰ قحطان تھا۔ علماء کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے عربی زبان میں گفتگو کی' وہ بھی قحطان تھا' ان کی اولاد کو العرب المتعربہ کہا جاتا ہے یعنی وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی تھی' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو العرب المستعربہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی مادری زبان عربی نہ تھی' انہوں نے بنو جرہم سے یہ زبان سیکھی تھی۔

عربوں کی ایک اور یعنی تیسری قسم ہے جنہیں ''العرب العاربہ'' کہا جاتا ہے اس سے مراد عاد' ثمود' طلسم'

marfat.com
Marfat.com

جدلیس عملیق وغیرہ وقبائل ہیں جو مٹ گئے ہیں جن کی نسل اب منقطع ہو چکی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ العرب المتعربہ یعنی اولادِ قحطان اور العرب المستعربہ یعنی اولادِ اسماعیل وعدنان دو الگ الگ شاخیں ہیں لیکن علم انساب کے مشہور ماہر زبیر بن بکار کی رائے یہ ہے کہ قحطان بھی عدنان کی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہے' ان کا نسب نامہ یہ ہے:

قحطان بن ہمیسع بن تیم بن نبت بن اسماعیل

صحیحین کی ایک حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' آپ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے انصار کو کہا تھا:

''اے ماء السماء کے بیٹو! یہ ہاجرہ تمہاری ماں ہیں۔''

مذکور مختصر نسب نامہ میں ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ ماء السماء انصار کے ایک دادے عامر کا لقب تھا جو کہ اوس وخزرج کا جدِ اعلیٰ تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''یعنی میری تحقیق کے مطابق یہی قول راجح ہے کہ قحطانیوں کے جدِ امجد بھی عدنانیوں کی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۳)

ایک دوسری روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسلم اور خزاعہ کے قبیلے باہمی تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے' حضورِ پُرنور' عالم خفا وغیوب مخبر صادق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے' فرمایا:

''اے اسماعیل کے فرزندو! خوب تیر اندازی کرو۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے قبیلہ اسلم اور خزاعہ یمنی قبائل ہیں جو قحطان کی ذریت سے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دادا منذر بن عمرو کے یہ اشعار بھی زبیر بن بکار کی رائے کی تائید کرتے ہیں:

''ہم نے ابن عامر سے جو ہمہ صفت موصوف سردار تھا اور حارث سے جو رئیس اعظم تھا' وہ بزرگی ورثہ میں لی ہے جس کی بنیادیں بہت گہری ہیں۔''

اور نبت بن مالک اور نبت بن اسماعیل سے وہ کمالات ورثہ میں لیے ہیں جو تبدیل نہیں ہوئے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عمرو بن عامر اور حارثہ' حضرت اسماعیل کے فرزند نبت کی اولاد میں سے تھے۔

یثرب

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقام کے جغرافیہ سے قارئین کو تفصیل سے آگاہ کروں جسے اللہ تبارک تعالیٰ

Marfat.com

نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کے لیے بطورِ ہجرت گاہ منتخب فرمایا تھا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا مقامِ ہجرت یعنی یثرب مکہ مکرمہ سے کم و بیش دو سو اسی (۲۸۰) یعنی کہ تقریباً ۴۵۰ کلومیٹر میل شمال میں تھا۔ یہی مقام ہے جس نے مدینہ منورہ کے مقدس نام سے قلوبِ عالم کے لیے دائمی جلوہ آرائیوں اور انوار پاشی کا شرف پایا۔ یہ پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع مستطیل ہے جس کا طول بارہ (۱۲) میل یعنی کہ تقریباً ۱۹ کلومیٹر اور عرض کسی قدر کم ہے۔ اس کے جنوب میں جبل عیر ہے جو خاصا بلند ہے اور شمالی حد پر جو پہاڑ ہے اس کا نام جبلِ اُحد ہے۔ دائیں بائیں یعنی شرقاً غرباً لاوے کی دیواریں ہیں جنہیں ''لابتین'' یا حرتین کہتے ہیں۔ مشرقی جانب حرہ واقم اور غربی جانب حرہ دبرہ ہے۔ میدان کے جنوبی اور مشرقی حصے کی سطح کسی قدر بلند ہے اس لیے یہ ''عالیہ'' یا عوالی کہلاتا ہے پھر جیسے جیسے شمالی جانب بڑھتے جائیں' سطح کسی قدر پست یا ہموار ہوتی جاتی ہے۔ میدان کے بیچ میں بھی چھوٹے بڑے ٹیلے ہیں۔ مثلاً جبل سلع جو شہر مدینہ سے قریب اور شمال کی جانب ہے اس سے آگے جبل ذباب اور مزید آگے بڑھ کر وادی قناۃ کے جنوبی کنارہ پر عینین یا ''جبل رماۃ'' ہے اس وادی کے شمال میں جبل عینین کے سامنے جبل احد ہے جو خاصا بلند اور طویل ٹیلہ ہے۔

وادیاں

میدان میں چشموں کے علاوہ وادیاں ہیں جن میں بارش کے وقت پانی بھرتا ہے جن کی مجمل سی کیفیت یہ ہے:

۱- وادی ''رانونا'' ''جبل عیر'' سے نکل کر شمال کی جانب بہتی ہے۔

۲- حرہ واقم سے ایک وادی نکلتی ہے جس کا نام مہزور ہے' ایک اور وادی یعنی ''مذینیب'' جو کوئی سات میل یا ۱۳ کلومیٹر لمبی ہے' یہ دونوں عوالی ہی میں مل جاتی ہیں اور متحدہ وادی کا نام بطحان ہے۔

۳- قبا سے تھوڑی دُور آگے بڑھ کر وادی رانونا' وادی بطحان میں مل جاتی ہے پھر یہ وادی جس کا نام بطحان ہی رہتا ہے' شہر مدینہ کے جنوبی و مغربی حصہ سے گزرتی ہوئی شمالی جانب نکل جاتی ہے۔

۴- مدینہ منورہ سے قریباً تین میل اندازاً ۵ کلومیٹر شمال میں ایک وادی مشرقی جانب سے آتی اور جبل احد کے سامنے سے گزرتی ہوئی مغربی جانب نکل جاتی ہے۔

۵- ایک وادی جبلِ عیر کے جنوب سے آتی ہے اور اس کے مغربی گوشہ نیز حرہ و برہ کے مغرب سے گزرتی ہوئی شمالی جانب جاتی ہے' یہ وادیٔ عقیق ہے۔

۶- بطحان' وادی قناۃ میں مل جاتی ہے پھر یہ دونوں جبلِ احد کے مغرب میں وادیٔ عقیق سے مل کر تھوڑے فاصلے پر ''زغابہ'' میں پہنچ جاتی ہیں جو جبلِ احد کے شمال و مغرب میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آبادیاں

اس وسیع میدان میں ایک بستی نہ تھی بلکہ بہت سی چھوٹی بڑی آبادیاں یا مواضع تھے' ان میں سے اکثر مدینہ منورہ کی توسیع میں ختم ہو گئے لیکن زیادہ تر جنوبی و مشرقی جانب ہی تھے۔

۱- قباء

مدینہ منورہ سے قریباً تین میل (اندازاً ۵ کلومیٹر) جنوب میں ہے جہاں رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر سب سے پہلے وہاں پہنچے اور چند روز قیام فرما رہے تھے' یہ اب بھی موجود ہے۔

۲- عالیہ یا عوالی

جنوب مائل بہ شرق یہ اب بھی موجود ہے۔

۳- یہود کے قبیلہ بن نضیر کی بستی

یہ بستی جبلِ عیر کے مشرق اور قبا و عوالی کے جنوب مشرق میں وادیٔ مذینیب کے جنوبی کنارے پر تھی اس سے جانب جنوب کعب بن اشرف کا قلعہ تھا۔

۴- یہودی بنی قریظہ کی بستی

عوالی میں وادیٔ مہزور کے جنوبی کنارے پر تھی۔

۵- بنی ظفر' بنی عبدالاشہل' بنی حارثہ اور بنی معاویہ کی بستیاں

حرہ واقم کے ساتھ ساتھ یکے بعد دیگرے جنوباً شمالاً واقع تھیں۔

۶- یثرب کی بستی یا قصبہ

اس زمانے میں سب سے بڑی بستی تھی جس کا نشان اب بھی جبل سلع کے شمال مغرب میں وادیٔ قناۃ' وادیٔ بطحان کے مقامِ اتصال سے قریب ملتا ہے اور وسیع میدان کی تمام آبادیاں بحیثیت مجموعی یثرب ہی کے نام سے مشہور تھیں۔

۷- قبا اور یثرب' (مدینہ منورہ) کے درمیان بھی کئی بستیاں تھیں۔ مثلاً جب حضورِ پُر نور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ قبا سے مستقل مقام کی طرف روانہ ہوئے تو بنی سالم کے محلہ میں نمازِ جمعہ ادا کی تھی وہاں مسجد الجمعہ اب تک موجود ہے۔ گویا بنی سالم کا محلہ یا آبادی اسی جگہ تھی۔

۸- جو مقام رسول اللہ ﷺ کے لیے تجویز ہوا تھا وہاں (حضرت) عبدالمطلب کے ننہال کی آبادی تھی۔ اسی آبادی میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جہاں تاجدارِ کائنات ہادیٔ انس و جاں رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ ابتدائی سات مہینے قیام فرما رہے۔ ان کے علاوہ آپ کے ہمسائے میں حضرت سعد بن عبادہ‘ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہم کے مکانات تھے۔ پھر حضورِ انور ﷺ نے وہیں زمین خرید کر مسجد تعمیر کرائی۔ نیز ازواج کے لیے حجرے بنوائے‘ آگے چل کر اسی آبادی نے شہر کی حیثیت اختیار کر لی یہی مقام مدینہ منورہ‘ مدینۃ الرسول یا مدینۃ النبی کے نام سے مشہور ہوا۔

(رسول رحمت صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۷)

یثرب کا ماحول

اب صرف یہ عرض کرنا باقی رہ گیا کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر جس آبادی نے مرکزی حیثیت حاصل کی اس کی عام کیفیت کیا تھی۔ اس کے جنوب‘ جنوب مشرق اور شمال مشرق میں کھجور کے اتنے گھنے باغات تھے جن میں سے اِکا دُکا آدمی گزر سکتے تھے مگر کسی فوج کے لیے گزرنا ممکن نہ تھا۔ نیز ان حصوں میں ہر طرف چھوٹی چھوٹی بستیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ یثرب کے شمال مشرق میں بھی جبلِ احد تک ایسے ہی باغات تھے۔ شمال کی جانب صرف تھوڑا سا حصہ ایسا تھا جہاں سے کوئی فوج مدینہ منورہ پر چڑھائی کر سکتی تھی۔ قیاس یہ ہے کہ جنگِ احزاب کے موقع پر اسی حصہ میں خندق کھودی گئی تھی جس کی حد ”آثار مدینہ منورہ“ میں شمال مشرق سے شمال مغرب تک بتائی گئی ہے۔ (رسول رحمت صفحہ ۱۶۹)

اس کو یوں سمجھ لیں کہ یثرب اپنے حدود اربعہ کے اعتبار سے قدرتی طور پر قلعہ بند شہر تھا۔ مشرق و مغرب میں دو پہاڑی سلسلے قطار اندر قطار ایستادہ تھے اور شہر پناہ کا کام دے رہے تھے۔ جنوب میں جبلِ عیر تھا اور اس کے مشرق میں گھنے جنگلات تھے۔ صرف شمال مغربی سمت سے شہر کے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا دیگر تینوں اطراف سے یہ شہر دشمن کے حملے سے محفوظ تھا۔

یثرب کے پہلے باشندے

یثرب بستی کا سنگِ بنیاد کس نے رکھا؟ اس کے اوّلین مکین کون تھے؟ اس بارے میں مؤرخین کے متعدد اقوال ہیں لیکن علامہ نور الدین السمہودی نے ”وفاء الوفاء“ میں جس قول کو ترجیح دی ہے‘ وہ یہ ہے کہ یثرب کے بانی عمالقہ تھے جو عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ انہوں نے بہت عروج حاصل کیا یہاں تک کہ وسیع و عریض رقبہ ان کے زیرِ نگین آ گیا۔ بحرین‘ عمان اور حجاز کا سارا علاقہ شام اور مصر کی حدود تک ان کی قلم رو میں داخل تھا۔ مصر کے فراعون بھی انہی کی نسل سے تھے۔ بحرین اور عمان میں ان کی نسل سے جو لوگ آباد ہوئے‘ انہیں جاسم کہا جاتا ہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

”عمالقہ میں سے جس نے سب سے پہلے یثرب کو آباد کیا اس کا نام یثرب بن مہلایل بن

marfat.com
Marfat.com

عوص بن عملیق تھا' اس کے بانی کے نام پر اس شہر کا نام یثرب مشہور ہوا۔''

(مقدمہ ابن خلدون جلد ۲ حصہ ا صفحہ ۳۹)

علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں

''یثرب میں جس نے سب سے پہلے کھیتی باڑی کی' باغات لگائے (کھجور کے درخت لگائے) مکانات اور قلعے تعمیر کیے اور زرعی فارم قائم کیے' وہ عمالیق تھے۔ ان کا نسب یہ ہے: بنو عملاق بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام'' (معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۸۴)

یہودیوں کی آمد

یہودیوں کے یثرب میں آ کر آباد ہونے کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک وجہ تو یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعونیوں پر غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے ایک لشکر شام پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا وہاں کنعانی قبائل رہائش پذیر تھے اس لشکر نے شام کو فتح کیا اور کنعانی قبائل کے افراد کو تہ تیغ کیا۔ آپ نے دوسرا لشکر حجاز پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا وہاں عمالقہ آباد تھے۔ وہ اس خطہ کے حکمران بھی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ عمالقہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ان کے سامنے دینِ موسوی پیش کریں اور انہیں دعوت دیں کہ وہ اس کو قبول کر لیں لیکن جو بالغ لوگ اس دین کو قبول کرنے سے انکار کریں' ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔

چنانچہ آپ کے بھیجے ہوئے لشکر نے حجاز پر حملہ کیا' اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں فتح و نصرت سے نوازا۔ حسب ارشاد انہوں نے ان لوگوں کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو پیش کیا اور انہیں اس پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ وہاں کے بادشاہ ارقم بن ابی ارقم سمیت عمالقہ میں سے جس نے بھی اس دین کو قبول کرنے سے انکار کیا' ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ ایک نوجوان جو چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھا اس کے بے مثل حسن و جمال کی وجہ سے اس کو قتل نہ کیا اور یہ طے کیا کہ ہم اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں گے' آپ جو چاہیں اس کے بارے میں فیصلہ فرما دیں۔

جب یہ فاتح لشکر واپس پہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رحلت فرما چکے تھے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں نے ان سے ان کی مہم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں فتح دی ہے اس کے بعد ہم نے ان کو دینِ موسوی قبول کرنے کی دعوت دی جنہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا' وہ زندہ سلامت رہے اور جنہوں نے انکار کیا' انہیں حسب ارشاد ہم نے قتل کر دیا۔ انہوں نے اس جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا' یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ بھی بنی عمالقہ کا ایک فرد ہے جس کے حسن و جمال کی وجہ سے ہم اس کو قتل کرنے کی جرأت نہ کر سکے' ہم اسے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے کہ اس کے بارے میں ہمارے نبی حضرت موسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام جو مناسب سمجھیں گے' فیصلہ فرمائیں گے۔ وہ لوگ اتنی سی بات پر بپھر گئے اور ان پر الزام لگایا کہ تم نے اپنے نبی کی حکم عدولی کی ہے' ہم تمہیں اپنے ساتھ اس علاقے مین رہائش پذیر ہونے کی اجازت نہیں دیں گے' جاؤ جہاں تمہارا جی چاہے' جا کر رہو۔

ان لوگوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اگر ہمیں ہماری قوم شام میں رہائش پذیر ہونے کی اجازت نہیں دیتی تو چلو اس شہر میں جا کر آباد ہو جائیں جس کو ہم نے فتح کیا اور جس کے باشندوں کو قتل کر دیا اس طرح یہودیوں کا پہلا قافلہ حجاز میں اقامت گزیں ہو گیا۔ (معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۸۴)

علامہ سمہودی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ جب بخت نصر (شداد بن عاد) نے شام کو فتح کیا اور یروشلم پر قبضہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور یہودیوں کے قتلِ عام سے خون کے دریا بہا دیئے اور لاکھوں کی تعداد میں انہیں پابہ زنجیر ہانک کر بابل لے آیا' اس وقت یہودیوں کی جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ ان میں سے چند قبائل حجاز کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنی آسمانی کتاب تورات میں جا بجا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر پڑھا تھا اور وہاں یہ بھی لکھا تھا کہ وہ نبی آخر الزماں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وطن چھوڑ کر ایسی جگہ قیام فرما ہوں گے اور علاقہ میں جہاں نخلستان ہوں گے' اور علاقہ میں دونوں طرف جلے ہوئے پتھروں کے سیاہ میدان ہوں گے۔

انہیں یہ شوق حجاز کی طرف لے آیا کہ شاید انہیں حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی سعادت سے بہرہ ور ہو جائیں۔ اگر انہیں اپنی زندگی میں یہ سعادت نصیب نہ ہوئی تو وہ اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ وصیت کر جائیں گے کہ جب بھی وہ نبی مکرم مبعوث ہو تو ذرا تامل کیے بغیر آگے بڑھیں اور اس کے دستِ مبارک پر بیعت کریں اور السابقون الاولون میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کریں۔

جب یثرب کے مقام پر ان کا کارواں پہنچا تو انہیں وہ تمام علامتیں یہاں نظر آئیں جو نبی الانبیاء نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ ہجرت کے بارے میں تورات میں مرقوم تھیں۔ انہوں نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انتظار کرنے لگے۔ اس انتظار میں صدیاں بیت گئیں لیکن جب وہ مہر مبین مطلع یثرب پر نور افشاں ہوا تو حسد کے مارے انہوں نے حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اسلام کی تحریک کو ناکام کرنے کے لیے اپنے سارے وسائل اور صلاحیتیں جھونک دیں۔ ایمان لانا تو اللہ کا فضلِ عظیم ہے' وہ جسے چاہے توفیق دے۔

امام ابن جریر طبری نے بھی یہود کے حجاز میں آ کر آباد ہونے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ جب بختِ نصر (شداد بن عاد) نے شام کو فتح کیا' بیت المقدس کے ہیکل سلیمانی اور دیگر مذہبی عبادت گاہوں کو پیوند خاک کر دیا تو یہ

marfat.com
Marfat.com

لوگ وہاں سے جان بچا کر حجاز کے مختلف مقامات پر آباد ہو گئے اور ان کے چند قبائل نے یثرب کو اپنا وطن بنا لیا۔

مرور زمانہ سے یہود کے دو قبائل ابتدا میں آ کر یہاں آباد ہو گئے تھے' ان کی نسل بڑھی' ان کے علاوہ کئی دوسرے یہود قبیلے بھی یہاں آ کر آباد ہوتے رہے' یہاں تک کہ یہودی قبائل کی تعداد پچیس' تیس (۲۵' ۳۰) کے قریب ہو گئی جب ان کی بستیوں میں رونق بڑھی تو اردگرد کے عربی قبائل بھی وہاں آ کر رہائش پذیر ہونے لگے۔ ان سب نے حالتِ جنگ یا حالتِ فتنہ وفساد میں اپنے اپنے دفاع کے لیے چھوٹے چھوٹے قلعے تعمیر کر لیے تھے۔ یہودیوں کے قلعوں کی تعداد انسٹھ (۵۹) تھی اور عرب قبائل کی گڑھیوں کی تعداد تیرہ (۱۳) تھی۔

اوس وخزرج کے آباؤ اجداد کی آمد

کئی صدیوں تک یہود اس علاقے میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے رہے' تمام زرخیز زرعی زمینیں ان کے قبضے میں تھیں' تجارتی منڈیوں اور بازاروں پر ان کا تسلط تھا' تورات کے حامل ہونے کی وجہ سے علم وفضل میں بھی ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اوس وخزرج کا نسب نامہ پہلے بیان کر آئے ہیں' یہ دونوں سگے بھائی تھے اور قحطان کی ذریت سے تھے' ان کا آبائی وطن یمن تھا۔

مآرب کے مقام پر جو بہت ہی بڑا' عظیم الشان بند (ڈیم) تعمیر کیا گیا تھا اس نے پورے ملک کی زرعی معیشت میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ یمن میں کوئی دریا نہ تھا' خاص موسم میں بارش برستی تھی' پہاڑی ندی نالوں میں پانی بھر کر آتا تھا اس سے کچھ آبپاشی ہوتی تھی اور باقی پانی سمندر میں کھاری پانی کے ساتھ مل کر ضائع ہو جاتا تھا۔ یمن کے ایک ترقی پسند بے دار مغز حکمران نے اس بند کو تعمیر کیا' تمام برساتی نالوں کا پانی یہاں آ کر جمع ہوتا۔

یہ بند ایک فرسخ (تقریباً ۵ کلومیٹر) لمبا اور ایک فرسخ (تقریباً ۵ کلومیٹر) چوڑا تھا۔ یہ سنگلاخ چٹانوں سے بنایا گیا تھا' اوپر نیچے اس کے تین دروازے تھے اس سے نیچے ایک بہت بڑا وسیع تالاب تھا جس سے بارہ (۱۲) نہریں نکالی گئی تھیں جو ملک کے ہر حصے کو سیراب کرتیں۔ جب ڈیم بھرا ہوتا تو سب سے اونچا دروازہ کھولا جاتا اور اس سے پانی نکل کر نیچے ذخیرہ میں آتا اور وہاں سے حسبِ ضرورت نہروں میں چھوڑ دیا جاتا۔ پانی کی سطح کم ہوتی تو درمیانی دروازہ کھولا جاتا اور جب بالکل پانی کم ہوتا تو نیچے والا دروازہ کھول دیا جاتا۔

یہ ڈیم اتنا بڑا تھا کہ موسمِ برسات میں ذخیرہ کیا ہوا پانی ان کی سال بھر کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو جاتا۔ کچھ عرصے تو وہ عنایاتِ ربانی سے لطف اندوز ہوتے رہے اور شکر بجالاتے رہے لیکن جب عرصہ دراز اس لطف وانعام ونعمتوں میں گزرا تو ان میں سرکشی اور بے راہ روی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وقتاً فوقتاً اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے نبی مبعوث فرمائے لیکن شیطان نے ان کو ایسا ورغلایا کہ انہوں نے اپنے مخلص ناصحین

Marfat.com

کے وعظ و نصیحت کو سننے سے انکار کر دیا اور برملا کہنا شروع کر دیا کہ

''ہمیں تو کوئی علم نہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے۔ بے شک اپنے رب کو کہو کہ اگر اس میں طاقت ہے تو جو انعام اس نے ہم پر کیا ہے' وہ آئندہ نہ کرے۔''

جب ان کے فسق و فجور کی حد ہو گئی تو مکافاتِ عمل کا قانون حرکت میں آیا۔ غضبِ الٰہی موسلا دھار بارشوں کی شکل میں ظاہر ہوا اس نے اتنے خوف ناک سیلاب کی صورت اختیار کر لی کہ جب اس کی موجیں چٹانوں سے بنے ہوئے اس بند سے جا ٹکرائیں تو ان کو لرزا کر رکھ دیا' اور پھر کچھ دیر کے بعد پانی کا تند ریلا اس کے بھاری بھر کم پتھروں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا۔ اس تباہ کن سیلاب کا ذکر سورۂ سبا کی آیات ۱۵ تا ۲۱ میں کیا گیا ہے اور مفسرین نے اس کی تفسیر بھی لکھی ہے۔

اوس و خزرج کے جد اعلیٰ عمرو بن عامر کو یقین ہو گیا کہ یہ ڈیم جس پر ہماری خوش حالی کا انحصار ہے' اب یہ پرانا ہو رہا ہے اور اسے کسی وقت بھی کوئی تباہ کن حادثہ پیش آ سکتا ہے اور اس کے ٹوٹنے سے جو تباہی آئے گی اس کا با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ عمرو بن عامر کے عالی شان محلات اور حویلیاں' اس کی دولت کے ذخائر' اس کے غلے کے انبار بھی مآرب میں تھے۔ اس نے اس حقیقی خطرہ کے پیش نظر اپنی ملکیت کی تمام املاک (زمین' جائداد' محلات اور مال مویشی وغیرہ) اس سب کو بیچ کر مع اہل و عیال وہاں سے چلے جانے کا پروگرام بنایا۔ مآرب کا عظیم رئیس اگر اس طرح اپنی جائیداد کو فروخت کرتا تو سارے علاقے میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی۔ اس نے اپنی اس سکیم پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایک عجیب و غریب حیلہ تراشا۔

اس نے ایک یتیم بچے کی پرورش کی تھی' بڑے لاڈ پیار سے اس کو پالا پوسا تھا جب وہ جوان ہوا تو اس کی شادی بھی کر دی اور اس کے جملہ اخراجات کا خود ہی کفیل ہوا۔ عمرو نے اس کو ایک روز اپنے پاس تنہائی میں بُلایا اور اسے کہا کہ جب ساری قوم میرے پاس جمع ہو تو میں تجھ سے کوئی بات چھیڑوں گا یہاں تک کہ تلخ کلامی کی نوبت آ جائے گی۔ جب شدتِ غضب میں میں تجھے سخت سست کہوں تو تم بھی مجھے ترکی بہ ترکی جواب دینا اور غصہ سے بے قابو ہو کر میں تجھے تھپڑ رسید کروں تو تو بھی اس کے جواب میں مجھے طمانچہ دے مارنا' یہ میرا حکم ہے اس کی تعمیل تم پر لازمی ہے اسی میں میری اور تمہاری بہتری ہے۔

جب قوم کے افراد اس کے پاس جمع ہو گئے تو طے شدہ پروگرام کے مطابق اس نے اس یتیم سے گفتگو شروع کی' بات بڑھتی گئی یہاں تک کہ غصہ میں آ کر عمرو نے اس کو گالیاں دینا شروع کیں اس نے بھی ذرا لحاظ نہ کیا اور جواب میں گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ عمرو نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اس یتیم نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ' جواباً اس کو طمانچہ دے مارا اور اس وقت عمرو نے چلا کر کہا

''ہائے ذلت و رسوائی! آج عمرو کے فخر اور بزرگی کا جنازہ نکل گیا۔''

marfat.com
Marfat.com

اس نے قسم کھائی کہ وہ اس جوان کو زندہ نہیں رہنے دے گا اس کو اس کی گستاخی کا مزا چکھا کر رہے گا۔

لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے اس لڑکے کو قتل ہونے سے بچا لیا لیکن عمرو نے بددل اور ناراض ہو کر اعلان کیا

''بخدا! میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں میرے ساتھ ایسا کیا گیا ہے' میں اب اپنے تمام اموال فروخت کر دوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

لوگوں نے اس کی برہمی کو غنیمت جانا' دھڑا دھڑ اس کے مکانات' بنگلے' حویلیاں اس کی غیر منقولہ اور منقولہ سامان خریدنا شروع کر دیا۔ بنی ازد قبیلہ کے چند خاندانوں نے عمرو کی اقتدا کرتے ہوئے اپنی جائیدادیں فروخت کر دیں اور وہاں سے کوچ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب عمرو اپنے اموال بیچنے سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا' بہت سے لوگ اس کے ساتھ ترکِ وطن پر آمادہ ہو گئے اور جو باقی رہ گئے' طوفان آیا اور انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔

عمرو بن عامر اپنے فرزندوں اور بنی ازد کے قبائل (اپنے دیگر قبائل) قبیلہ ازد' بنی خزاعہ' آل جفنہ و جزیمہ الابرش) کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور یثرب کا رُخ کیا۔ مآرب سے رختِ سفر باندھتے ہوئے اس نے تمام قبائل کے سامنے عرب کے مختلف علاقوں کی خصوصیات بیان کیں تا کہ ہر قبیلہ اپنے پسندیدہ علاقے میں جا کر رہائش اختیار کر لے اس نے کہا:

''تم میں سے جس کا حوصلہ بلند ہو جس کی سواری کے اونٹ تنومند ہوں اور اس کے سامنے مقصد بڑا عظیم ہو تو چاہیے کہ وہ عمان کے پختہ ایوانوں میں جا کر سکونت پذیر ہو جائے۔ چنانچہ قبیلہ ازد نے وہاں جا کر سکونت اختیار کر لی۔''

عمرو نے کہا:

''تم میں سے جس کا حوصلہ بلند نہ ہو اور سواری کا اونٹ کمزور ہو اور اس کا مقصد بھی اہم نہ ہو' وہ ہمدان میں جا کر فروکش ہو جائے۔ چنانچہ اس کا بیٹا وداعۃ' ہمدان میں جا کر رہائش پذیر ہو گیا۔''

عمرو نے کہا:

''اور جو قبیلہ تم میں سے بہادر' صاحبِ بصیرت ہو جو زمانے کے حادثات پر صبر کر سکتا ہو' اسے چاہیے کہ بطن مُر میں جا کر ڈیرہ ڈال دے۔ چنانچہ بنی خزاعہ نے بطن مر کو اپنا وطن بنایا۔''

عمرو نے کہا:

جو قبیلہ تم میں سے ایسے علاقے کا آرزومند ہو جہاں کیچڑ میں مضبوط پہاڑیاں ہوں' قحط سالی کے زمانے میں جہاں پھل دار درخت ہوں تو وہ لاوہ کے اس میدان میں جائے جہاں نخلستان ہے۔ چنانچہ اوس و خزرج نے اس علاقے میں آ کر رہائش اختیار کی۔''

Marfat.com

عمرو نے کہا:

''اور جو شخص شراب اور خمیری روٹی کا شائق ہو اور دیبا و ریشم کے کپڑے پہننا چاہتا ہو اور حکم اور حکومت کا خواہاں ہو تو وہ بُصریٰ اور سدیر کا رُخ کرے۔ یہ شام کے دو شہر ہیں وہاں آل جفنہ بن غسان خیمہ زن ہوئے۔''

عمرو نے کہا:

''جو قبیلہ باریک لباس' اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور زرقوں کے خزانے چاہتا ہو' وہ عراق میں جا کر سکونت پذیر ہو۔ چنانچہ جزیمہ لابرش' بنی غسان کے جو لوگ حیرہ میں آباد تھے' وہ عراق میں منتقل ہو گئے۔'' (وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۲)

عمرو بن عامر اپنے فرزندوں اور افراد خاندان اور بنی ازد کے قبائل کو ہمراہ لے کر مآرب سے روانہ ہو گیا اور یثرب کا رُخ کیا۔ راستے میں اس کا بھائی وداعہ بن عامر اس قافلے سے جدا ہو کر ہمدان میں جا کر سکونت پذیر ہوا۔ یہ قافلہ جب سراۃ اور مکہ کے درمیانی علاقے میں پہنچا تو ازد کے چند قبائل وہاں رُک گئے اور عمرو کا ایک بیٹا عمران بھی وہاں ہی ٹھہر گیا۔ اس قافلے نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ وہ ایک چشمے پر پہنچے جس کا نام غسان تھا یہاں سے لحی جس کا نام ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن حارثہ تھا' وہ اس قافلے سے جدا ہو گیا۔ وہاں سے وہ مکہ آیا اور بنو جرہم کے بادشاہ عامر جرہمی کی بیٹی سے شادی کی۔ اس کے بطن سے وہ عمرو بن لحی پیدا ہوا جس نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا اور دینِ ابراہیمیؑ میں طرح طرح کی تحریفیں کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اس کی اولاد خزاعہ (یعنی جدا ہو جانے والے) کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس کا باپ غسان کے چشمے سے اپنے قافلے سے جدا ہو گیا تھا۔'' (وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۱۷۱)

یہ قافلہ عمرو بن عامر کی قیادت میں جس علاقے سے گزرتا اس کو اپنا زیرِ نگین کرتا چلا جاتا جب یہ لوگ مکہ کے نواح میں پہنچے تو اس وقت وہاں بنو جرہم کی بادشاہی تھی' انہوں نے بنو اسماعیل کو حرم کی تولیت سے محروم کر کے خود قبضہ کر لیا تھا۔ عمرو کے بیٹے ثعلبہ نے بنی جرہم کو کہلا بھیجا کہ ہم یمن سے ترکِ وطن کر کے یہاں آئے ہیں جہاں سے بھی ہمارا قافلہ گزرا وہاں کے لوگوں نے بڑی فراخ دِلی سے ہمارا استقبال کیا' ہم یہاں کچھ عرصہ ٹھہرنا چاہتے ہیں اس اثناء میں ہم اپنے نمائندے گردونواح کے علاقوں کی چھان بین کے لیے بھیجیں گے جب ان کی طرف سے ہمیں اطلاع ملے گی جس علاقے میں اپنی رہائش مناسب سمجھیں گے' وہاں چلے جائیں گے۔

بنو جرہم نے ان کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ ثعلبہ نے دوبارہ انہیں کہلا بھیجا کہ ہمارے لیے یہاں رُکنا ناگزیر ہے اگر تم خوشی سے ہمیں اجازت دو گے' تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے' پانی اور چراگاہ میں تمہیں مساوی حق دیں گے اور اگر تم بخوشی اجازت نہیں دو گے تو ہم اپنی قوتِ بازو سے یہاں ٹھہریں

marfat.com
Marfat.com

گے پھر تمہارے مویشیوں کو متروکہ چراگاہوں میں چرنے کی اجازت ہوگی اور پینے کے لیے تمہیں گدلے پانی پر قناعت کرنا ہوگی۔ اگر تم ہم سے جنگ کرو گے تو ہم اس کے لیے تیار ہیں اور اگر ہم نے تم پر غلبہ پالیا تو تمہاری عورتوں کو قید کر کے اپنی باندیاں بنالیں گے، تمہارے مردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور آئندہ تم میں سے کسی کو حرم میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ بنو جرہم نے اس دھمکی کی پرواہ نہ کی، فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور مسلسل تین دن تک جاری رہی۔

بنو جرہم کو شکستِ فاش ہوئی، ان کی کثیر تعداد ماری گئی، چند آدمی بھاگ کر جان بچا سکے۔ ثعلبہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک سال تک مکہ کے نواح میں خیمہ زن رہا اس عرصے میں انہیں بخار نے آلیا جس ملک کے یہ باشندے تھے، وہاں بخار نام کی کوئی بیماری ہی نہ تھی۔ انہوں نے زیادہ دیر وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا، ہر قبیلے نے اپنے لیے جو علاقہ پسند کیا تھا، ادھر روانہ ہو گیا۔ اوس وخزرج جو حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کے فرزند تھے، وہ یثرب کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔

علامہ یاقوت حموی کی تحقیق یہ ہے کہ جب یہ قافلہ یمن سے روانہ ہوا تو ثعلبہ نے وہاں سے ہی حجاز کا رُخ کیا تھا اور ثعلبہ اور ذی قار کے درمیانی علاقے میں اقامت اختیار کی اسی کے نام سے یہ علاقہ ثعلبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ خود، اس کی ساری اولاد اور اس کے ساتھی یہاں ہی فروکش ہو گئے۔ جب یہ لوگ خوب پھلے پھولے، ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو طاقت ور محسوس کرنے لگے تو انہوں نے ثعلبیہ سے رختِ سفر باندھا اور یثرب میں آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ یہود کے قبائل یثرب میں پہلے سے سکونت پذیر تھے، ان کے درمیان وہ بھی رہنے لگے۔ یہودیوں کی کئی آبادیاں یثرب سے باہر بھی تھیں۔ خیبر، تیماء، وادی القریٰ وغیرہ اوس وخزرج کے بعض افراد وہاں چلے گئے لیکن ان کی اکثریت یثرب میں آباد ہو گئی۔

انصار کا مقام

یثرب کے دو خوش نصیب عالی بخت قبیلے اوس وخزرج جنہوں نے بغیر کسی حیل و حجت کے دینِ اسلام کو باشوق چاہت و رغبت قبول کیا اور اس کی دعوت تبلیغ فروغ و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں گراں قدر خدمات انجام دیں، وہ انصار اللہ، انصار رسول اللہ کے معزز و خوب صورت القاب سے نوازے گئے۔

خالق و مالک کائنات، اللہ تبارک تعالیٰ اور اللہ کے رسولِ مقبول نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے ہاں جو انصار کا مقام ہے اس کا ذکر خیر ذکر جمیل حسبِ ذیل ہے، یہ بھی انصار کی خوبیوں کے بارے میں یہ ایک مختصر سا تعارف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام، تاریخ اسلام کے اس درخشاں باب کا مطالعہ کرنے سے پہلے، جاں بازوں اور جاں نثاروں کے اس گروہ سے اچھی طرح متعارف ہو جائیں تا کہ ان کی زریں کارناموں کی قدر کر

Marfat.com

سکیں اور انہیں داد دے سکیں اور ان کا اتباع کرنے کے لئے دل و جان میں خواہش و تڑپ پیدا ہو جائے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا ان کا ذکر فرمایا ہے اس کی بارگاہ صمدیت میں جو اعزاز انہیں بخشا گیا ہے، قرآنِ کریم کے صفحات اس سے جگ مگا رہے ہیں۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

سورۂ انفال آیت ۷۴ میں خالق و مالکِ کائنات کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

''اور جنہوں نے پناہ دی اور ان کی امداد کی وہی خوش نصیب لوگ سچے ایمان دار ہیں، انہیں کے لیے بخشش ہے اور باعزت روزی۔'' (سورۂ انفال، آیت ۷۴)

سورہ حشر آیت ۹ میں اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: ''اور (اس مال) میں ان کا بھی حق ہے جو دار ہجرۃ میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں، مہاجرین (کی آمد) سے پہلے، محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو اور جس کو بچا لیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیں۔'' (سورۂ حشر، آیت ۹)

جس ہادیٔ برحق کے دستِ مبارک پر انہوں نے اسلام قبول کیا اور جس ہستی کی قیادت میں ان جاں بازوں نے اس دینِ حق کی سربلندی کے لیے جان کی بازی لگا دی اور اپنے مال کو قربان کر دیا اس کی بارگاہِ نبوت سے جو القاب، جو محبتیں، جو نوازشات انہیں مرحمت فرمائے گئے ہیں، ان میں چند ایک پیشِ خدمت ہیں:

''غیلان بن جریر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا (جو انصاری تھے) کہ یہ فرمائیے کیا اسلام سے پہلے بھی آپ کو انصار کے اسم سے موسوم کیا جاتا تھا یا اللہ تبارک تعالیٰ نے اس نام سے تمہیں موسوم کیا؟ تو آپ نے جواب دیا بے شک اللہ عزوجل نے ہمیں اس نام سے موسوم فرمایا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ معزز لقب انہیں تب نصیب ہوا جب انہوں نے دینِ اسلام کو قبول کیا تھا۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف

marfat.com
Marfat.com

الرحیم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان لوگوں سے میری مدد فرمائی جو فصاحت و بلاغت میں اور قوتِ بازو میں سب لوگوں سے زیادہ طاقت ور تھے یعنی قبیلہ کے دونوں بیٹوں اوس وخزرج کے خاندانوں سے۔''

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ کہتے ہیں کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انصار سے مومن کے بغیر کوئی محبت نہیں کرتا اور منافقین کے بغیر ان سے کوئی بغض نہیں رکھتا۔ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے' اللہ تبارک تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے' اللہ تبارک تعالیٰ اس سے بغض رکھتا ہے۔''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض ہے۔''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایک روز رسول اللہ ﷺ مدینے کی گلیوں میں سے ایک گلی میں گزر رہے تھے تو اچانک سنا کہ انصار کی چند بچیاں دَف بجا رہی ہیں اور یہ گیت گا رہی ہیں ''ہم بنی نجار قبیلہ کی بچیاں ہیں' حضور پُرنور محمد مصطفی ﷺ ہمارے کتنے بہترین پڑوسی ہیں''

تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ گیت سنا اور اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں عرض کی:

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔'' (حدیث صحیح' راوی ابن ماجہ)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرتا ہے' وہ انصار سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے بغض رکھتا ہے' وہ انصار سے بغض رکھتا ہے۔ کوئی منافق ان سے محبت نہیں کرسکتا اور کوئی مومن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا اور انصار اس کپڑے کی مانند ہیں جو جسم کے ساتھ لگا رہتا ہے اگر سارے لوگ ایک راہ پر چل نکلیں اور انصار دوسری راہ پر چلیں تو میں انصار کی راہ پر چلوں گا۔''

(امام احمد بن حنبل)

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص انصار سے محبت کرتا ہے تو وہ میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو انصار سے بغض رکھتا ہے' وہ میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔'' (حدیث صحیح)

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو انصار کے کاموں کا والی بنایا گیا تو اسے چاہیے کہ ان میں جو نیکوکار ہیں' ان کے ساتھ بہترین سلوک کرے اور جو ان سے غلطی کر بیٹھے' ان سے درگزر کرے جس نے انصار کو خوف زدہ کیا اس نے میری ذات کو یا میرے دل کو خوف زدہ کیا۔'' (حدیث صحیح)

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد قبیلہ بنی ہوازن کے ساتھ حنین کے مقام پر جنگ ہوئی اور بے اندازہ مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس مالِ غنیمت میں سے بہت سا مال ان نومسلموں میں تقسیم فرما دیا جو ساری عمر اسلام کے خلاف مصروف پیکار رہے تھے اور ابھی چند روز ہوئے مکہ فتح ہونے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس بات سے انصار کے نوجوانوں کو تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا:

''وہ کہنے لگے بخدا! یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ ہماری تلواروں سے تو اب بھی قریش کے مقتولوں کا خون ٹپک رہا ہے اور ہمارا مالِ غنیمت انہیں قریش میں بانٹا جا رہا ہے۔''

یہ بات حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے جب سُنی' انصار کو بُلایا اور پوچھا تمہاری طرف سے مجھے یہ کیا بات پہنچی ہے؟ وہ لوگ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے سامنے کسی قیمت پر جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے' انہوں نے عرض کی جو آپ ﷺ نے سنا ہے' ایسی بات ہوئی۔ تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے گروہِ انصار! کیا اللہ تبارک تعالیٰ نے ایمان کی دولت دے کر تم پر احسان نہیں فرمایا اور تمہیں عزت سے مخصوص نہیں کیا اور تمہیں بہترین نام عطا فرمایا۔ انصار الہ وانصار رسولہ یعنی اللہ کے مددگار اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار۔ اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں تمہاری طرح ایک انصاری ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک وادی میں چلیں اور تم انصار الگ وادی میں چلو تو میں تمہاری وادی میں چلوں گا۔ کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن لوٹو؟ انصار نے عرض کی بے شک ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی اس مہربانی پر بڑے راضی ہیں۔''

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو باتیں میں نے کی ہیں اس کی روشنی میں مجھے جواب دو۔ انصار نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ہمیں اندھیروں میں پایا' اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطہ سے ہمیں نورٌ علیٰ نور کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں گمراہی کے گڑھے کے کنارے پر پایا۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطے سے ہماری تائید فرمائی۔ آپ ﷺ نے ہمیں گمراہ

marfat.com
Marfat.com

پایا پس اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت دی پس ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارا رب ہے' اسلام ہمارا دین ہے اور حضور پُرنور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ یارسول اللہ! ﷺ جو آپ ﷺ کا جی چاہے' وہ آپ ﷺ کریں۔''

اپنے غلاموں کا یہ نیاز مندانہ جواب سُن کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ان کی مزید دِل جوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو جواب تم نے مجھے دیا ہے اگر اس کے سوا کوئی اور جواب تم دیتے تو میں اس کی تصدیق کرتا یعنی اگر تم یہ کہتے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس گھر سے نکالے ہوئے آئے تھے' ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی' آپ ﷺ کو جھٹلایا جاتا تھا' ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ بے یارومددگار تھے' ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی' آپ ﷺ کی دعوت کو لوگوں نے مسترد کر دیا' ہم نے اسے قبول کر لیا اگر تم یہ جواب دیتے تو تم سچے تھے۔''

انصار سراپا ادب و نیاز بن کر عرض کرتے ہیں:

''یہ سب اللہ تبارک تعالیٰ کا ہم پر فضل ہے اور دوسروں پر''

پھر ان پر گریہ طاری ہو گیا اور انہوں نے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ کی آنکھیں بھی ان کے ساتھ اشک بار ہو گئیں۔

آخر میں ایک اور حدیث پاک سماعت فرمایئے:

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا ''انصار میرے دوست ہیں' میرے دینی بھائی ہیں اور دشمنوں کے مقابلے میں میرے دست و بازو ہیں۔''

(دیلمی' مسند الفردوس)

مندرجہ بالا میں مذکور احادیث زیادہ تر صحاح ستہ سے ہیں یعنی کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور یہ ساری احادیث مبارکہ کا حوالہ ساتھ درج شدہ حوالے کے علاوہ علامہ امام یوسف صالحی کی تصنیف سبل الہدیٰ والرشاد کی جلد ۳ بھی ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۷)

Marfat.com

اوس وخزرج کی اولاد

مالک بن اوس

اوس وخزرج یہ دونوں سگے بھائی تھے‘ان کے والد کا نام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا اور ان کی والدہ کا نام قیلہ تھا۔ اوسؓ کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام مالک تھا لیکن اس کے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

عمرو‘ عوف‘ جشم‘ کعب اور حارث۔ جب اوس کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو اس کے عزیزوں نے اس بات پر اظہارِ افسوس کیا کہ اس کا صرف ایک لڑکا ہے جب کہ اس کے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے ہیں۔ انہوں نے اسے کہا کہ ہم نے تو بارہا تمہاری منت کی کہ کسی دوشیزہ سے شادی کرلو لیکن تم نے ہماری بات نہ مانی‘ تم دنیا سے رختِ سفر باندھ رہے ہو اور صرف ایک لڑکا چھوڑ رہے ہو۔ اوس نے اپنے بھائیوں کی یہ بات سُن کر کہا:

''کہ جس کا مالک جیسا بیٹا ہو‘وہ ہلاک نہیں ہوتا۔''

آخر میں وہ اپنے بیٹے مالک کی طرف متوجہ ہوا اور اسے وصیت کی:

''اے بیٹے! موت قبول کرنا لیکن کمینہ پن‘ رذالت اور کمینگی کو ہرگز قبول نہ کرنا۔''

پھر فی البدیہ یہ شعر کہے جس میں پندوموعظت تھی۔ آخری چند شعر آپ بھی سماعت فرمایئے:

اشعار کا ترجمہ

۱- ''ہمارا ایک پروردگار ہے جو اپنے عرش پر متمکن ہے‘ خیروشر جو بھی ظاہر ہوتی ہے‘ وہ اسے جانتا ہے۔''

۲- ''کیا میری قوم کو اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ایک دعوت ہے جس کو قبول کر کے سعادت منداور صالح لوگ کامیابی اور کامرانی حاصل کریں گے۔''

۳- ''جب غالب کے خاندان سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا جو مکہ میں زمزم اور حطیم کے درمیان ظاہر ہوگا۔''

۴- اس وقت اپنے شہروں میں تم اس کی نصرت کی کوشش کرنا۔ اے عامر کی اولاد! اس کی نصرت میں ہی ساری سعادتوں کا راز مضمر ہے۔''

اس طرح اوس نے نبی برحق ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کے لیے اپنے مال و جان کی بازی لگانے کی وصیت کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔

marfat.com
Marfat.com

اوس و خزرج کی اولاد کی اکثریت تو یثرب میں اقامت گزیں ہو گئی' بعض شاخین دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئیں' ان میں سے صرف وہ خاندان انصار کے معزز لقب سے ملقب ہوئے جو مدینہ طیبہ کے مکین بنے۔ (وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۱۷۶)

اوس و خزرج کے قبائل جب یثرب پہنچے تو اس وقت وہاں کی تمام زرعی زمینیں' تجارتی منڈیاں اور بازار یہودیوں کے قبضے میں تھے۔ انہوں نے اپنی رہائش کے لیے محلات اور بڑی بڑی حویلیاں تعمیر کی ہوئی تھیں' ان کے علاوہ انہوں نے چھوٹے قلعے بھی بنا لیے تھے تا کہ اگر کسی وقت کسی قوم سے جنگ کی نوبت آئے تو وہ ان میں مورچہ زن ہو کر اپنا دفاع کر سکیں۔ عددی قوت اور مادی وسائل کی ان کے پاس فراوانی تھی' اوس و خزرج یثرب کی وادی میں بکھر کر مختلف مقامات پر فروکش ہو گئے' کچھ یثرب کے بالائی علاقے میں' کچھ اس کے نشیبی علاقے میں' کچھ یہودیوں کے ساتھ ان کی کسی بستی میں اور بعض نے اپنی رہائش کے لیے نئی بستیاں آباد کر لیں۔

کچھ عرصہ اوس و خزرج ان کے زیر سایہ اپنا وقت گزارتے رہے' بعد میں انہوں نے یہودیوں سے دوستی کا معاہدہ کر لیا تا کہ اس وادی کے مکین امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں' ایک دوسرے کو مشکوک نگاہوں سے نہ دیکھتے رہیں۔ انہوں نے طے کیا کہ یہاں آباد سارے قبائل بقائے باہمی کے اصول پر کاربند رہیں گے اگر کوئی بیرونی دشمن اس معاہدے کے کسی فریق پر حملہ آور ہو گا تو اپنے حلیف کا دفاع اور اس کی امداد سب کی مشترکہ ذمہ داری ہو گی۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ ان نوارد قبائل کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور ان کی معاشی حالت بھی بہتر ہوتی گئی۔

بنی قریضہ اور نضیر کے قبائل نے ان کی روز افزوں قوت سے ہراساں ہو کر دوستی کا وہ معاہدہ توڑ دیا۔ اوس و خزرج بھی اپنی جگہ یہود سے خائف تھے کہ کہیں وہ انہیں اس علاقے سے نکال نہ دیں۔ خوف و رجا کی ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار تھے کہ ان کے ہاں ایک نامور فرزند مالک بن عجلان پیدا ہوا جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنی قوم کے بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی۔ دونوں قبیلوں نے متفقہ طور پر سردار تسلیم کر لیا اس طرح ان قبائل میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا اسی اثناء میں ایک واقعہ رونما ہوا جس نے حالات کا رُخ پھیر دیا۔

مالک کے زمانے میں یہودی قبائل کا ایک بادشاہ الفطیون نامی تھا جو پرلے درجے کا فاسق و فاجر تھا۔ اوس و خزرج کے یہاں آباد ہونے سے پہلے اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی کسی لڑکی کی شادی ہو تو وہ اپنے خاوند کے پاس جانے سے پہلے ایک رات اس کے شبستانِ عشرت کی زینت بنے گی تب وہ اپنے خاوند کے حجلۂ

Marfat.com

عروسی میں قدم رکھے گی۔ دیگر قبائل کی دُلہنوں کے ساتھ تو اس کا یہ رویہ تھا لیکن اوس وخزرج اس سے مستثنیٰ تھے اب اس نے ان کی عصمتوں پر ڈاکہ ڈالنے کا عزم کرلیا۔

اتفاق سے مالک بن عجلان کی بہن کی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی اس نے پیغام بھیجا کہ دُلہن پہلی رات اس کے پاس گزارے گی' دوسرے روز وہ اپنے خاوند کے پاس جائے گی۔ شادی کی تاریخ سے ایک روز پہلے مالک کی بہن گھریلو لباس میں باہر آئی اور اس مجمع کے پاس سے گزری جہاں اس کا بھائی مالک بیٹھا ہوا تھا' وہ ایسی حالت میں گزری کہ اس کی پنڈلیاں برہنہ تھیں۔ مالک یہ دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا' تیزی سے گھر آیا اور اس حرکت پر اپنی بہن کو سرزنش کی۔ بہن نے کہا' بھائی! تم اتنی سی بات پر برافروختہ ہوگئے ہو' تمہاری بہن کے ساتھ آئندہ شب جو ہونے والا ہے' وہ تو اس سے بہت زیادہ ہولناک ہے۔ مالک نے کہا' بہن! تم اس کی فکر نہ کرو' میں اس سے نبٹ لوں گا۔

دوسری شب جب اس کو دُلہن بنا کر عورتیں الفطیون کے محل میں لے جانے لگیں تو مالک نے بھی عورتوں کا لباس پہن لیا' تلوار اپنی بغل میں دبالی اور عورتوں کے اس ہجوم کے ساتھ محل میں داخل ہوگیا۔ عورتیں تو اس کی بہن کے ساتھ زنان خانہ میں چلی گئیں اور یہ بادشاہ کی خواب گاہ میں چھپ گیا اور موقع ملتے ہی سرتن سے جدا کر دیا۔ مالک الفطیون کو کیفر کردار تک پہنچا کر گھر واپس آ گیا اس نے یہودیوں کے بادشاہ کو قتل کیا تھا' اسے شدید ردعمل کا اندیشہ تھا اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ضروری سمجھا کہ اس کے قبیلے کے جو لوگ غسان کے چشمے کے آس پاس آباد ہوگئے ہیں اور اس علاقے کی حکومت کی باگ دوڑ بھی اب ان کے ہاتھ میں ہے' انہیں اپنی مدد کے لیے پکارے۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس نے اپنا قاصد روانہ کیا جس کا نام رمق بن زید بن امرؤ القیس تھا' وہ ایک چرب زبان خطیب اور قادر الکلام شاعر تھا لیکن پرلے درجے کا بدصورت اور بدشکل۔ غسانیوں کے بادشاہ کا نام ابوجبیلہ تھا۔ رمق نے ابوجبیلہ کے سامنے اپنی قوم کی مظلومیت اور یہودی قبائل کے ظلم وستم اور فسق وفجور کا ایسا نقشہ کھینچا کہ ابوجبیلہ اپنے بنی عم چچازاد قبیلے کی امداد کے لیے تیار ہوگیا اس نے قاصد کی فصاحت و بلاغت اور اس کی بدصورتی کو دیکھ کر کہا:

''پاکیزہ شہد ایک خبیث برتن میں''

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ مالک خود غسان کے پاس پہنچا۔ اتفاق سے وہاں تبع بن حسان بھی موجود تھے جس نے غسان کے علاقے کو فتح کیا اور اس کے بادشاہ کو اپنا باج گزار بنالیا۔ مالک نے دونوں (جبیلہ اور تبع) کو یہودیوں کے ستم رانیوں اور لوگوں کی' اپنی عورتوں کی عصمت سے کھیلنے کے واقعات سے آگاہ کیا۔ تبع

marfat.com

Marfat.com

نے قسم کھائی:

''کہ وہ جب تک یثرب پر چڑھائی کر کے یہودیوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرے گا' نہ اپنی بیوی کے قریب جائے گا' نہ خوشبو لگائے گا اور نہ شراب پیئے گا۔'' (وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۱۸۱)

ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ ان ایام میں تبع غسان کے علاقے کو زیر نگین کرنے کے لیے شام گیا ہوا تھا اس علاقے پر اس نے قبضہ کر لیا وہاں کے بادشاہ کو اپنا باج گزار بنا لیا' انہیں ایام میں مالک وہاں پہنچا اور دونوں سے ملاقات کی' دونوں نے اس کی امداد کا وعدہ کیا۔

مالک کی حمیت اور سیاسی سرگرمیوں سے یہودیوں کے متعدد سردار قتل کر دیئے گئے یوں ان کا زور ٹوٹ گیا اور اس علاقے میں اوس و خزرج کی بالادستی کے دور کا آغاز ہوا۔ یہود نے جب محسوس کیا کہ وہ میدانِ جنگ میں ان نوارد قبیلوں کو شکست نہیں دے سکتے تو انہوں نے ان دونوں قبیلوں میں بدگمانیاں پیدا کرنا شروع کر دیں اور ان کے دِلوں میں حسد و عناد کی تخم ریزی میں مصروف ہو گئے۔ یہود کے کچھ قبیلے اوس کے حلیف بن جاتے اور بعض خزرج سے دوستی کا معاہدہ کر لیتے یوں دونوں قبیلوں کا اعتماد حاصل کر کے ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے' کہ ان میں جنگ شروع ہو جاتی۔

کشتوں کے پشتے لگ جاتے اور خون کی ندیاں بہنے لگتیں اس طرح انہیں آپس میں لڑا لڑا کر ان کی قوت کو کھوکھلا کرتے رہتے اور ان کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لُوٹتے۔ پہلی صدی عیسویں سے چھٹی صدی عیسوی تک اوس و خزرج میں خون ریزی کا بازار گرم رہا' معمولی معمولی باتوں پر آتش فساد بھڑک اُٹھتی' سینکڑوں جوان اپنے بھائیوں کے ہاتھوں لقمہ اَجل بن جاتے' سینکڑوں شاد و آباد گھرانے اُجڑ جاتے اور ان تمام خون ریزیوں کے پسِ پردہ یہود کی مکاریوں اور سازشوں کی روح فرسا داستانیں کارفرما ہوتیں۔

جنگِ بعاث

ہجرت سے چار پانچ سال پہلے یثرب میں ایک اہم واقعہ رونما ہوا جسے کتب تاریخ میں جنگِ بعاث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعاث ایک جگہ کا نام ہے' بعض اسے قلعہ کا نام بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ ایک کھیت تھا جو بعاث کے نام سے مشہور تھا۔ المنجد میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک موضع کا نام تھا جہاں یہود کا قبیلہ بنو قریظہ آباد تھا اس موضع کو اسی جنگ کی وجہ سے شہرت ملی جو اوس و خزرج قبیلوں میں یہودیوں کی دسیسہ کاری کے باعث لڑی گئی تھی۔ یہ ہجرت سے چند سال پہلے کا واقعہ ہے۔ (المنجد جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

واقعہ یوں ہے کہ ہجرت سے چار پانچ سال پہلے اوس و خزرج میں ایک لرزہ خیز' خون ریز جنگ ہوئی جس

Marfat.com

میں دونوں قبیلوں کے سینکڑوں بہادر جنگجو قتل ہوئے۔ اس جنگ کی آگ بھڑکانے میں بھی یہود کی دیسہ کاریوں کا دخل تھا۔ جب بنو قیلہ کے مابین جنگ کے آثار نمایاں ہوئے تو بنو قریظہ نے بڑی رازداری سے اوس کے ساتھ ساز باز کی، انہیں جنگ پر ابھارا اور اپنے تعاون کا انہیں یقین دلایا۔ جب خزرج کو اس معاہدے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا آدمی بھیج کر بنی قریظہ کو دھمکی دی کہ اگر تم نے ہمارے مقابلے میں اوس کی امداد کی تو ہم تمہاری تکابوٹی کر دیں گے، تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم غیر جانب دار رہو، ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان ٹانگ نہ اڑاؤ۔

بنوخزرج کے اس قاصد کو یہودیوں نے کہلا بھیجا کہ بے شک اوس کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہوا ہے، انہوں نے ہم سے مدد طلب کی، ہم نے ہامی بھر لی لیکن اب ہم تم سے پکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اوس کی مدد نہیں کریں گے۔ بنوخزرج نے کہا کہ ہمیں تمہارے اس قول پر اعتماد نہیں، تم بطورِ یرغمال اپنے بچے ہمارے پاس گروی رکھو تب ہمیں تمہاری بات پر یقین آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چالیس (۴۰) بچے بنوخزرج کے پاس بطورِ رہن رکھے کہ اگر وہ عہد شکنی کریں گے تو ان بچوں کو قتل کرنے میں بنوخزرج حق بجانب ہوں گے۔

جب کسی نے انہیں (ان یہود کو) ٹوکا کہ تمہارے چالیس (۴۰) بچے بنوخزرج کے پاس بطورِ یرغمال ہیں، وہ انہیں قتل کر دیں گے تو ان کے ایک سردار کعب بن اسد القرظی نے کہا:

> ''ان بچوں کی پروانہ کرو، وہ کیا ہیں؟ ہماری ایک رات لگے گی، بیویاں حاملہ ہو جائیں گی پھر نو ماہ ہمیں انتظار کرنا پڑے گا اور ان جیسے درجنوں بچے پیدا ہو جائیں گے۔''

(وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۲۱۷)

صدیوں سے اوس وخزرج آپس میں برسرپیکار تھے، کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہوتا، کبھی کسی کو راہِ فرار اختیار کرنی پڑتی۔ جنگوں کے اس غیر متناہی تسلسل نے انہیں کمزور کر کے رکھ دیا۔ کسی کو فتح اور کسی کو شکست، فریقین کے بہادر اور شجاع اس جنگ کی بھٹی میں جل کر راکھ ہو جاتے۔ روزمرہ کی قتل وخون ریزی سے آخر وہ تنگ آگئے، انہوں نے مشورہ کیا کہ اس کشت وخون سے نجات پانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا حاکم مقرر کر لیں اور دونوں قبیلے ہر حالت میں اس کی اطاعت کا وعدہ کریں۔ جب بھی ہمارے درمیان کوئی مسئلہ پیدا ہو تو اس کو میدانِ جنگ میں حل کرنے کے بجائے اپنے اس حاکم کے سامنے پیش کریں، وہ جو فیصلہ کرے، دونوں فریق اس کو ہر صورت خوشی سے قبول کر لیں۔

اس وقت دو آدمی ایسے تھے جن سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے

marfat.com

Marfat.com

نبھاسکیں گے۔ ایک عبداللہ بن ابی جو بنی خزرج قبیلہ کا فرد تھا' دوسرا ابو عامر راہب جو قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو عامر کی نشست و برخاست علماء یہود کے ساتھ بکثرت تھی' وہ ان علماء سے نبی آخر الزماں سرورِ دو عالم ﷺ کی آمد' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات کا ذکر سنتا رہتا تھا اس لیے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوگئی جہاں بیٹھتا' جہاں جاتا حضور پُرنور ﷺ کا ذکر خیر کرتا۔

یثرب سے وہ تیماء پہنچا' یہ بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی۔ وہاں کے علماء سے بھی سرورِ کائنات نبی آخر الزماں حضور پُرنور ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ وہاں سے شام پہنچا' عیسائی علماء کی خدمت میں حاضر ہوا' ان سے حضورِ پُرنور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی آمد اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی صفاتِ حمیدہ کے بارے میں اسے بہت کچھ بتایا اس طویل سیاحت کے بعد پھر یثرب آیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے دعویٰ کیا ''انا علی دین الحنیفیه'' کہ میں دینِ حنیف پر کاربند ہوں پھر وہ راہب بن گیا اور راہبوں کی طرح اونی لباس پہننے لگا اور اس انتظار میں اپنے شب و روز بسر کرنے لگا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مبعوث ہوں گے تو وہ سب سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل کرے گا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز بنتا گیا اور اس کے معتقدین اور مریدین کا اچھا خاصا حلقہ معرض میں آ گیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں حضورِ انور نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی اطلاع یثرب بھی پہنچی لیکن اسے توفیق نصیب نہ ہوئی کہ جس نبی کی آمد کے لیے وہ عرصے سے چشم براہ تھا اس کی خدمتِ اقدس میں مکہ پہنچ کر حاضری کا شرف حاصل کرے اور اس طرح اپنی زندگی کے دامن کو سعادتِ دارین کی دولت سے معمور کرے۔ وقت گزرتا گیا' حضورِ پُرنور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اس کے معتقدین کی اکثریت اس کو چھوڑ کر دامن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہوتی گئی' یہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ ایک روز حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ (ﷺ) کا دین کون سا ہے جس کا آپ (ﷺ) پرچار کرتے رہتے ہیں؟ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کہ میں ابراہیم (علیہ السلام) کے دینِ حنیف کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔''

ابو عامر نے کہا کہ میں پہلے ہی اس دین پر عمل پیرا ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے یہ سعادت پہلے ہی حاصل ہے' مجھے آپ (ﷺ) پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا اس دینِ حنیف سے تیرا کیا واسطہ؟ کہنے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں آپ (ﷺ) نے کئی چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ:

''میں نے اس میں ذرا اضافہ نہیں کیا بلکہ میں تو اس دین کو اس طرح لایا ہوں کہ یہ سفید و براق ہے اور ہر آلائش سے پاک۔''

اس نے یہ سُن کر کہا:

جو جھوٹا ہو۔ اللہ تبارک تعالیٰ اسے اپنے وطن سے دُور غریب الدیار بنا کر کسمپرسی کے عالم میں موت دے۔''

ہادیٔ دو جہاں تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا' آمین! چنانچہ اس کذاب نے اپنے لیے جو موت مانگی تھی اسی سے اسے دوچار کر دیا گیا۔

کچھ عرصے بعد وہ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ آ گیا جب مکہ فتح ہوا اور وہاں اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو وہ بھاگ کر طائف پہنچا۔ اہلِ طائف نے جب اسلام قبول کیا تو وہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا اور وہاں ہی غریب الوطنی' کسمپرسی اور نامرادی کی موت مرا۔ حضور پُرنور' رسول بحر و برٗ نبی برحق ﷺ کی یثرت میں تشریف آوری سے جب یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہیں اُخوت و محبت کے رشتے میں پرو دیا گیا اور یہ بھائی بھائی بن گئے پھر بھی یہودی ان میں فتنہ فساد کی آگ بھڑکانے سے باز نہ آتے تھے جب بھی انہیں موقع ملتا' وہ انہیں مشتعل کرنے کی کوششیں کرتے لیکن ہادی انس و جاں رہبر کائنات ﷺ کی بروقت چارہ گری سے یہودیوں کو ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔

حسد

حسد کی آگ اتنی ظالم ہے کہ انسان حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے بھی اس کو قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس آگ کے شعلوں میں وہ بھسم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس ابوعامر راہب کے علاوہ یثرب میں ایک اور شخص بھی تھا جو حسد کی موذی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی خزرج سے تھا' اس کا نام عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی تھا۔ دراز قامت' بارعب چہرہ' چرب زبان اور سیاست کے میدان کا شہسوار تھا۔ جب اوس و خزرج آئے روز کی جنگوں سے تنگ آ گئے اور اپنا ایک حکم مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تو سب کی نگاہیں عبداللہ بن ابی پر پڑیں' حتیٰ کہ دونوں قبیلوں نے بالاتفاق اس کو اپنا حکم مقرر کرنے کا عزم کر لیا۔ زرگر نے آ کر اس کے سر کا ماپ لیا تا کہ اس کے لیے سونے کا تاج تیار کرے۔ تاج پوشی کی رسم ادا کرنے کے لیے ایک شاندار تقریب کے انعقاد کے انتظامات ہو رہے تھے کہ اسی اثناء میں یثرب

marfat.com

Marfat.com

کے اُفق پر جمالِ محمدی ﷺ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا' جس کی دلکش کرنوں نے دِلوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس انقلاب کی موجوں میں دوسری خرافات کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن اُبی کی تقریب تاج پوشی اور اس کا سنہرا تاج بھی خس و خاشاک بن کر بہہ گیا۔ عبداللہ ابن ابی بن سلول نے جب سارے ماحول کو یکا یک بدلا ہوا دیکھا تو اس نے اپنی نجات اسی مصلحت میں سمجھی کہ وہ کھل کر اپنی قوم کی مخالفت نہ کرے' بلکہ اسلام قبول کرنے میں ان کا ساتھ دے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب حالات سازگار ہوں تو پھر وہ اپنے دِلی ارمان کو پورا کرے۔ اس کے دل میں تو کفر کا اندھیرا تھا' حسد کی آتش عالم سوز بھڑک رہی تھی لیکن کچھ عرصہ بعد بظاہر اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ جیسے جیسے اسلام کو ترقی اور عروج نصیب ہوتا گیا اس کی آتشِ حسد تیز سے تیز تر ہوتی گئی جب تک زندہ رہا' اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے مشکلات پیدا کرتا رہا اور بالآخر اسی آگ میں جل کر راکھ ہو گیا۔

Marfat.com

باب 1

طائف میں تبلیغ

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے لیے ابھی تک شریکہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کا وجود ایک ڈھال تھا۔ عرب کی ان نامور شخصیات کے ہوتے ہوئے معاندین کو کسی بھی کسی قسم کی بدتمیزی اور غیر شریفانہ حرکت کرنے کے لیے پہلے سو بار سوچنا پڑتا تھا کیونکہ یہ دونوں شخصیات حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی پشت پناہ تھیں اور آپ ﷺ کو ان کی وجہ سے ہر قسم کا تحفظ میسر تھا۔

مگر ان دونوں کی وفات کے بعد کفار و مشرکین مکہ کے لیے میدان صاف ہوگیا برادری میں کوئی ایسا معتبر شخص باقی نہ رہا جس کا انہیں پاس و لحاظ ہوتا اور اس کے ڈر سے یہ لوگ کسی انتہائی اقدام سے گریز کرتے۔ چنانچہ اب انہوں نے ابولہب کی سرکردگی میں حضور انور نبی کریم ﷺ کو دھمکی دے دی کہ وہ اب تبلیغی سرگرمیوں سے باز آجائیں اور عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کا وہ سلسلہ بند کردیں۔ چنانچہ مکہ کی زمین مزید تبلیغ اور عمل دعوت کے لیے تنگ ہوگئی۔

اگر ایک سرزمین جدوجہد کے لیے غیر موزوں ہو جائے تو قیادت کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ اس سرزمین کو خیر آباد کہہ دے اور نئے جہانوں کی تلاش میں چل نکلے جو اس کی انقلابی جدوجہد کے لیے موزوں ہوں، چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے نئی سرزمین کی تلاش میں نکلنے کا اصولی فیصلہ کرلیا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ موجودہ حالات میں مکہ کی مسموم فضا میں اسلام کا شجر طیبہ بارآور نہیں ہوسکتا تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ذرا مایوس نہیں ہوئے بلکہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے نئے میدان کی تلاش شروع کردی۔ مکہ سے ساٹھ (60) میل (96 کلومیٹر) کے فاصلہ پر طائف نامی ایک شہر تھا جہاں اس زمانہ میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ وہ زراعت پیشہ لوگ تھے اور زرعی معاملات میں ان کی مہارت نے اس شہر کو دور دور تک مشہور کردیا تھا اور اہل طائف کے گرد و نواح کو رشک فردوس بنادیا تھا۔ ایک معتدل، دلکشا اور پُر فضا پہاڑی سلسلہ میں یہ شہر آباد تھا۔

شہر کے اردگرد انگوروں اور سیبوں کے خوبصورت باغات کا سلسلہ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اعلیٰ قسم کے انگوروں

marfat.com

Marfat.com

کی بل کھاتی ہوئی بیلوں پر انگوروں کے آویزاں گچھے دل و نگاہ کو دعوت نظارہ دے رہے ہوتے۔ ان کے پہلو بہ پہلو سیبوں کے باغات تھے جن کا خوش ذائقہ، خوشبودار اور رنگین پھل دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا۔ درختوں کی قطاروں کے درمیان ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی آبجوئیں چھوٹی چھوٹی نہریں' پانی کی نالیاں اپنی بہار دکھا رہی ہوتی تھیں۔ مکہ کے رؤساء نے بھی وہاں اپنے مکانات بنا رکھے تھے جب مکہ کی گرمی ناقابل برداشت ہوتی تو وہ دل بہلانے کے لیے یہاں چلے آتے۔ کیونکہ طائف کا موسم معتدل تھا بعض قریشی سرداروں کے یہاں زرعی رقبے بھی تھے جن میں انہوں نے باغات لگا رکھے تھے۔

اس سرزمین کے لوگ بڑے خوشحال اور دولت مند تھے۔ اور جیسا کہ دولت مندوں کا عمومی مزاج ہوتا ہے وہ ہر وقت دولت کے نشے میں دھت رہتے ہیں۔ اہل طائف کے احساسات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔ خاندانی رعونت جہالت، تکبر و خوشحالی نے انہیں فرعون بنایا ہوا تھا۔ وہ کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے۔ دولت و جہالت کے نشے میں اس طرح غرق تھے کہ گرد و پیش کا بھی ہوش نہ تھا۔

اسی مدہوشی میں انہوں نے انسانی اور اخلاقی قدروں کو بھی خیر آباد کہہ دیا ہوا تھا۔ چونکہ نبوت، نڈر اور بے باک ہوتی ہے اسے کوئی مادی، طاقت، جاہ و منصب اور ظالم صاحب اقتدار خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جان، رہبر کائنات، سرکارِ دو عالم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے تبلیغ دین کے سلسلہ میں فرائض نبوت ادا کرنے کے لیے وہاں تشریف لے جانا تھا۔

طائف کے باشندے کیونکہ مالی لحاظ سے خوش حال تھے اس لیے وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ دیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں جب کہ سارا جزیرہ عرب جہالت کے اندھیروں میں غرق تھا طائف میں بہترین طبیب، اور مایہ ناز منجم موجود تھے۔ اپنے زمانہ کا بہترین طبیب حارث بن کلدہ تھا جس نے علم طب ایران کے ماہر اطباء اور حکماء سے حاصل کیا تھا وہ بھی طائف کا باشندہ تھا۔ اسی طرح جزیرہ عرب کا ماہر منجم عمرو بن امیہ بھی طائف کا رہنے والا تھا یہ شخص علم نجوم میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ علمی طریقہ سے ستاروں کی رفتار اوقات طلوع و غروب اور ان کے اثرات سے وہ آگاہ تھا۔ ستاروں کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کرنے کے لیے اس نے رصد گاہ بنائی ہوئی تھی۔

اس شہر کے اردگرد کیونکہ فصیل تعمیر کی گئی تھی اس لیے اس کو طائف (وہ جو محفوظ ہو) کہتے ہیں۔ فصیل کی تعمیر سے پہلے اس بستی کا نام وج تھا۔ اس وقت جزیرہ عرب میں صرف یہی ایک شہر تھا جس کے اردگرد فصیل تھی۔ یہ فصیل عرب معماروں نے تعمیر نہیں کی بلکہ اس کے معمار ایرانی تھے۔ یہاں کے ایک شخص نے شاہ ایران کی عظیم خدمات انجام دی تھیں۔ اس نے اس سے پوچھا کہ میں تیری خدمات کے عوض تمہیں کیا انعام دوں؟ اس نے کہا اے بادشاہ! آپ مجھے ایسے ماہر انجینئر اور کاریگر دیں جو میرے شہر کے اردگرد فصیل تعمیر کر دیں تاکہ کوئی دشمن اس پر حملہ نہ کر سکے۔ چنانچہ کسریٰ ایران کے بھیجے ہوئے ماہر کاریگروں نے اپنے انجینئروں کی زیر نگرانی یہ فصیل تعمیر کی اس

Marfat.com

وقت سے اس کا نام طائف ہوگیا۔ اس شہر میں ایک پہاڑی ٹیلہ ہے جس پر لات کا مجسمہ نصب تھا۔ جو مشرکین عرب کے تین اعلیٰ معبودوں میں سے ایک تھا۔ اور جسے مسلمانوں نے غالب آنے کے بعد مسمار کر دیا تھا۔

(نظرۃ جدیدۃ صفحہ 144، 145)

طائف کا شہر اپنی گونا گوں خصوصیتوں کی وجہ سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی توجہ کا مرکز بنا۔ قبیلہ بنی ثقیف سے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی کچھ رشتہ داری بھی تھی۔ ان بھائیوں میں سے ایک کی شادی قریشی خاتون صفیہ بنت معمر سے ہوئی تھی۔ ان تمام امور کے پیش نظر حضور انور نبی کریم ﷺ نے مکہ کے بجائے طائف کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا ارادہ فرمایا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کی وفات رجب یا رمضان سن 10 نبوی میں ہوئی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ماہ رمضان سن 10 نبوی میں ہوا۔ تبلیغ دین متین کی خاطر، دنیاوی حفاظتی سایہ اٹھ جانے کے باوجود بعثت کے دسویں سال ماہ شوال میں حضور پُر نور رحمت دو عالم ﷺ مکہ سے طائف کے لئے روانہ ہوئے تاکہ قبیلہ بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں کہ شاید ان کے دل اس پیغام حق کو قبول کرلیں اس طرح دین متین کو ایسے جاں نثار مجاہدین میسر آ جائیں جو اس دعوت حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کرسکیں۔

سورۃ مائدہ آیت 67 کے مطابق کسی بھی نبی کو جب حکم ملتا ہے کہ

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۔ (سورۃ مائدہ آیت 67)

ترجمہ:۔ ''جو احکام تیری طرف نازل کیے گئے ہیں وہ بندوں تک پہنچا دے۔''

تو وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے اور ہر قیمت پر پیغام خداوندی بندوں تک پہنچاتا ہے خواہ اس کی جبینیں شکن آلود ہو جائیں۔ تاکہ کل قیامت کے روز سورۃ مائدہ کی آیت 19 کے مطابق وہ یہ نہ کہہ سکیں۔

مَا جَآءَ نَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ۔ (سورۃ مائدہ آیت 19)

ترجمہ:۔ ''ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا یا کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔ (ورنہ تو ہم ضرور ایمان لے آتے اور اس کی پیروی کرتے۔)''

چنانچہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادی انس و جاں، رہبر کائنات سرکار دو عالم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بھی اہل طائف کی رعونت اور رد عمل کی پرواہ کئے بغیر ان تک دعوت حق پہنچانے کا فیصلہ فرمالیا۔

علامہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے یہ سفر تن تنہا اختیار فرمایا اور پیادہ پا مکہ سے چل کر طائف تشریف لے گئے لیکن محمد بن سعد صاحب الطبقات کی رائے یہ ہے کہ اس کٹھن اور پر از مصائب و آلام سفر میں حضور پُر نور ﷺ کے خادم خاص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

(محمد رسول اللہ، ابراہیم عرجون جلد 2 صفحہ 320)

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت طائف کے قبیلہ ''بنوثقیف'' کی سربراہی اور نمائندگی عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے سپرد تھی۔ یہ تینوں بھائی بڑے بااثر سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک کی شادی قبیلہ قریش میں ہوئی تھی اور اس کے گھر قریشی خاتون تھی جس کا نام ''صفیہ بنت معمر'' تھا۔ اس قرابت وخصوصیت کی بنا پر حضورِ انور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں سب سے پہلے ان ہی کے پاس پہنچے اور انہیں پیغام حق دیا۔ یہ سرپھرے وڈیرے اور بگڑے ہوئے رئیس حق کی بات سن کر بپھر گئے انہیں یوں لگا جیسے انہیں موجودہ معاشرتی حیثیت، جاہ وجلال اور اقتدار سے دستبردار ہونے کا حکم دے دیا گیا ہو۔ ان کے نتھنے پھول گئے اور ان کے اپنے غیظ وغضب نے انہیں آتش زیرپا کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہاں پہنچ کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادی انس وجاں' رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رابطہ مہم شروع فرمائی۔ طائف کے تمام قابل ذکر افراد کے پاس تشریف لے جاتے۔ انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ دین اسلام کے بنیادی عقائد اور بنیادی اہم وضروری تعلیمات سے آگاہ فرماتے۔ گھر گھر جا کر اسلام کی دعوت دینے کا یہ سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ اور بعض علماء کے نزدیک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں دس روز قیام فرمایا۔ لیکن وہاں کے کسی فرد کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ اس داعی برحق کی دعوت کو قبول کرتا۔ آخر کار حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے تین چوٹی کے سرداروں کے پاس پہنچے۔ یہ تینوں سردار سگے بھائی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں عبد یالیل بن عمرو، مسعود بن عمرو، حبیب بن عمر۔

ان تینوں میں سے ایک کی شادی قریش قبیلہ کے بنوجمح خاندان میں ہوئی تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور بڑی دلسوزی سے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہیں فرمایا تم اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ، اس دین حق کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہو جاؤ، اس دعوت کو پھیلانے میں میرے دست و بازو بنو، اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں سرخرو کرے گا۔ ہر میدان میں فتح و کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

بجائے اس کے کہ اس سچی دعوت پر وہ دل کی گہرائیوں سے لبیک کہتے اور صدق وخلوص کے ساتھ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرتے انہوں نے بداخلاقی اور سفلہ مزاجی کا ایسا مظاہرہ کیا جس سے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک کو سخت صدمہ پہنچا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن کر ان میں سے ایک نے یہ کہا۔

وھو یمرط اثواب الکعبۃ ان کان اللہ ارسلھا ۔

''یعنی اگر اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو گویا وہ غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔'' (قارئین کرام، یہ فقرہ مفہوم کے لحاظ سے اردو کے اس محاورے سے ملتا جلتا ہے ''اگر تم پیغمبر ہو تو اللہ مجھے

Marfat.com

غارت کرے۔“)

دوسرے نے بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوں کہا۔

اما وجد الله احد یرسله غیرك ۔

”کیا تمہارے سوا اللہ کو اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر مبعوث کرتا۔“

تیسرا کہنے لگا۔

”بخدا! میں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں جس طرح آپ کا دعویٰ ہے تو پھر آپ کی شان بڑی بلند ہے مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ میں آپ کے کلام کا جواب دوں۔ اور اگر آپ (معاذ اللہ) اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کے ساتھ بات کروں۔“(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 149...... زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 297)

ایسے فرعون صفت اور ہامان سرشت نمرودوں کے پاس اس جرات اور دھڑلے سے پہنچ جانا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ اس سے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے عزم و استقلال آپ کی جرات و ہمت خود اعتمادی اور حوصلہ مندی اور آپ ﷺ کا صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ پیغام پہنچانا مقصود تھا، وہ پہنچا کر اپنا فرض منصبی ادا کر دیا۔ مشہور متعصب مستشرق سر ولیم مور (Willian Muir) نے بھی اس عظمت کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

”محمد (ﷺ) کی خود اعتمادی اور قوت ارادی کا یہ کمال ہے کہ وہ مکہ میں پیش آنے والی مسلسل ناکامیوں کے باوجود اکیلے طائف میں چلے گئے جو دشمنوں کا شہر تھا اور پھر وہاں جا کر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔

فقام صلی الله علیه وسلم من عندهم زقد یئس من خیرهم وقال: اذا فعلتم مافعلتم، فاکتموا علی وکره ان یبلغ قومه عند ذالك فیزیدهم علیه، فلم یفعلوا ۔

(شرح مواہب اللدنیہ، 1:297)

حضورِ انور ﷺ نے ملن لوگوں کے نازیبا سلوک سے سمجھ لیا کہ ان میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے لہٰذا آپ مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

طائف کے ہر قابل ذکر شخص سے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ملاقات کی اور انہیں اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ حضور ﷺ کو یہ توقع تھی کہ اہل مکہ نے از راہ تعصب اگر اس سچی دعوت کو قبول نہیں کیا لیکن اہل طائف کا رویہ ایسا معاندانہ نہ ہو گا وہ اسے قبول کرنے میں تامل سے کام نہیں لیں گے۔ لیکن یہاں تو سارا آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا تھا۔ کسی نے شائستگی سے جواب دینے کی زحمت

marfat.com
Marfat.com

تک گوارانہ کی۔ انتہائی بے مہری اور ڈھٹائی سے اس دعوت کو مسترد کر دیا۔ ان کے غیر متوقع طرز عمل سے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے خاطر عاطر پر جو گزری ہوگی اس کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان سے رخصت ہونے سے پہلے ان کو کہا۔

اذفعلتم ما فعلتم فاكتموا علی

''میرے ساتھ جو برتاؤ تم نے کیا وہ تو کیا اب یہ سارا معاملہ راز رہے' اس کو افشانہ کرنا۔''

(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر جلد 2 صفحہ 150 ...... شرح مواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 297)

کیونکہ حضور ﷺ کو خدشہ تھا کہ اہل مکہ کو اگر معلوم ہوگیا کہ میں طائف گیا ہوں' وہاں کے رؤساء کو قبول اسلام کی دعوت دی ہے اور انہوں نے بڑی سرد مہری سے دعوت حق کو ٹھکرا دیا ہے تو اہل مکہ خوشی کے شادیانے بجائیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے معاندانہ رویہ میں مزید تیزی اور تلخی پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے حضور ﷺ نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن ان میں مروت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ طائف کے یہ کم ظرف سردار ایسا نہ کر سکے بلکہ انہوں نے اس واقعہ کی خوب تشہیر کی۔ وہ ہر ملنے والے سے اپنے اس متکبرانہ اور احمقانہ جواب کا تذکرہ مزے لے لے کر کرتے۔

اہل طائف کے حوصلہ شکن رویہ سے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ہمت نہ ہاری۔ آپ ﷺ اتمام حجت' فرض منصبی کی ادائیگی اور دعوت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دوسرے سرداروں کے پاس بھی گئے۔

انه لم يترك احدا من اشرافهم الا جاء اليه و كلمه فلم يجيبوه و خافوا على احدائهم منه، فقالوا! يا محمد! اخرج من بلادنا ۔

پس آپ ﷺ طائف کے سرداروں میں سے ہر ایک کے پاس گئے اور ان سے دینی امور پر بات چیت کی اور اسلام پیش کیا مگر کسی نے قبول نہ کیا۔

طائف کے سرداروں نے اس سے بھی زیادہ خست اور رذالت کا یوں مظاہرہ کیا، کہنے لگے **یا محمد اخرج من بلدنا** کہ اے محمد (ﷺ) ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے بگاڑ دو گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے شہر کے اوباشوں اور نوخیز چھوکروں کو حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہوگئے اور حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا تعاقب شروع کر دیا آوازے کستے، پھبتیاں اڑاتے، دشنام طرازی کرتے، اپنے بتوں کے نعرے لگائے ہوئے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے پیچھے لگ گئے۔

جس راستہ سے تاجدار کائنات سرکار دو عالم ﷺ نے گزرنا تھا طائف کے شہری دو رویہ صفیں بنا کر بیٹھ گئے اور حضور پُر نور نبی کریم ﷺ جب ان کے درمیان میں سے گزرے تو انہوں نے پتھر برسانے شروع کیے۔ وہ ناخلف

Marfat.com

ناعاقبت اندیش حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے بابرکت قدموں کو اپنے پتھروں کا نشانہ بناتے۔ چلتے ہوئے جو پاؤں زمین پر رکھتے ٹھک سے پتھر اس پر آ لگتا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اسے اٹھاتے اور دوسرا پاؤں زمین پر رکھتے تو وہ پاؤں ان کی زد میں آ جاتا یہاں تک کہ ان ظالموں کی سنگ باری سے مبارک قدم زخمی ہو گئے اور خون بہنا شروع ہو گیا۔

ان کی سنگ باری جب شدت اختیار کر لیتی تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ درد کی شدت سے بیٹھ جاتے وہ ظالم آگے بڑھتے، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو بازوؤں سے پکڑتے اور کھڑا کر دیتے پھر پتھر برسانا شروع کر دیتے اور ساتھ ہی قہقہے لگاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بے بسی و بے کسی کے اس عالم میں اپنے آقا کو بچانے کے لیے آڑ بن کر کھڑے ہو جاتے۔ کئی پتھر ان کے سر پر لگے اور زخموں سے خون بہنے لگا۔ اس طرح طائف کے ان بدبخت شہریوں نے اپنے اس معزز و مکرم مہمان کو اپنے ہاں سے رخصت کیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ جب طائف شہر کے باہر پہنچے تو دل ان کے ظالمانہ سلوک سے از حد مغموم تھا۔ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا۔ پاؤں مبارک سے خون بہ رہا تھا۔ طائف سے پانچ کلومیٹر دور ایک باغیچہ تھا۔ حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 577)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر پروانے کی طرح نثار ہو رہے تھے جدھر سے پتھر آتا اسے اپنے جسم پر لینے کی کوشش کرتے اس کشمکش میں ان کا سر پھٹ گیا۔ یہ وہ کربناک لمحات تھے جو رہتی دنیا تک اسلام کی تاریخ دعوت و عزیمت کا سرعنوان بن گئے۔ آقائے نامدار سرورِ کائنات نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے نرم و نازک جسم پر پتھروں کی بارش، پائے نازنین کو زخموں سے چور چور کرنے والے کون تھے؟ وہی جن کے دامن میں حضور ﷺ دنیا و آخرت کی نعمتیں ڈالنے گئے تھے۔ قدرت کا یہ بھی عجب نظام ہے جو مسیحا بن کر قوم کے درد بانٹنے نکلا، نادان قوم نے اس پیکر رحمت و شفقت کا استقبال سنگ زنی سے کیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ہادیٔ برحق ﷺ کی اس قدر شدت کے ساتھ مخالفت کیوں کی گئی؟ اگر اہل مکہ و طائف کسی مذہب کی مخالفت میں اس حد تک گزرتے تو یہودی و نصرانی بھی اپنے اپنے مذاہب کی تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے۔ اور اگر ان فرعون نما سرداروں کو محض بھلائی اور خیر کے کاموں کی تبلیغ و اشاعت سے خطرہ ہوتا جو اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہیں تو اس سے پہلے ورقہ بن نوفل، قیس بن ساعدی اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ بھی تھے۔ یہ لوگ بڑے پاکباز، بلند کردار، عابد و زاہد اور رشد و ہدایت کے داعی اور مصلحین قوم تھے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہتے تھے مگر کسی نے ان کے خلاف آواز نہیں اٹھائی تھی۔

کیونکہ وہ جانتے تھے ان کی اصلاحی دعوت ان کی اپنی ذات تک محدود ہے اور اس سے ان کے باطل نظام کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مگر تحریک دین اسلام اس سے بالکل مختلف تھی، وہ جانتے تھے۔ یہ تحریک، تسبیح و مناجات اور اخلاقی تعلیمات وعبادات تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ پورے غیر عادلانہ نظام کے خلاف ایک شائستہ مہذب نظام سے عبارت ہے۔ یہ مروجہ قبائلی اقتدار اور سیاسی جاہ وجلال کے لیے زبردست خطرہ ہے۔ اس کے عروج وارتقاء اور کامیابی کا مطلب نظام باطل کی شکست وریخت ہے۔ وہ لوگ یہ کسی قیمت پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ اسے پنپنے نہ دیں اور افواہ طرازی، جھوٹ اور غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ خواص وعوام میں بدنام کردیں۔

مکہ والوں کی طرح اہل طائف نے بھی اسی وجہ سے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ غنڈہ گردی پر اتر آئے اور سوقیانہ' انتہائی گھٹیا اور گرے ہوئے انداز میں ظلم وستم کی انتہا کردی۔ انہوں نے یہ خوفناک رویہ اس لیے اختیار کیا تاکہ طائف کی فضائیں بدستور شرک آلود رہیں اور حق کی ترنم ریز صداؤں سے آشنا نہ ہوں مگر یہ ان کی بھول تھی۔ اس ہولناک تشدد نے اس سرزمین پر مستقبل میں انقلاب کے لیے تخم ریزی کردی اور بہت جلد یہ علاقہ اسلامی تحریک کی زد میں آگیا۔ لوگوں نے بتوں کی غلامی کا جوا گلے سے اتار پھینکا جو انہوں نے پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈالا ہوا تھا اور اس باطل نظام سے نجات حاصل کرلی جو صدیوں سے جونک کی طرح ان کا خون چوس رہا تھا۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم' سرکار دو عالم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ستانے کے لیے ایک باغ کے قریب بیٹھ گئے۔ طائف کے سفاک اور بدنہاد لوگوں نے جو اخلاق کے منافی اور تہذیب وشرافت سے گرا ہوا سلوک کیا اور جس بدتمیزی سے پیش آئے تھے اس سے قلب اطہر نے گہرا اثر لیا۔ جسم مبارک زخموں سے چور چور تھا اور غم کی شدت سے نڈھال ہو چکا تھا۔ ایسے عالم میں آپ ﷺ نے یہاں پہنچ کر دو رکعت نفل ادا کیے، پھر بڑے درد وسوز سے اپنے معبود برحق، اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ بے کس پناہ میں اپنے قلب حزیں کی حکایت درد وغم پیش کی۔ ان سنگین ترین لمحات میں زبان رسالت سے نکلے ہوئے ان دعائیہ کلمات میں جو درد وسوز ہے، اپنی بندگی کا جس نرالے انداز میں اظہار ہے، اور ان حالات میں بھی جو تمنا لبوں پر دعا بن کر رونما ہورہی ہے، اس سے اعلیٰ ترین نرالی شان' رفعت اور عظمت مصطفوی کے آفتاب کی تابانیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس محبوب بندے کا اپنے کریم رب سے عبودیت کا جو رشتہ ہے اس کی پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ عشق الٰہی کا جو جذبہ اس قلب مبارک میں موجزن ہے اس سے بقدر فہم آگاہی نصیب ہوتی ہے۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حبیب رب العالمین ﷺ نے جو مناجات اس وقت اپنے کریم ورحیم ربّ کی بارگاہ میں بدل سوزاں وچشم گریاں وزبان لرزاں پیش کی اسے بار بار پڑھیے' اس میں بار بار غور کیجیے۔ اس سے شاید اس مقام کی رفعتوں کا آپ کو کچھ اندازہ ہوسکے۔ جس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اس حبیب کو فائز فرمایا تھا۔

حضور سراپا نور ﷺ نے عرض کی۔

Marfat.com

اللھم انی اشکوا الیك ضعف قوتی	اے اللہ! میں اپنی طاقت کی ناتوانی
وقلة حیلیتی	اپنی قوت عمل کی کمی
وھوانی علی الناس	لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔
یا ارحم الرحمین انت ربّ المستضعفین	اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا ربّ ہے۔
وانت ربی	تو میرا بھی ربّ ہے۔
الی من تکلنی	تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔
الی بعید یتجھمنی	اپنے بعید کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے۔
او الی عدو ملکته امری	کیا کسی دشمن کو تو نے میری قسمت کا مالک بنادیا ہے۔
ان لم یکن بك علی غضب فلا ابالی	اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو تو مجھے ان تکلیفوں کی ذرا پروا نہیں۔
ولکنّ عافیتك اوسعرلی .	پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دلکشا ہے۔
اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمات	میں پناہ لیتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ۔ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔
وصلح علیه امر الدنیا والاخرة	اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں۔
من ان تنزل بی غضبك	کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر
اوتحل علی سخطك	اور تو اتارے مجھ پر اپنی ناراضگی
لك العتبی حتی ترضی	میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔
ولا حول ولاقوة الا بك	تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی زور ہے نہ قوت۔

اتفاق سے یہ باغ جس میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، ہادیٔ انس و جاں رحمت دو عالم ﷺ ذرا اوپر ستانے کے لیے رکے تھے مکہ کے ایک رئیس ربیعہ کا باغ تھا جو اسلام اور بانی دین اسلام، حضورِ انور ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ اس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ، وہاں باغ میں موجود تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے

marfat.com

Marfat.com

ساتھ طائف کے اوباشوں نے جو سلوک کیا تھا اس کا انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ یہ اگرچہ حضورِ انور ﷺ کے بدخواہ تھے لیکن اس ظالمانہ رویہ کو دیکھ کر ان کے دل بھی پسیج گئے اور قرابت کا خون جوش مارنے لگا۔

ان کا ایک غلام تھا جس کا نام عداس تھا۔ انہوں نے اسے کہا کہ اے عداس' انگوروں کا ایک گچھا لے لو، ایک طشتری میں رکھو، پھر اسے لے کر اس نووارد کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ اسے تناول کرے۔ عداس نے ایسا ہی کیا۔ انگوروں کا ایک گچھا طشتری میں رکھ کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ شوق فرمایئے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم سرکارِ دو عالم ﷺ نے بسم اللہ شریف پڑھی اور انگوروں کے دانے توڑ کر کھانے لگے۔ عداس نے غور سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے رخ انور کی طرف دیکھا پھر بولا۔ کہ یہ کلام ان بستیوں کے لوگ تو نہیں کہا کرتے یعنی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا یہاں تو رواج نہیں ہے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ تمہارا کیا دین ہے؟

اس نے عرض کی۔ میں نصرانی ہوں اور نینوئی کا باشندہ ہوں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' عالم خفا و غیوب' حضورِ انور ﷺ نے فرمایا وہ نینوا، جو مرد صالح یونس بن متی کا شہر ہے؟

عداس بولا۔ آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں۔

حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا۔

ذلك اخی كان نبيا وانا نبی

''وہ میرے بھائی ہیں اور نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔''

عداس اٹھ کر کھڑا ہوا جھک کر پہلے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر ہاتھوں کو چوما پھر مقدس قدموں کو بوسے دینے لگا۔

عتبہ اور شیبہ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا لو۔ تمہارے غلام کو تو اس نے خراب کر دیا۔ اب وہ تمہارے کام کا نہیں رہا۔

عداس جب ان کے پاس واپس آیا انہوں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

تیرا ستیاناس ہو۔ تو اس شخص کے سر، ہاتھوں اور پاؤں کو کیوں چومنے لگ گیا تھا؟ تجھے کیا ہو گیا تھا؟ عداس نے جواب دیا اے میرے مالکو! ساری روئے زمین پر اس ہستی سے بہتر کوئی نہیں ہے، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا۔

وہ کہنے لگے۔ عداس اس کے فریب میں نہ آ جانا، تیرا دین اس کے دین سے بہت بہتر ہے۔

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 300......السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 150)

Marfat.com

عداس کے بارے میں معتبر روایات و آراء یہ ہیں کہ وہ پڑھا لکھا اور حق شناس انسان تھا اور نبی آخر الزمان ﷺ کی سیرت، حالات زندگی اور خصوصی اوصاف واحوال سے واقف تھا۔ جب حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اسے بتایا کہ آپ نبی ہیں تو اسے پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ وہ اسی وقت آپ کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت محبت وعقیدت سے اپنی اطاعت و نیاز مندی کا اظہار کیا اور اسی وقت کہا:

اشهد انك عبدالله ورسوله . میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حکیم بن حزام راوی ہیں کچھ عرصہ بعد جب جنگ بدر برپا ہوئی تو اہل مکہ کی طرف سے اس میں شرکت کرنے کے لیے عتبہ اور شیبہ بھی نکلے اس وقت عداس ایک سفید چٹان پر ان کی راہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

فوثب لما رای عتبة و شيبة واخذ بار جلهما، يقول بابى وامى انتما والله انه لرسول الله وما تساقان الا الى مصار عكما .

جب اس نے عتبہ اور شیبہ کو دیکھا تو وہاں سے فوراً اٹھا' اچھلا اور جا کر ان (عتبہ اور شیبہ) کے پاؤں پکڑ لیے اور کہنے لگا: ''میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں خدا کی قسم! وہ اللہ کے رسول ہیں اور تم لوگ اس وقت اپنے مقتل کی طرف جا رہے ہو۔''

اسی دوران عاص بن شیبہ بھی وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ عداس رو رہا ہے اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ عداس نے اسی گریہ زاری کے عالم میں عاص کو جواب دیا:

يبكيني سيداى وسيدا هذا الوادى فيخرجان ويقاتلان رسول الله . مجھے اس وقت اپنے اور اس وادی کے دوسرداروں پر رونا آرہا ہے جو اللہ کے سچے رسول کے مقابلے میں جا رہے ہیں۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول کے مقابلے میں جانا ہلاکت اور ابدی خسران کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس وقت یہ لوگ اسی مقصد کے لیے نکل رہے ہیں، ظاہر ہے کہ مارے جائیں گے اور مجھے ان کا حسرتناک اور عبرتناک انجام رونے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس پر عاص بن شیبہ نے ذرا انکار کے لہجے و انداز میں عداس کو کہا' بھلا وہ اللہ کے رسول ہیں؟

دوسری روایت میں عداس کا نصیحت آمیز کہنا یوں ہے۔

جب جنگ بدر کے لیے اہل مکہ کا لشکر روانہ ہونے لگا تو اس میں اس کے مالک شیبہ اور عتبہ بھی شریک تھے انہوں نے اسے بھی کہا کہ چلو تم بھی ہمارے ساتھ۔ اس وقت عداس نے ان دونوں کو کہا۔

وقال ذلك الرجل الذى رايت فى حائطكما تريدان؟ فوالله ما تقوم له الجبال .

marfat.com

Marfat.com

''کیا تم اس شخص کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جارہے ہو جس کی زیارت میں نے تمہارے باغ میں کی تھی بخدا اس کے سامنے تو پہاڑ بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔''

وہ بدنصیب اب بھی نہ سمجھے، الٹا اسے کہنے لگے کہ اس نے اپنی گفتگو سے تم پر جادو کر دیا ہے۔

عاص نے ذرا انکار کے لہجے میں کہا: بھلا وہ اللہ کے رسول ہیں؟

فانتفض عداس، انتفاضة شديدة واقشعر جلده وبكي وقال: اى و الله انه لرسول الله الى الناس كافة . (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد 2 صفحہ 467)

عداس، تحقیر وانکار کی یہ بات سن کر بری طرح کانپ اٹھا، خوف سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ روتے ہوئے گویا ہوا ہاں، اللہ کی قسم! وہ تمام کائنات کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد 2 صفحہ 467)

یہ تمام شواہد اس حقیقت کے غماز ہیں کہ عداس دل و جان سے ایمان لایا تھا اور اسے معرفت حق نصیب ہوگئی تھی اس نے چاہا کہ یہ نعمت اپنے آقاؤں میں بھی تقسیم کر دے اور انہیں راہ ہدایت پر لے آئے مگر اس کی ہزار کوشش کے باوجود انہیں یہ دولت ہدایت نصیب نہ ہوئی اور وہ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے۔

اہل طائف کے انتہائی وحشیانہ اور غیر مہذب طرز عمل سے نالاں اسی افسردگی کے عالم میں آپ ''قرن الثعالب'' تک پہنچ گئے یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ ایک چھوٹی پہاڑی ہے جو اہل نجد (نجد کی طرف سے آنے والوں) کا میقات ہے۔ اہل نجد یہاں سے احرام باندھتے ہیں۔ وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپ ﷺ کی عظمت اور بارگاہ خداوندی میں آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو چمکتے سورج کی طرح آشکار کر دیا اور وہاں آپ ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی بھی صبح کی پھیلتی ہوئی روشنی کی طرح نمایاں ہوگئی۔ اس واقعہ کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے صحیحین کے حوالہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے۔

هل اتى عليك يوم كان اشد عليك من يوم احد؟ (فقال لقد لقيت من قومك و كان اشد ما لقيت يوم العقبة)

''آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔''

یا رسول اللہ کیا احد، کے دن سے بھی زیادہ تکلیف دہ دن حضور پر گزرا ہے؟

فرمایا تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے یوم العقبہ کو پہنچیں وہ بہت زیادہ سخت تھیں یعنی جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا روح فرسا تھا۔'' (فتح الباری شرح بخاری جلد 6 صفحہ 313...... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 579)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں ان

Marfat.com

میں سے کسی نے میری دعوت قبول نہ کی۔ میں لوٹا اس روز میں سخت غمگین و پریشان خاطر تھا اور اپنے افکار و اندیشوں میں کھویا ہوا چلتا رہا جب میں قرن الثعالب کے مقام پر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے اچانک سر اوپر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر میں نے غور سے دیکھا تو حضرت جبرائیل مجھے وہاں دکھائی دیئے۔

انہوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا اور کہا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کی ہے اور جو روکھا اور درشت جواب انہوں نے آپ کو دیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ جو حکم اسے دیں گے وہ بجالائے گا۔

پہاڑوں کے فرشتہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا پھر گزارش کی۔ مجھے اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ سے جو گفتگو کی ہے اس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے سنا ہے میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں آپ جو حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اگر آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ سارے تلنگے اور اوباش پس کر رہ جائیں، رحمت للعالمین، تاجدارِ کائنات، رحمتِ مجسم ﷺ نے فرمایا۔

ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ لا یشرک بہ شیئا ۔

"میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔"

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 152، 153...... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 579...... دلائل النبوۃ، ابونعیم صفحہ 308)

امام محمد بن یوسف الصالحی سبل الہدیٰ والرشاد میں امام احمد اور شیخین کے حوالہ سے یہ روایت یوں نقل کرتے ہیں۔

"حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا آپ کا ربّ کریم آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ آپ کے ارشاد کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور کہا اگر آپ فرمائیں تو میں پہاڑوں کو ان پر اوندھا گرا دوں اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں غرق کر دوں۔ رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا اے پہاڑوں کے فرشتے! میں صبر کروں گا شاید ان کی اولاد میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں جو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لائیں۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی اس رحمت اور شفقت کو دیکھ کر پہاڑوں کا فرشتہ یہ کہہ اٹھا۔ جس طرح آپ کے ربّ نے آپ کا نام رکھا ہے بیشک آپ رؤف و رحیم ہے۔"

طائف کا یہ سفر تقریباً ایک ماہ جاری رہا روایات کے مطابق آپ 10 نبوی میں شوال کی ستائیس تاریخ کو

marfat.com
Marfat.com

تشریف لے گئے تھے اور تئیس ذی قعدہ کو واپس تشریف لائے۔اس حساب سے تقریباً پچیس دن بنتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ،ابونعیم،308)

سفر طائف اور اس میں پیش آنے والے واقعات میں اہل علم و دین اور مبلغین کے لیے ایک خاص اسوہ اور نبوی درس پوشیدہ ہے وہ یہ کہ۔

دعوت اور تبلیغ کا میدان عشرت کدہ اور پھولوں کی سیج نہیں ہے۔حق وصداقت پر مبنی تبلیغ کے راستے میں قدم قدم پر بے شمار مشکلات آتی ہیں۔مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے،طعن وتشنیع اور تمسخر واستہزاء کے زہریلے تیر سہنے پڑتے ہیں، اہل ہوس کی نفرت وحقارت، جاہلوں کے اکھڑپن، اصحاب اقتدار کے عناد وانتقام اور ابن الوقت ہم عصروں کی ریشہ دوانیوں، افتراپردازیوں اور بدترین سازشوں کا نشانہ بنا پڑتا ہے۔

اگر کسی جگہ معاملہ برعکس ہو اور وہاں تبلیغ کے راستے میں پھولوں کے ہار اور دولت کے انبار ہوں اسے شاہانہ عیش اور قرب شاہ حاصل ہو اور اسے دیکھ کر کسی ذی جاہ صاحب منصب کے ماتھے پر بل نہ پڑتے ہوں، کسی زر پرست حاسد کی آنکھ میں نفرت وحقارت اور غیظ وغضب کے انگارے نہ دہکتے ہوں' کوئی دنیادار اسے دیکھ کر آوازے نہ کستا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حق پر مبنی، خالص دعوت اور بے لوث تبلیغ نہیں ہے۔اس نے اہل باطل سے مفاہمت کر رکھی ہے اسی مفاہمت نے اسے شر پسند، دین دشمن باطل طاغوتی طاقتوں کے لیے گوارا اور قابل قبول بنا دیا ہے وہ اسے سرآنکھوں پر بٹھاتی ہیں، زروجواہر میں تولتی ہیں،قرب عطا کرتی ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی دنیا پرست، استبداد پسند، خدا اور رسول ﷺ کے باغی حکمران کے مفادات کسی تبلیغ سے ٹکرائیں اس کی حکومت و دولت اور شہرت و منصب کو اس سے خطرہ بھی لاحق ہو اور پھر وہ اس پر پھولوں کی بارش کرے۔اگر کسی تبلیغ کو یہ اعزازات حاصل ہوں تو وہ سمجھ لے اس میں کہیں باطل کا اختلاط و ملاوٹ ہو چکی ہے جو اس کے چشمہ صافی کو گدلا کر رہا ہے۔

اسی واقعہ میں یہ درس بھی پنہاں ہے کہ تبلیغ حق اور دعوت الی اللہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ایک عظیم فرض ہے،جس کی ادائیگی ہر صورت ضروری ہے خواہ اس راستے میں پتھر کھانا پڑیں اور دشمنوں کے ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بنا پڑے۔اس راستے میں یہ سب صعوبتیں اور یہ آلام وشدائد ربانی اعزازات اور انبیاء کرام کا طریقہ ہیں۔بظاہر انسان عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہو جاتا ہے مگر دعوت کے صلے میں ملنے والے مقام و منصب کی وجہ سے رب کا مقرب بندہ بن جاتا ہے اور یہ وہ انعام ہے جسے ہوس کے مارے اور دین سے بے بہرہ دل کے اندھے نہیں سمجھ سکتے۔

دعوت الی اللہ دینے والے مخلصین وہ سعادت مند لوگ ہوتے ہیں جو وہی فریضہ انجام دیتے ہیں جو سابقہ امتوں میں حضرت انبیاء کرام انجام دیتے تھے۔اس سے ان کے مقام و مرتبے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

طائف سے واپسی پر بظاہر حالات انتہائی ناساز گار تھے اور تحریک کی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ افق پر دور دور تک انقلاب کے آثار ناپید تھے۔ ایسے میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جس اعتماد و یقین کے ساتھ بات کی اور روشن مستقبل کی نوید سنائی اس سے یہ درس ملتا ہے کہ کارکنوں کو اہل ایمان کو، پیروکاروں کو ناموافق حالات میں مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ یقین و ایمان کے دیئے فروزاں رکھنے چاہئیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ محض اللہ کی رضا اور دین اسلام، تحریک دین اسلام ﷺ کے احیاء و اعلاء کے لیے کام کیا جا رہا ہو اور پھر اس میں ناکامی ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا:

یا زید ان اللہ جاعل لما تری فرجا و مخرجا، وان اللہ ناصر دینہ و مظہر دینہ ۔

اے زید! تم جو ناساز گار حالات دیکھ رہے ہو ان سے گھبراؤ نہیں۔ بیشک اللہ تبارک تعالیٰ کشائش اور ان سے نکلنے کا راستہ ضرور پیدا فرما دے گا۔ اور بے شک اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین کی ضرور مدد فرمائے گا اور اپنے نبی کو ضرور غلبہ واقتدار عطا فرمائے گا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 212)

اور پھر مستقبل قریب ہی میں دنیا نے دیکھ لیا کہ زبان نبوت سے نکلے ہوئے یہ کلمات بالکل سچے ثابت ہوئے۔ ظلمت شب تار تار ہوگئی اور سحر کے نور سے آسمان جگمگا اٹھا۔

طائف سے واپسی کے دوران

سفر طائف میں محبوب ربّ العالمین ﷺ کو جن روح فرسا اور جانگداز حالات کا سامنا کرنا پڑا اگر کسی اور شخص کو ان کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ ہمت ہار بیٹھتا اور مایوس ہو کر خلوت گزینی اختیار کر لیتا لیکن حضور پُرنور ﷺ کے کشادہ سینہ میں جو قلب منیر دھڑک رہا تھا اس میں تو اپنے خالق کی محبت اور اس کی مخلوق کی خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات کے سمندر موجزن تھے۔ اس کے سامنے قیامت کی حشر سامانیاں بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ اس حادثہ فاجعہ کے بعد دل دردمند کی جو التجا لبوں پر آئی اس کے لیے در اجابت کھل گیا بارگاہ صمدیت میں اسے شرف قبول نصیب ہوا۔ اور حالات کا رخ غیر متوقع طور پر بدلنا شروع ہو گیا۔

طائف کی سرزمین ہدایت و رحمت کے نور سے خالی بالکل بنجر اور ویران پڑی تھی۔ مسیحائے وقت کی نگاہ انتخاب اس سرزمین کی طرف اٹھی، نور و نکہت اور خیر و برکت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب خود اس کی طرف بڑھا مگر اہل طائف بڑے ہی نادان، تیرہ باطن اور بدقسمت نکلے۔ وہ مسلسل گمراہی میں رہ کر اندھیروں کے عادی ہو چکے تھے انہیں پتہ ہی نہیں تھا اجالا اور نور ہدایت اور رحمت کسے کہتے ہیں۔ اس لیے اجالوں کے سیلاب کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر بدک گئے اور الٹا اس کے آگے بند باندھنے کے لیے تیار ہو گئے انہوں نے جس بھونڈے طریقے سے انوار

marfat.com

Marfat.com

ہدایت کو آگے بڑھنے سے روکا۔ جس بھیانک انداز سے مسیحائے ذی شان کا استقبال کیا اور جس بے دردی اور سنگدلی سے اسے طائف سے نکالا اس نے قلب اطہر کو افسردہ کر دیا۔

آپ ﷺ رنجیدہ دل لے کر وہاں سے نکلے ان کے بے ڈھب سلوک اور نازیبا حرکات سے طبیعت مبارک اتنی ملول ہوئی کہ آپ ﷺ چلتے ہی رہے کسی طرف دھیان ہی نہ دیا یہاں تک کہ اسی عالم میں آپ ''وادی نخلہ'' میں پہنچ گئے، یہ ایک سرسبز وشاداب اور دلکش وادی تھی جہاں قدرتی حسن ہر طرف بکھرا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر طبیعت مبارک کچھ سنبھلی۔ قدرت کو منظور ہوا کہ طبع مبارک پر جو غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں وہ چھٹ جائیں حزن وملال کے اثرات زائل ہوں اور دل لازوال خوشیوں سے لبریز ہو جائے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو ایسی خوشیاں ایک ہی چیز عطا کر سکتی تھی اور وہ تھی ''مخلوق خدا کی ہدایت کی طرف رغبت ان کا دین حق کی طرف میلان اور اسلام قبول کرنے کی طرف جھکاؤ۔''

پہاڑوں کے فرشتے کی بات سن کر پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے اُس جواب میں آپ ﷺ کی یگانہ روزگار شخصیت اور ناقابل ادراک گہرائی رکھنے والے اخلاق عظیمہ کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔ بہر حال اب سات آسمانوں کے اوپر سے آنے والی اس غیبی مدد کی وجہ سے آپ ﷺ کا دل مطمئن ہو گیا اور غم والم کے بادل چھٹ گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ کی راہ پر مزید پیش قدمی فرمائی اور وادی نخلہ میں جافروکش ہوئے۔ یہاں (وادی نخلہ میں) دو جگہیں قیام کے لائق ہیں۔ ایک السیل الکبیر اور دوسرے زیمہ کیونکہ دونوں ہی جگہ پانی اور شادابی موجود ہے لیکن کسی ماخذ سے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ ﷺ نے ان میں سے کس جگہ قیام فرمایا تھا۔

وادی نخلہ میں آپ ﷺ کا قیام چند دن رہا۔

قدرت نے دین متین کے پھیلاؤ وتبلیغ کے اسباب پیدا کر دیئے اور ایک ایسی مخلوق کو ادھر بھیج دیا جو نظر نہیں آتی تھی۔ یہ جنات کی ایک جماعت تھی جو ادھر سے گزر رہی تھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو ٹھٹھک کر رہ گئی۔ اس وقت حضورِ انور نبی اکرم ﷺ نماز فجر میں تلاوت قرآن پاک فرما رہے تھے۔ وہ جنات کلام کی شیرینی میں کھو گئے۔ انہوں نے ایسا پرتاثیر کلام کبھی نہیں سنا تھا وجد وسرور نے سب کو بے خود بنا دیا۔ انہماک سے سننے اور سمجھنے کے لیے انہوں نے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

خالق ومالک کائنات، اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورت الاحقاف کی آیت مبارک 29 میں ان لمحات کی منظر کشی یوں فرمائی ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○

ترجمہ:-''اے ہمارے رسول! یاد کیجئے وہ وقت جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا تاکہ قرآن سن سکیں جب وہ وہاں پہنچے تو بولے: خاموش رہو اور غور سے سنو!''

(سورۃ الاحقاف آیت 29)

اس جماعت، گروہ کے تمام جنات اور بھی سراپا گوش بن کر سننے لگے۔ کلام الٰہی بزبان محبوب الٰہی سن کر ان کے دل کی دنیا بدل گئی جب وہ کلام سن چکے تو داعی اور مبلغ بن کر اپنی قوم کے پاس واپس آئے اور ان کو یہ مژدہ جاں فزا سنایا کہ آج ہم نے ایک ایسا کلام سنا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جو گزشتہ انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اے ہماری قوم! اس موقع کو غنیمت سمجھو۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی اس دعوت کو فوراً قبول کرلو۔ اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور تمہیں عذاب الیم سے نجات بخشے گا۔ چنانچہ جنات کی ایک کثیر تعداد مشرف باسلام ہوئی۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کی طائف کے علاقہ میں دعا کی مقبولیت کا یہ پہلا ثمر تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب مقدس کی سورۃ احقاف کی آیات 29 اور 30 میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○ قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

ترجمہ:-''اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا آپ کی طرف جنات کی ایک جماعت کو تاکہ قرآن سنیں۔ تو جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو بولے خاموش ہو کر سنو۔ پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔ انہوں نے جا کر کہا اے ہماری قوم! ہم نے آج ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ کے بعد تصدیق کرنے والی ہے پہلی کتابوں کی۔ راہنمائی کرتی ہے ربّ کی طرف۔ اور راہ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم! قبول کرلو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو۔ اس پر ایمان لاؤ۔ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور بری کر دے گا تمہیں دردناک عذاب سے۔'' (سورۃ الاحقاف آیت 29'30)

یہاں کے انسانوں نے اسے سننے اور قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جب ایک نادیدہ مخلوق نے اسے سن کر دل و جان سے قبول کرنے کے لیے شوق کا اظہار کیا تو سرورِ کائنات ﷺ کی خوشی کی انتہاء نہ رہی غم زائل کرنے کا

marfat.com
Marfat.com

حسب حال یہ ایک ہی طریقہ تھا۔ شان رحمت نے یہی طریقہ اختیار فرمایا اور قیامت تک آنے والے اہل محبت کے لیے یہ راز کھول دیا کہ محبوب کریم رؤف ورحیم ﷺ کو راضی کرنا سنت الٰہیہ ہے جو شخص کسی بھی ذریعے اور طریقے سے آپ ﷺ کو راضی کرے گا وہ سنت خداوندی پر عمل کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔

ان ھولاء الجن کانوا سبعة من جن نصیبین، فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا الی قومھم وقیل کانوا تسعة .

علاقہ نصیبین کے یہ سات یا نو جن تھے جنہیں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے نمائندگی عطا کی اور حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی قوم میں جا کر تبلیغ اسلام کریں۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد 15 صفحہ 187)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر ان جنات کے اسماء گرامی بھی ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ حضرات سامر، ماصر، منشی، ماسی، احقب، زوبعہ، سرق اور عمرو بن جابر۔ رضی اللہ عنہم۔

قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جنات بہترین مبلغ ثابت ہوئے انہوں نے اپنی قوم میں جا کر تحریک دین اسلام اور دین اسلام کی دھوم مچا دی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک زور پکڑ گئی اور جب یہ لوگ دوبارہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو تین سو کے قریب تھے اور اس کے بعد تو ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو گئی۔ ان کے اسلوب تبلیغ کو قرآن پاک نے سورۃ احقاف کی آیات 30 تا 32 میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

ترجمہ:۔ ''جنات نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب کی تلاوت سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس کی بھی تصدیق کرتی ہے اور حق وصداقت اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اے قوم! اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور عذاب الیم سے بچائے گا۔ لیکن جو اللہ کے داعی کی دعوت قبول نہیں کرے گا تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اس قماش کے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سورۃ الاحقاف آیت 30 تا 32)

اس طرح اسلام کی تبلیغ واشاعت میں جو پے در پے رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں ان کے باوجود اسلام کا یہ بابرکت سیل رواں ایک اور سمت روانہ ہوا اور پیاسی روحوں کو سیراب کرتا، سنسان وادیوں کو گلستان بنانے لگا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے دل بے قرار کو تسلی دینے کے لیے جنات کو اسلام قبول کرنے کا شرف

Marfat.com

بخشا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ وقت قریب ہے جب حضرت انسان بھی اس آفتاب ہدایت کی روشن کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو منور کرے گا اور ان کو اپنے معبود برحق کا ایسا عرفان نصیب ہو گا جس کے بعد وہ کسی معبود باطل کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

قرآن کریم کی ان آیات اور دیگر متعدد آیات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنات بھی نوع انسانی کی طرح ایک مستقل نوع ہیں جنہیں مکلف بنایا گیا ہے۔ اگرچہ وہ ہم انسانوں کی نگاہوں سے مخفی ہیں لیکن وہ مرشد کائنات جسے انس و جان کی راہبری کے لیے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے اس سے جنات بھی اکتساب نور کر سکتے ہیں بعض لوگوں کا یہ خیال قطعاً لائق التفات نہیں جو جنات کے مستقل نوع ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ان صریح آیات کی ایسی بھونڈی تاویلیں کرتے ہیں جو نہ ذہن کو سکون بخشتی ہیں اور نہ دل کو قرار۔

قارئین کرام! آگے ایک باب بنام ''جنات کی انسانوں میں تبلیغ'' میں اس موضوع کہ جنات بھی نوع انسانی کی طرح ایک مستقل ذی شعور مخلوق یا نوع ہیں پر بہت تفصیل سے لکھا جائے گا۔ شکوک و شبہات والے حضرات اس سے مستفید ہوں۔

اس نصرت اور ان بشارتوں کے سامنے غم و الم اور حزن و ملال کے وہ سارے بادل چھٹ گئے جو طائف سے نکلتے وقت گالیاں اور تالیاں سننے اور پتھر کھانے کی وجہ سے آپ ﷺ پر چھائے تھے۔ آپ ﷺ نے عزم مصمم فرما لیا کہ اب مکہ پلٹنا ہے اور نئے سرے سے دعوت اسلام اور تبلیغ رسالت کے کام میں مزید چستی اور گرمجوشی کے ساتھ لگ جانا ہے۔

نخلہ سے مکہ کی طرف

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نخلہ کے مقام پر رات گزارنے کے بعد مکہ کی تاریک فضاؤں کو جگمگ جگمگ کرنے کے لیے پھر حرم خلیل علیہ السلام کا رخ فرماتے ہیں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور پُر نور ﷺ نے نخلہ کے مقام پر کئی روز قیام فرمایا۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 273.....السیرۃ الحلبیہ، محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 342)

دن بھر کے پاپیادہ سفر کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ شام کے وقت غار حرا پر پہنچتے ہیں۔ راستہ میں حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے رفیق سفر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کس طرح مکہ تشریف لے جائیں گے جب کہ وہاں کے لوگ ہمارے خون کے پیاسے ہیں اور انہوں نے ہمیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ان کو یہ خدشہ تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوں گے تو مکہ کے مشرکین پہلے سے بھی زیادہ حضور ﷺ کو اذیت پہنچائیں گے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادئ انس و جاں، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے مخلص ساتھی کو یہ فرماتے ہوئے تسلی دی۔

marfat.com
Marfat.com

یا زید : ان اللہ جاعل لما تری فرجا و مخرجا ان اللہ مظھر دینہ و ناصر نبیہ ۔

''اے زید! اللہ تبارک تعالیٰ اس مشکل کو خود آسان فرما دے گا بے شک اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبی کی مدد فرمائے گا۔'' (السیرۃ الحلبیہ، محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 342)

جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ حرا کے مقام پر پہنچے تو وہاں قبیلہ بنوخزاعہ کے عبداللہ بن الاریقط سے ملاقات ہوئی۔ شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ عرب کے رواج کے مطابق ہمیں کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہونا چاہئے مبادا کفار مکہ طائف میں بظاہر ناکامی جو درحقیقت عظیم اور غیر متناہی کامیابیوں کا پیش خیمہ بننے والی تھی اس ظاہری ناکامی کے باعث کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں۔ چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو اخنس بن شریق الثقفی کے پاس بھیجا کہ وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آئے۔

اس نے کہا ''**انا حلیف واحلیف لا یجیر علی الصحیح**'' کہ میں قریش کا حلیف ہوں اور حلیف، قریش کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اس طرح اس نے اس شرف عظیم کو حاصل کرنے سے معذرت کر دی۔ پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے سہیل بن عمرو کے پاس عبداللہ ابن اریقط کو بھیجا اس نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا **ان بنی عامر بن عامر بن لؤی لا تجیر علی کعب بن لؤی** کہ میں بنی عامر کا آدمی ہوں اور ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم کعب بن لوئی کی اولاد کے خلاف کسی کو پناہ دے سکیں۔

پھر حضور پُرنور ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا۔ اس کو جب یہ پیغام پہنچا تو اس نے کہا میں بسروچشم حاضر ہوں، آپ (ﷺ) کو عرض کرو کہ میرے پاس تشریف لائیں چنانچہ عبداللہ بن اریقط نے یہ پیغام حضورِ انور، رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ حضورِ انور ﷺ مکہ میں تشریف لے آئے اور یہ رات مطعم بن عدی کے پاس بسر فرمائی۔

جب صبح ہوئی تو مطعم اپنے چھ یا سات بیٹوں کے ہمراہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو لے کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوا۔ مطعم اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار سجائے ہوئے تھے' تلواریں گلے میں حمائل کی ہوئی تھیں۔ جب مسجد حرام میں پہنچے تو اس نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے عرض کیا آپ (ﷺ) طواف فرمائیں اور خود اپنے بیٹوں کے ساتھ چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے چار بیٹے بیت اللہ شریف کے ایک ایک کونہ پر کھڑے ہو گئے اس کے باقی فرزند تلواریں حمائل کئے ہوئے باپ سمیت مطاف میں موجود رہے یہاں تک حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے طواف مکمل کیا۔

مطعم بن عدی کے اس مظاہرہ سے تمام اہل مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ کو

Marfat.com

پناہ دے دی ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان بعض نے ابوجہل کا نام لیا ہے (ممکن ہے دونوں ہوں) پیچ وتاب کھاتا ہوا مطعم بن عدی کے پاس پہنچا۔ اور اس سے دریافت کیا "مجیر ام تابع" اے مطعم! تو نے ان کو صرف پناہ دی ہے یا تو نے ان کی اطاعت قبول کرلی ہے اور مسلمان ہوگئے ہو؟ مطعم بن عدی نے کہا کہ میں نے صرف پناہ دی ہے۔ ابوسفیان نے کہا اذا لا تخف تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ جس کو تو نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔

قارئین کرام "طائف میں تبلیغ" میں بیان کردہ واقعات کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ دیئے گئے حوالہ کے علاوہ ان کے حوالہ جات یہ بھی ہیں۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 419 سے 422، زادالمعاد جلد 2 صفحہ 45 سے 47 ، رحمت للعالمین جلد 1 صفحہ 71 سے 74)

علامہ شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑا لطیف نکتہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔

ابوسفیان نے یا ابوجہل نے یہ سوال پوچھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اگر تم نے ان کی اطاعت قبول کرلی اور ان پر ایمان لائے ہو تو جس طرح وہ ہمارے دشمن ہیں تم بھی ہمارے دشمن ہو اور تمہارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر تم نے ان کا دین قبول نہیں کیا اور ایمان نہیں لائے بلکہ صرف رشتہ داری کی بنا پر ان کو اپنے جوار میں لیا ہے تو پھر تم ہماری ملت کے فرد ہو، اس لیے ہم تمہارے جوار کو تسلیم کرتے ہیں۔

علامہ شیخ محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اس مصلحت کے تحت اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اگر آپ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیتے تو پھر جس طرح وہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کررہے تھے وہ نہ کرسکتے۔ کئی عظیم ہستیوں کے مسلمان ہونے کے باوجود بھی کفار کا ظلم وستم جاری رہا۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ اگر اپنے اسلام کا اعلان کردیتے تو وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور دفاع نہ کرسکتے۔ شیخ موصوف کی عبارت ملاحظہ ہو۔

من هذا تعرف حكمة الله تعالٰى فى ان ابا طالب لم يعلن اسلامه مع حمايته للنبى صلى الله عليه وسلم اذانه لو اعلن الاسلام لحاربوه مع من اذوا من اتباع النبى صلى الله عليه وسلم الذين لم يرعوا فيهم الا وذمة .

"اس سے اللہ تبارک تعالٰی کی اس حکمت کا پتہ چلتا ہے جس کی وجہ سے ابوطالب نے حضور کی حمایت کے باوجود اسلام کا اعلان نہ کیا۔ کیونکہ اگر وہ اسلام کا اعلان کردیتے تو کفار ان کے ساتھ بھی اسی طرح برسرپیکار ہوجاتے، جس طرح وہ دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے ساتھ برسرپیکار تھے، اور ان کی ایذارسانی میں انہیں نہ کسی رشتہ داری کا پاس تھا اور نہ کسی وعدہ کا۔"

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورِ انور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کے جوار (پناہ وقرب) کو کیوں قبول

marfat.com
Marfat.com

کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے مکہ سے طائف جانے کی خبر وہاں کے سارے باشندوں کو ہوگئی تھی نیز طائف کے مکینوں نے جو انسانیت سوز سلوک کیا تھا اس کا بھی انہیں علم ہوگیا تھا۔ انہوں نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد اتنی نہ تھی کہ وہ مشرکین مکہ کے اس منصوبہ کو اپنی قوت بازو سے خاک میں ملا سکتے اور نہ ابھی جہاد کا اذن ملا تھا۔ ان حالات میں کیا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ مکہ کے مرکز کو نظر انداز فرما دیتے اور جا کر صحرا کے کسی گوشہ میں فروکش ہو جاتے؟

یہ بات کسی طرح بھی دعوت اسلامی کے لیے مفید نہ ہوتی۔ نیز حضور ﷺ کے مکہ سے نقل مکانی کے بعد مٹھی بھر جان نثار بے آسرا ہو کر رہ جاتے۔ مکہ میں عام قبائل سے مختلف مواقع پر رابطہ قائم کرنے کے جو امکانات تھے وہ بھی معدوم ہو جاتے اس لیے اخف البلیتین (دو مصیبتوں میں سے کمتر مصیبت) کے اصول پر عمل کرتے ہوئے مطعم بن عدی کے جوار کو قبول کرنا عین مصلحت تھا۔ اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر حضور پُرنور ﷺ نے اسی صورت کو اختیار کیا جس کے نتائج بہت جلد رونپذیر ہوئے اور اسلام کے سنہری دور کا آغاز ہوگیا۔

حدیث پاک میں ہے:

''اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین متین کی امداد کبھی کسی فاسق و فاجر شخص سے بھی کرا دیتا ہے۔''

اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس دین کی امداد ایسی قوموں سے کرا دیتا ہے جن کا اس دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔'' (السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان جلد 1 صفحہ 274)

مطعم ابن عدی کا خاتمہ اگرچہ کفر پر ہوا لیکن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور تاجدار کائنات' سرکار دو عالم' رحمت للعالمین ﷺ اس کی اس مروت کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اس کا ذکر اچھے الفاظ سے فرماتے۔ جنگ بدر میں جب کفار کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے ستر جنگجو موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور ستر کافروں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لو کان المطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھؤلآء النتنٰی لترکتھم.

''اگر مطعم آج زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کے بارے میں سفارش کرتا تو اس کی وجہ سے میں ان تمام کو آزاد کر دیتا۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 573)

Marfat.com

طائف سے واپسی پر تبلیغی سرگرمیاں

قبائل اور افراد کو دعوت اسلام

ماہِ ذی قعدہ سن 10 نبوت (اواخر جون یا اوائل جولائی 619 عیسوی) میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ طائف سے مکہ تشریف لائے، اور یہاں افراد اور قبائل کو پھر سے اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔ چونکہ موسم حج قریب تھا اس لیے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے دور و نزدیک ہر جگہ سے پیدل اور سواروں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ حضور پرنور رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک ایک قبیلے کے پاس جا کر اسے اسلام کی دعوت دی جیسا کہ نبوت کے چوتھے سال سے مسلسل آپ ﷺ کا معمول تھا۔

وہ قبائل جنہیں دعوت اسلام دی گئی

امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن قبائل کے پاس پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو ان پر پیش کیا ان میں سے حسب ذیل قبیلوں کے نام ہمیں بتائے گئے ہیں۔

بنو عامر بن صعصعہ، محارب بن خصفہ، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نصر، بنو البکاء، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ، لیکن ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔

واضح رہے کہ امام زہری کے ذکر کردہ ان سارے قبائل پر ایک ہی سال یا ایک ہی موسم حج میں اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان پر دین اسلام نبوت کے چوتھے سال سے ہجرت سے پہلے کے آخری موسم حج تک دس سالہ مدت کے دوران پیش کیا گیا تھا۔ (ترمذی مختصر السیرۃ، عبداللہ صفحہ 149...... رحمۃ للعالمین جلد 1 صفحہ 74)

جزیرہ عرب کے دور دراز گوشوں سے مختلف قبائل فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ پہنچ رہے تھے۔ اور ہر قبیلہ نے اپنے اپنے خیمے علیحدہ علیحدہ نصب کر لیے تھے۔ رحمت للعالمین سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسب معمول ہر قبیلہ کی منزل گاہ میں تشریف لے جا کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔

مشہور اوّلین سیرت نگار امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ 'متوفی 151 ہجری' ربیعہ بن عباد اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ میں ابھی نوجوان تھا اور اپنے باپ کے ساتھ منیٰ

marfat.com

Marfat.com

کے میدان میں اپنے خیمے میں موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے ہیں اور وہاں کھڑے ہو کر ان کو دعوت توحید دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں۔

یا بنی فلان انی رسول اللہ الیکم امرکم ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا ۔ ان تخلعوا ما تعبدون من دونہ من ھذہ الانداد وان تومنوا بی و تصدقوا بی وتمنعونی حتیٰ ابین عن اللہ ما بعثنی بہ ۔

''اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی بندگی کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ میری تصدیق کرو اور کفار کی دست درازیوں سے میرا دفاع کرو تاکہ میں تمہیں وضاحت سے بتاؤں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے کیا دے کر تمہاری طرف مبعوث کیا ہے۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 155)

ربیعہ کہتے ہیں کہ میرے والد عباد نے مجھے بتایا کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پیچھے پیچھے ایک بھینگا شخص تھا۔ جس کا چہرہ بڑا چمک دار تھا اور اس کے سر پر بالوں کی دو لٹیں تھیں۔ اس نے عدن کا بنا ہوا ایک جبہ پہنا ہوا تھا۔ جب حضور پُر نور رسول اللہ ﷺ اپنے ارشادات سے فارغ ہوتے تو وہ شخص زور سے کہتا اے بنی فلاں! یہ شخص تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے خداؤں لات وعزیٰ کی بندگی کا طوق اپنے گلے سے نکال کر پھینک دو اور جنات میں سے جو تمہارے دوست ہیں ان کے ساتھ تعلق ختم کر دو۔ یہ تمہیں بدعت و ضلالت کی طرف بلاتا ہے تم اس کی بات مت سننا اور نہ اس کی پیروی کرنا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ بھینگا شخص کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ آپ (ﷺ) کا چچا ہے جس کا نام عبدالعزیٰ اور کنیت ابولہب ہے۔

بنی کندہ

پھر حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ وہاں تشریف لے گئے جہاں بنی کندہ کا پڑاؤ تھا۔ ان میں ان کا سردار جس کا نام ملیح تھا وہ بھی موجود تھا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی اور اپنے دین کی تعلیمات کو ان پر پیش کیا لیکن ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی عبداللہ

پھر نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بنی کلب قبیلہ کی ایک شاخ بنی عبداللہ کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور ان کو اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اپنی ذات کو ان پر پیش کیا اور فرمایا۔

Marfat.com

ان اللہ عزوجل قد احسن اسم ابیکم ۔

"اے بنی عبداللہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام بڑا خوبصورت (عبداللہ) رکھا ہے۔"

مقصد یہ تھا کہ تم اپنے باپ کے نام کی لاج رکھتے ہوئے معبودان باطل کی بندگی چھوڑ کر اللہ تبارک تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ لیکن ان کے بخت خفتہ نے بھی ان کو یہ دعوت قبول کرنے کے شرف سے محروم رکھا۔

بنی حنیفہ

بعدازاں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرکارِ دو عالم ﷺ بنی حنیفہ کی خیمہ گاہ میں تشریف لے گئے انہیں بھی اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اپنی ذات کو ان پر پیش کیا۔ لیکن ان بدبختوں نے بھی بری طرح حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ یہ وہی قبیلہ ہے جن میں سے مسیلمہ کذاب پیدا ہوا اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ جس کی قوم کے لاکھوں نوجوان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام کے بہادر جاں نثاروں کا ایک لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ یمامہ کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی جس میں نبوت کے اس جھوٹے نبی کو تہ تیغ کر دیا گیا اور اس طرح یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو گیا۔

بنی عامر

یہاں سے فارغ ہو کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بنی عامر قبیلہ کی فرودگاہ (رہائش، خیمہ جات) میں تشریف لے گئے اور انہیں اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ان کے سامنے اپنی نبوت کو پیش کیا۔ ان میں سے ایک آدمی نے جس کا نام بیحرہ بن فراس تھا اور امام ابن ہشام کے قول کے مطابق اس کا نام فراس بن عبداللہ بن سلمان بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ تھا۔ اس نے کہا۔

واللہ لو انی اخذت ھذا الفتیٰ من قریش لاکلت بہ العرب ۔

"بخدا! اگر میں اس نوجوان قریشی کو اپنے قابو میں کرلوں تو اس کے ذریعہ میں سارے عرب پر حکومت کرسکتا ہوں۔"

پھر اس نے ہادیٔ برحق رہبر کائنات ﷺ سے پوچھا آپ (ﷺ) یہ بتائیے کہ اگر ہم آپ کے اس دین کو قبول کرلیں اور آپ کی پیروی کریں پھر اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو اپنے مخالفین پر غلبہ عطا فرمائے تو کیا حضور (ﷺ) کے بعد اس مملکت کے ہم وارث ہوں گے ایکون لنا الامر بعدك؟ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جواب دیا۔

"کہ سارا معاملہ اللہ تبارک تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جس کو وہ چاہے گا اس کو اس کا سربراہ بنائے

marfat.com
Marfat.com

گا۔"

وہ کہنے لگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ عربوں کا مقابلہ کرنے کے لیے گردنیں ہم کٹائیں۔ جب آپ (ﷺ) کو فتح وغلبہ حاصل ہو جائے تو کسی اور کو آپ مالک بنا دیں۔ ہمیں ایسے دین کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضورِ انور ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جب قبیلہ عامر کے یہ لوگ حج ادا کر کے اپنے وطن لوٹے تو اپنے قبیلہ کے شیخ کے پاس پہنچے جو کافی عمر رسیدہ تھا اور ضعف کی وجہ سے اس سفرِ حج میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ ان کا یہ معمول تھا کہ جب وہ لوگ اپنے سفر سے واپس آتے تو جو واقعات دورانِ سفر انہیں پیش آتے وہ سب اپنے شیخ کے سامنے بیان کرتے۔

اس سال بھی جب وہ سفرِ حج سے واپس آئے تو انہوں نے اپنے سفر کی مکمل روئیداد اپنے سن رسیدہ شیخ کو سنائی۔ پھر اس ضمن میں اسے بتایا کہ قریش کا ایک جوان ان کے پاس آیا تھا جو عبدالمطلب کے خاندان سے تھا وہ اپنے بارے میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ نبی ہے۔ اس نے ہمیں دعوت دی۔ کہ ہم دشمنوں سے اس کا دفاع کریں اور اس کے ساتھ شانہ بشانہ اس جہاد میں شریک ہوں اور ہم اسے مکہ سے اپنے ہمراہ اپنے وطن لے جائیں۔

اس شیخ نے یہ سن کر ازراہ حسرت وافسوس دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور کہا جو موقع تم نے ضائع کیا ہے کیا اس کی تلافی ممکن ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی فرزند اسماعیل نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا اور اس کا یہ کہنا کہ وہ نبی ہے یہ سچا دعویٰ ہے۔ اے بنو عامر اس وقت تمہاری عقل کہاں چرنے چلی گئی تھی۔

حج کے موسم میں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ایسے مواقع پر مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے لیکن ان کا ایک ہی جواب ہوتا وہ کہتے۔

قوم الرجل اعلم به، اترون ان رجلا يصلحنا وقد افسد قومه ولفظوه .

"اس شخص (نبی کریم ﷺ) کی قوم اس کے حالات سے خوب واقف ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ شخص تمہاری اصلاح کرے گا حالانکہ اس نے اپنی قوم کو برباد کر دیا ہے اور اس کی قوم نے اس کو مسترد کر دیا ہے۔" (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 424، 425......السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 158)

بنی عبس

عبداللہ، اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ کے میدان میں خیمہ زن تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا پیارا رسول ﷺ تشریف لائے۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے ہمیں دعوتِ اسلام دی۔ ہم نے اس سے پہلے بھی مختلف مواقع پر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی دعوت کے بارے میں

Marfat.com

سنا تھا۔ آج بھی حضور پُر نور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور دعوت دی لیکن ہم میں سے کسی نے قبول نہ کی۔ ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق عبسی بھی تھا۔ اس نے ہمیں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر ہم اس شخص کی تصدیق کریں اور انہیں اپنے ساتھ لے جا کر اپنے علاقہ میں ٹھہرائیں تو بڑی عقل مندی کی بات ہوگی میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کا دین غالب آئے گا۔ اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے گا۔

اس کی بات کو سن کر قوم نے کہا کہ میسرہ، اس بات کو رہنے دو، جب ہم میں اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی طاقت نہیں تو ہم اس بوجھ کو کیوں اٹھائیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے میسرہ کی جب بات سنی تو حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے دل میں امید پیدا ہوئی کہ میسرہ شاید اسلام قبول کرے۔ حضورِ انور ﷺ نے اس سے گفتگو کی، اس نے کہا آپ کی گفتگو بڑی عمدہ اور سراپا نور ہے۔ لیکن میری قوم اس بارے میں میری مخالف ہے اور فرد کی عزت اس کی قوم سے ہوتی ہے۔ اگر وہ اس کی تائید نہ کرے پھر کنارہ دور ہو جاتا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ واپس چلے آئے اور وہ لوگ بھی اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن میسرہ کے دل میں حضور ﷺ کی بات گھر کر گئی تھی۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کی قوم اس دین کو قبول کرے۔ راستہ میں اس نے انہیں کہا کہ فدک ہمارے راستہ سے زیادہ دور نہیں اگر ہم وہاں جائیں اور وہاں کے یہودیوں سے اس شخص کے بارے میں دریافت کریں تو ممکن ہے ہم کسی صحیح نتیجہ میں پہنچ جائیں۔

پس وہ اپنے راستہ سے مڑ کر فدک میں گئے۔ وہاں کے یہودی علماء سے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب نکالی اور اسے وہاں سے پڑھنا شروع کیا جہاں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ذکر مبارک تھا۔ وہاں مرقوم تھا۔

النبی الامی العربی یرکب الحمار و یجتزی بالکسرة . لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بالجعد ولا بالسبط فی عینیه حمرة مشرق اللون .

"خطہ عرب سے تعلق رکھنے والے ایسے جلیل القدر نبی مبعوث ہوں گے جن کا لقب امی ہوگا۔ دراز گوش پر سواری فرمائیں گے اور انتہائی کفایت شعاری ان کی شان ہوگی۔ بدنی حسن کے لحاظ سے نہ ضرورت سے زیادہ لمبے نہ پست قامت' گیسوئے مبارک نہ زیادہ گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے۔ آپ (ﷺ) کی آنکھوں میں سرخی کا ڈورا اور چہرہ چمکدار ہوگا۔"

اس کے بعد یہودی علماء نے کہا اگر جس نے تمہیں دعوت دی ہے اس میں یہ نشانیاں پائی جاتی ہیں تو ان کی دعوت قبول کر لو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ میسرہ نے کہا اے میری قوم! اب تو یہ معاملہ بالکل واضح ہو گیا۔ قوم نے کہا دوبارہ جب ہم موسم حج میں آئیں گے تو ان سے ملاقات کریں گے چنانچہ وہ اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے۔ قبیلہ کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

اس کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔ پھر سن 10 ہجری میں حجۃ الوداع ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں میسرہ نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس کو پہچان لیا۔

میسرہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس دن سے آپ ﷺ کی پیروی کا شدت سے خواہشمند تھا جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ہماری قیام گاہ پر منیٰ کے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی تھی۔ پھر حالات بدلتے رہے کروٹیں لیتے رہے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس بات کو نہ چاہا کہ میں جلدی آپ کی غلامی کا شرف حاصل کروں چنانچہ میں آج بڑی تاخیر سے اسلام لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ وہ لوگ جو اس روز میرے ساتھ تھے ان میں سے اکثر مر گئے ہیں۔ یا رسول اللہ! ان کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام قبول کئے بغیر جو شخص مرا ہے وہ دوزخ میں ہوگا۔ حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگا۔

''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے آتش جہنم سے بچا لیا پھر وہ مشرف باسلام ہو گئے اور عمر بھر احکام الٰہی کو حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 171)

بنی شیبان بن ثعلبہ

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے جب اپنے رسول کریم ﷺ کو قبائل عرب کے پاس جا کر اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نکلے۔ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ مختلف قبائل کی قیام گاہوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک ایسی مجلس میں پہنچے جس پر سکون اور وقار کے آثار نمایاں تھے اور اس میں ایسے مشائخ بیٹھے تھے جن کے چہرے ان کی قدر و منزلت کی غمازی کر رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہیں سلام کیا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **کان ابوبکر مقدما فی کل خیر** ہر اچھے کام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ کے لوگ ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم بنی شیبان بن ثعلبہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر، رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی۔ میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں یہ لوگ اپنی قوم کے معزز ترین لوگ ہیں۔ اپنی قوم کی روشن جبیں ہیں۔ حضور ﷺ انہیں دعوت حق دیجئے۔

وہاں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ، نعمان بن شریک اس قبیلہ کے سردار موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب تر مفروق بن عمرو کی نشست گاہ تھی اور یہ فصاحت و بلاغت میں سب سے نمایاں تھا۔ اس کی دو زلفیں اس کے سینہ پر لٹک رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تمہارے قبیلہ کی

Marfat.com

تعداد کتنی ہے؟ اس نے جواب دیا ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ اور ایک ہزار کا ایک لشکر قلت تعداد کی وجہ سے شکست نہیں کھاتا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ جس کو تم پناہ دیتے ہو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے بعد ہر ایک کی اپنی قسمت ہوتی ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جب تم دشمن سے جنگ کرتے ہو تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ مفروق بولا۔ جب ہم غضبناک ہوں اس وقت ہم دشمن کے مقابلہ میں شدید قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہم اصیل گھوڑوں کو اپنی اولاد پر اور اسلحہ کو شیر دار اونٹنیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے بعد فتح اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کبھی ہم انہیں شکست دیتے ہیں اور کبھی وہ ہمیں۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا یہ اطلاع تو تمہیں مل چکی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔ (حضور کی طرف اشارہ کرکے) یہ وہ رسول ہیں۔

مفروق نے کہا ہمیں اس کی اطلاع ملی ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا اے قریشی بھائی! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نشست سے آگے ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنی چادر سے حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا۔ پھر ہادیٔ برحق نے فرمایا۔

''میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے پناہ دو اور میری مدد کرو تاکہ جو دین اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے دیا ہے میں اس کی تبلیغ کا حق ادا کرسکوں کیونکہ قریش نے حکم الٰہی کے خلاف بغاوت کی اس کے رسول کو جھٹلایا ہے۔ اور حق کو چھوڑ کر باطل کو پسند کیا ہے۔'' ''واللہ ھو الغنی الحمید''

پھر مفروق نے کہا اور کس چیز کی آپ دعوت دیتے ہیں۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ انعام کی آیات 152 تا 154 تلاوت فرمائی۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ:- ''آپ فرمایئے! آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے ربّ نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی

marfat.com

Marfat.com

(کے خوف) سے ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی۔ اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہو۔ اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے سوائے حق کے یہ ہیں وہ باتیں، حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تا کہ تم (حقیقت کو) سمجھو اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ۔ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے برابر اور جب بھی بات کہو تو انصاف کی کہو۔ اگرچہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا اور اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ تبارک تعالیٰ نے حکم دیا ہے تمہیں تا کہ تم نصیحت قبول کرو بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی ورنہ وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے، یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔"

(سورۃ الانعام، 152،154)

یہ آیات سن کر مفروق جسے اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا حیران و ششدر ہو گیا اور عرض کرنے لگا۔ اے قریشی بھائی! اور کس چیز کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں بخدا یہ کلام جو آپ نے پڑھ کر سنایا ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو ہم بھی اس کو جانتے۔

پھر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سورۃ نحل کی آیت مبارک 90 تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

"بے شک اللہ تبارک تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے تمہیں بے حیائی۔ برے کاموں اور سرکشی سے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔" (سورۃ النحل: 90)

مفروق نے یہ سن کر کہا اے قریشی بھائی! بخدا تم نے مکارم اخلاق اور اچھے اعمال کی طرف دعوت دی ہے وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تمہاری تکذیب کرتے ہیں اور تیرا مقابلہ کرتے ہیں۔

مفروق کی یہ خواہش تھی کہ اس گفتگو میں ایک دوسرا سردار ہانی بن قبیصہ بھی شریک ہو۔ اس نے ہانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہانی بن قبیصہ ہیں جو ہمارے شیخ ہیں اور ہمارے دین کے راہنما ہیں۔

ہانی بولا میں نے آپ (ﷺ) کا مقالہ سنا ہے میں آپ (ﷺ) کی بات کی تصدیق کرتا ہوں لیکن میرا خیال ہے اگر ہم آپ (ﷺ) کے ساتھ پہلی نشست میں ہی اپنا آبائی دین چھوڑ دیں اور آپ (ﷺ) کے دین کی پیروی کرنے لگیں جس کی نہ ابتدا ہمیں معلوم ہے اور نہ انتہا۔ نہ ہم نے اس معاملہ میں غور کیا ہے اور نہ ان نتائج کا جائزہ

Marfat.com

لیا ہے جو اس دعوت پر مرتب ہوں گے جو آپ ہمیں دے رہے ہیں تو یہ رائے کی لغزش ہوگی اور سمجھ کی جلد بازی ہوگی۔

جو کام جلدی میں کیا جاتا ہے اس میں لغزش ہو ہی جاتی ہے نیز ہم اپنے پیچھے اپنی قوم چھوڑ آئے ہیں۔ ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ ان سے مشورہ کئے بغیر آپ سے کوئی معاہدہ کریں۔ آپ (ﷺ) بھی اس معاملہ میں غور فرمائیں ہم بھی غور کریں گے۔

ہانی کی یہ خواہش تھی کہ مثنیٰ بن حارثہ بھی اس گفتگو میں حصہ لے چنانچہ اس نے کہا یہ مثنیٰ ہے جو ہمارے شیخ ہیں اور سپہ سالار ہیں۔

مثنیٰ نے کہا میں نے آپ (ﷺ) کا کلام سنا ہے۔ اور میں آپ (ﷺ) کے قول کو بہت پسند کرتا ہوں اور مجھے آپ (ﷺ) کی گفتگو نے متاثر کیا ہے میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی بن قبیصہ نے دیا ہے۔ آپ (ﷺ) کے ساتھ اس پہلی نشست میں ہی اگر ہم اپنے دین کو چھوڑ دیں اور آپ (ﷺ) کی پیروی کرنے لگیں تو یہ مناسب نہیں۔ ہم دو پانیوں کے درمیان رہتے ہیں ان میں سے ایک یمامہ ہے اور دوسری طرف سماوہ۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن کر فرمایا کہ تم نے غلط جواب نہیں دیا۔ کیونکہ تم نے سچی بات ظاہر کی ہے کوئی آدمی اللہ کے دین کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک وہ اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہ کر لے۔ مخبر صادق عالم خفا و غیوب رسول اللہ ﷺ نے اٹھنے سے پہلے انہیں فرمایا کہ ایرانیوں کے جس غلبہ سے تم ترساں و خائف ہو اگر اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں ان کے ممالک اور ان کے اموال کا مالک بنا دے تو پھر کیا تم اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرو گے۔ نعمان بن شریک کہنے لگا اے قریشی بھائی! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ایسا ہوا تو ہم ضرور اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لائیں گے۔

آخر میں رہبر کائنات، ہادیٔ انس و جان رحمت دو عالم ﷺ نے سورۃ احزاب کی آیات 45 اور 46 تلاوت فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

ترجمہ:۔ ''اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔''

پھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے اخلاق کا کتنا اعلیٰ مظاہرہ انہوں نے کیا ہے انہی اعلیٰ اخلاق کی بنیاد پر وہ دنیاوی زندگی میں اپنا دفاع کر رہے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ان کی جنگ ایرانیوں سے ہوئی اور قراقر کے مقام پر جو فرات سے قریب ہے معرکہ ہوا۔

لما تحاربوا هم وفارس والتقوا معهم بقراقر...... جعلوا اشعارهم اسم محمد صلى الله عليه وسلم فنصروا بذلك وقد دخلوا بعد ذلك في الاسلام۔

''جنگ کے دوران انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے اسم مبارک کو اپنا جنگی شعار بنایا ہوا تھا اور اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوئی اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔''

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 169)

اہل عرب کا دستور

کیونکہ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ اگر ان سے کوئی پناہ طلب کرتا تو وہ اس کو ضرور پناہ دیتے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ برحق رحمت دو عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے قبائل جمع ہوتے تو نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔ لیکن جب حضورِ انور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ قبائل عرب اسلام قبول کرنے سے جھجکتے ہیں تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے اس سے کمتر مطالبہ پیش کیا کہ شاید وہ اس بات کو قبول کرلیں اور یہی بات شاید ان کی ہدایت کا باعث بن جائے یا دوسرے قبائل کے لیے ہدایت کا دروازہ کھل جائے۔

حضور یہ اعلان فرماتے۔

هل من رجل يحملني الىٰ قومه فان قريشا قد منعوني ان ابلغ كلام ربي عزوجل۔

''کیا تم میں سے کوئی ایسا مرد (قبیلہ کا ذمہ دار آدمی) ہے جو مجھے اپنے ساتھ اپنے قبیلہ میں لے جائے جہاں مجھے تبلیغ اسلام کی آزادی ہو۔ کیونکہ قریش نے مجھ پر قدغن (پابندی۔ مخالفت جور و ظلم کے سبب) لگادی ہے کہ میں اپنے ربِ کریم کا کلام اس کے بندوں تک پہنچاؤں۔''

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ ان کی اس نخوت کو خدمت اسلام کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے یعنی اگر تم سردست اسلام قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا لیکن قریش نے مجھ سے تبلیغ حق کی آزادی چھین لی ہے۔ نہ یہ خود میری دعوت قبول کرتے ہیں اور نہ اس بات کو گوارا کرتے ہیں کہ میں آزادی سے اللہ کے دین کی دعوت دوں جس کا جی چاہے قبول کرے جس کا جی چاہے انکار کردے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جان سرکارِ دو عالم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی ایسا شخص سامنے آئے اور مجھے اپنے ساتھ اپنے قبیلہ میں لے جائے جہاں مجھے دین حق کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہو اور میں اپنے مشن کو جاری

Marfat.com

رکھ سکوں تو ہو سکتا ہے اس قبیلہ کے لوگ ہی اس دین حق کو قبول کر لیں یا کوئی فرد یا قبیلہ جن کے کانوں تک میری یہ دعوت پہنچے تو ان کا بخت بیدار ہو جائے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔ لیکن اہل مکہ کے معاندانہ پراپیگنڈہ نے انہیں اسلام سے اس قدر خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ اس عام سی بات کو بھی ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔

اسی اثناء میں قبیلہ بنی ہمدان کا ایک شخص حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں قبیلہ ہمدان کا ایک فرد ہوں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تیری قوم میں یہ جرات ہے کہ میرے دفاع کی ذمہ داری قبول کر سکے۔ اس نے کہا بے شک لیکن معاً اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید اس کی قوم اس کی پناہ کو اہمیت نہ دے اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو کوئی گزند پہنچے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ کہنے لگا میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا اور آپ کے بارے میں ان سے گفتگو کروں گا۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا آئندہ سال حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔ اچھا تیری مرضی۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 171، 172)

تجارتی میلوں، منڈیوں میں تبلیغ

سارے جزیرہ عرب میں گنتی کے چند شہر تھے جن میں مکہ اور طائف بہت مشہور تھے ان کے علاوہ ساری آبادی وسیع و عریض صحراؤں میں بکھری ہوئی تھی کہیں کہیں کوئی گاؤں یا قصبہ دکھائی دیتا تھا نیز قبائلی عصبیتوں کے باعث راستے پرامن نہ تھے اس لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا خطرات سے خالی نہ تھا۔ قبائل کے سرداروں نے باہمی مشاورت سے تجارتی منڈیوں کے جگہ جگہ انعقاد کا اہتمام کیا تاکہ تاجر اور صنعت کار اپنی اپنی درآمدات اور مصنوعات کو لے کر وہاں پہنچ جائیں اور اس علاقہ کے گردونواح میں آباد لوگ اپنی اپنی ضروریات کی چیزیں وہاں آ کر خرید لیں۔

عرب کے دستور کے مطابق ان طے شدہ مقامات پر جتنے روز منڈیوں کے انعقاد کا فیصلہ کیا جاتا اتنے عرصہ تک لوگوں کو جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دے دی جاتی تھی۔ راستے پرامن ہوتے تھے کوئی شخص کسی کے ساتھ تعرض نہیں کرتا تھا۔ اگر بیٹے یا باپ کا قاتل بھی سامنے آ جاتا تھا تو اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ صحراؤں میں آباد قبائل کے یہ مسلمہ قواعد وضوابط تھے ہر قیمت پر جن کی پابندی کی جاتی تھی۔ ان ایام میں لوگ دور دراز سے خرید و فروخت اور دیگر مقاصد کے لیے یہاں اکٹھے ہوتے تھے اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شعراء اپنے قصائد سے اور خطباء اپنے فصیح و بلیغ خطبات سے لوگوں کو محظوظ کرتے۔ اس سے عوام کے ادبی ذوق کی آبیاری کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے وطن کے شعراء اور خطباء [illegible] قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت پر ان کی

marfat.com
Marfat.com

تحسین کی جاتی اور علاقائی سطح پر وہ صاحبِ فن مشہور ہو جاتے۔
ویسے تو عرب کے متعدد مقامات پر یہ میلے منعقد ہوتے لیکن عکاظ، ذوالمجاز، اور مجنہ کی ان تین تجارتی منڈیوں کو مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ اس کی ایک وجہ تو ان کا محل وقوع تھا۔ یہ تینوں مقامات مکہ مکرمہ سے زیادہ دور نہ تھے۔ نیز ان کی منعقد ہونے والی تاریخیں بھی ایسی تھیں جو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے آنے والے تمام زائرین کے واسطے بڑی آرام دہ تھیں۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے تو انہیں مکہ آنا ہی پڑتا تھا اسی ایک سفر میں وہ ان منڈیوں میں بآسانی شرکت کر سکتے۔ بیچنے والے اپنا سامان بیچا کرتے اور ضرورت مند اپنی ضروریات کی اشیاء خریدا کرتے۔ ان اجتماعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادبی اور ثقافتی محفلیں بھی منعقد کی جاتیں جن میں شعراء اپنا کلام سنا کر اور خطباء اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھا کر سامعین سے داد و تحسین وصول کرتے۔
یاقوت حموی، اپنی کتاب معجم البلدان میں ان تینوں تجارتی منڈیوں کے بارے میں لفظ عکاظ کے عنوان کے نیچے رقمطراز ہیں۔

"علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عرب، جب عکاظ کی منڈی میں جمع ہوتے تو وہاں ایک دوسرے پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے۔ اسی لیے جب کوئی شخص کسی کے ساتھ بڑائی کا مظاہرہ کرے، اور اس سے اس کو مغلوب کر دے تو عرب کہتے ہیں **عکظ الرجل صاحبه**۔ اسی مناسبت سے اس کا نام عکاظ رکھا گیا۔ عکاظ زمانہ جاہلیت میں عربوں کی تجارتی منڈیوں میں سے ایک منڈی کا نام ہے۔ عرب کے قبیلے ہر سال عکاظ میں جمع ہوتے اور ایک دوسرے پر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ان اجتماعات میں ان کے شعراء بھی شرکت کرتے اور لوگوں کو اپنا تازہ کلام سناتے اور پھر منتشر ہو جاتے۔"

وجہ تسمیہ کے بعد اب ان کا محل وقوع بتاتے ہوئے علامہ یاقوت لکھتے ہیں۔

عكاظ بين نخلة وطائف و ذو المجار خلف عرفة، ومجنة بمر الظهران .

"عکاظ، نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ذوالمجاز عرفہ کے پیچھے اور مجنہ، مرالظہران میں۔"
(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 142)

انہوں نے ان منڈیوں کے انعقاد پذیر ہونے کی تاریخوں کے بارے میں بھی وضاحت کر دی ہے لکھتے ہیں۔

وهـذه اسـواق قريش والعرب ولم يكن فيه اعظم من عكاظ قالوا كانت العرب تقيم بسـوق عـكـاظ شهر شوال ثم تنتقل الٰى سوق مجنه وتقيم فيه عشرين يوما من ذى القعده ثم تنتقل الٰى سوق ذى المجاز فتقيم فيه الٰى ايام الحج .

"یہ تجارتی منڈیاں قریش اور تمام اہل عرب کی مشترکہ منڈیاں تھیں اور عکاظ سب سے بڑی منڈی تھی

Marfat.com

کہتے ہیں کہ عکاظ کی منڈی شوال کے پورے مہینہ میں لگتی تھی۔ پھر وہاں سے مجنہ آ جاتے تھے اور وہاں ذی القعدہ کے پہلے بیس دن خرید و فروخت کی گرم بازاری ہوتی تھی وہاں سے چل کر ذی المجاز میں آ جاتے یہ منڈی حج کے ایام تک لگی رہتی۔'' (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 142)

اس کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ پہنچ جاتے۔ اور زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج کے مطابق حج کرتے۔ اور پھر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

آپ ابھی پڑھ آئے ہیں کہ ایام حج میں جب جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف سے آنے والے قبائل مکہ منیٰ اور عرفات میں اقامت پذیر ہوتے تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ہر قبیلہ کی فرودگاہ پر تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت دو عالم ﷺ کو فرائض نبوت کی ادائیگی کا احساس ہر وقت بے چین رکھتا۔ دور و نزدیک جہاں کہیں بھی اہل عرب کے اجتماع کی حضور پُر نور ﷺ کو اطلاع ملتی حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہوتے اور گم کردہ راہ انسانیت کو راہ راست پر گامزن کرنے کے شوق میں اپنی مساعی اور کوششوں کی انتہا فرما دیتے۔

ابو طارق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ذی المجاز کی منڈی میں دیکھا قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

یاایھا الناس قولو الآ الہ الا اللہ تلحوا ۔

''اے لوگو کہو! کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اللہ تبارک تعالیٰ کے ایسا کہو گے تو دونوں جہانوں میں فلاح پاؤ گے۔''

وخلفہ رجل لہ غدیرتان یرجمہ بالحجارۃ حتیٰ ادمیٰ کعبہ یقول یایھا الناس لا تسمعوا منہ فانہ کذاب ۔

''ابن طارق کہتے ہیں کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا جس کے بال دونوں طرف سے اس کے سینے پر لٹک رہے تھے وہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے قدموں پر پتھر بھی مار رہا تھا اور یہ بھی کہہ رہا تھا اے لوگو! اس کی بات ہرگز نہ ماننا یہ جھوٹا ہے۔''

میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ کون شخص ہے اس نے بتایا کہ یہ شخص ان کا چچا ہے اس کا نام عبدالعزیٰ اور کنیت ابولہب ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ، ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 397)

امام بیہقی نے بنو کنانہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسوق ذی المجاز وھو یقول یایھا الناس

marfat.com
Marfat.com

قولوا لآ الہ الا اللہ تفلحوا و اذا رجل خلفه یسفی علیه التراب فاذا هو ابو جهل وهو یقول یٰایها الناس لا یغرنکم هذا عن دینکم فانما یرید ان تترکوا عبادة اللات والعزیٰ۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز کی منڈی میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا اے لوگو! پڑھو لا الہ الا اللہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤ گے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا جو حضور پُر نور نبی کریم ﷺ پر مٹی پھینک رہا تھا اور وہ ابو جہل تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔ اے لوگو! یہ شخص تمہیں اپنے دین سے گمراہ نہ کر دے اس کا ارادہ تو یہ ہے کہ تم اپنے معبودوں لات وعزیٰ کی پوجا کرنا چھوڑ دو۔''

یہاں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ پہلی روایت میں ابولہب کا ذکر ہے اور اس میں ابوجہل کا۔ اس میں کوئی تعارض نہیں ان دونوں بدبختوں کا یہی شغل تھا وہ ہر وقت حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے تعاقب میں رہتے اور جہاں موقع ملتا حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرتے اور طرح طرح سے اذیت پہنچاتے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 156)

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں مدرک بن منیب العامری سے اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

''مدرک نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے اے لوگو! کہو لا الہ الا اللہ۔ دونوں جہانوں میں نجات پا جاؤ گے۔ یہ سن کر کسی نے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے رخ انور پر تھوکنا شروع کر دیا۔ کسی نے مٹھی میں مٹی بھر کر اس پیکر نور پر پھینکنی شروع کر دی۔ اور بعض لوگ گالیاں بکنے لگے یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی۔ پس ایک بچی پانی کا پیالہ لے آئی۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے رخ انور کو اور اپنے مبارک ہاتھوں کو دھویا اور فرمایا اے میری بیٹی! اپنے باپ کے بارے میں یہ اندیشہ مت کرو کہ اس کو کوئی مغلوب کرلے گا یا کوئی رسوا کرے گا۔ میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اللہ کے پیارے رسول کی یہ بیٹی ہے جس کا نام زینب ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 595)

حضرت عامر بن مسلمہ الحنفی رضی اللہ عنہ جو نبی رحمت کی زندگی کے آخری ایام میں مشرف باسلام ہوا اور بنی حنیفہ قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو لگاتار تین سال دیکھا کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز کی منڈی میں تشریف لاتے اور ہمیں اللہ عزوجل پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ نیز ہمیں فرماتے کہ میرا دفاع کرو یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچاؤں اور اس کے بدلے میں حضورِ انور ﷺ ہمیں

Marfat.com

جنت کا مژدہ سناتے۔ پس نہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی دعوت کو ہم نے قبول کیا اور نہ کبھی کوئی خوبصورت جواب دیا۔ بلکہ ہم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بڑی درشتی سے پیش آتے پھر بھی حضورِ انور ﷺ حلم کا مظاہرہ فرماتے۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے وطن حج کر کے واپس گیا تو مجھے ھودہ بن علی نے کہا اس سفر حج کی کوئی خاص خبر سناؤ۔ میں نے کہا وہاں میں نے ایک قریشی کو دیکھا جو باری باری سب قبیلوں کے پاس جاتا اور انہیں اللہ تبارک تعالیٰ وحدہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا اور ان سے یہ مطالبہ کرتا کہ دشمنوں سے وہ اس کا دفاع کریں تاکہ وہ اپنے ربّ کا پیغام پہنچا سکے۔ اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ جنت کے مستحق ہو جائیں گے۔

ھودہ نے کہا وہ قریش کے کس خاندان سے ہے۔ میں نے کہا نسب کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ خاندان بنی عبدالمطلب۔ ھودہ نے پوچھا کیا وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تو نہیں۔ میں نے کہا ہاں بالکل وہی ہے۔ ھود نے کہا۔

اس کا دین یہاں تک عنقریب غالب آ جائے گا میں نے حیرت سے کہا۔ کہ یہاں تک۔ اس نے کہا بلکہ اس سے بھی آگے۔ پھر دوسرے سال میں نے حج کیا اور جب واپس آیا۔ تو ھودہ نے مجھ سے پوچھا اس شخص کی کوئی بات سناؤ۔ میں نے کہا بخدا جس طرح گزشتہ سال اسے دیکھا تھا ایسا ہی اب بھی اسے دیکھا ہے۔ پھر تیسرے سال میں جب حج کے لیے گیا اور یہ آخری زیارت تھی جو مجھے نصیب ہوئی تو اب حالات بالکل بدل گئے تھے اب اس کی دعوت کی بڑی شان تھی۔ جگہ جگہ اس کا چرچا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 2 صفحہ 595)

علامہ ابن کثیر موسیٰ بن عقبہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ سالہا سال ہر حج کے موقع پر دور دراز سے آئے ہوئے قبائل عرب کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے اور ہر قبیلہ کے رئیس اور شریف آدمی سے گفتگو فرماتے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے۔

لا اکرہ احدا منکم علیٰ شیء من رضی منکم بالذی ادعوہ الیہ فذلک . ومن کرہ لم اکرھہ انما ارید ان تحرزونی فیما یرادلی من القتل حتیٰ ابلغ رسالۃ ربی وحتیٰ یقضی اللہ لی ولمن صحبنی بما شآء .

''حضور پُرنور ﷺ ان رئیسوں اور شرفاء کو فرماتے۔ میں تم سے کسی کو کسی چیز پر ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔ جو دعوت میں دیتا ہوں جس کو وہ پسند آ جائے بے شک اسے قبول کر لے۔ اور جسے پسند نہ آئے میں اسے مجبور نہیں کروں گا کہ وہ ضروری میری دعوت پر ایمان لائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مشرکین میرے قتل کے جو منصوبے بنا رہے ہیں ان سے میرا دفاع کرو یہاں تک کہ میں اپنے ربّ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دوں یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ میرے بارے میں اور میرے ساتھیوں کے

marfat.com

Marfat.com

بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمائے۔"

(السیرۃ الحلبیہ، محمد ابوزہرہ جلد 1 صفحہ 400.....السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 2 صفحہ 158)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ دعوت کا یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا لیکن ان قبائل میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ وہ یہ کہتے کہ اس شخص (محمد ﷺ) کی قوم اس کو ہم سے زیادہ جانتی ہے تم کیا سمجھتے ہو وہ شخص ہماری اصلاح کر سکتا ہے جس نے اپنی قوم کو فتنہ وفساد میں مبتلا کر دیا ہے اور انہوں نے اسے (لفظوہ) نظر انداز کر دیا ہے۔ ان ظاہری پیہم ناکامیوں کے باوجود، دشمنوں کی ایذا رسانیوں اور گری ہوئی حرکتوں کے باوجود حضور ﷺ اپنے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کے ذرا روادار نہ ہوئے، بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ عزم میں مزید پختگی آ گئی ہے ادائے فرض کا احساس پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر گیا ہے اور اپنے مالک حقیقی کے نام کو بلند کرنے کا شوق روز افزوں ہے۔

ان قبائل کے ساتھ جو گفتگو ہوئی اور انہوں نے جس طرح تند وتلخ جواب دیئے ان کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے تاکہ ان مشکل اور حوصلہ شکن حالات میں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں کی وسعت اور ادائے فرض میں حضور پُر نور ﷺ کے شوق محنت، خواہش اور لگاتار شدید جدوجہد کا قارئین کو کچھ اندازہ ہو سکے۔

جن قبائل کو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادئ دو جہاں، رہبر کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے حج کے اجتماعات میں یا تجارتی منڈیوں کے موقع پر دعوت دی ان کے نام درج ذیل ہیں۔

بنی عامر، غسان، بنی فزارہ، بنی مرہ، بنی حنیفہ، بنی سلیم، بنی قیس، بنی نصر بن ھوازن، بنی ثعلبہ بن عکابہ، کندہ، کلب، بنی حارث بن کعب، بنی عذرا، قیس بن حطیم وغیرھم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

آپ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ کی ماں کا نام ام رومان زینب ہے جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ پر جا ملتا ہے۔

آپ سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے نبوت کے گیارہویں سال ماہ شوال میں نکاح فرمایا یعنی کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے ایک سال بعد اور ہجرت سے دو سال پانچ ماہ پہلے حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی۔

پھر ہجرت کے سات ماہ بعد شوال سن 1 ہجری میں آپ کو رخصت کیا گیا اور آپ کاشانہ نبوت میں ام المومنین بن کر آ گئیں۔ اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی اور آپ باکرہ تھیں۔ آپ کے علاوہ کسی اور باکرہ عورت سے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے شادی نہیں کی۔

حضرت عائشہ آپ ﷺ کی سب سے محبوب بیوی تھیں اور امت کی عورتوں میں علی الاطلاق سب سے زیادہ

Marfat.com

فقیہ اور صاحب علم تھیں۔

ازواج النبی، امہات المومنین میں آپ ہی وہ خاتون ہیں جس کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی یعنی کہ آپ کے والدین مکرم ومحترم دونوں ہی آپ کی ولادت مبارک سے پہلے دین اسلام کو اختیار کئے ہوئے تھے اور آپ کی پرورش بھی اسلامی شیر و ماحول میں ہوئی۔

امہات المومنین میں آپ ہی وہ طیبہ وطاہرہ ہیں جن کا پہلا نکاح پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے ہوا۔

حدیث مبارک میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضورِ پُرنور، حضورِ انور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا اور میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع خالق و مالک کائنات، ربّ للعالمین کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کردے گا۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم کتاب الفضائل..... مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 573)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام بارگاہ الٰہی میں کیا گیا تھا اور پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار فرمایا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

> ''مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے مگر عورتوں میں صرف (حضرت) مریم بنت عمران اور (حضرت) آسیہ بنت مزاحم (زن فرعون) ہی تکمیل کو پہنچیں۔اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔''

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں ستارے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال وحرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔(صحیح بخاری کتب التفسیر)

آپ ہجرت کے سات ماہ بعد ماہ شوال سن 1 ہجری میں مدینہ منورہ کے اندر کاشانہ نبوت میں داخل ہوگئیں اور نو برس تک حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ازواجِ مطہرات میں آپ ہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔حضور اقدس ﷺ کا آپ کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) جب میرے ساتھ بستر نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔(بخاری جلد 1 ص 532 فضائل عائشہ)

marfat.com

Marfat.com

فقہ و حدیث کے علوم میں ازواجِ مطہرات کے اندر آپ کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں آپ نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں۔ آپ کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہیں، اور چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری شریف میں ہیں اور اڑسٹھ حدیثیں وہ ہیں جن کو صرف امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تمام ازواجِ مطہرات پر ایسی دس فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں۔

1- حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے میرے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

2- میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

3- اللہ تبارک تعالیٰ نے میری برأت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔

4- نکاح سے قبل حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لا کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو دکھلا دی تھی اور آپ تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

5- میں اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے یہ شرف میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

6- حضور اقدس ﷺ نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے آگے سوئی رہتی تھی امہات المومنین میں سے کوئی بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔

7- میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک لحاف میں سوتی رہتی تھی اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

8- وفات کے وقت میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سرِ انور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا۔

9- حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے میری باری کے دن وفات پائی۔

10- حضور اقدس ﷺ کی قبر انور خاص میرے حجرے میں بنی۔ (زرقانی جلد 3 ص 323)

عبادت میں بھی آپ کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزانہ بلا ناغہ نماز تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔

سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملہ میں بھی تمام امہات المومنین میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں ام درہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ اس وقت ایک لاکھ درہم کہیں سے آپ کے پاس آیا۔

Marfat.com

آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کولوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک درہم بھی گھر میں باقی نہیں چھوڑا۔اس دن میں اور وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی باقی نہیں رکھا۔تا کہ آپ گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں۔تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اگر مجھ سے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو آپ کے بھانجے تھے ان کا بیان ہے کہ فقہ وحدیث کے علاوہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار عرب کا جاننے والا نہیں پایا۔وہ دوران گفتگو میں ہر موقع پر کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیا کرتی تھیں جو بہت ہی برمحل ہوا کرتا تھا۔

علم طب اور مریضوں کے علاج معالجہ میں بھی آپ کو کافی مہارت تھی۔حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حیران ہو کر حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے علم حدیث وفقہ پر کوئی تعجب نہیں۔کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت اور صحبت کا شرف پایا ہے۔اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ مقدسہ ہیں۔اسی طرح مجھے اس پر بھی کوئی تعجب اور حیرانی نہیں ہے کہ آپ کو اس قدر زیادہ عرب کے اشعار کیوں اور کس طرح یاد ہو گئے؟ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر ہیں اور وہ اشعار عرب کے بہت بڑے حافظ و ماہر تھے۔

مگر میں اس بات پر بہت ہی حیران ہوں کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج ومعالجہ کی مہارت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہو گئی؟ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر شریف میں اکثر علیل ہو جایا کرتے تھے اور عرب وعجم کے اطباء آپ کے لیے دوائیں تجویز کرتے تھے اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کیا کرتی تھی اس لیے مجھے طبی معلومات بھی حاصل ہو گئیں۔

آپ کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور آپ کے فضائل ومناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔

17 رمضان شب سہ شنبہ (بروز منگل) سن 57 ہجری یا 58 ہجری میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کا وصال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔

(اکمال وحاشیہ اکمال صفحہ 612 وزرقانی جلد 3 صفحہ 234 تا 235)

marfat.com
Marfat.com

مکہ سے باہر قبولِ اسلام

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رہبر کائنات' ہادیٔ انس و جاں' رحمت للعالمین ﷺ کا نبوت کے چوتھے سال سے یہ معمول تھا کہ قبائل اور افراد کو دعوت اسلام دیتے اور یہ دعوت اسلام دینے کا فریضہ ماہ ذی قعد اور ماہ ذی الحج میں پورے عروج پر ہوتا۔ انہی مہینوں میں مکہ کے اردگرد منڈیاں اور تجارتی میلے لگتے تھے اس لیے دعوت دین متین دینے کا سلسلہ ان دنوں بہت زوروں پر ہوتا تھا۔ اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بنی نوع انسان و جان کی فلاح دارین کے لیے ہر موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے، فائدہ پہنچاتے تھے۔

حسب معمول آپ حضور پُر نور ﷺ نے سن 10 نبوی میں طائف سے مکہ تشریف لے آنے کے ساتھ ہی دعوت دین متین کا کام پھر زور و شور سے شروع کر دیا۔ حسب معمول آپ ﷺ نے اس سال بھی جی بھر کے قبائل، وفود و افراد پر اسلام پیش کیا۔ قبائل و وفود نے تو خاطر خواہ جواب نہیں دیا لیکن جن افراد پر اسلام پیش کیا گیا تھا ان میں سے چند ایک نے حوصلہ افزا جواب بھی دیا۔

اور پھر سن 10 نبوی کے کچھ ہی عرصہ بعد یعنی کہ سن 11 نبوی کے شروع میں مکہ سے باہر کے کئی افراد نے دین متین، اللہ کے دین، دین اسلام کو قبول کر لیا اور پھر مکہ سے باہر کے افراد کا دین اسلام قبول کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔ اکا دکا لوگ مسلمان ہوتے رہے اور سن 11 نبوی کے حج کے دنوں میں جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رہبر کائنات' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ حسب معمول حج پر آنے والے قبائل، وفود و افراد کو دعوت اسلام دے رہے تھے تو آپ ﷺ نے چھ افراد کے ایک وفد، گروپ پر اسلام پیش کیا۔ یہ چھ سعادت مند روحیں مکہ سے ساڑھے چار سو کلومیٹر دور کے ایک شہر یثرب سے حج ادا کرنے آئیں تھیں۔ ان سعادت مند اشخاص نے دین اسلام قبول کر لیا۔

اب مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ اللہ تبارک تعالیٰ' قادر مطلق نے اپنے محبوب بندے اور جلیل القدر رسول کے ساتھ فتح و نصرت کے جو وعدے کیے تھے وہ پورے کیے جائیں۔ اسلام کی عظمت کا پھریرا اب اس شان سے لہرایا جانے والا ہے کہ کوئی آندھی، کوئی طوفان اس کو سرنگوں نہ کر سکے۔ اس کے علم برداروں کا آفتاب اقبال اب طلوع

Marfat.com

ہونے والا ہے تا کہ ظلمت کدہ عالم کا گوشہ گوشہ نورِ توحید سے دمک اٹھے۔ اہل مکہ کے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کے لیے رہبر کائنات، ہادئ انس و جان ﷺ نے تیرہ سال کا طویل عرصہ رات دن ان تھک کوشش فرمائی لیکن گنتی کے چند خوش نصیبوں کے علاوہ کسی کو توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ اپنے ہادئ برحق ﷺ کی پرخلوص دعوت کو قبول کرلیں۔ ایام حج میں عرب کے اکثر قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی رحمت ﷺ ان مواقع پر ہر قبیلہ کی خیمہ گاہوں میں جا جا کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو نورِ حق نظر نہ آیا۔

جب سالہا سال کی جانگداز محنت کے باوجود مکہ اور ان کے گردونواح میں آباد قبائل میں حق قبول کرنے کے آثار کہیں دکھائی نہ دیئے تو اللہ تبارک تعالیٰ کی تائید و نصرت نے ایک دور افتادہ شہر کے قبیلوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کردیا۔ انہوں نے بصد شوق اس دعوت کے داعی کے ارشادات کو سنا اور دل و جان سے انہیں قبول بھی کرلیا۔ یہ دو قبیلے بنی اوس و بنی خزرج کے نام سے موسوم تھے جو آگے چل کر انصار اللہ و انصار رسول اللہ کے معزز لقب سے ملقب ہوئے۔ انہوں نے بڑے خلوص اور مردانگی سے اس دین حنیف دین متین کی تائید و نصرت کا حق ادا کردیا، جس سے صرف جزیرہ عرب کی قسمت ہی نہیں جاگی بلکہ کاروان انسانیت کو اپنا کھویا ہوا مقام رفیع مل گیا۔

اور یثرب کے چھ خوش نصیب افراد کا یہ گروہ یثرب میں دین اسلام پھیلانے، بیعت عقبہ اوّل اور بیعت عقبہ دوئم کا سبب بنا۔ سن 11 نبوی کے حج کے ایام میں یثرب کے ان چھ مقدس افراد کا یک مشت (اکٹھے، ایک وقت میں) ایمان لے آنا دعوت اسلام میں ایک بہت بڑی کامیابی تھی جس کا ذکر اپنے زمانہ وقوع کے لحاظ سے ایک دو باب کے بعد ہوگا۔

اب ان چند ایک افراد کا مختصر ذکر پیش کیا جارہا ہے جو مکہ سے باہر کے لوگ تھے اور وہ سن 11 نبوی کے اوائل سے حج تک کے دوران نورِ اسلام سے منور ہوچکے تھے۔

رافع اور معاذ بن عفراء

اس واقعہ کو ابوزرع رازی نے سند حسن کے ساتھ دلائل النبوۃ میں تحریر کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح سند کے ساتھ معاذ بن رفاعہ بن رافع نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کیا ہے۔

رافع کے دادے کا نام بھی رافع تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں وہ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچے۔ جب اونچے درے سے نیچے اترے انہوں نے ایک شخص کو درخت کے سایہ میں بیٹھے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پہلے کا ہے جب چھ انصاری مکہ آئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا۔ جب ہم نے اس شخص کو دیکھا تو ہم نے سوچا کہ اپنی سواری کے اونٹ اس شخص کے حوالے کرتے ہیں اور خود جا کر کعبہ شریف کا طواف کرآئیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

چنانچہ ہم اس شخص کے پاس گئے اور زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق اسے سلام کہا اس نے ہمیں اہل اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا آپ کون صاحب ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ پہلے اپنی سواریوں سے تو نیچے اترو۔ ہم اونٹوں سے نیچے اتر آئے ہم نے یہ بات سن رکھی تھی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جو طرح طرح کے دعوے کرتا ہے اور مختلف قسم کی باتیں بناتا ہے اس شخص نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ ہم نے کہا ہمارے سامنے اپنا دین پیش کرو۔

اس شخص نے اسلام پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ بتاؤ کہ آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ ہم نے کہا اللہ تبارک تعالیٰ نے۔ پھر اس نے پوچھا تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ تبارک تعالیٰ نے۔ پھر اس نے ہم سے سوال کیا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کو کس نے بنایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ان بتوں کو ہم نے خود گھڑا ہے۔ پھر اس نے ہم سے دریافت کیا کہ عبادت کا زیادہ حقدار خالق ہے یا مخلوق؟ ہم نے کہا خالق۔ اس نے فرمایا پھر تم اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے ان بتوں کی پوجا کرو۔

میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تبارک تعالیٰ عزوجل کی عبادت کرو۔ اور یہ گواہی بھی دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔ نیز اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور لوگوں پر زیادتی کرنا چھوڑ دو۔ ہم نے کہا بالفرض آپ کی یہ بات درست نہ ہو تو پھر بھی ان باتوں کا شمار مکارم اخلاق اور محاسن اطوار میں تو ہوگا۔ سر دست ہمارے سواری کے اونٹ پکڑ رکھئے تاکہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کر آئیں۔

میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء تو آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ اور میں طواف کرنے کے لیے حرم شریف کی طرف چل پڑا۔

رافع کہتے ہیں کہ میں بیت اللہ کے پاس آیا۔ اس کا طواف کیا۔ میں نے فال نکالنے کے لیے سات تیر لیے ان میں سے ایک تیر میں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے نام کر دیا پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے میں نے دعا مانگی۔

اللھم ان کان مایدعوا الیہ محمد حقافاخرج قدحہ سبع مرات ۔

''یا اللہ! جس دین کی طرف محمد ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ سچا ہے تو ساتوں بار ان کا تیر نکال۔''

میں نے سات مرتبہ فال نکالی۔ ساتوں مرتبہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے نام والا تیر نکلا۔ میں بے اختیار ہو کر چیخ اٹھا۔

اشھد ان لآ الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ۔

میرا کلمہ شہادت سن کر میرے اردگرد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ کہنے لگے ''مجنون رجل صباء'' یہ پاگل ہے اپنے

Marfat.com

مذہب سے برگشتہ ہوگیا ہے۔ میں نے کہا ''بل رجل مومن۔'' نہیں بلکہ میں وہ مرد ہوں جس کا دل نورِایمان سے روشن ہوگیا۔

وہاں سے میں پیغمبرِاوّل وآخر واعظم حضورِانور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب معاذ بن عفراء نے مجھے دور سے دیکھا تو کہہ اٹھا۔

لقد جئت بوجه ما ذهبت به يا رافع ۔

''اے رافع! تم جو چہرہ لے کر گئے تھے اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آئے۔''

چنانچہ ہم دونوں مسلمان ہوگئے۔ پیغمبرِاوّل وآخر واعظم' ہادئ انس وجاں تاجدارِکائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ نے سورۃ یوسف اور سورۃ اقراء پڑھائی۔ نعمت ایمان اور قرآن کریم کی ان دوسورتوں کی دولت سرمدی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہم واپس مدینہ میں آگئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 264)

ایاس بن معاذ

یہ بھی یثرب کے باشندے تھے۔ اور نوخیز جوان تھے۔ سن 11 نبوت میں جنگ بعاث سے کچھ پہلے اوس کا ایک وفد خزرج کے خلاف قریش سے حلف وتعاون کی تلاش میں مکہ آیا تھا۔ ایاس بن معاذ بھی اسی کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ اس وقت یثرب میں ان دونوں قبیلوں کے درمیان عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی اور اوس کی تعداد خزرج سے کم تھی۔ حضورِپُرنور، ہادئ انس وجاں رسول اللہ ﷺ کو وفد کی آمد کا علم ہوا تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔

اور ان کے درمیان بیٹھ کر یوں خطاب فرمایا: ''آپ لوگ جس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں کیا اس سے بہتر چیز قبول کرسکتے ہیں؟'' ان سب نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ نے مجھے اپنے بندوں کے پاس اس بات کی دعوت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اللہ نے مجھ پر کتاب بھی اتاری ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اسلام کا ذکر کیا۔ اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔

ایاس بن معاذ بولے: اے قوم، خدا کی قسم، یہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے آپ لوگ یہاں تشریف لائے ہیں۔ لیکن وفد کے ایک رکن ابوحیسر انس بن رافع نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر ایاس کے منہ پر دے ماری اور بولا: ''یہ بات چھوڑو! میری عمر کی قسم! یہاں ہم اس کے بجائے دوسرے ہی مقصد سے آئے ہیں۔'' اس پر ایاس نے خاموشی اختیار کرلی اور رسول اللہ ﷺ بھی اٹھ گئے۔ وفد قریش کے ساتھ حلف وتعاون کا معاہدہ کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اور یوں ہی ناکام مدینہ واپس ہوگیا۔

یثرب پلٹنے کے تھوڑے ہی دن بعد ایاس انتقال کرگئے۔ وہ اپنی وفات کے وقت تہلیل وتکبیر اور حمد وتسبیح

marfat.com

Marfat.com

کرر ہے تھے اس لیے لوگوں کو یقین ہے کہ ان کی وفات اسلام پر ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 427 ... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 263)

ضِمَاد اَزْدِیْ

یہ یمن کے باشندے اور قبیلہ ازدشنوءہ کے ایک فرد تھے۔ جھاڑ پھونک کرنا اور آسیب اتارنا ان کا کام تھا۔ مکہ آئے تو وہاں کے احمقوں سے سنا کہ محمد ﷺ پاگل ہیں۔ سوچا کیوں نہ اس شخص کے پاس چلوں ہو سکتا ہے اللہ میرے ہی ہاتھوں سے اسے شفا دے دے، چنانچہ آپ ﷺ سے ملاقات کی اور کہا: اے محمد (ﷺ)! میں آسیب اتارنے کے لیے جھاڑ پھونک کیا کرتا ہوں، کیا آپ (ﷺ) کو بھی اس کی ضرورت ہے؟

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جواب میں فرمایا:

ان الحمد لله نحمده و نستعينه من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادی له، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسول، اما بعد!

''یقیناً ساری تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ بھٹکا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

ضماد ازدی ہمہ تن گوش بن کر ارشاد نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سن رہا تھا۔ اس نے ایسا پاکیزہ فصیح و بلیغ کلام سنا تو وہ اسے بار بار سننے کے لیے بے قرار ہو گیا اور ضماد نے کہا ذرا اپنے یہ کلمات مجھے پھر سنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے تین بار دہرایا' تین بار اسے خوبصورتی کے ساتھ سنا دیا۔

اس کے بعد ضماد نے کہا، میں کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کی بات سن چکا ہوں لیکن میں نے آپ ﷺ کے ان جیسے کلمات کہیں نہیں سنے۔ یہ تو سمندر کی اتھاہ گہرائی کو پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تو خدائی کلمات ہیں۔ لائیے اپنا ہاتھ بڑھائیے! آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت کروں، اور اس کے بعد انہوں نے بیعت کر لی۔

(صحیح مسلم، علامات النبوۃ جلد 2 صفحہ 525)

سوید بن صامت

یہ شاعر تھے۔ گہری سوجھ بوجھ کے حامل اور یثرب کے باشندے، ان کی پختگی، شعر گوئی اور شرف و نسب کی وجہ سے ان کی قوم نے انہیں کامل کا خطاب دے رکھا تھا۔ یہ حج یا عمرہ کے لیے مکہ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی کہنے لگے: ''غالباً آپ ﷺ کے پاس جو کچھ ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا میرے پاس ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس کیا ہے؟'' سوید نے کہا: ''حکمت لقمان۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''پیش کرو۔'' انہوں نے پیش کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کلام یقیناً اچھا ہے۔لیکن میرے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے بھی اچھا ہے، وہ قرآن ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ وہ ہدایت اور نور ہے۔'' اس کے بعد حضور پُر نور ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور بولے: ''یہ تو بہت ہی اچھا کلام ہے۔'' اس کے بعد وہ مکہ سے یثرب پلٹ کر آئے ہی تھے کہ جنگ بعاث چھڑ گئی اور اسی میں قتل کر دیئے گئے۔ انہوں نے سن 11 نبوی کے آغاز میں اسلام قبول کیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 426......

رحمتہ للعالمین جلد 1 صفحہ 74......تاریخ اسلام، اکبر شاہ جلد 1 صفحہ 125)

ابوذر غفاری

یہ یثرب کے اطراف میں سکونت پذیر تھے۔ جب حضرت سوید رضی اللہ عنہ بن صامت اور حضرت ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہما کے ذریعے یثرب میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو یہ خبر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے کان سے بھی ٹکرائی اور یہی ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔

قارئین کرام! حضرت ابوذر غفاری کے ایمان لانے کا واقعہ بہت تفصیل سے اس سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان لانے اور صعوبتیں اٹھانے کے ضمن میں بیان کر دیا گیا ہے بلکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ اعلانیہ تبلیغ اسلام کے ضمن میں بھی تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔ یہ بہت ہی ایمان افروز واقعہ ہے اس لیے اسے یہاں بھی بیان کیا جارہا ہے لیکن قدرے اختصار کے ساتھ۔

ان کے اسلام لانے کا واقعہ صحیح بخاری میں تفصیل سے مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ مکے میں ایک آدمی نمودار ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم اس آدمی کے پاس جاؤ اس سے بات کرو۔ اور میرے پاس اس کی خبر لاؤ۔ وہ گیا، ملاقات کی، اور واپس آیا۔ میں نے پوچھا؟ کیا خبر لائے ہو؟ بولا: خدا کی قسم میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جو بھلائی کا حکم دیتا ہے، اور برائی سے روکتا ہے۔ میں نے کہا: تم نے تشفی بخش خبر نہیں دی۔

آخر میں نے خود توشہ دان اور ڈنڈا اٹھایا اور مکہ کے لیے چل پڑا۔ وہاں پہنچ تو گیا لیکن آپ ﷺ کو پہچانتا نہ تھا اور یہ بھی گوارا نہ تھا کہ آپ ﷺ کے متعلق کسی سے پوچھوں۔ چنانچہ میں زمزم کا پانی پیتا اور مسجد حرام میں پڑا رہتا۔ آخر میرے پاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ کہنے لگے: آدمی اجنبی معلوم ہوتے ہو! میں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا: اچھا تو گھر چلو۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے نہ میں ان سے کچھ پوچھ رہا تھا اور نہ انہیں کچھ بتا ہی رہا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

صبح ہوئی تو میں اس ارادے سے پھر مسجد حرام گیا کہ آپ ﷺ کے متعلق دریافت کروں۔ لیکن کوئی نہ تھا جو مجھے آپ ﷺ کے متعلق کچھ بتاتا۔ آخر میرے پاس سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے (دیکھ کر) بولے: اس آدمی کو ابھی اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہوسکا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا تو میرے ساتھ چلو۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اچھا تمہارا معاملہ کیا ہے؟ اور تم کیوں اس شہر میں آئے ہو؟

میں نے کہا: آپ راز داری سے کام لیں تو بتاؤں۔ انہوں نے کہا! ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ میں نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک آدمی نمودار ہوا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتاتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ بات کر کے آئے۔ مگر اس نے پلٹ کر کوئی تشفی بخش بات نہ بتلائی اس لیے میں نے سوچا کہ خود ہی ملاقات کرلوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بھئی تم صحیح جگہ پہنچے۔ دیکھو میرا رخ انہیں کی طرف ہے۔ جہاں میں گھسوں وہاں تم بھی گھس جانا۔ اور ہاں اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں جس سے تمہارے لیے خطرہ ہے تو میں دیوار کی طرف اس طرح جارہوں گا گویا اپنا جوتا ٹھیک کررہا ہوں لیکن تم راستہ چلتے رہنا۔'' اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور میں بھی ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ اندر داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس جاداخل ہوا اور عرض گزار ہوا کہ آپ (ﷺ) مجھ پر اسلام پیش کریں۔

آپ ﷺ نے اسلام پیش فرمایا۔ اور میں وہیں مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! اس معاملے کو پس پردہ رکھو۔ اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ۔ جب ہمارے ظہور (ہجرت) کی خبر ملے تو آجانا۔ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں تو ان کے درمیان بانگ دہل اس کا اعلان کروں گا۔ اس کے بعد میں مسجد حرام آیا۔ قریش موجود تھے۔ میں نے کہا: قریش کے لوگو!

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله .

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

لوگوں نے کہا: اٹھو۔ اس بے دین کی خبر لو، لوگ اٹھ پڑے۔ اور مجھے اس قدر مارا گیا کہ مرجاتا لیکن حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے مجھے آبچایا۔ انہوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ پھر قریش کی طرف پلٹ کر بولے: تمہاری بربادی ہو۔ تم لوگ غفار کے ایک آدمی کو مارے دے رہے ہو؟ حالانکہ تمہاری تجارت گاہ اور گزرگاہ غفار ہی سے ہوکر جاتی ہے! اس پر لوگ مجھے چھوڑ کر ہٹ گئے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو میں پھر وہیں گیا اور جو کچھ کل کہا تھا آج پھر کہا اور لوگوں نے پھر کہا کہ اٹھو! اس بے دین کی خبر لو۔ اس کے بعد پھر میرے ساتھ وہی ہوا جو کل ہو چکا تھا

Marfat.com

اور آج بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی نے مجھے آ بچایا۔ وہ مجھ پر جھکے پھر ویسی ہی بات کہی جیسی کل کہی تھی۔
(صحیح بخاری، باب اسلام ابوذر جلد 1 صفحہ 499، 544، 545)

طفیل بن عمرو دوسی

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان لانے کے واقعات میں بہت تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے۔ کیونکہ یہ بھی بہت ایمان افروز ہے اس لیے اختصار کے ساتھ اسے دوبارہ بیان کر دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ یہ شریف انسان شاعر، سوجھ بوجھ کے مالک اور قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ ان کے قبیلے کو بعض نواحی یمن میں امارت یا تقریباً امارت حاصل تھی۔ وہ نبوت کے گیارہویں سال (سن ۱۱ نبوت میں) مکہ تشریف لائے تو وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اہل مکہ نے ان کا استقبال کیا اور نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔

پھر ان سے عرض پرواز ہوئے کہ اے طفیل! آپ ہمارے شہر تشریف لائے ہیں اور یہ شخص جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں سخت پیچیدگی میں پھنسا رکھا ہے۔ ہماری جمعیت بکھیر دی ہے اور ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اس کی بات جادو کا سا اثر رکھتی ہے کہ آدمی اور اس کے باپ کے درمیان، آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان اور آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفرقہ ڈال دیتی ہے۔ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ جس افتاد سے ہم دوچار ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر بھی نہ آن پڑے۔ لہٰذا آپ اس سے ہرگز گفتگو نہ کریں اور اس کی کوئی چیز نہ سنیں۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ مجھے برابر اسی طرح کی باتیں سمجھاتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے تہیہ کر لیا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز سنوں گا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کروں گا، حتیٰ کہ جب میں صبح کو مسجد حرام گیا تو کان میں روئی ٹھونس رکھی تھی کہ مبادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات میرے کان میں پڑ جائے، لیکن اللہ کو منظور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتیں مجھے سنا ہی دے۔ چنانچہ میں نے بڑا عمدہ کلام سنا۔

پھر میں نے اپنے جی میں کہا: ہائے مجھ پر میری ماں کی آہ وفغاں! میں تو بخدا، ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا شاعر آدمی ہوں، مجھ پر بھلا برا چھپا نہیں رہ سکتا۔ پھر کیوں نہ میں اس شخص کی بات سنوں؟ اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا۔ بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ یہ سوچ کر میں رک گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پلٹے تو میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آمد کا واقعہ اور لوگوں کے خوف دلانے کی کیفیت، پھر کان میں روئی ٹھونسنے اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتیں سن لینے کی تفصیلات بتائیں، پھر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات پیش کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔ اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ خدا گواہ ہے: میں نے اس سے عمدہ قول اور اس سے زیادہ انصاف کی بات کبھی نہ سنی تھی، چنانچہ میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری قوم میں میری بات مانی جاتی ہے میں ان کے پاس پلٹ کر جاؤں گا اور انہیں اسلام

marfat.com
Marfat.com

کی دعوت دوں گا۔ لہٰذا آپ ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے کوئی نشانی دے دے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کو جو نشانی عطا ہوئی وہ یہ تھی کہ جب وہ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے چہرے پر چراغ جیسی روشنی پیدا کر دی۔ انہوں نے کہا: ''یا اللہ چہرے کے بجائے کسی اور جگہ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اسے مثلہ کہیں گے۔'' چنانچہ یہ روشنی ان کے ڈنڈے میں پلٹ گئی۔ پھر انہوں نے اپنے والد اور اپنی بیوی کو سلام کی دعوت دی اور وہ دونوں مسلمان ہو گئے، لیکن قوم نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی۔ مگر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بھی مسلسل کوشاں رہے۔ حتیٰ کہ غزوۂ خندق کے بعد اور غزوہ خیبر سے پہلے جب انہوں نے ہجرت فرمائی تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر (70) یا اسی (80) خاندان تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بڑے اہم کارنامے انجام دے کر یمامہ کی جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 182، 185 ...... رحمۃ للعالمین جلد 1 صفحہ 81، 82)

یثرب کے چھ عالی نصیب اشخاص

سن 11 نبوت کے موسم حج (جولائی 620 عیسوی) میں اسلامی دعوت کو چند کارآمد بیج دستیاب ہوئے جو دیکھتے دیکھتے سروقامت درختوں میں تبدیل ہو گئے۔ اور ان کی لطیف اور گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر مسلمانوں نے برسوں کے ظلم وستم کی تپش سے راحت ونجات پائی۔

اہل مکہ نے پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کا جو بیڑا اٹھا رکھا تھا اس کے سبب حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی حکمت عملی یہ تھی کہ آپ ﷺ رات کی تاریکی میں قبائل کے پاس تشریف لے جاتے تا کہ مکہ کا کوئی مشرک رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

اسی حکمت عملی کے مطابق ایک رات آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر باہر نکلے۔ بنو ذہل اور بنو شیبان بن ثعلبہ کے ڈیروں سے گزرے تو ان سے اسلام کے بارے میں بات چیت کی۔ انہوں نے جواب تو بڑا امید افزا دیا لیکن اسلام قبول کرنے کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بنو ذہل کے ایک آدمی کے درمیان سلسلہ نسب کے متعلق بڑا دلچسپ سوال وجواب بھی ہوا کیونکہ دونوں ہی ماہر انساب تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ منیٰ کی گھاٹی سے گزرے تو کچھ لوگوں کو باہر گفتگو کرتے سنا۔ آپ ﷺ نے سیدھے ان کا رخ کیا اور ان کے پاس جا پہنچے۔ یہ یثرب کے چھ جوان تھے اور سب کے سب قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ نام یہ ہیں۔

(1) حضرت اسعد بن زرارہ (قبیلہ بنی النجار)

(2) حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ (ابن عفراء) (قبیلہ بنی النجار)

Marfat.com

(3) حضرت رافع بن مالک بن عجلان (قبیلہ بنی زریق)

(4) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ (قبیلہ بنی سلمہ)

(5) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی (قبیلہ بنی حرام بن کعب)

(6) حضرت حارث بن عبداللہ بن رماب (قبیلہ بنی عبید بن غنم)

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہ اہل یثرب کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اپنے حلیف یہود یثرب سے سنا کرتے تھے کہ اس زمانے میں ایک نبی بھیجا جانے والا ہے اور اب جلد ہی وہ نمودار ہوگا۔ ہم اس کی پیروی کر کے اس کی معیت میں تمہیں عاد ارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یعنی یہود کے حلیف؟'' بولے، ہاں۔ فرمایا: ''پھر کیوں نہ آپ حضرات بیٹھیں، کچھ بات چیت کی جائے۔'' وہ لوگ بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی۔ انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا، بھئی دیکھو! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا حوالہ دے کر یہود تمہیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہود تم پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔ اس کے بعد انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

یہ یثرب کے عالی نصیب عقلاء الرجال تھے۔ حال ہی میں جو جنگ گزر چکی تھی اور جس کے دھویں اب تک فضا کو تاریک کئے ہوئے تھے، اس جنگ نے انہیں چور چور کر دیا تھا اس لیے انہوں نے بجا طور پر یہ توقع قائم کی کہ آپ ﷺ کی دعا و دعوت جنگ کے خاتمے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

چنانچہ انہوں نے کہا: ''ہم اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ کسی اور قوم میں ان کے جیسی عداوت و دشمنی نہیں پائی جاتی۔ امید ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ ﷺ کے ذریعے انہیں یکجا کر دے گا۔ ہم وہاں جا کر لوگوں کو آپ ﷺ کے مقصد کی طرف بلائیں گے اور یہ دین جو ہم نے خود قبول کر لیا ہے ان پر بھی پیش کریں گے۔ اگر اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ان کو یکجا کر دیا تو پھر سارے جہاں میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور معزز نہ ہوگا۔''

اس کے بعد جب یہ لوگ یثرب واپس ہوئے تو اپنے ساتھ اسلام کا پیغام بھی لے گئے، چنانچہ وہاں گھر گھر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادی انس و جاں، رہبر کائنات رسول بحر و بر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 428 تا 431 ...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 50 ...... مختصر السیرۃ، عبداللہ صفحہ 150 تا 152)

marfat.com

Marfat.com

یثرب میں قبولِ اسلام کا آغاز

اہلِ یثرب کے قبولِ اسلام کے اِکا دُکا واقعات تو بیعتِ عقبہ اولیٰ سے بہت پہلے رونما ہونے شروع ہو گئے تھے جن میں سے ایک کا واقعہ یوں بتایا گیا ہے کہ اوس کا ایک وفد اہلِ مکہ کے پاس آیا' وہ اہلِ مکہ سے اپنے مخالف قبیلہ خزرج کے خلاف امداد کا معاہدہ کرنے کے لیے آئے تھے' ان کے رئیس کا نام ابوالحیسر تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم ہادی انس و جاں' رہبر کائنات' نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو جب اس وفد کی آمد کی اطلاع ہوئی تو حسبِ معمول حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہیں قرآنِ کریم کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں۔

ان میں سے ایاس بن معاذ نامی ایک نوجوان حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے بڑا متاثر ہوا اس کی مرضی تھی کہ اہلِ مکہ سے معاہدہ کرنے کے بجائے اس دل نشین اور دل پذیر دعوت کو قبول کر لیں۔ لیکن ابوالحیسر نے مٹی اُٹھائی اور اس کے منہ پر دے ماری اور اس کو جھڑک دیا۔ ایاس بن معاذ اگرچہ اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ کر سکا لیکن حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اس کے دل میں گھر کر گئی تھیں جب اس نے وفات پائی تو اس وقت بھی وہ اللہ تبارک تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل کر رہا تھا جو لوگ اس وقت اس کے پاس تھے' وہ کہتے ہیں کہ ایاس مسلمان ہو کر مرا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد۳ صفحہ ۲۶۳)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابوزرع رازی نے سند حسن کے ساتھ دلائل النبوۃ میں تحریر کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح سند کے ساتھ معاذ بن رفاعہ بن رافع عن ابیہ عن جدہ سے روایت کیا ہے۔

رافع کے دادے کا نام بھی رافع تھا' وہ بیان کرتے ہیں' وہ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرا کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچے۔ جب اونچے دَرّے سے نیچے اُترے' انہوں نے ایک شخص کو درخت کے سائے میں بیٹھے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پہلے کا ہے جب چھ انصاری مکہ آئے تھے اور اسلام قبول کیا تھا۔ جب ہم نے اس شخص کو دیکھا تو ہم نے سوچا کہ اپنی سواری کے اونٹ اس شخص کے حوالے کرتے ہیں اور خود جا کر کعبہ شریف کا طواف کر آئیں گے۔ چنانچہ ہم اس شخص کے پاس گئے اور زمانہ جاہلیت کے رواج

Marfat.com

کے مطابق اسے سلام کہا اس نے ہمیں اہلِ اسلام کے طریقے کے مطابق سلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا' آپ کون صاحب ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ پہلے اپنی سواریوں سے تو نیچے اُترو۔ ہم اونٹوں سے نیچے اُتر آئے۔

ہم نے یہ بات سُن رکھی تھی کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جو طرح طرح کے دعوے کرتا ہے اور مختلف قسم کی باتیں بناتا ہے؟ اس شخص نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ ہم نے کہا ہمارے سامنے اپنا دین پیش کرو۔ اس شخص نے اسلام پیش کرتے ہوئے فرمایا' یہ بتاؤ کہ آسمانوں' زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ ہم نے کہا اللہ تبارک تعالیٰ نے۔ پھر اس نے پوچھا' تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ تبارک تعالیٰ نے پھر اس نے ہم سے سوال کیا جن' بتوں کی تم عبادت کرتے ہو' ان کو کس نے بنایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ان بتوں کو ہم نے خود گھڑا ہے۔ پھر اس نے ہم سے دریافت کیا کہ عبادت کا زیادہ حق دار خالق ہے یا مخلوق؟ ہم نے کہا خالق۔

اس نے فرمایا پھر تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے ان بتوں کی پوجا کرو۔ میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تبارک تعالیٰ عزوجل کی عبادت کرو اور یہ گواہی بھی دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔ نیز اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور لوگوں پر زیادتی کرنا چھوڑ دو۔ ہم نے کہا بالفرض آپ کی یہ بات درست نہ ہو تو پھر بھی ان باتوں کا شمار مکارم اخلاق اور محاسن اطوار میں تو ہوگا۔ سردست ہماری سواری کے اونٹ پکڑ رکھیے تاکہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کر آئیں۔ میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرا (ﷺ) تو آپ کے پاس بیٹھا رہا اور میں طواف کرنے کے لیے حرم شریف کی طرف چل پڑا۔

رافع کہتے ہیں کہ میں بیت اللہ کے پاس آیا' اس کا طواف کیا' میں نے فال نکالنے کے لیے سات تیر لیے' ان میں سے ایک تیر میں نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے نام کر دیا پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے میں نے دعا مانگی:

"یا اللہ! جس دین کی طرف حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ سچا ہے تو ساتوں باران کا تیر نکال۔"

میں نے سات مرتبہ فال نکالی' ساتوں مرتبہ حضورِ پُرنور ﷺ کے نام والا تیر نکلا۔ میں بے اختیار ہو کر چیخ اُٹھا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (رسول اللہ ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔"

میرا کلمہ شہادت سُن کر میرے اردگرد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ کہنے لگے "مجنون رجل صباء" یہ پاگل ہے' اپنے مذہب سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا "بل رجل مومن" میں وہ مردِ مومن ہوں جس کا دل نورِ ایمان سے روشن ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

وہاں سے میں حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب معاذ بن عفرا نے مجھے دُور سے دیکھا تو کہہ اُٹھا:

''اے رافع! تم جو چہرہ لے کر گئے تھے اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آئے۔''

چنانچہ ہم دونوں مسلمان ہو گئے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے سورۂ یوسف اور سورۂ اقرأ پڑھائی۔ نعمتِ ایمان اور قرآنِ کریم کی ان دو سورتوں کی دولت سرمدی اپنے دامن میں سمیٹتے ہوئے ہم واپس مدینہ آ گئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد امام یوسف صالحی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴)

قبولِ اسلام کی وجوہات

قارئینِ کرام! اب پیشگی ان وجوہات یا اسباب کا ذکر خیر ہو جائے جن کے سبب' جن کی وجہ سے بنی اوس و خزرج نے دعوتِ دینِ اسلام کو بغیر کسی حیل و حجت کے خوشی خوشی تمام تر شوق' رغبت و چاہت کے ساتھ قبول کر لیا۔

حضورِ انور ﷺ مکہ اور اس کے قرب و جوار میں گزشتہ گیارہ سالوں سے دعوتِ دین متین دے رہے تھے اور یہ تبلیغ و دعوت دینِ اسلام کا سلسلہ شب و روز جاری تھا۔ حضورِ انور ﷺ نے حج کے اجتماعات میں' میلوں میں' منڈیوں میں' بازاروں میں جا جا کر دعوتِ دین اللہ' دینِ متین دے رہے تھے مگر ظاہری نتیجہ خاطر خواہ نہ تھا جب کہ یثرب سے آئے ہوئے قبیلے بنو خزرج نے پہلی ہی دعوت پر اسلام قبول کر لیا اس کی آخر کیا وجہ تھی؟ وہ کیا محرکات تھے کہ جن کے سبب خزرج کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کیا' نہ اپنے کوئی مطالبات حضورِ انور ﷺ کے سامنے رکھے اور نہ کوئی شرط ہی لگائی اس غیر مشروط اطاعت کے اسباب کیا تھے' سیرت ابن ہشام نے درج ذیل بیان کیے ہیں:

یہود کی دھمکی

یہودی نسل در نسل نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کے منتظر تھے۔ اوس اور خزرج بھی علمائے یہود کے حوالے سے آمدِ رسول آخر ﷺ کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ چنانچہ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ہی وہ مخبر صادق ہیں جن کی آمد کی بشارت صحائف آسمانی میں درج ہے تو اسلام قبول کرنے میں انہیں ذرا سا بھی تامل نہ ہوا۔

اس کا تاریخی پس منظر کچھ یوں ہے کہ اوس اور خزرج نے غسانیوں کی مدد سے یہود کو یثرب سے باہر نکال دیا تھا کیونکہ یہود اوس اور خزرج کے درمیان اختلافات کو ہوا دے کر انہیں آپس میں لڑائیوں میں اُلجھائے رکھتے تھے۔ چنانچہ اوس اور خزرج نے ان کے یثرب سے نکل جانے کے بعد ان کی زرخیز زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ یہودیوں کو مضافاتِ یثرب کی بنجر زمینوں پر آباد ہونا پڑا۔ وہ اوس اور خزرج سے شکست کھانے کے بعد اکثر

Marfat.com

انہیں دھمکی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ سے مل کر ہم تمہارے خلاف جنگ کریں گے اور تمہیں قومِ عاد اور قومِ ارم کی طرح تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ جیسا کہ کتب سیر میں آتا ہے کہ علمائے یہود جانتے تھے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے یثرب تشریف لائیں گے' وہ فلسطین سے آ کر یہاں آباد ہوتے رہے تھے۔ یہ سب رسول آخر الزماں ﷺ کے استقبال کی تیاریاں تھیں۔ اوس اور خزرج اس دھمکی سے مرعوب تھے اور اکثر خوف زدہ رہتے تھے۔ انہوں نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ اس نبی پر ایمان لانے میں یہود پر سبقت لے جائیں گے۔

چنانچہ حضور پُرنور' تاجدارِ کائنات' سرورِ دوعالم ﷺ کی اس دعوت پر انہوں نے بلاچوں و چرا اور بلا تامل اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کر لیا۔ ادھر یہود نے جب دیکھا کہ اللہ کے آخری نبی' بنی اسرائیل میں نہیں بلکہ بنی اسماعیل میں پیدا ہوئے ہیں تو وہ حضورِ انور ﷺ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ ولادت باسعادت سے ہی یہودیوں نے جس منفی ردعمل کا اظہار کیا' وہ مزید پختہ ہو چکا تھا۔ شانِ رب للعالمین کہ کسی نے صاحبِ علم نہ ہونے کے باوجود روشنی کے سفر میں نبی آخر الزماں ﷺ کا ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل کیا اور کوئی اپنے کمال علم کے باوجود جہالت کے اندھیروں میں گم رہا اور تعصب کی آگ میں جلتا رہا۔

یہود کی تعلیمات

یہودی اہلِ کتاب تھے' سلسلہ انبیاء پر کامل یقین رکھتے تھے۔ گو بڑی حد تک تعلیمات موسوی کا چہرہ مسخ ہو چکا تھا تاہم ان پر اثر کسی نہ کسی حد تک ابھی تک قائم تھا اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر کاربند ہونے کے دعوے دار تھے۔ اوس اور خزرج کا ان کے مذہبی' ثقافتی' اقتصادی اور سیاسی نظریات سے متاثر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ وہ نبی' کتاب' وحی' فرشتہ اور دیگر مذہبی اصطلاحات کے مطالب و معانی سے بخوبی آگاہ تھے۔ خصوصاً حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بارے میں انہوں نے علمائے یہود سے بہت کچھ سُن رکھا تھا اور ان کے سینوں میں بھی آتشِ شوق بھڑک رہی تھی۔

یہودیوں کی مذہبی اصطلاحات عرب کے دیگر قبائل کی طرح ان (اوس و خزرج) کے لیے اجنبی نہ تھیں' قبولِ اسلام کے لیے ایک نفسیاتی سی فضا غیر محسوس طریقے سے تیار ہو چکی تھی۔ اس لیے مکہ کے کفار و مشرکین کی نسبت اوس و خزرج کو ذہنی کشمکش کے اس مرحلے سے نہیں گزرنا پڑا جس مرحلے سے قریش ہزار دشواریوں اور اُلجھنوں کے بعد گزرے۔ نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں ایک نرم گوشہ اوس اور خزرج کے دِلوں میں ہمیشہ موجود رہا۔ یہی وجہ تھی کہ جونہی آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبولِ اسلام کی دعوت دی' انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا اور دونوں ہاتھوں سے ایمان کی دولت کو سمیٹ لیا۔

marfat.com
Marfat.com

امن کی تلاش

جزیرہ نمائے عرب میں کسی مرکزی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے مربوط سیاسی اقدار کی کوئی صورت سامنے نہیں آ سکی تھی' خودمختار قبائل آزادانہ زندگی بسر کر رہے تھے جن کی اپنی روایات تھیں اور وہ ان روایات پر سختی سے کاربند تھے۔ یہ قبائل اکثر آپس میں اُلجھتے رہتے اور بات بات پر تلواریں میان سے باہر آ جاتیں اور پھر انتقام کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ شر ذہنوں میں پرورش پاتا اور انسانی خون پانی کی طرح ارزاں ہو جاتا لیکن امن کی ایک موہوم سی کرن اس جنگجوئی کے باوجود ذہنوں میں پرورش پا رہی تھی اس لیے کہ قیامِ امن کے لیے سعی کرنا انسان کی جبلت میں شامل ہے۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ عالمی سطح پر دائمی قیامِ امن کی خواہش میں انسان کو ابتلاء و آزمائش کے اَن گنت مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ ہوسِ اقتدار اور ہوسِ ملک گیری نے انسان کو حیوان کی سطح پر بھی لا کھڑا کیا اور تاریخ گواہ ہے کہ وہ انسان جو بنیادی طور پر امن کا خواہش مند ہے جب بربریت پر اُتر آتا ہے تو وہ درندگی کی تمام حدود کو پھلانگ جاتا ہے اور تمام انسانی رشتوں کو اپنے دستِ ظلم سے توڑ دیتا ہے' خون آشامی کے بعد انسان ضرور سوچتا ہے کہ اس وحشت و بربریت کی انتہا کیا ہے؟

قانونِ قدرت ہے کہ ایک عمل کا ردِعمل ہوتا ہے۔ وحشت و بربریت کے بعد امن کی خواہش ضرور سر اُبھارتی ہے۔ اوس اور خزرج بھی طویل خانہ جنگی سے اُکتا چکے تھے' جنگِ بعاث میں فریقین کو زبردست جانی و مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔ جنگ کی اس کوکھ سے امن کی آرزو نے جنم لیا اور دونوں متصادم قبائل سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر وہ اسی طرح ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے تو ایک دن نہ قبیلہ خزرج رہے گا اور نہ قبیلہ اوس کا کوئی نام لینے والا باقی بچے گا۔ وہ لاشعوری طور پر امن کے سفر پر روانہ ہوئے۔

دونوں قبائل کے چند خاندان جنگِ بعاث سے الگ تھلگ رہے تھے' وہ قیامِ امن کے لیے ایک قدم آگے بڑھے' یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کیوں نہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو قبیلہ خزرج کا ایک فرد تھا اور یہودیت قبول کر چکا تھا' کو اپنا حاکم یا بادشاہ بنا لیا جائے اور یوں دونوں قبائل کے درمیان صدیوں پرانی نفرت کی دیوار کو گرا کر ایک نئے دور کا آغاز کیا جائے۔ اس دوران جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے انہیں امن اور سلامتی والے دین کی طرف بُلایا اور انہیں تعلیمات اسلامی سے آگاہ کیا تو وہ عبداللہ بن ابی کے بجائے رسولِ کائنات ﷺ کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔

مقصد یہ تھا کہ علاقے میں امن بھی قائم ہو جائے' خون آشامی کا سلسلہ بھی بند ہو جائے اور نبی آخرالزماں ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر کے یہود پر سبقت بھی حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ مذکورہ اور کچھ دیگر اسباب ایسے تھے کہ وہ ذہنی طور پر دائرہ اسلام میں آنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا

Marfat.com

اب ان کا خیال یقین میں بدل چکا تھا کہ یہی وہ رسول برحق نبی آخرالزماں ﷺ ہیں جن کا تذکرہ یہودیوں سے ایک عرصے سے سنتے چلے آ رہے تھے' انہوں نے فوری طور پر اسلام قبول کرلیا' مبادا یہودی ان پر بازی لے جائیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۴۲۹)

قبائل انصار میں اشاعت اسلام کا شاندار آغاز

نبوت کا گیارہواں سال ہے' موسمِ حج قریب آ گیا ہے' جزیرۂ عرب کے دُور دراز علاقوں سے لوگ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ پہنچ رہے ہیں' دینِ فطرت دین اللہ کے مبلغ دل نواز پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ حسب دستور ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے ہیں اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ان بدنصیبوں کی وہی سرد مہری ہے اور وہی بے رخی ہے جس کا مظاہرہ یہ لوگ کئی سالوں سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔

ایک دن ہادیٔ انس و جاں حضورِ پُرنور ﷺ عقبہ کے پاس پہنچے تو وہاں بنی خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

''عقبہ''

اہلِ لغت نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے:

''پہاڑوں میں اوپر چڑھنے کا کٹھن راستہ' وہ راستہ جو پہاڑ کی چوٹی کی طرف جاتا ہے۔''

علامہ یاقوت حموی اس کی تشریح کرتے ہیں۔

منیٰ اور مکہ کے درمیان ایک اونچا ٹیلہ ہے جو عقبہ کے نام سے موسوم ہے یہاں سے مکہ دو میل (اندازاً تین کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے اس کے قریب ایک مسجد بھی ہے یہاں سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

(معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۱۳۴)

حضور انور نبی کریم رؤف الرحیم' ہادی انس و جاں ﷺ نے ان سے پوچھا' تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ خزرج کے چند افراد ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے پھر پوچھا' کیا تم وہ لوگ ہو جن کی یہود سے دوستی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' ذرا بیٹھ نہیں جاتے ہو' کچھ باتیں کرلیں؟ انہوں نے کہا' بسر و چشم بڑی خوشی سے بات چیت کیجئے۔

پس وہ لوگ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی' اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا پھر ان کے سامنے چند آیاتِ قرآنی کی تلاوت فرمائی۔

ان لوگوں کی خوش قسمتی تھی [illegible] قبائل بھی آباد تھے۔ وہ لوگ صاحبِ علم اور اہلِ

marfat.com

Marfat.com

کتاب تھے جب کہ انصار کے قبائل بُت پرست تھے۔ اکثر ان کے درمیان چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ جب جنگ کی نوبت آتی تو یہودی انہیں دھمکیاں دیتے' کہتے عنقریب ایک نبی تشریف لانے والا ہے' ہم اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی پیروی کریں گے پھر ہم تمہیں اس طرح بے دریغ قتل کریں گے جس طرح عاد وارم کو قتل کیا گیا تھا۔ یہود کی اس قسم کی باتوں سے انصار بھی ایک آنے والے نبی' نبی آخر الزماں سے متعارف تھے اور اس کا ذکر بار بار سنتے رہتے تھے جس کی آمد متوقع تھی۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی آمد کی دھمکیاں یہود ہمیں آئے روز دیتے رہتے ہیں۔ آئیں! جلدی سے ان پر ایمان لے آئیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ان پر ایمان لانے میں ہم پر سبقت لے جائیں۔ چنانچہ ان سب نے حضورِ انور ﷺ کی دعوت دل و جان سے قبول کر لی اور سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

پھر انہوں نے گزارش کی یارسول اللہ! ﷺ ہماری قوم میں عداوت و بغض کے شعلے صدیوں سے بھڑک رہے ہیں' باہمی دشمنیوں نے ہمیں پارہ پارہ کر دیا ہے' ہم انہیں حضورِ انور ﷺ کا یہ پیغام پہنچائیں گے جس دین پر ہم ایمان لائیں ہیں' انہیں بھی ترغیب دیں گے کہ وہ بھی اس کو قبول کر لیں۔ اگر وہ متفقہ طور پر سب ایمان لے آئیں تو پھر ہمارے ہاں حضورِ انور ﷺ سے بڑھ کر کوئی معزز و محترم نہ ہوگا۔ انہوں نے آئندہ سال پھر شرف بازیابی حاصل کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے قلوب و اذہان کو نورِ اسلام سے منور کر کے اپنے وطن یثرب لوٹ گئے۔

ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل خزرج کے اسلام قبول کرنے والے ان چھ افراد سے جو ارشاد فرمایا جا رہا ہے اس کے پیچھے برسوں کی سوچ بچار نظر آتی ہے۔ نگاہِ نبوت اہلِ یثرب کے اس مثالی کردار کا مشاہدہ کر رہی تھی جسے آئندہ برسوں میں فروغِ اسلام کے باب میں فیصلہ کن قوت کی حیثیت حاصل ہونے والی تھی۔ حضورِ پُرنور عالم خفا و غیوب ﷺ ان الفاظ کے ذریعے خزرج کے ان چھ افراد کو مستقبل کے لیے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ذہنی اور جسمانی طور پر تیار فرما رہے تھے' انہیں تربیت کے مرحلے سے گزار رہے تھے اور دعوتِ حق کے ابلاغ کی خاطر ان چھ افراد سے اسلام کی مدد و نصرت کا وعدہ لے رہے تھے۔

خزرج قبیلہ کے یہ افراد حضورِ انور ﷺ کا اشارہ سمجھ گئے لیکن یثرب کی سیاسی' مذہبی' اقتصادی' ثقافتی اور مجلسی زندگی کے پیشِ نظر انہیں بظاہر ان انقلابی تبدیلیوں کے امکانات نظر نہیں آ رہے تھے لیکن چونکہ یہ فرمانِ رسول تھا اس لیے اسے تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا تاہم انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ! ﷺ ابھی ہمارے جنگ بعاث ہو چکی ہے اور موجودہ حالات میں لوگوں کا آپ ﷺ پر جمع ہو جانا خاصہ مشکل ہوگا۔ فی الحال آپ ﷺ ہمیں واپسی کی اجازت دیں شاید اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے باہمی اختلافات درست فرما دے اور ہم جا کر لوگوں کو آپ ﷺ کی دعوت کی

Marfat.com

طرف بُلائیں۔ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ ان سب کو آپ ﷺ پر جمع کر دے پھر آپ ﷺ سے زیادہ طاقت ور کوئی نہ ہوگا۔'' (السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب فریضہ حج ادا کرنے کے لیے ماہِ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ آیا کرتے لیکن عمرہ ادا کرنے کے لیے وہ ماہِ رجب میں یہاں پہنچتے۔ گویاں سال میں دو مرتبہ مختلف علاقوں کے عرب قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری دیتے۔

حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ خزرج کے یہ چھ افراد ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کے لیے یہاں آئے ہوئے تھے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی خصوصی نوازش نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور ان کے دِلوں کو حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی دعوت قبول کرنے کے لیے کشادہ کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس روز ایمان لانے والوں کی تعداد چھ تھی اور سب بنی خزرج قبیلہ کے افراد تھے' ان خوش نصیبوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- ابو امامہ اسعد بن زرارۃ۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی' ان کا تعلق بنی نجار سے تھا۔

۲- عوف بن حارث۔ ان کی والدہ کا نام عفراء ہے۔

۳- رافع بن مالک بن العجلان۔ ان کا تعلق بنی زریق سے تھا۔

۴- قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ یہ بنی سلمہ قبیلہ کے فرد تھے۔

۵- عقبہ بن عامر۔ ان کا تعلق قبیلہ بنی حرام سے تھا۔

۶- جابر بن عبداللہ بن رکاب۔ یہ بنی عبید قبیلہ سے تھے۔

شعبی زہری وغیرہما نے بھی ابن اسحاق سے اتفاق کیا ہے اور کہا ہے کہ اس رات ایمان لانے والوں کی تعداد چھ تھی اور سارے خزرج قبیلہ کے افراد تھے۔

ایمان کی خوشبو ہر گھر

اندرونِ یثرب اور مضافاتِ یثرب کی فضا اگرچہ مکہ کی مخالفانہ فضا سے بہت مختلف تھی اور تحریکِ دین اسلام کی راہ میں اتنی رکاوٹیں نہیں تھیں جتنی مکہ کے کفار ومشرکین نے کھڑی کر رکھی تھیں تاہم یہودی خصوصاً علماء یہود کی طرف سے مزاحمت ہوسکتی تھی۔ ایسے طبقات واشخاص بھی موجود تھے کہ تحریک دینِ اسلام سے جن کے مفادات خطرے میں پڑ سکتے تھے' ان کی طرف سے بھی اپنے مفادات کی خاطر پیش بندی متوقع تھی۔ ان سب حالات کو پیش نظر رکھ کر مستقبل کی منصوبہ بندی کی گئی اور خزرج کے جن چھ افراد نے اسلام قبول کیا تھا' انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے تبلیغ و دعوتِ دینِ اسلام کا کام بہت سوچ سمجھ، حکمت اور دانائی کے ساتھ کیا۔

رفتہ رفتہ ان کی مساعی جمیلہ کامیابی سے ہم کنار ہونے لگیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لیے اہلِ یثرب کے دِلوں میں نرم گوشہ پہلے ہی موجود تھا' خلوص و محبت سے جب انہیں دائرۂ اسلام میں آنے کی دعوت دی گئی تو وہ کلیتاً اسے مسترد نہ کر سکے' فوری طور پر یہ ممکن نہ تھا کہ اہلِ یثرب اجتماعی طور پر اسلام قبول کر لیتے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ گھر گھر حضورِ پُرنور ﷺ کے لائے ہوئے دین کا چرچا ہونے لگا۔ اسلام کے بارے میں جاننے کا اشتیاق بڑھا' اسلام کی خوشبو ہر گھر کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ چند لوگوں نے حق کی دعوت کو قبول کر لیا اور مبلغین یثرب کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اس کامیابی نے ان کے اعتماد میں اضافہ کیا اور یہی اعتماد آگے چل کر فروغِ اسلام کا بہت بڑا سبب ثابت ہوا۔

Marfat.com

بیعتِ عقبہ اولیٰ

ایک سال تک یثرب میں فروغِ دین کے لیے کام کرنے کے بعد بنی خزرج کے وہ افراد جنہوں نے ایک سال قبل حج کے موقع پر پیغمبر اوّل و آخر واعظم ہادئ انس و جاں حضورِ پُرنور ﷺ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا تھا' حسبِ وعدہ حج پر آئے تو ان کی تعداد بارہ (۱۲) تھی جن میں سات افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور مسلمان ہو گئے تھے۔

یثرب کے وفد میں شامل نئے سات انصاریوں کے اسمائے گرامی یہ تھے:

۱- عبادہ بن صامت

۲- عباس بن عبادہ بن نضلہ

۳- عقبہ بن عامر

۴- یزید بن ثعلبہ

۵- ذکوان بن عبد قیس

۶- عویم بن ساعدہ

۷- ابوالہیثم بن التیہان

گزشتہ برس جن چھ افراد نے اسلام قبول کیا تھا' ان میں سے پانچ افراد اس وفد میں بھی شامل تھے یعنی ابوامامہ اسعد بن زرارہ' عوف بن حارث' عقبہ بن عامر' رافع بن مالک العجلان اور قطبہ بن عامر بن حدیدہ بھی وفد میں شامل تھے۔ (السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۹'۱۷۸)

گزشتہ سال جو چھ خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہوئے تھے' ان میں سے پانچ (۵) ان بارہ (۱۲) افراد میں شامل تھے جو اس سال حاضر ہوئے صرف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حاضر نہ ہو سکے۔ یہ دس خزرجی تھے۔

اور بنی اوس سے یہ دو صاحبان ہوئے عویم بن ساعدہ' ابوالہیثم بن التیہان۔

(السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۹'۱۷۸)

marfat.com
Marfat.com

اسلام کی بیعت' معیارِ بیعت

مذکورہ بالا بارہ (۱۲) افراد نے ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچ کر عقبہ کے مقام پر حضور انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے دستِ اقدس پر اسلام کی بیعت کی' یہ لوگ پہلے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اس لیے اب خاص مقصد کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا یہ بیعت تھی' یہ اسلام کی بیعت تھی جسے بیعتِ عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے کلمات

کیونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا اس لیے کلماتِ بیعت میں اللہ کی راہ میں قتال کرنے کے الفاظ شامل نہیں۔

بیعت میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہم نے حضور انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ سے عورتوں والی بیعت کی کیونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور چوری اور زنا نہیں کریں گے اور اپنی اولاد قتل نہیں کریں گے اور کسی پر خود ساختہ الزام نہیں لگائیں گے اور کسی بھی معاملے میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ (السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے مندرجات غور طلب ہیں' تعلیمات اسلامی کا نچوڑ ہیں' یہ کلمات توحید و رسالت کے باہمی ربط کی طرف بھی حسین اشارہ کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا جا رہا ہے۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے دستِ اقدس پر عہد کیا جا رہا ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے یعنی جب اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے تو جبینیں صرف اور صرف اسی خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں جھکیں گی جو کل جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سماجی زندگی کو اعتدال اور توازن کی راہوں پر گامزن کرنے کے لیے اور امنِ عامہ کی صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لیے عہد لیا جا رہا ہے کہ وہ چوری نہیں کریں گے یوں ثقافت کے نام پر پھیلائی جانے والی کثافت کی روک تھام کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اسلام بقاء اور سلامتی کا دین ہے' پوری نسلِ انسانی کی فلاح کا ضامن ہے' انسانی تہذیب و تمدن کی بقاء کے لیے وعدہ لیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے' اولاد کے قتل کو وسیع تر معنی میں لیا جائے تو نگاہِ نبوت (ﷺ) کے احترام میں گردنیں جھک جاتی ہیں کہ حضورِ پُرنور ﷺ کس طرح نسلِ انسانی کی بقاء کا اہتمام فرما رہے ہیں۔

کسی پر خود ساختہ الزام نہیں لگائیں گے' ہماری سماجی بُرائیوں کی جڑ یہی ذہنی فتور ہے۔ حضورِ انور ﷺ جھوٹے پروپیگنڈے اور کردار کشی کا راستہ روک رہے ہیں اور پھر یہ عہد لیا جا رہا ہے کہ کسی بھی معاملے میں ہم حضورِ پُرنور ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ گویا مقامِ رسالت کی عظمتوں اور رفعتوں کے حوالے سے یہ بات

Marfat.com

ذہن نشین کرائی جارہی ہے کہ دین اور دنیا میں تمہاری کامیابی کا راز یہی ہے کہ تم اللہ کے رسول کی اطاعت کرو' رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ درِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی تمہاری ثقافتی اکائی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے یہ مختصر سے الفاظ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جن کے مندرجات پر عمل کر کے دنیا کو مثل جنت بنایا جاسکتا ہے۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ کے کلمات کسی متوازن معاشرے کے قیام کے لیے رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور انور آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یثرب سے آئے ہوئے اس وفد سے درج بالا امور پر بیعت لینے کے بعد فرمایا:

"اگر تم اس معاہدے پر پورا اُترے تو تمہیں جنت نصیب ہوگی اور اگر تم نے کوئی شرط پوری نہ کی تو تمہارا معاملہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سپرد ہوگا' خواہ تمہیں عذاب دے اور خواہ بخش دے۔"

(السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ جن امور کی انجام دہی کی بیعت اس موقع پر یثرب کے وفد سے لی گئی' یہ وہی امور ہیں جن پر عورتوں سے بیعت لی جاتی ہے اگر خواتین ان کلمات میں پوشیدہ حکمتوں اور دانائیوں کا ادراک کرتے ہوئے ان کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنالیں تو ان کا گھر ہی جنت کا نمونہ پیش نہیں کرے گا بلکہ پورا معاشرہ بھی اعتدال اور توازن کی راہوں پر گامزن ہو کر امن کا گہوارہ بن سکتا ہے' اولادِ آدم پر خوشحالی اور ترقی کے دروازے کھل سکتے ہیں اور یوں تسخیرِ ذات سے تسخیرِ کائنات تک کا ہر مرحلہ خوش اسلوبی سے طے ہوسکتا ہے۔

سورۂ ممتحنہ آیت ۱۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: "اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس اس لیے آئیں کہ ان باتوں پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی اور امورِ شریعت میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت لیں اور اللہ سے ان کے لیے بخشش طلب کریں۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا' مہربان ہے۔" (سورۂ ممتحنہ آیت ۱۲)

مذکورہ آیتِ کریمہ ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئی اور مذکورہ بیعت کا واقعہ ہجرت سے دو سال قبل کا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ تاہم مضمون چونکہ بعینہٖ وہی ہے اس لیے یہاں اس کا حوالہ بہت ضروری ہے کہ اس میں بیعت کرنے والے افراد سے جہاد کا وعدہ نہیں لیا گیا' جیسا کہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور عملاً قتال میں حصہ لینے کا وعدہ نہیں لیا جاتا۔ اس بیعت کے کلمات میں وہی کلمات مذکور ہیں جن کا وعدہ عورتوں سے قبولِ اسلام کے وقت لیا جاتا ہے۔

امام یوسف بن محمد الصالحی کا نقطۂ نظر

جمہور کے نزدیک اس بیعت کو بیعتِ عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے لیکن امام یوسف بن محمد الصالحی کا نقطۂ نظر اس سے ذرا مختلف ہے' وہ اس بیعت کو بیعتِ عقبہ ثانیہ کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک گزشتہ سال والی بیعت جس میں خزرج کے چھ افراد شریک تھے' بیعتِ عقبہ اولیٰ تھی۔ اگر امام یوسف کے قول کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بیعتِ عقبہ ثانیہ کو بیعتِ ثالثہ کا نام دینا پڑے گا۔ ابن سید الناس نے بھی عیون الاثر میں اسی قول کو اپنایا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۰)

حالانکہ حج کے موقع پر خزرج کے چھ خوش نصیب افراد نے حضورِ انور ﷺ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کیا تھا' یہ مروجہ معنوں میں بیعت نہ تھی' بیعتِ عقبہ اولیٰ وہی تھی جو آئندہ برس بارہ (۱۲) افراد نے حج کے موسم میں عقبہ کے مقام پر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور ﷺ کے دستِ مبارک پر کی۔ یہ بارہ (۱۲) افراد پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ (اور اب بیعت' معاہدہ و نصیحت کے لئے خدمت اقدس میں اکٹھے ہوئے تھے)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی یثرب روانگی

اب یہ بات بڑی حد تک واضح ہو چکی تھی کہ حبشہ کے بعد مسلمانوں کا متوقع دارالہجرت سرزمینِ یثرب ہے یہاں دعوت کے کام کا آغاز ہو چکا تھا۔ یثرب کے معاشرتی و دینی ماحول میں تیزی سے آنے والی متوقع تبدیلیوں کے پیش نظر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فروغِ دین کے کام میں تیزی پیدا کرنے اور اسلام قبول کرنے والے افراد کی نفسیاتی اُلجھنوں کو دُور کرنے کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان بارہ (۱۲) افراد کے وفد کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جا کر فضا کو مسلمانوں کے لیے مزید سازگار بنانے کے کام میں تیزی پیدا کریں۔

حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ ' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ خاندانِ بنو ہاشم کے عظیم فرزند تھے' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ یثرب جا کر دائرۂ اسلام میں آنے والے افراد کو قرآنی تعلیمات سے آشنا کریں اور دینِ اسلام کا نور سینہ بہ سینہ پھیلائیں۔ (سیرت ابن کثیر' ۲: ۱۸۰)

اس بارے میں ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ واپس وطن جانے لگے تو ہادیٔ برحق ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو جو خاندان بنی ہاشم کے بڑے عظیم سپوت

Marfat.com

تھے' ان لوگوں کے ہمراہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہاں جا کر وہاں کے نومسلموں کو قرآنِ کریم پڑھائیں' اسلام کے بنیادی احکام کی تعلیم دیں اور دین کی صحیح سمجھ سے انہیں بہرہ ور کریں۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

ابنِ حزم نے جوامع السیرۃ میں اور ابن سید الناس نے عیون الاثر میں لکھا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے دو مبلغ یثرب روانہ کیے۔ حضرت ابن اُم مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم۔ (عیون الاثر صفحہ ۱۵۵' ۱۶۱)

موسیٰ بن عقبہ کا خیال یہ ہے کہ پہلے سال چھ آدمی اسلام قبول کر کے جب یثرب واپس گئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ شروع کی تو انہیں ایسے مبلغ کی ضرورت محسوس ہوئی جسے نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا زیادہ موقع ملا ہو' نازل شدہ سارے قرآن کا وہ حافظ ہو اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے کماحقہ آگاہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے واپسی کے چند ماہ بعد حضرت معاذ بن عفرا اور حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہما کو حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ ایک مبلغ یہاں روانہ فرمائیں۔ بیہقی نے ابن اسحاق کے بیان کو اتم کہہ کر موسیٰ بن عقبہ کے بیان پر اسے ترجیح دی ہے۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

تربیت یافتہ مبلغ

خزرج کے جن چھ افراد نے اسلام قبول کیا اور حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ سے اگلے سال شرفِ ملاقات کا وعدہ کر کے واپس یثرب پہنچے۔ انہوں نے واپس پہنچتے ہی دعوت کے کام کا آغاز کر دیا۔ ان کی خدماتِ جلیلہ آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔ انہوں نے سرزمینِ یثرب میں ایمان کے جس پودے کی کاشت کا اعزاز حاصل کیا' وہ آگے چل کر ایک تناور درخت بن گیا اور گھنی چھاؤں والے اسی پیڑ کے خنک سائے پوری کائنات پر محیط ہو گئے اور کائنات کا ذرہ ذرہ نورِ رسالت سے روشن ہو گیا۔ ان چھ افراد نے خود نیا نیا اسلام قبول کیا تھا' ابھی یہ خود تربیت کے مرحلے سے نہیں گزرے تھے۔

اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ اہلِ یثرب میں تبلیغِ اسلام' تعلیماتِ اسلامی کی اشاعت اور فکری و اعتقادی رہنمائی کے لیے کسی تربیت یافتہ صحابی کی خدمات حاصل کی جائیں جو اس وقت تک نازل شدہ آیاتِ ربانی کے حافظ بھی ہوں اور ان آیات کے ذریعے دیئے گئے احکامات اور ان میں پوشیدہ عملی نکات کی وضاحت بھی کر سکیں اور یوں اہلِ یثرب کے ذہنوں میں پرورش پانے والے مختلف سوالات کا شافی جواب دے کر تبلیغِ اسلام کے حلقہ کو وسیع سے وسیع تر کر سکیں۔ دین کی تبدیلی ایک زبردست نفسیاتی مسئلہ بھی ہے۔ اہلِ یثرب کی نفسیاتی اُلجھنوں کے حل کے لیے بھی کسی صاحبِ علم اور صاحبِ نظر کی ضرورت تھی۔ قرعہ فال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے' مکہ کے حسین اور خوش پوش تھے' ناز ونعم سے پرورش پائی مگر جب اسلام کی دولت کو دامنِ دل میں سمیٹا اور اپنے قول وفعل سے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے' کوئی

marfat.com

Marfat.com

اس کا شریک نہیں، وہی عبادت کے لائق ہے اور حضورِ انور ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو ان کے خاندان والوں نے انہیں قید کر دیا۔

اپنے آبائی دین کی تکذیب انہیں گوارا نہ ہوئی اور ناز و نعم میں پرورش پانے والے نوجوان پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن راہِ حق میں وہ استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ جب کفار و مشرکین کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں اور مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا دی گئی اور فرائض کی ادائیگی ان کے لیے ناممکن سی ہونے لگی تو حضورِ پُرنور ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اس لیے وہ ایمان کے سفر کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ تھے اور براہِ راست حضورِ انور ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ تعلیماتِ اسلامی کی روح کو بھی سمجھتے تھے۔

چنانچہ جب بیعتِ عقبہ اولیٰ کے وقت یثرب کے بارہ (۱۲) مسلمانوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ سے بحیثیتِ معلم یثرب میں کسی صحابی کی تقرری کی درخواست کی تو حضورِ پُرنور ﷺ کی نگاہِ انتخاب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر پڑی اس لیے کہ مصعب سفرِ نبوت کے پس منظر سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ وہ حافظِ قرآن بھی تھے اور پھر اسلام کی خاطر مصائب و آلام سے گزر کر کندن بن چکے تھے، استقامت اور قوتِ برداشت کے موتی ان کی شخصیت کو چار چاند لگا رہے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دعوتِ حق کی راہ میں اَن گنت مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن قبیلہ عبدالاشہل کے اسلام قبول کرنے سے یثرب میں اسلام کو مضبوط بنیادیں فراہم ہو گئیں اور جملہ رکاوٹیں ایک ایک کر کے دُور ہوتی گئیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قوتِ استدلال کی دولت سے خوب نوازا تھا، آپ جس پر بھی اسلام پیش کرتے، عموماً وہ اسلام قبول کر لیتا کیونکہ آپ دلیل اور منطق سے بات کرتے اور اپنے مخاطب کی ذہنی سطح، اس کے نفسیاتی پس منظر اور اس کے مزاج کا خاص خیال رکھتے اور حکمت و دانائی کے جواہر بکھیرتے ہوئے اسے توحید و رسالت کے بارے میں اسلامی مؤقف سے آگاہ کرتے کہ سچائی اس کے قلب و روح میں سما جاتی اور وہ اسلام قبول کر لیتا۔

مخاطب کو اپنا ہم نوا بنانے اور اسے قائل کرنے کی اس خداداد صلاحیت سے خوف زدہ ہو کر مخالفینِ اسلام آپ کے پاس آنے اور شریکِ گفتگو ہونے سے کترانے لگے مبادا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انہیں بھی قائل کر لیں اور انہیں اپنے آبائی دین کو خیر باد کہنا پڑے۔ مخالفین کو یہ تدبیر سوجھی کہ مصعب رضی اللہ عنہ کو یثرب سے ہی نکال دیا جائے۔ اسید بن حضیر آپ کو یثرب سے نکالنے کے لیے آئے تھے لیکن ان کی مدبرانہ گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اُفقِ یثرب پر ایمان کی روشنی پوری آب و تاب سے جھلملا رہی تھی، یثرب کی سرزمین پر آسمانوں سے نور و روشنی کے نزول کا آغاز ہو چکا تھا۔

Marfat.com

یثرب میں انہیں مقری کہا جاتا تھا' آپ سب کے امام تھے' سارے مسلمان آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ خزرج کے بعد اوس قبیلہ کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کرنے کا آغاز کر دیا تھا تاہم ابھی اوس اور خزرج کے درمیان طویل جنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدگمانیاں پوری طرح دُور نہیں ہوئی تھیں۔ دونوں قبائل کے مسلمان ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا تعلق نہ خزرج سے تھا اور نہ اوس سے اس لیے ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ اوس اور خزرج جب ان کی امامت میں ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے تو ایک ذہنی ہم آہنگی کا احساس ضرور انہیں ہوتا اور وہ رفتہ رفتہ قریب آنے لگے۔

نفرت کی پرچھائیاں ہوا میں تحلیل ہونے لگیں اور ان کی جگہ اسلامی اخوت کا جذبہ لینے لگا یہاں پر یہ بات یاد دِلا دی جائے کہ اس موقع پر ایک تربیت یافتہ آدمی کا یثرب بھیجنا کتنا اہم تھا۔ حکمتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ امر کسی طرح پوشیدہ نہ تھا کہ اس کے بغیر یثرب میں دعوت کا کام تیز نہیں ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کن خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ نگاہِ نبوت بیک وقت ماضی' حال اور مستقبل میں سفر کرتی۔ علم' تقویٰ' حکمت اور دانائی کے جواہر اس طرح بکھیرے جاتے کہ کامیابی و کامرانی غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دینے کے لیے بے تاب رہتی۔

اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہائش اختیار کی۔ یثرب میں مصعب کو مقری کہا جاتا تھا' یہی سب کے امام بھی تھے۔ سارے لوگ ان کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے کیونکہ اوس وخزرج میں باہمی عداوت تھی' وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت مصعب پر کسی کو اعتراض نہیں تھا' سب نے بالاتفاق ان کو اپنی نماز کا امام مقرر کیا۔

دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ مدینہ میں نمازِ جمعہ قائم کریں۔ (السیرۃ النبویۃ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

بڑھاپے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی تھی' ان کے فرزند عبدالرحمٰن ان کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے جایا کرتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت ابی امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز ہمت کر کے اپنے والد سے اس دعا کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ابوامامہ وہ شخص ہے جس نے مدینہ طیبہ کے حرہ بنی بیاضہ میں ہزم النبیت کے مقام پر نمازِ جمعہ کی ابتدا کی۔ میں نے پوچھا اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا' ہم چالیس (۴۰) آدمی تھے۔ (السیرۃ النبویۃ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

marfat.com
Marfat.com

ذرائع ابلاغ کا مؤثر استعمال

عہد رسالت مآب ﷺ میں ایسی مثالیں کثرت سے مل جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریکِ دینِ اسلام کی اس بے مثل قیادت نے ہر مرحلے اور ہر سطح پر ترقی پسندانہ سوچ کا مظاہرہ فرمایا اور فرسودگی کی عملاً نفی کرنے کے نئے شعور سے حیاتِ انسانی میں رنگوں، روشنیوں اور خوشبوؤں کے نزول کا اہتمام کیا۔ جنگی حکمتِ عملی پیش نظر ہو یا سفارتی سطح پر پیش رفت کا معاملہ، حضور پُرنور، رحمتِ دو عالم، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے ہمیشہ وقت اور حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر جدید ترین مادی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے اقدامات کیے۔

یہی مثبت سوچ حضورِ انور ﷺ کے پیروکاروں کے قول و عمل کا بھی حصہ قرار پائی۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کی پیش رفت سے اپنی مرکزی قیادت کو لحہ بہ لحہ آگاہ رکھا۔ نئے پیش آمدہ حالات میں حضورِ انور ﷺ سے حکمتِ عملی اور رہنمائی کی درخواست کے ساتھ ساتھ یثرب کے معروضی حالات اور رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں بذریعہ خط و کتابت حضورِ پُرنور ﷺ سے مسلسل رابطہ رکھا اور اپنے عہد کے ذرائع ابلاغ کے مؤثر استعمال سے اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کو نتیجہ خیز بنایا۔ اس رابطے کے نتیجے میں یثرب میں نمازِ جمعہ باجماعت ادا کرنے کا آغاز ہوا۔

یثرب میں نمازِ جمعہ کا قیام

یثرب اپنے کھلے بازوؤں کے ساتھ نئے دن کی روشنی کا استقبال کر رہا تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی آمد سے اہلِ یثرب میں اسلام کی پذیرائی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خط و کتابت کے اس سلسلے کے دوران میں جس نئی حکمت کے بارے میں حضور پُرنور سرورِ کائنات ﷺ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے درمیان تبادلہ خیالات جاری تھا اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ حضور ختمی مرتبت نے ﷺ یثرب میں نمازِ جمعہ کے باجماعت قیام کا حکم فرمایا:

> ''آج کا دن وہ دن ہے کہ جس سے اگلا دن ہفتہ ہے جس میں یہود زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ پس (آج جمعہ کے دن) تم اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو اور جب سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو اللہ کے حضور دو رکعت نماز ادا کرو۔'' (السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲)

حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا مکتوبِ گرامی ملتے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جمعہ کی اقامت شروع کروادی۔ کتبِ سیر میں مذکور ہے کہ یثرب میں پہلی نمازِ جمعہ حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر ادا کی گئی جس میں چالیس (۴۰) افراد نے شرکت کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یثرب کی مجلسی زندگی میں مسلمان آہستہ آہستہ ایک ثقافتی اکائی کے طور پر سامنے آ رہے تھے، ان کے مستقبل کی سیاسی اور عسکری

Marfat.com

قوت بننے کی پیش گوئی آسانی سے کی جا سکتی تھی۔

علامہ ابن کثیر ابن اسحاق کے حوالے سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جو درج ذیل ہے:

ایک روز حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر عبدالاشہل اور بنی ظفر کے علاقے میں آئے۔ سعد بن معاذ، اسد کی خالہ کا لڑکا تھا، اسعد اور مصعب رضی اللہ عنہ بنی ظفر کے ایک باغیچے میں چلے گئے اور وہاں ایک کنواں تھا جس کا نام بیر مرق تھا اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے، اردگرد کے علاقے میں جو مسلمان آباد تھے، انہیں ان کی آمد کا پتہ چلا، وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔

ان دنوں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنی عبدالاشہل میں اپنی اپنی قوم (اپنے اپنے قبیلوں) کے سردار تھے اور دونوں ابھی تک مشرک اور بُت پرست تھے۔ جب انہیں علم ہوا کہ اسعد اور مصعب دونوں بنی ظفر کے باغیچے میں آئے ہوئے ہیں تو سعد نے اسید کو کہا کہ تیرا باپ مرے، تم ان دونوں کے پاس جاؤ جو ہمارے علاقے میں آئے ہوئے ہیں تا کہ ہمارے ضعیف العقیدہ لوگوں کو وہ بے وقوف بنائیں۔ تم جاؤ ان کو سرزنش کرو اور انہیں کہو کہ وہ آئندہ اس علاقے میں آنے سے پرہیز کریں اگر مجھے اپنے خالہ زاد بھائی اسعد کا پاس نہ ہوتا تو میں خود چلا جاتا اور تمہیں یہ زحمت نہ دیتا۔

سعد کے کہنے پر اُسید اُٹھا، اپنا نیزہ سنبھالا اور بنی ظفر کے باغیچے کی طرف چل پڑا جہاں اسلام کے دونوں مبلغ بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اُسید کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا، وہ سامنے اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آ رہا ہے اسے یوں تبلیغ کرو کہ وہ اللہ کے دین کی تصدیق کرنے لگے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر وہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا تو میں ضرور اس سے گفتگو کروں گا۔

اتنے میں اُسید وہاں پہنچ گیا اور منہ بسور کر کھڑا ہو گیا پھر کہنے لگا کہ تم ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے یہاں کیوں آئے ہو؟ اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو فوراً میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا بیٹھئے! ہماری بات تو سنیے! اگر پسند آ گئی تو قبول کر لینا اور اگر آپ کو ہماری بات پسند نہ آئی تو ہم خاموش ہو جائیں گے اور آپ کو ایسی بات نہیں سنائیں گے جس کا سننا آپ پسند نہیں کرتے۔ اسید نے کہا، تم نے انصاف کی بات کی ہے پھر اس نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑھ دیا اور ان دونوں کی باتیں سننے کے لیے ان کے قریب بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی اور اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں اسے بتایا پھر قرآنِ کریم کی چند آیات کی تلاوت کی۔ اس سے پیشتر کہ اُسید اپنی زبان سے کچھ کہے، ہم نے اس کے چہرے پر

marfat.com
Marfat.com

ایمان کا نور دیکھ لیا' آخر وہ بولا' کتنی اچھی باتیں آپ نے سنائی ہیں' اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم میں سے کوئی شخص اس دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے کیا کرنا پڑتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو چاہیے' پہلے غسل کرے اور اپنے آپ کو پاک کرے پھر پاک لباس زیب تن کرے پھر کلمہ شہادت پڑھے اور آخر میں کہا دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔

یہ باتیں سُن کر اُسید اُٹھا' پہلے جا کر غسل کیا پھر پاک کپڑے پہنے' کلمہ شہادت پڑھا پھر دو رکعت نماز ادا کی اس نے ان دونوں کو کہا کہ میرے پیچھے ایک شخص ہے اگر وہ تمہاری تابع داری اختیار کر لے تو اس کی قوم کا ہر فرد آپ کے دین کو قبول کر لے گا' میں اس کو ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

اس نے اپنا نیزہ پکڑا اور جہاں سعد بن معاذ کو وہ چھوڑ گیا تھا' ادھر جانے کا ارادہ کیا۔ سعد بھی مع اپنی قوم کے اس کے لیے چشم براہ تھا جب اس نے دُور سے اُسید کو اپنی طرف آتے دیکھا تو کہنے لگا:

''یعنی میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُسید کا چہرہ بدلا ہوا ہے جو چہرہ لے کر گیا تھا اب وہ اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آ رہا ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

جب اُسید وہاں پہنچا تو سعد نے پوچھا' سناؤ کیا کر آئے ہو؟ اُسید نے کہا' میں نے ان دو صاحبوں سے گفتگو کی ہے' مجھے تو ان کی گفتگو میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی جب میں نے ان کو مزید تبلیغ کرنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا:

''ہم وہ کام کریں گے جو تمہیں پسند ہو۔''

مجھے کسی نے بتایا ہے کہ بنو حارثہ' اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے' اپنے گھروں سے وہ باہر نکل آئے تھے کیونکہ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ وہ تیری خالہ کا بیٹا ہے اس طرح اسعد کو قتل کر کے درحقیقت وہ تجھے ذلیل ورسوا کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سنتے ہی سعد غضب ناک ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مبادا بنو حارثہ اسعد کو قتل کر دیں اس نے اپنا نیزہ پکڑا اور جانے سے پہلے کہنے لگا:

''اے اُسید! تو نے وقت ضائع کیا ہے اور کوئی مفید کام نہیں کیا۔''

سعد تیزی سے ادھر چل پڑا جہاں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ دونوں بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھانپ گیا کہ اُسید نے اسے محض اس لیے ادھر بھیجا ہے کہ وہ ان کی گفتگو سُن سکے۔ سعد وہاں پہنچا تو اُس نے بڑے غصے سے اسعد کو مخاطف کرتے ہوئے کہا:

''بخدا! اے ابوامامہ! اگر تیرے اور میرے درمیان یہ رشتہ داری نہ ہوتی تو تو کبھی یہ جسارت نہ کر سکتا کہ تم ہمارے علاقے میں ایسا کام کرنے کے لیے آتے جو ہمیں ازحد ناپسند ہے۔''

Marfat.com

حضرت اسعد نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بخدا! ہمارے پاس اپنی ساری قوم کا سردار آ گیا ہے اگر اس نے تیری تابع داری قبول کر لی تو پھر اس کی قوم کا ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سعد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''کیا آپ بیٹھ نہیں جاتے؟ کیا آپ میری بات سُن نہیں لیتے؟ اگر آپ کو میری بات پسند آ جائے تو اسے قبول کر لیجیے گا اگر آپ کو پسند نہ آئے تو ہم ایسے کام سے دست بردار ہو جائیں گے جو آپ کو ناپسند ہے۔''

یہ سیدھی سی بات سُن کر سعد نے کہا' انصفت ''تو نے بڑے انصاف کی بات کی ہے'' پھر اس نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑھ دیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآنِ کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سورۃ الزخرف کی ابتدائی چند آیتیں اسے پڑھ کر سنائیں۔ یہ آیتیں سنتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی اور اس کے چہرے پر اسلام کی چمک دِکھائی دینے لگی اس سے پیشتر کہ وہ خود کوئی بات کرتا' ہم کو خود ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا۔

پھر اس نے پوچھا کہ جب تم لوگ اسلام قبول کرنے لگتے ہو اور اِس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ پہلے غسل کرنا ہوگا تاکہ تمہارا جسم پاک ہو جائے پھر تمہیں پاک لباس زیب تن کرنا ہوگا پھر تمہیں کلمہ شہادت پڑھنا ہوگا پھر تمہیں دو رکعت نفل ادا کرنا ہوں گے۔ یہ سُن کر وہ اُٹھا اس نے غسل کیا' پاک لباس زیبِ تن کیا' کلمہ شہادت پڑھا' دو رکعت نماز نفل ادا کی پھر اپنا نیزہ پکڑا اور اپنی قوم کی مجلس کی طرف چل پڑا۔ اُسید بھی اس وقت اس کے ہمراہ تھے جب اس کی قوم نے انہیں آتے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سعد اس چہرے کو لے کر واپس نہیں آ رہا جس کو لے کر وہ یہاں سے گیا تھا۔

جب وہ ان کے پاس پہنچا تو کھڑے کھڑے اس نے اپنی قوم سے دریافت کیا:

''اے عبدالاشہل کے خاندان والو! میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

انہوں نے کہا:

''آپ ہمارے سردار ہیں' ہم سب سے آپ کی رائے افضل ہے اور تمہاری ذات بڑی بابرکت ہے۔'' (سبل الهدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۵)

سعد نے کہا کہ تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں کے ساتھ گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔

شام تک بنی عبدالاشہل میں کوئی ایسا مرد اور عورت باقی نہ رہی تھی جس نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو۔ حضرت

marfat.com
Marfat.com

سعد اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما دونوں یہاں سے اُٹھ کر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر آ گئے اور لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے میں مشغول ہو گئے۔ ان کی کوششوں کے باعث سارے مدینہ میں انصار کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں کسی مرد یا عورت نے کلمہ شہادت نہ پڑھ لیا ہو۔ اس نعمت سے چند وہ خاندان محروم رہے جو ابوقیس بن الاسلت کے عقیدت مند تھے۔ یہ ان کا قومی شاعر اور قائد تھا اس کی ہر بات وہ سنتے بھی تھے اور بجا بھی لاتے تھے۔ یہ لوگ اس کی وجہ سے کفر پر اڑے رہے یہاں تک کہ خندق کا معرکہ پیش آیا اس وقت ان کی آنکھوں سے تعصب کا حجاب دُور ہوا اور اندھی تقلید کی پٹی کھلی اور انہیں اسلام قبول کرنا نصیب ہوا۔

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس ابوالقیس کے حالات تفصیل سے رقم کیے ہیں کہ ابوقیس نے بُت پرستی سے دل برداشتہ ہو کر زمانۂ جاہلیت میں ہی رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ اس نے اونی لباس پہننا شروع کر دیا تھا' جنابت سے غسل کیا کرتا' حائضہ عورتوں سے اجتناب کرتا۔ پہلے اس نے عیسائی بننے کا ارادہ کیا لیکن پھر رُک گیا اس نے ایک حجرہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں عبادت کیا کرتا اس حجرے میں کسی حائضہ عورت کو اور کسی جنبی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ وہ کہتا کہ میں تو حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے خدا کی عبادت کیا کروں گا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اس نے پیرانہ سالی میں اسلام قبول کر لیا اور اس کے احکام پر حسن و خوبی سے عمل پیرا رہا۔

''کہ وہ بڑا حق گو تھا زمانۂ جاہلیت میں بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی تعظیم بجالاتا تھا اور اس موضوع پر اس نے بڑے اچھے شعر لکھے ہیں۔'' (اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۹۰'۹۱)

دوسرا شخص جس نے اپنی قوم کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا' وہ اصیرم بن عمرو بن ثابت بن وقش تھا' یہ اپنے آبائی عقیدہ پر جما رہا یہاں تک کہ میدانِ احد میں لشکر اسلام اور کفارِ مکہ کے درمیان جنگ شروع ہوئی اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پر اسلام کی صداقت آشکارا کر دی اور یہ مسلمان ہو گیا اور اسی وقت شمشیر بدست میدانِ کارزار میں کود پڑا اور شدید زخمی ہو گیا۔ جنگ کے اختتام پر بنی عبدالاشہل کے چند آدمی اپنے زخمیوں کی تلاش میں میدانِ احد میں پھر رہے تھے کہ انہیں اصیرم زخموں سے چور مل گیا اس پر نزع کا عالم تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے ہو؟

''کیا اپنی قوم سے ہمدردی کا جذبہ تمہیں یہاں لے آیا ہے یا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے کہ تب یہاں جنگ میں شریک ہوئے ہو؟''

اس نے جواب دیا:

''میں محض اسلام کی خاطر یہاں آیا ہوں' میں نے اسلام قبول کیا اور اسی لیے جنگ کی اور میری یہ حالت ہوئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ وہ لوگ ابھی یہیں کھڑے تھے کہ اس نے جان دے دی۔ اس کے

Marfat.com

بارے میں بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا گیا' حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا' بے شک وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔''

انہیں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ وہ جنتی ہے کہ جس نے ایک نماز بھی ادا نہیں کی کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد تلوار ہاتھ میں لی اور فوراً جنگِ احد میں شریک ہو گئے' دادِ شجاعت دیتے ہوئے شدید زخمی ہوئے اور وہیں اپنی جان' جانِ آفرین کے حوالے کر دی۔ (اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۹۰'۹۱)

مبلغِ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے قلیل عرصے میں حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے منتخب کردہ شہر یثرب میں تبلیغِ اسلام کے ساتھ مسلمانوں کی فکری تربیت کا اہم فریضہ بھی احسن طریقے سے سرانجام دیا اور انہیں مستقبل قریب میں اللہ کی راہ میں بے مثال جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے کے لیے ذہنی اور فکری طور پر تیار کیا۔ یہ انہی کی جہدِ مسلسل کا ثمرہ تھا کہ خزرج اور اوس کے مسلمان بیعتِ عقبہ ثانیہ کے لیے مکہ مکرمہ آنے سے قبل یثرب میں باہمی مشاورت سے یہ طے کر کے چلے تھے کہ واپسی پر وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کو اپنے ہمراہ لانے کی سعادت حاصل کریں گے۔

ایک سال کے اندر اندر اسلام کے دائرے میں نئے نئے داخل ہونے والے انصاریوں کی یہ قوتِ ایمانی اور ان کی ذہنی اور فکری پختگی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دانش مندانہ طرزِ عمل کی بدولت تھی۔ یثرب میں مرحلۂ دعوت کے باب میں قابلِ قدر پیش رفت ہو چکی تھی' ایمان کی روشنی بدستور دِلوں پر دستک دے رہی تھی' باطل کے قفل ٹوٹ رہے تھے اور عقائدِ باطلہ کا زنگ تیزی سے اُتر رہا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

بیعتِ عقبہ ثانیہ

گزشتہ سال بنوخزرج کے بارہ (۱۲) آدمی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا شرف حاصل کر کے اور بیعت کی سعادت حاصل کر کے اپنے وطن لوٹے تو حضورِ پُرنور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ روانہ کیا تا کہ وہاں کے باشندوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اور جو لوگ اسلام قبول کرلیں انہیں قرآنِ کریم پڑھائیں' ان میں اسلام کا صحیح فہم اور ادراک پیدا کریں۔ یہ بارہ (۱۲) افراد جب یثرب پہنچے تو بڑے مخلص اور پُرجوش مبلغین کی طرح انہوں نے دعوتِ تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور سرپرستی نے سونے پر سہاگے کا کام دیا' ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ ان کی تبلیغ کا انداز اتنا اثر انگیز اور دل نشین تھا کہ یثرب کے دو بڑے سردار اُسید بن حضیر اور سعد بن معاذ حلقہ بگوش اسلام بن گئے اور قلیل عرصے میں یثرب کی کایا پلٹ گئی۔

اب اس شہر میں کوئی محلہ کوئی گلی کوئی علاقہ ایسا نہ رہا جہاں اسلام نے کسی مرد یا کسی عورت کے دل میں عرفانِ الٰہی کا چراغ روشن نہ کر دیا ہو۔ اس ایک سال کے عرصے میں سینکڑوں افراد نے جن میں قبائل کے رؤسا بھی تھے اس دینِ حق کو قبول کرلیا۔ ہر گھر میں' ہر محفل میں ہمہ وقت محبوب رب العالمین پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کا ذکر خیر یہاں کی پُرنور فضاؤں میں گونجتا رہتا۔

سیرتِ نبوی ابن کثیر میں ہے کہ انصار کے گھروں میں سے ایک گھر بھی ایسا نہیں رہا کہ جس میں اسلام کی اشاعت کرنے والی جماعت نہ ہو۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

اب یثرب کے مسلمانوں کو مکہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر دامن گیر رہنے لگی۔ وہ جانتے تھے کہ مکہ میں مسلمان ابتلاء و آزمائش کے کن کن مراحل سے گزر رہے تھے۔ انہیں مشرکینِ مکہ کی ان سازشوں کا بھی علم تھا جو وہ تحریک دینِ اسلام کے خلاف کر رہے تھے اس صورتِ حال کے حوالے سے وہ اکثر آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہتے تھے۔

یثرب کے مسلمانوں کو بھی ان آلام و مصائب کا علم ہو گیا جن سے ان کا ہادی و مرشد رسول بحر و بر ہادیٔ

Marfat.com

انس و جاں ﷺ دو چار تھا۔ انہوں نے ظلم وستم کی وہ لرزہ خیز داستانیں بھی سُن لی تھیں جن سے مکہ میں ان کے دینی بھائیوں کا واسطہ پڑتا تھا۔ انہوں نے یہ طے کرلیا کہ وہ اپنے محبوب آقا ﷺ کو یہاں یثرب میں بُلائیں گے۔ اہلِ مکہ نے ان کی راہ میں جو کانٹے بچھائے ہیں' انہیں وہ اپنی آنکھوں کی پلکوں سے چُن لیں گے اور ان کے بجائے اپنے راہبر کے قدموں کے نیچے محبت وعقیدت کے پھول بچھائیں گے۔

وہ زندہ بھی ہوں اور ان کے دینی بھائیوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں' یہ بات ان کے لیے نا قابلِ برداشت تھی۔ انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ہمارا جو وفد موسمِ حج میں مکہ جائے گا' وہ حضور پُرنور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں پُرزور التماس کرے گا کہ حضور پُرنور ﷺ ان کی بستی کو اپنے قدوم مبارک و مقدس سے ضرور سرفراز فرمائیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے دس سال تو اس طرح گزارے کہ جب حج کا موسم آتا (حج کے دن آتے) اور متعدد قبائلِ فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ آتے اور اپنی رہائش کے لیے الگ الگ خیمے نصب کر کے وہاں اقامت پذیر ہوتے تو نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔ مجنہ' عکاظ اور منیٰ کے کوچہ و بازار بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں لیکن کسی کو یہ دعوت قبول کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ قبیلہ مضر کے لوگ اور یمن کے باشندے جب حج کے ارادے سے اپنے گھروں سے روانہ ہوتے تو ان کے بڑے بوڑھے ان کو یہ نصیحت کرتے کہ مکہ میں ایک قریشی نوجوان ہے' وہ بڑا فتنہ باز ہے اس سے ہوشیار رہنا' نہ اس کے قریب جانا اور نہ اس کی بات سننا ورنہ وہ تمہیں اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ کردے گا۔ لیکن رحمت' حکمت' شان و رحمت رب اللعالمین کہ اس ذات پاک نے ہم اہلِ یثرب کو اس نبی اور اس کے دین کی مدد کرنے کے لیے آمادہ کردیا۔

"ہم مشورہ کے لیے اکٹھے ہوئے اور ہم نے کہا ہم کب تک اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو مکہ کے پہاڑوں میں لرزاں وترساں حالت میں گھومتے ہوئے دیکھتے رہیں گے اور کوئی قدم نہ اُٹھائیں گے۔ چنانچہ اس سال ہم میں سے ستر (۷۰) آدمی مکہ روانہ ہوئے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کیا۔"

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۷' دیگر کتب سیرت)

چنانچہ جب حج کا موسم قریب آ گیا تو حاجیوں کا ایک قافلہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اس میں ستر (۷۰) انصار تھے جو مسلمان ہو چکے تھے' ان کے علاوہ یثرب کے کئی مشرک بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ مسلمانوں کی اس جماعت نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور انور' نبی کریم' رؤف و

marfat.com
Marfat.com

رحیم ﷺ سے ملاقات کی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے نتائج کی رپورٹ پیش کی اور جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے' ان کے نام گنوائے تبلیغی میدان میں ان کی شاندار کامیابیوں کے بارے میں سُن کر حضورِ پُرنور ﷺ کو انتہائی مسرت ہوئی۔ (السیرۃ الحلبیہ' امام محمد ابوزہرہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۸)

سیرت الحلبیہ از برہان الدین حلبی جلد ۲ صفحہ ۱۴ پر اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''ساری صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد انصار اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ وہ اس سال حج سے واپسی پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ یثرب لے آئیں گے تاکہ مصائب و آلام کے اس طویل دور کا خاتمہ ہو اور کھلی فضا میں ایک ضابطۂ حیات کے طور پر اسلام کا نفاذ عمل میں آسکے۔ امسال یثرب سے حج پر آنے والے افراد کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی جن میں مسلمان پچھتر (۷۵) تھے جن میں تہتر (۷۳) مرد اور دو (2) عورتیں تھیں اس گروہ انصار میں سے چند افراد نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت حضور پُرنور رہبر کائنات خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا و مولا ﷺ کو یثرب کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ دعوتِ حق کا کام کس مرحلے میں داخل ہو چکا ہے اور عوامی سطح پر اس کی پذیرائی کا عالم کیا ہے۔''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کو مسلمان ہونے والے افراد کی خبر دی جس پر حضورِ اکرم ﷺ خوش ہوئے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

تاجدارِ کائنات حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کارکردگی پر بہت خوش ہوئے اور بیعت کے لیے تہائی رات گزرنے کے بعد انتہائی رازداری کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ مشرکینِ مکہ سے مداخلت کے شدید خطرہ کے پیشِ نظر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اراکینِ وفد کو کمال احتیاط کا حکم دیا۔

آپ نے انہیں حکم فرمایا کہ (رات کو آتے وقت) سونے والوں کو جگایا نہ جائے اور جو غیر موجود ہوں' ان کا انتظار نہ کیا جائے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)

اس مجلس میں طے یہ ہوا کہ عقبہ کی وادی میں ایامِ تشریق کی فلاں رات کو پھر ملاقات ہوگی۔ تنہائی میں بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ سارے معاملات کے بارے میں فیصلے کیے جائیں گے۔ حضورِ پُرنور ﷺ ان ملاقاتوں کو خفیہ رکھنا چاہتے تھے' مبادا مشرکین کو پتہ چل جائے تو وہ ان اجتماعات کو ناکام بنانے کے لیے ہلہ بول دیں اور یہ ساری کوشش ہنگاموں کی نذر ہو جائے۔ نیز یثرب سے جو مشرک' قافلہ میں ساتھ آئے تھے' مصلحت اس میں تھی کہ ان سے بھی ان امور کو مخفی رکھا جائے۔

حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مشرک ہمارے ساتھ مکہ آئے تھے' ان میں ایک عبداللہ بن عمرو

Marfat.com

بن حرام بھی تھا جو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ ہم نے اس کو اپنے اعتماد میں لینے کے لیے کہا اے عبداللہ! تو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہے اور ہمارے شہر کے شرفاء میں سے ایک شریف آدمی ہے' ہمیں یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ تم کفر پر مرو اور کل روز حشر دوزخ کا ایندھن بنو۔ پھر ہم نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اسے بتایا کہ آج رات ہم عقبہ کے مقام پر حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے اور رات کو ہمارے ساتھ عقبہ کی بیعت میں شرکت کی اور بارہ (۱۲) نقیبوں میں سے ایک نقیب انہیں نامزد فرمایا گیا۔ (عیون الاثر جلد ا صفحہ ۱۶۳)

جب ملاقات کے لیے مقررہ رات آئی تو انصار سرِ شام اپنے بستروں پر لیٹ گئے' اپنے ساتھیوں اور آس پاس کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کے لیے کہ دن بھر کے تھکے ماندے یہ لوگ اب سو گئے ہیں' کہیں صبح ہی ان کی آنکھ کھلے گی۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا دوسرے لوگ سو گئے' ہر طرف سناٹا چھا گیا' انصار مدینہ بڑی رازداری سے بستروں سے کھسک کھسک کر نکلتے تاکہ ان کے پاؤں کی آہٹ بھی کسی کو سنائی نہ دے اور ایک ایک دو دو کر کے مقررہ مقام کی طرف جانے لگے۔

دلائل النبوۃ میں ہے کہ تہائی رات گزرنے کے بعد یثرب سے آنے والے افراد انتہائی رازداری اور خاموشی سے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے لگے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا۔

تم میں سے جس کو بولنا ہو مختصر بولے اور بات کو طول نہ دے کیونکہ مشرکین کے جاسوس تمہاری کھوج میں ہیں اگر انہوں نے تمہاری بابت جان لیا تو تمہیں ایذاء دیں گے۔ (دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

انصار اپنے آقا و مولا کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے' اسلام کے نور سے ان کے سینے منور ہو رہے تھے۔ حضورِ پُرنور ﷺ کو اپنے ہمراہ لے کر جانے کی آرزو ان کے سینوں میں مچل رہی تھی' وہ ادب و احترام کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر کہنے لگے یا رسول اللہ! ﷺ ہم کن امور پر آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں؟

ہادیٔ انس و جاں حضورِ انور تاجدارِ کائنات' رسولِ بحر و بر' رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

اس بات پر میری بیعت کرو کہ میری بات سنو گے اور بجا لاؤ گے خوش دِلی کی حالت میں بھی اور افسردگی کی حالت میں بھی۔ اور خرچ کرو گے حالتِ تنگ دستی میں بھی اور حالتِ غنا میں بھی۔ اور یہ کہ نیکی کا حکم دو گے اور بُرائی سے روکو گے۔ اللہ کی خاطر کلام کرو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے۔ نیز اس بات پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے جس سے تم اپنا' اپنی عورتوں کا اور بچوں کا دفاع کرتے ہو اگر تم نے یہ بات نبھائی تو اجر میں تمہیں جنت ملے گی۔ (دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۴۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سب بیعت کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے' اتنے میں

marfat.com
Marfat.com

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جو میرے علاوہ تمام قافلہ والوں سے کم سن تھے' انہوں نے حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک تھام لیا اور ہمیں کہنے لگے:

''اے اہلِ یثرب! بیعت کرنے میں جلدی نہ کرو' پہلے میری بات سنو۔ ہم نے اپنی سواریوں کے کلیجوں کو اس لیے درماندہ کیا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آج تم انہیں نکال کر اپنے ساتھ لے جا رہے ہو (جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا) سارے اہلِ عرب سے تمہارا تعلق ٹوٹ جائے گا' تمہارے سرداروں کو قتل کیا جائے گا اور تلواریں تمہارے جسموں کو چبا کر رکھ دیں گی۔ اگر تلواروں کے چبانے پر اگر اپنے سرداروں کے مقتول ہونے پر اور سارے اہلِ عرب کے بائیکاٹ کر دینے پر تم صبر کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو بے شک ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اس کی جزائے خیر اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں ضرور دے گا۔ اور اگر تمہیں اپنی جانوں کی ہلاکت کا خوف ہے تو پھر انہیں یہیں رہنے دو' آج تمہارا ان سے الگ ہو جانا بہتر ہے اور تمہارا یہ عذر اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں قابلِ قبول ہوگا۔'' (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۵' سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۷)

ان کے دوسرے ساتھیوں کو اس بے ضرورت نصیحت سے بڑی کوفت ہوئی' انہوں نے جھنجھلا کر کہا: اسعد اس وعظ کو رہنے دو' ہم یہ بیعت ضرور کریں گے اور جو معاہدہ ہم کر رہے ہیں اس کو کسی قیمت پر نہیں توڑیں گے۔

چنانچہ سب نے ایک ایک کر کے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس بیعت کا منظر بایں الفاظ بیان فرمایا۔

''حضور ہم نے اپنی شرائط کے مطابق بیعت لیتے جاتے تھے اور ہمیں جنت عطا فرماتے جاتے تھے۔'' (رواہ امام احمد' البیہقی' سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۷۸)

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس رات بیعت کرنے والوں کی تعداد تہتر (۷۳) تھی اور ان تہتر (۷۳) مردوں کے علاوہ دو (2) خواتین بھی تھیں جنہیں یہ شرف نصیب ہوا۔ ایک کا نام اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب تھا جو قبیلہ بنی مازن بن نجار سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری کا نام اسماء بنت عمرو بن عدی تھا' یہ بنی سلمہ کے خاندان سے تھی۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۹' ۲۱۲)

سعادت مندوں کے اسمائے مبارک

قارئینِ کرام!

درج ذیل بیعتِ عقبہ ثانی میں شامل مقدس و معزز حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے مبارک' مترجم سیرت النبی ابن ہشام جلد ۱ باب ۶۹ صفحات ۵۰۴ تا ۵۱۲ سے لئے گئے ہیں اور اسی ترتیب سے

Marfat.com

لیکن بہتر انداز میں پیش کردیئے گئے ہیں۔

ابن اسحاق نے ان خوش نصیب انصاریوں کے اسمائے گرامی دیئے ہیں' علامہ ابن کثیر نے بھی السیرۃ النبویہ میں تمام انصاریوں کے نام درج کیے ہیں جنہوں نے اس تاریخی موقع پر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بیعت کرنے والوں میں اوس کے گیارہ (۱۱) افراد تھے جب کہ خزرج سے باسٹھ (۶۲) خوش بخت شریک ہوئے۔ (سیرت ابن کثیر جلد۲ صفحہ۲۰۹)

اوس بن حارثہ اور بنی عبدالاشہل

ابن اسحاق نے کہا' یہ نام ہیں ان لوگوں کے جو اوس وخزرج میں سے مقامِ عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہاں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' یہ تہتر (۷۳) مرد تھے اور دو عورتیں۔

اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی شاخ بنی عبدالاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج بن عمرو بن عامر بن الاوس میں سے تین شخص:

۱- اُسید بن حضیر جو منتخب سردار تھے' یہ جنگِ بدر میں موجود تھے۔

۲- سلمہ بن سلامہ یہ بدر میں موجود تھے اور

۳- ابوالہیثم بن التیہان جن کا نام مالک تھا' یہ بھی بدر میں موجود تھے۔

بنی حارثہ بن الحارث

ابن اسحاق نے کہا' بنی حارثہ بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس میں سے تین آدمی

۴- ظہیر بن رافع بن عدی (بن زید بن جشم بن حارثہ)

۵- ابوبردہ بن نیار جن کا نام ہانی بن نیار (بن عمرو بن عبید بن عمرو ابن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن ہنی بن بلی بن عمرو بن انحاف بن قضاعہ) جو ان کے حلیف اور بدر میں حاضر تھے۔

۶- نہیر بن الہیثم جو بنی نابی بن مجدعہ (بن حارثہ بن الحارث ابن الخزرج بن عمرو بن مالک ابن اوس کی شاخ آل السواف بن قیس بن عامر بن مجدعہ بن حارثہ) میں سے تھے۔

بنی عمرو بن عوف

بنی عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس میں سے پانچ شخص:

۷- سعد ابن خیثمہ جو منتخب سردار اور بدر میں موجود تھے' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

ابن ہشام نے کہا ابن اسحاق نے انہیں بنی عمرو بن عوف کی جانب منسوب کیا ہے حالانکہ یہ بنی غنم بن

marfat.com
Marfat.com

السلم میں سے تھے کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص کسی قوم میں متبنیٰ ہوتا ہے تو وہ انہیں میں رہتا تھا اور انہیں کی جانب منسوب ہوتا تھا۔

ابنِ اسحاق نے کہا:

۸- رفاعۃ بن عبدالمنذر (بن زہیر بن زید بن اُمیہ ابن زید بن مالک بن عوف بن عمرو) جو منتخب سردار اور بدر میں موجود تھے اور احد کے روز شہید ہوئے۔

۹- عبداللہ بن جبیر (بن النعمان بن اُمیہ بن البرک) اور

۱۰- برک کا نام امرالقیس تھا (ابن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس) بدر میں موجود تھے اور احد میں شہید ہوئے جب رسول اللہ ﷺ کی جانب سے تیراندازی کرنے والوں پر امیر تھے۔

ابنِ ہشام کے قول کے موافق بعض نے اُمیہ بن البرک کہا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا اور

۱۱- معن بن عدی (بن الجد بن العجلان بن حارثہ بن صبیعۃ) جو ان کے حلیف بنی بلی میں سے تھے' بدر' احد' خندق اور رسول اللہ ﷺ کے تمام مشاہد میں حاضر رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

خزرج بن الحارثہ

خزرج بن الحارثہ (بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر) کی شاخ بنی النجار میں سے جس کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج تھا' چھ (۶) شخص

۱۲- ابوایوب خالد بن زید ابن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن النجار) جو بدر' احد' خندق اور تمام مشاہد میں موجود رہے اور عہدِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں سرزمین روم کے اندر بحالتِ غازی انتقال کیا۔

۱۳- معاذ بن الحارث (بن رفاعۃ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار) بدر' احد' خندق اور تمام مشاہد میں حاضر رہے' یہ عفراء کے بیٹے تھے۔

ان کے بھائی

۱۴- عوف بن الحارث بن الحارث بھی بدر میں موجود تھے اور اسی میں شہید ہوئے۔ یہ بھی عفراء کے فرزند تھے' ان کے ایک اور بھائی

۱۵- معوذ بن الحارث تھے اور بدر میں موجود تھے اسی میں شہید بھی ہوئے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ابوجہل بن ہشام بن المغیرہ کو قتل کیا' یہ بھی عفراء کے ہی فرزند تھے۔

۱۶- عمارہ بن حزم (بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن النجار) بدر' احد' خندق اور

Marfat.com

تمام مشاہد میں موجود رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۱۷- اسعد بن زرارہ جو منتخب سردار تھے' بدر سے پہلے ہی جب رسول اللہ ﷺ کی مسجد تعمیر ہو رہی تھی' انتقال کیا' یہ ابوامامہ کے نام سے مشہور تھے۔

بنی عمرو بن مبذول

بنی عمرو بن مبذول بن عامر بن مالک بن النجار میں سے

۱۸- سہل بن عتیک بن عمرو جو بدر میں موجود تھے' ایک ہی شخص

بنی عمرو بن مالک

اور بنی عمرو بن مالک بن النجار میں سے جو بنی حدیلہ کہلاتے ہیں' دو شخص حدیلہ' مالک بن زید (مناۃ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج) کی بیٹی تھی۔

۱۹- اوس بن ثابت (بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار) جو بدر میں موجود تھے۔

۲۰- ابوطلحہ جن کا نام زید بن سہل (بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار) تھا' وہ بھی بدر میں تھے۔

بنی مازن بن النجار

بنی مازن بن النجار میں سے دو شخص

۲۱- قیس بن ابی صعصعہ (عمرو بن زید بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جو بدر میں بھی حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اس روز انہیں لشکر کے پچھلے حصے پر مامور فرمایا تھا۔

۲۲- عمرو بن غزیہ (بن عمرو بن ثعلبہ بن عطیہ بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جملہ گیارہ (۱۱) آدمی بنی النجار کے عقبہ میں حاضر تھے۔

ابن ہشام نے کہا ہے عمرو بن غزیہ (بن عمرو بن ثعلبہ بن عطیہ بن خنساء) جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے' وہ عمرو بن غزیہ (بن عمرو بن عطیہ بن خنساء) ہے۔

بلحارث بن خزرج

ابن اسحاق نے کہا' بلحارث بن الخزرج میں سے سات شخص

۲۳- سعد بن الربیع جو منتخب سردار اور حاضر بدر تھے' احد میں شہید ہوئے۔

۲۴- خارجہ بن زید (بن ابی زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن

marfat.com
Marfat.com

الحارث) بدر میں حاضر تھے اور احد میں شہید ہوئے۔

۲۵-عبداللہ بن رواحہ جومنتخب سردار تھے۔ بدر، احد، خندق اور رسول اللہ ﷺ کے تمام مشاہد میں (بجز فتح مکہ اور اس کے بعد کی جنگوں کے، موجود رہے) جنگ موتہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امیر مقرر ہوئے تھے، وہیں شہید ہوئے۔

۲۶- بشیر بن سعد (بن ثعلبہ بن جلاس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث ابوالنعمان بن بشیر) بدر میں حاضر تھے۔

۲۷-عبداللہ بن زید (بن ثعلبہ بن عبدربہ بن زید (مناۃ) بن الحارث بن الخزرج بدر میں موجود تھے۔ یہی صاحب ہیں جنہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ بتایا گیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ خواب بیان کیا، آپ ﷺ نے اسی طرح اذان دینے کا حکم فرمایا۔

۲۸- خلاد بن سوید (بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امرءالقیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج) بدر، احد اور خندق میں حاضر تھے، بنی قریظہ کے روز شہید ہوئے، بنی قریظہ کے قلعوں میں سے ایک قلعے پر ان سے چکی گرائی گئی جس سے سر پھٹ گیا۔ لوگ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان له لاجر شهيدين ۔"

(ان کے لیے دوشہیدوں کا اجر ہے)

۲۹- عقبہ بن عمرو (بن ثعلبہ بن اسیرۃ بن عسیرۃ بن جدارۃ بن عوف بن الحارث بن الخزرج) جن کی کنیت ابومسعود تھی، یہ حاضرینِ عقبہ میں سب سے کم عمر تھے، بدر میں حاضر نہ تھے۔ (عہد معاویہ میں وفات پائی)

بنی بیاضہ بن عامر

بنی بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبدحارثہ میں سے تین شخص

۳۰- زیاد بن لبید (بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ) بدر میں بھی موجود تھے۔

۳۱- فردہ بن عمرو (بن وذقہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ) بدر میں بھی حاضر تھے، بعض نے ودفہ کہا ہے۔

ابن اسحاق نے کہا:

۳۲- خالد بن قیس بن مالک بن العجلان بن عامر بن بیاضہ بدر میں بھی تھے۔

بنی عامر بن زریق

بنی زریق کی شاخ عامر بن زریق (بن عبدحارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج) میں سے چار شخص

۳۳- رافع بن مالک، منتخب سردار تھے۔

Marfat.com

۳۴- ذکوان بن عبد قیس (بن خلدۃ بن عامر بن زریق) یہ صاحب (مدینہ سے) رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے تھے اور مکہ میں آپ ﷺ ہی کے ساتھ رہا کرتے تھے اسی لیے انہیں مہاجر انصاری کہا جاتا تھا۔ بدر میں موجود رہے اور احد میں شہید ہوئے۔

۳۵- عبادۃ بن قیس (بن عامر بن خلدۃ بن مخلد بن عامر بن زریق) نے بدر میں حاضری دی۔

۳۶- الحارث بن قیس (بن خالد بن عامر بن زریق) بدر میں بھی حاضر رہے۔

بنی سلمہ بن سعد

بنی سلمہ بن سعد (بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن الخزرج) کی شاخ بنی عبید بن عدی (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے گیارہ (۱۱) آدمی

۳۷- البراء بن معرور بن صخر بن خنساء بن عبید، منتخب سردار، جن کے متعلق بنی سلمہ کا دعویٰ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی شرطیں قبول کیں اور منوائیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے انتقال کر گئے۔

۳۸- ان کے فرزند بشر بن البراء بدر، احد اور خندق میں حاضر رہے اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بکری کے زہر آلود گوشت کا ایک نوالہ کھانے کے سبب وہیں انتقال کر گئے جب رسول اللہ ﷺ نے بنی سلمہ سے دریافت فرمایا، حسن سید کم تم میں کا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کی، ہمارا سردار الجد بن قیس ہے۔ اگرچہ وہ کنجوس ہے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں کے متعلق فرمایا تھا:

"کنجوس سے بڑھ کر کونسی بیماری ہے؟ بنی سلمہ کا سردار سفید گھونگھریالے بالوں والا بشر بن البراء ہے۔"

۳۹- سنان بن صیفی (بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں رہے اور خندق کے روز شہید ہوئے۔

۴۰- الطفیل بن النعمان (بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں موجود تھے اور خندق کے روز شہید ہوئے۔

۴۱- معقل بن المنذر (بن سرح بن عبید) بدر میں تھے، ان کے بھائی

۴۲- یزید بن المنذر بدر میں بھی تھے۔

۴۳- مسعود بن یزید (بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید)

۴۴- الضحاک بن حارثہ (بن زید بن ثعلبہ بن عبید) بدر میں بھی رہے۔

۴۵- یزید بن خذام (بن سبیع بن خنساء بن سنان بن عبید)

۴۶- جباء بن صخر (بن اُمیہ بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں بھی موجود تھے۔

ابنِ ہشام نے کہا، بعض جبار بن صخر بن اُمیہ بن خناس بھی کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ابن اسحاق نے کہا:

۴۷-الطفیل بن مالک (بن خنساء بن سنان بن عبید) بدر میں بھی تھے۔

بنی سواد اور بنی غنم

اور بنی سواد بن غنم (بن کعب بن سلمہ) کی شاخ بنی کعب بن سواد میں سے۔

۴۸-کعب بن مالک (بن ابی کعب بن القین بن کعب) صرف ایک شخص بنی غنم بن سواد (بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے پانچ آدمی۔

۴۹-سلیم بن عمرو (بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم) بدر میں بھی موجود تھے۔

۵۰-قطبہ بن عامر (بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم) بدر میں بھی موجود تھے' ان کے بھائی۔

۵۱-یزید بن عامر (بن حدیدۃ بن عمرو بن غنم) جن کی کنیت ابوالمنذر تھی' بدر میں بھی حاضر تھے۔

۵۲-ابوالیسر جن کا نام کعب بن عمرو (بن عباد بن عمرو بن غنم) تھا' بدر میں بھی تھے۔

۵۳-صیفی بن سواد بن عباد (بن عمرو بن غنم)

ابن ہشام نے کہا' صیفی بن سواد (بن عباد بن عمرو بن سواد) کے غنم نامی کوئی بیٹا نہ تھا۔

بنی نابی

ابن اسحاق نے کہا' بنی نابی بن عمرو (بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ) میں سے پانچ (۵) آدمی

۵۴-ثعلبہ بن غنمۃ (بن عدی بن نابی) بدر میں موجود تھے اور خندق میں شہید ہوئے۔

۵۵-عمرو بن غنمۃ (بن عدی بن نابی)

۵۶-عبس بن عامر (بن عدی بن نابی) بدر میں موجود تھے' ان کے حلیف

۵۷-عبداللہ بن انیس جو قضاعہ میں سے تھے۔

۵۸-خالد بن عمرو (بن عدی بنا نابی)

بنی حرام بن کعب

بنی حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے سات آدمی۔

۵۹-عبداللہ بن عمرو (بن حرام بن ثعلبہ بن حرام) سردار منتخب' بدر میں موجود تھے اور احد کے روز شہید ہوئے۔ ان کے فرزند

۶۰-جابر بن عبداللہ

۶۱-معاذ بن عمرو (بن الجموح بن زید بن حرام) بدر میں بھی موجود تھے۔

Marfat.com

۶۲- ثابت بن الجذع اور جذع کا نام ثعلبہ بن زید (بن الحارث بن حرام) طائف میں شہید ہوئے۔

۶۳- عمیر بن الحارث (بن ثعلبہ بن الحارث بن حرام) بدر میں بھی موجود تھے۔ ابن ہشام نے کہا، عمیر بن الحارث (بن لبدۃ بن ثعلبہ)

ابن اسحاق نے کہا، ان کے حلیف

۶۴- خدیج بن سلامۃ (بن اوس بن عمرو بن الفراضر) جو قبیلہ بلی میں سے تھے۔

۶۵- معاذ بن جبل (بن عمرو بن اوس بن اوس بن عایذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اذن بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم بن الخزرج) جو بنی سلمہ میں رہا کرتے تھے، بدر اور تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس سال شام کے اندر طاعون پھیلا اسی سال مقامِ عمواس میں (ان کا) انتقال ہوا۔ بنی سلمہ نے انہیں اپنا متبنیٰ کر لیا تھا۔ یہ سہل بن محمد (بن الجد بن قیس بن صخر بن خنساء ابن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ) کے مادری بھائی تھے۔

ابنِ ہشام نے کہا، اوس بن عباد (بن عدی بن کعب بن عمرو ادی بن سعد)

عوف بن خزرج

ابن اسحاق نے کہا، بنی عوف بن الخزرج کی شاخ بنی سالم بن عوف (بن عمرو بن عوف بن الخزرج) میں سے چار آدمی

۶۶- عبادہ بن الصامت (بن قیس بن اصرام بن فہر بن غنم بن سالم بن عوف، سردار منتخب، بدر اور تمام مشاہد میں حاضر رہے۔

ابن ہشام نے کہا، غنم بن عوف کو ان کا جدامجد قرار دیا ہے جو سالم بن عوف (بن عمرو بن عوف بن الخزرج) کا بھائی تھا۔

ابن اسحاق نے کہا

۶۷- عباس بن عبادۃ (بن نضلۃ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف) یہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے قیامِ مکہ کے زمانے میں آپ کے پاس چلے گئے اور وہاں آپ کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے اسی لیے انہیں مہاجر انصاری کہتے تھے۔ احد کے روز شہید ہوئے، ان کے حلیف

۶۸- ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ (بن خزمۃ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ) جو بنی عصینہ کی شاخ بلی میں سے تھے۔

۶۹- عمرو بن الحارث (بن لبدہ بن عمرو بن ثعلبہ) جو قواقل کہلاتے تھے، بنی سلیم بن غنم (بن عوف بن الخزرج) میں سے تھے جو بنی الحبلی کہلاتے تھے، دو آدمی

marfat.com
Marfat.com

بنی سلیم بن غنم

ابن ہشام نے کہا' الحبلی کا نام سالم بن غنم بن عوف تھا۔ (نہ کہ سلیم بن غنم بن عوف) چونکہ ان کا پیٹ بڑا تھا' اس لیے الحبلی مشہور ہو گئے۔

ابن اسحاق نے کہا

۷۰- رفاعہ بن عمرو بن زید (بن عمرو بن ثعلبۃ بن مالک بن سالم بن غنم) بدر میں بھی حاضر تھے اور ان کی کنیت ابوالولید تھی۔

ابن ہشام نے کہا' بعض رفاعۃ بن مالک کہتے ہیں اور مالک۔ الولید بن عبداللہ (بن مالک بن ثعلبہ بن جشم بن مالک بن سالم) کا بیٹا تھا۔

ابن اسحاق نے کہا ان کے حلیف

۷۱- عقبہ بن وہب (بن کلدہ بن الجعد بن بلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم بن عوف بن بہثہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان) بدر میں موجود تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مدینہ سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ چلے گئے تھے اس لیے مہاجر انصاری کہلاتے تھے۔

بنی ساعدہ بن کعب

ابن اسحاق نے کہا' بنی ساعدہ بن کعب بن الخزرج میں سے دو ہی شخص تھے۔ پہلے:-

۷۲- سعد بن عبادۃ (بن دُلیم بن حارثہ بن ابی خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدۃ) جو سردار منتخب تھے۔ دوسرے:-

۷۳- منذر بن عمرو (بن خنبس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدۃ) سردار منتخب' بدر و احد میں حاضر رہے۔ بیرٔ معونہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے انہیں امیر مقرر فرمایا تھا اسی امارت کی حالت میں شہید ہوئے اور یہ اعنق للیموت کہلاتے تھے یعنی موت کی جانب تیز چال سے جانے والے۔

غرض جملہ اشخاص جو بیعۃ العقبہ میں اوس و خزرج میں سے حاضر تھے' تہتر (۷۳) مرد تھے' دو (۲) عورتیں بھی تھیں جن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دونوں نے بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ (بیعت میں) عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتے تھے' صرف ان سے اقرار لے لیتے تھے جب وہ اقرار کر لیتیں تو آپ ﷺ فرماتے:

''جاؤ! میں نے تم سے بیعت لے لی۔''

یہ دو عورتیں

بنی مازن بن نجار میں سے تھیں' پہلی عورت

Marfat.com

۷۴-نسیبہ بنت کعب (بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن) جن کی کنیت اُم عمارہ تھی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں بھی حاضر ہوئیں' ان کے ساتھ ان کی بہن' ان کے شوہر زید بن عاصم بن کعب اور ان کے دونوں بیٹے حبیب بن زید' عبداللہ بن زید بھی حاضر رہے۔ حبیب کو یمامہ والے مسیلمۃ کذاب حنفی نے گرفتار کر لیا تھا' حالانکہ وہ وہاں بطور سفیر گئے تھے۔ وہ ان سے کہتا تھا' کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کا رسول ہے؟ یہ کہتے' ہاں پھر وہ کہتا' کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو یہ کہتے' میں نہیں سنتا۔ وہ ان کا ایک ایک عضو کاٹا جاتا یہاں تک کہ اسی کے ہاتھوں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ ان الفاظ سے کچھ زیادہ نہ کہتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا جاتا تو ایمان کا اظہار کرتے اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے۔ جب مسیلمہ کا ذکر آتا تو کہتے' میں نہیں سنتا۔ غرض نسیبہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی طرف نکلیں اور بذاتِ خود جنگ میں شریک ہوئیں یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مسیلمہ کو قتل کرا دیا' وہ اس حالت میں وہاں سے واپس ہوئیں کہ تلواروں اور برچھوں کے بارہ (۱۲) زخم انہیں لگے تھے۔

ابن اسحاق نے کہا اس حدیث کی روایت مجھے نسیبہ ہی سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ کی وساطت سے سنائی۔

بنی سلمہ میں سے دوسری عورت

۷۵-اُم منیع اسماء بنت عمرو (بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ) تھیں۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یثرب کے اراکین حضورِ پُرنور ﷺ کے مقرر کردہ مقام پر جمع ہو کر حضورِ انور ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ آقائے دوجہاں ﷺ تشریف لائے تو ان کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اپنے آقا (ﷺ) کے ہمراہ تشریف لائے۔ معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راستے کے دہانے پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شعب کی نگرانی پر مامور کیا تاکہ کفار و مشرکینِ مکہ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی جا سکے اور انہیں بیعت کے دوران بھگدڑ مچانے اور محفل کو تتر بتر کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ جب تمام شرکائے مجلس اطمینان سے بیٹھ گئے تو گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' لوگو! تم بخوبی آگاہ ہو کہ حضورِ انور ﷺ ہم (بنی ہاشم) میں سے ہیں اور ہم نے انہیں ہر ممکن طریقے سے سہولت اور حفاظت میں رکھا ہے لیکن اب وہ ہر صورت تمہارے ہاں منتقل ہو جانے پر مصر ہیں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حضورِ انور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ سے کیا جانے والا وعدہ پورا کرو گے اور ان کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لیتے ہو تو حضورِ پُرنور ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضرت عباس

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا:

''اگر تم یہ محسوس کرتے ہو کہ تمہیں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے حوالے کرنا اور ان کا ساتھ چھوڑ دینا پڑے گا تو ابھی چھوڑ دو کیونکہ وہ اپنی قوم میں مضبوط حیثیت اور اپنے شہر میں محفوظ مقام رکھتے ہیں۔'' (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۴)

علامہ برہان الدین حلبی نے اپنی سیرت الحلبیہ میں یہ روایت یوں تحریر کی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن جب اس وادی میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے جہاں انصار سے ملاقات ہونی تھی تو ازراہ احتیاط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس راستے کی نگرانی کے لیے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وادی کے دہانہ پر مقرر کیا گیا تاکہ وہ اس کی نگہبانی کریں۔

جب تمام لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اے گروہِ خزرج! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ہماری نگاہوں میں ہے اس سے تم باخبر ہو اپنی قوم قریش کے ساتھ ہم عقیدہ ہوتے ہوئے بھی ہم نے قریش کے مقابلے میں آپ کا دفاع کیا ہے وہ اپنی قوم میں معزز ہیں اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ مکہ چھوڑ کر تمہارے ہاں منتقل ہو جائیں اور تمہارے ساتھ رہائش پذیر ہوں گے۔

اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ جو معاہدہ تم نے ان سے کیا ہے اس کو ہر قیمت پر پورا کرو گے اور ان کے دشمنوں سے ان کا دفاع کرو گے تو تم جانو اور تمہارا کام' لیکن اگر یہ تمہارا خیال ہے کہ کسی مرحلے پر بھی تم ان سے دست کش ہو جاؤ گے اور انہیں بے یارومددگار چھوڑ دو گے تو آج ہی ان سے دست بردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم اور شہر میں معزز بھی ہیں اور محفوظ بھی۔''

انصار نے جواب دیا' اے عباس! (رضی اللہ عنہ) جو آپ نے کہا' ہم نے سُن لیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیے اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو شرائط آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے ہیں' وہ ہم سے منوا لیجئے۔

ابھی تک حضور پُرنور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی باتیں سنتے رہے تھے اب حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود گویا ہوئے۔ پہلے آیاتِ قرآنی کی تلاوت فرمائی پھر اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی اطاعت کی ترغیب دی۔ پھر دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالی اور انہیں شوق دِلایا کہ ان کو وہ دل سے تسلیم کر لیں پھر فرمایا:

''میں اپنے رب کے لیے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنے لیے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم میرا ہر اس دشمن سے دفاع کرو گے جس سے تم

Marfat.com

اپنی مستورات اور اولاد کا اور جانوں کا دفاع کرتے ہو۔''

اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھٹ عرض کی:

''اگر ہم ان شرطوں کو پورا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟''

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تمہیں جنت ملے گی۔

وہ عرض کرنے لگے' یہ سودا بڑا نفع بخش ہے' نہ ہم خود اس کو توڑیں گے اور نہ کسی کو توڑنے دیں گے۔'' (السیرۃ الحلبیہ' امام ابوزہرہ جلدا صفحہ ۴۱۰)

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور عرض کی' ہاں! اس اللہ کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' ہم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کریں گے ہر اس چیز سے جس سے ہم اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بیعت لیجئے' بخدا ہم جنگوں اور ہتھیاروں کی اولاد ہیں' ہمیں یہ خوبی اپنے بزرگوں سے نسلاً بعد نسل ملی ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱:۸۴)

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ ابھی گزارش کر رہے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ بیچ میں بول اُٹھے:

''حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گزارش میری بھی سماعت فرمائیے۔ اے اللہ کے پیارے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہودیوں کے ساتھ بڑے مضبوط دوستانہ تعلقات ہیں جن کو آج ہم توڑ رہے ہیں' ایسا نہ ہو کہ اگر یہ ہم کر چکیں پھر اللہ تبارک تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیں' تو حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے پاس لوٹ آئیں اور ہمیں چھوڑ نہ دیں' یہ دردِ فراق ہم سے برداشت نہیں ہوگا۔

اپنے جاں نثار ابوالہیثم کی بات سُن کر پیغمبر اوّل وآخر واعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی' فرمایا:

''میری پناہ تمہاری پناہ' میری حرمت تمہاری حرمت' میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو' جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے' میں اس سے جنگ کروں گا' جس سے تم صلح کرو گے' میری اس کے ساتھ صلح ہوگی۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۳ صفحہ ۲۸۱)

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مشورے سے ان میں سے بارہ (۱۲) نقیب نامزد فرمائے جن میں سے نو (۹) کا تعلق بنی خزرج قبیلہ سے اور تین کا تعلق بنی اوس قبیلہ سے تھا۔

بنی خزرج کے نقیبوں کے نام یہ ہیں:

۱- ابوامامہ اسعد بن زرارہ — یہ بنی نجار کے نقیب بنائے گئے

۲- رافع بن مالک — یہ بنی زُریق کے نقیب بنائے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

۳-سعد بن ربیع — یہ بنی حارث بن خزرج کے نقیب بنائے گئے۔

۴-عبداللہ بن رواحہ

۵-سعد بن عبادہ — بنی ساعدہ کے نقیب مقرر ہوئے۔

۶-المنذر بن عمرو

۷-البراء بن معرور

۸-عبداللہ بن عمرو

۹-عبادہ بن الصامت

بنی اوس کے نقیبوں کے اسماء یہ ہیں:

۱-اُسید بن حضیر — بنی عبدالاشہل کے نقیب بنائے گئے

۲-رفاعہ بن عبدالمنذر — یہ دونوں بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے

۳-سعد بن خیثمہ

(سبل الہدیٰ والرشاد ۳:۲۸۱)

بعض اہلِ علم نے رفاعہ بن عبدالمنذر کی جگہ ابوالہیثم بن التیہان کا ذکر بھی کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۲:۸۸)
ان بارہ (۱۲) نقباء پر نقیب النقباء کے طور پر حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ کو منتخب کیا گیا جو بنی نجار کے نقیب تھے۔

حلفِ وفاداری

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے روایت کیا کہ تاج دارِ کائنات حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ نے ان نقباء کا تقرر فرمانے کے بعد ان سے اس بات پر حلف لیا کہ وہ جن قبیلوں کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں، ان قبائل میں اپنے فرائض بھرپور طریقے سے ادا کریں گے جیسا کہ خود جنابِ رسالت مآب ﷺ پوری اُمت مسلمہ کے ذمہ دار ہیں اس پر تمام نقباء نے حلف اُٹھایا کہ وہ بطریق احسن اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کی سعی کریں گے۔ حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ نے ان کے حلف کے بعد فرمایا:

> ''تم اپنی اپنی قوم کے کفیل ہو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے مقرر کردہ کفیل تھے اور میں اپنی تمام قوم کا کفیل ہوں (یعنی پوری اُمتِ مسلمہ کا)(سبل الہدیٰ والرشاد جلد۳ صفحہ ۲۸۱)

کیونکہ اس بیعت کا معاملہ بڑا نازک تھا، یہ معاہدہ سنگین نتائج کا حامل تھا اس لیے حساس مزاج اربابِ دانش نے بار بار انصار کی توجہ ان نتائج کی طرف مبذول کرائی جو اس پر مرتب ہو سکتے تھے تاکہ انصار کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے بار بار اس پر غور کرلیں۔ عجلت میں یا وقتی جوش سے مغلوب ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں

Marfat.com

جس سے ان کی رسوائی ہو۔ چنانچہ آخری مرحلے پر قبیلہ بنی سالم وعوف کے حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے:

''اے گروہِ خزرج! کیا تمہیں علم ہے کہ تم کس بات پر اس ہستی کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے ہو''

انہوں نے کہا، نعم! ہمیں اچھی طرح علم ہے۔ حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم اس بات پر بیعت کر رہے ہو کہ تم ہر سرخ اور سیاہ انسان کے ساتھ جنگ کرو گے۔ اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ جب مصیبتیں تمہارے مال ومتاع کو نیست ونابود کر دیں اور قتل وخون ریزی تمہارے رؤسا کا خاتمہ کر دے، اس وقت تم انہیں ان کے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاؤ بخدا اگر ایسا کرو گے تو دنیا میں بھی ذلیل ہو گے اور قیامت کے روز بھی رسوا ہو گے۔ اور اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم ہر قیمت پر اس معاہدے کو پورا کرو گے، خواہ مصیبتیں تمہارے مال ومنال کو تہس نہس کر دیں اور قتل وخون ریزی تمہارے سرداروں کا قلع قمع کر دے اس کی تم کوئی پرواہ نہیں کرو گے تو پھر آگے بڑھو، ان کو لے لو۔ بخدا اس میں دنیا آخرت کی ساری بھلائیاں ہیں۔

سب نے بیک آواز جواب دیا کہ مال کی تباہی وبربادی اور اپنے سرداروں کی قتل وخون ریزی کے باوجود ہم ان کا دامن نہیں چھوڑیں گے پھر ان لوگوں نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ ہمارے اس ایثار اور قربانی کا اجر ہمیں کیا ملے گا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلے اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ سب نے عرض کی، دستِ مبارک کھولیے۔ چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک کھولا اور سب نے رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کا شرفِ عظیم حاصل کیا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد۳ صفحہ ۳۸۳)

بیعت کرتے وقت انصار نے جن پُرخلوص جذبات کا اظہار کیا، ان کو سیرت نگاروں نے اپنی کتب سیرت میں محفوظ کر لیا تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے سرمایۂ ہدایت ثابت ہوں۔ سیرتِ حلبیہ سے چند انصار کے جذبات ایثار ووفا کو یہاں نقل کر دینا سرمایۂ سعادت ہے:

۱۔''بیعت کرتے ہوئے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں جس پر بنی اسرائیل کے بارہ (۱۲) نقیبوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔''

۲۔عبداللہ بن رواحہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اس بات پر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں جس پر بارہ (۱۲) حواریوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔''

۳۔اسعد بن زرارہ نے گزارش کی:

''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ عزوجل کی بیعت کرتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ

marfat.com
Marfat.com

میں اپنا عہد وفاداری سے پورا کروں گا اور آپ ﷺ کی نصرت کے سلسلے میں اپنے قول کی اپنے عمل سے تصدیق کروں گا۔''

۴- نعمان بن حارثہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ﷺ میں اللہ تبارک تعالیٰ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل میں اپنے قریبی اور دُور کی ذرا پروانہیں کروں گا۔''

۵- عبادۃ بن الصامت نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ﷺ میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ اللہ کے معاملے میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ذرا پروانہیں کروں گا۔''

۶- سعد بن الربیع نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ﷺ میں اللہ تبارک تعالیٰ کی بیعت کرتا ہوں اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا اور میں اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے کذب بیانی نہیں کروں گا۔''

اسی طرح کے ایمان افروز اور روح پرور جذبات کے اظہار کے ساتھ ان عاشقانِ محبانِ احمدی نے اپنے محبوب نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے دستِ مبارک پر یکے بعد دیگرے بیعت کی۔

یہ وہ بیعت ہے جسے تاریخِ اسلام میں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ وہ بیعت ہے جس پر، جس سے اسلام اور اہلِ اسلام کی بے بسی کا تاریک دور اختتام پذیر ہو رہا ہے اور اب ایک ایسی روشن صبح طلوع ہو رہی ہے جس نے نہ صرف ان خوش نصیبوں کے مقدر کو تابناک کر دیا بلکہ خفتہ بخت انسانیت کو بھی بے دار کر کے ان ابدی عظمتوں اور لازوال رفعتوں کی طرف مصروف پرواز کر دیا جن کا پہلے تصور تک بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لاکھوں رحمتیں ہوں انصار پر جنہوں نے اس وعدے کے ایفاء میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا اور اسلام کے پرچم کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔

کروڑوں درود و سلام ہوں اس ہادیٔ برحق، مرشد انسانیت اور رحمت للعالمین ﷺ پر جس نے اپنی دل آویزیوں، جمال آرائیوں، غریب نوازیوں سے ایک مبارک انقلاب کا آغاز کیا اور اسے معراجِ کمال تک بھی کمال خوب صورتی سے پہنچایا۔

بیعت کے بعد

جب تمام جاں نثار انصار نے بیعت کر لی تو حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ ایک انصاری نے گزارش کی یارسول اللہ! ﷺ اس ذات کی قسم جس نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا

Marfat.com

اگر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی منشاء ہو تو ہم کل صبح منیٰ میں اکٹھے ہونے والے مشرکین پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دیں۔

یہ انصار کے ایمان' جذبہ' فکری پختگی کا ہی نتیجہ تھا' کہ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے اللہ کے رسول! ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ہم کل ہی اہلِ منیٰ پر اپنی تلواروں سے پل پڑیں۔''

حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''ہمیں ابھی اس امر کی اجازت نہیں' تم اب اپنی آرام گاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔''

(دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۴۹)

چنانچہ ہم واپس چلے آئے اور صبح تک خوب سوئے۔

شیطان لعین کا واویلا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جب ہم رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے تو شیطان عقبہ کی چوٹی پر سے باآوازِ بلند چیخا۔

(السیرۃ النبویہ' ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

شیطانِ لعین نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھا لیا اور کفار و مشرکین کو اپنی جانب متوجہ کیا کہ تمہارے دین و ملت اور روایات کا سر کچلنے کے لیے یثرب سے آنے والے کچھ لوگوں نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرورِ دو جہاں ﷺ سے بیعت کر لی ہے۔

قریش کا فوری ردِ عمل

تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود قریش کو اسی رات خبر ہو گئی کہ عقبہ میں یثرب سے آئے ہوئے لوگوں نے حضورِ انور ﷺ کے دستِ اقدس پر اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے حضورِ پُر نور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا اپنی اور اپنی اولاد کی طرح دفاع کرنے پر بیعت کی ہے تو وہ آگ بگولا ہو گئے' صبح ہوتے ہی وہ خزرج کے خیموں کے قریب آ پہنچے اور لگے ان سے اُلٹے سیدھے سوال کرنے۔ آتے ہی انہوں نے بڑے تحکمانہ انداز میں کہا:

''اے گروہِ خزرج! ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ تم یہاں ہمارے ساتھی محمد بن عبداللہ (ﷺ) سے ملاقات کے لیے آئے ہو اور تم انہیں یہاں سے لے جانا چاہتے ہو اور ہمارے خلاف جنگ کی اس سے بیعت کر چکے ہو؟ قسم خدا کی عرب کے کسی قبیلے سے جنگ کرنا ہمیں اس قدر ناگوار نہیں جتنا تم سے

marfat.com
Marfat.com

(لڑنا ناگوار ہے) (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

اتفاقاً ہوا یوں کہ خزرج کے جن افراد سے سرداران قریش نے تلخ کلامی کے بعد جواب طلبی کی انہیں بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا' اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمت اور مسلمانوں کی خوش نصیبی کہ قریش نے یہ سوال مشرکینِ خزرج سے کیا کیونکہ وہ تمام معاملے سے لاعلم تھے اس لیے انہوں نے قسمیں کھا کھا کر سردارانِ قریش کو یقین دِلانے کی کوشش کی کہ نہ تو ہم محمد (ﷺ) سے ملاقات کے لیے یہاں آئے ہیں اور نہ انہیں یہاں سے لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بیعت تو کجا ہماری تو ان سے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس خبر کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سراسر ہم پر تہمت ہے' رات اس قسم کا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔

لیکن قریش کو اپنے جاسوسوں پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے مشرکینِ خزرج کی کوئی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ خزرج والے بھی اپنی جگہ سچے تھے کیونکہ رازداری سے مسلمانانِ مدینہ اور تحریک دینِ اسلام کی قیادت کے مابین جو معاملات طے ہو رہے تھے اور ہجرتِ مدینہ کے لیے جو تیاریاں ہو رہی تھیں وہ کلیتاً اس سے بے خبر تھے کیونکہ انہیں مسلمانانِ یثرب کی آمد و رفت کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ جب رات حضورِ انور ﷺ کی مجلس میں مکالمہ ہو رہا تھا اس وقت تو یہ لوگ خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

انہیں کیا معلوم کہ تاریخ اس وقت دوراہے پر کھڑی ہے اور انقلاب کے تمام راستے یثرب کی طرف رواں دواں ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ یثرب تحریک دینِ اسلام کا مرکز بننے والا ہے اور اُفقِ یثرب پر نظامِ الٰہی' نظامِ قرآن کا سورج طلوع ہونے والا ہے جس سے چار دانگِ عالم میں ایمان کی روشنی پھیل جائے گی۔ انسان کی خدائی کا خاتمہ ہوگا اور اس کائناتِ رنگ و بو کے خالق و مالک کی بندگی کا شعور عام ہوگا' رنگ و نسل کے تمام بُت پاش پاش ہو جائیں گے' کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر' عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہ ہوگی۔ معیارِ فضیلت صرف علم' تقویٰ اور دانائی کے جواہر ٹھہریں گے۔ زمین پر عدل قائم ہوگا اور نسلِ آدم فلاح کی راہ پر گامزن ہوگی۔

مکہ کے کفار و مشرکین نے ہمت نہیں ہاری' وہ یثرب کے ایک اور سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس گئے اس نے بھی قریش کے اس الزام کو ایک تہمت قرار دیا کیونکہ مسلمانوں نے اسے بھی کی جانے والی منصوبہ بندی کی خبر نہ ہونے دی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی بیعت والے واقعہ کا انکار کیا۔ اسے زعم تھا کہ اس کی قوم اسے اعتماد میں لیے بغیر اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتی اس لیے اس نے پورے اعتماد سے قریش کے الزامات کی تردید کر دی۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے ناصحانہ انداز میں قریش سے کہا' تم جانتے ہو کہ میں یثرب کا رئیس ہوں اگر میری قوم ایسا ارادہ رکھتی تو کم از کم وہ مجھ سے مشورہ ضرور کرتی اب جب کہ کسی نے اس بابت مجھ سے کوئی بات

Marfat.com

نہیں کی تو ظاہر ہے یہ محض ایک افواہ ہوسکتی ہے جو کسی بدخواہ نے تمہیں اہلِ یثرب سے بدظن کرنے کے لیے اُڑائی ہے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی وضاحت سے قریش کسی حد تک مطمئن ہو گئے اور اس کی بات کو درست تسلیم کر کے چلے گئے۔ (دلائل النبوۃ '۲:۴۴۹)

اہلِ ایمان کا تعاقب

اہلِ مکہ کے علم میں یہ بات آئی کہ منیٰ سے کچھ لوگ بھاگ نکلے ہیں' ان کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو' بیعت والی بات درست ہی ہو۔ چنانچہ انہوں نے تحقیق کی اور ان کے تعاقب میں نکلے۔ کفار ومشرکین نے اواخر کے مقام پر منیٰ سے نکلنے والے دو افراد کو جالیا۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے' یہ دونوں پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ نقباء میں سے تھے۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ تو کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے لیکن حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تعاقب کرنے والوں نے گرفتار کرلیا۔ کفارِ مکہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ باندھا اور انہیں ایذاء دیتے ہوئے مکہ کی طرف چل پڑے۔ صحابیِ رسول کے بال بہت گھنے تھے' وہ انہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے چلے آرہے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنی گرفتاری اور کفارِ مکہ کی ایذاء رسانی کا حال بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ابھی اسی حالت میں ان کی تحویل میں تھا کہ چند قریشی ادھر آنکلے۔ ان میں ایک شخص بڑا خوب صورت تھا اس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا۔ پس میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس شخص سے بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن جب وہ میرے قریب آیا تو اس نے مجھے ایک زوردار گھونسا رسید کیا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اب اس قوم سے بھلائی کی توقع فضول ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ کفارِ مکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تشدد کا نشانہ بنا رہے تھے کہ ایک شخص ان کے قریب آکر پوچھنے لگا کہ تیرا قریش کے کسی فرد کے ساتھ عہدوپیماں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ کے مثبت جواب پر اس نے مشورہ دیا کہ ان کا نام لے کر دہائی دو۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کا نام پکارنا شروع کردیا اس لیے کہ ان دونوں قریشیوں کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دوستانہ مراسم تھے اور ان کے نام کی دہائی دینے سے ان کی رہائی کے امکانات پیدا ہوسکتے تھے۔

وہ شخص جلدی سے ان دونوں کی تلاش میں نکلا' وہ اس وقت حرمِ کعبہ میں موجود تھے اس شخص نے بھاگ کر انہیں اطلاع دی کہ ابطح میں قریش ایک ایسے خزرجی کو مار رہے ہیں جو بار بار آپ لوگوں کے نام کی دہائی دے رہا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے نام کی دہائی دینے والا شخص سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہے تو وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نام سن کر بولے' وہ تو واقعی ہمارا محسن ہے' ہمارے کارندے جب اس کے علاقے میں جاتے ہیں تو وہی

marfat.com

Marfat.com

ان کو اپنی پناہ دیتا ہے اور ہر قسم کے ظلم و تعدی سے انہیں بچاتا ہے' وہ دونوں آئے تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ان بے رحموں کے جور و تشدد سے نجات ملی۔

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خوب صورت شخص کے بارے میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے گمان کرلیا تھا کہ اس سے بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے مگر معاملہ برعکس نکلا تھا اس کا نام سہیل بن عمرو تھا اور جس قریشی کی کاوش سے آپ رضی اللہ عنہ کو کفارِ مکہ سے رہائی ملی' وہ ابوالبختری بن ہشام تھا۔

(السیرۃ النبویۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۱'۹۳)

واقدی کی روایت ہے کہ جب پلٹتے ہوئے انصار کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی گمشدگی کی اطلاع ہوئی تو وہ ان کی تلاش میں مڑے مگر راستے ہی میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہیں واپس آتے دِکھائی دیئے۔

(طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۲۲۳)

سیرت ابن کثیر میں ہے کہ:

"یہ شخص جس نے پیغام رسانی کی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نجات کا باعث بنا' وہ ابوالبختری بن ہشام تھا اور جس خوب صورت شخص سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بڑی توقع وابستہ کی تھی لیکن اس نے طمانچوں سے اس کی گالوں کو لال سرخ کردیا تھا اس کا نام سہیل بن عمرو تھا۔"

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۵'۲۰۶)

تبلیغ و اشاعت میں اضافہ اور اس کے خوشگوار انداز و نتائج

جب انصار حج کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سید المرسلین خاتم النبیین' رحمت للعالمین حضور پُر نور ﷺ کا دیدار کرکے' بیعت کرکے یثرب واپس آئے تو اب انہوں نے ساری مصلحتوں اور ان کے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال دیا اور خوب کھل کر اسلام کی تبلیغ شروع کردی۔ نوجوان طبقہ کی اکثریت نے تو اسلام قبول کرلیا' کئی ایسے بوڑھے بزرگ تھے جو اپنی پرانی ڈگر پر جمے ہوئے تھے' نہ انہیں نورِ حق نظر آتا تھا اور نہ انہیں حق کی صدائے دل نواز سنائی دیتی تھی۔ اسی زمانے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔

انہیں بوڑھوں میں سے جو بڑی سختی کے ساتھ کفر و شرک پر ڈٹے ہوئے تھے' ایک کا نام عمرو بن جموح تھا۔ اس کا بیٹا حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اسلام کے شیدائیوں میں سے تھا اور ان پچھتر (۷۵) خوش نصیبوں میں شامل تھا جنہوں نے بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا اس کا باپ عمرو بن جموح سن رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ بنی سلمہ کا رئیس بھی تھا لیکن یہ مشرک تھا اس نے اپنے لیے لکڑی کا ایک بُت بنوا کر اپنے گھر میں سجا رکھا تھا اس بُت کا نام "لات" تھا' وہ ہر وقت اس کی پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا اس کے قبیلہ بنی سلمہ کے تقریباً سارے نوجوان اسلام قبول کرچکے تھے' خود اس کا بیٹا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی شمع جمالِ مصطفوی

Marfat.com

ﷺ کا پروانہ بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے باپ کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی ضد پر اَڑا رہا۔ عمرو کے بیٹے حضرت معاذ اور اس کے دوست حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔

جب رات کا اندھیرا خوب گہرا ہو جاتا' گھر والے سو جاتے' ہر طرف سناٹا چھا جاتا تو وہ دونوں دبے پاؤں وہاں جاتے جہاں وہ بُت رکھا ہوتا' اسے اُٹھا کر باہر لاتے پھر اسے لے جا کر بنی سلمٰی قبیلہ کے ایسے کنویں میں اوندھا کر کے پھینک دیتے جو کوڑے کرکٹ اور گندگی سے بھرا ہوتا۔ عمرو بن جموح جب صبح بیدار ہوتا تو اپنے معبودلات کی پوجا پاٹ کے لیے وہاں جاتا جہاں وہ اسے بڑے احترام سے رکھتا تھا جب وہ اپنے بُت کو وہاں نہ پاتا تو وہ زور زور سے چیختا:

''تمہارا خانہ خراب! آج رات کو کس نے ہمارے خدا پر زیادتی کی ہے؟''

پھر باہر نکل جاتا اس کو تلاش کرتا جب کسی غلاظت کے گڑھے میں اوندھا پڑا ہوا اسے مل جاتا تو اسے اُٹھا کر لے آتا' اسے غسل دیتا پھر خوشبو لگاتا پھر اس کی جگہ پر اسے سجا دیتا اور بڑی حسرت سے کہتا ''کاش! مجھے پتہ چل جائے کہ کس شخص نے تیرے ساتھ یہ گستاخانہ حرکت کی ہے تو میں اس کی خوب مرمت کروں۔''

اب ہر روز اس کے خدا کے ساتھ یہی ہونے لگا' وہ بے چارہ صبح سویرے منہ اندھیرے اپنے خدا کو ڈھونڈنے نکلتا' کبھی کسی گندے کنویں میں اور کبھی غلاظت میں لت پت منہ کے بل گرا ہوا اسے ملتا' اسے اُٹھا کر لاتا' دھوتا' عطر سے اسے معطر کرتا۔ آخر وہ تنگ آ گیا' ایک روز وہ اپنی تلوار لے آیا اور بے نیام کر کے اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہنے لگا:

''بخدا! میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ کون یہ حرکت کرتا ہے اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو یہ تلوار تمہارے پاس ہے اس کے ذریعے اپنا دفاع کرو۔''

جب رات آئی اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا' وہ نوجوان آ گئے' انہوں نے اس کے گلے میں حمائل تلوار اُتار لی پھر مرے ہوئے ایک کتے کو گھسیٹ کر لے آئے اس کے ساتھ اس کو باندھ دیا پھر اسے کھینچ کر ایک ایسے کنویں (گڑھے) میں پھینک دیا جس میں انسانی بول و براز کے ڈھیر لگے تھے۔ صبح ہوئی' عمرو بن جموح جاگا تو اپنے بُت کی پوجا کے لیے وہاں گیا' اسے یقین تھا کہ آج رات ننگی تلوار اس کے پاس تھی' آج کسی گستاخ کو اس کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوگی اور اگر کسی نے از راہ حماقت یا جرأت کی ہوگی تو آج اس کی لاش خون میں لتھڑی ہوئی وہاں پڑی ملے گی۔

وہاں پہنچا تو بُت وہاں نہیں تھا' اِدھر اُدھر اس نے بہت دھیان دیکھا' کسی کی لاش تو کیا کسی کے خون کا قطرہ تک بھی وہاں نظر نہ آیا' پھر چار و ناچار اس کی تلاش میں نکلا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک ایسے کنویں پر پہنچا جس سے بدبو کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے۔ جھک کر دیکھا تو ایک مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا اس کا پرماتما

marfat.com
Marfat.com

وہاں گرا پڑا تھا۔ یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل کی نگاہوں پر پڑے ہوئے حجابات اُٹھ گئے' اسلام کا روئے زیبا اس کے دل کو بھانے لگا' وہ حق کو پہچان گیا اور اس نے کفر وشرک سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں شامل ہو کر اپنی نجات کا اہتمام کر لیا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے چند شعر کہے جن میں انہوں نے اپنے جذبات کی صحیح عکاسی کی ہے: ان کا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ ''بخدا! اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں میں نہ ملتی۔''

۲۔ ''اس ذلت آمیز حالت میں تمہاری ملاقات پر صد حیف! اب ہمیں معلوم ہوا کہ ہم تمہارے بارے میں دھوکے میں مبتلا تھے۔''

۳۔ ''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے جو بلند ہے اور بڑے احسانات والا ہے' وہ عطا بھی کرتا ہے' رازق بھی ہے اور تمام اہلِ دین کو جزا دینے والا ہے۔''

۴۔ ''اس کی وہ ذات ہے جس نے مجھے کفر سے نجات دی اس سے پیشتر کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاتا۔'' (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ۱:۴۵۲-۴۵۳)

Marfat.com

باب 3

معراج النبی ﷺ

اسرا اور معراج کا تعارف

اللہ تبارک تعالیٰ، قادر مطلق، خالق و مالک کائنات نے اپنے حبیب خاص پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدار کائنات، اصل الموجودات، ہادیٔ انس و جان، رہبر کائنات، رسولِ بحر و بر، انسانِ کامل، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اپنی بڑی آیات، نشانیاں دکھانے کا، معراج پر لے جانے کا ارادہ فرمایا۔

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ایک رات خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے اور خواب سے بیدار کیا اور ارادہ خداوندی سے آگاہی بخشی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اٹھے چاہ زمزم کے قریب لائے گئے۔ سینہ مبارک کو چاک کیا گیا۔ قلب اطہر میں ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت انڈیل دیا گیا۔ اور پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کے لیے ایک جانور پیش کیا گیا جو براق کے نام سے موسوم ہے اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقہ سے انبیاء کی سواریاں باندھی جاتی تھیں براق کو اس سے باندھ دیا گیا۔ حضور پُر نور ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء سابقین علیہم السلام، حضور پُر نور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے چشم براہ تھے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی اقتدا میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح ارواح انبیاء سے روز ازل جو یہ عہد لیا گیا تھا۔ **لتؤمنن به و لتنصرنه** (آل عمران آیت 81) کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا، کی تکمیل ہوئی۔

اس کے بعد مرکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔ مختلف طبقات آسمانی پر مختلف انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں۔

پہلے آسمان پر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر اپنے جد کریم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ''مرحبا بالنبی الصالح والابن

marfat.com
Marfat.com

الصالح ''یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند دلبند مرحبا! کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ وہاں سے بھی آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی۔اس کی کیفیت الفاظ کے پیمانوں میں سما نہیں سکتی۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، رہبر کائنات، رسول بحروبر، ہادیٔ انس وجاں، خاتم النبین، رحمت للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم اصل الموجودات' انسانِ کامل ﷺ کی منزل مبارک' منزل پاک' تو عرش عظیم، مقام استوا، بارگاہ خالق ومالک کائنات قادر مطلق ربّ العزت، ''دنا فقدلی اور قاب قوسین'' تھی۔ یہ مقام سدرۃ المنتہیٰ تو منزل نہ تھا بلکہ یہ نشان راہ تھا اس لیے آپ ﷺ ایک خاص نوری رفتار (ہماری روشنی کا سفر 186000 میل یا تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے اور یہ عام نوری رفتار ہے) سے اپنی منزل کی طرف اللہ تبارک تعالیٰ' قادر مطلق کی مدد، وسیلوں اور رہنمائی (جو کہ اس مہمان خاص کے شایان شان ضروری تھی) کے ساتھ آگے ہی بڑھتے رہے۔
کہاں تک گئے ماوشما اسے کیا سمجھیں۔زبان قدرت نے مقام قرب کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ثم دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۔(سورۃ النجم: 8، 9)
''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔''
وہاں کیا ہوا۔ یہ بھی میری اور آپ کی عقل کی رسائی سے بالاتر ہے قرآن کریم نے بتایا ہے۔

فاوحٰی الٰی عبدہ مآ اوحٰی ۔(سورۃ النجم: 10)
''پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی کی۔''
اس سے متعلق علامہ سید سلمان ندوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

پھر شاید مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں نازونیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت ونزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔فاوحٰی الٰی عبدہ مآ اوحٰی۔
اسی مقام قرب اور گوشہ خلوت میں دیگر انعامات نفیسہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے کئی بار بارگاہ ربّ العزت میں حاضری دی دیدار فرمایا اور تخفیف کے لیے التجا کی۔ چنانچہ نماز کی تعداد پانچ کردی گئی اور ثواب پچاس کا ہی رہا۔
عرشِ عظیم سے، فرازِ عرش سے پیغمبر اوّل وآخر واعظم محبوب ربّ العالمین حضور پُر نور ﷺ مراجعت فرمائے ارض (زمین) ہوئے۔ابھی یہاں رات کا سماں تھا ہر سو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی سپیدۂ سحر کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔

Marfat.com

اس سفر مبارک کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلا حصہ حرم مکہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا حصہ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ اور ماوراء تک۔ اس ماورا کی حقیقت کو اللہ تبارک تعالیٰ جانتا ہے یا اس کے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم اصل الموجودات حاصل کائنات' انسان کامل' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' حضور پُر نور' حضور انور' نبی کریم رؤف و رحیم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ جانتے ہیں۔

اس سفر مبارک کے پہلے حصہ کو اسرا کہتے ہیں اور اس کا ذکر پاک اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ بنی اسرائیل یا سورۃ اسرا کی آیت مبارک 1 میں فرمایا ہے۔

اور اس سفر مبارک کے دوسرے حصہ کو معراج کہتے ہیں اور اس کا ذکر پاک اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ نجم کی آیات پاک 1 تا 18 میں فرمایا ہے۔

اور عام زبان میں، عام کہنے سننے میں، یا عوام الناس میں اسرا اور معراج ان دونوں کو فقط ''معراج شریف'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

معراج النبی ﷺ کا تفصیلی ذکر کرنے سے پہلے انشاء اللہ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ نجم کی متعلقہ آیات مبارک کا سلیس ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا اور پھر کچھ ضروری تفسیر بھی بیان کردی جائے یا آسان زبان میں تشریح کردی جائے گی۔

معراج کب واقع ہوئی

یہ سفر مبارک کس ماہ کی کس تاریخ کو پیش آیا اور اس وقت سن نبوی کا کون سا سال تھا اس بارے میں علماء کے، اہل سیر کے اقوال متعدد و مختلف ہیں جن میں سے کچھ جو اہم ہیں وہ یہ ہیں۔

1- جس سال آپ ﷺ کو نبوت دی گئی اسی سال معراج بھی واقع ہوئی (یہ طبری کا قول ہے۔)
2- نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی (اسے امام نووی اور امام قرطبی نے راجح قرار دیا ہے۔)
3- نبوت کے دسویں سال 27 رجب کو ہوئی۔ (اسے علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے۔)
4- ہجرت سے سولہ مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔
5- ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال محرم میں ہوئی۔
6- ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

ان میں سے پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں مانے جاسکتے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت معراج کی رات ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی۔

اور یہ تو مصدقہ معلوم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

لہٰذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہوگا اس سے پہلے کا نہیں۔ باقی رہے اخیر کی تین اقوال تو ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ البتہ سورۃ اسرائ کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔ (زاد المعاد جلد 2، صفحہ 49 ...... مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ صفحہ 148، 149 ...... رحمۃ للعالمین جلد 1، صفحہ 76)

علامہ ابن قتیبہ، دینوری (المتوفی 267ھ) اور علامہ ابن عبدالبر (المتوفی 463ھ) نے ماہ رجب کی تعیین کی ہے اور متاخرین میں امام رافعی اور امام نووی نے روضہ میں اسی کو تیقن کے ساتھ ظاہر کیا ہے اور محدث عبدالغنی مقدسی نے بھی اسی مہینہ کو اختیار کیا ہے بلکہ 27 تاریخ کی بھی تصریح کردی ہے اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ یہی قوی ترین روایت ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب کسی بات میں سلف کا اختلاف ہو اور کسی رائے کی ترجیح پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو بظن غالب وہ قول صحیح ہوگا جس پر عمل درآمد ہو اور جو لوگوں میں مقبول ہو۔'' (السیرۃ النبویہ، سلیمان ندوی جلد 3 صفحہ 360)

رہی یہ بات کہ کس سال اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو ''ملکوت السموٰت والارض'' کی سیاحت کرائی۔

اس کے بارے میں علامہ علی بن برہان الدین حلبی کی یہ عبارت جملہ اقوال علماء کی جامع ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وذلك قبل الهجرة بسنة وبه جزم ابن حزم و ادعى فيه الاجماع وقيل بسنتين وقيل بثلاث سنين و كان بعد خروجه الى الطائف ۔

''یہ سفر ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا۔ ابن حزم نے اسے یقین کے ساتھ لکھا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ سفر ہجرت سے دو سال پہلے اور بعض کے نزدیک تین سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔'' (انسان الحیوان جلد 1 صفحہ 348)

معراج کس مہینہ میں ہوئی اس میں سات (7) اقوال ہیں۔ اور سب کے سب سیرت حلبیہ میں مذکور ہیں۔

1- 17 ربیع الاول۔

2- 27 ربیع الاول۔

3- 29 رمضان۔

4- 27 ربیع الآخر۔

5- 27 رجب شریف۔

6- بعض کا کہنا کہ شوال اور بعض نے کہا کہ ذی الحج میں معراج ہوئی۔

معراج کس رات کو ہوئی اس میں تین اقوال ہیں۔

1- جمعہ کی رات، ہفتہ رات، پیر کی رات اور یہ اقوال بھی سیرت حلبیہ سے نقل کیے ہیں۔

Marfat.com

معراج کون سے وقت میں ہوئی۔ اس میں دو قول ہیں۔ بقول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تین ساعت رات باقی تھی اور بقول حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ چار ساعت رات باقی تھی۔

وفی زین القصص کان زمن ذهابه صلی الله علیه وسلم ومجیئا ثلاث ساعات وقیل اربع ساعات ای بقیت من تلك اللیلة۔

زین القصص میں لکھا ہے کہ آپ معراج کو جب گئے اور جب آئے رات سے تین گھنٹے باقی تھے اور بعض نے کہا چار گھنٹے باقی تھے۔

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 414)

ان سب میں مطابقت و موافقت ''یواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 35 اور مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 175'' پر لکھی گئی درج ذیل حقیقت سے ہے۔

ان اسرائته صلی الله علیه وآله وسلم کانت اربعا وثلثین واحدا بجسمه صلی الله علیه وسلم والباقی بروحه۔

یعنی پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو چونتیس (34) مرتبہ معراج ہوئی۔ ایک بار جسمانی معراج ہوئی اور باقی تینتیس (33) روحانی ہیں۔

(یواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 35......مدارج النبوت جلد 1 صفحہ 175)

اور یہ مسلمات میں سے ہیں کہ طائف سے واپسی کے بعد اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت سے پہلے اس درمیانی مدت میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اوّل و آخر واعظم محبوب خاص، حضور پُر نور ﷺ کو معراج کا شرف عظیم عطا فرمایا۔

معراج آپ ﷺ کا معجزہ ہے

پیغمبر اوّل و آخر واعظم تاجدار کائنات، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات حاصل کائنات، فخر اولاد آدم، انسان کامل، داعی حق، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب، اکرم الاولین اکرم الآخرین شفیع المذنبین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

سید المرسلین بھی ہیں
رحمت للعالمین بھی ہیں
خاتم النبیین بھی ہیں
انسان کامل بھی ہیں
اصل الموجودات بھی ہیں اور
حبیب ربّ للعالمین بھی

marfat.com
Marfat.com

یعنی کہ آپ ﷺ اول تا آخر ہر پہلو میں عظیم ترین ہیں۔ آپ ﷺ کی رفعتیں، عظمتیں، شانیں سب ہی لاجواب، سب سے نرالی اور بلند ترین و عظیم ترین ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معجزے بھی عظیم ترین عطا فرمائے ہیں اور معراج بھی آپ ﷺ کا ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔

علماء کرام نے دعویٰ نبوت اور معجزہ کے مابین تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے یہ مثال بیان کی ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے اسے اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا ہے تو اس علاقے کے لوگ قدرتی طور پر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مدعی نیابت اپنے دعویٰ کی صداقت میں کوئی سند یا علامت پیش کرے، انہیں شاہی فرمان دکھائے تاکہ وہ مطمئن ہو کر اسے اپنا حاکم تسلیم کر لیں۔ اس کی حاکمیت کو تسلیم کرنا دراصل بادشاہ کی حاکمیت کے سامنے گردن جھکانا ہے، جس کا وہ نمائندہ ہوتا۔

کسی نبی یا رسول پر ایمان لانا یا اس کے دستِ حق پرست سے کسی معجزے کو رونما ہوتے دیکھ کر اس کی صداقت پر ایمان لانا دراصل اس قادر مطلق کی توحید پر ایمان لانا ہے جس کی قدرت کاملہ سے اس نبی سے یہ معجزہ صادر ہو رہا ہے۔ یا یوں کہیے کہ مدعی نیابت ایک طرف لوگوں کو اگر اپنی سند دکھاتا ہے تو دوسری طرف انہیں اپنی کسی خاص نشانی کا مشاہدہ بھی کراتا ہے تاکہ دیکھنے والی آنکھ کو یہ یقین حاصل ہو جائے کہ یہ شاہی نشانی بادشاہ کی توثیق کی مظہر ہے۔ بادشاہ کی انگشتری (مہر حکومت) اس شخص کو مل سکتی ہے جس کو بادشاہ اپنی نیابت کے اعزاز سے سرفراز کرے۔

معجزہ اس عظیم ہستی کے ہاتھوں سے صادر ہوتا ہے جسے منصب نبوت و رسالت پر فائز کیا گیا ہو۔ معجزہ کا صدور اللہ کے نبی اور رسول ہی سے ممکن ہے۔ معجزہ کسی غیر نبی سے صادر نہیں ہوتا۔ معجزہ ''آیت الٰہی'' ہوتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس کا ظہور اسی پروردگار کے اذن سے انبیاء و رسل سے صادر ہوتا ہے۔

ان سے معجزے کا مطالبہ یا تو تلاش حق کے لیے ہوتا ہے کہ معجزے کا ظہور دیکھ کر دولت ایمان نصیب ہو یا پھر یہ مطالبہ محض تعصب، حسد اور بغض کی بناء پر ہوتا ہے تاکہ منحرفین اور منکرین بزعم خویش معجزے کی عدم دستیابی کی صورت میں اللہ کے برگزیدہ رسول کو جھٹلا سکیں، یہی وجہ ہے کہ صدور معجزہ کی صورت میں معجزہ دیکھ کر بھی وہ ایمان کی روشنی سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے تعصب، حسد اور بغض میں انکار کا مزید عنصر داخل ہو جاتا ہے اور ان کے دلوں پر قفل پڑ جاتے ہیں۔

جب کہ سعید روحیں معجزے کو دیکھ کر پکار اٹھتی ہیں:

امنا برب هارون و موسیٰ ۔ ہم ہارون اور موسیٰ کے ربّ پر ایمان لے آئے۔

(سورۃ طٰہٰ آیت 70)

اس کے برعکس بدبخت اور دولت ایمان و ایقان سے محروم روحیں عناد و دشمنی کی تاریکی میں ڈوب کر کہتی ہیں:

Marfat.com

ان ھذآ الا سحرمبین ۔ یہ صریح جادو کے سوا (کچھ) نہیں۔

(سورۃ انعام آیت 7)

عقل والے سوچتے رہ جاتے ہیں اور عشق والے جھک کر اوج ثریا کو پا لیتے ہیں اور بام فلک کو چھو لیتے ہیں۔ اقرار نبوت بذات خود ایک بہت بڑا اعزاز ہے، اس اقرار کے سامنے سب اقرار ہیچ ہیں کیونکہ اس اقرار کی بدولت دین بھی ملتا ہے اور دنیا بھی، توحید کی دولت بھی مقدر بنتی ہے اور رسالت کی ثروت بھی نصیب ہوتی ہے۔

جہاں عقل عاجز آ جاتی ہے وہاں سے معجزے کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ معجزہ ربّ کائنات کی قدرت اور جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ وہ خارق عادت واقعات ہوتے ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کا بظاہر کوئی سبب نظر آتا ہے اور نہ کوئی ان کی علت دکھائی دیتی ہے۔ یہ عقل کے دائرہ ادراک اور حیطہ (دائرہ) شعور میں نہیں آتے، لیکن جب انسان اپنے سر کی آنکھوں سے ان کا ظہور ہوتے دیکھتا ہے تو سر تسلیم خم کرنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہتا اور وہ کہہ اٹھتا ہے کہ یہ معجزہ اللہ کے نبی سے صادر ہوا ہے، اس لیے یہ حق ہے۔

وہ لوگ جو معجزات و کرامات کے ردو قبول کا معیار اپنی سوچ، عقل، تجربہ اور مطالعہ کو قرار دیتے ہیں نہ صرف بہت بڑے اعتقادی مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ علم کے تکبر میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر لکڑی آگ کے الاؤ میں گر کر جلا نہ کرے تو عقل کبھی بھی ذہن انسانی کی یہ رہنمائی نہ کرے کہ آگ جلانے والی شئے ہے۔ اس لیے کہ جو بات مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہو عقل اسے ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔

مثلاً: اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہم خلیل اللہ علیہ السلام بے خطر آتش نمرود میں کود پڑیں اور آگ گلزار بن جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرمائیں تو آسمان سے پوری قوم کے لیے تیار شدہ طعام من و سلویٰ اترے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چٹان پر عصا ماریں تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلیں کہ ہر قبیلہ کے لیے علیحدہ چشمہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا یا سمندر پر اپنا عصا ماریں تو بنی اسرائیل کے دوسری پار گزر جانے کے لیے جگہ جگہ اس دریا یا سمندر میں صاف ستھرے خشک راستے بن جائیں اور راستوں کے اطراف میں پانی شفاف دیوار کی مانند گھنٹوں کھڑا رہے۔ اور جب فرعون اور اس کی قوم اس میں مکمل داخل ہو جائے تو پانی کی وہ دیواریں فوراً ڈھے جائیں اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کر دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض اپنی آنکھوں سے لگائیں تو آپ علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئے، حضرت صالح علیہ السلام پہاڑ پر اپنی چھڑی مبارک ماریں تو اس کے اندر سے اونٹنی برآمد ہو جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک درباری پلک جھپکنے سے پہلے اور اپنے جسم کو غائب کیے بغیر ہزاروں میل

marfat.com

Marfat.com

دور سے ملکہ بلقیس کا تخت لا کر حاضر کر دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قم باذن اللہ کہیں تو قبر سے مردہ اٹھ کھڑا ہو، مٹی کا پرندہ بنا کر اسے کہیں کہ میرے ربّ کے حکم سے اڑ جا تو وہ اڑ جائے۔ مادرزاد اندھوں کو بینائی مل جائے۔

یا پھر انگشت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ اٹھے اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے، ڈوبتے سورج کی سمت دست اقدس اٹھائیں تو وہ غروب ہونے کے بعد واپس لوٹ آئے اور آقائے دو جہاں ﷺ کے جسم اطہر کے لمس سے کھجور کا مرا ہوا درخت پھر سے زندہ ہو جائے تو عقل اپنے دامن شعور کو تار تار نہیں کرے گی تو اور کیا کرے گی! ماورائے عقل سرزد ہونے والے انہی واقعات کو معجزہ کہتے ہیں۔ عقل ان معجزات کو سمجھنے سے معذور ہے۔

معجزہ کی تعریف

جب کسی نبی اور رسول کو خلعت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا جاتا تو کفار و مشرکین دعویٰ نبوت کی صداقت کے طور پر اس سے دلیل طلب کرتے۔ اس پر قدرت خداوندی سے جو خارق عادت واقعہ اس نبی یا رسول کے دست حق پرست سے صادر ہوتا اسے معجزہ کہتے ہیں۔

مختلف ادوار میں ارباب علم و فن نے معجزہ کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔ چند اہم تعریفات یہ ہیں:

امر خارق العادة یعجز البشر عن ان یأتوا بمثله۔

معجزہ اس خارق العادت چیز کو کہتے ہیں جس کی مثل لانے سے فرد بشر عاجز آ جائے۔ (المنجد صفحہ 488)

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ معجزہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المعجزة مع التحدی من النبی قائمة مقام قول اللہ عزوجل: "صدق عبدی فاطیعوه و اتبعوه" ولان معجز النبی شاهد علیٰ صدقه فیما یقوله و سمیت المعجزة معجزة لان الخلق عجزوا عن الاتیان بمثلها۔

معجزہ اللہ کے نبی اور رسول کی طرف سے (جملہ انسانوں کے لیے) ایک چیلنج ہوتا ہے اور باری تعالیٰ کے اس فرمان کا آئینہ دار ہوتا ہے کہ "میرے بندے نے سچ کہا، پس تم اس کی (کامل) اطاعت اور پیروی کرو۔" اس لیے کہ نبی و رسول کا معجزہ اور جو کچھ اس نے فرمایا ہوتا ہے اس کی حقانیت اور صداقت پر دلیل ناطق ہوتا ہے اسے (عرفاً و شرعاً) معجزہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی مثل (نظیر) لانے سے مخلوق انسانی عاجز ہوتی ہے۔

(تفسیر خازن جلد 2 صفحہ 124)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

اعلم ان معنی تسمیتنا ماجاءت به الأنبياء معجزة هو ان الخلق عجزوا عن الاتيان بمثلها ۔

یہ بات بخوبی جان لینی چاہئے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اسے ہم نے معجزے کا نام اس لیے دیا ہے کہ مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتی ہے۔(الشفاء جلد 1 صفحہ 349)

المعجزة عارة عن اظهار قدرة الله سبحانه وتعالٰى و حكمته علٰى يدنبى مرسل بين امته بحيث يعجز اهل عصره عن ايراد مثلها ۔

معجزہ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا اس کے برگزیدہ نبی کے دست مبارک پر اظہار ہے تا کہ وہ اپنی امت اور اہل زمانہ کو اس کی مثل لانے سے عاجز کردے۔(معارج النبوۃ جلد 4 صفحہ 377)

ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معجزہ کی بڑی جامع تعریف کی ہے،فرماتے ہیں:

حد المعجزة ان يظهر عقيب السوال والدعوٰى ناقضا للعادة من غير استحالة بجميع الوجوه و يعجز الناس عن اتيان مثله بعد التجهد والا جتهاد اذا كان بهم حذاقة و رزانة مثل تلك الصنيعة ۔

معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ سوال اور دعویٰ کے بعد (اللہ کے رسول اور نبی کے ہاتھ پر) کوئی ایسی خارق عادت چیز ظاہر ہو جو ہر حیثیت سے محال نہ ہو اور لوگ باوجود کوشش اور تدبیر کے اس قسم کے معاملات میں پوری فہم وبصیرت رکھتے ہوئے بھی اس کے مقابلے سے عاجز ہوں۔(کتاب التمہید فی بیان التوحید از ابوشکور: صفحہ 71)

مندرجہ بالا سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

1- معجزہ من جانب اللہ ہوتا ہے لیکن اس کا صدور اللہ کے برگزیدہ نبی اور رسول کے ذریعہ ہوتا ہے۔

2- معجزہ مروجہ قوانین فطرت اور عالم اسباب کے برعکس ہوتا ہے۔

3- معجزہ نبی اور رسول کا ذاتی نہیں بلکہ عطائی فعل ہے اور یہ عطا اللہ ربّ العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔

4- معجزے کا ظہور چونکہ رحمانی اور الوہی قوت سے ہوتا ہے اس لیے عقل انسانی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اور تصویر حیرت بن کر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی۔

محدثین، مفسرین اور مفکرین نے ہر ہر مسئلہ کے ہر ہر پہلو پر علم وحکمت کے موتی بکھیرے ہیں اور کمال عرق ریزی سے امور ومسائل کی گتھیاں سلجھانے کی سعی کی ہے۔ ارباب علم ودانش نے اپنے محدود پیرائے میں معجزہ کے بارے میں بھی علمی، فکری اور اعتقادی سطح پر حرف حق کی تلاش کا سفر جاری رکھا ہے اور تحقیق وجستجو کے محاذ پر داد شجاعت دی ہے۔ اس ضمن میں بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ ''معجزہ'' کا لفظ اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی استعمال نہیں کیا۔ اس لیے وہ احتیاطاً معجزات کے بیان اور ان کے اثبات کے لیے قرآنی لفظ

marfat.com

Marfat.com

''آیات'' کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ استعمال یقیناً درست ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لفظ آیات میں لفظ معجزہ کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ ''آیات'' میں عمومیت ہے جب کہ لفظ ''معجزہ'' میں خصوصیت ہے۔ لفظ ''معجزہ'' اصل فعل کے صدور اور وقوع کی کیفیت کو بھی بیان کرتا ہے۔ انسان کی ساری ظاہری اور باطنی صلاحیتیں اور قوتیں معجزہ کے صدور پر عاجز رہ جاتی ہیں۔

اللہ ربّ العزت نے قرآن مجید میں اس فعل کو فقط آیات سے تعبیر نہیں کیا بلکہ متعدد دوسرے الفاظ کے ذریعہ بھی اس کے بنیادی تصور کو واضح کیا ہے۔

دلائل معراج جسمانی

جمہور سلف وخلف کا یہی عقیدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری اور جسمانی معراج ہوئی ہے۔ اب کوئی شخص معراج شریف کے محال ہونے پر دلائل قائم کرے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم معراج کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہ ہے جس کا وقوع عادۃً محال ہو اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کے لیے وہ کمال ایک نبی کی ذات سے ظاہر ہو۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات وصفات، علم وقدرت، عظمت وحکمت پر پوری طرح ایمان لایا ہے اور پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قادر مطلق جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو براق برق رفتار پر سوار کر کے بڑی راحت اور تکریم کے ساتھ چشم زدن میں زمین سے مقام او ادنیٰ میں لے گیا۔ تو اس کی قدرت کے آگے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوسکتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار قدرت الٰہی کا انکار ہے۔ اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظ سبحان سے شروع کیا۔ کہ جو شخص اللہ تبارک تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے۔ وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا۔

برہانِ قرآن

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارک 1 میں اللہ تبارک تعالیٰ، قادر مطلق کا ارشاد ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

ترجمہ:- ''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک، جس کے

Marfat.com

گردا گرد ہم نے برکت رکھی، کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔''

اس حقیقت کا کہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف ورحیم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ ارشاد 'اسریٰ بعبدہٖ'' بھی ایک روشن دلیل ہے۔ اس لیے کہ عبد کا لفظ ہمیشہ روح اور جسم دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ نہ بغیر روح کے جسم کو عبد کہا جاتا ہے اور نہ ہی صرف روح کو عبد کہا جاسکتا ہے۔ ویسے بھی روح کے بارے میں ہمیں کچھ بھی ادارک نہیں ہے اس لیے اس کے بارے میں تو ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، اور ہمیں کچھ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

لفظ عبد واضح کر رہا ہے کہ سیر فقط روحانی نہیں بلکہ جسمانی بھی تھی، کیونکہ اس لفظ کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

ان العبد اسم لمجموع الجسد والروح فوجب ان یکون الا سراء حاصلا لمجموع الجسد والروح۔

عبد کا اطلاق جسم وروح دونوں پر ہوتا ہے، لہٰذا یقیناً یہ سیر دونوں کے مجموعہ کو حاصل ہوئی۔

(مفاتیح الغیب، 20، 295)

اور اس حقیقت پر کہ لفظ عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے درج ذیل کی آیات مبارک بھی شاہد ہیں۔

سورۃ جن کی آیت 19 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝

ترجمہ:-''اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔'' (سورۃ جن آیت 19)

سورۃ علق کی آیات 9 اور 10 میں خالق و مالک کائنات کا فرمان ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝

ترجمہ:-''بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے، بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔'' (سورۃ علق آیات: 9، 10)

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضورِ انور' نبی اکرم' نور مجسم' سید دوعالم ﷺ کے اخص خصائص اور اشرف فضائل و کمالات اور روشن ترین معجزات وکرامات سے یہ امر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو فضیلت اسراء ومعراج سے وہ خصوصیت وشرافت عطا فرمائی جس کے ساتھ کسی اور نبی اور رسول کو مشرف و مکرم نہیں فرمایا اور جہاں اپنے محبوب ﷺ کو پہنچایا کسی اور کو وہاں تک پہنچنے کا شرف نہیں بخشا۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس عظیم وجلیل واقعہ کے بیان کو لفظ سبحان سے شروع فرمایا جس کا واضح مطلب اللہ کی منزہ اور ذات باری کا ہر

marfat.com
Marfat.com

عیب ونقص سے پاک ہونا ہے۔

اس میں یہ حکمت ہے کہ واقعات معراج جسمانی کی بناء پر منکرین کی طرف سے جس قدر اعتراضات ہو سکتے تھے ان سب کا جواب ہو جائے۔ مثلاً حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا جسم اقدس کے ساتھ بیت المقدس یا آسمانوں پر تشریف لے جانا اور وہاں سے ثم دنیٰ فتدلیٰ کی منزل تک پہنچ کر تھوڑی دیر میں واپس تشریف لے آنا منکرین کے نزدیک ناممکن اور محال تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے لفظ سبحان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ یہ تمام کام میرے لیے ناممکن اور محال ہوں تو یہ میری عاجزی اور کمزوری ہوگی اور عجز وضعف عیب ہے اور میں عیب سے پاک ہوں۔ اسی حکمت کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسریٰ فرمایا جس کا فاعل (لے جانے والا' کرنے والا) اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ حضورِ انور ﷺ کو جانے والا نہیں فرمایا بلکہ اپنی ذات کو لے جانے والا فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے لفظ سبحان الذی اسریٰ فرما کر معراج جسمانی پر ہر اعتراض کا جواب دیا ہے اور اس سے معلوم ہوا۔ آیت اسریٰ کا پہلا لفظ ہی معراج جسمانی کی روشن دلیل ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لیے درج ذیل آیات مبارک کے الفاظ اور اس کے ترجمہ کے دھیان سے پڑھئے انشاء اللہ صورت حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔

سورۃ دخان آیت 23 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک یوں ہے:

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○

ترجمہ:۔"ہم نے حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا میرے بندوں' بنی اسرائیل کے لوگوں کو رات کے وقت مصر سے باہر لے چلو کیونکہ دن ہو گیا تو قبطی (قوم فرعون) تمہارا تعاقب کر کے جانے نہیں دیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اسریٰ بعبدہ کا یہ معنی کرے، کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف لے گیا۔ تو یہ معنی اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص مذکورہ بالا آیت فاسر بعبادی کا مطلب یوں بیان کرے کہ اے موسیٰ! میرے بندوں کو بحالت خواب محض روحانی طور پر مصر سے کنعان کی طرف لے چلو۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود ہے۔ اگر روحانی اور خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اسریٰ بروح عبدہ نازل ہوتا۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری جلد 7 صفحہ 229 ...... تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 572 ...... الروض الانف جلد 1 صفحہ 243)

برہانِ حدیث

بخاری شریف میں ہے کہ

Marfat.com

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لما كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن اياته وانا انظر اليه .

(بخاری جلد 1 صفحہ 548...... مسلم جلد 1 صفحہ 96)

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ٹھہر گیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمایا۔ پھر میں نے ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی اور میں اس وقت بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی۔ (تفسیر فتح القدیر از شوکانی جلد 2 صفحہ 35...... خفاجی بیضاوی جلد 2 صفحہ 6...... یواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 20)

برہانِ قولِ صحابی

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا جو اللہ تبارک تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار سکتا ہے وہی اللہ تبارک تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔

اس کے بعد امام فخر الدین رازی اس قول کی تشریح میں یوں رقم طراز ہیں کہ اگر جسم کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے عالم سماوی میں جانا ناممکن ہے۔ تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم دنیا میں آنا کس طرح ممکن ہوگا۔ پس چاہئے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے، وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اترنے کا لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تبارک تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے تو وہ قادر مطلق اپنی قدرت سے اپنے حبیب ﷺ کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے۔ (حاصل از تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 542)

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سراپا نور ﷺ کے عروج کا قائل ہے۔

برہانِ روایت ودرایت

عن شداد بن اوس انه قال للنبي صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به طلبتك يا رسول الله البارحر في مكعانك فلم اجدك فاجابه انه جبريل عليه السلام حملني الى

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پُرنور ﷺ سے اس رات عرض کی جس رات میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی کہ میں نے آج رات آپ ﷺ کو آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور آپ ﷺ کو نہ پایا۔

marfat.com
Marfat.com

المسجد الاقصیٰ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تھے۔

(شفا شریف جلد 1 صفحہ 190)

عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم طلبتك و یا رسول اللہ البارحۃ فی مکانك و فلم اجدك فاجاب ان جبریل علیہ السلام حملہ الیٰ المسجد الاقصیٰ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے آپ ﷺ کو آج رات آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور میں نے آپ ﷺ کو نہ پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے مسجد اقصیٰ میں لے گئے تھے۔ (نبراس صفحہ 190)

اس کے علاوہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ رات کے ایک حصہ میں میں نے آپ ﷺ کو گم پایا اور میری نیند اچاٹ ہوگئی اس خوف سے کہ کوئی دشمنوں کی طرف سے خطرہ لاحق نہ ہو جائے۔

ابن سعد سے روایت ہے کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو لوگوں نے اس رات اپنی قیام گاہ پر نہ پایا تو بنو عبدالمطلب آپ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ذی طویٰ کے مقام پر یا محمد (ﷺ) پکارتے تھے حتیٰ کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جواب دیا لبیک لبیک۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا آپ کہاں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس کی طرف گیا تھا عرض کیا آج کی رات وہاں گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں آج ہی رات وہاں گیا تھا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ (ﷺ) ہر طرح خیریت سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بالکل ہر طرح خیریت سے ہوں۔ کہتے ہیں کہ معراج سے واپسی پر آپ ﷺ نے ذی طویٰ پر براق سے اتر کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات چیت کی ہوگی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 205)

برہانِ تاریخ عالم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے جانے اور وہاں شاہی دربار میں پہنچنے کا پورا واقعہ موجود ہے اور یہ بھی ہے کہ قیصر روم نے جو بیت المقدس کی زیارت کے لیے شام میں موجود تھا۔ حضورِ انور ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد وہاں عرب کے تاجروں کو بلایا۔ ابوسفیان (اسلام لانے سے پہلے) اور ان کے ہمراہی قیصر روم کے سامنے پیش کیے گئے۔ قیصر روم نے ان سے چند سوالات کیے جن

Marfat.com

کا ذکر بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

ابوسفیان کا قول ہے کہ میں چاہتا تھا کہ ہرقل' قیصر روم کے سامنے کوئی ایسی بات کروں جس سے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی پاکیزہ شان اس بادشاہ کی نظروں میں گر جائے مگر مجھے خوف تھا کہیں ایسا نہ ہو میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے اور میں بدنام ہو جاؤں۔ اور میری سرداری پر بھی داغ آ جائے۔ میں اس فکر میں تھا کہ مجھے معراج کے متعلق اس کی بات یاد آ گئی۔

میں نے فوراً کہا اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس کے سننے سے تجھے یقین ہو جائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک ہی رات میں مکہ سے چلا اور ایلیا (بیت المقدس) میں آیا اور اس رات ہی مکہ واپس ہو گیا۔ ابوسفیان نے کہا جس وقت میں یہ بات کہہ رہا تھا اس وقت بیت المقدس کا متولی جو عیسائیوں کا بڑا پادری تھا۔ قیصر روم کے پاس کھڑا ہو کر سب کچھ بڑے غور و دھیان سے سن رہا تھا۔

اس بیت المقدس کے متولی نے کسی کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ میری بات پوری ہونے کے فوراً بعد وہ پادری بولا کہ مجھے اس رات کا علم ہے قیصر روم نے کہا تجھے کس طرح علم ہے؟ پادری نے کہا میری عادت ہے کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر انتہائی کوشش کے باوجود ایک دروازہ بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور تمام حاضرین سے مدد لی سب نے پورا زور لگایا مگر دروازہ نہ ہل سکا۔ بالآخر میں نے سوچا کہ اوپر کی عمارت نیچے آ گئی ہے جس کے سبب سے اوپر کی چوکھٹ کا اس پر دباؤ پڑ گیا ہے اب رات کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ صبح دیکھیں گے جو خرابی بھی ہے درکھانوں کو بلا کر درست کرائی جائے گی۔

پادری نے کہا دروازہ کے دونوں کواڑ کھلے چھوڑ کر ہم لوگ واپس چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی میں وہاں آیا اور یکایک دیکھتا ہوں کہ مسجد کا وہی دروازہ بالکل ٹھیک ہے۔ اور مسجد کے کونے میں جو پتھر پڑا تھا مجھے اس کے سوراخ سے سواری باندھنے کا نشان نظر آیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا آج کی رات انتہائی کوشش کے باوجود کواڑوں کا بند نہ ہونا اور پتھر کے سوراخ کا واضح ہو جانا اور پھر اس میں جانور باندھنے کا نشان ہونا حکمت سے خالی نہیں۔

تب میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ایک نبی آخر زمان ﷺ نے بیت المقدس سے آسمان پر جانا تھا آج رات وہ تشریف لے جا چکے ہیں اور پھر سب لوگوں کو بلا کر میں نے حقیقت سے آگاہ کیا۔

(درمنثور جلد 4 صفحہ 157 ...... تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 12 ...... روح البیان جلد 2 صفحہ سیرت حلبیہ جلد 1 ص 410)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، اصل الموجودات' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم' نور مجسم ﷺ یمن و برکت سے لبریز اس سفر سے جب

marfat.com
Marfat.com

واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے اپنے سفر کے حالات اور مشاہدات سے اپنی چچازاد بہن، حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی اور سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہمشیرہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو آگاہ فرمایا اور انہیں یہ بھی بتایا کہ صبح سویرے وہ حرم شریف میں جاکر اس سفر کے واقعات اپنی قوم کے سامنے بیان کریں گے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب کریم کی بیکراں قدرتوں کی کیا شان ہے اور اس بندے کا اپنے معبود برحق کے دربار میں کیا مقام ہے۔

حضرت امام ہانی رضی اللہ عنہا نے از راہ شفقت حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پلو پکڑ لیا اور بولیں اے میرے چچازاد! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کریں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعات انہیں سنائے تو یہ آپ کی تکذیب کر دیں گے۔ مذاق اڑائیں گے، اذیتیں پہنچائیں گے۔ سرکارِ دو عالم نے جھٹکا دے کر اپنا پلو چھڑا لیا اور حرم شریف کی راہ لی۔ آپ کہتی ہیں کہ اس وقت حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے نور کی ایک شعاع چمکی کہ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور میں سجدہ میں گر گئی۔ جب میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے تھے۔

میں نے اپنی نبعہ نامی لونڈی کو کہا کہ تم حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں اور لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔ نبعہ وہاں پہنچی دیکھا حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان تشریف فرما ہیں اور لوگ حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد انبوہ کئے ہوئے ہیں۔ ان میں مطعم بن عدی اور ابوجہل بھی ہیں۔

حضورِ پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سیاحت ملکوت السمٰوات والارض کے واقعات سنائے کہ رات کو مجھے بیت المقدس لے جایا گیا وہاں مسجد اقصیٰ میں انبیاء سابقین بھی جمع ہو گئے میں نے سب کی امامت کرائی ان تمام انبیاء نے میری اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی مشرکین نے شور مچا دیا۔ کچھ سیٹیاں بجانے لگے کچھ تالیاں بجانے لگے۔ بعض اپنے سروں پر از راہ تعجب ہاتھ دھرے حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔

اچانک مطعم بن عدی بولا کہ آج تک جو باتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے تھے وہ عام فہم تھیں۔ لیکن جو بات آپ نے آج کہی ہے اس نے تو ہمیں لرزا کر رکھ دیا ہے۔ ہم کیسے باور کرلیں کہ جو مسافت طے کرنے کے لیے جاتے ہوئے ہمارا ایک مہینہ اور واپسی پر بھی ایک مہینہ صرف ہوتا ہے حالانکہ ہم تیز رفتار سانڈنیوں پر سوار ہوتے ہیں، اس طویل مسافت کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رات کے قلیل عرصہ میں طے کر لیا۔ اور راتوں رات واپس بھی پہنچ گئے۔ لات و عزیٰ کی قسم! ہم آپ کی یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے۔ مطعم کا یہ ترش رویہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ اے مطعم! اپنے بھتیجے

Marfat.com

کے ساتھ جو گفتگو تم نے کی ہے وہ از حد ناپسندیدہ ہے تو نے ان کا دل دکھایا ہے اور انہیں جھٹلایا ہے۔ غور سے سنو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ انہوں نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے وہ سچ ہے۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے الجھ پڑے کہنے لگے تمہارا ذہن کیا اس انہونی بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا! ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ میں تو ان کی زبان سے نکلی ہوئی ایسی باتوں کو بھی صحیح مانتا ہوں جو اس سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس رات اور دن میں کئی کئی بار آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ماننے میں مجھے کیا تامل ہوسکتا ہے۔

آج کے سائنسی دور کے ارتقاء اور کائناتی انکشافات کے اس دور میں بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے خواب میں زمینوں اور آسمانوں کی سیر کی اور جب میں واپس آیا تو میرا بستر گرم تھا تو اسے من وعن تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ خواب کی بات ہے اور خواب میں ایسا ہونا ممکن ہے۔ اگر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دعویٰ خواب کے حوالے سے کرتے تو ابولہب کو مطعم بن عدی کو اس کی حقانیت سے انکار ہوتا اور نہ ابوجہل کو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دعویٰ عالم بیداری میں کیا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں کی سیر میں نے عالم بیداری میں کی، اس لیے عقل اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوئی۔ اب چونکہ جاگتے ہوئے یہ سب کچھ ہونا انسانی فہم وادراک سے بالاتر تھا لہٰذا اس معجزہ کو اہل ایمان کے لیے ان کے ایمانوں کی آزمائش قرار دیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 60 میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ لا فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝

ترجمہ: اور ہم نے تو (شب معراج کے) اس نظارہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا لوگوں کے لیے صرف ایک آزمائش بنایا ہے (ایمان والے مان گئے اور ظاہر بین الجھ گئے۔) (سورۃ بنی اسرائیل آیت 60)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رویا چونکہ عام طور پر خواب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج خواب میں عطا ہوا۔ درحقیقت یہ مفہوم غلط ہے۔ عربی زبان میں رؤیا رات کے وقت کھلی آنکھوں سے دیکھنے کو بھی کہتے ہیں اور دور جاہلیت کے کئی عرب شعراء کا کلام بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ یہاں رؤیا سے مراد مطلق مشاہدہ ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

لنریه من ایتنا ۔(بنی اسرائیل آیت 1) تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔

چونکہ یہ چیز کسی بھی شخص کے لیے عملاً ناممکن تھی لہٰذا اللہ ربّ العزت نے اسے اپنی قدرتوں کی طرف منسوب کیا اور فرمایا' سورہ بنی اسرائیل آیت 1 میں

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ ترجمہ: (کہ ہر نقص، عیب اور ناممکن کے لفظ سے) پاک

marfat.com
Marfat.com

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝ ہے وہ قادر مطلق جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرانے۔(سورۃ بنی اسرائیل آیت 1)

کفار و مشرکین مکہ کا ردعمل ہی ظاہر کرتا ہے کہ معجزہ معراج نہ کوئی معمولی واقعہ تھا اور نہ یہ کوئی خواب ہی بیان ہو رہا تھا۔ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار و مشرکین کا ایسا منکرانہ ردعمل سامنے نہ آتا اور نہ قرآن حکیم میں اس کا ذکر اس اہتمام سے ہوتا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالم خفا و غیوب مخبر صادق حضورِ انور، رحمت دو عالم ﷺ بیت المقدس کے بارے میں کفار و مشرکین مکہ کے ہر سوال کا درست جواب دے رہے تھے۔ جب انہیں اپنی اس سازش میں ناکامی کی صورت دکھائی دینے لگی تو کہنے لگے کہ ہمارے بعض قافلے اس راہ پر گئے ہیں۔ کچھ ان کے بارے میں بتلائیے۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا پہلا قافلہ ''روحا'' کے مقام پر دیکھا تھا۔ اس قافلے کی قیادت فلاں قبیلے کا فلاں شخص کر رہا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس قافلے کا ایک اونٹ گم ہو گیا۔ وہ لوگ وہاں رک کر اپنے اونٹ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے پیاس لگی۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ایک اونٹ کے پالان کے ایک پیالے میں پانی پڑا ہے۔ میں نے اتر کر اس پانی کو پی لیا۔ جب میں روانہ ہونے لگا تو مذکورہ شخص اونٹ کو تلاش کر کے واپس پہنچا تو میں نے جاتے ہوئے اسے سلام کیا تو قافلے والوں میں سے بعض نے کہا یہ تو محمد ﷺ کی آواز ہے۔

قارئین کرام! یہاں معراج جسمانی کو ثابت کرنے کے لیے ایک نکتہ بہت ہی زیادہ توجہ طلب ہے اور وہ نکتہ بھی ایسا ہے کہ اسے ہر کوئی باآسانی سمجھ سکتا ہے یعنی کہ وہ عوام الناس کے لیے قابل فہم ہے۔

اور وہ نکتہ ہے آپ ﷺ کا مقام روحا پر قافلہ والوں کے ایک ڈھکے ہوئے برتن سے پانی نوش فرمانا اور پھر اسے اسی جگہ ڈھک کر رکھ دینا۔ اور قافلہ والوں کو اسلام علیکم کہنا اور قافلہ والوں کا آپ ﷺ کی آواز مبارک کا پہچاننا۔

خواب میں مندرجہ بالا ممکن نہیں ہیں۔ خواب میں ہم پانی تو پی سکتے ہیں اور کھاتے پیتے بھی ہیں لیکن مادی لحاظ سے عملی طور پر وہ ہم نے نہیں پیا ہوتا۔ یا یوں کہہ لیں کہ خواب میں پانی پیے گئے کے بارے میں آپ یہ مادی عملی طور پر نہیں کر سکتے کہ حقیقت میں (مادی عملی طور پر) کسی برتن کا ڈھکنا یا کور اتاریں اور اس میں سے حسب ضرورت پانی پی جائیں کہ اسی تناسب سے برتن میں پانی کم ہو جائے۔ ایسا تو صرف عالم بیداری میں جسمانی طور پر ہی کیا جا سکتا ہے خواب میں نہیں۔

اس نکتہ کو ایک اور عام اور سادہ سی تمثیل سے سمجھ لیں۔

Marfat.com

آپ لین دین کے خواب تو دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے ایک گہرے دوست کو پچاس ہزار روپے کی ضرورت پڑی۔آپ خواب میں بینک گئے اور وہاں سے پچاس ہزار روپے لے کر آپ نے اپنے دوست کو دے دیئے اور وہ آپ کی یہ رقم ایک ماہ بعد واپس کرنے کا کہہ کر چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی آپ کا خواب بھی ختم ہو گیا۔

اب آپ صبح اٹھ کر یا کسی دن بھی اپنے دوست کو اپنا خواب تو سنا سکتے ہیں لیکن اس سے خواب میں دی گئی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی دماغی صحت مشکوک ہو جائے گی اور آپ خود ہی اپنی دماغی صحت کے خراب ہونے کا ثبوت دیں گے۔

اس لیے کہ مادی عملی طور پر لینے دینے میں آپ دونوں کا خواب کے بجائے بیداری میں اٹھ کر جانا اور لین دین کو انجام دینا صرف اور صرف جسمانی طور پر ہی ہو سکتا ہے۔

یعنی کہ برتن میں سے پانی پیا اور پانی بھی ایک خاص مقدار تک کم ہو گیا تو اس کا مطلب ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے وہ اپنی عالم بیداری میں نوش فرمایا اور اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھا۔

جب مسجد اقصیٰ کے نشانات بتائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے۔قافلوں کے حالات سنائے گئے،تو سچ سچ سنائے گئے۔مقام روحاء پر پیالہ سے پانی نوش فرمایا تو پیالہ خالی پایا گیا۔ذی مروہ کے مقام پر براق کی رفتار کے فراٹے سے اونٹ ڈر کر کودا۔تب شتر سوار اس سے گرا اور اس کے ہاتھ کی کلائی ٹوٹ گئی۔آپ ﷺ کی آواز کی پہچان اور ان تمام واقعات سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ معراج بحالت بیداری میں ہوئی۔

(الروض الانف جلد 1 صفحہ 244)

''الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے مطابق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کو جسمانی معراج پر ایمان رکھنے والا کہا ہے:

وذهب معظم السلف و المسلمين الى انه اسراء بالجسد وفى اليقظة وهذا هو الحق وهو قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و جابر رضی اللہ عنہ و انس رضی اللہ عنہ و حذيفة رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و ابى هريره رضی اللہ عنہ ومالك رضی اللہ عنہ بن صعصعة رضی اللہ عنہ و ابى حبة البدرى رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ و الضحاك رضی اللہ عنہ و سعيد بن جبير رضی اللہ عنہ و قتاده رضی اللہ عنہ و ابن

اسلاف اور مسلمانوں کی اکثریت اسراء کو جسم کے ساتھ بیداری میں ہونے پر ایمان رکھتی ہے اور یہی سچا قول ہے۔اس قول میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، ابوحبہ البدری رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ضحاک رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، قتادہ ابن المسیب رضی اللہ عنہ، ابن شہاب رضی اللہ عنہ، ابن زید رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ،

marfat.com
Marfat.com

المسیب رضی اللہ عنہ و ابن شھاب رحمۃ اللہ علیہ و ابن زید رحمۃ اللہ علیہ و الحسن رحمۃ اللہ علیہ و ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ و مسروق رحمۃ اللہ علیہ و مجاھد رحمۃ اللہ علیہ و عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ و ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ وھو دلیل قول عائشۃ وھو قول الطبری رحمۃ اللہ علیہ و ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و جماعۃ عظیمۃ من المسلمین وھو قول اکثر المتاخرین من الفقھاء و المحدثین والمتکلمین و المفسرین ۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شریک ہیں اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول پر دلیل ہے اور یہ قول طبری رحمۃ اللہ علیہ، ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مسلمانوں کی غالب اکثریت کا بھی ہے اور متاخرین فقہاء محدثین اور متکلمین ومفسرین کا بھی یہی قول ہے۔

(الشفا جلد 1 صفحہ 188)

جسمانی معراج کے منکرین کے دلائل اور جواب

جسمانی معراج کے منکرین نے اس سے متعلق سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارک 60 کا سہارا لیا ہے اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اس آیت مبارک کی موجودگی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ واقعہ معراج ایک خواب تھا کیونکہ اس آیت میں ''رؤیا'' کا لفظ آیا ہے اور رؤیا کا مطلب خواب ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 60 میں ربّ للعالمین کا ارشاد پاک یوں ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ لا فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝

ترجمہ:-''اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے ربّ کے قابو میں ہیں، اور ہم نے یہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا، مگر لوگوں کی آزمائش کو۔'' (سورۃ بنی اسرائیل آیت 60)

جسمانی معراج کے منکرین کہتے ہیں کہ

ما جعلنا الرؤیا التی ارینک الا فتنۃ للناس ۔

''یہاں رؤیا کا لفظ ہے اس کا معنی خواب ہے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے یہ خواب آپ کو صرف اس لیے دکھایا تاکہ لوگوں کی آزمائش کی جاسکے۔''

جب خود قرآن پاک نے تصریح کردی کہ یہ خواب تھا تو پھر اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے ہے ہی نہیں بلکہ کسی دوسرے خواب سے ہے۔ کیونکہ اس آیت مبارک کا پہلا حصہ (اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے ربّ کے قابو میں ہیں) سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس خواب کا تعلق سن 6 نبوت سے پہلے کا ہے یعنی اس دور سے متعلق ہے جب پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور اس کے نواح میں اعلانیہ تبلیغ

Marfat.com

فرمارہے تھے۔ کیونکہ اس میں یہی فرمایا گیا ہے کہ

''اے میرے محبوب نبی، ہادیٔ انس و جاں، رحمت للعالمین، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم دنیا کے سب لوگ میرے قبضہ قدرت و قابو میں ہیں، تو آپ تبلیغ فرمایئے اور کسی کا خوف نہ کیجئے، میں آپ کا حامی و ناصر و نگہبان ہوں۔''

اور اگر منکرین جسمانی معراج کا اس پر ہی اصرار ہو کہ اس آیت میں معراج ہی کا ذکر ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصریح کے بعد کوئی شک و ابہام نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا۔ یہاں رؤیا سے مراد عالم بیداری میر آنکھوں سے دیکھنا ہے۔

قال ابن عباس هی رؤیا عین اریها رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔

''یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رؤیا کا معنی ان آنکھوں سے دیکھنا ہے جس کا مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرایا گیا۔''

علامہ ابن عربی اندلسی نے احکام القرآن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

ولو کانت رؤیا منام ما افتتن بها احد . ولا انکرها فانه لا یستبعد علیٰ احد ان یریٰ نفسه یخترق السموٰات ویجلس علی الکرسی . ویکلمة الرب .

''یعنی اگر معراج عالم خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمان کو چیرتا ہوا اوپر جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سے گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کبھی ناممکن اور خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔'' (احکام القرآن، ابن العربی صفحہ 1195)

کچھ مفسرین نے اس مذکورہ آیت مبارک کو صلح حدیبیہ یا جنگ بدر کی خواب پر معمول کیا ہے۔ جب کہ کچھ مفسرین نے اس آیت کو صلح حدیبیہ اور غزوۂ اُحد کی خواب پر معمول کیا ہے۔

تو اس آیت کا معراج پر محمول کرنا حتمی اور یقینی نہ رہا۔ کیونکہ **اذا جاء الاحتمال بطلل استدلال** جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

رؤیا بمعنی رؤیت بصری میں مستعمل ہے۔ علی الخصوص رات کو آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں شائع اور ذرائع ہے۔ لغت عرب میں اس کے بہت شاہد ہیں۔ یہ جملہ دیوان متنبی میں ابوالطیب نے بدر بن عمار کی تعریف میں لکھا ہے۔

مضی اللیل والفضل الذی لا یمعنی،
و رؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض،

marfat.com
Marfat.com

رات تمام ہوگئی اور تیری فضیلت ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ دائم اور ثابت ہے۔اور تیری صورت کا دیکھنا آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔ملاحظہ فرمایئے یہاں رُؤیا بمعنی رؤیت بصری میں استعمال ہوا۔جو کہ ایک فصیح بلیغ شاعر کا قول ہے جس کو محاورہ کلام عرب میں بطور حجت اور دلیل کے پیش کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

رؤیا عین اریها رسول صلی الله علیه وسلم لیلة اسری به الیٰ بیت المقدس .

''رُؤیا سے یہاں آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔ جو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بیت المقدس تک دیکھا ہے۔'' (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 550)

اس حدیث کے حاشیہ 5 پر امام کرمانی کا مقولہ منقول ہے۔**رؤیا عین قید به للاشعار بان رؤیا بمعنی الرؤیة فی الیقظة لا رؤیا النام** رُؤیا کو آنکھ کے دیکھنے سے مقید فرمایا کہ لفظ رُؤیا بحالت بیداری کے دیکھنے کے مستعمل ہے۔اور خواب اور نیند کا واقعہ نہیں۔

یہ لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثم استیقظت وانا فی المسجد الحرام .

''پھر میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔''

اس روایت کے متعلق فن حدیث کے ماہرین کی تصریح ملاحظہ فرمایئے خودبخود شبہ دور ہو جائے گا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک نے نقل کئے ہیں اور ''**شریک لیس بالحافظ عند اهل الحدیث** یعنی کہ اہل حدیث کے نزدیک،شریک حافظ حدیث نہیں ہے۔(روح المعانی جلد 15)

دوسری روایت سنئے۔

ان هذا اللفظ رواه شریك عن انس و كان قد تغیر باخره فیعول علیٰ روایات الجمیع .

''کہ یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صرف شریک نے روایت کئے ہیں ان کا حافظہ آخر میں کمزور ہوگیا تھا اس لیے ان کی روایت کی بجائے ان روایات پر بھروسا کیا جائے جو باقی تمام راویوں نے بیان کی ہیں۔'' (احکام القرآن،ابن العربی صفحہ 1195)

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث شریک کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث ابن شہاب،ثابت البنانی اور قتادہ نے بھی روایت کی ہے لیکن ان کی روایات میں یہ الفاظ نہیں۔

قد روی حدیث الاسراء من انس جماعة من الحفاظ المتقنین والائمة المشهورین

Marfat.com

کابن شهاب وثابت البنانی وقتادة ولم يات احد منهم بما اتٰی به شریك ۔

(روح المعانی جلد 15)

اس سے متعلق امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فاستیقظ وهو باالمسجد الحرام کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔ واقله قوله فاستيقظ وهو عند المسجد الحرام فان حمل علٰی ظاهره جاز ان یکون نام بعد ان هبط من السمآء فاستیقظ وهو عند المسجد الحرام وجاز ان يؤول قوله استيقظ ای افاق مما كان فيه فانه كان اذا اوحی اليه يستغرق فيه فاذا انتهٰی رجع الٰی حالته الاولٰی فكفٰی عنه بالا استيقاظ ۔

کم از کم روایت کرنے والے کا یہ قول ہے کہ پھر حضور پُر نور ﷺ بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے اس قول کو ظاہر پر بھی حمل کرنا جائز ہے اور اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر پر حمل کریں تو یہ کہیں گے کہ حضورِ انور ﷺ آسمان سے واپس تشریف لا کر مسجد حرام میں سو گئے۔ پھر جب بیدار ہوئے تو مسجد حرام ہی میں تھے اور اگر تاویل کریں تو یہ معنی ہوں گے کہ حضور پُر نور ﷺ کو جب معراج کے حال سے افاقہ ہوا تو آپ مسجد حرام میں تھے۔ کیونکہ جب حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو وحی ہوتی تھی تو آپ اس میں مستغرق ہو جاتے جب وحی ختم ہوتی تو حضور پُر نور ﷺ کو حالت استغراق سے افاقہ ہو جاتا تھا۔ یہی کیفیت معراج کے لیے ہوئی حتیٰ کہ جب تک حضورِ انور حضور پُر نور ﷺ معراج میں رہے آپ پر استغراق طاری رہا جب حضورِ انور ﷺ مسجد حرام میں واپس آئے آپ سے وہ استغراق زائل ہوا۔ جس کو راوی بیداری ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔

(فتح الباری جلد 13 صفحہ 410)

کچھ معترفین نے، جسمانی معراج کے منکرین نے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے، اپنے کج خیالات و انداز فکر کی حمایت میں تضاد سے پر باتیں کی ہیں اور غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ ایک سادہ سی بات کو بھی متنازع بنا کر پیش کرتے ہیں۔

تناقض وتضاد کے جو نمونے انہوں نے ذکر کیے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ وہ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ اس وقت حطیم میں تھے۔ دوسری میں ہے حجر میں تھے تیسری میں ہے مسجد حرام میں تھے۔"

marfat.com
Marfat.com

آپ ذرا غور فرمایئے کیا ان روایات میں تضاد نام کی کوئی چیز ہے حطیم اور حجر تو ایک جگہ کے دو نام ہیں یعنی وہ جگہ جو اصل میں کعبہ شریف کا حصہ تھی لیکن جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ گر گیا تو قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی قلت کی وجہ سے اسے باہر چھوڑ دیا ہے یہ حصہ حطیم یا حجر، مسجد حرام میں ہے۔ تو ان روایات میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔

آپ خود فرمایئے کہ احادیث کے ان کلمات میں کوئی تضاد ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ بعض روایات ایسی ہیں جن میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس اختلاف کے بارے میں خود علماء نے تصریح کی اور جو حدیث زیادہ صحیح اور قوی تھی اس کو ترجیح دے کر نسبتاً ضعیف روایات کو ساقط الاعتبار قرار دے دیا ہے۔ جو تضاد قابل فکر ہے وہ تو یہ ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی پایہ کی ہوں۔ کسی کو کسی پر ترجیح بھی نہ دی جاسکتی ہو اور ان کو یکجا جمع بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔

بہر حال یہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات کا مجمل تذکرہ ہے جو کسی نہ کسی طرح دلائل نقلیہ کا سہارا لے کر جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔ (ضیاء القرآن جلد 2 صفحہ 425)

اس حدیث کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی اخذ کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے۔ لیکن محدثین پہلے تو اس قول کی نسبت ان حضرات کی طرف کرنے کو ہی مشکوک سمجھتے ہیں اور اگر روایت ثابت ہو بھی جائے تو ان کے قول پر جمہور صحابہ کے ارشادات کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا تو بالکل کمسن بچی تھیں اور امیر معاویہ ابھی تک مشرف باسلام ہی نہ ہوئے تھے۔ نیز یہ ان صاحبان کی اپنی ذاتی رائے ہے حضور کا ارشاد نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مافقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج	معراج کی رات میں نے رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں پایا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو معراج سن 12 نبوی میں ہوئی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور پُر نور ﷺ کے پاس پایا جانا مشکل ہے۔ پھر ان کا فرمانا کہ میں نے جسم مبارک کو معراج کی رات گم نہ پایا۔ کیونکر تصور میں آسکتا ہے؟ سوا اس کے اور کوئی صورت نہیں بن سکتی کہ آپ' حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے متعدد روحانی معراجوں میں سے کسی روحانی معراج کا ذکر فرما رہی ہیں۔ اس حدیث میں معراج متعارف (مذکورہ) کے جسمانی ہونے کا انکار ثابت نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

رفتار، زمان اور مکان

کائنات کی وسعت، زمان و مکان کا تغیر و تبدل، روشنی کی رفتار (تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ) اللہ تبارک تعالیٰ کے انوار، ان کی اقسام، ان کی صفات و رفتار وغیرہ کے بارے میں سمجھنا تو در کنار ہم تو ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔
اللہ تبارک تعالیٰ کی کائنات کی 99 فی صد حقیقتیں تو ابھی تک حضرت انسان اشرف المخلوقات سے چھپی ہوئی ہیں اور جو ظاہر ہیں ان کے بارے میں بھی ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان معاملات کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے اور یہ اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کے دل سے ماننے والوں کو تو نصیب ہے لیکن پھر بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی عقل سے انبیاء کرام کے معجزات کو سمجھنا چاہتے ہیں اور پھر طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں، خود بھی بھٹک جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہیں۔
قارئین کرام کو بیان معراج شریف پڑھتے وقت جن شکوک و شبہات، کم عقلی، اور بدظنی کا سامنا ہو یا جو کم عقلی، بدظنی شکوک و شبہات سر اٹھائیں، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان پیچیدہ مسئلوں کو آسان اور زود فہم زبان میں پہلے ہی بیان کر دیا جائے تا کہ وہ معراج النبی سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔
میں زمان و مکان اور رفتار کو قرآن حکیم کی آیات مبارک اور سائنسی علوم کے ذریعے سمجھاؤں گا اور ان سب کا لب لباب وہی ہے کہ
اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق ہے، خالق و مالک کائنات ہے، وہ کلمہ کن کا مالک ہے اور ساری صداقتیں حکمتیں اور عظمتیں اسی کی ہیں۔ وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہمہ وقت ہر کچھ کرنے پر قادر ہے اور اس کی کرنی کو، اس کی حکمتوں کو سمجھ جانا حضرت انسان کے بس کی بات نہیں۔
اور یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بعد ہر صفت میں، ہر علم میں، ہر جہت میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک ترین ہیں اور آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کو تمام کائناتوں میں سب کچھ سے زیادہ محبوب، عزت و اکرام والے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب رسول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کی خوشی و رضا چاہتا ہے اور معراج النبی بھی اسی خوشی و رضا کی چاہت کا انعام ہے۔
اس واقعہ پر علوم طبیعیات کی رو سے دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ پہلا اعتراض رفتار کی سرعت کے متعلق ہے دوسرا یہ کہ کیا جسم خاکی کے لیے ممکن ہے کہ فضا میں روشنی کی رفتار سے بھی تیز تر پرواز کر سکے۔ معراج کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کائنات کے افق اعلیٰ تک تشریف لے گئے پھر واپس بھی تشریف لے آئے حالانکہ آئن شائن مشہور عالم سائنس دان اور ریاضی دان کے نزدیک کائنات کے دائرہ کے قطر کے ایک کونے سے دوسرے کونہ تک اگر روشنی سفر کرے یا روشنی کی رفتار سے کوئی سفر کرے تو اس کو یہ مسافت طے کرنے کے لیے تین ہزار ملین نوری سالوں کا عرصہ درکار ہے۔ (جب کہ روشنی کی اپنی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ

marfat.com
Marfat.com

ہے) جسے ہندسوں میں یوں لکھا جاسکتا ہے۔ 3000000000=3000x1000000 یعنی تین ارب نوری سال۔

دائرہ کائنات کے قطر کے دو کناروں میں دوری کا جو اندازہ آئن سٹائن نے لگایا ہے یا روشنی کی سرعت رفتار کا جو تخمینہ اس نے بیان کیا ہے ہمیں اس کی تردید کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہم آئن سٹائن سے یہ پوچھنے کا حق تو رکھتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی علمی دلیل ہے جس پر اعتماد کر کے وہ یقین سے یہ کہ سکتا ہے کہ روشنی سے زیادہ تیز رفتار اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی اور چیز ہو جو روشنی سے بھی کئی گنا زیادہ تیز رفتار ہو۔ یا روشنی کی طبعی رفتار تو تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہو لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی اور قوت سے اس کی تیز رفتاری میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہو۔ جب یہ سب امکانات موجود ہیں تو ہمیں اپنی سوچ وخیالات وتصورات پر جمود طاری نہیں ہونے دینا چاہئے۔

اور اللہ تبارک تعالیٰ تو قادر مطلق ہے یعنی کہ ہر کچھ کر دینے پر ہر وقت قادر ہے۔ اپنے فرشتوں کی زمین پر آمدورفت کے لیے اس نے انہیں اپنے کسی ایسے نور کا ہالہ، ہوائی جہاز، یا آمدورفت کے لیے براق یا رف رف قسم کی کوئی چیز دے رکھی ہو جو چشم زدن میں عرش سے فرش اور فرش سے عرش پر پہنچ جاتی ہو۔ اور بالآخر ہم اہل ایمان تو گھوم گھام کر اسی مضبوط ویقینی نکتہ پر آجاتے ہیں کہ جس نے یہ خلا کی وسعت، یہ کائناتوں کی وسعت، یہ کائناتیں اور فاصلے بنائے ہیں اس کے لیے تو یہ فاصلے یہ وسعت کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ تو ان کائناتوں میں، خلاء میں، وسعتوں میں ہر جگہ خود موجود ہے اس لیے وہ کسی کو بھی ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں کہیں سے کہیں پہنچا دے۔

بہرحال معجزہ تو کہتے ہی اسے ہیں جو عقل کو عاجز کردے۔ ہاں جو بھی خوش نصیب اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور یہ مانتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ بے بس تماشائی کی طرح اس ہنگامہ خیر وشر کو دور سے بیٹھا ہوا دیکھ نہیں رہا بلکہ اس کے حکم اس کی حکیمانہ تدبیر اور اس کے اذن سے نبض ہستی محو خرام ہے، اسے قطعاً ایسے معجزات کے بارے میں شک نہیں ہونا چاہئے جو صحیح اور قابل وثوق ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہوں۔

قرآن کریم میں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم، سرورِ کائنات ﷺ کے اس عظیم ترین معجزہ معراج کو جس مخصوص اسلوب سے بیان کیا گیا ہے اس میں غور کرنے کے بعد عقل سلیم کو بلاچون وچرا ماننا پڑتا ہے کہ یہ واقعہ جس طرح آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہے، وہ سچ ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب وغریب ہے۔ اس لیے وہ دل جو نور ایمان سے خالی تھے انہوں نے اسے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف سب سے بڑا اعتراض قرار دیا کئی ضعیف الایمان لوگوں کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن کے دل میں یقین کا چراغ ضوفشاں تھا انہیں قطعاً کوئی پریشانی اور تذبذب نہیں

Marfat.com

ہوا اور نہ دشمنانِ اسلام کی ہرزہ سرائی اور غوغہ آرائی سے وہ متاثر ہوئے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے بلا جھجک جواب دیا کہ اگر میرے آقا و مولیٰ حضور پُرنور، صادق و امین، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔

اہلِ ایمان کے نزدیک کسی واقعہ کی صحت اور عدمِ صحت کا انحصار اس پر نہیں تھا کہ ان کی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے۔ بلکہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے ان کا یہ یقین تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ جو چاہے، جس طرح چاہے کرسکتا ہے۔ ہمارے وضع کئے ہوئے قواعد و ضوابط اس کی قدرت کی بیکرانیوں کو محیط نہیں کرسکتے۔

اور جو اس واقعہ کی خبر دینے والا ہے وہ اتنا سچا ہے کہ اس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ جب اس نے بتادیا جس کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس قادرِ مطلق والے نے ایسا کیا ہے جو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے تو پھر وہ امکان و عدمِ امکان کے چکر میں کیوں پڑیں۔ اس لیے جب شبِ اسریٰ کی صبح کو حرم کعبہ میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور عالم خفا و غیوب مخبر صادق نبی برحق ﷺ نے کفار کے بھرے مجمع میں اس عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ دو حصوں میں بٹ گئے۔ بعض نے انکار کردیا اور بعض نے بلاچوں و چرا تسلیم کرلیا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب یہ واقعہ پیش آیا۔

لیکن آج صورتِ حال قدرے مختلف ہے، ایک گروہ تو وہی منکرین کا ہے۔ دوسرا گروہ وہی ماننے والوں کا ہے لیکن اب ایک تیسرا گروہ بھی نمودار ہوگیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اذہان اس منکر گروہ کی علمی اور مادی برتری کے زیرِ اثر ہیں اور ادھر اسلام سے بھی ان کا رشتہ ہے۔ نہ وہ اسلام سے رشتہ توڑنے پر رضامند ہیں اور نہ اپنے ذہنی مربیوں کے نظریات رد کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

ناچار وہ اس واقعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ واقعہ کا نام تو رہ جاتا ہے لیکن اس کے سارے حسن و جمال پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی معنویت کالعدم ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس طریقہ کار پر بڑے مطمئن نظر آتے ہیں وہ شاید دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام پر وارد ہونے والا ایک بہت بڑا اعتراض دور کردیا۔ حالانکہ یہ ان کی خوش فہمی ہی ہوتی اور معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ ایسے نازک معاملات کو اور الجھا دیتے ہیں۔

وقت اور فاصلوں کا سمٹ جانا، پھیل جانا

اللہ تبارک تعالیٰ، قادرِ مطلق کے حکم و اذن سے وقت اور فاصلوں کے سمٹ جانے اور پھیل جانے کے اس عمل کو ہی طی زمان، نشرِ زمان اور طی مکان اور نشرِ مکان کہا جاتا ہے۔

لاکھوں، کروڑوں، اربوں کلومیٹرز کے فاصلوں، وسعتوں میں بکھری ہوئی مسافتوں کے ایک جنبش قدم میں سمٹ آنے کو اصطلاحاً "طی مکانی" کہتے ہیں اور اسی طرح ایک قدم کے فاصلے کو کروڑوں کلومیٹرز میں پھیل جانے کو

marfat.com
Marfat.com

اصطلاحاً ''نشر مکانی'' کہتے ہیں۔

اور اسی طرح صدیوں پر محیط وقت کا چند لمحوں میں سمٹ آنے کو اصطلاحاً ''طی زمانی'' کہتے ہیں اور اسی طرح چند لمحوں کے دورانیہ کو، وقت کو، صدیوں کے وقت، دورانیہ میں پھیل جانے کو اصطلاحاً ''نشر زمانی'' کہتے ہیں۔

کیونکہ طی زمان اور طی مکان کی اصطلاحیں عوام الناس کے لیے زود فہم (آسانی سے سمجھ آ جانے والی) نہیں ہیں اس لیے میں ان کی جگہ اپنے بیان میں وقت اور فاصلوں کا سمٹ جانا، پھیل جانا کے الفاظ استعمال کروں گا۔

اور عموماً یہ وقت اور فاصلوں کا سمٹ جانا، پھیل جانا یا ان کے ساتھ ساتھ وقت اور فاصلوں کا زمینی وقت اور فاصلوں کے مطابق رہنا یہ تینوں مختلف عمل یہ یک وقت یا بہ یک جا بھی ہوتے ہیں، ہو سکتے ہیں۔

یعنی کہ کسی ایک واقعہ میں، اسی خدائی عمل میں یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کے لیے وقت و فاصلے (زمان و مکان) سمٹ رہے ہوتے ہیں اور کسی کے لیے پھیل رہے ہوتے ہیں اور کسی کے لیے وہ زمینی وقت و فاصلے کے مطابق قائم رہتے ہیں۔

اس کی بہت ہی واضح مثال قرآن حکیم، سورۃ بقرہ کی آیت مبارک 259 ہے جس میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس کا تفصیل سے ذکر تو چند صفحات بعد ہوگا لیکن یہاں میں مختصراً یہ بتاتا چلوں کہ اس آیت مبارک کے مطابق حضرت عزیر علیہ السلام کے لیے وہ سو سال دس بارہ گھنٹوں کے ہی رہے اور آپ کے طعام و مشروب کے لیے، اس سے بھی کم، شاید گھنٹہ آدھا گھنٹہ۔ جب کہ وہ سو سال آپ کے گدھے کے لئے بیس پچیس سال کے قریب رہے جب کہ زمینی وقت کے لحاظ سے جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو ایک سو سال گزر چکے تھے۔

بعض حضرات نے سیر معراج کی توجیہ سرعت سیر سے کی ہے یہاں تک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ وہ مسافت جس کو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے معراج کی رات طے فرمایا نہایت دراز تھی حتیٰ کہ حقائق الحقائق میں ہے کہ مکہ شریف سے مقام اوج تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی۔ اور بعض نے پچاس ہزار سال کی مسافت کا قول کیا ہے۔

اور بعض نے زمان اور مکان بحالہ (اسی حال پر) مان کر مسافت کی طی (سمٹ جانے کا) قول کیا ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے۔ ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہا نے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور یہ امر شرعاً ممکن ہے۔ فلاسفر اس کو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبداء اور منتہیٰ کے درمیان واقع ہے اس سے محاذات و اختلاف واقع نہ ہو۔ اور بعض حضرات نے مسافت برحال اور زمان کی نشر (پھیل جانے) کا قول کیا ہے۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پر یقین رکھنا چاہئے اور کیفیت کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے اس کو باری تعالیٰ جانتا ہے واللہ المؤفق للصواب اور طی مکان، نشر مکان کی طرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں۔ تمام تر واقعات کو صوفیائے کرام نے تسلیم کیا ہے جب کہ معراج کے واقعہ سے یہ تحقیق مناسب تھی۔ اس لیے ہم نے اس مقام پر مسائل بیان کردیئے ہیں۔ اور اللہ جل شانہ، ہی ہر کام کی حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں۔

قادر مطلق، خالق و مالک کائنات مالک الملک کے عرشی مہمان پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدار کائنات، اصل الموجودات، ہادیٔ انس و جاں، خاتم النبین، رحمت للعالمین، محبوب ربّ العالمین ﷺ جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی۔ حتیٰ کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔

اس بات کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ کہ فی الحقیقت آپ ﷺ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا۔ ہاں ایک مشہور قول ہے کہ اٹھارہ سال کے عرصہ تک نظام عالم میں سکون رہ گیا۔ ہر طرح سے جامد و ساکت رہا۔ گو کہ جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور نئی روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بعید از عقل کہہ دیں مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہو جائے اور عقل حیران رہ جائے۔ خاص کر معراج کے واقعات اوّل سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں۔ جو کہ اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو دکھائے۔

کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر نظام عالم کس طرح بدستور رہا۔ نہ پودے اپنی مقدار سے بڑھ گئے نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی رہرو مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی ہوئی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے، نہ ناخنوں اور بالوں میں تغیر امد تراخی و سکوت زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔

اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی گئی سال بند پڑی رہے تو اس کی سوئیاں اور پرزے برقرار رہتے ہیں۔ یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر کارخانہ بند کر دیتا ہے اور ملاقات کے بعد کارخانہ کو چالو کر دیتا ہے۔ اسی وقت سب پرزہ جات چلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

اور ریاض الازہار کے صفحہ 206 پر لکھا ہے کہ اس رات کو ربّ العٰلمین کا خطاب مستطاب ہوا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام تسبیح و تہلیل موقوف کر کے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے۔ اور میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھر دے۔ اور اسرافیل علیہ السلام صور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل علیہ السلام روحوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے۔ رضوان جنت کو چاہے کہ بہشت کو آراستہ و پیراستہ کرے۔ دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر دگردش سے باز رہ جائیں۔

حتیٰ کہ جب قرب تمام جناب خالق انام وحصول کلام و دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد پیغمبر اوّل

marfat.com

Marfat.com

وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی۔بستر بدستور گرم تھا۔

اس کو دوسرے زاویے سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اور بیان کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ہماری دنیا کے ماحول سے چند منٹوں کے لیے دور رہے یا اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق نے آپ ﷺ کو معراج کے لیے ہماری زمین و ماحول سے چند ساعت دور رکھا،مصروف مشاہدات آیات کبریٰ رکھا یا اسرا ٔاور معراج میں مصروف کار رکھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص ﷺ کی خاطر، اپنی آیات کبریٰ دکھانے کی خاطر ان زمینی چند ساعتوں کو اپنی قدرت کاملہ سے کئی سالوں پر محیط کر دیا، کئی سالوں میں پھیلا دیا۔ یہ وقت کا سمیٹ دینا یا اسے پھیلا دینا بھی تو اللہ تبارک تعالیٰ کی آیات کبریٰ، بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔اور پھر اسرا ٔاور معراج پوری پوری تفصیل کے ساتھ کرایا گیا۔دیدار محبوب اور محبوب کو دیدار کے لیے پورا پورا وقت دیا گیا۔

اور جب اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا ومنشاء کے مطابق آپ ﷺ کا معراج تمام لوازمات اور تزک واحتشام کے ساتھ مکمل ہو گیا تو قادر مطلق نے اپنے محبوب وحبیب خاص،مہمان خاص پیغمبر اوّل وآخر واعظم تاجدار کائنات، افضل الانبیاء،سرکارِ دو جہاں ﷺ کو تمام تر عظمتوں، رفعتوں،شانوں کے ساتھ زمین پر پہنچا دیا۔

اور اب تک یعنی کہ آپ ﷺ مکہ سے جانے اور آجانے کے درمیان تک جو زمین پر وقت گزرا وہ چند ساعت کا تھا کہ حجرہ مبارک کی زنجیر بھی ابھی ہل رہی تھی وضو کا پانی بھی رواں تھا اور آپ ﷺ کا بستر مبارک بھی ابھی تک گرم تھا یعنی کہ جسم مبارک کی چھوڑی ہوئی حرارت ابھی اس میں موجود تھی۔

اور اللہ تبارک تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔وہ تو ہر کچھ کر دینے پر ہمہ وقت قادر ہے۔وہ خالق و مالک کائنات ہے، یکتا ہے،کلمہ کن کا مالک ہے۔اس کے لیے نہ تو یہ مشکل ہے کہ اتنے عرصہ کے لیے جس میں اسرا ٔاور معراج مکمل طور پر احسن طریقوں اور رضا ومنشاء الٰہی کے ساتھ رضائے مصطفیٰ ﷺ کے مطابق بھی مکمل ہو،وہ ہمارے تمام زمینی،شمسی ومتعلقہ آفاقی نظاموں کو وہیں روک دے۔

اور نہ یہ مشکل ہے کہ زمینی،شمسی ومتعلقہ آفاقی نظام بدستور اسی طرح جاری رہیں اور وہ ان چند زمینی ساعتوں کو جو آپ ﷺ کو آسمانوں وعرش پر لے جانے اور وہاں سے واپس زمین پر مکہ میں لے آنے کے درمیان گزریں، جس کے دوران آپ ﷺ فضائے بسیط، آسمانوں اور عرش عظیم پر رہے، ان چند ساعتوں کو ہماری زمین سے دور اتنا پھیلا دے کہ وہ کئی سالوں پر محیط ہو جائیں۔

وھو علٰی کل شیٔ قدیر ۔ اللہ تبارک تعالیٰ تو ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قادر

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسول بحر وبر، سید المرسلین، رحمت للعالمین، خاتم النبیین،

Marfat.com

حبیب ربّ العالمین، حاصل کائنات، اصل الموجودات، انسان کامل، فخر اولاد آدم، شفیع المذنبین، شافع محشر، حضور پُرنور، حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے لیے یہ تمام کائنات بنائی، زمین کو ہر طرح کی زینت بخشی اور جنت کو سجایا گیا۔ آپ ﷺ ہی دراصل، اصل الموجودات ہیں یعنی کہ سب کچھ کی ابتداء آپ ﷺ کے نور سے ہے اور آپ ﷺ کے سبب ہی سارے نظام قائم ودائم ہیں۔

آپ ﷺ کے سبب ہی یہ ہماری دنیا کی رونقیں، مسرتیں، خوشیاں اور نور ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی یہ ساری رحمتیں، نوازشیں، کرم نوازیاں آپ ﷺ کے انتہائی معیاری طریقے سے کلمہ حق بلند کرنے، اللہ تبارک تعالیٰ کی انس و جاں کو احسن طریقے سے پہچان کرانے اور پرخلوص اختیاری کامل عبدیت وعبادت کے صلہ میں ہیں۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی ہر طرح سے زمین وآسمانوں میں تمام مخلوقات پر اور خاص طور پر تمام ذی شعور مخلوقات پر اپنے حبیب و محبوب پیغمبر اوّل وآخر واعظم ﷺ کی نرالی عظمتوں، رفعتوں اور سب سے اونچی شانوں کو آشکارا کرنا ہے اور معجزہ معراج بھی آپ ﷺ کی اونچی اور نرالی شان کا مظہر ہے۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار ان ہی حقیقتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزم توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
فیض ہستی کی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اب جدید سائنس بھی اپنی تحقیقات کو بنیاد بنا کر اس کائناتی سچائی تک رسائی حاصل کرچکی ہے کہ رفتار میں کمی و بیشی کے مطابق کسی جسم پر وقت کا پھیلنا اور سکڑ جانا اور جسم کے حجم اور فاصلوں کا سکڑنا اور پھیلنا قوانین فطرت اور منشائے خداوندی کے عین موافق ہے۔ ربّ کائنات نے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں طی زمانی اور طی مکانی (وقت اور فاصلوں کے سمٹ جانے پھیل جانے) کی بعض صورتوں کا ذکر فرما کر بنی نوع انسان پر یہ واضح کردیا ہے کہ انسان تو بیسویں صدی میں اپنی عقل کے بل بوتے پر وقت اور جگہ (Time & Space) کے اضافی (Relative) تصورات کو اپنے حیطہ ادراک میں لانے میں کامیاب ہوگا لیکن ہم ساتوں صدی عیسوی کے اوائل ہی میں اپنی وحی کے ذریعہ اپنے محبوب رسول ﷺ پر ان کائناتی سچائیوں کو منکشف فرما رہے ہیں۔

خدائے قدیر وخبیر خالق ومالک قادر مطلق اپنے برگزیدہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام میں سے کسی کو معجزہ اور کرامت کے طور پر طی زمانی اور کسی کو طی مکانی کے کمالات عطا کرتا ہے لیکن حضور پُرنور رحمت دوعالم ﷺ کا سفر معراج معجزات طی زمانی اور طی مکانی دونوں کی جامعیت کا مظہر ہے۔ سفر کا ایک رخ اگر طی زمانی کا آئینہ دار ہے تو اس کا دوسرا رخ طی مکانی پر محیط نظر آتا ہے۔ معراج النبی ﷺ کے دوران میں ان معجزات کا صدور نص قرآن و

marfat.com
Marfat.com

حدیث سے ثابت ہے، جن کی صحت میں کسی صاحب ایمان کے لیے انحراف کی گنجائش نہیں۔

آیئے اب ہم قرآن حکیم کی چند آیات مبارک کی روشنی میں وقت اور فاصلوں کا اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے سمٹ جانا اور پھیل جانے کے بارے میں پڑھتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ملکہ سبا ''بلقیس'' کے تخت کے بارے میں اپنے درباریوں سے سوال کرتے ہیں:

سورہ نحل آیت 38

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ط بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔''(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) فرمایا: اے دربار والو! تم میں سے کون اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے، قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جائیں۔''

(سورۃ نحل آیت 38)

ملکہ سبا بلقیس کا تخت دربار حضرت سلیمان علیہ السلام سے تقریباً 900 میل (1450 کلومیٹر) کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے کہ ملکہ سبا جو مطیع ہو کر ان کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے اپنے دارالخلافہ سے روانہ ہو چکی ہے، اس کا تخت اس کے آنے سے قبل ہی دربار میں پیش کر دیا جائے۔ قرآن مجید کہتا ہے: (سورہ نحل آیت 39)

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝

ترجمہ:۔''ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: ''میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں اور بے شک میں اس (کے لانے) پر طاقتور (اور) امانت دار ہوں۔''

(سورۃ نحل آیت 39)

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کے ایک جن کو قاعدہ طی مکانی کے تحت یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ دربار برخاست ہونے سے پہلے 900 میل کی مسافت سے تخت بلقیس لا کر حاضر کر دے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اتنی تاخیر بھی گوارا نہ ہوئی۔ اس موقع پر آپ کا ایک صحابی حضرت آصف بن برخیا، جس کے پاس کتاب اللہ کا علم تھا، خود کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس انداز کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ (سورہ نحل آیت 40)

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (سورۃ نحل آیت 40)

ترجمہ:۔''(پھر) ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے۔ پھر جب سلیمان

Marfat.com

(علیہ السلام) نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) کہا یہ میرے ربّ کا فضل ہے۔"

کائنات کی حقیقتوں کو جاننے کے لیے، ان سے مستفید ہونے کے لیے، ان سے سرور حاصل کرنے کے لیے، درج ذیل کو بار بار پڑھیں اس سے مزید کائنات کے کچھ راز آپ پر کھل جائیں گے۔ آپ کی مثبت سوچ میں وسعت آئے گی اور شان کبریائی کے سامنے آپ سربسجود ہو جائیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک برگزیدہ صحابی آنکھ جھپکنے سے پیشتر تخت بلقیس اپنے نبی کے قدموں میں حاضر کر دیتا ہے۔ یہ طی مکانی کی ایک ناقابل تردید قرآنی مثال ہے کہ فاصلے کس قدر سمٹ گئے۔

جسے قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی سے منسوب کیا ہے۔ اگر اس کرامت کا صدور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی سے ہو سکتا ہے تو اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی آخر الزمان ﷺ کی امت کے نفوس قدسیہ کے کمالات کی کیا حد ہو گی؟ مرد مومن کا اشارہ پاتے ہی ہزاروں میل کی مسافت اس کے ایک قدم میں سمٹ آتی ہے اور اس کے قدم اٹھانے سے پہلے شرق و غرب کے مقامات زیر پا آ جاتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

قرآن حکیم ہر علم، حکمت اور دانائی کا سرچشمہ ہے جو کائنات کے رازہائے سربستہ کو ذہن انسانی پر منکشف کرتا ہے اور اس میں شعور و آگہی کے ان گنت چراغ روشن کرتا ہے۔ طی زمانی کا ذکر بھی ربّ ارض و سماوات کی آخری الہامی کتاب میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعات طی زمانی کی خوبصورت مثالیں ہیں۔ ان دونوں واقعات میں خرق عادت اور محیر العقول میں قدر مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات اسی کرہ ارضی پر وقوع پذیر ہوئے اور طی زمانی کے حصول کے لیے سماوی کائنات (Outer Cosmos) میں روشنی کی رفتار سے سفر نہیں کیا گیا۔ مگر پھر بھی ظہور قدرت الٰہیہ کا نظارہ کیا عجب ہے کہ وقت تھم گیا اور مادی اجسام بھی محفوظ رہے اور صدیوں پر محیط عرصہ بھی بیت گیا۔

اور حضرت عزیر علیہ السلام والے واقعہ میں تو اللہ تبارک تعالیٰ نے وقت کے سمٹ جانے اور پھیل جانے (طی زمانی اور نشر زمانی) کا ایک بہت ہی نادر، اچھوتا اور عقل کو پرواز دینے والی نیرنگیاں دکھائی ہیں۔ جس کو سمجھانے کی خاطر میں قدرے تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔

قارئین کرام اب آپ درج ذیل کو اپنے تصور میں دیکھیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام سفر میں ہیں۔ جب آدمی سفر میں ہو اور وہ کہیں آرام کی خاطر رکے تو وہ یقینی طور پر کسی درخت کے سائے میں آرام کرے گا اور اپنی سواری نزدیک ہی کسی درخت کے ساتھ باندھ دے گا۔ اور اپنے

marfat.com
Marfat.com

سامان خورونوش کو کہیں مناسب جگہ پر اپنے قریب ہی رکھے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک دو میٹر دور رکھ دے گا یا اسی درخت جس کے سائے میں خود نے آرام کرنا ہے، اس کی کسی شاخ کے ساتھ اسے لٹکا دے گا۔

میرا یہ کچھ لکھ دینے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام، آپ کا سامان خورونوش اور سواری کا جانور گدھا، ان سب میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات قادر مطلق نے اسی جگہ پر، اسی فاصلے میں ان تینوں (حضرت عزیر علیہ السلام، آپ کا کھانے پینے کا سامان، اور سواری کا گدھا) کے لیے وقت کا سمٹ جانا، اور پھیل جانا بالکل مختلف کردیا۔

جو وقت زمین پر ایک سو سال بن کر گزرا، وہ حضرت عزیر علیہ السلام کے لیے صرف آٹھ دس گھنٹے بن کر گزرا۔ اور آپ کے کھانے پینے کے سامان کے لیے وہ ایک سو سال کا عرصہ صرف دو تین گھنٹوں میں گزر گیا کہ ان کی خوشبو مقدار اور تازگی میں ذرا جتنا فرق نہ آیا۔ اور آپ کے گدھے پر وہی سو سال کا عرصہ کوئی دس پندرہ سال بن کر گزر گیا۔

دس پندرہ سال اس لیے کہ کھلی فضا میں ہونے کے باوجود ابھی تک اس کی کچھ ہڈیاں مٹی کا ڈھیر نہیں بنی تھیں اور کھلی فضا میں ہڈیوں کا مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جانا بیس پچیس سال میں عین ممکن ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق نے ایک چھوٹے سے ایریا میں ہی' قریبی جگہوں پر وقت کا ہر ایک کے لیے مختلف انداز سے سمٹ جانا اور پھیل جانے کا، اپنی قدرت کا، اپنی کبریائی کا، اپنی خلاقی اور صناعی کا کیا شاندار مظاہرہ فرمایا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام والے واقعہ کا ذکر سورۃ بقرہ کی آیت 259 میں ہے۔

طی زمانی کی ایک اور مثال قرآن حکیم نے حضرت عزیر علیہ السلام کے قصے میں بیان کی ہے۔ انہوں نے حصول حق الیقین کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے طی زمانی کے بارے میں سوال کیا۔ ان کے سوال کے جواب میں اللہ تبارک تعالیٰ نے بطور مشاہدہ ان پر ایک سو سال کے لیے موت طاری کردی اور پھر بعد ازاں قدرت خداوندی ہی سے وہ زندہ ہوئے۔ قرآن کہتا ہے: (سورۃ بقرہ، آیت 259)

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا ۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ: ''سو (اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے) اسے سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اسے زندہ کیا۔

Marfat.com

(بعدازاں) پوچھا: ''تو یہاں (مرنے کے بعد) کتنی دیر ٹھہرا رہا (ہے)''؟ (سورۃ بقرہ، آیت 259)

ایک صدی تک موت کی آغوش میں سوتے رہنے کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ربّ العزت کی طرف سے نئی زندگی عطا ہوئی، تو ان سے یہ پوچھا گیا کہ کتنا عرصہ لیٹے رہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

(سورۃ بقرہ آیت 259)

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ:۔''میں ایک دن یا ایک دن کا (بھی) کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔'' فرمایا: ''(نہیں) بلکہ تو سو برس پڑا رہا (ہے)''۔ (سورۃ بقرہ آیت 259)

حضرت عزیر علیہ السلام کو اصل صورتحال سے آگاہ کیا گیا کہ انہیں تو لیٹے ہوئے 100 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان کے پاس کھانے کا جو سامان تھا وہ بھی جوں کا توں تروتازہ رہا اور اس میں کوئی بو یا کمی پیدا نہ ہوئی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی توجہ اس طرف دلانے کے لیے ارشاد ہوا: (سورۃ بقرہ آیت 259)

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ

ترجمہ:۔''پس اب تو اپنے کھانے اور پینے (کی چیزوں) کو دیکھ (وہ) متغیر (باسی) بھی نہیں ہوئیں۔''

(سورۃ بقرہ آیت 259)

قدرت خداوندی ہے کہ ایک طرف تو حضرت عزیر علیہ السلام کے طعام اور مشروب میں عفونت اور سرانڈ تک پیدا نہ ہوئی اور وہ جوں کے توں تروتازہ رہے جب کہ دوسری طرف اللہ کے پیغمبر کے گدھے کی ہڈیاں بھی گل سڑ کر پیوند خاک ہو گئیں۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے آپ کے سامنے اس گدھے کی ہڈیاں اکٹھی ہوئیں اور وہ زندہ سلامت کھڑا ہو گیا۔

جدید ترین سائنسی تحقیقات بھی طی زمانی کی تصدیق کر رہی ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ کسی لاعلاج مریض پر مصنوعی موت طاری کر کے اسے طویل مدت تک سرد خانے میں محفوظ رکھا جائے اور جب اس کے مرض کا علاج دریافت ہو جائے تو اس کے جسم میں دوبارہ سے زندگی کی لہر دوڑا کر اس مریض کا علاج کیا جائے اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد اسے ایک بار پھر روزمرہ کے معمولات کی ادائیگی کے قابل بنا دیا جائے۔ عین ممکن ہے کہ اس وقت تک اس کی اپنی اولاد میں سے کئی نسلیں موت سے ہمکنار ہو چکی ہوں۔ لگتا ہے کہ انسان کا یہ خواب اب خواب

marfat.com
Marfat.com

نہیں رہے گا۔

قرآن حکیم وقت کے سمٹ جانے کی (طی زمانی کی) مثال اصحاب کہف (غار والے حضرات) کے حوالے سے یوں بیان فرماتا ہے کہ تین سونو (309) سال تک وہ ایک غار میں لیٹے رہے اور جب سو کر اٹھے تو انہیں یوں لگا کہ گویا وہ محض ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے رہے ہیں۔ سورۃ کہف کی آیت 19 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ○

ترجمہ:- ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا، تم (یہاں) کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟

انہوں نے کہا، ہم (یہاں) ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔'' (سورۃ کہف آیت 19)

ان کی غار کے علاوہ، ان کے علاوہ زمین پر 309 سال گزر چکے تھے لیکن جب وہ نیند سے جاگے تو انہیں یوں محسوس ہوا کہ ابھی تک مکمل ایک دن بھی نہیں گزرا ہے۔ اس دوران ان کے جسم پہلے کی طرح بالکل توانا اور تروتازہ رہے۔

وقت کے سمٹ جانے (طی زمانی) کی یہ کتنی حیرت انگیز مثال ہے کہ تین سونو (309) سال اصحاب کہف اور ان کا کتا قطمیر غار میں سوتے رہے اور مرور ایام سے، اتنی طویل مدت کے گزر جانے سے انہیں کسی طرح کا کوئی گزند نہ پہنچا، یہ 309 سال کا طویل عرصہ ان کی صحت، تروتازگی اور عمر پر قطعاً اثر انداز نہ ہوا۔ اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق نے ان کے جسموں کو گردش لیل ونہار سے پیدا ہونے والے اثرات سے بالکل محفوظ رکھا۔

تین سونو (309) سال کا طویل عرصہ اصحاب کہف کے لیے ایک آدھ دن کا بن کر رہ گیا وہ بیدار ہونے پر صدیوں پر محیط اس مدت کو محض ایک آدھ دن خیال کرتے رہے۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق کی خاص نشانی (آیت) اور قدرت الٰہی کا خاص ظہور تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ سورۃ کہف کی آیت 17 میں مزید ان کے بارے میں یوں فرماتا ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○

ترجمہ:- ''اور آپ دیکھتے دیکھتے جب سورج طلوع ہوتا تو ان کے غار سے دائیں جانب ہٹ جاتا اور جب غروب ہونے لگتا تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا، اور وہ اس کشادہ میدان میں (لیٹے) ہیں۔''

(سورۃ کہف آیت 17)

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ کی وہ خاص نشانی جس کا ظہور اس نے اصحاب کہف کی کرامت کے طور پر کیا یہ ہے کہ اس نے اپنے مقربین کو ظالم بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا اور جب 309 سال بعد عسائیت میں حیات بعد الموت پر شک کیا جانے لگا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اصحاب کہف کے ذریعے حیال بعد الموت کا عملی نظارہ پیش کر دیا تا کہ لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت، حاکمیت اور قدرت پر ایمان لائیں اور آسمانی تعلیمات کے مطابق عبادت، اطاعت و اتباع کریں اور شرک و بت پرستی کا خاتمہ ہو۔

خدائے رحمٰن و رحیم نے اپنی خصوصی رحمت سے اصحاب کہف کو تھپکی دے کر پر کیف نیند سلا دیا اور ان پر عجیب سرشاری کی کیفیت طاری کر دی۔ پھر انہیں ایک ایسے مشاہدہ حق میں مگن کر دیا کہ صدیاں ساعتوں میں تبدیل ہوتی گئیں۔ یوم حشر' قیامت کا دن بھی طی زمانی ہی کی ایک صورت میں برپا ہوگا، جس میں پچاس ہزار سال کا دن اللہ کے نیک بندوں پر عصر کی چار رکعتوں کی ادائیگی جتنے وقت میں گزر جائے گا، جب کہ دیگر لوگوں پر وہ طویل دن نا قابل بیان کرب و اذیت کا حامل ہوگا اور سینکڑوں سالوں پر محیط ہوگا۔

بلکہ قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے ہی، اپنی اپنی قبروں سے اٹھتے وقت ہی وقت کے سمٹ جانے (طی زمانی) کا ہر کوئی اظہار کرے گا۔ اور ہر کوئی سے مراد ہے اولاد آدم میں سب سے پہلے مرنے والے شخص سے لے کر روز قیامت سے ایک دو دن پہلے مرنے والے تمام افراد، تمام انسان۔

اس سے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک سورۃ یٰسین کی آیات 51 اور 52 میں یوں ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝

ترجمہ:- "اور پھونکا جائے گا صور، جب ہی وہ قبروں سے اپنے ربّ کی طرف دوڑتے چلیں گے۔ کہیں گے، ہائے ہماری خرابی، کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔" (سورۃ یٰسین آیات 51،52)

اولاد آدم میں سب سے پہلے مرنے والا بھی یہی کہتا ہوا اپنی قبر سے اٹھے گا کہ اے ہے میں تو ابھی سویا تھا مجھے اتنا جلدی کس نے اٹھا دیا، کیوں اٹھا دیا۔ اور روز قیامت سے ایک دو دن پہلے مرنے والے بھی یہی کہتے ہوئے اٹھیں گے کہ ہم تو ابھی سوئے تھے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔

آیئے اب وقت اور فاصلوں کے سمٹ جانے، پھیل جانے کے حوالہ سے اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر کریں کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے اولیاء سے بھی یہ کرامات کرا دیتا ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہاء نے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

لیجئے وقت اور فاصلوں کے سمٹ جانے (طی زمانی وطی مکانی) کے متعلق اب ایک دو حکایت پیش خدمت ہیں

marfat.com
Marfat.com

اور اسی پر میں زیر بحث موضوع کو ختم کر دوں گا۔

حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے اس راز کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا طی زمانی بسط (نشر، پھیلا دینا) زمانی ایک مخصوص شان ہے۔ جو بعض اولیاء کرام پر ظاہر ہوتی ہے۔

پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس واقعہ کی تصدیق میں یہ قصہ سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن السکینہ کے ایک ڈھلیا مرید تھا۔ ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جمعہ کے دن مشائخ کرام کے لیے مصلے بچھاِ کریں اور بعد نماز جمعہ کے لپیٹ کر خانقاہ شریف میں واپس لائیں۔ ایک جمعہ کے موقعہ پر انہوں نے مصلے لپیٹے تا کہ جامع مسجد جائیں اور چاہا کہ اوّل دریا دجلہ پر غسل کرے۔

چنانچہ دریائے دجلہ کنارے پر پہنچ کر کپڑے اتارے۔ تہ بند باندھا دریا میں اتر کر غوطہ لگایا جب پانی سے باہر آیا دیکھا نہ وہ کنارہ ہے نہ وہ کپڑے ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کونسا شہر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ دریائے نیل ہے۔ اور اس کے قریب شہر مصر ہے۔

انہیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے باہر نکلے اور وہی تہہ بند باندھے ہوئے شہر میں چلے گئے وہاں ایک ڈھلئے کی دوکان ملی۔ اس پر کھڑے ہو گئے۔ دوکاندار نے فراست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انہیں عزت اور اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا۔

مختصر یہ کہ اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ سات سال تک یہاں رہا۔ تین بچے ہو گئے ایک روز دریائے دجلہ پر گئے اور غوطہ لگایا۔ جب پانی سے باہر ظاہر ہوئے تو اپنے کو اس جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ لگا چکے تھے اور دیکھا کہ کپڑے بھی اسی جگہ پڑے ہیں۔ جہاں اتارے تھے۔ آپ نے کپڑے پہنے اور خانقاہ شریف میں آئے تو مصلےٰ جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی ملے۔

بعض لوگ اسے کہنے لگے کہ آپ تو دجلہ سے بہت جلدی واپس لوٹ آئے۔ غرض کہ یہ مصلےٰ مسجد میں لے گئے۔ اور نماز جمعہ پڑھی پھر انہیں خانقاہ شریف میں لائے۔ جس کے بعد حیرت و استجاب میں جلدی جلدی گھر چلے گئے۔ وہاں بیوی نے کہا جن مہمانوں کی خاطر مچھلی تلنے کو کہہ گئے تھے میں نے مچھلی تل رکھی ہے۔ انہوں نے مہمانوں کو بلا کر کھانا کھلایا۔

پھر شیخ طریقت حضرت ابن السکینہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ تو شیخ طریقت نے فرمایا کہ تو مصر سے اپنی بیوی اور بچے لے آ۔ چنانچہ یہ وہاں گئے اور تینوں بچے اور بیوی کو لے آئے۔

جب ابن السکینہ نے دیکھا تو تصدیق فرمائی اور فرمایا:

ان اللہ یبسط زمانا لمن یشآء من عبادہ مع قصرہ لقوم اخرین۔

Marfat.com

ترجمہ:-''بے شک اللہ تبارک تعالیٰ جب چاہتا ہے بعض بندوں کے لیے بسط (نشر، پھیلا دینا) زمان فرما دیتا ہے اور بعض کے لیے زمان مقصور (سمٹا) رہتا ہے۔'' (شرح قصیدہ بردہ شریف)

ایک دن ایک شخص ابوالمعانی نام کے حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، کی مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ چنانچہ اثنائے مجلس میں اسے ایک بڑا تقاضا پیش آیا۔ اور اسے باہر جانے' بلکہ کثرت انبوہ خلقت کے باعث ہلنے جلنے کی طاقت نہ رہی۔ مجبور ہو کر استغاثہ (مدد کے لیے، معاملہ کے حل کے لیے) کے طور پر حضرت غوث پاک کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت پاک منبر کے ایک پایہ سے اترے اور پہلے پایہ پر ایک سر مانند ان کے سر مبارک کے ظاہر ہوا جب حضرت صاحب دوسرے پایہ پر اترے۔ وہ نیچے کا سر مبارک بمع ہر دو کندھوں کے ظاہر ہوا۔ اس طرح حضرت صاحب جب اترتے وہ صورت زیادہ ہوتی جاتی۔ یعنی کہ ان کی جگہ لیتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ صورت بعینہٖ مثل صورت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بن گئی اور وعظ کہنا شروع کیا۔ آواز مثل آواز غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تھی۔ اور کلام اس کی مثل کلام غوث پاک کے تھا اور اس کو اس شخص کے سوایا جس کو اللہ جل شانہ نے چاہا کسی شخص نے نہ دیکھا۔

پھر غوث الاعظم اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین مبارک یا رومال مبارک سے اس شخص کو چھپا لیا۔ اس عمل کے ساتھ ہی فوراً اس شخص نے اپنے آپ کو ایک کشادہ جنگل میں پایا۔ وہاں ایک ندی بہہ رہی تھی۔ اور ندی کے کنارہ پر درخت تھے۔ ایک درخت پر چابیوں کا گچھا لٹکا دیا اس کے بعد وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور دونوں طرف سلام پھیرا کہ ناگاہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنا رومال اٹھایا تو اس نے اپنے کو مجلس وعظ میں پایا اور اپنے اندام کو وضو کے پانی سے تر پایا اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر پر وعظ میں مشغول تھے کہ گویا آپ نیچے اترے ہی نہیں۔

وہ شخص خاموش رہ گیا اور کسی کو نہ بتایا۔ چابیوں کا گچھا تلاش کیا جیب میں نہ پایا۔ بڑی مدت کے بعد عجم جانے کا قصد کیا۔ بغداد سے سفر کرتے ہوئے چودہ دن ہو چکے تو ان کا ایک جنگل میں گزر ہوا۔ وہاں ندی کے کنارہ وضو کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو اُس جنگل کا نقشہ اس جنگل کی طرح نظر آیا جہاں سالوں پہلے آیا تھا۔ اور ایسا لگا کہ ندی بھی وہی اور جگہ بھی وہی ہے جہاں وضو کیا تھا۔ کچھ تھوڑی دور ندی کے کنارہ پر چلا تو اس کو وہ جگہ نظر آئی جہاں وضو کیا تھا۔ اتنے میں اس درخت کو دیکھا جس پر چابیوں کا گچھا لٹکایا تھا۔ چابیوں کا گچھا اسی طرح لٹکا ہوا تھا۔

جب بغداد واپس آیا۔ اور حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کے سامنے تذکرہ کیا تو آپ نے بہت آہستہ اس کے کان میں ارشاد فرمایا ''ابوالمعانی! جب تک ہم زندہ ہیں اس راز کو ظاہر نہ کرنا اور کسی کو نہ بتانا۔''

(نفحات الانس صفحہ 465)

marfat.com
Marfat.com

اگر ہم یہ سمجھ جائیں

اگر ہم یہ سمجھ جائیں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اصل الموجودات ہیں تو معراج کو اوّل تا آخر سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا اور اسے آپ جتنا زیادہ سمجھ جائیں گے اسی قدر آپ اس سے مستفید بھی ہوں گے۔

اللہ کی اصل اور جڑ کا تصور بھی شرک ہے۔ چونکہ اللہ کی اصل کا ہونا تو ممکن نہیں اس لیے اصل و جڑ مخلوقات ہی کی ہو سکتی ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر تمام مخلوقات میں سب سے افضل و برتر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ گویا اللہ کے سوا اس کائنات رنگ و بو کی ہر چیز کی اصل یا جڑ آقائے دو جہاں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ہیں۔ قسم ہے اے محبوب! تیری کہ میرے سوا اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے یا بعد میں ہوگا، محبوب! تو ان سب کی اصل ہے۔ یہ سب کچھ تیرے سبب ہی تو ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اصل کے مقابلے میں ہر شے فرع (اصل کی شاخ، ٹہنی، ڈالی) ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے فرمایا: قسم ہے محبوب تیری کہ تو اصل ہے، اس کائنات رنگ و بو کا مرکز و منبع ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل فقط محبوب ربّ کریم ہیں اور باقی ساری کائنات آپ کی فرع ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی کسی فرع کو انسانی شکل عطا کر دی، کسی کو جنات کا روپ دے دیا، کسی کو ملائکہ بنا دیا، کسی کو شجر و حجر کا درجہ دے دیا، کسی کو شمس و قمر بنا دیا، کسی کو آسمان اور کسی کو زمین کا وجود بخش دیا اور حضور پُرنور ﷺ کی کسی فرع کو تحت الثریٰ و کسی کو عرش معلیٰ بنا دیا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اس کائنات رنگ و بو کا مرکزی نقطہ ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے وجود کائنات کا مبداء ہیں۔ تاجدار کائنات ﷺ ذات بابرکات لَوْلَاكَ لَمَا کے مصداق تمام کائنات کی اصل ہیں، اسی لیے آقائے کائنات حضور پُرنور ﷺ کو روح کائنات بھی کہتے ہیں۔ آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ گویا آپ ﷺ کے کرم کا سائبان کائنات کی ہر شے پر محیط ہے۔ یہ چشمہ فیض ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ کائنات ارض و سماوات میں موجود ہر شے اپنے وجود کے لیے حضورِ انور ﷺ کے قدموں کے دھوون کی محتاج ہے، تاجدار کائنات سلطان بحر و بر سرکارِ دو عالم ﷺ کے نقش کف پا کے تصدق کی مرہون منت ہے، اس لیے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خلقت تو اس وقت ہو چکی تھی، جب عالم رنگ و بو ابھی تخلیق نہیں کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ ہی کے قدموں کے صدقے اس عالم ہست و بود کو خلعت وجود سے نوازا گیا۔

تاجدار کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ نوری، ومن نوری خلق کل شئ۔

ترجمہ:۔ ”سب سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، پھر میرے نور سے ہر چیز کو

Marfat.com

بنایا۔''

مذکورہ حدیث مقدسہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور پُر نور رحمت دو عالم ﷺ فرمارہے ہیں کہ میری ذات براہ راست اللہ ربّ العزت کے نور سے اکتساب فیض کر رہی ہے جب کہ یہ ساری کائنات، اس کائنات کا ذرہ ذرہ، یہ تمام اجرام فلکی، چرند پرند، ملائکہ، انسان و جنات، شجر و حجر، شمس و قمر، غرض کائنات کی ہر شے میرے نور سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آقائے دو جہاں حضور پُر نور ﷺ سے دریافت فرمایا:

یا رسول اللّٰہ! بابی انت و امی، اخبرنی عن اوّل شیٔ خلقہ اللّٰہ تعالٰی قبل الاشیاء، قال: ''یا جابر ان اللّٰہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ، فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شآء اللّٰہ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح و لا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سمآء ولا ارض ولا شمس و الاقمر ولا جن ولا انس، فلما اراد اللّٰہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء، فخلق من الجزء الاول القلم و من الثانی اللوح ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ، فخلق من الاول حملۃ العرش و من الثانی الکرسی والثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع الاربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السمٰوٰت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار......

ترجمہ:-''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے بتائیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا: ''اے جابر! بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت تھی نہ دوزخ، فرشتے تھے نہ آسمان، نہ زمین تھی، سورج تھا نہ چاند، جن تھے نہ انسان۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش اور چوتھے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصہ سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت و دوزخ......''

(زرقانی علی المواہب جلد 1 صفحہ 46...... المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 9......السیرۃ الحلبیہ جلد 1 صفحہ 50)

کثیر ائمہ کرام......جن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں شامل ہیں...... نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اسی بنا پر سرکارِ دو عالم ﷺ کو مبداء کائنات کہا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

آپ ہی وجہ تکوین عالم ہیں۔ کائنات کا سارا حسن، حسن محمدی ﷺ ہی کی ایک جھلک ہے۔ پھولوں میں خوشبو انہی کے نقش قدم کا فیضان ہے، ستاروں میں روشنی انہی کے وجود مسعود کا پرتو ہے۔ اگر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو سورج کو خلعت نور عطا ہی نہ ہوتی بلکہ سرے سے اس کا وجود ہی نہ ہوتا۔

ھویٰ کا لفظ النجم کے ساتھ مذکور ہو تو چونکہ ھویٰ میں ظہور کا معنی پایا جاتا ہے اس لیے آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا:

''اے محبوب! قسم ہے تیری کہ تو اصل کائنات ہے اور قسم ہے تیری کہ تیرا نور مخفی تھا، جب میں نے چاہا تو منصۂ شہود پر ظاہر ہوگیا۔'' (روح المعانی، 45:14)

اگر غور کیا جائے اور منشائے ایزدی کو حیطہ شعور میں لایا جائے تو انکشاف ہوگا کہ رب کائنات تخلیق محمدی کی قسم کھا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر پروردِگار عالم صبح ولادت باسعادت کی قسم کھا رہا ہے۔ یہ کائنات رنگ و بو اس نے اپنے محبوب ﷺ کے تذکرہ جلیلہ کی خاطر ہی تو سجائی ہے کہ جس میں ہر لحہ اس کے محبوب ﷺ کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے۔ تمام الہامی صحیفے صبح میلاد کے طلوع کی بشارت سے سرفراز نظر آتے ہیں۔

معجزہ لازمہ نبوت

معجزات کے ظہور سے انبیاء کی حاکیت و تصرفات کو اجاگر کرنا اور شکوک و شبہات کی گرد میں اٹے ہوئے اذہان کو نور ایمان سے منور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ معجزات اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کا پرتو ہوتے ہیں۔ ہدایت آسمانی کی روشنی میں اللہ اپنے بندوں کو صراط مستقیم دکھاتا ہے اور ہر حوالے سے اپنے بندوں کی دلجوئی و دستگیری اور رہنمائی فرماتا ہے۔ اگرچہ نبی کو ہدایت آسمانی کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے محیر العقول واقعات کی حاجت نہیں ہوتی تاہم اہل ایمان کے ایمان کی پختگی کے لیے نبی اور رسول کے ہاتھ پر معجزات کا صدور ہوتا ہے۔

معجزات کے صدور سے انبیاء کی تصدیق کے ساتھ ساتھ انسانی اذہان میں اس عقیدے کو پختہ کرنا ہوتا ہے کہ اس کائنات رنگ و بو کا خالق ہر چیز پر قادر ہے اور چونکہ معجزات عطائے ربانی ہوتے ہیں اس لیے ان کا انکار خدائے دو جہاں کی قدرت کاملہ کا انکار ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ باری تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے جتنے بھی انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہیں اپنے دعویٰ نبوت کی صداقت و حقانیت کے لیے ظاہری و باطنی معجزات سے بھی نوازا۔ ظاہری معجزات وہ ہیں جو خرق عادت کی صورت میں گاہے گاہے رونما ہوتے ہیں جب کہ باطنی معجزات وہ ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے نبی کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف جلیلہ کے ساتھ ارشادات جمیلہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔

نبی کا کردار اور اس کی شخصیت ہی معجزاتی جمال کا مظہر ہوتی ہے۔ قرآن حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ کی

Marfat.com

سیرت و کردار کو تمام انسانیت کے لیے بالعموم اور اہل ایمان کے لیے بالخصوص اسوۂ حسنہ سے تعبیر کرتا ہے اور رہتی دنیا تک اس مینارۂ نور سے اکتساب شعور کی تلقین کرتا ہے۔ سورہ احزاب آیت 21 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (سورۃ احزاب آیت 21)

ترجمہ:۔ ''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔''

کردار کی روشنی کے ساتھ تمام انبیاء کو ظاہری معجزات کی خلعت فاخرہ سے بھی نوازا گیا اور معجزہ لازمہ نبوت قرار پایا۔ قرآنی حوالوں سے چند ایک جلیل القدر انبیاء و رسل کے معجزات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

حضرت نوح علیہ السلام

سورہ ھود آیت 37

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے (کوئی) بات نہ کرنا وہ ضرور غرق کیے جائیں گے۔ (سورۃ ھود آیت 37)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

سورہ بقرہ آیت 260

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ ''ارشاد فرمایا سو تم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو، پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' (سورۃ بقرہ آیت 260)

حضرت یوسف علیہ السلام

سورہ یوسف آیت 96

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا، اس نے وہ قمیض یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال

marfat.com

Marfat.com

دی تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' (سورۃ یوسف آیت 96)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

سورہ اعراف آیات 107`108

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝

ترجمہ:-''پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا (نیچے) ڈال دیا تو اسی وقت صریحاً اژدھا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ (گریبان میں ڈال کر) نکالا تو وہ (بھی) اسی وقت دیکھنے والوں کے لیے (چمکدار) سفید ہو گیا۔'' (سورۃ اعراف آیات 107،108)

حضرت ھود علیہ السلام

سورہ حاقہ آیات 6`7

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝

ترجمہ:-''اور رہی (قوم) عاد تو وہ ایک نہایت تند و تیز (اور) سخت ہوا سے تباہ کر دیئے گئے۔ جس کو اللہ نے سات رات اور آٹھ دن تک متواتر مسلط رکھا پھر (اے مخاطب! اگر) تو ان لوگوں کو اس (آندھی) میں دیکھتا تو ان کو ایسا گرا ہوا پاتا جیسے کھجور کے (بے حس و حرکت) کھوکھلے تنے (پڑے ہوتے ہیں۔)'' (سورۃ حاقہ آیات 7،6)

حضرت صالح علیہ السلام

سورہ اعراف آیت 73

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ:-''یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، سو تم اسے (آزاد) چھوڑے رکھنا کہ اللہ کی زمین میں چرتی رہے اور اسے برائی (کے ارادے) سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب آ پکڑے گا۔''
(سورۃ اعراف آیت 73)

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام

سورہ انبیاء آیت 79

وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ○

ترجمہ:-"اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں (تک) کو داؤد علیہ السلام کے (حکم کے) ساتھ پابند کردیا تھا۔ وہ (سب ان کے ساتھ مل کر) تسبیح پڑھتے تھے اور ہم ہی (یہ سب کچھ) کرنے والے تھے۔"

(سورۃ انبیاء آیت 79)

حضرت سلیمان علیہ السلام

سورہ ص آیت 36

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ○

ترجمہ:-"پھر ہم نے (ان کی اس دعا قبول فرمایا اور) ہوا کو ان کا تابع (فرمان) کردیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتے نرم انداز سے چلتی۔" (سورۃ صٓ آیت 36)

حضرت زکریا علیہ السلام

سورہ مریم آیات 9`8

قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ○ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَیْـًٔا ○

ترجمہ:-"(زکریا علیہ السلام نے) عرض کیا: "اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے، درآنحالیکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بڑھاپے کے باعث (انتہائی ضعف میں) سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں" فرمایا: "(تعجب نہ کرو) ایسے ہی ہوگا، تمہارے ربّ نے فرمایا ہے: یہ (لڑکا پیدا کرنا) مجھ پر آسان ہے۔" (سورۃ مریم آیات 9،8)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

سورہ آل عمران آیت 49

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ:-"بے شک میں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا (ایک پتلا) بناتا ہوں...... پھر میں اس میں پھونک مارتا

marfat.com
Marfat.com

ہوں...... سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت 49)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

سورہ بنی اسرائیل، اسراء آیت 1

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

ترجمہ:-''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے، تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل، اسرا آیت 1)

خالق کون و مکان خالق و مالک کائنات نے اپنی آخری الہامی کتاب میں ان معجزات کا ذکر کیا ہے جن کا اس کے انبیاء و رسل کے ہاتھ پر ظہور ہوا۔ ان کے علاوہ بھی بعض ایسے انبیاء علیہم السلام کا ذکر موجود ہے جن کے معجزات کے بارے میں قرآن خاموش ہے۔ مثلاً حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام۔ ان انبیاء کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے لیکن ان کے معجزات کا بیان درج نہیں۔ قرآن کی اس خاموشی سے ہرگز ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان انبیاء علیہم السلام کو اللہ رب العزت نے معجزات سے سرفراز نہیں کیا اور انہیں کسی برہان سے نہیں نوازا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث مبارکہ ہے کہ تاجدار کائنات حضور انور رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من الانبیاء نبی الا اعطی من الآیات ما مثلہ اومن ۔ او امن، علیہ البشر .

ترجمہ:-''جملہ انبیائے کرام میں سے ہر نبی کو اس (کے زمانے) کی مثل معجزات عطا کئے گئے جس کے سبب اس پر ایمان لایا گیا یا لوگ اس پر ایمان لے آئے۔''

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 1080...... کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم: 6846......
صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 86...... کتاب الایمان، رقم: 239...... مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 341)

اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء و رسل میں سے ہر کسی کو معجزات کی خلعت فاخرہ سے نوازا، باطنی معجزات کو ان کے کردار اور شخصیت کا حصہ بنایا اور ظاہری معجزات کا صدور ان کے ہاتھ پر کیا۔ ہر نبی اور رسول کو اپنی دعوت کے حوالے سے جس سطح کے معاندین اور منکرین کا سامنا تھا اسی اعتبار سے اہمیت کے حامل معجزات کا صدور ہوا۔ زمانے اور علاقے کی آبادی کے اعتقادی حوالوں اور ذہنی استعداد کے مطابق معمولی اور غیر معمولی معجزات کا ظہور

Marfat.com

ہوتا رہا اور عقل انسانی انہیں اپنے احاطے میں لینے سے عاجز آتی رہی۔

مکہ سے معراج ہونے میں مصلحتیں

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جان، رسول بحر و بر، رہبر کائنات، فخر اولاد آدم، انسان کامل، اصل الموجودات، حاصل کائنات، حبیب ربّ للعالمین، رحمت للعالمین، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو مکہ شریف سے معراج ہوئی اور بعد از ہجرت مدینہ منورہ سے معراج نہ ہوئی اس میں بہت راز اور بھید ہیں۔ گو ان رازوں کو اللہ تبارک تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر عشق و محبت کے مستانوں کے لیے کچھ اشارے لکھے جاتے ہیں۔

یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا کہ مکہ سے مدینہ منورہ تک جو زمین ہے اس پر انوار معراجیہ کا ورود ہو اور ان انوار سے برکت حاصل ہو اس لیے مکہ شریف سے معراج ہوئی اگر مدینہ منورہ سے معراج ہوتی تو مکہ اور مدینہ کے درمیان والی زمین معراج کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو سکتی۔

یہ کہ ابو طالب کی گھاٹی میں پورے تین سال حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا کہ زندگی کے تمام ذرائع ان سے روک لیے گئے۔ حتیٰ کہ کھانا بند کر دیا گیا اور پانی بھی بند کر دیا گیا۔ ایسے سخت دباؤ ڈال کر ایسا مکمل بائیکاٹ کیا گیا جس سے زیادہ بائیکاٹ ممکن نہ تھا۔ قدرت کا قاعدہ ہے جس چیز کو ایک طرف سے دباؤ گے تو دوسری طرف اس کا ابھرنا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے شعب ابی طالب کی تکالیف کا آپ ﷺ کو وہ صلہ ملا جو حراً کے واقعہ سے زیادہ ندرت رکھتا ہے۔ جو کسی مکتب میں نہیں گئے اور اس کو کتاب دی گئی وہی (حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ) فرماتے ہیں کہ ایک رات کی ایک آن میں مجھے وہ عروج حاصل ہوا جو آج تک کسی کو نہ ہوا اور نہ ہو گا۔ (النبی الخاتم)

یہ کہ جس طرح بچہ کو ماں کے پیٹ میں ناف سے غذا ملتی ہے اسی طرح تمام روئے زمین کو ساری برکتیں بیت اللہ سے ملتی ہیں۔ اس لیے اس کو ناف زمین بھی کہتے ہیں جیسا کہ ''ریاض التحقیق نادر'' میں لکھا ہے۔ اور بیت المقدس قیامت کے دن لوگوں کے لئے برکتوں اور وقوف کی جگہ ہے۔ اس دن جتنی برکتیں ان لوگوں کو ملیں گی جو اس کے مستحق ہوں گے وہ بیت المقدس سے ملیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسراء کی ابتدا مکہ شریف سے اور اس کی انتہا بیت المقدس میں ہوئی تا کہ دنیا اور آخرت کے برکات کے دو چشمے رسالت کے ان انوار سے مستفیض ہوں جو معراج میں جلوہ گر تھے۔

یہ کہ آپ ﷺ کو مکہ شریف سے اس لیے معراج ہوئی تا کہ اسراً کی ابتداء اور انتہا میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر جس کا زمین سے تعلق ہے۔ ایک بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا۔ اور دوسرے بیت اللہ (بیت المقدس) میں ختم ہوا۔ گویا بہ الفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا مہمان اللہ تبارک تعالیٰ کے گھر سے چلا

marfat.com
Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ کے گھر میں گیا۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے۔ منہ البدایۃ والیہ النہایۃ اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی انتہا ہے۔

یہ کہ مکہ شریف سے معراج ہونے کا سبب یہ بھی ہے کہ جتنی مکہ میں اذا دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی۔ جب کفار نے ایذاء میں انتہا کر دی تو ربّ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کے دل مبارک کو تسلی دی اور قدرت کے وہ عجائب اور غرائب دکھائے اور سنائے جو نہ کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سنے ہیں۔

اور یہ کہ جب رحمتہ للعالمین ﷺ نے ربّ العالمین کی بارگاہ کا قصد فرمایا تو آپ ﷺ کا یہ مقدس معراج اس مقدس مقام سے شروع ہے جس کا نام ھدی اللعلمین ہے، کیونکہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم کا جزوی تناسب تھا۔

معراج کے مراحل وحیثیات

اولیاء اللہ، حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے اس مقدس مرحلہ وار سفر کے باب میں اپنی کتاب ''فوائد الفوائد'' میں تین اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں۔

1-اسراء

سفر معراج کا پہلا مرحلہ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کا ہے۔ یہ زمینی سفر ہے۔ یہ چونکہ انسانی دنیا کا حصہ ہے اور ذہن انسانی میں اس کی تفہیم نسبتاً آسانی سے ممکن ہے اس لیے اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، حتیٰ کہ سفر کے احوال، واقعات اور اس کی حقانیت پر دلائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔

2-معراج

سفر معراج کا دوسرا مرحلہ مسجد اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ یہ کرۂ ارضی سے کہکشاؤں کے اس پار واقع نورانی دنیا تک سفر ہے۔ یہ چونکہ مخلوق کی حدود کے اندر تھا لہٰذا اسے بھی بیان کیا مگر تفصیل سے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ پوری طرح ذہن انسانی میں آنے والا نہ تھا۔

3-اعراج

سفر معراج کا تیسرا مرحلہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے قاب قوسین اور اس سے بھی آگے تک کا ہے۔ چونکہ یہ سفر محبت اور عظمت کا سفر تھا اور یہ ملاقات محبّ اور محبوب کی خاص ملاقات تھی لہٰذا اس روداد محبت کو راز میں رکھا گیا۔ سورۃ النجم میں فقط اتنا فرمایا کہ وہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جو راز اور پیار کی باتیں کرنا چاہیں وہ کرلیں۔ (اب کسی کو اس سے کیا غرض کہ کیا باتیں کیں) جب کہ اس مقام پر فرمایا: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ یہ نہیں بتایا کہ دیکھنے اور سننے والا کون ہے؟ اس سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات بابرکات بھی ہوسکتی ہے اور آقائے دو جہاں ﷺ کی ذات بھی (یہ معنی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر روح المعانی

Marfat.com

میں بیان کیا ہے) گویا اس کے دو معانی ہو گئے:

سفرِ معراج کے ان تینوں مراحل کے ساتھ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی تین شانوں کی انتہائی قربت و مناسبت کا پتہ چلتا ہے جسے اچھی طرح ذہن نشین کر لینے، سمجھ لینے کے بعد حقیقت و فلسفہ معراج کو سمجھ لینا ممکن ہے اور آسانی کے ساتھ ممکن ہے۔

اگرچہ یہ تینوں شانیں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ذات پاک کا جزو لاینفک ہونے کے ناطے سے پہلو بہ پہلو موجود ہیں لیکن ان میں سے ہر ہر شان کا اظہار اپنے اپنے مقام و مرحلے پر ہوا۔ بحیثیت مجموعی معراج النبی بشریت، نورانیت اور مظہریت حقیقت کے تمام کمالات کی بدرجہ اتم جامع ہے۔

سفرِ معراج کے تین مراحل حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی تین شانوں اور حیثیتوں کا مظہر ہیں۔ یہ مراحل درج ذیل ہیں۔

1-بشریت 2-ملکیت و نورانیت 3-مظہریت و حقیقت

بشریت

حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اولاد آدم کی اصلاح کے لیے مبعوث ہونے والے انبیاء کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ اس عالم بشریت میں آپ نے اپنی حیات مقدسہ گزاری۔ اسی کرہ ارضی پر آپ نے ازدواجی زندگی بھی بسر کی، آپ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اس عالم آب و گل میں شان بشریت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے تاکہ یہ عالم انس و جان آپ ﷺ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکے۔ بیت اللہ سے بیت المقدس کا سفر حضور اکرم ﷺ کی بشریت کی معراج کا آئینہ دار ہے تاکہ یہ شان اپنے نقطہ کمال کو پہنچ جائے۔ جشن عید میلاد حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی اسی بشریت کے جمالیاتی اور مجلسی اقرار کا نام ہے۔

ملکیت، نورانیت

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نور مجسم ہیں۔ آپ ﷺ کی نورانیت کا انکار بھی حد ادب کے منافی ہے۔ آپ ﷺ نور کائنات ہیں اور آپ ﷺ کا نور اور آپ ﷺ کی رحمت کائنات کی ہر شے پر محیط ہے۔

مسجد اقصیٰ سے عالم افلاک میں سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر معراج حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی شان ملکیت و نورانیت کو اپنے منتہائے کمال تک پہنچانے کے لیے تھا تاکہ آپ ﷺ کی فیض رسانی سے عالم انوار و ارواح بھی محروم نہ رہے اور آپ ﷺ کا نور کائنات کی ہر شے کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لے۔

marfat.com
Marfat.com

مظہریت، حقیقت

حقیقت محمدی ﷺ کو خدا کے سوا کوئی نہ جان سکا کیونکہ ہماری عقل ناقص یا تو گمراہیوں کے جال بن سکتی ہے یا اپنے عجز کا اظہار کرسکتی ہے۔ سدرۃ المنتہٰی سے ماوراء سفر معراج اس لیے کرایا گیا تا کہ آپ ﷺ کی شان محمدیت ذات حق تعالیٰ کی صفات اور حسن و جمال کا مظہر اتم بن جائے اور یہی معراج کا آخری منتہائے کمال ہے جس پر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے کمالات محمدی ﷺ کی انتہا ہوگئی۔

معراج کے رموز وحکمتیں

معجزہ، معراج النبی ﷺ کا وقوع پذیر ہونا تاریخ ارتقائے نسل انسانی کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جس کا ایک ایک حرف آپ ﷺ عظمت و رفعت کی ہزار ہا داستانوں کا امین اور عروج آدم خاکی کے ان گنت پہلوؤں کا مظہر ہے۔ نقوش کف پائے محمد ﷺ سے لوح افلاک پر شوکت انسانی کی جو دستاویز مرتب ہوئی وہ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی دلیل ہی نہیں بلکہ ایک ایسا مینارۂ نور بھی ہے جو تسخیر کائنات کے ہر مرحلے پر آنے والی ہر نسل انسانی کے راستوں کو منور کرتا رہے گا۔

اور آسمانوں کی حدود سے نکل کر اولاد آدم کو مشاہدہ فطرت کی ترغیب دیتا رہے گا اور اس پر نئے آفاق کے مقفل دروازوں کو وا کرتا کھولتا رہے گا۔ معجزۂ معراج النبی ﷺ میں کئی ایک حکمتیں پوشیدہ ہیں، دلجوئی محبوب سے لے کر عظمت محبوب ﷺ کو آشکارا کرنے تک منشائے ایزدی کے کئی پہلو ذہن انسانی پر آشکار ہوتے ہیں۔ حقیقت احوال اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تاہم ارباب فکر ونظر نے اپنے علم اور فہم کے مطابق اس عظیم سفر آسمانی کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے پہلی دو نمایاں اور بڑی حکمتوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے تا کہ وہ حکمتیں جن کا مختصر بیان ہوگا، قارئین کرام کو انہیں بھی سمجھنا آسان ہو جائے۔

واقعہ معراج کی پہلی اور بڑی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اعلان نبوت کے ساتھ ہی حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کفار کی طرف سے ایذا رسانی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو اذیتیں دینے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا مگر آپ ﷺ کے قدم نہ ڈگمگا سکے۔ بالآخر اہل مکہ اور قریش نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ معاشرتی سطح پر حضورِ انور ﷺ اور آپ ﷺ کے پورے خاندان کا بائیکاٹ کر کے آپ ﷺ کو حرم کعبہ کے قریب ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں محصور کردیا جائے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے والدین اور دادا تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے بچپن ہی میں انتقال کر چکے تھے۔

اب آپ ﷺ کی کفالت اور پرورش آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کے سپرد تھی۔ جو تمام تر مخالفتوں

Marfat.com

کے باوجود آپ ﷺ کا ساتھ دیتے چلے آ رہے تھے۔ سو وہ کسی پورے خاندان کے ساتھ اس بائیکاٹ کا شکار ہوئے جب کہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس طرح نبوت کے ساتویں سال سے دسویں سال تک کبھی بھوکے رہ کر اور کبھی سوکھے پتے کھا کر گزارا کیا۔ آخر کار کفار نامراد ہوئے اور یہ بائیکاٹ ختم ہوا۔ اسی سال حضرت ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔

اس سے تمام ظاہری سہارے اور رشتے ٹوٹ گئے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم آقائے دو جہاں ﷺ کے قلب انور پر دکھ کی سی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اب نہ تو والدہ ماجدہ تھیں کہ دکھ کے وقت سینے سے لگا کر دلاسا دیتیں، نہ والد تھے کہ دست شفقت سر پر رکھتے، نہ وفا شعار بیوی تھی کہ اپنے حسن سلوک اور محبت سے غم دور کرتیں، نہ کوئی اور بزرگ اور مشفق ہی تھا کہ جس کی شفقت اور محبت کی فراوانی سے کفار مشرکین کی چیرہ دستیوں کی تلافی ہو جاتی۔ فضا مخالفت اور سازشوں کی گرد سے اٹی ہوئی تھی۔ بظاہر اپنائیت کا حصار دلکشا ٹوٹ رہا تھا۔

حروف وفا کی خوشبو سے فضا عاری تھی، قدم قدم پر شقاوت قلبی کا پہرہ تھا۔ چنانچہ ایسے حالات میں اللہ ربّ العزت نے چاہا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، اپنے محبوب کے سارے غم، رنج و بلا، دکھ درد اور پریشانیاں دور کر دی جائیں اور یہ اسی طرح ممکن تھا کہ محبوب کو قاب قوسین پر بلا لیا جائے کہ جب محبوب کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے ہو اور ملاقات میں خلوت میسر ہو تو محبت کرنے والوں کے دلوں میں کوئی دکھ اور ملال باقی نہیں رہتا بلکہ ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ مزید دکھوں کی خواہش کرتا ہے اور زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے غمو! تم امڈ امڈ کر آؤ تا کہ پرواز اور بلند ہو۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

گویا اللہ ربّ العزت بیان فرما رہا ہے کہ محبوب ﷺ اگر دنیا میں دکھ اور غم آئیں، مخالفت کا سامنا ہو تو غم نہ کرو کہ ہماری پیار شفقت و رحمت بھری آنکھیں تجھی پر لگی رہتی ہیں۔ سورہ طور آیت 48 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ○

ترجمہ:- ”اپنے ربّ کے حکم کی خاطر صبر کر، بے شک تو ہماری آنکھوں میں ہے (ہم تجھی کو دیکھتے رہتے ہیں)۔“ (سورۃ طور آیت 48)

اس کی ایک اور بڑی حکمت آپ ﷺ کی اپنی امت کی محبت و خیر خواہی بیان کی جاتی ہے۔ اعلان حق کے بعد مخالفت کی جو آندھیاں اٹھیں، سازشوں کا جو جال بچھایا گیا‘ روشنی کی راہ میں جو دیواریں اٹھائی گئیں، کفر و الحاد کے نمائندگان نے پیغام توحید کو جس طرح جھٹلا کر نظام باطل کے تحفظ کا عہد نامہ تحریر کیا‘ وہ راہ حق کے مسافروں کے لیے باعث ملال ضرور ہوا لیکن پرچم توحید لہرانے والوں کے قدم مشاہدہ ایمان و ایقان پر آگے ہی بڑھتے گئے، ہر

marfat.com
Marfat.com

طرف پیغمبرانہ بصیرت کے چراغ روشن تھے۔ ایثار وقربانی کی نئی داستان لکھی جارہی تھی۔ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریزی، کمال بندگی، کمال عبدیت کی صورت، لب اقدس پر خدائے وحدہ لا شریک کی حمد وثنا کے پھول کھل رہے تھے۔

ساری رات انوار بندگی کے جھرمٹ میں گزر جاتی، پروردگار عالم نے اپنے محبوب ﷺ کی یہ مشقت دیکھ کر قرآن حکیم سورۃ مزمل کی آیات 1 اور 2 میں فرمایا:

یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ○

ترجمہ:۔ ''(آپ) رات کو قیام فرمایا کریں، مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کرلیں۔ یا اس سے بھی کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔'' (سورۃ مزمل آیات 2،1)

قارئین کرام! نوٹ کریں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا کتنا پیار بھرا اور کشادہ انداز ہے۔ اپنے محبوب کی کس خوبصورتی سے دلجوئی، رضا جوئی فرمائی جارہی ہے۔ حاکم الحاکمین اپنے محبوب کی خوشی میں عبادت کرنے کی کتنی ہی آسان صورتیں بیان فرمارہے ہیں۔ میرے محبوب اگر طبیعت چاہے تو یوں کرلو ورنہ یوں کرلو کہ سہولت' آرام و آسانی ہو۔
اے اللہ تبارک تعالیٰ تیری شان اور تیرے محبوب پیغمبر اوّل و آخر واعظم ﷺ کی شان کہ محبوب کی مشقت بھی گراں گزرتی ہے اور اس کی طبیعت کا بھی بہت خیال ہے لہٰذا اس انداز کا فرمان ہوا۔

اب حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے راتوں کا جاگنا تو کم کردیا لیکن امت کی فکر کچھ اس طرح دامن گیر ہوئی کہ سوتے میں بھی امت کا غم لیے رہتے۔ اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے جبرائیل امین کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میرا مقصد تو محبوب ﷺ کی طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا تھا مگر ایسا ابھی تک نہیں ہوا۔ لہٰذا تو میرے محبوب کو اس کی امت کی بخشش کا مژدہ جانفزا سنادے۔ سورہ فتح آیات 1' 2 میں ارشاد ربّ العالمین ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

ترجمہ:۔ ''بے شک ہم نے تمہیں کھلی فتح دے دی۔ تا کہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔'' (سورۃ فتح آیات 2،1)

پیغمبر اوّل و آخر واعظم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رحمت للعالمین، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ اولاد آدم کے ہی نہیں تمام مخلوقات کے نجات دہندہ بن کر آئے تمام جہانوں کے لیے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ پیغمبر اوّل و آخر واعظم ﷺ امت کے غم میں رات رات بھر جاگتے۔ جب خدائے رحیم وکریم کی طرف سے امت کی بخشش کی بشارت مل گئی تو (اس خیال سے امت اپنے گناہوں کی بخشش پر کما حقہ ہو اپنے ربّ کا شکر ادا نہ کر پائے گی) راتیں سجدوں کی تابانی سے پھر منور رہنے لگیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اب

Marfat.com

تو امت کی بخشش کا سامان بھی ہو گیا اب تو آپ راتوں کو نہ جاگا کریں تو ارشاد گرامی ہوا۔

اَفَلَآ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔

ترجمہ:-''کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (صحیح البخاری، جلد 2: صفحہ 716...... کتاب التفسیر، رقم: 4556)

مگر اللہ تبارک تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کا مشقت میں پڑنا کیسے پسند آ سکتا ہے۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ کی آیات 1، 2 میں ارشاد فرمایا:

طٰهٰ (۱) ج مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ٥

ترجمہ:-''طٰہٰ (اے محبوب مکرم) ہم نے آپ پر قرآن (اس لیے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔'' (سورۃ طٰہٰ آیات 2،1)

اللہ تبارک تعالیٰ تو اپنے محبوب ﷺ کی اتنی ہی عبدیت و عبادات سے بے حد مطمئن اور خوش تھا لیکن انسان کامل، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے بھی اپنی عبادات و عبدیت کو اور بڑھا دیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے انعام میں آپ ﷺ کی رفعتوں، عظمتوں، شانوں کو اور بڑھایا اور لاجواب، بے مثال حد تک عظیم ترین کر دیا۔

اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ متواتر تجلیات الٰہی کے مشاہدہ کے باعث مقام شنید سے مقام دید تک پہنچ جائیں اور آیات کبریٰ بڑی بڑی آیات ربانی کے متعلق علم الیقین کی سرحد سے عین الیقین کی سرحد میں ترقی پائیں اور پھر حق الیقین کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو جائیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ معراج و اسرا میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو تمام ارضی و سماوی سیر فرمائی گئی اور آپ ﷺ کو یہ اختیارات تفویض کیے گئے کہ جس شخص کو آپ ﷺ شفاعت کی نعمت و دولت سے شرف عطا فرمائیں، وہ سعادت مند ہو جائے گا، شفاعت قبول کر لی جائے گی اور وہ نار جہنم سے بچا لیا جائے گا۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اللہ کے حبیب ہیں اور حبیب کو مخزونات (تمام طرح کے خزانوں) پر اطلاع ہوتی ہے۔ جس طرح مجازی بادشاہ جب کسی بندہ کو اپنی محبت سے مخصوص کرتے ہیں۔ تمام خزائن اس کے سپرد کر دیتے ہیں اور تمام سلطنت اس کے زیر نگین کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سب سے ممتاز کر کے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو زمین کے خزائن سے مطلع فرمایا۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ سات ستاروں میں مناظرہ اور مجادلہ تھا۔ کہ ہر ایک اپنے کو دوسرے پر ترجیح دیتا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور پُر نور ﷺ کو معراج کا رتبہ دے کر ان کو دکھلایا کہ تمہارے انوار اس نور اعظم، نور مجسم، اصل الموجودات کے طفیل سے ہیں لہٰذا تم کو ایک دوسرے پر فخر کرنا نامناسب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیغمبراوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس و جاں، رسول بحر و بر، تاجدار کائنات، اصل الموجودات سید المرسلین، خاتم النبین، رحمت للعالمین، حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ وحی کے تمام اقسام سے شرف پائیں اور اس کے تمام اقسام وحی سے افضل وہ وحی جو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہو۔ اس لیے مفسر حضرات کہتے ہیں کہ آیت ''امن الرسول'' سورۃ بقرہ کی آخری آیات حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر حضورپُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تبارک تعالیٰ سے سنی تھی۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ امت کے لیے آپ ﷺ کو خاص نوازش عطا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام نبی (سلام ہوان پر) نفسی نفسی کہتے ہوں گے اور پیغمبراوّل وآخر واعظم حضورپُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ امتی امتی کہتے ہوں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ربی ربی کہتے مگر امتی امتی میں ربی کی کثرت' زیادت درج ہے۔ کیونکہ امتی سے مراد یہ ہے کہ وہ عطیے' عنایات جو معراج کی رات امت کے لیے کئے تھے۔ اب کرم نوازی فرما کے عطا فرمائے جائیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیغمبراوّل وآخر واعظم حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اولاً بیت المقدس میں امام الانبیاء بنایا۔ تاکہ آپ کی شان انبیاء کرام میں ''سلام ہوان پر'' روشن ہو جائے۔ اس کے بعد بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت عطا ہوئی تاکہ فرشتوں پر آپ کی فضیلت محقق ہو جائے۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تمام تر اشیاء پیغمبراوّل وآخر واعظم، حضورپُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے زیر قدم ہو جائیں اور تمام عطایا کو آپ کی ذات سے نسبت کا فخر ہو اور آپ کو کسی چیز کی احتیاج نہ ہو۔ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔

انا اوّل من تنشق عنه الارض ولا فخر و لواء الحمد بيدى ولا فخر و ادم ومن دونه تحت لوائى ولا فخر وانا اوّل من يقرع باب الجنة والا فخر .

ترجمہ:۔''میں پہلا شخص ہوں جو زمین سے باہر ہو کر میدان قیامت میں جاؤں گا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ بھی کوئی فخر کی بات نہیں۔ حضرت آدم اور اس کی اولاد سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے میں ہی بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں......''

یعنی مجھے ان باتوں سے فخر نہیں ہے۔ بلکہ ان باتوں کو مجھ سے فخر حاصل ہے۔ کیونکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ سے فخر حاصل کرتی ہے۔ اعلیٰ کو ادنیٰ سے فخر حاصل نہیں ہوتا۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیغمبراوّل وآخر واعظم، تاجدار کائنات، انسان کامل، فخر اولادِ آدم، ہادیٔ انس وجان،

Marfat.com

رہبر کائنات، رحمت للعالمین، حبیب ربّ للعالمین، حضور پُر نور، اصل الموجودات ﷺ کا نور تمام مخلوق سے پہلے نور احدیت (نور اللہ وحدہٗ) سے جلوہ گر ہوا۔ جب وہ روح اس مقام سے عنصری وجود میں آئی تو اس مقام کا اشتیاق ہوا۔ پس ذنی فتدلیٰ کے مقام سے قرار اور سکون پایا۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سفر مقدس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو اپنی قدرت کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ کرایا نیز چند اعمال پر مرتب ہونے والے اثرات اور عواقب کو محسوس پیکر میں پیش کیا گیا تا کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے امتی ان سے عبرت حاصل کر سکیں۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اصل الموجودات ہیں۔ اپنی اصل کو دیکھنے، اپنی اصل کی رفعتوں، عظمتوں، شانوں کو دیکھنے کا تمام مخلوق خدا کو شوق تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب کی رفعتیں، عظمتیں، شانیں، نرالی اور سب سے اونچی شانیں اپنی مخلوق کو شایان شان طریقے سے دکھانے کا شوق تھا۔ سو اللہ تبارک تعالیٰ نے اسرا اور معراج فرمایا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رفعتوں، عظمتوں، نرالی سب سے اونچی شانوں کو جان کر آپ ﷺ کی دید خلق وحسن سے سب مخلوق نے ہی تسکین حاصل کرنی تھی اس لیے معراج کا اہتمام فرمایا گیا۔

حدیث معراج

حدیث معراج بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہاں فرداً فرداً احادیث مبارک کا ذکر کر دینا تو مناسب بھی نہیں اور ناممکن بھی ہے۔ عام کتابوں میں زیادہ حدیث معراج حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کی ہوئی درج ہیں۔ میں یہاں ان میں سے اس حدیث مبارک کا ذکر کروں گا جو علماء جمہور کے نزدیک صحیح ترین حدیث ہے۔

معراج شریف کی حدیث بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مروی ہے جن میں سے زیادہ تر اسماء گرامی یہ ہیں۔

1- حضرت ابوبکر،

2- حضرت عمر،

3- حضرت عثمان،

4- حضرت علی،

5- حضرت عبداللہ بن مسعود،

6- حضرت عبداللہ بن عباس،

7- حضرت عبداللہ بن عمر،

8- حضرت ابی بن کعب،

marfat.com
Marfat.com

9- حضرت ابو ہریرہ،

10-حضرت انس بن مالک،

11-حضرت جابر بن عبداللہ،

12-حضرت بریدہ بن اسلمی،

13-حضرت ثمرہ بن جندب،

14-حضرت حذیفہ بن یمان،

15-حضرت شداد بن اوس،

16-حضرت صہیب رومی،

17-حضرت مالک بن صعصعہ،

18-حضرت ابوامامہ باہلی،

19-حضرت ابوایوب انصاری،

20-حضرت ابوحبہ،

21-حضرت ابوذر غفاری،

22-حضرت ابوسعید خدری،

23-حضرت ابوسفیان بن حرب،

24-حضرت اسامہ بن یزید،

25-حضرت عبدالرحمٰن بن عامر،

26-حضرت ابودرداء،

27-حضرت بلال بن سعد،

28-حضرت عمر بن حصین،

29-حضرت بلال حبشی،

30-حضرت عبداللہ بن زبیر،

31-حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عورتوں میں سے،

32-حضرت اسماء،

33-حضرت ام ہانی،

Marfat.com

34-حضرت عائشہ،

35-حضرت ام کلثوم،

رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن اجمعین۔

(معارج النبوت جلد 3 صفحہ 330...... ونشر الطیب صفحہ 25)

اور امت کے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے کہ منزل ''دنا'' کا یہ سفر پیکر نور رحمتہ للعالمین خاتم النبیین ﷺ نے جسم اور روح دونوں کے ساتھ طے کیا۔

چنانچہ قاضی عیاض الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں رقمطراز ہیں۔

وذهب معظم السلف والمسلمين الى انه اسرآء بالجسد و في اليقظة وهذا هو الحق وهو قول ابن عباس ، و جابر، و انس، وحذيفة، و عمر و وابي هريرة و مالك بن صعصعه و ابي حبه البدري، وبن مسعود، والضحاك و سعيد بن خبير وقتادة وابن المسيب وابن شهاب وابن زيد ...... وجماعةعظيمة من المسلمين وقول اكثر المتاخرين من الفقهآء والمحدثين والمتكلمين والمفسرين .

''سلف صالحین اور امت مسلمہ کی غالب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اسراء جسم مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ہوا اور یہی قول حق ہے اور مندرجہ ذیل حضرات کا بھی یہی مذہب ہے۔

حضرات، ابن عباس، جابر، انس، حذیفہ، عمر، ابو ہریرہ، مالک بن صعصعہ، ابی حبہ البدری اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم (یہ سب صحابہ ہیں) اور ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ، ابن المسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مفروق، مجاہد، عکرمہ اور ابن جریج، ان کے علاوہ طبری، امام ابن حنبل اور مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت کا یہی قول ہے نیز علماء متاخرین میں سے فقہاء محدثین متکلمین اور مفسرین کی اکثریت کا یہی قول ہے۔ (الشفاء جلد اول، صفحہ 246، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

احادیث صحیحہ جن میں واقعات معراج کا بیان ہے۔ وہ اس مفہوم کی تائید کے لیے کافی ہیں۔ میں یہاں فقط دو احادیث نقل کرنے پر اکتفا کروں گا اور ان کا بھی فقط وہ حصہ جس سے سورۃ نجم کی متعلقہ آیات کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

پہلی حدیث وہ ہے جو ثابت البنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اگرچہ حضرت انس سے دیگر کئی تابعین نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے لیکن قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جود ثابت رضی الله عنه هذا الحديث عن انس ماشآء ولم يات احد عنه باصوب من هذا .

marfat.com

Marfat.com

"یعنی حضرت انس سے جتنے راویوں نے یہ حدیث روایت کی ان میں سے صحیح ترین وہ حدیث ہے جو ثابت البنانی کے واسطہ سے مروی ہے۔" (الشفاء جلد اول، صفحہ 235، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

قاضی عیاض اس حدیث کے بارے میں دوسرے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

حدیث ثابت عن انس اتقن واجود ۔

ترجمہ:- "وہ حدیث جو حضرت ثابت البنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ سب سے زیادہ محفوظ اور اعلیٰ پایہ کی ہے۔" (الشفاء جلد اول، صفحہ 236)

درج ذیل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ معراج النبی سے متعلق وہ حدیث مبارک ہے جو حضرت ثابت البنانی کے واسطہ سے مروی ہے۔ اور یہ حدیث مبارک کا ایک خاص حصہ ہے پوری حدیث مبارک یہاں نقل نہیں کی ہے۔

"ثم عرج بنا الی السمآء السابعة فاستفتح جبرئیل فقیل من ھذا قال جبرئیل قیل ومن معك قال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قیل قد بعث الیہ قال قدبعث الیہ ۔ ففتح لنا فاذا انا بابرھیم علیہ الصلوٰة والسلام مسند اظھرہ الی البیت المعمور واذا ھو ید خلہ کل یوم سبعون الف ملك لا یعودون الیہ ثم ذھب بی الی السدرة المنتھٰی فاذا ورقھا کاذ ان الفیل واذا ثمرھا کالقلال قال فلما غشیھا من امر اللہ ما غشی تغیرت وما احد من خلق اللہ یستطیع اربنعتھا من حسنھا فاوحی الی ما اوحی ففرض علی خمسین صلوٰة فی کل یوم ولیلة فنزلت الٰی موسٰی علیہ السلام فقال مافرض ربك علٰی امتك قلت خمسین صلوٰة قال ارجع الٰی ربك فاسئلہ التخفیف فان امتك لا یطیقون لذلك فانی قد بلوت بنی اسرآءیل وخبرتھم قال فرجعت الٰی ربی فقلت یا ربّ خفف علٰی امتی وحط عنی خمسا فرجعت الٰی موسٰی وقلت حط عنی خمسا قال ان امتك لا یطیقون ذلك فارجع الٰی ربك فاسئلہ التخفیف قال فلم ازل ارجع بین ربی و بین موسٰی علیہ السلام حتٰی قال یا محمد انھن خمس صلوات کل یوم ولیلة کل صلوٰة عشر کذلك خمسون صلوٰة ومن ھم بحسنة فلم یعملھا کتبت لہ حسنة فان عملھا کتبت لہ عشرا ومن ھم بسیئة ولم یعملھا لم تکتب لہ شیٔ فان عملھا کتبت سیئة واحدة قال فنزلت حتٰی انتھیت الٰی موسٰی علیہ السلام فاخبرتہ فقال ارجعر الٰی ربك فاسئلہ التخفیف وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت قد رجعت الٰی ربی حتٰی استحییت منہ ۔"

Marfat.com

پھر مجھے اور جبرائیل کو ساتویں آسمان پے لے جایا گیا۔ جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا! محمد (ﷺ) پھر پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا! ہاں پس دروازہ کھلا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ (فقط مجھے لے جایا گیا) اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا پھر جب ڈھانپ لیا اس سدرہ کو اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا تو وہ اتنا خوب صورت ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کرسکتا۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا فرمایئے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ (ﷺ) کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا! اپنے ربّ کی طرف واپس جایئے اور تخفیف کی التجا کیجئے۔ آپ (ﷺ) کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے ربّ کی طرف لوٹا اور عرض کی اے پروردگار! میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں..... چنانچہ میں بار بار اپنے ربّ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب! یہ تعداد میں تو پانچ ہیں۔ لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ (اپنے حبیب کی امت پر مزید کرم کرتے ہوئے فرمایا) آپ (ﷺ) کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس ارادہ پر عمل نہ کیا تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اگر اس پر عمل بھی کیا تو دس نیکیاں لکھوں گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اس نے اس برائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے ربّ کے پاس جایئے۔ اور تخفیف کے لیے عرض کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کئی بار اپنے ربّ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، اب مجھے شرم آتی ہے۔''

(مسلم شریف، جلد اوّل صفحہ 91)

قرآن مجید فرقان حمید

قرآن حکیم میں اسرا اور معراج کا دو سورتوں میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اسرا کا تذکرہ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں کیا گیا ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ:۔"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنادیا ہے ہم نے اس کے گردونواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 1)

اس بابرکت سفر کے دوسرے حصہ کو جسے معراج سے موسوم کیا جاتا ہے سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں بیان فرمایا گیا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

ترجمہ:۔"قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔ تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوت والے نے۔ بڑے دانا نے، پھر اس نے بلندیوں کا قصد کیا۔ اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کو جو وحی کی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ نے)۔ کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا۔ اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔" (سورۃ نجم آیات 1 تا 18)

سورۃ اسراء کی روشنی میں واقعہ معراج

تاریخ ارتقائے نسل انسانی میں معجزہ معراج ایک بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا رہنما سنگ میل ہے جس سے علم کی روشنی لیے بغیر ارتقاء کی کوئی منزل طے نہیں ہوسکتی اور عروج آدم خاکی کا کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ سفر معراج دراصل بنی نوع انسان کا سفر ارتقاء ہے۔ یہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا وہ عظیم معجزہ ہے جس پر انسانی عقل آج بھی انگشت بدنداں ہے اور ہمیشہ رہے گی کہ کس قدر انتہائی

Marfat.com

قلیل وقت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک کی طویل مسافت طے ہو جاتی ہے۔

سورۃ اسراء کا دوسرا نام سورۃ بنی اسرائیل بھی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالک کائنات، قادر مطلق اس سورت کی پہلی ہی آیت مبارک میں اسراء کا ذکر ان گھرے، واضح اور جامع الفاظ میں یوں فرماتے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○

ترجمہ:- ''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے، قلیل سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تا کہ ہم اس (بندہ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔'' (سورۃ اسراء، بنی اسرائیل آیت 1)

نص قرآن سے بڑھ کر تو کوئی روایت نہیں ہو سکتی۔ جب باری تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو رات کے ایک قلیل عرصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ تو اسے اللہ تبارک تعالیٰ کو ماننے والوں کو تو بے چوں و چراں مان لینا چاہیے اور جو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کو مانتے ہیں تو انہیں بھی اسے حق و سچ ہی بلا توقف جان جانا چاہیے۔

لیکن عقل انسانی اپنی تنگی کے سبب اس پر تعجب و حیرانی کا مظاہرہ کرتی ہے اور ذہن انسانی میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ سفر جو کئی ہفتوں اور مہینوں کا تھا، وہ رات کے ایک تھوڑے سے وقت میں کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہی ہے کہ اس کا انحصار تو لے جانے والے کی طاقت اور قوت پر ہے۔ اس سفر کا سارا انتظام ربّ کائنات کی طرف سے ہو رہا ہے، وہ جو ہر کچھ کر دینے پر ہمہ وقت قادر ہے۔ طاقت اور قدرت اس ذات کی کارفرما ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ جس کے حکم کا پابند ہے۔ وہ ربّ جو ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر کا مالک ہے۔ وہ ربّ جو امر کن فیکون کی طاقت رکھتا ہے اور جس کے لیے کوئی چیز ناممکن اور محال نہیں۔ انسانی عقل اپنی تنگی کے سبب اس کی قدرت مطلقہ کے ساتھ بے بس اور عاجز ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کائنات ہے، قادر مطلق ہے اگر صرف یہی نقطہ ذہن نشین کر لیا جائے تو سفر معراج کی ساری حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

جبرائیل امین کو اس نے بھیجا کہ جاؤ! اور میرے معزز مہمان، میرے برگزیدہ پیغمبر، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، میرے محبوب ﷺ کو لے آؤ۔ اس سفر کے لیے مہمان کی مہمان نوازی میں براق اور رفرف بھی من جانب اللہ بھیجے گئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے یہ سماوی سفر کس رفتار سے طے کیا اور کیسے کیا، زمان و مکان کی قیودات سفر معراج پر اثر انداز ہوئیں یا نہ ہوئیں، کیا براق اور رفرف کی رفتار روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تھی؟ ان تمام سوالات کے جوابات

marfat.com
Marfat.com

لفظ ''سبحن الذی'' میں مضمر ہیں۔ سبحن الذی میں چھپے ہیں۔

آیت مبارک کا آغاز سبحان، کے کلمہ سے کیا گیا ''سبحان سبح یسبح تسبیحا'' باب تفعیل کے مصدر تسبیح کا علم ہے اس کا معنی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

علم للتسبیح کعثمان للرجل وانتصابه بفعل مضمر و دل علی التنزیه البلیغ من جمیع القبائح التی یضیف الیه اعدآء الله ۔

ترجمہ:- ''یعنی سبحان، تسبیح مصدر کا علم ہے جس طرح عثمان، (جو اس کا ہم وزن ہے) کسی شخص کا علم ہوتا ہے اور یہاں فعل مضمر ہے جو اس کو نصب دیتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ تمام ان کمزوریوں، عیبوں اور کوتاہیوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جن سے کفار یا کم عقل والے اللہ تبارک تعالیٰ کو متہم کرتے ہیں۔''

علامہ آلوسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد نقل کیا ہے وہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

عن طلحة قال سئلت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تفسیر سبحان وقال تنزیه الله عن کل سوء ۔

ترجمہ:- ''کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سبحان اللہ کی تفسیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو ہر برائی سے پاک اور منزہ کہنے کو سبحان اللہ کہتے ہیں۔''

آیت مبارک کی ابتدا میں سبحان کے کلمہ سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہر عیب، نقص، کمزوری اور بے بسی سے پاک ہے۔ اس کے لیے دلیل کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی دعویٰ دلیل کے بغیر قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ بطور دلیل اللہ تبارک تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الذی اسری بعبده ، کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے محبوب بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اتنا طویل سفر طے کرایا۔ اور اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں۔

جو ذات اتنے طویل سفر کو اتنے قلیل وقت میں طے کرا سکتی ہے واقعی اس کی قدرت بے پایاں، اس کی عظمت بیکراں ہے اور اس کی کبریائی کے دامن پر کسی کمزوری اور بے بسی کا کوئی داغ نہیں۔ اور جس واقعہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی سبحانیت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی بڑا اہم، عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ ہوگا اس لیے معراج کا انکار کرنا گویا اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت اور سبوحیت کی ایک قرآنی دلیل کو منہدم کرنا ہے۔

Marfat.com

اکثر طور پر یہ لفظ ''سبحان'' مضاف (علم نحو میں وہ اسم جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے) ہوکر استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات بطور علم بھی آتا ہے، اس کا معنی ہے اللہ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔

امام حاکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، سبحان اللہ، کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

تنزیہ اللہ من کل سوء .

ترجمہ:-''اللہ تبارک تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا۔ (مستدرک)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تمہیں بتاؤں اللہ تبارک تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلمات کون سے ہیں؟ پھر فرمایا:

ان احسب الکلام الی اللہ سبحان اللہ وبحمدہ .(صحیح مسلم)

ترجمہ:-''اللہ تبارک تعالیٰ کو سب سے پیارے کلمات ''سبحان اللہ وبحمدہ'' ہیں۔''

اسریٰ (اس نے سیر کروائی)

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء اور وہاں سے آگے لامکان تک کی سیر کو معراج سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نالہ ہائے نیم شبی خداخوفی کے آنسوؤں کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور احساس ندامت کے ساتھ چشم تر کا سجدہ اللہ کے ہاں بے حد مقبول ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ لفظ ''اسری'' اسراء سے ہے۔ عربی لغت کے مطابق اسراء کا معنی ''رات کے وقت سیر کرنا ہے'' رات کے لیے اس لفظ کا استعمال غالب ہے۔

یہاں چند نکات نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

1- اس واقعہ کو سفر کے بجائے سیر سے تعبیر فرمایا، کیونکہ سفر بعض اوقات مجبوراً کیا جاتا ہے، جب کہ سیر بحالت خوشی' سرور وتفریح ہی ہوتی ہے۔

2- سفر میں ضروری نہیں کہ انسان دوران سفر ہر شے کو دیکھے، ہاں سیر میں اس کی نظر اشیاء کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے اوپر کے احوال سے ہی نہیں، بلکہ اس کے نیچے کے حالات سے بھی آگاہ ہو رہے تھے۔ مثلاً فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

3- سیر کرنے اور کروانے میں بھی زمین اور آسمان کا فرق ہے، جب آدمی خود سیر کرتا ہے تو ممکن ہے اس کی نگاہ سیر گاہ کی ہر شے پر نہ جائے، لیکن جب وہاں کا انچارج سیر کروائے گا تو پھر کسی شے کے

marfat.com

Marfat.com

اوجھل رہ جانے کا امکان کہاں؟ مثلاً ہم عجائب گھر جائیں اور وہاں کا سربراہ ہمیں سیر کروائے تو وہاں کا کونسا گوشہ اور چیز ہوگی جو ہمیں نہیں دکھائے گا، بلکہ اس کی کوشش یہی ہوگی کہ کوئی چیز ان دیکھی نہ رہ جائے۔

ذرا سوچئے جب سیر کروانے والی خود خالق کائنات کی ذات ہو اور وہ اپنے حبیب کریم رؤف و رحیم ﷺ کو سیر کروائے تو کائنات کا کون سا گوشہ ہوگا جو آپ کے سامنے نہ لایا گیا ہوگا؟ اس لیے آپ ﷺ کا مقدس فرمان ہے۔

ظهرت لمستوی حتیٰ اسمع فیه صریف الاقلام ۔

ترجمہ:۔ ''میں مقام مستوی تک پہنچا حتیٰ کہ میں نے اقلام تقدیر کی آواز سنی۔'' (بخاری ومسلم)

شارح بخاری امام بدرالدین عینی (المتوفی 855ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

المعنی انی اقمت مقاما بلغت فیه من رفعة المحل الی حیث اطلعت علی الکوائن و ظهر لی مایراد من امر الله و تدبیره فی خلقه وهذا والله هو المنتهی الذی لا تقدم فیه لا حد علیه ۔

ترجمہ:۔ ''اس کا معنی یہ ہے کہ اس مقام تک جا پہنچا کہ میں تمام کائنات پر مطلع ہوا اور مجھ پر مخلوق کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ کے اوامر و تدابیر کا ظہور ہوا۔ اللہ کی قسم! یہ وہ انتہا ہے جس پر آپ ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں پہنچا۔'' (مرقاۃ المفاتیح جلد 10 صفحہ 174 ...... عمدۃ القاری جلد 4 صفحہ 47)

لفظ سبحان کی طرح لفظ اسریٰ بھی تمام اعتراض کرنے والوں کا منہ بند کررہا ہے، کہ اس طویل سیر و مشاہدات کا انکار مت کرو، جب یہ عطیہ و انعام اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے ہے، تو پھر ماننے والے بن جاؤ، کیونکہ اس کے لیے ایسے معاملات اور کچھ بھی کرنا ہرگز دشوار نہیں۔ اس کے ارادہ و کن فرمانے سے سب کچھ خود بخود ہو جاتا ہے۔

بعبدہ (اپنے کامل بندے کو)

تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہاں عبد سے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم، سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات ہی مراد ہے۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری، ''فتح الرحمٰن'' میں لکھتے ہیں۔ نبی یا حبیب نہیں، بلکہ لفظ ''عبد'' لایا گیا تا کہ

لئلا تضلی امته کالنصاری ۔

ترجمہ:۔ ''کہیں نصاریٰ کی طرح آپ کی امت گمراہ نہ ہو جائے۔''

اور اس کے (امت کے) ذہن میں آپ ﷺ کی عبدیت اجاگر رہے۔ (جواہر البحار جلد 3 صفحہ 437)

اللہ تبارک تعالیٰ کی ''عبدیت'' سب سے اعلیٰ وصف ہے امام ابو علی دقاق فرماتے ہیں۔

Marfat.com

لیس للمؤمن صفۃ اتم ولا اشرف من العبودیۃ ۔(الرسالۃ القشیریہ، 100)

ترجمہ:۔''کسی مومن کے لیے عبدیت سے بڑھ کر کوئی اور کامل واعلیٰ وصف نہیں ہوسکتا۔''

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اعلیٰ مقامات پر آپ ﷺ کا تذکرہ اسی لفظ سے کیا ہے، مثلاً! واقعہ معراج کے حوالے سے فرمایا:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ ۔

ترجمہ:۔''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کروائی۔''(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 1)

خود بھی یہی مانگا

امام فخرالدین رازی اپنے والد ماجد شیخ عمر حسین کے حوالہ سے لکھتے ہیں، امام ابوالقاسم سلیمان انصاری نے بیان کیا، شب معراج جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ مقام عالی پر پہنچے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

یامحمد بم اشرفك؟

ترجمہ:۔''اے محمد! ﷺ میں تمہیں کون سالقب عطا کروں؟

آپ ﷺ نے عرض کیا۔

رب بان تنسبنی الی نفسك بالعبودیۃ ۔

ترجمہ:۔''میرے پروردگار! مجھے اپنا بندہ بنالے۔''

تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ'' میں وہ لقب آپ ﷺ کو عطا فرمادیا۔

(مفاتیح الغیب، 20، 292)

بعبدہ

اللہ تبارک تعالیٰ نے محبوب نبی ﷺ کو صرف عبد نہیں بلکہ عبدہ فرمایا یعنی کہ فقط بندہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ میرا خاص بندہ یعنی کہ اس کائنات میں سب سے کامل عبدیت آپ ﷺ کو ہی حاصل ہے یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ قرآن میں اللہ تبارک تعالیٰ نے بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی یہ لفظ ذکر کیا ہے حضرت ذکریا علیہم السلام کے بارے میں فرمایا۔

ذکر رحمۃ ربك عبدہ زکریا ۔(سورۃ مریم آیت 2)

ترجمہ:۔''یہ ذکر ہے میرے ربّ کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے ذکریا پر کی۔''

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

اصبر علی ما یقولون و اذکر عبدنا داؤد ۔

ترجمہ:۔''ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد [illegible]

marfat.com
Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

واذکر عبدنا ایوب اذنادی ربہ انی مسنی الضرو انت ارحم الراحمین ۔

ترجمہ:۔ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے ربّ کو پکارا، مجھے تکلیف ہوئی ہے اورتو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ انبیاء آیت 83)

حبیب خدا اور دیگر انبیاء میں امتیاز

جن آیات میں اپنے حبیب ﷺ اور دیگر برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنا عبد قرار دیا، وہ ہمارے سامنے ہیں ان میں واضح طور پر اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک امتیاز قائم رکھا، دیگر انبیاء کو عبد فرمایا مگر متصلا ان کا نام بھی ذکر کردیا، مگر اپنے حبیب ﷺ کو عبد کہا تو عبد کے بعد آپ ﷺ کا نام نہیں لیا، جو آشکار کررہا ہے کامل عبد آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔

مفسر قرآن شیخ زادہ اس قرآنی امتیاز کی بنا پر رقمطراز ہیں کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی ذات، وجود تو حق میں فنا تھی ہی مگر آپ کا نام بھی فنا ہو چکا تھا۔

ھو الحسر المعتق عن عبودیۃ الموجودات ورق وجودہ، فلھذا سماہ اللہ تعالٰی بعبد عبر فیما اسمہ و رسمہ اسما ما لیس بہ احدا من خلقہ الا واشعر بقاء اسمہ ورسمہ کما قال عبدہ ذکریا ۔

ترجمہ:۔ ''آپ ﷺ عبدیت موجودات اور وجود کی غلامی سے آزاد اور بالاتر ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے دیگر مخلوق کی عبدیت کے ساتھ اس کا نام ونشان بھی ذکر کیا، مگر آپ ﷺ کی عبدیت کے بعد نام کا ذکر تک نہ کیا۔'' (شرح قصیدہ بردہ، 170)

عبد کون؟

ویسے تو تمام کائنات عبد کہلاتی ہے۔ فرشتوں کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

بل عباد مکرمون ۔

ترجمہ:۔ ''بلکہ وہ معزز بندے ہیں۔'' (سورۃ انبیاء)

دوسرے مقام پر ہر شے کے بارے میں فرمایا کہ روز قیامت

ان کل من فی السموات والارض الااتی الرحمن عبدا ۔

ترجمہ:۔ ''آسمانوں اور زمین میں سے ہر شے رحمٰن کی بارگاہ میں بطور عبد حاضر ہوگی۔'' (سورۃ مریم)

لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں مقام عبدیت کون پاتا ہے؟ اس بارے میں اہل معرفت فرماتے ہیں عبد وہ ہے جو یہ کہے سب کچھ میرے ربّ کے قبضے میں ہے، حتیٰ کہ اس کی نقل وحرکت بھی اپنی نہیں۔

Marfat.com

شیخ ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

البعد الذی لا ملك له ۔

ترجمہ:۔''عبد کسی شے کا مالک نہیں ہوا کرتا۔''

مفکر اسلام حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اور عبدہ میں خوب فرق واضح کرتے ہوئے کہا ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر ماسراپا انتظار او منتظر

(یعنی ان میں فرق یہ ہے کہ عبد اپنے مالک کے سلام و کرم کا منتظر رہتا ہے، لیکن جسے مقام عبدہ مل جائے، خالق کا اس پر اس قدر کرم ہو جاتا ہے کہ پھر خالق و مالک خود اس کا انتظار فرماتا ہے۔)

شب معراج حضرت جبرائیل امین کا یہ جملہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے، انہوں نے عرض کیا تھا حضور چلیے۔

ان ربك المشتاق اليك ۔

ترجمہ:۔''آپ کا ربّ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشتاق و منتظر ہے۔''

لیلاً (رات کے کچھ حصہ میں)

لیل کو معرفہ کی بجائے نکرہ ذکر کیا، تا کہ قلت مدت پر دلالت ہو، شیخ جار اللہ زمخشری کہتے ہیں۔

اراد بقوله ليلاً بلفظ التنكير تقليل مدة الاسراء (الكشاف) ۔

ترجمہ:۔''لیلاً نکرہ ذکر کر کے واضح کر دیا کہ سیر کی مدت بہت ہی کم تھی۔''

پھر لیلاً (تاء) کے بغیر فرمایا نہ کہ لیلۃ کیونکہ لفظ لیلۃ کی تمام رات پر دلالت کرتی ہے۔

چونکہ یہ سیر رات کے تھوڑے حصہ میں تھی، لہٰذا لیلاً فرمایا تا کہ واضح ہو جائے کہ اس سیر کے لیے تمام رات نہیں بلکہ یہ سیر رات کے کچھ حصہ میں ہوئی۔

امام نجم الدین الغیطی رقمطراز ہیں۔

اذا قالوا سرى ليلة كان ذلك فى الغالب لا ستعياب الليلة باسرى ۔

ترجمہ:۔''اگر''اسری لیلۃ'' کا لفظ آیا ہوتا تو اس سے اغلب تمام رات میں سیر کرانا مراد ہوتی ہے۔''

(المعراج الکبیر صفحہ 9)

لنریه من آیاتنا (تا کہ ہم انہیں اپنی آیات دکھائیں)

یہ اس سیر کی غایت ہے کہ ہم نے یہ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آیات کا مشاہدہ کروانے کے لیے کروایا، یہاں بھی آیاتنا (ہماری آیات) اور سورۃ نجم میں ہے۔

لقد رأى من آيات ربه الكبرىٰ ۔

ترجمہ:۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔''

marfat.com

Marfat.com

یعنی دونوں مقامات پر آیات اللہ کا تذکرہ ہے کہ ہم نے خصوصی آیات کا مشاہدہ عطا فرمایا۔
اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اپنی مخلوق کی آیات دکھائیں تا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عین الیقین ہو جائے۔اس کا ذکر سورۃ انعام کی آیت 75 میں خالق و مالک کائنات نے یوں فرمایا ہے۔

و کذلك تری ابراهیم ملکوت السموٰات والارض ولیکون من الموقنین .

ترجمہ:-''اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔'' (سورۃ انعام آیت 75)

کچھ لوگ اس آیت مبارک سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

فیلزم ان یکون معراج ابراهیم علیه السلام افضل من معراج محمد ﷺ

سماوی و ارضی تمام آیات کا مشاہدہ کروایا تو اس سے لازم آ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معراج، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے معراج سے افضل ٹھہرے۔

اس لیے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے معراج میں آیات ربّ للعالمین کا مشاہدہ کیا یعنی کہ ذات باری تعالیٰ کے عرش عظیم پر پہنچ کر دیدار کیا، قرب حاصل کیا، کائنات کے تمام علوم حاصل کئے اور ان گنت باری تعالیٰ سے نوازشیں حاصل کیں۔ آپ ﷺ نے اس دوران سماوی اور ارضی تمام آیات کا بھی مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف مخلوق (ارض وسماء) کی آیات کا مشاہدہ کیا جب کہ حضور پُرنور، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے آیات الٰہیہ، اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پاک کی آیات کا مشاہدہ فرمایا۔

بالفاظ دیگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تبارک تعالیٰ کی مخلوق کی آیات مشاہدہ فرمائیں اور آپ ﷺ نے خالق کی، خالق و مالک کائنات کی ذات پاک کی آیات کا مشاہدہ فرمایا۔ بلاشبہ آیات الٰہیہ کا مشاہدہ، سماوی اور ارضی (مخلوق کے) مشاہدہ سے کہیں افضل ہے۔

اس سے متعلق امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خیال ورائے کا اظہار یوں کیا ہے۔

الذی راه ابراهیم ملکوت السموات والارض والذی راه محمد ﷺ بعض آیات الله تعالٰی ولا شك ان آیات الله افضل .(مفاتیح الغیب، 20، 292)

ترجمہ:-''جو آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھیں وہ سماوی اور ارضی تھیں، جب کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے بعض آیات اللہ کا بھی مشاہدہ کیا اور آیات اللہ بلاشبہ افضل و اعلیٰ ہیں۔''

انه هو السمیع البصیر (وہی دیکھنے اور سننے والا ہے)

مختار قول یہی ہے اس ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے، معنی یہ ہے کہ وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے اقوال کو

Marfat.com

سننے والا اور آپ کے افعال کو دیکھنے والا ہے۔

امام ابوالبقا عبداللہ بن حسین عکبری نے بعض محققین سے نقل کیا ہے، اس کا مرجع عبد بھی ہوسکتا ہے اب ترجمہ یہ ہوگا۔

السمیع لکلا منا البصیر لذاتنا املاء ما من به الرحمن ۔

ترجمہ:۔ ''آپ (ﷺ) ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات اقدس کا دیدار کرنے والے ہیں۔''

اور قدرے آسان انداز میں اس کا بیان یوں ہے۔

بعض مفسرین نے انــــه کی ضمیر کو محض اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف راجع کیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جھٹلانے والوں کو دھمکی اور وعید ہے۔ کہ ہم تمہاری مخالفت اور تکذیب کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اس لیے خوب سزا دیں گے۔ اور بعض علماء کرام نے اس ضمیر کو محض حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی طرف راجع کیا ہے جیسا کہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا۔ (زرقانی جلد 3 صفحہ 124)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قدرت کی نشانیاں جو دیکھنے کے قابل تھیں آپ ﷺ نے ان کو دیکھا۔ اور جو سننے کے قابل تھیں ان کو سنا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے سب واقعات آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمائے جس طرح کہ مشاہدہ فرمانے کا حق تھا'' اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ضمیر اگر اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف راجع ہو تب بھی جائز ہے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہو تب بھی درست ہے۔ (روح المعانی پارہ 15 صفحہ 13)

معراج، سورۃ نجم کی روشنی میں

منبع علم و دانش قرآن مجید فرقان حمید میں واقعہ معراج نمایاں طور پر دو الگ الگ مقامات یا سورتوں میں بیان ہوا ہے۔ سورۃ النجم میں سفر معراج کا ذکر جمیل قدرے تفصیل سے ہوا ہے۔

سورۃ نجم میں بیت المقدس سے اگلے حصہ سیر کا تذکرہ ہے، اس حصہ کو بعد میں لانے کی حکمت یہ ہے کہ پہلے بیت المقدس تک جانا مان لیں اور اس پر آپ ﷺ کی سچائی واضح ہو جائے تو پھر اس سے بڑھ کر جو واقعہ ہے اسے سامنے لایا جائے تاکہ تدریجاً ایمان کا حصول ہو، آیئے! ان مبارک آیات اور الفاظ کی تلاوت اور ضروری تشریح و تفصیل سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ نجم کی 1 تا 18 آیات پاک میں معراج النبی ﷺ کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ○ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا

marfat.com
Marfat.com

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○

ترجمہ:۔ ’’قسم ہے روشن ستارے (وجودِ محمدی ﷺ) کی جب وہ (شبِ معراج عرشِ بریں پر عروج فرما کر زمین کی طرف) اترا تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے ان کا فرمانا فقط وحیِ الٰہی ہی ہوتا ہے جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے بہت زبردست (اللہ) نے پھر اس (اللہ) نے استویٰ فرمایا اس حال میں کہ وہ (محمد ﷺ) سب سے اونچے کنارے (دائرہ امکان کے منتہیٰ) پر تھے پھر قریب ہوا (اللہ محمد ﷺ سے) پھر زیادہ قریب ہوا تو (محمد ﷺ اپنے ربّ سے) دو کمانوں کی مقدار (نزدیک) ہوئے بلکہ اس سے (بھی) زیادہ قریب۔ تو وحی فرمائی اپنے عبدِ مقدس کو جو وحی فرمائی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشمِ مصطفیٰ) نے کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا۔ اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا‘ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا، جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حدِ ادب سے) سے آگے بڑھی یقیناً انہوں نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔‘‘ (سورۃ نجم آیت 1 تا 18)

خالق و مالک کائنات، اللہ ربّ العزت نے ان آیاتِ مقدسہ کے آغاز میں قسم اٹھائی ہے اور یقیناً ربّ العالمین کا قسم اٹھانا ایک غیر معمولی بات ہے۔ اس (قسم اٹھانے) سے غیر معمولی واقعہ کی تمہید کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ خالق و کائنات کا کسی واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے قسم اٹھانا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور جس ہستی معظم کے بارے میں یہ واقعہ بیان ہو رہا ہے وہ ہستی کن عظمتوں اور رفعتوں کی حامل ہے! اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے رحیم و کریم کسی بہت ہی اہم معاملے کا انکشاف فرما رہے ہیں۔

اس غیر معمولی اہتمام کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کو بندوں پر یہ آشکار کرنا بھی مقصود ہے کہ اس معجزہ معراج کو اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر نہ پرکھیں بلکہ اسے خالق ارض و سماوات کی قدرتِ کاملہ کا مظہر جان کر دل و جان سے قبول کرلیں۔ فرمایا! قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے۔ مذکورہ آیات کی پہلی آیت میں ’’نجم‘‘ اور ’’ھوی‘‘ کے الفاظ معنی خیز بھی ہیں اور ہمیں غور و تدبر کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔

لفظ نجم کا مفہوم

عربی لغت میں نجم کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔

یہ لفظ عربی زبان و ادب میں کبھی اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس کا استعمال بطور مصدر عمل میں لایا

Marfat.com

جاتا ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر لفظ نجم بطور اسم استعمال ہو تو اس کا ایک معنی یہ لیا جائے گا کہ ''کسی چیز کی اصل، مبداء، یا جڑ مثلاً کسی درخت کی جڑ، جو ایک تناور درخت کی اصل ہوتی ہے۔'' جس جگہ سے کوئی چشمہ پھوٹے اس جگہ کو بھی نجم کہا جاتا ہے۔ چشمہ سب کو سیراب کرتا ہے۔ اور ریگستانوں، سنگلاخ چٹانوں کو بھی شاداب موسموں کی نوید دیتا ہے۔

لفظ نجم فن حدیث میں بھی اصل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ **هذا الحديث لا نجم له** تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بے بنیاد اور من گھڑت ہے۔

آیت مذکورہ میں نجم سے مراد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ ''قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے'' معراج کی شب عظمت کا تاج کس رسول مکرم و معظم ﷺ کے سر اقدس پر سجایا گیا، کھلے آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ ظاہر ہے یہ حضور پرنور ﷺ کی ذات تھی اور خدا اپنے محبوب ﷺ کو ستارے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ستارہ جو روشنی کی علامت ہے، ستارہ جو حرکت اور زندگی کا نمائندہ ہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

اس سے حبیب خدا ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ امام محی السنۃ حسین بن مسعود بغوی سن وفات 516 ہجری لکھتے ہیں۔

وقال جعفر الصادق يعني محمد ﷺ اذ نزل من السماء الى الارض ليلة المعراج۔

ترجمہ:۔ ''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے اس سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مراد ہیں جو شب معراج آسمان سے زمین پر تشریف لائے۔'' (معالم التنزیل جلد 4، صفحہ 244)

صاحب روح المعانی اور تفسیر مظہری کا بھی یہی کہنا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

النجم انه محمد۔

ترجمہ:۔ ''نجم سے مراد محمد ﷺ ہیں۔'' (روح المعانی پارہ، حصہ 27، صفحہ 45...تفسیر المظہری جلد 9، صفحہ 103)

اکثر محدثین و مفسرین نے نجم سے مراد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر کبیر'' میں، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح المعانی'' میں، امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے، ''تفسیر خازن'' اور روزبہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عرائس البیان'' میں نجم کے اسی مفہوم کو اعتماد و اعتبار کی سند عطا کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد ائمہ تفسیر نے بھی نجم سے مراد سیاح لامکاں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سرورِ کائنات ﷺ کی ذات اقدس ہی لی ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نجم کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''خدا کی ذات بابرکات نے کنائے اور اشارے کے پیرائے میں حضور انور نبی کریم ﷺ کی رخشندہ و

marfat.com
Marfat.com

تابندہ ذات کی قسم کھائی اور فرمایا: قسم ہے اے محبوب! کہ تو اصل ہے۔'' (المفردات:483)

اذا ھوٰی

والنجم اذا ھوٰی کا پہلا معنی بلندیوں تک پہنچنا ہے۔ معراج کی شب حضور پُر نور نبی کریم ﷺ اپنے وجود بشری کے ساتھ ان بلندیوں سے بھی آگے تشریف لے گئے جن بلندیوں پر جبرائیل جیسے مقرب فرشتے کے بھی پر جلتے ہیں۔ کلام خدا پر جتنا بھی غور کیا جائے تفہیم کی نئی نئی پرتیں خود بخود سامنے آتی جاتی ہیں۔ اگر النجم سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود مراد لیا جائے اور لفظ ھوٰی ھَـوٰی سے مشتق ہو تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا: ''چمکتے ہوئے ستارے محمد ﷺ کی قسم جو زمین کی پستیوں سے ابھر کر عالم لامکاں کی بلندیوں کی انتہا تک پہنچا۔''

اس کا ذکر ربّ کائنات نے قسم کھا کر کیا ہے کہ یہ واقعہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہ بات سدرۃ المنتہٰی کے بعد کی ہے کیونکہ سدرۃ المنتہٰی تک تو جبرائیل کو بھی رسائی حاصل ہے۔ سدرۃ المنتہٰی عالم ملوکیت کی آخری حد ہے، جہاں شہداء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا گزر رہتا ہے۔ لہٰذا سدرۃ المنتہٰی تک پہنچنا اتنی عظیم بات نہ ہوتی اور اسے اس اہتمام سے بیان بھی نہ کیا جاتا لیکن بات سدرۃ المنتہٰی سے آگے کی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے قسم کھانے سے اس استدلال کو تقویت ملتی ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پروردِگار عالم کی عطا کردہ قوت سے عالم بالا کے اس آخری کنارے تک پہنچے جہاں کوئی نبی مرسل یا فرشتہ پہنچنے کی نہ تاب رکھتا ہے اور نہ جرات، وہاں تک تو کسی کے تصور وتخیل کی رسائی بھی ممکن نہیں۔

لفظ ھَوٰی سدرۃ المنتہٰی سے قَـابَ قَوْسَيْنِ تک کے سفر کو بیان کر رہا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس لمحہ کی قسم جب میرے محبوب تو لامکاں کی حدوں کو پار کر کے میرے مقام قرب تک پہنچا۔

ماضل صاحبکم وما غوی (تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا)

یہ جواب قسم ہے، یہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دو باتوں کی نفی فرمائی ہے۔

ضلالت اور غی، ضلالت کی ضد ہدایت اور غی کی ضد رشد ہے۔ لفظ ضلالت عام طور پر اس گمراہی کے لیے آتا ہے جس کا تعلق بھول چوک یا فکر و اجتہاد کی غلطی سے ہو اور غوی کا تعلق اس گمراہی سے ہوگا جس میں نفس کی اکساہٹ اور آدمی کے قصد و ارادے کو بھی دخل ہو۔

صاحبکم

لفظ صاحب حضور پُر نور ﷺ کے لیے اور ضمیر سے مخاطب قریش ہیں، انہیں متوجہ کر کے کہا جا رہا ہے کہ یہ پیغمبر

Marfat.com

جو تمہارے دن رات کے ساتھی ہیں، تمہارے لیے کوئی اجنبی نہیں۔ تم ان کے ماضی و حاضر، ان کے اخلاق و کردار اور ان کے رجحان و ذوق سے اچھی طرح واقف ہو۔ تم نے کب ان کے اندر ایسی بات دیکھی ہے جس سے یہ شبہ ہو سکے کہ ان میں کہانت یا نجوم کا کوئی میلان پایا جاتا ہے، اس طرح کا ذوق کسی کے اندر ہوتا ہے تو دن رات کے ساتھیوں سے وہ عمر بھر چھپا نہیں رہتا۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو چیز اتنی مدت تک تم نے ان کے اندر کبھی محسوس نہیں کی اور جب انہوں نے نبوت کا اعلان کیا اور تم کو اللہ کا کلام سنایا تو تم نے ان کو کاہن اور نجومی کہنا شروع کر دیا، حالانکہ ان کی زندگی اور ان کا کلام شاہد ہے کہ ان کے اندر کسی ضلالت یا غوایت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

ماضل اور ماغوی دونوں ماضی ہیں جو واضح کر رہے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلے کی زندگی پاکیزہ اور اعلیٰ تھی یعنی اس میں کوئی عقیدہ و عمل کی ہرگز کوئی کجی نہیں تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا نام ذکر کرنے کی بجائے صاحبکم فرمایا، تاکہ ان پر حجت خوب واضح طور پر ہو

وھم اعلم الخلق به وبحاله واقواله واعماله وانهم لا یعرفوند بکذب ولا غی ولا ضلال ولا ینقصمون امراواحدا قط ۔

ترجمہ:- ’’کیونکہ وہ (کفار و مشرکین مکہ) آپ ﷺ کی ذات، احوال، اقوال اور اعمال سے دیگر تمام سے زیادہ باخبر تھے انہوں نے کبھی بھی آپ ﷺ سے کوئی جھوٹ، غلط بات، گمراہی ہرگز نہیں دیکھی اور وہ اس طرح کا کوئی ایک معاملہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔‘‘ (المعراج الکبیر، 22)

وما ینطق عن الھوی (اور یہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں)

مخالفین نے جب یہ کہنا شروع کیا کہ یہ قرآن خود گڑھ کر لاتے ہیں اور اسے اللہ کا کلام بنا کر پیش کرتے ہیں تو اس کے جواب میں فرمایا، یہ نبی تو اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔

ھویٰ کا مفہوم

یہ نفس امارہ سے محبت اور اس کی اتباع کا نام ہے۔ سب سے بڑی بت پرستی خواہش نفس کی اتباع ہے۔ بتوں، درختوں اور پتھروں کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے بچنا آسان ہے مگر اپنے اندر کے بت سے بچنا نہایت دشوار ہے بلکہ بچنا تو درکنار اکثر لوگوں کو اس کا علم بھی نہیں رہا۔ حالانکہ خالق نے جہاں ظاہری بتوں کی مذمت اور نشاندہی کی وہاں اس نے باطنی صنم کی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ سورۃ فرقان آیت 43 میں ارشاد ربانی ہے۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝

ترجمہ:- ’’کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو خدا بنا لیا گیا تم ایسے کی نگرانی کر سکتے ہو۔‘‘ (سورۃ فرقان آیت 43)

marfat.com

Marfat.com

یعنی چوپائے ہر حال اور ہر شکل میں اپنی اس جبلت پر قائم رہتے ہیں جس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی خواہشات کی پیروی میں سرمو اپنی جبلت سے انحراف نہیں کرتے۔ لیکن انسان جب اپنی خواہشوں کا غلام بن جاتا ہے تو وہ اپنی جبلت اور فطرت کی تمام حدود توڑ کر چوپایوں سے بھی بدترین بن جاتا ہے۔

اور سورۃ جاثیہ آیت 23 میں اس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔

اَفَرَاَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ (سورۃ جاثیہ آیت 23)

ترجمہ:۔ ''کیا تم نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنالیا۔''

اس حقیقت کی کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، رسول بحر و بر، رہبر کائنات، سرکارِ دو عالم، رحمت للعالمین، حبیب ربّ للعالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضور پُر نور، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنی خواہش سے، اپنے نفس سے، کچھ بھی، کبھی بھی ارشاد ہیں فرماتے۔

بلکہ وہ تو وحی اللہ ہوتا ہے۔ درج ذیل روایت و حدیث بہت خوبصورتی سے ترجمانی کرتی ہے۔

کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا یہ دستور تھا کہ حضور پُر نور ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا، وہ لکھ لیا کرتا۔ قریش کے بعض احباب نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا ہر قول لکھ لیا کرتے ہو حالانکہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ انسان ہیں، کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیا کرتے ہیں، چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ بعد میں اس کا ذکر بارگاہ رسالت مآب میں ہوا اور میں نے سلسلہ کتابت بند کرنے کی وجوہ بیان کی، تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اکتب فو الذی نفسی بیدہ ما خرج منی الا الحق ۔

ترجمہ:۔ ''اے عبداللہ! تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔''

ضل اور ینطق کا اہم فائدہ

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس مقام پر آپ ﷺ کی عظمت و شان کے لیے ضل ماضی اور ینطق مضارع ذکر کیا تا کہ تمام احوال میں آپ کا صدق، عصمت واضح ہو جائے، امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں ان لفاظ میں نہایت ہی حسن ہے کیونکہ ان سے واضح کر دیا گیا کہ بچپن سے لے کر کوئی بھی برائی آپ ﷺ کے قریب نہیں آئی۔

فلم یکن اولاً ضالا ولا غاویا وصار الان منقذا من الضلالۃ و مرشدا وھادیا ۔

ترجمہ:۔ ''آپ ﷺ تو ابتداء ہی سے گمراہ اور غلط نہ تھے اب تو آپ ﷺ گمراہی سے نجات دینے والے اور ہادیٔ و رہنمائی فرمانے والے ہیں۔'' (مفاتیح الغیب، پ 27، صفحہ 234)

Marfat.com

علامہ محمود آلوسی (1270) نے الکشف کے حوالہ سے اس نکتہ کو یوں تحریر کیا ہے۔

لم یکن سابقة غواية وضلال منذ تميز و قبل تحنكه و استنبائه لم يكن له نطق عن الهوى كيف و قد تحنك و نبى .

ترجمہ:-''جب آپ ﷺ بلوغ سے اور نبوت کی گھٹی سے پہلے گمراہی پر نہ تھے اور خواہش سے نہ بولتے تھے تو نبی بنائے جانے کے بعد ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟'' (روح المعانی، پ28، صفحہ 67)

ان هو الا وحی یوحی (یہ تو وحی ہے جو کی جاتی ہے)

ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو آراء ہیں۔

1- اس کا مرجع قرآن ہے یعنی قرآن سراپا وحی ہے۔

2- اس کا مرجع نطق ہے یعنی آپ ﷺ کا ہر قول مبارک سراپا وحی ہے۔

دونوں ہی آراء درست ہیں مگر دوسری رائے احسن ہے کیونکہ اسے قرآن تک ہی محدود رکھنا خلاف ظاہر ہے اس لیے اہل علم نے یہ تصریح کی ہے۔

وهذا احسن من قول من جعل الضمير عائدا الى القرآن فانه يعم نطقه بالقرآن و السنة وان حكمها وحى وسياق الكلام يرشد هذا المعنى .

ترجمہ:-''یہ اس قول سے احسن ہے کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے، کیونکہ یہ قرآن وسنت دونوں کو شامل کرتا ہے اور دونوں وحی ہیں سیاق کلام بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔'' (المعراج الکبیر، 24)

جب آپ ﷺ کا نطق سراپا وحی ہے تو اب قرآن کے ساتھ ساتھ سنت بھی بلاشبہ وحی ہوگی، ہاں قرآن وحی جلی اور سنت وحی خفی۔

سنن دارمی میں یحییٰ بن کثیر سے درج ذیل ہے۔

كان جبريل ينزل على النبى ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن .

ترجمہ:-''جبرائیل امین حضور پرنور نبی کریم ﷺ پر اس طرح سنت لے کر آتے جیسے قرآن لے کر آتے تھے۔''

حضرت حسان بن عطیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، سنن ابوداؤد میں حضرت مقدام بن معدیکرب سے ہے کہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔

الا انى اوتيت القرآن و مثله .

ترجمہ:-''سنو، مجھے قرآن اور اس کی مثل عطا کیا گیا ہے۔'' قرآن کی مثل اسوۂ حسنہ یا سنت مبارک ہی تو ہے۔

marfat.com
Marfat.com

علمه شديد القوى (زبردست قوتوں والے نے اسے سکھایا)

اکثر مفسرین نے اس سے حضرت جبرائیل امین جب کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس سے ذات الٰہی مراد لیتے ہیں علامہ محمود آلوسی رقمطراز ہیں۔

ان شديد القوى هو الله تعالىٰ .

ترجمہ:۔''شدید القوی سے اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔''

(روح المعانی پ 27،صفحہ 74 ..... فتح البیان پ 27،صفحہ 447)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دیگر اقوال کو لیا ہی نہیں بلکہ لکھا۔

اى ذوقوة شديدة وهو الله تعالىٰ ان الله هو الرزاق ذوالقوة المتين وقوله تعالىٰ وعلمك مالم تكن تعلم و قوله تعالىٰ الرحمن علم القرآن .

ترجمہ:۔''یعنی وہ جو قوت شدیدہ کا مالک ہے' وہ اللہ تبارک تعالیٰ ہے اس کے بارے میں ہے رزاق ہے اور صاحب قوت متین ہے اس پر **علمك مالم تكن تعلم** اور **الرحمن علم القرآن** بھی شاہد ہے۔'' (تفسیر القرآن بکلام الرحمان،345)

ذومرة (جو بڑا دانا ہے)

اس کا مفہوم عقل میں کامل اور رائے میں صائب ہونا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ترجمہ حسین وجمیل منقول ہے۔شدید القوی سے قوت علم اور ذومرہ سے قوت جسم بھی مراد لی جاسکتی ہے۔امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شدید القوی اور ذومرہ اللہ کی صفات ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ زبردست قوتوں والا اور دانا ہے اس نے اپنے نبی کو قرآن کی تعلیم دی۔

فاستوى وهو بالافق الاعلى (پھر اس نے قصد کیا اور سب سے بلند کنارہ پہ تھے)

اکثر مفسرین کے نزدیک فاستویٰ کا فاعل حضرت جبرائیل امین ہی ہیں لیکن امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان ضمائر کا مرجع بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات ہے۔

على معنى العظمة والقدرة والسلطان .

ترجمہ:۔''تو اس سے مراد اللہ تبارک تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور بادشاہی ہے۔'' (معراج الکبیر صفحہ 28)

ثم دنا فتدلى (پھر قریب ہوا اور قریب ہوا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دنا کا فاعل اللہ تبارک تعالیٰ ہے امام مکی اور ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

Marfat.com

هو الرب دنا محمد ﷺ .

ترجمہ:۔''رب العزت کی ذات محمد ﷺ کے قریب ہوئی۔'' (الشفاء جلد 1 صفحہ 270)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔

دنا الجبار ربّ العزة .

ترجمہ:۔''جبار ربّ العزت قریب ہوا۔'' (البخاری، کتاب التوحید)

امام طبری اور دیگر مفسرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے۔

فدنا ربك عزوجل فكان قاب قوسين او ادنى . (جامع البیان پ 27، 62)

ترجمہ:۔''تو تمہارا ربّ عزوجل قریب ہوا اور فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم ہوگیا۔''

ولقد راه نزلة اخرى کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

دنا منه ربه .

ترجمہ:۔''حضور کا ربّ آپ کے قریب ہوا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے دلائل النبوۃ للبیہقی کے حوالہ سے روایت نقل کر کے کہا۔

هذا سند حسن وهو شاهد قوى لرواية شريك .

ترجمہ:۔''یہ سند حسن ہے اور یہ روایت شریک پر قوی شاہد ہے۔'' (فتح الباری، 13)

فكان قاب قوسين او ادنىٰ (تو ہوگئے قریب دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا)

معراج کے شایان شان یہی ہے کہ یہاں اللہ ورسول کا قرب مراد لیا جائے، اگر جبرائیل امین کا قرب مراد ہو تو پھر یہ اشکال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی دو زانو ہو کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھتے تھے، شب معراج ان کا قرب چہ معنی دارد؟

یہاں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے جو معاملہ کو آشکار کرنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے لکھتے ہیں۔

ان الدنو التدلى من جبريل عليه السلام وكونه قاب قوسين او ادنى ليس كمالا للنبى عليه السلام فان النبى عليه السلام كان افضل من جبريل عليه السلام قال رسول الله ﷺ وزير اى فى السماء جبريل و ميكائيل .

ترجمہ:۔''حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا دو کمانوں سے بڑھ کر قریب ہونا حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے لیے کمال نہیں کیونکہ آپ ﷺ جبرائیل امین سے افضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان پر میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل ہیں۔'' (المظہری، پارہ 27، صفحہ 106)

marfat.com
Marfat.com

فاوحٰی الی عبدہٖ ما اوحٰی (پس اللہ نے وحی کی اپنے بندے پر جو کرنا تھی)

یہاں بھی دو آراء ہیں کہ اوحیٰ کا فاعل کون ہے؟ اکثر محدثین و مفسرین کرام کی رائے یہی ہے کہ اس کا فاعل اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ حدیث مرفوع میں اوحیٰ کا فاعل ذات الٰہی ہونے سے تصریح ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی اللہ الی ما اوحی ففرض علی خمسین صلاۃ فی کل یوم ولیلۃ (مسلم، کتاب الایمان)(مسند احمد)

ترجمہ:۔''اللہ نے وحی کی مجھ پر جو وحی کی، تو پھر مجھ پر ہر دن ورات میں پچاس نمازیں فرض کردیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی (التوفی، 852ہجری) اسی کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وکلام اکثر المفسرین من السلف یدل علی ان الذی اوحی ھو اللہ اوحی الی عبدہ محمد .(فتح الباری ،8، 496)

ترجمہ:۔''اسلاف مفسرین اکثریت کی گفتگو یہی بتاتی ہے کہ اوحیٰ کا فاعل اللہ تبارک تعالیٰ ہے اور اس نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمائی۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تبارک تعالیٰ سے بلاواسطہ بار بار کلام کا شرف پانے پر تقریباً اجماع ہے۔

فحصل لہ التکلیم من الرب عزوجل لیلتئذ وائمۃ السنۃ کالمطبقین علی ھذا .

ترجمہ:۔''اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ربّ سے کلام کا شرف ملا اس پر تمام اہل سنت کے ائمہ کا تقریباً اجماع واتفاق ہے۔'' (البدایہ والنہایہ)

ماکذب الفواد مار ای (نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا چشم سراج المنیر نے)

فواد قلب نبوی اور رأی کا فاعل حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مفہوم یہ ہوا آپ کے قلب انور نے تصدیق کی جس کا آپ کی آنکھوں نے مشاہدہ کیا کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں یہ حقیقت ہے یہ نظر کا فریب نہیں، نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا کہ حقیقت کچھ اور ہو اور نظر کچھ اور آ رہا ہو۔ ہر شخص کو کبھی نہ کبھی اس صورتحال سے واسطہ پڑتا ہے کہ آنکھوں کو تو کچھ نظر آتا ہے لیکن دل اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ یہاں واضح کیا جارہا ہے کہ یہاں ہرگز ایسی صورت نہیں۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشاہدے کی تصدیق وتائید ہے تاکہ کوئی اس مشاہدے کو دل کی خیال آرائی اور نفس کا فریب نہ سمجھے۔ یہ مشاہدہ فریب نفس اور دھوکا نہیں بلکہ فی الحقیقت حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مشاہدہ ہے۔

مشاہدہ کس کا مراد ہے؟ اختلاف ہے بعض صحابہ حضرت جبرائیل کا مشاہدہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ سیدہ عائشہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بعض کے نزدیک دیدار الٰہی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، تفصیل کے لیے بیان معراج میں دیدار الٰہی کا مفصل و مدلل ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں صرف امام نووی کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کہ

رای جبریل له ستمائة جناح ۔

ترجمہ:۔"آپ نے جبرائیل کو چھ صد پروں کے ساتھ دیکھا۔

کے تحت لکھتے ہیں۔

هذا الذی قاله عبدالله هو مذهبه فی هذه الایة و ذهب الجمهور من المفسرین ان المراد انه رأی سبحانه و تعالیٰ ۔

ترجمہ:۔"یہ اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ کا قول ہے لیکن جمہور مفسرین کہتے ہیں یہاں مراد دیدار الٰہی ہے۔" (شرح مسلم جلد 1 صفحہ 97)

ولقد رأه نزلة اخری (اور یقیناً انہوں نے اسے دوبارہ بھی دیکھا)

یعنی نبی کا مشاہدہ فقط ایک بار نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کو کوئی واہمہ یا مغالطہ قرار دے دیا جائے بلکہ اسی طرح انہوں نے دوبارہ بھی مشاہدہ کیا۔ یہاں بھی دونوں آراء ہیں قرب جبرائیل ماننے والے کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین کو اصل حالت میں دو دفعہ دیکھا لیکن قرب الٰہی قرار دینے والے کہتے ہیں یہ دونوں دفعہ مشاہدہ باری تعالیٰ کا حاصل ہوا۔

امام نجم الدین الغیطی رقمطراز ہیں رأہ کی ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے۔

فقال ابن مسعود و عائشة و مجاهد هو عائد علی جبریل وقال ابن عباس و کعب الاحبار هو عائد علی الله تعالیٰ ۔

ترجمہ:۔"حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ، مجاہد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں یہ جبرائیل امین کی طرف لوٹتی ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔" (المعراج الکبیر:34)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربه مرتین ۔

ترجمہ:۔"حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔

نظر محمد الی ربه جعل الکلام لموسیٰ والخلة لا براھیم والنظر لمحمد ﷺ .

ترجمہ:۔ ”حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے ربّ کا دیدار کیا، اس نے (اللہ تبارک تعالیٰ نے) کلام حضرت موسیٰ کو، خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور دیدار حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا۔“

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

روی الطبرانی فی الاوسط باسناد قوی .

ترجمہ:۔ ”امام طبرانی نے سند قوی سے اسے (مندرجہ بالا کو) روایت کیا ہے۔“

(اوسط للطبرانی بحوالہ فتح الباری، جلد 7، صفحہ 174)

عند سدرۃ المنتھیٰ (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس)

یہ دوسری دفعہ مشاہدہ کے مقام کا تذکرہ ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا۔ سدرہ عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہا جاتا ہے یہ مقام کہاں ہے؟ اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دو آراء منقول ہیں۔

1- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ یہ چھٹے آسمان پر ہے۔ مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ سدرہ پر تشریف فرما ہوئے۔

وھی فی السماء السادسة .

ترجمہ:۔ ”اور یہ چھٹے آسمان پر ہے۔“

2- لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا مقدس فرمان روایت کیا ہے۔

ثم صعدبی فوق سبع سموات فاتینا سدرۃ المنتھیٰ .(سنن النسائی، باب فرض الصلاۃ)

ترجمہ:۔ ”پھر چھٹے آسمان سے اوپر لے جایا گیا اور پھر سدرۃ المنتہیٰ پر جا پہنچے۔“

اس لیے ساتویں آسمان پر ہونے کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ یہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان ہے۔

کچھ محدثین نے ان میں یوں موافقت بیان کی کہ اس کی اصل (جڑ) چھٹے آسمان پر جب کہ شاخیں وغیرہ ساتویں آسمان پر ہیں۔ شارح مسلم امام نووی (المتوفی 672ہجری) رقمطراز ہیں۔

ویمکن ان یجمع بینھما فیکون اصلھا فی السادسة و معظمھا فی السابعة .

ترجمہ:۔ ”ان کے درمیان یوں موافقت ممکن ہے کہ اس کی اصل چھٹے میں اور بڑا حصہ ساتویں میں ہے۔“

Marfat.com

اوراس سے آگے شیخ خلیل کے حوالہ سے لکھا۔

ھی سدرۃ فی السماء السابعۃ قد اظلت السموات والجنۃ ۔

ترجمہ:۔"سدرۃ ساتویں آسمان پر ہےاوراس نے آسمانوں اور جنت کوڈھانپ رکھا ہے۔"

(شرح مسلم جلد 1 صفحہ [illegible])

امام ابن حجر عسقلانی، امام قرطبی کے حوالہ سے احادیث میں تعارض ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہاں کوئی تعارض نہیں۔

لانہ یحمل علی ان اصلھا فی السماء السادسۃ واغصانھا و فروعھا فی السابعۃ ولیس فی السادسۃ منھا الا اصل ساقھا ۔

ترجمہ:۔"کیونکہ ممکن ہےاس کی اصل (جڑ) چھٹے آسمان میں، اس کی شاخیں ساتویں آسمان پر ہوں۔ توچھٹے پرصرف اس کی جڑیں ہوں۔" (فتح الباری جلد 7 صفحہ 199)

اس مقام کوالمنتھٰی کہنے کی متعدد وجوہ بیان ہوئی ہیں۔

1 - ملائکہ کاعلم یہاں تک ہی ہے، امام نووی رقمطراز ہیں۔

قال ابن عباس و المفسرون وغیرھم سمیت سدرۃ المنتھٰی لان علم الملائکۃ ینتھی الیھا ولم یجاوزھا احد الا رسول اللہ ﷺ ۔

ترجمہ:۔"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسرین اور دیگر نے سدرۃ المنتھٰی کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ملائکہ کاعلم یہاں تک ہی ہےاوراس سے آگے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں گیا۔ اور کوئی نہیں جانتا۔

2 - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ یہ منقول ہے کہ اوپر سے اور نیچے سے جو چیز آتی ہے وہ وہاں رک جاتی ہے۔

3 - مخلوق کاعلم یہاں تک ہی ہےاس سے آگے غیب ہے۔

لا یعلمہ الا اللہ تعالٰی اومن اعلمہ ۔

ترجمہ:۔"اسے اللہ تبارک تعالیٰ ہی جانتا ہے یا جسے وہ آگاہ فرمادے۔" (المعراج الکبیر، 35)

4 - حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی شریعت کا کامل اتباع کرنے والوں کی یہ آخری منزل ہے۔

اذیغشی السدرۃ ما یغشی (جب سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا)

یہ ان انوار وتجلیات کی طرف اشارہ ہےجن کے ہجوم نے سدرہ کوڈھانپ رکھا تھا ان کے بیان کے لیے نہ کسی لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

احادیث مبارکہ میں متعدد الفاظ سے اس کی تفصیل آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا سدرہ کو نور نے ڈھانپ رکھا ہے اور اس کے ہر پتہ پر فرشتہ اللہ تبارک تعالیٰ کی تسبیح کر رہا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

غشیھا من نور اللہ عزوجل حتی ما یستطیع احد ینظر الیھا ۔

ترجمہ:۔''اسے اللہ عزوجل کے نور نے اس قدر ڈھانپ رکھا ہے کہ اسے دیکھنے کی کسی میں طاقت نہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے۔

فما احد من خلق یستطیع انہ ینعتھا من حسنھا ۔

ترجمہ:۔''مخلوق میں سے کوئی اس کے حسن کے بیان کی طاقت نہیں رکھتا۔'' (المظہری پ27،صفحہ 113)

امام عبد بن حمید نے سلمہ بن وعران سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فرشتوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا، ہم تمام پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پانا چاہتے ہیں۔

فاذن لھم فغشیت الملائکۃ السدرۃ ینظروا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ترجمہ:۔''انہیں اجازت ملی تو وہ سدرہ پر جمع ہو گئے تا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پا سکیں۔'' (درمنثور)

مازاغ البصر و ما طغی

(نہ عاجز ودرماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حدادب) سے آگے بڑھی)

یہ نگاہ نبوی کی شان وکمال کا بیان ہوا، یہاں ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تحمل کا بیان ہے کہ اس قدر انوار وتجلیات کے باوجود آپ کی نگاہ میں کوئی چکا چوند ودرماندگی پیدا نہ ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے سکون کے ساتھ پوری طرح انہیں دیکھتے رہے۔دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال ضبط ویکسوئی کا اظہار ہے کہ جس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذہن اور اپنی نگاہ کو مرکوز کئے رہے اور حیرت انگیز مناظر ہونے کے باوجود ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

ما مال بصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمینا و لا شمالا و ما اخطی فی النظر بل اثبتہ اثباتا صیحا و ما طغی ای ما جاوز عن المحبوب الی غیرہ ۔

ترجمہ:۔''حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مقدس دائیں بائیں نہ پھری اور نہ ہی دیکھنے میں کمی کی بلکہ

Marfat.com

اسے آپ ﷺ نے نہایت ہی تحمل سے ثابت رکھا، وماطغیٰ یعنی اس نے محبوب کے علاوہ کسی طرف تجاوز نہ کیا۔'' (المظہری، پارہ 27، صفحہ 113)

ذہن ونگاہ، مقصد کی طرف مرکوز رہنے پر حضرت ملا علی قاری کی ایک گفتگو نہایت ہی اہم اور قابل مطالعہ ہے، حدیث معراج میں ہے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے کہا یہ تمہارے والد ابراہیم ہیں انہیں سلام کہو تو میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اس پر موصوف (حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں۔

کان نبینا علیه السلام کان فی الاستغراق التام و مشاهدة المرام غلافلا عن الا نام کما اشار الیه سبحانه و تعالیٰ بقوله مازاغ البصر و ماطغی حتی احتاج فی کل من المقام الی تعلیم جبریل بالسلام۔

ترجمہ:۔ ''گویا ہمارے نبی ﷺ اس وقت کامل حالت استغراق اور مشاہدہ مقصد کی طرف متوجہ اور تمام مخلوق سے بے نیاز تھے جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا، مازاغ البصر وما طغی اس وجہ سے ہر مقام پر جبریل امین کے سلام کہلوانے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت پیش آئی۔''

(مرقاۃ المفاتیح جلد 10 صفحہ 16)

لقد رای من آیات ربه الکبری

(بلاشبہ انہوں نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں)

سورۃ اسراء میں ارشاد مبارک تھا ''لنریه من ایاتنا'' تاکہ ہم اپنی آیات کا مشاہدہ کروائیں۔

یہاں الفاظ ہیں ''آیات ربه الکبری'' اپنے ربّ کی آیات کا آپ ﷺ نے مشاہدہ کیا۔ یاد رہے آیات الٰہیہ (اللہ تبارک تعالیٰ) اور دیگر آیات (مخلوق کی آیات) میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ دیگر تمام نشانیاں، ان میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں۔

حافظ ابن کثیر اور امام رازی نے یہاں لکھا کہ دونوں مقامات کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ دیدار الٰہی نہیں ہوا ورنہ آیات کی جگہ دیدار ذات کا تذکرہ کیا جاتا کیونکہ سب سے بڑی نعمت تو وہی تھی۔

اس کے جواب میں مفسرین نے کہا۔

لادلالة فی عدذکر الرؤیة فی الایتین علی عدم وقوعها لا حتمال انها وقعت و کتمت خوفا من الانکار۔

ترجمہ:۔ ''دونوں آیات میں عدم ذکر رویئت کی عدم وقوع رویئت پر دلالت نہیں کیونکہ ممکن ہے رویئت و دیدار ہوا مگر اسے خوف انکار کی وجہ سے مخفی رکھا ہو'' (المعراج الکبیر، 40)

marfat.com

Marfat.com

یہاں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آیات کی رؤیت، ذات کی رؤیت کے منافی نہیں۔

بل الایات قد یتجلی فیه الذات کما ان الشمس یتجلی فی المراة .

ترجمہ:-"بلکہ آیات میں ذات روشن ہوتی ہے جیسا کہ شمس آئینہ میں۔

اس پر سوال ہوا پہلے تم نے "وماطغی" کا ترجمہ کیا تھا نگاہ نے محبوب کے دیدار سے تجاوز نہیں کیا۔

فکیف یتصور رؤیة الایات .

ترجمہ:-"تو یہ روئیت آیات کا کیا معنی؟

تو آپ نے درج ذیل بہت خوبصورت جواب دیا۔

المقصود من رؤیة الایات انما هی الذات ومن ثم تکون الایات مرأة للذات فحین رأی الایات جاوز نظره عنها الی الذات و حین رأی الذات لم یتجاوز عنه الی غیره اصلا .

ترجمہ:-"رویت آیات سے مقصود ذات ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیات، ذات کے لیے آئینہ ہوتی ہیں، جب آپ نے آیات دیکھیں اور آپ کی نگاہ ان سے گزر کو ذات پر گئی اور جب ذات کا دیدار کیا تو پھر نگاہ کسی طرف متوجہ نہ ہوئی۔" (المظهری پ 27، 114)

Marfat.com

بیانِ معراج

آغاز بیان معراج سے پہلے اگر قارئین کرام کو حاصل اسراء ومعراج کا مختصر سا بیان برائے یاددہانی دہرادیا جائے تو اس سے معراج کو سمجھنے میں اور اس سے پوری طرح مستفید ہونے میں مدد ملے گی۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے خون پاک کے جو معطر قطرے گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے جسم اطہر سے زمین طائف پر ٹپکے، بہے، خالق ومالک کائنات، قادر مطلق کی شان کریمی نے انہیں موتی سمجھ کر چن لیا اور پیغمبر اوّل وآخر واعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک کیا اٹھے۔ کہ قدرت کی بندہ نوازیوں نے روشن مستقبل کی چابیاں مبارک ہاتھوں میں تھمادی۔

آئے روز الطاف الٰہی کا یوں مسلسل ظہور ہونے لگا کہ خاطر پاک پر حزن وملال کا جو غبار پڑا تھا وہ صاف ہوتا گیا۔ آخر وہ مبارک رات آئی جب کہ دست قدرت نے اپنے مادی، معنوی اور روحانی خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ نورِ ذات پر صفات کے جو پردے پڑے تھے ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ بیکراں مسافتیں سمٹتی گئیں۔ اور عبد کامل حریم قدس میں دنــا فتدلٰی کی منزلیں طے کرتا ہوا قرب وحضوری کے اس مقام رفیع پر فائز کردیا گیا جس کی تعبیر زبانِ قدرت نے **فکان قاب قوسین او ادنٰی** کے پیارے پیارے کلمات سے فرمائی۔ اس سے مزید قرب کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا اور اس قرب خاص کے بیان کے لیے اس سے دل نشین کوئی اسلوب بیان اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ انس وجاں، رسول بحر و بر، رہبر کائنات، اصل الموجودات، انسان کامل مخبر صادق، عالم خفا وغیوب حضور پُرنور، حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے مراتب اور مدارج میں معراج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اور یہ وہ امتیاز ہے جو تمام نبیوں سے (سلام ہو ان پر) صرف حضور پُرنور ﷺ کو حاصل ہے۔ اور وہ خصوصیت بھی اس طرح کہ فرشتوں کے ایک بڑے بھاری اعزازی جلوس کے ساتھ نہایت شان وشوکت سے براق برق رفتار پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچے وہاں تمام نبی (سلام ہو ان پر) آپ ﷺ کے انتظار میں جمع تھے۔ سب نے آپ ﷺ اقتداء کرتے ہوئے نماز دوگانہ ادا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام آسمانوں اور سدرۃ المنتہٰی، حوض کوثر بہشت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کان نے سنے۔

marfat.com
Marfat.com

اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ حجاب کبریاء سے پار ہوئے۔ قاب قوسین او ادنیٰ کی شان سے نوازے گئے' دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے' مازاغ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

سوموار، 27 رجب

آپ ﷺ کی عمر شریف اکاون سال چار ماہ انیس دن تھی اور سوموار کی رات ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ اور نبوت کا بارھواں سال تھا کہ معراج شریف کا واقعہ پیش آیا۔

(روح البیان جلد 1 صفحہ 310 ...... اخبار القرآن صفحہ 254 ...... سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 405)

حضرت ابن دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو معراج سوموار کو ہوئی۔

ولادت باسعادت سوموار کو ہوئی۔

بعثت سوموار کو (غار حرا میں پہلی وحی) ہوئی۔

ہجرت کے لیے مکہ سے سوموار کو روانہ ہوئے۔

یثرب (مدینہ منورہ) سوموار کو پہنچے اور

وصال سوموار کو فرمایا۔

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 405)

جبرائیل کو حکم ملا

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ جل شانہ، کا حکم ہوا کہ آج کی رات بہشت سے ایک براق چن کر ستر ہزار فرشتوں کو شامل کر کے میرے حبیب ﷺ کے دروازہ پر جاؤ اور ادب ملحوظ رکھ کر اسے بیدار کر کے لے آؤ تا کہ میں اسے قرب ووصال کی دولت سے مشرف کروں۔

جبرائیل علیہ السلام جب بہشت میں آئے دیکھا کہ چالیس ہزار براق جنت کی چراگاہ میں چر رہے ہیں جن کی پیشانی پر لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان میں ایک براق غمگین صورت میں ایک گوشہ میں سر جھکائے ہوئے رو رہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا تو بتایا کہ میں نے چالیس ہزار سال سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام سنا ہے۔ اس کی محبت اور اس کے شوق میں زندگی بسر کرتا ہوں یہاں تک کہ کھانا اور پینا موقوف کر دیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تمام براقوں سے اس براق کو پسند فرمایا کیونکہ اس کے دل میں حضور پُرنور ﷺ کی محبت موجزن تھی پھر براق کو زین ور کر کے دولت سرا کا ارادہ کیا۔ (روض الاظہار صفحہ 207)

Marfat.com

شب معراج اللہ ربّ العزت نے آقائے دو جہاں ﷺ کو اپنے پاس بلایا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور ﷺ کی مسرت و انبساط کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ آپ ﷺ کو آپ کے محبوب نے بلوایا تھا۔ جس طرح عام انسان اپنے دوست کے بلانے پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ بھی حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا دوست ہے۔ ایسا دوست کہ جس کی دوستی پر کائنات کی ساری دوستیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ اس محبوب حقیقی نے آپ ﷺ کو بلاوا بھیجا۔ یہ اعزاز آج تک کسی اور کو نصیب ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا کیونکہ عشق کی نگاہ میں وہی اوّل بھی ہیں اور وہی آخر بھی ہیں۔

کسی کو دعوت دینے کے مندرجہ ذیل تین مختلف انداز اور ڈھنگ ہوتے ہیں۔

1- پیغام بھیجنا

کسی کو بلانے کا ایک انداز یہ ہے کہ دوست فقط خط کے ذریعے یا فون کر کے دوسرے دوست کو دعوت یا پیغام بھیج دے۔ مدعو (کیا جانے والا) اپنی سواری کا بندوبست کر کے اپنی کوشش سے دوست کے پاس پہنچ جائے۔

2- سواری بھیجنا

جہاں پیار و محبت کا لحاظ اور پاسداری زیادہ ہو وہاں فقط پیغام نہیں بھیجتے بلکہ ساتھ گاڑی بھی بھیجی جاتی ہے تا کہ دوست اس پر سوار ہو کر ملنے کے لیے چلا آئے۔ دوست کو بلانا اور ساتھ گاڑی بھی بھیجنا یہ فقط بلاوا بھیجنے سے کہیں زیادہ عزت اور احترام و اکرام کی بات ہوتی ہے۔

3- نمائندہ بھیجنا

جہاں پیار و محبت ادب و احترام بہت ہی زیادہ ہو وہاں فقط گاڑی بھیج دینا بھی خوشی کی بات ہے لیکن اگر بلوانے والا اپنی بارگاہ سے نہایت مقرب شخص کو بطور نمائندہ بھی بھیج دے، اس شان اور انداز سے بلایا جائے تو پھر خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

شب معراج محبوب حقیقی اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو بلانے کے لیے پیغام ہی نہ بھیجا بلکہ اپنی کائنات کی سب سے عمدہ و اعلیٰ سواری بھیجی۔

براق

رسول پاک ﷺ کی سواری کے لیے اللہ جل مجدہ نے براق بھیجا اور ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کا مقیم، عالم خلائق کا سب سے بڑا شہسوار اپنا نمائندہ خاص بنا کر بھیجا کہ محبوب! اس براق پر سوار ہو کر میرے اس نمائندہ کے ساتھ میرے پاس آجا۔

marfat.com
Marfat.com

رفرف

جہاں جبرائیل علیہ السلام اور براق کی حد ختم ہوگئی وہاں اپنے حبیب مہمان گرامی کے لیے، محبوب حقیقی نے اور بھی اعلیٰ انتظام کیا۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں براق کا سفر ختم ہو گیا وہاں رفرف نامی سبز رنگ کا تخت بھیجا۔ عالم لامکاں میں ایک ایسا مقام آیا جہاں رفرف بھی ٹھہر گیا۔

بقعہ نور

جب رفرف بھی ٹھہر گیا تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو ایک بقعہ نور کے اندر داخل کر دیا گیا۔

ادب سے بیدار کرنا

آفتاب عالم تاب اپنی روزانہ مسافت طے کر چکا اور وہ اپنی چمکدار شعاعوں کو سمیٹ کر غروب ہو چکا تھا کہ آفتاب نبوت کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آیا تو حضور پُر نور ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہلکی اور خفیف نیند میں ہیں، جسے سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے انا بین النائم والیقظان اتانی الملک جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ اس خفیف نیند سے بیدار ہوئے اور بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کو معراج پر لے گئے۔

(فتح الباری جلد 13 صفحہ 417......عمدۃ القاری جلد 25 صفحہ 173)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ جب میں اس سوچ میں تھا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو بہترین ادب سے کیسے جگاؤں تو مجھے الہام ہوا کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی تلیوں کو بوسہ دے دوں، جب میں نے اپنے لب آپ کے پاؤں مبارک کی کف پر رکھے تو کافور کی برودت آپ ﷺ کی کف پا کو محسوس ہوئی اور آپ ﷺ بیدار ہو گئے۔ میں نے اس وقت جانا کہ کافور سے میری سرشت کا سبب یہ تھا کہ میں معراج کی رات آپ ﷺ کو نہایت ادب سے بیدار کر سکوں۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان الفاظ سے درخواست پیش کی۔

ان اللہ جل جلالہ یقرئک السلام وھو یدعوک وانا حاملک الی اللہ تعالیٰ فان اللہ یرید ان یکرمک بکرامات لم یکرم بھا احدا قبلک ولم یکرم بھا احدا غیرک ولا سمعہ احد ولا خطر علیٰ قلب بشر ۔

ترجمہ:۔ ”بے شک اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر سلام پڑھتا ہے۔ اور وہ آپ کو بلاتا ہے۔ اور میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ کو اللہ تبارک تعالیٰ کے پاس لے جاؤں آج کی رات اللہ آپ کو ایسے اعزاز کا شرف

Marfat.com

عطا فرمانے کا ارادہ رکھتا ہے جو اعزاز آپ سے پہلے نہ کسی کو حاصل ہوا نہ ہوگا اور آج تک ایسی نرالی شان وعظمت نہ کسی نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں خیال تک گزرا ہے۔''

(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 112،124)

آپ ﷺ کو کس جگہ سے معراج ہوئی؟ اس بارے میں بہت روایات ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ شعب ابی طالب میں تھے جیسا کہ واقدی کی روایت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے، جیسا کہ طبرانی نے روایت کی ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے ہی گھر میں تھے اور مکان کی چھت کھول کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں وارد ہے۔

ان روایات کا تعارض یوں دور کرنا چاہئے یا ان میں یوں موافقت کرنی چاہیے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا آپ ﷺ نے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرما دیا اور وہاں سے آپ ﷺ مسجد شریف کے حطیم میں گئے اور پھر حطیم سے آپ ﷺ معراج ہوئی۔

وضو اور طواف

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ بیدار ہو کر چاہا کہ وضو کرلوں۔ میں نے ابھی آستین اوپر نہیں کی تھی کہ رضوان جنت نے دو (2) یاقوتی کوزے جو آبِ کوثر سے لبریز تھے پیش کئے۔

اس پانی سے وضو اور غسل فرمایا اس کے بعد نورانی لباس زیب فرمایا اور نورانی عمامہ سر مبارک پر باندھا۔

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وہ دستار مبارک لے آئے تو چالیس (40) ہزار فرشتے بھی اس کے ہمراہ حاضر ہو کر حضور پُرنور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نورانی چادر آپ ﷺ کے دوش مبارک پر ڈالی زبرجد کی نعلین پاؤں مبارک میں پہنائی اور ایک یاقوتی پٹکا آپ کی کمر پر باندھا زمردِ اخضر کا چابک آپ ﷺ کے ہاتھ میں دیا جو چار سو مروارید ناسفتہ سے جڑا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ خانہ کعبہ میں آئے وہاں سات بار طواف کیا اس کے بعد تھوڑی دیر حطیم میں استراحت فرمائی۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 124)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ حسب معمول اپنا لباس اور اپنی پاپوش مبارک جو پہلے پہنا کرتے تھے وہی پہن کر معراج پر تشریف لے گئے اور یہی درست ہے۔

اور میں (ڈاکٹر محمد عمر خان بی ایس سی، ایم بی بی ایس، سپیشلسٹ سپیس میڈیسن) نے مندرجہ بالا لباس، عمامہ یا دستار، پٹکا، نعلین اور زمردِ اخضر کے چابک کا ذکر اس لیے بھی کردیا ہے کہ ہم انسانوں کی سمجھ کے لیے تو ان لوازمات کا ذکر اس انداز سے کردیا گیا ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ چیزیں فضا میں آخری بلندیوں، وسعتوں تک جانے کے

marfat.com
Marfat.com

لیے یہ ہمارے سپیس سوٹ یا کنٹرول، ریموٹ کنٹرول طرح کی کوئی چیزیں ہوں۔ اور ہم سپیس میں جانے والے انسانوں کے بھی سپیس سوٹ کے نیچے یا اندر اکثر روزمرہ کے دوسرے زیب تن کئے جانے والے کپڑے، لباس بھی ہوتا ہے۔ کم ازکم بنیان، انڈرویر اور جرابیں تو ہمیشہ ہی سپیس سوٹ کے نیچے ہوتی ہیں۔

شرح صدر مبارک

فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی جن کے پاس ایک سنہری طشت زمزم کے پانی سے بھرا ہوا تھا اور ایک طشت ایمان اور حکمت سے لبریز تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ میرا سینہ اوپر سے نیچے تک شق کیا گیا (یعنی کھول دیا گیا) اور میرا قلب نکال کر ایک سنہری تھال میں آب زم زم سے دھویا گیا۔ پھر ایک اور تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہوئی تھی تب میرے دل کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا، اور دل کو پھر اصلی مقام پر رکھ دیا گیا اور اوپر سے درست کر دیا گیا۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 91)

شق صدر کتنی بار ہوا، اس کے بارے میں روایات ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کا شق صدر طفولیت کے عہد میں ہوا جب کہ آپ ﷺ بنی سعد کے ہاں حضرت حلیمہ کے پاس رہتے تھے۔ اور دوسری دفعہ بعثت کے بعد ہوا جس طرح کہ دلائل النبوت میں ابونعیم اصبہانی نے بیان کیا ہے اور تیسری مرتبہ معراج کے آغاز میں ہوا۔

اور بعض نے چوتھی مرتبہ کا قول بھی کیا ہے۔ جب کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس کی تھی۔ اور درمنثور میں ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں دفعہ شق صدر ہوا جب کہ آپ ﷺ کی عمر شریف دس سال کی تھی۔ مگر یہ پانچویں روایت درست نہیں کیونکہ راوی نے غلطی سے بیس کی بجائے دس کا لفظ کہہ دیا۔

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 120)

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور پر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو مکہ شریف کے باہر بطحائے مکہ (وادی مکہ) میں سے لائے۔ وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام منتظر تھے۔ اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرب صف بستہ موجود تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم کی اور صلوٰۃ و سلام کے تحفے پیش کئے۔ آپ ﷺ نے بھی ان کے حالات کے مناسب ان پر کرم فرمایا۔ اس کے بعد فرشتوں نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو رضائے الٰہی اور کرامت غیر متناہی کی خوشخبری سنائی۔ (معارج جلد 3 صفحہ 125)

براق، سواری

آپ ﷺ کے سامنے ایک سفید جانور لا گیا جس کا نام براق ہے جو بجلی کی مانند تیز رفتار اور چمک دار ہے۔ فرشتوں کی طرح تذکیر اور تانیث سے پاک ہے۔ جس کا سینہ مثل یاقوت سرخ کے اور پیٹھ مثل چمکدار سفید موتی کے

Marfat.com

اور ٹانگیں مثل زمرد سبز کے اور دم اس کی مرجان خالص کی طرح ہے۔ اس کے ماتھے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس براق کی خوبی ہے کہ پہاڑ پر چلتے وقت پاؤں لمبے ہو جاتے ہیں اور اترتے وقت ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں تا کہ سوار کو ہر طرح آسانی ہو جائے۔ یعنی کہ اس پر سوار کو چڑھائی یا اترائی معلوم نہیں دیتیں۔ (سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 408)

حدیث شریف میں ہے

وهو دابة ابيض طويل نوق الحبار دون البغل يضع حافره عند منتهىٰ طرفه .

ترجمہ:-''کہ وہ جانور سفید رنگ کا ہے گدھے سے قدرے بلند ہے اور خچر سے قدرے چھوٹا ہے (یعنی درمیانہ قد رکھتا ہے۔ نہ بہت پست قامت ہے اور نہ بہت لمبا قد آور ہے۔) جہاں اس کی (یعنی کہ ہماری) نظر کی انتہا ہے وہاں اس کا (ایک) قدم پڑتا ہے۔'' (مسلم جلد 1 صفحہ 91)

نورِ مستور

ایک روایت میں ہے کہ براق کے دائیں اسی ہزار فرشتے اور براق کے بائیں اسی ہزار فرشتے استادہ تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی حتیٰ کہ ان کی چمک سے بطحا کا دالان (بطحا کی وادی) روشن تھا۔ جب حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے نور کے پرتو سے وہ روشنی نمودار ہوئی کہ ان تمام شمعوں پر غالب آئی۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے جبرائیل! میں نے اپنے حبیب ﷺ کو نور کے ستر ہزار حجاب میں پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ اس وقت صرف ایک حجاب اٹھالیا جو کہ ان تمام شمعوں پر غالب آیا جو تم سب عرش بریں سے روشن کر کے لائے تھے۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 127)

امت کی یاد/ خیر خواہی

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ براق حاضر ہے۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر تشریف فرما ہوں کیونکہ ملا اعلیٰ اور مقربان عالم بالا آپ ﷺ کے قدوم فیض لزوم (مبارک آمد) کی انتظار میں ہیں۔ حضور پرنور، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ نے سوار ہونے میں توقف فرمایا اور سر مبارک نیچا کر لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے جبرائیل! میرے دوست سے اس توقف کا سبب دریافت کیجئے۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس توقف کا کیا سبب ہے؟ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آج کی رات نوازشات الٰہی سے سرفراز ہوا۔ ملائکہ مقربین میرے اعزاز و اکرام کو جمع ہوئے اور براق برق رفتار میری سواری کے لیے ہمراہ لائے۔ اب یہ سوچ رہا ہوں کل قیامت کے دن جب میری امت کے لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے تو وہ پل صراط کی پچاس ہزار سال کی مسافت سواری کے بغیر پیدل کس طرح طے کریں گے۔ تب اللہ

marfat.com

Marfat.com

تبارک تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ آپ کی امت سے جس شخص کو میں اپنی عنایت سے مخصوص کروں گا اس کو براق پر سوار کر کے پل (صراط) پر سلامتی سے گزار کر بہشت میں پہنچا دوں گا۔

(ریاض الازہار صفحہ 209)

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے چاہا کہ براق پر سوار ہوں۔ تب براق کودنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے براق تو کیوں کودتا ہے، حالانکہ تجھ پر ایسا شخص سوار ہو رہا ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک سب کائنات سے زیادہ مرتبہ والا ہے۔ براق نے کہا آپ نے درست کہا مگر میں حاجت مند ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تیری کیا حاجت ہے؟ براق نے عرض کیا قیامت کے دن بے شمار ایک سے اعلیٰ ایک براق اس خدمت کے لئے آپ کے سامنے حاضر ہوں گے میں چاہتا ہوں کہ اس دن بھی آپ ﷺ مجھے سواری کا شرف بخشیں جیسے آج کی رات شرف عنایت فرمایا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے براق کی درخواست کو قبول فرمالیا اور سوار ہوئے۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 92)

روانگی مبارک

کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لاکھوں سال کی عبادت کے صلہ میں براق کی زین دری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک لگام پکڑنے کی شرافت ملی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زین پوش اٹھانے کا انعام عطا ہوا۔ جب آپ کی سواری روانہ ہوئی بطحا کا میدان آپ کے نور سے روشن ہو گیا اور بہشت سے خوشبودار ہوا چلی، صلوٰۃ والسلام کی صدا گونجی، ہر طرف سے مرحبا کے نعرے لگے۔ بہشتی حوروں نے ترانے گائے۔

چار پکاریں

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اگر کوئی راستہ میں آواز سنائی دے تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ نہ فرمائیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں مگر میں نے اس کی آواز کی طرف توجہ تک نہ کی۔ اس کے بعد بائیں طرف سے اسی طرح ایک آواز آئی مگر میں نے اس کی طرف التفات نہ کی۔ اس کے بعد سامنے سے ایک سنگار کئے ہوئی عورت پکار کر کہنے لگی آپ (ﷺ) ٹھہریئے میں نے آپ (ﷺ) سے کچھ دریافت کرنا ہے مگر میں نے اس کی طرف کوئی خیال نہ کیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا اگر آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ فرماتے تو آپ ﷺ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصرانیت کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ التفات

Marfat.com

فرماتے تو آپ ﷺ کی امت نصرانی ہو جاتی اور آگے سے پکارنے والی دنیا تھی۔ اگر آپ ﷺ اس کی طرف خیال مبذول فرماتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دیتی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ پیچھے سے بھی اس طرح آواز سنی گئی مگر آپ نے اس کی پرواہ تک نہ کی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ شرک اور آتش پرستی کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اس سے بات کرتے تو آپ ﷺ کی امت مشرک اور آتش پرست ہو جاتی۔

زمین یثرب

آپ ﷺ کا ایک زمین پر گزر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ یہاں اتر کر دو رکعت نفل نماز ادا فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں اتر کر دو رکعت نفل نماز ادا فرمائی، اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے یہ آپ کی ہجرت گاہ یثرب (مدینہ منورہ) ہے۔ (زرقانی شرح مواہب جلد 5 صفحہ 29)

طور سینا

پھر ایک سفید زمین پر آپ ﷺ کا گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ یہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائیں۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ طور سینا ہے جہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا شرف بخشا تھا۔ (مواہب للدنیہ جلد 2 صفحہ 14)

بیت اللحم

پھر ایک پہاڑ پر گزر ہوا جس کا رنگ سفید اور چمکیلا تھا۔ اس جگہ فرشتوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ﷺ یہاں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ وہاں اترے اور دو کعت نماز نفل ادا فرمائی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور اس جگہ کا نام بیت اللحم ہے۔ (درمنثور جلد 2 صفحہ 127)

عافیت، بخت اور دولت

اس کے بعد تین شخص سامنے ظاہر ہوئے ان میں سے ایک بوڑھا، اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک نوجوان تھا۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جوان کی طرف نگاہ کی اور بوڑھے اور ادھیڑ عمر والے کو نہ دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بہت اچھا کیا ہے کہ آپ ﷺ نے عافیت کو پسند فرمایا۔ کیونکہ بوڑھا بخت اور ادھیڑ عمر دولت اور جوان عافیت ہے۔ بخت اور دولت ہر دو ناپائیدار ہیں۔ اور عافیت ہر دو جہاں کی نعمت کا سبب ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو مبارک ہو کہ آپ ﷺ کی امت عافیت سے بہرہ ور ہو جائے

marfat.com
Marfat.com

گی۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 129)

حریص آدمی

ایک شخص پر گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھ بنا رکھا ہے اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا ہے مگر نہیں اٹھا سکتا۔ تو وہ اس میں اور لکڑیاں جمع کر دیتا ہے۔ پھر جب گٹھ کو نہیں اٹھا سکتا تو اس میں اور لکڑیاں جمع کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیسا شخص ہے جب لکڑیوں کا گٹھ بھاری ہے تو اس میں لکڑیاں کم کرے تاکہ سر پر اٹھا سکے، مگر یہ شخص گٹھ کو اور وزنی بناتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت سے ایسا شخص ہے کہ بہت لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں جب ان کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو زیادہ حقوق اپنے ذمہ میں جمع کرتا ہے اور حرص کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہے جس کو انسان نہ اٹھا سکے تو اس کے اندر زیادتی نہ کرے۔ (تفسیر ابن جریر جلد 6 صفحہ 15)

بڑی بات کی ندامت

ایک چھوٹے پتھر پر گزر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے اور وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا' یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے اور شرمندہ ہو جائے مگر اس کے واپس کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (مواہب للدنیہ جلد 2 صفحہ 15)

ریاکاری

ایک شخص کو دیکھا جو کنویں میں ڈول لٹکاتا ہے جب ہی باہر نکالتا ہے اسے پانی سے خالی پاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ریاکار ہے۔ جو شخص دکھلاوے کی عبادت کرتا ہے وہ محنت بھی کرتا ہے۔ مگر قیامت کے دن اس کا ثواب نہ پائے گا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 129)

جنت نے درخواست کی

ایک جگہ پاکیزہ اور ٹھنڈی ہوا چلی جس میں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ایک آواز سنی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی خوشبو ہے اور اس کی آواز ہے کہ اس نے اللہ تبارک تعالیٰ سے درخواست کی اے میرے رب! میرے بالا خانہ پر استبرق، حریر، سندس اور عبقری بہت ہو گئے۔ چاندی سونے کے گلاس اور برتن اور کوزے زیادہ ہو گئے۔ شہد، پانی، دودھ اور شراباً طہورا بہت کافی ہو گئے ہیں۔ موتی، مونگے اور مرجان بکثرت ہو گئے۔ اب اس وعدہ کو پورا کر جو مجھ سے کیا ہے۔

اور وہ لوگ بھیج جو ان چیزوں کو استعمال کریں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لیے نیک لوگوں کو مقرر کیا ہے۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں جو مرد یا عورت ایمان [illegible] سلام لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور جو

Marfat.com

میرا خوف دل میں رکھے میں اسے امن دوں گا۔ اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا۔

اور جو مجھے قرض دے گا میں اس کو اس کا نیک صلہ دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا اور میں ایک ہی عبادت کے لائق ہوں میرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بے شک ایمانداروں کو فلاح ہوگی۔ اور بے شک تیرا رب، اللہ تبارک تعالیٰ بہت ہی برکت والا ہے۔ بہشت نے کہا کہ میں رضامند ہوگئی۔ (ابن کثیر جلد 3 صفحہ 18)

دوزخ کی آرزو

ایک وادی پر گزر ہوا جہاں ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہتی ہے اے رب! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے، مجھ کو عطا فرما۔ کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب کثرت سے ہوگئے ہیں۔ میری گہرائی بہت وسیع ہوگئی ہے۔ میری گرمی بہت سخت ہوگئی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لیے ہر شرک کرنے والا مرد اور ہر شرک کرنے والی عورت اور کفر کرنے والا مرد اور کفر کرنے والی عورت اور تکبر وعناد کرنے والے لوگ اور قیامت کا انکار کرنے والے تجویز کئے ہیں۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہوگئی۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 144)

جنات کو بھگانا

ہم براق پر جا رہے تھے ایک جن نظر آیا جس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جب میں اس طرف متوجہ ہوتا تو وہ مجھے دکھاتا جبرائیل امین کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتاؤں کہ ان کے پڑھنے سے اس کا شعلہ بجھ جائے اور یہ نیچے گر جائے فرمایا ضرور تو انہوں نے یہ کلمات بتائے۔

اعوذ بوجہ اللہ للکریم وبکلمات اللہ التامات لا یجاوز ھن برولا فاجر من شرما ینزل من السماء ومن شرما یعرج فیھا ومن شرما ذرافی الارض ومن شرعا یخرج عنھا وعن فتن اللیل والنھار ومن طوارق اللیل والنھار الاطارقا یطرق بخیر یا رحمن ۔

ترجمہ:- ”میں پناہ میں آتا ہوں اللہ کریم کی ذات اور اللہ کے کامل کلمات کے جن سے نہ کوئی نیک تجاوز کر سکتا ہے اور نہ فاسق اس شر سے جو آسمان سے اترتا ہے اور اس شر سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتا ہے اس شر سے جو زمین میں پیدا ہوا، اس شر سے جو زمین سے نکلتا ہے اور رات و دن کے فتنوں سے اور رات و دن کے آنے والوں سے البتہ جو رات کو خیر کے ساتھ آئے، اے رحمت کرنے والے۔“

یہ کلمات پڑھنے کی دیر تھی وہ جن بھاگ نکلا اور اس کا شعلہ بجھ گیا۔

marfat.com
Marfat.com

یہ مجاہد ہیں

چلتے چلتے ایک قوم پر آئے جو ایک دن فصل بوتے اور دوسرے دن کاٹ لیتے اور جیسے ہی فصل کاٹتے وہ دوبارہ پہلے کی طرح لہلہانے لگ جاتی، میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ بتایا یہ لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کے راستہ میں جہاد و محنت کرتے تھے ان کی نیکیاں نو سو گنا بڑھا دی گئیں ہیں جو کچھ انہوں نے خرچ کیا وہ تمام ذخیرہ ہو گیا۔

یہ خوشبو کس کی ہے

اس کے بعد آپ ﷺ نے خوشبو پائی تو پوچھا یہ خوشبو کس کی ہے؟ عرض کیا یہ فرعون اور اس کی اولاد کی خادمہ کی خوشبو ہے ایک دن یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کر رہی تھی، تو وہ ہاتھ سے گر گئی اس نے اٹھاتے ہوئے کہا۔

بسم اللہ تعس فرعون .

ترجمہ:-''اللہ کے نام سے فرعون کی بربادی ہو۔''

دختر فرعون نے کہا۔

اولک ربّ غیر ابی؟

ترجمہ:-''کیا میرے والد کے علاوہ بھی تیرا ربّ ہے۔''

اس نے کہا ہاں۔

ربی و ربک اللہ .

ترجمہ:-''میرا اور تیرا بھی ربّ' اللہ ہے۔''

اس خاتون کے دو بیٹے اور خاوند تھا۔ فرعون نے انہیں بلا کر دین تبدیل کرنے کے لیے کہا' اور کہا بصورت دیگر میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم دین نہیں بدلیں گے اور اگر تو قتل کر دے گا تو یہ تیرا ہم پہ احسان ہوگا۔ فرعون نے تانبے کی دیگ منگوائی اسے گرم کیا اور اس میں انہیں یکے بعد دیگرے ڈالنا شروع کیا۔ جب سب سے چھوٹے بچے کو ڈالا تو اس نے والدہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

یا امہ قعی و لا تقاعسی فانک الحق .

ترجمہ:-''اماں جاں اس میں جلدی آؤ دیر نہ کرو کیونکہ تم حق پر ہو۔''

پتھر گرنے کی آواز

ایک وادی میں وحشت ناک آواز سننے میں آئی حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا۔

''اے جبرائیل! یہ کیا آواز ہے جس سے انسان گھبرا جاتا ہے، اور لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ایک پتھر جو عرصہ ایک ہزار سال ہوئے دوزخ میں ڈالا گیا

Marfat.com

تھا آج وہ پتھر دوزخ کی تہ میں پہنچا ہے۔ یہ اس کے گرنے کی آواز تھی جو سنی گئی۔"

(اخبار القرآن صفحہ 257)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میرا گزر ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔

براق کا باندھنا

بیت المقدس کے پاس آسمان کے بے شمار فرشتوں نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا استقبال کیا۔ اور عزت و احترام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 129)

وہاں ایک پتھر تھا جس کے ساتھ پہلے نبی (اسلام ہو ان پر) اپنے براقوں کو باندھا کرتے تھے۔ لیکن اس وقت کافی عرصہ گزرنے کے باعث اس پتھر کا وہ سوراخ بند ہو گیا تھا جس میں رسی ڈال کر براق کو باندھ دیا جاتا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انگلی سے اشارہ فرمایا وہ سوراخ ظاہر ہو گیا۔ ریشم کی ڈوری سے براق کو وہاں باندھ دیا گیا۔ (زرقانی جلد 6 صفحہ 52)

فرشتوں کا استقبال کرنا

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا جب میں بیت المقدس میں پہنچا تو میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ میرے استقبال کو آئے ہیں۔ اور مجھے ربّ العزت کی طرف سے نہایت اعزاز و احترام کی بشارت سنائی اور مجھے یوں سلام کہا السلام علیك یا اوّل یا اخر یا حاشر۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا ان ناموں کے ساتھ سلام میں کیوں مخصوص کیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ ﷺ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ سب سے آخری نبی ہیں اور قیامت کے دن مخلوقات کا حشر آپ کے قدموں کے نیچے ہوگا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 129)

حوروں کا استقبال کرنا

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنے ربّ سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ان حوروں کے پاس جایئے کہ استقبال کے لیے حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لیے ہو انہوں نے کہا۔ ہم نیک ہیں اور خوبصورت ہیں۔ ایسے نیک مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک ہیں اور صاف ہیں۔ اور میلے نہیں ہوں گے اور

marfat.com
Marfat.com

ہمیشہ زندہ رہیں گے۔اور کبھی نہ مریں گے۔(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 411)

امام انبیاء

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور جبرائیل علیہ السلام دونوں مسجد اقصاء میں داخل ہوئے تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا۔کوئی صاحب قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدہ میں ہے۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی گئی۔اس وقت ہم صفیں درست کر کے انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔سو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔

خطبات رسل

نماز سے فارغ ہو کر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر اور اس کی ثنا بجالائے اور فرمایا اللہ تبارک تعالیٰ کا احسان ہے جس نے مجھے مٹی سے پیدا فرمایا اور خلیفہ بنایا۔فرشتوں نے میرا سجدہ کیا،حوا کو مجھ سے پیدا کر کے میرا جفت بنایا۔اور بہشت کی بے شمار نعمتوں سے ہم کو بہرہ ور فرمایا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ تمام تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا مجھے صاحب ملت بنایا اور مجھ کو مقتداء صاحب قنوت بنایا یہاں تک کہ میری اقتداء کی جاتی ہے۔اور مجھ کو آتش نمرود سے نجات دی اور اس کو میرے لیے سلامتی اور ٹھنڈک بنا دیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے کلام خاص کا شرف عطا فرمایا اور مجھے برگزیدہ بنایا اور مجھ پر تورات نازل فرمائی۔میرا دشمن فرعون ہلاک ہوگیا اور میری مددگار بنی اسرائیل کی قوم کو نجات دی۔میری قوم کو ایسا گروہ بنایا جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق عدل کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ربّ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ جمیع محامد اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا۔اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ اللہ تبارک تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پرندوں کو میرے ساتھ تسبیح خوانی کے لیے مسخر کر دیا اور مجھ کو علم و حکمت اور خوش الحانی عطا فرمائی۔

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ربّ کی حمد و ثناء کے بعد یہ تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔جس نے ہوا کو میرے لئے مسخر کر دیا اور جنات کو میرے تابع بنایا حتیٰ کہ جو چیزیں مثل عمارات عالی شان کے ان سے بنوانا چاہوں وہ بناتے ہیں۔اور مجھ کو پرندوں کی زبان سمجھنے کی قدرت عطا کی اور مجھ

Marfat.com

کو ایسی سلطنت بخشی ہے کہ میرے سوا کسی اور کو عطا نہ ہوئی۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ربّ کی حمد وثناء کے بعد یہ تقریر فرمائی کہ تمام محامد اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے اپنا مسیح بنایا۔ اور مجھ کو حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا اور مجھے وہ طاقت عطا فرمائی حتیٰ کہ مٹی کے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے اڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے۔ مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا ہوں۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوتا ہوں۔

اس کے بعد پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربّ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ جمیع محامد اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سب لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈر کی باتیں بتانے والا بنایا ہے۔ اور مجھ پر قرآن شریف نازل کیا جس میں ہر شے کا بیان ہے۔ میری امت کو بہترین امت بنایا۔ میرے نام کے ذکر کو بلند کیا۔ مجھے سب سے اوّل اور سب سے آخر بنادیا' (یعنی نور میں اوّل اور ظہور میں آخر بنایا)۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی اس تقریر کے بعد سب انبیاء کرام علیہم السلام کہنے لگے کہ اس میں شک باقی نہیں رہا کہ آپ (ﷺ) ہم سب نبیوں سے فضیلت پا گئے۔ مرتبہ اور شان کے لحاظ سے بڑھ گئے۔ (زرقانی جلد 6 صفحہ 50)

جنت کے مشروبات

ثم خرجت فجاء نی جبریل باناآء من خمر و اناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبریل علیه السلام اخترت الفطرة ۔

ترجمہ:۔ ''حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام دو برتن لائے ایک میں شراب طہور تھی اور ایک میں دودھ لبریز تھا پھر کہا ان دو میں سے جو آپ پسند فرمائیں، اسے نوش فرمائیے' تو میں نے دودھ کا برتن اختیار کیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت ''دین اسلام'' کو پسند فرمایا۔'' (مسلم جلد 1 صفحہ 93)

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں اختلاف ہے۔ کہ جو برتن آپ کے سامنے پیش کیے گئے تھے۔ بیت المقدس میں معراج شروع ہونے سے پہلے تھے۔ یا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچنے کے بعد تھے۔ پھر برتنوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں دو برتن مذکور ہیں ایک شراب طہور اور ایک دودھ خالص کا اور بعض روایات میں شہد سے بھرے ہوئے برتن کا بیان بھی ہے۔ اور بعض روایات میں پانی کے برتن کا اضافہ ہے۔ ''جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کی روایت میں چار برتنوں کا ذکر ہے۔'' امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ دو دفعہ برتن پیش کیے گئے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ایک

marfat.com

Marfat.com

مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جب کہ آپ ﷺ نے چار نہروں کا مشاہدہ فرمایا۔(فتح الباری)

ہوا میں معلق پتھر

جب آپ ﷺ نے معراج کے لیے براق پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کا قدم اس صخرہ شریف (پتھر) پر پڑا جو بہشت کے پتھروں سے ایک پتھر ہے۔ اور وہ پتھر اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے۔ اس لیے کہ وہ پتھر اس وقت تک مسجد اقصیٰ کے صحن میں زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا ہوا (فضا میں معلق) ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو ہوا میں بغیر ستون کے محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان ستون کے بغیر موجود ہے۔ اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے قدم مبارک کا نقش ہے، جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا۔ اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پا شریف کے اس طرح جھکا ہوا ہے۔ (شرح الشفاء جلد 1 صفحہ 390)

سیڑھی کا ظہور

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا وہاں ایک سیڑھی (فضائی راستہ) ظاہر ہوئی جو خوبصورتی میں اپنی مثال اور نظیر نہ رکھتی تھی۔ اس سیڑھی کے دو بازو تھے ایک یاقوت سرخ کا اور ایک زمرد اخضر کا۔ اور اس کے درمیان بہت ڈنڈے تھے جن میں ایک ڈنڈا سونے کا اور ایک چاندی کا تھا۔ اور اس سیڑھی کے پچاس مقام تھے ہر مقام ستر برس کی راہ تھا۔ اور ہر مقام میں ایک فرشتہ متعین تھا جس کے پاس پچاس ہزار فرشتے خادم تھے۔ اور جب فرشتے آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں تو اس سیڑھی کے ذریعہ آتے جاتے ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا جب میں براق پر سوار ہو کر اس سیڑھی سے گزرا تو وہاں ایک فرشتہ نے مجھے سلام کر کے کہا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار برس پہلے سے یہاں مقرر ہوں تا کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ والسلام پڑھتا رہوں۔ میں مدت سے آپ ﷺ کے انتظار میں بے قرار تھا اور آپ ﷺ کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ سو اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ آپ ﷺ کی زیارت سے شرف پایا۔

ہوائی اور ناری کرے

اس کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا ہوائی کرہ سے گزر ہوا ہے۔ وہ ہوا کا ایک خزانہ ہے جس کو ستر ہزار زنجیروں سے باندھا گیا ہے اور ہر زنجیر پر ایک فرشتہ نگران ہے تا کہ اس کی نگاہ رکھے۔

(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 132)

اس کے بعد آپ ﷺ نے کرہ ناری (آگ کے خزانے) سے گزر فرمایا۔ (روح البیان جلد 2 صفحہ 397)

کہتے ہیں کہ جب قوم عاد پر عذاب آیا تو صرف انگوٹھی کے سوراخ کے برابر اس ہوا کا راستہ کھولا گیا جس کی وجہ سے قوم عاد کا نام ہوائیہ ہو گیا۔ اور ان کے درخت اور عمارتیں سب نیست و نابود اور تباہ و برباد ہو گئیں۔

Marfat.com

دریائے قاصیہ

ایک دریا پر حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا گزر ہوا۔ کہ اس کا نام دریائے قاصیہ ہے اس کی موٹائی دوسو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اس دریا کا رنگ نیلا ہے۔ آسمان کی نیل گونی جو نظر آتی ہے دراصل یہ دریا قاصیہ کا رنگ ہے۔ اس دریا میں سمندروں اور جنگلات کے جانوروں کے مثل سب طرح کے جانور موجود ہیں۔

(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 132)

پہلا آسمان

جب آسمان تک پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانے کے لیے آواز دی۔ اس دروازہ کا نام باب الحفظ ہے۔ جو یاقوت سرخ سے ہے۔ اور اس کا قفل موتی کا ہے۔ اس کے دربان کا نام اسمٰعیل ہے۔ جس نے آواز سن کر کہا مرحبا، آپ کا آنا بہت اچھا، آیئے اور دروازہ کھول دیا۔ آپ ﷺ اس دروازہ سے آسمان پر چلے گئے۔ اس آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت تھی۔ اور اس دربان کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے۔

(ریاض الازہار صفحہ 212)

فرشتے قیام میں

پیغمبر اوّل و آخر واعظم تاجدار کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس آسمان پر فرشتوں کی جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام کی حالت میں تسبیح پڑھ رہے تھے۔

میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ان فرشتوں کی کیا یہی عبادت ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ جب آسمان پیدا ہوا اس دن سے ان کی یہی عبادت ہے۔ اور قیامت تک اسی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اپنے فضل وکمال سے اس عبادت کا ثواب آپ ﷺ کی امت کو عطا فرمائے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا، کہ ہم نے نماز میں قیام آپ (ﷺ) کی امت پر فرض کیا ہے۔ اس لیے ان کو لازم ہے کہ اسے اچھی طرح بجالائیں میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ان فرشتوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس نے کہا کہ ان کی تعداد کو سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 133)

حضرت آدم علیہ السلام

آپ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند بزاز میں روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کہا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ داہنی طرف جنتی اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں۔ اس لیے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ (زرقانی جلد 6 صفحہ 60)

جہاد، صدقہ، خیرات

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے مگر اس طرح پر کہ فصل کاشت کی۔ اسی وقت فصل پک گئی۔ پھر اس کو کاٹ کر حاصل کرلیا اور فائدہ بھی اتنا کہ ایک دانے کے عوض میں سات سو گنا اناج حاصل کرتے ہیں۔ اور جب وہ کاٹ لیتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تبارک تعالیٰ ان کو اچھا عوض عطا فرماتا ہے۔ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نماز میں لاپرواہی

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کچلے جاتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ ذرہ بھر دیر کے لیے بھی بند نہیں ہوتا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز میں سستی کرتے ہیں اور اس کو اپنے اوقات میں ادا نہیں کرتے اور رکوع و سجود بھی پورا نہیں کرتے۔ (درمنثور جلد 2 صفحہ 142)

تارکِ زکوٰۃ

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور وہ مویشی کی طرح چر رہے ہیں اور زقوم (تھوہر) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر جلد 15 صفحہ 16)

زناکار

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا اچھا صاف گوشت رکھا ہے۔ اور ایک دوسری ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔ وہ لوگ اس سڑے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ اور پکا صاف اچھا گوشت

Marfat.com

نہیں کھاتے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال اور پاکیزہ بیوی ہو۔اور پھر غیر عورت کے پاس جائے اور شب باشی کرے اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال اور پاکیزہ خاوند کے ہوتے ہوئے کسی غیر مرد کے پاس جائے اور اس کے ساتھ برا کرے۔(تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 12)

یتیموں کا مال کھانے والے

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں اور وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں۔اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی ہیں۔اور اسی طرح سلسلہ جاری ہے۔پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔جو یتیم کے مال ناحق کھاتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 12)

راہ کے موذی

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو شارع عام سولیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں اور سولیاں ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے۔(درمنثور جلد 4 صفحہ 24)

خیانت

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا ہے حتیٰ کہ بوجھ کے مارے وہ جنبش نہیں کر سکتے اور چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔مگر وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ ہاں اور بوجھ رکھ دو۔چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر اور بوجھ لادا جا رہا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ان لوگوں کی صورت مثالی ہیں جو امانت میں خیانت کرتے ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کی گردن پر پہلے ہی حقوق کا بڑا بوجھ ہوتا ہے وہ اور حقوق اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 134)

خوشامدی

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی مقراضوں (قینچیوں) سے کاٹی جاتی ہیں۔ جب وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہیں فرشتے پھر کاٹ لیتے ہیں۔اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے۔آپ ﷺ نے ان کے بارہ میں پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حاکموں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں اور ان کے جھوٹ اور واضح بری باتوں پر ہاں سے ہاں ملاتے ہیں اور ان کو ظلم، فسق فجور سے نہیں روکتے اور انہیں انصاف و احسان کا فرمان نہیں سناتے۔(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 134)

marfat.com

Marfat.com

غیبت کرنے والے

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو مردار جانور کے گوشت کا بدبودار گلا سڑا ٹکڑا کھلایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ جو چغل خوری کرتے تھے اور دوسرے بھائی کا گلہ و غیبت کرتے تھے۔ (اخبار القرآن صفحہ 262)

شراب نوش

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ ان کا نچلا ہونٹ پاؤں تک لٹکتا تھا اور اوپر کا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا۔ انہیں دوزخ کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں میں پلایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپکتا تھا اور وہ گدھے کی طرح بھینچتے اور چلاتے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں شراب پیتے تھے۔ (اخبار القرآن صفحہ 262)

جھوٹے گواہ

ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی زبانیں گدی سے نکالی گئی ہیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی شکلیں بن گئی ہیں۔ سر سے پاؤں تک عذاب میں گرفتار ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔ (ریاض الازہار صفحہ 214)

سود خور

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے پیٹ سوج کر کوٹھے (کپے) کی طرح ہو گئے تھے۔ اور ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ طوق ان کی گردنوں میں اور زنجیر ان کے ہاتھوں میں اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں۔ جب چاہتے تھے کہ اٹھ کھڑے ہوں تو پیٹ کے بہت پھولنے کے سبب گر جاتے تھے اوپر سے نیچے تک عذاب میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 142)

قاتل ناحق

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اور ان کے گلے سے کالا خون بہتا تھا وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے۔ تو پھر ذبح کئے جاتے تھے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ لوگ ہیں جو ناحق قتل کرتے تھے۔ (ریاض الازہار صفحہ 241)

Marfat.com

نافرمان بیویاں

عورتوں کے ایک گروہ پر گزر ہوا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں۔ آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں۔ آوازیں نکالتی ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا' یہ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان ہیں۔ (تفسیر ابن جریر جلد 15 صفحہ 11)

نافرمان اولاد

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے۔ ان کو آگ جلاتی تھی۔ پھر وہ درست ہو جاتے تھے۔ اسی وقت پھر ان کو آگ جلا دیتی تھی اور یوں ہی سلسلہ جاری تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کے نافرمان تھے۔

بحرالحیوان

اس کے بعد آپ ایک دریا پر پہنچے کہ اس دریا کے عجائب وغرائب گنتی سے زیادہ ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اور اس کی موجیں پہاڑوں سے زیادہ اونچی تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اس دریا کو بحرالحیوان کہتے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگوں کا حشر ہوگا۔ تو اس دریا سے زمین پر بارش ہوگی۔ جس کے اثر سے بوسیدہ ہڈیاں اور ریزہ ریزہ شدہ اجزاء باہم جمع ہو جائیں گے اور انسان کا جسم بحکم خداوندی زندگی حاصل کرلے گا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 135)

دوسرا آسمان

پھر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے تو وہ آسمان نہایت ہی نورانی تھا۔ اس کا نام قیدوم تھا۔ اور اس کا دروازہ موتی کا اور قفل نور کا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں جبرائیل ہوں۔ دربان نے کہا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر دربان نے پوچھا کیا آپ ﷺ کو بلایا گیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں۔ بلائے گئے ہیں۔ دربان نے کہا الحمد للہ کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہیں' اور دروازہ کھول دیا۔ اس دربان کا نام اسرافیل ہے اور اس کے تابع دو لاکھ فرشتے خادم مقرر ہیں ان کو آپ ﷺ نے سلام کیا۔ تمام نے نہایت ادب و عظمت کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ (ریاض الازہار صفحہ 215)

marfat.com
Marfat.com

فرشتے رکوع میں

آپ حضورِ انور ﷺ نے اس آسمان پر فرشتوں کو دیکھا کہ صف بستہ حالت رکوع میں تسبیح کہہ رہے تھے۔ اور یہ فرشتے جب سے پیدا ہوئے رکوع میں ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ دوسرے آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ آپ بھی اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپ ﷺ کی امت کو اس عبادت کا ثواب عطا فرمائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس وقت دعا کی۔ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تبارک تعالیٰ نے نماز میں رکوع کو فرض کر دیا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 137)

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام

جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ فرشتوں کے گروہ سے گزرے تو آپ ﷺ نے دو نوجوان دیکھے جو ہمشکل ہیں۔ اور آمنے سامنے دو سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام سے ان کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا یہ دو نوجوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ جو کہ آپس میں رشتہ کے لحاظ سے خالہ زاد بھائی ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ ان کو سلام کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا مرحبا بھائی نیک اور نبی نیک کو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو بہت سی خوشخبری سنائیں اور ان خصوصیات کا ذکر کیا جو اللہ تبارک تعالیٰ کی عنایت سے آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 137)

تیسرا آسمان

جب تیسرا آسمان آیا تو دیکھا کہ سفید موتی سے زیادہ روشن اور چمکدار نورانی قندیلیں رکھی ہوئی ہیں اس آسمان کا نام زیلون تھا۔ اس کے دربان کا نام کائل ہے۔ تین لاکھ فرشتے اس کے ماتحت ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ حسب دستور دربان نے دروازہ کھولا۔ (ریاض الازہار صفحہ 216)

فرشتے سجدہ میں

وہاں آپ ﷺ نے بہت سے فرشتے دیکھے جو صف بستہ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ان کو سلام کہا انہوں نے سر اٹھایا اور آپ کے ﷺ سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ اور سجدہ میں وہ اپنی مخصوص تسبیح کہہ رہے تھے۔

آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آسمان کے فرشتوں کی کیا یہی عبادت ہے؟ اس نے

Marfat.com

عرض کیا کہ ہاں آپ ﷺ بھی اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ ﷺ کی امت کو بھی اس طرح عبادت عطا فرمائے۔ اس وقت حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت کو بھی اس عبادت سے حصہ عطا فرمائے۔ اس وقت اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی امت پر ہر رکعت میں دو سجدے فرض کیے۔ اس واسطے کہ ان فرشتوں نے سلام کا جواب دینے کے لئے سجدے سے سر اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدے میں چلے گئے۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 128)

حضرت یوسف علیہ السلام

پھر آپ حضورِ انور ﷺ نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا کہ وہاں عبادت میں مشغول ہیں۔ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر معانقہ کیا اور اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانیوں کی خوشخبری سنائی۔ (ریاض الازہار صفحہ 217)

جبر و تکبر کرنے والے

جب پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضورِ پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑی جسامت والا فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد بھی بڑی جسامت والے قد آور فرشتے تھے۔ وہ فرشتے لوگوں کے ایک گروہ کو آتشی گرزوں سے اس طرح عذاب دے رہے ہیں کہ جب ان کو گرز مارتے ہیں تو ان سب کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ ہی دیر بعد وہ اجسام پھر اصل حالت پر ہو جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ ان کو مار کر ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور ان لوگوں کے عذاب کا سبب دریافت کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس فرشتہ کا نام ضوصائیل ہے۔ اور یہ لوگ وہ ہیں جو جبر اور تکبر کرتے تھے۔ کہ اپنے کیے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس فرشتہ کو بمع تمام اس کے خادموں کے مقرر کر دیا ہے تا کہ اس طور پر قیامت تک ان کو عذاب دیتے رہیں۔

(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 139)

چوتھا آسمان

چوتھا آسمان مثل مروارید سفید کے چمکتا تھا۔ اس آسمان کا نام زاہرہ ہے۔ اس کا دروازہ نور کا ہے اور قفل بھی نور کا لگا ہوا ہے۔ اس پر نور سے لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اس کے دربان کا نام موضائیل ہے۔ چار لاکھ فرشتے اس کے تابع ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانے کو کہا اور دربان نے حسب دستور سابق کے دروازہ کھول دیا۔

marfat.com

Marfat.com

فرشتے قعدہ میں

اس آسمان پر فرشتے دوزانو بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم' ہادی انس و جان' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' حبیب رب للعالمین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل یہ بتلایئے کہ چوتھے آسمان پر رہنے والوں کی عبادت یہی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ بھی اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس طرح کی عبادت کا حصہ آپ ﷺ کی امت کو بھی عطا ہو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آخری قعدہ نماز میں فرض کر دیا۔

(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 139)

حضرت ادریس علیہ السلام

حضور پُرنور' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صاحب حضرت ادریس علیہ السلام ہیں آپ ﷺ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا مرحبا اے بھائی صالح اور نبی صالح۔ اس کے بعد اس نے میرے حق میں بھلائی کی دعا کی۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 549' مسلم جلد 1 صفحہ 91)

حضرت عزرائیل علیہ السلام

اس کے بعد ایک فرشتہ دیکھا جو نہایت غمگین صورت میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھ سے انوار چمک رہے تھے۔ اس کرسی کے چار گوشے تھے اور ہر گوشہ میں سات لاکھ پائے تھے۔ اس کرسی کے آس پاس بہت فرشتے کھڑے تھے۔ جن کی تعداد اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے جو نورانی چہرے والے' سبز پوش اور عنبر کی خوشبو والے تھے نرمی سے بات کرنے والے اور بہت ہی خوبصورت اور نیک خصلت تھے کہ جن کو دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔

بائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے جن کے چہرے سیاہ تھے۔ بہت ہی تند خو تھے تسبیح کے وقت ان کے منہ سے آگ کے شعلے اس قدر نکلتے تھے کہ کسی کو ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ اس بڑے فرشتے کے سامنے ایک تختہ تھا جسے وہ ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اور اس سے نظر نہیں اٹھاتا۔ اور اس کے قریب ہی سبز پتوں کا ایک بہت بڑا درخت ہے جس کے اتنے پتے ہیں کہ ان کی گنتی سوائے اللہ تبارک تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور ہر ایک پتہ پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔

اور اس فرشتہ کے سامنے ایک تھال بھی رکھا ہوا ہے اور وہ فرشتہ ہر ساعت میں تھال کی طرف ہاتھ کو بڑھاتا ہے اور ہاتھ میں کچھ چیز لے کر کبھی داہنی طرف والے فرشتوں کو دے دیتا ہے اور کبھی بائیں طرف والے

Marfat.com

فرشتوں کو دے دیتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اس فرشتے کا نام عزرائیل (علیہ السلام) ہے۔
اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آگے جا کر اس کو مطلع کیا کہ اے عزرائیل! یہ نبی آخر الزمان ﷺ ہیں تب اس نے سر اٹھایا اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا خوش آمدید ہو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ سے زیادہ پیارا پیدا نہیں کیا۔ اور کوئی امت آپ ﷺ کی امت سے زیادہ فضیلت والی نہیں ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا ارشاد فرمائیے کیا فرمان ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے پوچھا کہ آپ غمگین صورت میں کیوں نظر آتے ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ میرے ذمہ روحوں کے قبض کرنے کا کام ہے۔ اور میں ہر وقت ڈر کے مارے غمگین صورت رہتا ہوں کہ خدا کرے میری خدمت قبول ہو جائے اور اس میں قصور سرزد نہ ہو جائے۔

پھر آپ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا تمہارے سامنے یہ تھال کیسا ہے؟ اور یہ تختہ کیسا ہے اور اس درخت کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا کہ یہ تھال مثال تمام دنیا کی ہے۔ کہ قاف سے قاف تک تمام جہان میری قدرت (پہنچ) میں ایسے ہے جیسے یہ تھال میرے سامنے ہے۔ اور یہ تختہ زندگی کی معیاد اور موت کا وقت بتلاتا ہے۔ اور اس درخت کے ہر پتہ پر نیک یا گناہ گار لکھا ہوا ہے۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو وہ پتہ جس پر اس کا نام درج ہے زرد ہو جاتا ہے اور جس وقت اس کی موت آ جاتی ہے وہ پتہ خشک ہو کر اس تختہ پر گر جاتا ہے۔ میں اس کا نام تختہ سے کاٹ کر ہاتھ دراز کرتا ہوں اور اس بندہ کی روح قبض کر لیتا ہوں۔ خواہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ فرشتے دائیں بائیں کس کام میں لگے ہوئے ہیں؟ اس نے کہا دائیں طرف والے رحمت کے فرشتے ہیں۔ جب کسی نیک آدمی کی روح قبض کرتا ہوں تو ان کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اور جب کسی برے انسان کی روح قبض کرتا ہوں تو بائیں طرف والے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ فرشتے کس قدر ہوں گے؟ وہ کہنے لگا کہ ان کی گنتی کا علم اللہ تبارک تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ لیکن جب روح کے قبض کا وقت ہوتا ہے تو چھ لاکھ رحمت کے فرشتے اور چھ لاکھ عذاب کے فرشتے آ جاتے ہیں۔ پھر میں نیک کی روح کو رحمت کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں اور برے کی روح کو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں۔ پھر قیامت تک ان کو دوبارہ حاضر ہونے اور روح کو لینے کی نوبت نہیں آئے گی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہر جاندار کی روح قبض کرنے کو تو خود جاتا ہے یا کسی دوسرے فرشتے کو بھیج دیتا ہے؟ اس نے کہا جس دن سے میں یہاں آ کر ٹھہرا ہوں میں کبھی اس جگہ سے ہلا نہیں۔ لیکن ستر ہزار فرشتے میرے ماتحت ہیں۔ اور پھر ہر فرشتے کے تابع ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جب کسی بندہ کی

marfat.com
Marfat.com

روح قبض کرنے کا وقت آتا ہے تو میں ان کو بھیج دیتا ہوں تاکہ وہ اس بندہ کی روح کو قبض کر کے اس کے حلق تک لے آئیں۔ اس کے بعد میں خود ہاتھ بڑھا کر کام پورا کر لیتا ہوں۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم ﷺ نے فرمایا کہ اے مقرب فرشتے میں تجھ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ اگر قبول کرے تو کہوں؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا۔ آپ ﷺ فرمائیے' میں بصد شوق' دل و جان سے اس بات کو قبول کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ساتھ سہولت اور آسانی کا معاملہ کیا کرو۔ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ تبارک تعالیٰ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم ہے۔ کہ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے ہر رات دن میں ستر ہزار مرتبہ حکم فرماتا ہے۔ کہ اے عزرائیل! میرے حبیب ﷺ کی امت پر سختی نہ کرنا اور بہت نرمی کرنا۔ بنابریں عرض ہے کہ میں ان پر بہت مہربان ہوں۔ (ریاض الازہار صفحہ 318,317)

سورج

پھر آپ ﷺ نے سورج کو ملاحظہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ کہ سورج کا طول وعرض اسی ہزار برس کی راہ ہے۔ ہر روز تین لاکھ ساٹھ ہزار فرشتے اس کو مشرق سے مغرب میں لاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے دن اور فرشتے اس قدر آجاتے ہیں۔ اور یہی کام کرتے ہیں۔ اور پھر قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی (اس کام کے لئے ان کی باری نہیں آتی)۔ (بخاری ومسلم)

پانچواں آسمان

بعد ازاں آپ ﷺ کا پانچویں آسمان پر گزر ہوا۔ اس آسمان کا نام صافیہ ہے۔ اور دربان کا نام سعطائیل ہے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا۔ اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ جب حسب دستور دروازہ کھلوا کر آپ ﷺ آسمان کے اوپر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ اس دربان کے ماتحت پانچ لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔

فرشتے خشوع میں

آپ ﷺ نے وہاں فرشتوں کو دیکھا کہ سب خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور بلند آواز سے اپنی مخصوص تسبیح کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کیا ان کی یہی عبادت ہے اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ بھی اپنی امت کے لئے دعا کیجئے کہ آپ ﷺ کی امت کو بھی یہ عبادت نصیب ہو۔ تب آپ ﷺ نے دعا کی پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے لئے بھی نماز میں خشوع و خضوع کا حکم نازل فرمایا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 143)

حضرت ہارون علیہ السلام

حضورِ انور ﷺ نے فرمایا۔ کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت

Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا مرحبا یعنی خوش آمدید اے برادر صالح اور نبی صالح۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 549 مسلم جلد 1 صفحہ 91)

شرک کرنے والے

پھر پیغمبر اول و آخر اعظم، حضور پُرنور حضورِ انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کا گزر ایک فرشتے پر ہوا جو بہت ہی جسیم اور قد آور تھا۔ اور اس کے پاس اور بہت فرشتے تھے جو اسی کی طرح جسیم اور بہت قد آور تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتشی گرز تھا۔ ان فرشتوں کے سامنے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کے جسموں پر آگ کا لباس تھا۔ یہ فرشتے ان لوگوں کو گرز مارتے تھے۔ جس کے صدمہ سے ان کے گوشت، پوست پر آگ کے شعلے بھڑکتے تھے۔ پھر وہ جل کر نیست و نابود ہو جاتے تھے۔ اور پھر وہ اصل حالت میں آ جاتے تھے۔ اور فرشتے پھر ان سے اسی طرح کرتے تھے جیسے پہلے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں۔ جو بتوں سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس فرشتہ کو بمع اس کے ماتحتوں کے ان پر مسلط کیا ہے۔ تاکہ اس قسم کا عذاب ہمیشہ دیتے رہیں۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 147)

چھٹا آسمان

پھر چھٹے آسمان پر گزر ہوا۔ حسب دستور دروازہ کھلوانے کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی اور دربان نے دروازہ کھولا اس آسمان کا نام حاروس ہے اور دربان کا نام رومائیل ہے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر یہ دعا دی:

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ حَسَنَاتِكَ وَزَادَ فِيْ كَرَمَاتِكَ

اللہ تبارک تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں برکت دے اور تمہاری بزرگی زیادہ کرے آپ ﷺ نے اس دعا کے بعد آمین کہی اس فرشتہ کے مطیع چھ لاکھ فرشتے تھے۔ (معارج النبوۃ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضور پُرنور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ میں وہاں گیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا مرحبا اے برادر صالح اور نبی صالح۔ جب میں ان سے مل کر آگے چلا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا آپ کیوں روئے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نوجوان نبی مبعوث ہوئے۔ جس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہشت میں بہت زیادہ تعداد میں داخل ہوں گے۔ (بخاری جلد 1 صفحہ 455 مسلم جلد 1 صفحہ 91)

marfat.com

Marfat.com

اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام پر گزر ہوا۔ کہ وہ ایک بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کے سامنے ایک بہت بڑی ترازو ہے۔جن کا ایک پلہ آسمان وزمین کے چودہ اطباق سے بھی بڑا ہے اس ترازو کی ڈنڈی مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی ہے۔رزق کے بے شمار ٹیلے ان کے پاس جمع ہیں۔آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر تعظیم کی اور پھر معانقہ کیا۔ پھر یہ دعا دی۔

زَادَكَ اللّٰهُ كَرَمَةً وَّفَرَحًا

اور آپ ﷺ کو بشارت سنائی کہ کسی امت کی خیر و برکت آپ ﷺ کی امت کے برابر نہیں ہے۔ وہ آدمی بہت ہی خوش نصیب ہے جس نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور آپ ﷺ سے محبت کی اور وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جس نے آپ ﷺ کی نسبت دل میں بغض رکھا۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت سات لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ ہر ایک کے پاس ایک جھنڈا ہے۔ اور ہر جھنڈے کے نیچے سات لاکھ فرشتے ہیں۔اور وہ تمام کے تمام حضرت میکائیل علیہ السلام کے سامنے صف بستہ ہیں۔اور ان کے حکم کی انتظار میں ہیں۔ان تمام ملائک نے کہا' کہ ہم سب آپ ﷺ کے خادم ہیں۔اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار برس پہلے سے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بارش کے ہر قطرہ' ہوا کے ہر ذرہ' سورج اور چاند کی ہر کرن اور نباتات سے جو پودا زمین سے پیدا ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ موکل ہوتا ہے تا کہ اس کی تربیت کر کے کمال تک پہنچائے۔(معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 146)

ساتواں آسمان

اس کے بعد ساتواں آسمان دیکھا اس کا نام اسحاقائیل تھا۔ جو کہ سفید شیشہ کی مانند چمکتا تھا۔ جب دروازہ کھلوا کر اوپر جانا ہوا۔تو روحائیل دربان نے سات (7) لاکھ فرشتوں کے ساتھ آپ ﷺ کو سلام کیا۔

پیدائش ملائکہ

ایک فرشتہ پر گزر ہوا کہ اس کے سات سر ہیں۔اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرہ میں ستر ہزار منہ ہیں اور منہ میں ستر ہزار زبان ہے۔اور ہر زبان میں ساتھ لاکھ بولی ہے جو ایک بولی دوسری بولی سے بہ لحاظ نوعیت کے مختلف ہے۔اس کے سات لاکھ بازو ہیں۔ ہر روز نہر میں غوطہ لگاتا ہے۔اور باہر نکل کر اپنے پروبال جھاڑتا ہے اور اس طرح جو قطرے بنتے ہیں' ہر قطرہ سے اللہ تبارک تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔(ریاض الازہار صفحہ 224)

Marfat.com

حضرت اسرافیل علیہ السلام

پھر ایک فرشتہ پر گزر ہوا جس نے دوزانو بیٹھے ہوئے عرش کی طرف نگاہ لگا رکھی تھی وہ اپنے منہ میں صور لیے ہوئے کسی انتظار میں محو تھا۔ اس صور میں تمام مخلوق کی روحوں کی مقدار میں سوراخ تھے اور اس کے سامنے ایک لوح یعنی تختی لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا: اِبْشِرْ فَاِنِّیْ اَرَی الْخَیْرَ فِیْكَ وَفِیْ اُمَّتِكَ آپ ﷺ کو مبارک ہو کہ میں آپ ﷺ میں اور آپ ﷺ کی امت میں بھلائی دیکھ رہا ہوں۔ (اخبار القرآن صفحہ 265)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور مرحبا یا نبی الصالح وابن الصالح' نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے کہنا اور یہ پیغام دینا کہ بہشت کی زمین بہت عمدہ ہے۔ اس میں بیشمار درخت لگاؤ۔ اور پھر اس کے باغات کے میوہ جات چنو اور ان درختوں کے لگانے کی تسبیح یہ ہے۔

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ والا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر

(معراج شریف از عبدالباسط فاخوری مفتی بیروت ص 11)

بیت المعمور

منقول ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے بیت المعمور کو دیکھا جو آسمانوں پر ملائکہ کا قبلہ ہے۔ وہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ آ کر زیارت کرتے ہیں۔ اور پھر قیامت تک ان کو حاضری کی نوبت نہیں مل سکتی۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 93)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھٹے آسمان میں ہے۔ طبری نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بیت المعمور پہلے آسمان پر ہے۔

ان میں موافقت' مطابقت کے لئے ایک حدیث شریف ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ان ف کل سماء بیتا یحاذی الکعبته وکل منھا معمور بالملائکة (فتح الملہم ج 1 صفحہ 320)

تحقیق ہر آسمان میں ایک گھر (بیت المعمور) ہے جو کعبہ کے سامنے ہے۔ اور یہ سب کے سب (بیت المعمور) فرشتوں سے آباد ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ

پھر آپ ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ پر گزر ہوا۔ وہ ایک بیری کی شکل کا درخت ہے۔ اس کا تنا سونے کا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ڈالیاں موتی اور یاقوت اور زمرد کی ہیں۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں۔ اور اس کے پھل ہجر کے مٹکے کی طرح ہیں۔ اس کی ڈالی سے جڑ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے اس پر پروانوں کی مانند اتنے فرشتے رہتے ہیں کہ جن کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کہتے ہیں کہ باوقت معراج یہ فرشتے پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی زیارت کے لئے جمع ہوئے تھے۔

(روح المعانی جلد 27 صفحہ 44، درمنثور جلد 6 صفحہ 126)

توبہ کرنے والے

اس کے بعد آپ حضور پُرنور ﷺ کا ایک نہر پر گزر ہوا جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے ہیں جو نورانی شکل والے بن جاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ نہر رحمت ہے۔ جن لوگوں نے گناہ کیے اور پھر تائب ہو گئے تو گویا وہ اس نہر سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں۔ (معارج جلد 3 صفحہ 149)

جبرائیل علیہ السلام کی حد اور واپسی

پھر سدرۃ المنتہیٰ کے ایک مقام پر وہ وقت آیا کہ آگے کے ذمہ دار فرشتے یا اللہ تبارک تعالیٰ کے ایک کارکن نے اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے، پس پردہ سے ہاتھ باہر کر کے پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کو بمع براق اٹھالیا۔

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا اے جبرائیل آپ مجھے اس جگہ کیوں اکیلا چھوڑتے ہو؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی میں کیا کروں مجھے آگے پرواز کرنے کی طاقت نہیں اس لیے کہ (وما منا الا له مقام معلوم) ترجمہ: "اور ہم سب فرشتوں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں جس کا خاص مقام معلوم نہ ہو"۔ (سورۃ صفت آیت 164) کہ اس سے آگے ہمیں تجاوز کا حق حاصل نہیں۔ یہاں اس مقام پر بھی آپ ﷺ کی بدولت آ گیا ورنہ میرا اصلی مقام وہ ہے جہاں سدرۃ المنتہیٰ پر ملاحظہ فرمایا تھا۔ جو کہ بہت دور رہ گیا ہے۔ اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑیا کے برابر ہو گئے۔

لرزہ براندام اور آبدیدہ ہو کر آپ ﷺ عرض کیا لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاَحْتَرَقْتُ بَالِیْ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی کہ اگر انگلی کے پورے کی مقدار بھی قریب ہوں گا تو میرے پر جل جائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا اور ایک اشارہ میں اس کو اس کے اپنے مقام پر پہنچا دیا۔ روایت ہے کہ اس ایک قدم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی۔ (معراج النبوۃ جلد 3 صفحہ 151)

حجاب زلغت

جب آپ حضور پُرنور ﷺ حجاب زلغت تک پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پردہ کو ہلایا۔ اندر سے آواز آئی آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں جبرائیل ہوں۔ اور میرے ساتھ حضرت محمد رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس وقت حجاب کے اندر سے آواز سنی کہ فرشتہ نے کہا "اللہ اکبر" اس کے بعد کہا گیا۔ میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں سب سے بڑا ہوں۔

پھر فرشتے نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا گیا میرے بندہ نے سچ کہا۔ عبادت کے لائق ایک میں ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا: اشھد ان محمد رسول اللہ کہا گیا' میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

پھر فرشتے نے کہا: حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

پیغمبر اول و آخر واعظم' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کی بابت حضرت جبرائیل السلام سے دریافت فرمایا۔ تو اس نے نے کہا۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تمام مخلوق سے اللہ تبارک تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوں۔ مگر جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 154' نووی شرح مسلم جلد 1 صفحہ 93)

خصائص کبریٰ میں لکھا ہے۔ کہ یہ اقامت تھی جو معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ لہٰذا یہ سوال نہ ہوگا کہ مدینہ منورہ میں اذان کے لئے مشورے کیوں ہوئے۔

جس جگہ معراج کے واقعہ میں اذان ہونے کا بیان وارد ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ الفاظ معروفہ سے اذان ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اذان کی مشروعیت بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 412)

باب کبریا

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تنہا رہ گیا۔ اور سوائے پروردگار کے کوئی مونس و مددگار نہ تھا۔ وہاں اللہ تبارک تعالیٰ کے جلال کی ہیبت میرے دل پر چھائی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک قطرہ ٹپکا اور میں نے اس کو منہ میں لے لیا۔ خدا کی قسم میں نے زندگی بھر اس سے زیادہ (عطا کن' راحت بخش' پرکن' خوش کن) چیز نہ چکھی تھی۔ پھر اس قطرہ کی برکت سے تنہائی کا تصور خیال سے دور ہو گیا۔ اور اولین و آخرین کا علم مکشوف ہو گیا۔ (مواہب الدنیہ جلد 6 صفحہ 128 'مدارج النبوۃ جلد 1 صفحہ 169)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ پیغمبر اول و آخر واعظم' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا جس سے مجھے گزشتہ اور آئندہ سب امور کا علم ہو گیا۔

سدرہ سے آگے تنہا

جب مہمانِ عرش آگے بڑھنے لگے تو جبرائیل امین رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل چلو! تو عرض کیا:

marfat.com
Marfat.com

لو دنوت أنملة لاحترقت

اگر میں ایک چیونٹی برابر بھی آگے بڑھا تو (تجلیات الٰہی کے پرتو سے) جل جاؤں گا۔

(الیواقیت والجواہر 3:34)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے یہ کہہ دینے پر پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے اس پر یہ کرم کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن سے آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا اور اس اشارے کے سبب حضرت جبرائیل امین کو فوراً ہی سدرۃ المنتہیٰ میں ان کے مقام پر پہنچا دیا۔

اور اس کے بعد پیغمبر اول و آخر اعظم، شہسوار اعظم، مہمان ذات کبریا ﷺ، اپنے محب سے وصال کے لئے عرش عظیم کی وسعتوں میں تنہا و یکتا ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی بھیجی ہوئی سواری رف رف پر روانہ ہو گئے۔

اس مقام پر آقا ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ نے جنت کے احوال کا مشاہدہ فرمایا اور وہاں کی نعمتوں کی زیارت فرمائی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور ﷺ جب سفر معراج کی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو جبرائیل اور براق ساتھ نہ تھے۔ آپ ﷺ یکتا و تنہا ہی اپنے خالق کائنات کے اذن سے روانہ ہوئے۔ اللہ رب العزت، قادر مطلق نے اپنے مہمان عرش کی سواری کے لئے ایک سبز رنگ کا ملکوتی اور نورانی تخت بھیج دیا۔ اس تخت کا نام ''زخرف'' تھا۔ حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ کو عرش معلیٰ تک اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور پہنچایا گیا۔

جب سدرۃ المنتہیٰ کی منزل گزر چکی، جب فرشتوں کا استقبال پیچھے رہ گیا تو آگے ایک نور تھا اور دیکھنے والے کو اس نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اس نور میں غائب کر دیا گیا تو دیکھنے والی آنکھ آپ ﷺ کو دیکھنے سے قاصر تھی۔ اب کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ نور کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں سے ہے؟ کہاں تک ہے؟ کہاں جانے والا ہے؟ اس حصارِ نور میں داخل ہونے کے مہمان ذی حشم حضورِ انور رحمت دو عالم ﷺ نے عرش معلیٰ کی سیر کی۔ اس کے بعد مہمان مکرم کو بڑی عزت، وقار اور تمکنت کے ساتھ آگے لے جایا گیا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے وصال الٰہی تک سفر معراج کا نقطۂ عروج ہے۔ یہاں سے سفر کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ آگے ایک عالم نور تھا۔ انوار و تجلیات الٰہی پرفشاں تھے۔ اللہ رب العزت کی ذاتی اور صفاتی تجلیات سے بھرپور عالم لامکاں کے جلوے ہر سو جلوہ ریز تھے۔ مہمان عرش حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ کو تن تنہا ان جلوؤں میں داخل کر دیا گیا۔

سب سے پہلے اللہ پاک کے اسماء کے پردے ایک ایک کر کے گزرتے رہے اور ہر اسم مبارک کے رنگ و نور سے حضور ﷺ کو گزارا گیا۔ حضور ﷺ عالم بیداری میں تھے لہٰذا اس عجیب سی کیفیت کو دیکھ کر بتقاضائے بشریت کچھ معمولی سی تنہائی بھی محسوس فرمانے لگے جونہی حضور پُرنور ﷺ کے قلب اقدس پر یہ کیفیت وارد ہوئی اللہ رب العزت کی طرف سے آواز آئی:

Marfat.com

قف یا محمد ﷺ إن رب یصلی

پیارے محمد ﷺ رک جاؤ! بے شک تمہارا رب (استقبال کے لئے) قریب آ رہا ہے۔

(الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 35)

اُدنُ منی کا خطاب

پیغمبر اول و آخر واعظم' حضور پُرنور' تاجدار کائنات' سرکار دو عالم' ہادی انس و جاں' رہبر کائنات' رسول بحر و بر' اصل الموجودات' حاصل کائنات' انسان کامل ﷺ نے فرمایا کہ حجاب کبریا کے جب نزدیک پہنچا تو آواز آئی اے میرے حبیب گزر جایئے۔ اس آواز کے سنتے ہی میں نے خیال کیا تو حجاب کبریا سے پار ہو گیا تھا' اس کے بعد میں خطاب سنتا تھا۔ ادن منی میرے نزدیک آ جایئے۔"

جب ہی اس خطاب نے مخاطب ہوتا تھا' ایک قدم اٹھاتا تھا۔ اور ہر قدم سے اتنا فاصلہ طے ہوتا تھا جتنا کہ اب تک زمین سے وہاں تک طے کیا۔ اور ہزار بار ادن منی کا خطاب سنا اور ہر خطاب پر قدم اٹھایا۔

اور زمین سے وہاں تک جتنی مقدار مسافت تھی ایک قدم سے ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ دنیٰ کے مرتبہ سے مشرف پایا۔ اس کے بعد فتدلی پر ترقی پائی۔ اور وہاں سے فکان قاب قوسین کے خلوت خانہ میں پہنچا اور اوحیٰ الی عبدہ ما اوحی کے اسرار اور راز و رموز سے محرم راز ہوا۔ (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 153)

معجزۂ معراج میں یہاں تک کا سفر' سفر محبت و عظمت تھا۔ اب یہاں سے آگے سفر وصال شروع ہوتا ہے۔ سفر معراج کے اس مرحلہ پر مہمان عرش حضور پُرنور رحمت دو عالم ﷺ مقام "قاب قوسین" پر پہنچ گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثم دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین أو أدنیٰ

پھر (اس محبوب حقیقی سے) آپ قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ پھر (یہاں تک قریب بڑھے' قریب ہوئے کہ) صرف دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ (سورۃ نجم آیت 8)

دوری اور دوئی کے تمام جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمام حدوں کو توڑ دیا' تمام فاصلے مٹا دیئے' تمام فاصلے یکسر ختم کر دیئے' سوائے ایک فرق کے کہ وہ خدا تھا.... خدائے لاشریک اور یہ اس کے محبوب بندے اور رسول تھے۔ وہ خالق تھا اور یہ مخلوق۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فأوحیٰ إلی عبدہ ما أوحیٰ

پس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کہ اس نے وحی کی۔ (سورہ نجم آیت-10)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان تنہائی کی ملاقات میں جو باتیں ہوئیں ان کا بیان بھی نہیں فرمایا لہٰذا محب اور محبوب میں کیا کیا باتیں ہوئیں' اس کلام کی حقیقتوں کی کسی کو کچھ خبر نہیں۔ ہاں مندرجہ

marfat.com
Marfat.com

بالا آیات پاک سے یہ ظاہر ہے کہ محب اور محبوب دونوں ایک ہو گئے۔

اللہ کا درود

امام شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو اکیلا پن محسوس ہوا۔ تو آپ ﷺ نے ایک آواز سنی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی وہ آواز یہ تھی۔

یا محمد فان ربك یصلی

اے پیارے محمد (ﷺ) آپ توقف فرمایئے۔ آپ کا رب صلوٰۃ فرما رہا ہے۔

اس سے حضور پُر نور ﷺ کے دل مبارک میں خیال گزرا کہ میرا رب نماز پڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ حضور انور ﷺ کو اس خطاب سے تعجب ہوا اور اکیلے پن کا خیال جاتا رہا۔

اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

ھو الذی یصلی علیکم وملئکته (سورہ احزاب آیت 43)

اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ **فعلم عند ذلك ماھوا المراد بصلوٰۃ الحق** پس اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ فرمان سن کر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے جان لیا کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی: **ھو الذی یصلی علیکم وملئکته لیخرجکم من الظلمت الی النور** اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ تاکہ آپ کو اندھیرے سے اجالے میں لائے۔ (سورہ احزاب آیت 43)

ابوبکر بن فورک سے روایت کہ **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ای فی صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علی وملئکته وامرہ بذالك** (شفا شریف جلد 1 صفحہ 47) حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے۔ یعنی درود شریف میں ہے۔ وہ درود جو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے فرشتے مجھ پر پڑھتے ہیں۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اس درود کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ (الشفاء جلد 1 صفحہ 47)

قلموں کی آواز

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عرج لی حتی ظھرت .مستوی اسمع فیه صریف الاقلام (مسلم شریف ج 1 صفحہ 93)

پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور انور ﷺ نے فرمایا پھر مجھے اور بلند کیا گیا حتیٰ کہ میں ایک بہت بلند مقام پر چڑھ گیا۔ جہاں میں نے قلموں کی آواز سنی۔ (مسلم جلد 1 صفحہ 93)

حضرت شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں۔ **انه بلغ من الرفعة بمقام اطلع فیه علی التکوین وما یراد ویؤمر له من تقریر اللہ عزوجل** آپ ایسے بلند مرتبہ پر پہنچے تو آپ نے تکوین اور اللہ تبارک

Marfat.com

تعالیٰ کے احکام اور اس کی مراد پر اطلاع پائی۔ (نسیم الریاض جلد 2 صفحہ ...)

التحیات کے رموز

پیغمبر اول و آخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کو جب رب العزت سے کلام کا شرف حاصل ہوا۔ تو آپ نے ان الفاظ میں اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثناء ادا کی التحیات للہ والصلوات والطیبات (تمام عبادات قولی اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے ہیں اور تمام عبادات بدنی اور تمام عبادات مالی بھی اسی اللہ کے لیے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یوں سلام ارشاد ہوا۔

السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته

(اے پیارے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور انور ﷺ نے اس سوال کا جواب بارگاہ الٰہی میں یوں پیش کیا السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰه الصالحین (اے اللہ آپ کا سلام ہم پر اور اللہ تبارک تعالیٰ کے نیک بندوں پر نازل ہو) پھر ایک فرشتہ نے حضور پُرنور ﷺ کے اس عظیم الشان مرتبہ کو دیکھ کر یہ کہا۔ اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمد عبده ورسوله (میں گواہی دیتا ہوں عبادت کے لائق ایک ہی خدا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں بیشک حضرت محمد ﷺ اس کے مقدس بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (نہایہ شرح ہدایہ جلد 1 صفحہ 176' کبیری شرح منیہ صفحہ 320)

حدیث وضع الکف

عن عبدالرحمن بن عائش قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسم رأیت ربی فی احسن صورة قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت تعلم قال فوضع کفه بین کتفی فودت بردها بین ثدیی فعلمت مافی السموات والارض وتلاو کذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین (مشکوٰۃ شریف ج 1 صفحہ 69)

عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ فرشتے کس بات میں بحث کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا کہ پھر میرے رب تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے میں نے جان لیا۔ (مشکوٰۃ جلد 1 صفحہ 69)

یاد رہے کہ وضع کف (رحمت کا ہاتھ رکھنا) مزید فضل عنایات اور نوازشات خاص پر دلالت کرتا ہے۔ اور سردی کا پانا وصول اثر فیض اور حصول علم سے کنایہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اب یہاں اس مذکورہ حدیث شریف کی شرح تحریر کی جاتی ہے۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ ج 1 صفحہ 463) میں ملاعلی قاری رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں جس کا حاصل یہ ہے۔

کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تبارک تعالیٰ نے تعلیم دی۔ ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیر ہما سے۔ اور یہ عبارت حضور پُرنور ﷺ کی وسعت علمی پر دلائل کرتی ہے۔ جو اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ پر مفتوح فرمایا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مَافِی السَّمٰوٰتِ" سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ معراج کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور "اَرض" بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں۔

عرش سے تحت الثریٰ تک اللہ تبارک تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے اس تمام مخلوق کی عقلوں سے اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پوشیدہ وحی کے بھید کو ما اوحی فرما کر مبہم کر دیا اس لیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کو جو وحی کی اس کو کسی نے نہ سنا جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ محب اور محبوب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اس پر ان دونوں کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہوسکتا۔

اور پھر واپسی پر حضور ﷺ کو امت کے لئے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا گیا جسے لے کر آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذاتی وصفاتی تجلیات اور تمام فیوض و برکات سمیت واپس کرۂ ارضی کی طرف پلٹے

صدیوں پر محیط سفر معراج چشم زدن میں طے ہو گیا۔ براق پر مکہ معظمہ میں واپسی ہوئی، صحن حرم میں تشریف لائے، پھر تہجد کے وقت اٹھے

حدیث پاک میں آتا ہے۔

فاستیقضت وأنا بالمسجد الحرام

(ملاء اعلیٰ اور ملکوتی مشاہدہ سے وارد شدہ استغراق کی کفیت سے) واپس پلٹا تو مسجد حرام میں تھا۔

(الشفاء جلد 1 صفحہ 246)

دیدار الٰہی

آیات معراج کی تشریح کرتے ہوئے کچھ علماء تفسیر رویت کے بارے میں سخت مغالطے کا شکار ہوئے ہیں اور وہ آیات کریمہ میں "دو کمانوں یا اس سے بھی کم کے باہمی قرب کو" حضور پُرنور ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے درمیان قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ رؤیت باری تعالیٰ کو خارج از امکان دیتے ہوئے اس گمان میں مبتلا ہیں کہ مقام "دنیٰ فتدلّٰی اور قاب قوسین او ادنیٰ" پر حضورِ انوار ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام کا قرب اور اصل صورت میں دیدار نصیب ہوا۔

Marfat.com

اس سے متعلق احادیث اور قرآن حکیم کی آیات پاک پر مشتمل اس تحقیق کو غور سے پڑھیئے انشاء اللہ آپ صحیح نتیجہ یا صحیح بات یا حق پر پہنچ جائیں گے۔

اسی باب میں وہ حدیث پاک جو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور جسے علماء کرام نے سب سے زیادہ محفوظ اور اعلیٰ پایہ کی قرار دیا ہے۔ (الشفاء جلد 1 صفحہ 236) اس کا متعلقہ عربی متن اور اس کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ میں کتاب کی ضخامت اور موضوع کی غیر ضروری طوالت کے پیش نظر اس حدیث کو یہاں نقل نہیں کر رہا ہوں بلکہ آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ

اس حدیث کے خط کشیدہ جملوں کو دوبارہ غور سے پڑھیے۔ حقیقت حال روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ساتویں آسمان تک تو جبرائیل گئے۔ یہاں تک کے لیے "عُرِجَ بِنَا" جمع کی ضمیر استعمال کی جاتی رہی اس کے آگے جبرئیل کی حد پرواز ختم ہوگئی اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگے اکیلے لے جایا گیا' اس لیے "ذُهِبَ بِیْ" میں واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی۔ پھر فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی اور فاوحٰی الی ما اوحٰی میں جو یکسانیت ہے' وہ محتاج بیان نہیں۔ وحی کرنے والا اللہ تبارک تعالیٰ ہے اور اس مقام پر وحی کی جارہی ہے جہاں جبرائیل امین کی مجال نہیں۔ پھر "فرض" کا فاعل خود اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی ہے' تو وہ بارگاہ الٰہی میں لوٹنے کا مشورہ دیتے ہیں' جبرائیل کے پاس لوٹنے کا نہیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ عزت و جلال میں شرف باریابی حاصل کرتا رہا۔

دنٰی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی فاوحٰی الی عبدہٖ ما اوحی ما کذب الفواد ما رأی .... ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی

ان کلمات طیبات میں آپ جتنا غور کریں گے' حقیقت آشکار ہوتی چلی جائے گی۔

نویں مرتبہ جب بارگاہ رب العزت میں حاضری ہوئی تو صرف پانچ نمازیں ہی معاف نہیں کیں بلکہ مزید کرم یہ فرمایا کہ اے حبیب! تیری امت کا کوئی فرد اگر نیکی کا ارادہ کرے گا تو اسے ایک ثواب دوں گا اور اگر عمل کرے گا تو دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھوں گا۔ لیکن اگر برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جب گناہ کر بیٹھے گا تو فقط ایک گناہ لکھا جائے گا۔ قربان جائے انسان! اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کی نیاز مندیوں پر اور قربان جائے انسان! اس کے رب کریم کی بندہ نوازیوں پر۔

یہاں یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر میں پانچ نمازیں ہی فرض کی جائیں گی' تو پھر پہلے پچاس فرض کرنے میں کون سی حکمت ہے۔ اس میں بھی اپنے بندوں کو' اپنے محبوب کے امتیوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ سارا لطف و کرم اس محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے تم پر ہوا ہے۔ اگر اس کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو تمہارے کندھوں پر بارگراں لاد دیا جاتا۔

marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد یہ چیز بھی توجہ طلب ہے کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب نے تخفیف کے لئے التجا کی تو ایک بار ہی پینتالیس نمازیں کیوں نہ معاف کردی گئیں؟

اس راز کو صرف اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو یہ ادا بہت ہی پسند ہے کہ میرا حبیب مانگتا جائے میں دیتا جاؤں۔ وہ بار بار دامنِ طلب پھیلاتا جائے اور میں اس کو بھرتا جاؤں۔ اس بار بار کی باہم کلامی میں' اس بار بار کے مانگنے اور بار بار کے دینے میں جو لذت وسرور ہے اس سے ہر کوئی لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ یہ محبّ کی شان ربوبیت' شان کریمی تھی اور محبوب کی کامل عبدیت کا مظاہرہ تھا یعنی کہ محب ومحبوب بار بار دیدار و کلام سے محظوظ ہو رہے تھے' لطف اندوز ہو رہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر حاضر ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میری امت ایسی نا اہل ہے اور اتنی ناشکر گزار ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے میں پانچ بار بھی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سجدہ ریز نہیں ہوگی۔ ہم غلامان مصطفیٰ ﷺ کا فرض ہے کہ حدیث کے اس آخری جملے کو کبھی فراموش نہ کریں۔ اب آیئے' ایک اور حدیث بلاحظہ فرمایئے۔

"...ثم مررت بابراهیم علیه السلام فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قال قلت من هذا قال هذ ابراهیم. قال ابن شهاب واخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حبة الانصاری یقولان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم عرج بی حتی ظهرت لمستوی لسمع فی ہ صریف الاقلام قال ابن حزم وانس بن مالك قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ففرض الله علی امتی خمسین صلوٰة قال فرجعت بذلك حتی امر بموسی علیه السلام وقال موسی ماذا فرض ربك علی امتك قال قلت فرض علیهم خمسین صلوٰة قال لی موسیٰ فراجع ربك فان امتك لاتطیق ذلك قال فراجعت ربی فوضع شطرها

''حضور فرماتے ہیں پھر میں ابراہیم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اے نبی صالح مرحبا! اے فرزند ارجمند خوش آمدید! میرے پوچھنے پر جبرائیل نے بتایا یہ ابراہیم ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحبہ انصاری کہا کرتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے مجھے اقلام تقدیر کے چلنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ ابن حزم اور انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا وہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب میں لوٹا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ کر

Marfat.com

جاؤ۔ آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ میں اپنے رب کے حضور میں لوٹ کر گیا اور کچھ حصہ معاف ہوا..... الخ'' (مسلم شریف صفحہ 93' مشکوٰۃ شریف متفق علیہ)

ان خط کشیدہ جملوں کو ذرا غور سے پڑھیے۔ کیا جس مقام کا یہاں ذکر ہے وہاں حضرت جبرائیل موجود تھے؟ کیا ان کی رسائی وہاں ممکن تھی؟ کیا نمازوں کی فرضیت میں حضرت جبرائیل واسطہ تھے یا بار بار کی تخفیف میں جبرائیل کا کوئی اور واسطہ تھا؟ اب یہ آپ کے ذوق عقل و سمجھ پر منحصر ہے کہ آپ علمه شديد القوىٰ سے لے کر مازاغ البصر وما طغیٰ تک کی آیات مبارک کو حضرت جبرائیل پر منطبق کرتے ہیں یا ان احوال و واقعات پر جو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ان احادیث صحیحہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

قارئین کرام!

اسی باب ''بیانِ معراج'' میں آپ یہ درج ذیل احادیث پڑھ آئے ہیں کہ

۱۔ معراج پر لانے کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ میرے محبوب کو نہایت ادب سے بیدار کرنا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہلکی اور خفیف نیند میں ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ جب میں اس سوچ میں تھا کہ پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین ادب سے کیسے جگاؤں تو مجھے الہام ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کی تلیوں کو بوسہ دے دوں۔ جب میں نے اپنے لب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کی کف پر رکھے تو کافور کی ٹھنڈک (برودت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کف پا کو محسوس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ میں نے اس وقت جانا کہ کافور سے میری سرشت کا سبب یہ تھا کہ میں معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت ادب سے بیدار کرسکوں۔

۲۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی آخری حد پر پہنچ جانے کے بعد عرض کی۔ یا رسول اللہ مجھے آگے پرواز کی طاقت نہیں اس لئے کہ ہم فرشتوں میں کوئی ایسا نہیں جسے اپنا خاص مقام معلوم نہ ہو۔ اس حد سے اگر میں انگلی کے ایک پورے کی مقدار بھی قریب ہوں گا تو میرے پر جل جائیں گے۔ اس وقت پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبرئیل علیہ السلام سکڑ کر چڑیا کے برابر ہو گئے۔

۳۔ روایت ہے کہ اس ایک قدم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی یہ مجبوری سن کر پیغمبر اوّل و آخر واعظم' تاجدارِ کائنات' سرکار دو عالم' انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا اور ایک اشارہ میں جبرئیل امین کو سدرۃ المنتہیٰ میں اپنے

marfat.com
Marfat.com

اصل مقام پر پہنچا دیا۔

۴- اور پھراس کے بعد کے فاصلے' سدرۃ المنتہٰی کی آخری حد سے ''فکان قاب قوسین'' تک کے کھربوں نوری سال کے فاصلے پیغمبراوّل وآخر واعظم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا طے فرمائے۔

ان مندرجہ بالا چار نکات کو بار بار پڑھیے۔ یہ آپ پر روزِ روشن کی طرح واضح کردیں گے کہ ساری افضلیت' عظمتیں' رفعتیں' شانیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل الموجودات' حاصل کائنات' انسانِ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہیں' کے لئے ہیں اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تو اللہ تبارک تعالیٰ قادر مطلق کے حکم واذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار ہیں۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

سورہ بنی اسرائیل کی آیت 70 میں خالق و مالک کا ارشاد مبارک یوں ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی' اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔''

اس آیت مبارک کی تشریح میں حسن کا قول ہے کہ اکثر سے کل مراد ہے اور اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس آیت مبارک کی تشریح میں حسن کا قول ہے کہ اکثر سے کل مراد ہے اور اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اور بھی کئی جگہ ارشاد ہوا ''واکثرھم کذبون اور ما یتبع اکثرھم الا ظنا'' میں اکثر بہ معنی کل ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں اور خواص بشر یعنی انبیاء کرام علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت و مجبول ہیں' یہی ان کی سرشت ہے۔ ان میں عقل ہے شہوت' لذات و خواہشات نہیں اور بہائم یعنی جانوروں میں شہوت ولذات ہیں عقل نہیں اور آدمی عقل اور شہوت دونوں کا جامع ہے۔ تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ جانوروں سے بدتر ہے۔

بھلا پیغمبر اوّل وآخر واعظم' اصل الموجودات' انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی اور انسان یا کسی اور مخلوق کا کیا موازنہ' کیا مقابلہ' کیا ذکر؟

اور یہی نکات ان لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ معراج کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار نہیں فرمایا بلکہ آیاتِ ربانی میں مذکور دیکھنے کو وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو بار اس کی اصل شکل میں دیکھنے پر تعبیر کرتے ہیں۔ بھلا جبرئیل امین کو ان کی اصل شکل میں ہزار بار بھی دیکھ لینے کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے وہ ایسا اپنے طور پر تو نہیں کرتے وہ تو سب کچھ اللہ کے حکم واذن سے

Marfat.com

کرتے ہیں۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ بفرضِ محال اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے تو کیا وہ قرب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عظمت کا آئینہ دار ہے یا حضور پُرنور ﷺ کی عظمت کا عکاس' جنہیں خالق و مالک کائنات نے بطور مہمان خصوصی معراج کے لئے بلوایا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام ان گنت بار حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور وہ بارگاہ کریم نبوی ﷺ میں بغیر اجازت داخل نہ ہوتے تھے۔ اگر معراج میں جبرائیل علیہ السلام کی عظمت کا اظہار مقصود ہوتا تو فی الواقع یہ معراج حضور ﷺ کی بجائے جبرائیل علیہ السلام کی ہوتی۔

صحیح بخاری میں آیہ کریمہ مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

دنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی

اللہ رب العزت اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں کے درمیان جتنا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

(صحیح البخاری' 2:1120 ' کتاب التوحید' رقم 7079)

حدیث مبارکہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ آیت کریمہ میں وہ ذات جو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئی اس سے مراد رب العزت ہے جو جبار ہے۔

انکارِ رؤیت

علماء میں ایک ایسا گروہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ معراج میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی جس آیت مقدسہ کو رؤیت باری تعالیٰ کے عدم امکان کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ سورہ انعام کی آیت 103 ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ (سورہ انعام آیت 103)

ترجمہ: نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مذکورہ آیت پاک کا بالعموم یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ کسی آنکھ کو اتنی قدرت حاصل نہیں کہ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار کرسکے۔ اس آیت سے یہ معنی مراد لینا اسے نہ سمجھنے کے مترادف ہے اس لیے کہ اس میں رؤیت کا نہیں بلکہ ادراک' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور آیت کا معنی یہ ہوا کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے۔ اور ادراک دیکھنے کے معنی میں نہیں بلکہ کسی شئے کے احاطہ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ دیکھنا اور بات ہے اور کسی چیز کا احاطہ کرنا دوسری بات ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں رب ذوالجلال نے اپنے دیکھے جانے کی نفی نہیں کی بلکہ ارشاد یہ ہوا ہے کہ عالم امکان میں ساری آنکھیں بھی مل کر اس کی ذات پاک کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور صرف اسی کی ذات ہر

marfat.com

Marfat.com

چیز کا احاطہ کرنے پر قادر ہے۔ لہٰذا ادراک سے دیکھنا مراد لے کر آیت کا یہ معنی نکالنا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار کسی آنکھ کے لئے ممکن ہی نہیں، قطعاً درست نہیں۔

اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے ایک مثال یوں دی جا سکتی ہے۔ ایک مقرر بہت بڑے مجمع سے خطاب کر رہا ہے۔ مجمع دور تک پھیلا ہوا ہے جسے وہ دیکھ تو سکتا ہے لیکن سب حاضرین جلسہ کا وہ احاطہ نہیں کر سکتا۔ جو لوگ سامنے اس کے قریب ہیں انہیں وہ دیکھتا ہے لیکن جو لوگ پس دیوار ہیں وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اس سے یہ نکتہ کھلتا ہے کہ کوئی محدود وجود، غیر محدود وجود کو دیکھ تو سکتا ہے مگر اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

کسی جزو کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ کل کا احاطہ کر سکے۔ پس ذات خداوندی جو غیر محدود اور کل ہے اس کا احاطہ سب انسانی آنکھیں جو محدود اور جزو ہیں مل کر بھی نہیں کر سکتیں جب کہ وہ ذات ہر شئے کا احاطہ کرنے پر قادر ہے۔ اس ساری گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار اور مشاہدہ عین ممکن ہے مگر اس کا ادراک ممکن نہیں۔

اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کے برگزیدہ صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کی قرآن فہمی مشہور خاص و عام تھی اور جنہیں صاحب قرآن نے ترجمان القرآن کے خطاب سے نوازا تھا، انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو مذکورہ آیت سے نفی رؤیت کی دلیل لاتے تھے اختلاف کیا اور فرمایا کہ اس آیت میں رؤیت کی نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ کے ادراک کی نفی کی گئی ہے۔

دوسری آیت کریمہ نفی رؤیت کے لئے جس کا سہارا لیا جاتا ہے وہ سورہ شوریٰ کی آیت مبارک 51 ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

ترجمہ: اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) بات کرے مگر ہاں (اس کی تین صورتیں ہیں یا تو) وحی (کے ذریعے) یا پردے کے پیچھے سے یا (اللہ) کسی فرشتے کو بھیج دے۔

(سورہ شوریٰ آیت 51)

علماء نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی بشر کی مجال نہیں کہ وہ بے حجاب اللہ تبارک تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکے اس لئے اس کا دیدار بے حجاب ممکن ہی نہیں۔ اس دلیل کی بنا پر وہ تسلیم نہیں کرتے کہ شب معراج حضورِ انور ﷺ نے ذات باری تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کیا۔

اس آیت کو سمجھنے میں بھی ان سے وہی مغالطہ سرزد ہوا جو سابقہ آیت پاک کو سمجھنے میں ہوا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ میں بے حجاب کلام کی نفی کی گئی ہے نہ کہ بے حجاب مشاہدے کی، جب کہ اس میں دیدار اور مشاہدے کا نہیں بلکہ بے حجاب کلام کا ذکر ہے اور یہ تو نہیں کہا گیا کہ اللہ کو طاقت نہیں کہ وہ اپنا دیدار کسی کو بے حجاب کرا سکے۔ چونکہ اس آیت میں اللہ تبارک تعالیٰ کی نہیں بلکہ بشر کی طاقت کی نفی کی جارہی ہے اس لیے اسے شب معراج حضور پُرنور ﷺ کے دیدار الٰہی کے نفی کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

Marfat.com

منکرین رؤیت باری تعالیٰ اس حدیث کا حوالہ بھی اپنے حق میں دیتے ہیں جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ان سے معراج میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

نور انی أراہ

وہ تو نور تھا میں بھلا اسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ (صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 99 کتاب الایمان رقم 291)

اس حدیث مبارکہ کا ترجمہ بالعموم یہی کیا جاتا ہے اور اسی سے وہ نفی رؤیت کا استدلال کرتے ہیں۔ اگر ہم گہرائی میں جا کر پیغمبر اول و آخر و اعظم، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی پر غور کریں تو اس کا یہ معنی نہیں جو بادی النظر میں سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے اگلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ

رایت نورا۔

میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 99 کتاب الایمان رقم 292)

اس کی روشنی میں متذکرہ بالا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ میں نے جس طرف سے بھی دیکھا اسے نور پایا۔ یہ معنی نہیں کہ وہ نور تھا میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ ''رایت نورا'' کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی کا اثبات کرتے ہوئے اس کی کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کو جس طرف سے بھی دیکھا اسے ہر جہت سے نورٌ علیٰ نور پایا۔

حضورِ انور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا تو اس کے جلوہ ذات کی کیفیت کو نور کی مانند پایا جس نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ یہی ''نورانی اراہ'' کا مفہوم ہے اور اس کی کیفیت کو جس کا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مشاہدہ کیا، دیدار الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رؤیت کا امکان

رؤیت اللہ تبارک تعالیٰ کے ضمن میں یہ خیال عام ہے کہ اس دنیا میں اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے اور بطور انعام دیدار الٰہی محض آخرت کا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں قرآن حکیم کی دو آیات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہو گا جس سے اس دنیا میں دیدار الٰہی کی امکانی صورت واضح ہو جائے گی۔

اس سے متعلقہ قرآن کریم کی پہلی آیت کا ذکر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا بارگاہ رب العزت میں دیدار کے لئے خواستگار ہونا ہے۔ وہ سراپا سوال بن کر اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور استدعا کرتے ہیں۔ جو سورہ اعراف کی آیت 143 میں یوں ہے

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ

ترجمہ: اے رب: مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ (سورۂ اعراف آیت 143)

marfat.com
Marfat.com

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی جنہیں بارہا اپنے رب سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے' اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ وہ دیدار الٰہی کا مطالبہ کر کے ایسی چیز کا تقاضا کر رہے ہیں جو سرے سے ممکن ہی نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رؤیت باری تعالیٰ کے عدم امکان کے بارے میں بے خبر ہونا بعید از فہم ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا بار بار اللہ کے حضور دیدار کا تقاضا کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے' اس حقیقت کی دلیل مبین ہے کہ علی وجہ البصیرت ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں عین ممکن ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ سرِطور "رب ارنی" کی صدا بلند کرتے رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کے جواب میں اللہ تبارک تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا وہ بھی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ خالق و مالک کائنات کی طرف سے اپنے کلیم کو خطاب فرمایا گیا جس کا ذکر سورہ اعراف کی آیت 143 میں یوں ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ لا قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰـكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: تم مجھے (براہ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔ (سورہ اعراف آیت 143)

جواب کی نوعیت پر غور کریں تو اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ مجھے قطعاً دیکھا نہیں جا سکتا بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تیری آنکھ مجھے دیکھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہ نہیں کہا کہ کوئی آنکھ مجھے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ اس سے امکان رؤیت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس ارشاد رب للعالمین میں اس حقیقت کی مثبت جھلک موجود ہے کہ میرے دیدار کا شرف معراج کی شب صرف میرا حبیب ﷺ حاصل کرے گا۔ قضا و قدر نے یہ شرف و امتیاز پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُر نور سرکارِ کائنات اصل الموجودات' انسانِ کامل' سیّد المرسلین' خاتم النبیین ﷺ کے حصے میں رکھا ہے۔ یہی سبب تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجا کو شرف پذیرائی نہ بخشا گیا کیونکہ اس سعادت کے لئے ازل سے حضور پر نور نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو منتخب کیا جا چکا تھا۔

دوسری آیت پاک میں اہل جنت کے لئے مژدہ ہے کہ انہیں اللہ رب العزت اپنے دیدار سے نوازیں گے۔ سورہ قیامت کی آیات 22' 23 میں ارشاد ربانی ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○

ترجمہ: کتنے چہرے اس روز تر و تازہ ہوں گے' اپنے پروردگار کے دیدار میں محو ہوں گے۔

(سورہ قیامت آیت 23,22)

اللہ تبارک تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اہل جنت کے تر و تازہ چہروں پر بشاشت کی لہر دوڑ جائے گی جب انہیں اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار عام بے حجاب کرایا جائے گا۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم مخبر صادق حضور پُر نور' نبی کریم'

Marfat.com

رؤف ورحیم' رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ آخرت میں اللہ تبارک تعالیٰ کے بے حجاب دیدار سے بڑھ کر اور کوئی نعمت اہل ایمان کے لئے نہ ہوگی۔

رؤیت باری تعالیٰ پر متفق علیہ حدیث

پیغمبر اول و آخر واعظم ہادی انس وجان' رسول بحر وبر' رہبر کائنات' سرکار دو عالم حضورِ انور حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' رحمت للعالمین' حبیب رب العالمین' تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

انکم سترون ربکم عینا

بے شک تم اپنے رب کو اعلانیہ دیکھو گے۔ (صحیح بخاری' 2:1105 ' کتاب التوحید رقم: 6998' مسند احمد بن حنبل 3:16)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر اول و آخر واعظم تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ چودھویں کے چاند کی رات ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

انکم سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر ھذا

تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری' 2:1106 ' کتاب الوتوحید' رقم' سنن ابی داؤد' 2:302 ' کتاب السنۃ' رقم 4729 ' سنن ابن ماجہ' 1:63 ' رقم 177 ' مسند احمد بن حنبل 4:360)

اس سے روز روشن کی طرح ظاہر اور واضح ہے کہ مندرجہ بالا ارشادات پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور پُرنور ﷺ کی رو سے دیدار رب العزت کی نفی مطلقاً نہیں ہوتی۔

اور اگر بالفرض اس کے عدم امکان کو تسلیم کر لیا جائے تو منطق کے اصول کے مطابق جو چیز اس جہاں میں ناممکن ہے وہ عالم اخروی میں بھی ناممکن ہے۔ لیکن پیغمبر اول آخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ہادی انس وجان' رہبر کائنات' رسول بحر وبر' سرکار دو عالم' حبیب رب اللعالمین' عالم خفا وغیوب' مخبر صادق' رحمت للعالمین ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق اہل جنت کے لئے' کامیاب لوگوں کے لئے' سب سے بڑی نعمت و راحت قادر مطلق اللہ تبارک تعالیٰ کا دیدار ہی ہوگا۔

سورۂ نجم کی آیات معراج میں چار مقامات ایسے ہیں جن میں ذات باری تعالیٰ کے حسن مطلق کے دیدار کا ذکر کیا گیا ہے۔ (سورۂ نجم آیات 8'9)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝

ترجمہ: پھر قریب ہوا (اللہ محمد ﷺ سے) پھر زیادہ قریب ہوا تو (محمد ﷺ اپنے رب سے) دو کمانوں کی مقدار (نزدیک) ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ (سورۂ نجم آیات 9,8)

ارشاد ربانی میں اس انتہائی درجے کے قرب کی نشاندہی کی گئی ہے جس کا حتمی نتیجہ اور نقطہ منتہیٰ' سوائے

marfat.com

Marfat.com

دیدار الٰہی کے اور کچھ قرین فہم نہیں۔اس کے بعد سورہ نجم کی آیت 11 میں فرمایا

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝

ترجمہ: قلب مبارک نے اس کے خلاف نہ کہا جو(چشم اقدس نے) دیکھا۔(سورہ نجم آیت 11)

قرآن حکیم نے یہ واضح فرمادیا کہ شب معراج پیغمبر اول و آخر واعظم' حضور پرنور ﷺ نے جمال ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ دل کی آنکھ سے بھی کیا اور سر کی آنکھ سے بھی۔

علماء امت کی تصریحات

حدیث طبرانی میں ہے کہ

ان محمد رای ربه مرتين مرة بعينه ومرة بفواده

ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ایک مرتبہ آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل سے۔

(المعجم الکبیر'12 :71'رقم 12564' المعجم الاوسط'6 :356'رقم :575' المواہب اللدنیہ'2 :37' نشر الطیب :55)

اس حدیث پاک سے رؤیت اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں اوپر درج کی گئی قرآنی آیات کے مضمون کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیسے برگزیدہ اصحاب رسول کی صحبت سے فیض یافتہ نامور تابعی ہیں'ان سے ایک بار حضور انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا انہوں نے معراج کی شب ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا؟ تو انہوں نے تین بار قسم کھا کر اس بات کا اقرار کیا کہ ہاں انہوں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

اسی طرح جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے حضور انور نبی کریم ﷺ کی رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تین بار یہ الفاظ دہرائے'قد رأى ربه یعنی کہ انہوں نے اپنے رب کو دیکھا' یہاں تک کہ ان کی سانس پھول گئی۔

یہ خیالات و معتقدات سب ممتاز اور قابل ذکر صحابہ کرام' صحابیات رضی اللہ عنہن' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ کرام کے ہیں۔قرآن حکیم نے رؤیت باری کی تائید فرماتے ہوئے شک کرنے والوں سے پوچھا۔(سورہ نجم کی آیت 12 میں)

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝

ترجمہ: کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا۔(سورہ نجم آیت 12)

حضور ﷺ کی چشمان مبارک جو دیدار الٰہی کے شرف سے مشرف ہوئیں' کائنات سماوی کا ایک ایک نقش جن میں ثبت ہے اور یہی چشمان مقدس سدرۃ المنتہیٰ کے جمال کا عینی شاہد ہیں۔

Marfat.com

کلام ربانی میں آقائے دو جہاں تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی ان مبارک آنکھوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اپنے حوصلے، اعتماد، ہمت اور عزم ویقین کے باعث اس ارشاد ربانی کا مصداق ٹھہریں۔ یعنی کہ "ما زاغ" کی صفت سے نوازی گئیں۔ سورہ نجم آیت 17 میں اس کا ذکر مبارک ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

ترجمہ: نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھی (جس کو دیکھنا تھا اس پر جمی رہی) (سورۂ نجم آیت 17)

سرور دو جہاں، ہادی انس وجاں پیغمبر اول وآخر واعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ظاہری آنکھ کے علاوہ ایک آنکھ باطنی دل کی بھی عطا فرمائی تھی۔ جب ساعت دیدار آئی تو آپ ﷺ کو ظاہری جلوہ اور باطنی جلوہ دونوں نصیب ہوئے جیسا کہ سورہ نجم کی آیت 13 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝

ترجمہ: اور بیشک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔ (سورہ نجم آیت 13)

معراج مشاہدہ حق کے وقت اس میں نہ صرف اضمحلال واقع نہ ہوا بلکہ وہ کمال ہوش کے ساتھ مشاہدہ جمال میں محو رہی۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ اسی مشاہدہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

شاهد نفسه والى مشاهدتها وانما كان مشاهدا ربه تعالىٰ بشاهد مايظهر عليه من الصفات التى اوجبت الثبوت فى ذلك المحل

اس طرح مستغرق ہوئے کہ سوائے ذات باری اور صفات الٰہیہ کے کسی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

(روح المعانی پارہ 27، صفحہ 54)

اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الٰہی کی ایک جھلک بھی برداشت نہ کر سکے اور صفاتی تجلی کے انعکاسی شعاع کے اثر سے آپ علیہ السلام کا خرمن ہوش جل گیا۔

قرآن آگے چل کر رؤیت آیات الٰہیہ کے باب میں حضور ﷺ کے کمال بصارت کا ذکر سورہ نجم کی آیت 18 میں بایں الفاظ کرتا ہے۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝

ترجمہ: بیشک آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (سورۂ نجم آیت 18)

آپ ﷺ کی بصارت اس درجہ طاقت و وسعت کی حامل تھی کہ شب معراج مشاہدہ حق، دیدار اللہ تبارک تعالیٰ کے وقت اس میں کسی قسم کی کوئی درماندگی یا اضمحلال واقع نہ ہوا بلکہ وہ تمام ہوش و دلجمی کے ساتھ مشاہدہ جمال حق میں محو رہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور اللہ تبارک تعالیٰ‘ قادر مطلق کا اپنے محبوب‘ پیغمبر اول و آخر و اعظم ﷺ کو عرش عظیم پر بلانے کا بنیادی مقصد اپنی ذات پاک سے متعلق آیات کا دکھانا مقصود تھا جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل (سورۂ اسراء) کی پہلی آیت مبارک میں فرمایا گیا ہے۔ اور اپنی مخلوق کی آیات دکھانا مقصود نہ تھا۔

اور مخلوق کی آیات تو سدرۃ المنتہیٰ سے پہلے پہلے کی تھیں اور اس وقت تک کی تھیں جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم‘ ہادی انس و جاں‘ رہبر کائنات‘ سرکارِ دو عالم‘ سیّد المرسلین‘ خاتم النبیین‘ رحمت للعالمین حضور پُر نور‘ حبیب رب العالمین‘ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم اصل الموجودات‘ حاصل کائنات‘ انسان کامل ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی مجبوری سن کر ایک اشارے سے اُسے سدرۃ المنتہیٰ میں اس کے مقام پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد اب جب آپ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم و اذن و ارادے سے اللہ تبارک تعالیٰ کے قرب کے لئے تنہا سفر شروع کیا تو پہلے قدم مبارک سے ہی اللہ تبارک تعالیٰ کی ذاتی آیات کا مشاہدہ شروع ہو گیا اور اُس پہلے قدم میں ہی آپ ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف‘ قرب الٰہی کی طرف اتنا طویل سفر طے فرمایا جتنا کہ آپ ﷺ اب تک زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر طے فرما چکے تھے۔ (یہ الفاظ ”کی طرف“ ”قرب الٰہی کی طرف“ قرب الٰہی میں‘ (اس کتاب کے مصنف) نے قارئین کرام کو عوام الناس کو سمجھانے کی خاطر لکھ دیئے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ ہم اس کو اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔)

اس سیر کے دوران قادر مطلق کا اپنی مخلوق (زمین و آسمان اور ان میں سب کچھ‘ فرشتے‘ جبرائیل علیہ السلام وغیرہم) کی آیات کی دکھائے جانا تو مہمان گرامی ﷺ کی شان مبارک میں اضافی تھیں جو کہ آپ ﷺ کے علم نبوت کا حصہ تھیں ان کا معراج کے بنیادی مقصد سے براہ راست تعلق نہ تھا یا ان (مخلوق کی آیات) کا دکھایا جانا اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پاک کی آیات‘ بڑی بڑی آیات (اللہ تبارک تعالیٰ کی ذاتی آیات پاک ہی بڑی آیات ہیں) کے دکھائے جانے کا حصہ نہ تھیں۔

تذکرۂ واقعہ معراج

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے‘ وہ کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کہ معراج ہوئی آپ ﷺ میرے گھر میں سوتے تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کا وقت ہوا‘ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے بیدار کیا۔ پھر جب آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی‘ تب آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ام ہانی! میں نے آپ لوگوں کے ساتھ آج رات نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ پھر میں بیت المقدس میں پہنچا اور وہاں نماز پڑھی۔ اس کے بعد صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے‘ تا کہ باہر تشریف لے جائیں۔

اس وقت میں نے آپ ﷺ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا۔ اور کہا یا نبی اللہ (ﷺ) آپ یہ قصہ لوگوں کو نہ

Marfat.com

بتائیں ورنہ آپ ﷺ کی تکذیب کریں گے اور آپ ﷺ کو ایذا دیں گے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا واللہ مجھے خدا کی قسم میں ضرور ان سے بیان کروں گا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ایک حبشی لونڈی سے کہا تو آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلی جاتا کہ وہ تمام باتیں سن سکے جو آپ ﷺ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ ﷺ سے کہیں۔ (جواہر الحسان جلد 2 صفحہ 329)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف رحیم ﷺ نے میرے ہاتھ سے چادر کا گوشہ چھڑا لیا تو آپ ﷺ کے دل مبارک سے ایک نور کا جلوہ بلند ہوا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اور میں سجدہ میں گر گئی۔ جب میں نے سجدہ سے سر کو اٹھایا تو آپ ﷺ باہر تشریف لے جا چکے تھے۔

(سیرۃ النبویہ احمد زینی بن دحلان جلد 1 صفحہ 291)

قریش کا مذاق اڑانا

امام احمد اور بزاز نے اچھے اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی اور مکہ میں صبح سویرے اٹھا تو خدا کا دشمن ابو جہل میرے پاس سے گزرا پھر اس نے کہا ھل کان من شیء کیا کوئی نئی بات ہے؟ تو حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ ابو جہل نے کہا ثم اصبحت بین اظھرنا پھر آج ہی آپ (ﷺ) نے ہم میں صبح کی۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔

ابو جہل نے کہا کہ اگر میں آپ (ﷺ) کی قوم کو بلاؤں تو آپ (ﷺ) ان کو یہی بات بتلائیں گے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں۔ ابو جہل نے پکار کر آواز دی۔ اے کعب بن لوی کی اولاد (جلدی دوڑ کر آؤ) راوی کہتا ہے کہ لوگ گروہ در گروہ اس آواز پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ بہت سارے ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابو جہل نے کہا۔ جو بات آپ (ﷺ) نے مجھے بتائی ہے۔ وہی بات اپنی قوم کو بتلا دیجئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان کو بات بتائی۔ تو پھر تعجب اور حیران ہو کر کوئی تالیاں بجاتا تھا۔ اور کوئی سر پر ہاتھ رکھتا تھا۔ (فتح الملہم جلد 1 صفحہ 333)

نبیوں کے حلیے

حتیٰ کہ جب کافی لوگ اکٹھے ہو گئے۔ سب نے کہا آپ (ﷺ) ہم کو سارا قصہ پوری طرح سنائیں جب آپ ﷺ نے واقعہ سناتے ہوئے یہ فرمایا کہ بیت المقدس میں مجھے نبیوں کی جماعت ملی جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ تو لوگوں نے کہا اچھا آپ (ﷺ) ان کے حلیے بیان فرمائیے۔ تب آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد سے ذرا اونچے اور دراز قامت سے ذرا کم ہیں۔ فراخ سینہ والے ہیں سرخ رنگ ان پر غالب ہے گھنے بالوں والے ہیں گویا کہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھاری جسم والے ہیں۔ گندم گوں رنگ' دراز قامت' گھنے بال تہ بہ تہ دانت اور ماتھے پر بل رکھنے والے ہیں۔ گویا کہ وہ (قبیلہ) ازدشنوءہ سے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام' پس خدا کی قسم ہے کہ وہ میرے ہمشکل اور ہم خصلت ہیں۔ (روح البیان جلد 2 صفحہ 405' درمنثور جلد 4 صفحہ 148)

جب آپ حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ نے یہ حلیے بیان فرمائے تو قریش نے نہ مانا بلکہ شور مچایا اور ہنسی مذاق میں ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

تصدیق صدیق

امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک شریف میں یہ حدیث سند سے بیان کی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی آپ ﷺ نے صبح صادق ہونے کے بعد لوگوں سے معراج کے واقعات بیان فرمائے' تو بعض ایسے لوگ مرتد ہو گئے جو آپ کے ساتھ ایمان لا چکے تھے اور تصدیق کر چکے تھے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خبر لے کر دوڑتے ہوئے پہنچے۔ پھر کہنے لگے کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے دوست (حضرت محمد رسول اللہ) نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا ہے کہ اسے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور صبح صادق سے پہلے مکہ میں واپس آ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ ﷺ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یوں ہی کہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ ﷺ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ تو ضرور بالضرور تحقیق آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگ کہنے لگے کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس میں گئے اور پھر صبح سے پہلے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید از عقل بات کو مانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام صبح اور شام آسمان سے خبریں لاتا ہے کہتے ہیں کہ آپ کا نام اس لیے اس دن سے ابوبکر صدیق ہو گیا۔ یعنی آپ کو ''صدیق'' کا لقب عنایت کر دیا گیا۔

(مستدرک حاکم' ازالۃ الخفاء صفحہ 305)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی گئی باتیں ایسی پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ غیر ضروری سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر کٹھن ہوئی کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ نے اس (بیت المقدس) کو میرے لیے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا ہوں اور جو

Marfat.com

مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتاتا جاتا تھا۔ (مسلم شریف جلد 1 صفحہ 96)

قافلوں کی معلومات

معراج کی رات قافلوں کے حالات پر مشتمل احادیث کو بہت علماء نے کہیں تفصیل اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں بیان فرمایا۔

جن کتابوں سے یہ مضمون اخذ کیا جارہا ہے۔ ان کے نام بمع حوالات صفحات حسب ذیل ہیں۔ تفسیر کشاف ج 2 ص 351 تفسیر روح البیان ج 2 صفحہ 406' سیرت حلبیہ ج 1 ص 421' مدارج النبوۃ ج 1 صفحہ 72' خصائص کبریٰ ج 1 صفحہ 180' معارج النبوۃ ج 3 صفحہ 199' زرقانی شرح مواہب ج 2 صفحہ 162

قافلوں کے بارے میں دو روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ تین قافلے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ایک قافلہ تھا مگر اس کے تین حصے ہو گئے تھے۔ اور وہ دوران سفر میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اور میرے نزدیک یہی روایت صحیح ہے۔

المواہب للدنیہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ سے کفار مکہ نے آسمان کے حالات نہ پوچھے کیونکہ اس سے وہ ناواقف تھے جب آپ ﷺ نے بیت المقدس کے نشانات بتائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے جو کچھ محمد (ﷺ) نے فرمایا سب درست ہے۔ لیکن یہ احتمال ہے کہ آپ (ﷺ) نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کر لیے ہوں جو وہاں گیا ہو۔

بیت المقدس سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جواب میں آپ ﷺ نے انہیں صحیح علامات بتانے اور جوابات دینے کے بعد فرمایا کہ اس سے واضح اور ثبوت کون سا ہے، جس سے تمہیں صداقت کا یقین ہو سکے؟ تو حاضرین قریش کہنے لگے۔

اخبرنا عن غیرنا ھل لقیت منھا شیاء (سیرت حلبیہ) آپ (ﷺ) ہم کو ہمارے قافلہ کے حالات سے مطلع فرمائیے کہ آپ (ﷺ) کی ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے۔ آپ (ﷺ) نے ان کو کہیں دیکھا۔

1- پیغمبر اول و آخر و اعظم' حضور انور نبی کریم' رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب' مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہاں (ایک شخص کا نام لے کر ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہ رہا)' فرمایا میں بنی فلاں کے قافلہ پر مقام روحاء میں گزرا۔ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے میں ان کے پالان اور سامان کی طرف آیا۔ وہاں اس وقت کوئی شخص نہ تھا۔ پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پی لیا اور اور سرپوش دے کر اس کو ڈھک دیا اور پھر اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا جیسے کہ رکھا ہوا تھا۔ اور وہ قافلہ بدھ کے دن سورج غروب ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر تم لوگ ان سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ

marfat.com

Marfat.com

تلاش کر کے اپنے سامان کی طرف واپس ہوئے تو کیا انہوں نے پیالہ کو پانی سے خالی پایا یا نہیں؟ اور ان سے یہ بھی پوچھنا کہ جب تم اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کس نے پکار کر کہا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ ہے۔ اور تم حیران ہو کر کہنے لگے شام کے ملک میں یہ محمد (ﷺ) کی آواز کیسے ہے۔ پھر تم نے اس آواز پر عمل کرنے کے بعد اونٹ پایا یا نہ؟ قریش نے کہاں ہاں ٹھیک ہے یہ بہت بڑی نشانی ہے۔

2- پھر حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر گزرا (فلاں جس کا نام راوی کو یاد نہیں رہا) مقام ذی مروہ پر دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری کی وجہ سے بدکا' بھاگا اور کودا۔ وہ دونوں سوار گر گئے۔ ان میں سے فلاں (راوی کو نام یاد نہیں رہا) شخص کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹ گیا۔ بدھ کے دن ٹھیک دو پہر کو وہ قافلہ یہاں مکہ میں آ جائے گا۔ پھر آپ دونوں سے دریافت کر لینا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا یہ نشانی بھی ٹھیک ہے۔

3- انہوں نے کہا آپ (ﷺ) ایک اور قافلہ کے حالات سنائیں حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس قافلہ سے مقام تنعیم پر گزرا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اس قافلہ کی پوری ماہیت سے آگاہ فرمایئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا وہ بنی فلاں کا تھا اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ چل رہا تھا۔ اس پر دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی ہوئی تھیں اور اس پر ایک سیاہ حبشی سوار ہے اور فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کمل مانگ رہا تھا اور وہ قافلہ قریب آ گیا ہے طلوع شمس کے وقت پہنچ جائے گا۔ جب آ جائیں تو دریافت کر لینا انہوں نے کہا یہ تیسری نشانی بھی خوب اچھی اور ٹھیک ہے۔

قافلوں کی آمد

ہر قافلہ کے متعلق پیغمبر اول و آخر و اعظم' عالم خفا و غیوب' مخبر صادق' حبیب رب اللعالمین' حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے اوقات آمد مقرر فرمائے۔ مشرکین نے صداقت کو جاننے کے لئے مخصوص مقامات پر اپنے آدمی بٹھا دیئے کہ وہ قافلوں کی بروقت آمد یا بصورت دیگر سے آگاہ رہیں۔

قارئین کرام: اوّل الذکر قافلہ' یعنی نمبر 1 کے تحت بیان کردہ قافلے نے سب سے آخر میں مکہ پہنچنا تھا اور اس کے بعد اس قافلہ نے مکہ آنا تھا جس کا نمبر 2 کے تحت ذکر کیا گیا ہے اور ان قافلوں میں سے سب سے پہلے آخر الذکر قافلے یعنی کہ جس قافلے کا نمبر 3 کے تحت ذکر کیا گیا ہے' اس نے مکہ پہنچنا تھا۔

اس لیے درج ذیل میں ان قافلوں کے بیان کی ترتیب الٹ گئی ہے یعنی کہ اب پہلے نمبر 3 والے قافلے کا ذکر ہو گا پھر نمبر 2 والے کا اور آخر میں نمبر 1 والے قافلہ کا ذکر ہو گا۔

طلوع آفتاب سے کافی پہلے کچھ لوگ کدئی پہاڑی پر آ بیٹھے اور قافلہ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ وہ بڑی بے تابی سے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار بھی کر رہے تھے۔ پو پھٹنے تک' صبح کاذب تک قافلے کی آمد کے کوئی

Marfat.com

آثار معلوم نہ دیئے۔

لیکن جیسے ہی ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سورج تو نکل آیا' تو ساتھ ہی دوسرے آدمی نے (جو قافلہ کے آنے والے راستے پر نگاہ رکھے ہوئے تھا) کہا کہ یہ لو قافلہ بھی آ گیا۔ (معراج النبوۃ جلد 3 صفحہ 199)

خاکستری رنگ کا اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئی تھیں اس قافلہ کے آگے آگے تھا۔ اس کے بعد چند نشانیوں کی تحقیق کی گئی تو اس طرح ہی ہوا جس طرح کہ حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا تھا:

پھر دوسرے قافلہ کی آمد کے انتظار میں بہت سارے لوگ اس پہاڑی پر جا بیٹھے۔ عین نصف النہار کے وقت دوسرا قافلہ بھی اپنے وقت پر پہنچ گیا یعنی کہ پیغمبر اول وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے بتائے ہوئے وقت پر مکہ پہنچ گیا۔

ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح آپ ﷺ ہم پر گزرے (جس سے اونٹ کودا) اور گرنے سے کلائی ٹوٹ گئی) (معارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 199)

پھر جب وہ دن آیا جس دن کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قافلہ سورج غروب ہونے کے وقت مکہ میں پہنچتا ہوا نظر آ جائے گا تو مشرکین مکہ حسب سابق غروب کے وقت سے بہت پہلے ہی اس پہاڑی پر آ کر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے۔

سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا لیکن قافلہ کی آمد کے آثار نظر نہ آئے حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے رب للعالمین سے دعا کی اور اس کے ساتھ ہی جیسے ہی سورج غروب ہونے لگا انتظار کرنے والوں نے قافلے کو آتا ہوا دیکھ لیا۔ وہ قافلہ بھی مکہ اسی وقت پہنچا جس کا آپ حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم' عالم خفا وغیوب' مخبر صادق' حبیب رب للعالمین' پیغمبر اول وآخر واعظم ﷺ نے فرما دیا تھا۔

پھر ان سے برتن کا پوچھا گیا انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پیالہ میں پانی رکھ کر اوپر سے ڈھکنا دے دیا تھا۔ جب ہم واپس آئے تو پیالہ' برتن ڈھکنا سے بند تھا مگر پانی نہ پایا۔ پھر ان لوگوں نے بتایا جن کا اونٹ بھاگ گیا تھا۔ کہ ہم نے وادی میں ایک آواز سنی کو اونٹ کی طرف ہم کو بلا رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے اشارہ سے اونٹ کو پا لیا۔

مشرکین مکہ کو تو یقین واثق تھا کہ اب پیغمبر اول وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے خلاف کہنے کے لئے انہیں بہت مواد مل جائے گا لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول' پیغمبر اول واعظم' حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صادق وامین ﷺ کو تو ہر بات میں سچا کرنا تھا' سچا دکھانا تھا کہ کافروں پہ حجت

marfat.com
Marfat.com

قائم ہوا اور ہوا بھی یہی۔ قافلوں کی آمد کے اوقات و حالات جو آپ ﷺ نے بتلائے تھے' فرمائے تھے وہ سب سچ ہوئے لیکن وائے رے مشرکین و کفار کی ازلی بدنصیبی کہ اتنی ساری صداقتوں کو جان لینے کے باوجود وہ کہنے لگے کہ ولید سچ کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ (ﷺ) جادوگر ہیں۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الافتنة اللناس (سورہ بنی اسرائیل آیت 60) اور وہ دکھلاوا جو ہم نے آپ کو دکھلایا سو اس کو ہم نے لوگوں کے لئے آزمائش بنایا جس سے لوگوں کا امتحان ہو گیا۔ حتیٰ کہ پختہ لوگوں نے سن کر مان لیا اور خام لوگوں نے انکار کر دیا۔

یہودی مسلمان ہو گیا

روایت میں ہے کہ جب پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے' اسی دن آپ ﷺ گھر سے باہر گئے۔ تو ایک کنیز کو دیکھا کہ وہ آٹے کی مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے ہوئے روتی تھی' اور چلتی تھی۔ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں یہودی کی کنیز ہوں مجھے اس نے چکی پر بھیجا تھا کہ دانے پسا لاؤں' میں بیمار ہوں' مجھے دیر ہو گئی' اب ڈر لگتا ہے کہ وہ مالک مجھ پر ناراض ہو گا۔

تاجدار کائنات' سرکار دو عالم حضور پُرنور ﷺ نے آٹے کا مشکیزہ اپنے دوش مقدس پر اٹھایا اور اس کنیز کو ہمراہ لے کر یہودی کے دروازہ پر پہنچے۔ وہاں دروازہ کھٹکھٹایا' یہودی گھر سے دروازہ پر آیا۔ یہودی کے اندر سے آپ ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا آپ (ﷺ) آج کس طرح یہاں تشریف لائے؟ حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے کنیز کی تکلیف کا قصہ سناتے ہوئے سفارش کی۔

تب وہ یہودی کہنے لگا کہ آج رات آپ (ﷺ) کو معراج ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' لیکن تجھے کس طرح پتہ چلا ہے۔

چنانچہ وہ یہودی حویلی کے اندر چلا گیا۔ تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور تورات میں سب کو پڑھ کر سنایا کہ رسول اللہ ﷺ کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ صبح کو وہ ایک کنیز کی مشکیزہ اٹھا کر یہودی کے پاس سفارش کرے گا۔ جب یہودیوں کو یقین ہوا تو سب ایمان لائے اور یوں کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(معراج النبوۃ جلد 3 صفحہ 212)

Marfat.com

نورِ اُمّ النور
نورِ رحمۃً للعالمین

ایک نظر میں

- دو جہانوں میں سب سے اونچی شان والے ﷺ کی نرالی رفعتیں، شانیں اور عظمتیں
- دل مبارک پر نزول قرآن اور شان نزول
- آپ ﷺ نے کبھی بھی، کسی کے لئے بھی بددعا نہیں کی
- آپ ﷺ ہر کچھ میں، جہت سے اللہ کے نزدیک ترین ہیں

انسان

- انسان اشرف المخلوقات کیوں ہوا؟
- عقل، اللہ کی ایک عظیم تخلیق، اسکی بنا پر ذمہ داریاں، اس کی بنا پر جزاء وسزا
- انسان کا سب سے خطرناک دشمن اس کے اندر موجود ہے
- نور و ظلمت، نور کیا ہے؟ کائنات کے راز

عالم کون ہے؟ عقلمند کون ہے؟

- "میں"، میں آنے والے، اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھنے والے یقینی طور پر غلط فہمی کا شکار ہیں
- "متقی"، اتنا اچھا ترجمہ نہیں ہے جتنا کہ "اللہ سے ڈرنے والے"۔

اسلام کی تشریح

- اسلام میں پاپائیت نہیں
- چند انتہائی مشکل آیات کی مفصل سادہ تفسیر
- دین اسلام اور امت مسلمہ کے بدخواہ، مستشرقین کی چالیں، ان کا رد اور سدّ باب
- پیچیدہ روایات کا صحیح اور آسان بیان، تحقیق و دلائل ایسے مضبوط جنہیں آپ جھٹلا نہ سکیں گے بلکہ خوشی سے انہیں قبول کریں گے اور حق کے ہمنوا ہو جائیں گے

اسلام کی تاریخ

- غزوات کا پُر تحقیق اور مفصل ایسا بیان جو آپ کو اپنے اندر جذب کرلے گا
- خاص طور پر غزوہ بدر اور غزوہ احد میں ایسی نادر تحقیق جو اسلام کے بدخواہوں کی زبان و قلم کو مستقل لگام دے دے گی۔

اور اسی طرح کئی اور موضوعات کی

آسان، مدلل، مسرور کن، راحت بخش اور شگفتہ وضاحت

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006